بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا

مصنفہ فخر المفسرین زبدۃ المحدثین عمدۃ المتکلمین فاضل اجل حضرت

مولانا ابو محمد عبد الحق الحقانی الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تفسیر فتح المنان

المشہور بہ

تفسیر حقانی

اس بے نظیر تفسیر میں جو طبع بے شمار دریائے علوم کو کوزے میں بند کیا ہے
اسی طرح اس کی زبان عام فہم سلیس اور صاف ہے تاکہ ہر خاص و عام
استفادہ کرے اور لطائف و حقائق و نکات قرآنیہ سے
فیض یاب ہو

ناشر میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

تفسیر حقانی

جلد سوم

شمار پارہ	پارہ		
۱۳	وما ابرئ نفسی		۵
		الرعد ابرٰھیم الحجر	۱۸ ۳۱ ۴۵
۱۴	ربما		
		النحل	۶۱
۱۵	سبحٰن الذی		۱۱۱
		بنی اسرآءیل الکھف	۱۱۱ ۱۸۵
۱۶	قال الم		۲۱۵
		مریم	۲۳۸

شمار پارہ	پارہ	نام	صفحہ
		طٰہٰ	۸
۱۷	اقترب للناس		۲۸۱
		الانبیاء الحج	۲۸۱ ۳۱۱
۱۸	قد افلح المؤمنون		۳۳۳
		المؤمنون النور الفرقان	۳۳۳ ۳۴۳ ۳۷۳
۱۹	وقال الذین		
		الشعراء النمل	۳۲۳ ۳۵۳
۲۰	امن خلق السمٰوٰت		۳۷۱
		القصص العنکبوت	۳۸۲ ۵۱۰
۲۱	اتل ما اوحی		۵۲۷
		الروم	۵۳۸

		سورۃ	صفحہ
		لقمٰن	۵۶۵
		السجدۃ	۵۸۴
		الاحزاب	۵

تصدیق

کی جاتی ہے کہ قرآن مجید کا

یہ نسخہ اغلاط سے مبرا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ

سید محمد عثمان ابدالی	معراج محمد غفرلہ

تبلیغ محمد عبید اللہ غفرلہ (رجسٹریشن آفیسر)

تفسیر حقانی

پارۂ وما ابرئ ۱۳

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ
اور میں بری نہیں کرتا اپنے تئیں بے شک نفس
لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ
البتہ برائی کا حکم کرنے والا ہے مگر جس پر رحم کرے میرا رب
اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ
بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے اور بادشاہ نے فرمایا
الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ
لاؤ مجھ پاس اس کو میں اسے اپنے لئے خاص کر لیتا ہوں
فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا
پھر جب کلام کیا اس سے تو کہا بے شک تو آج ہمارے نزدیک
مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰي
معزز اور معتبر ہے۔ یوسف نے کہا مجھ کو مقرر کر دیجئے
خَزَاۗىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ
خزانوں پر ملک کے بے شک میں نگہبان ہوں جاننے والا
وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ
اور اسی طرح ہم نے یوسف کو زور دیا ملک
يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاۗءُ ۭ نُصِيْبُ
جہاں چاہے وہاں رہے ہم اپنی رحمت
بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاۗءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ
جس کو چاہتے ہیں پہنچاتے ہیں اور نیکوں کا بدلہ ضائع نہیں

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ
کرتے اور آخرت کا بدلہ بہتر ہے
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾
ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے

وما ابرئ نفسی الخ حضرت نے کسر نفس کے طور پر فرمایا کہ میں اس بات سے کچھ اپنا لحاظ نہیں چاہتا بندہ بشر ہے نفس ساتھ لگا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے اس کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

جب آپ فرعون کے پاس گئے اور فرعون نے حسن صورت اور خداداد لیاقت باتوں سے دریافت کی تو شیفتہ ہو گیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ کو دانش بینائی دی ہے سو کوئی تجھ سا عاقل اور دانشور نہیں ہے میں نے تجھ کو اپنی تمام رعیت پر مختار دیا بگر تخت نشینی کے اور کوئی رتبہ میں نے تجھ سے باقی نہیں رکھا اور اپنی انگشتری اس کے ہاتھ میں پہنا دی اس وقت آپ کی عمر تیس برس کی تھی حضرت نے وہ کام جو محاصل ملک سے متعلق تھا اپنے لئے لے کر قحط آئندہ کا تعبیر کے موافق انتظام کیا اور مصر کی سرزمین پر حاکم اور متصرف ہو گئے یہ ان کی ایمانداری کا دنیاوی نتیجہ تھا اور اجر آخرت اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

نوٹ: مناسب کتابت بھی واقف ہوں یا کہ حقائق کے طریقہ خوب جانتا چاہئے

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ
اور (جب کنعان میں بھی قحط پڑا تو) یوسف کے بھائی (مصر میں) اس کے پاس

فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا
گئے۔ سو اس نے تو ان کو پہچان لیا اور وہ اس کو نہ پہچانتے تھے۔ اور جب

جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ
ان کا سامان تیار کر دیا تو کہا تم اپنے سوتیلے[1] بھائی کو بھی میرے

بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ
پاس لے آؤ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں

اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾
پیمانہ بھر کر دیتا ہوں اور بڑا مہمان نواز ہوں۔

فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ
پھر اگر تم اس کو میرے پاس نہ لاؤ گے تو نہ تمہیں میرے ہاں سے پیمانہ ملے گا

عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ
اور نہ تم میرے پاس آنا۔ وہ بولے ہم اس کے باپ سے

عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَ
اس کے لئے دھوکہ نکالنے میں اور ہم یہ کر ہی کے رہیں گے۔ اور

قَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ
یوسف نے اپنے غلاموں سے کہہ دیا کہ ان کی جنس پونجی ان کے اسباب میں

فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا
رکھ دو۔ تاکہ وہ اپنے گھر جا کر اس کو دریافت کر لیں شاید کہ

انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾
وہ پھر بھی آویں۔

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا
پھر جب کہ وہ اپنے باپ کے پاس (کنعان میں) پہنچے تو کہنے لگے کہ اے ابا جان

مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا
ہمارا پیمانہ بند ہو گیا ہے سو آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے

نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ
کہ ہم پیمانہ لاویں اور ہم اس کے نگہبان بھی ہیں۔ (یعقوب علیہ السلام نے) کہا

هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ
(خوب) میں تمہارا اس پر ویسا ہی اعتبار کروں جیسا کہ اس سے پہلے اس کے بھائی

عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ
پر کر چکا ہوں پھر اللہ تعالیٰ ہی خوب

حٰفِظًا ۡ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾
حفاظت کرنے والا ہے۔ اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا
اور پھر جب انھوں نے اپنا اسباب کھولا تو اپنی جنس پونجی اس میں

بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا
واپس دھری ہوئی پائی۔ تو کہنے لگے کہ

يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ
اے ابا جان ہم کو کچھ نہیں چاہیئے۔ یہ تو ہمارا روپیہ بھی ہمیں واپس دیا گیا

اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا
اور ہم اپنے کنبہ کو پالیں گے (مصر سے غلہ لا کر) اور اپنے بھائی کی حفاظت

وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ
رکھیں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ لیں گے۔ یہ تو تھوڑا ہی سا پیمانہ

يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ
تھا۔ (یعقوب نے) کہا میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہ بھیجوں گا

حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ
جب تک کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کا عہد نہ دو گے کہ ضرور ہم اس کو

لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ
تمہارے ہی پاس لے آویں گے مگر یہ کہ تم کو گھیر لیا جاوے۔

فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ
پھر جب انھوں نے اس کو قول و قرار دیا تو اس نے کہا ہماری باتوں کا

عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ
اللہ تعالیٰ شاہد ہے۔ اور اس نے (بیٹوں سے) کہا

يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ
بیٹو! (مصر میں) ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا

[1] سوتیلے بھائی بنیامین جو یوسف کے حقیقی بھائی تھے ۱۲ منہ [2] یعنی ظاہر چلے سے دبا جانا پھر ہندوستان میں غلہ مل کر دبا جانا ہوں گے ان ملکوں میں چلنے ہے ۱۲

وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ
اور داخل ہو دروازوں سے جدا جدا
وَمَا أُغْنِي عَنكُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ
اور میں تم سے اللہ کی کوئی بات (بچانے) دور نہیں کر سکتا۔
إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
حکم (اللہ) کے سوا کسی کا نہیں ہے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے
وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٦٧﴾ وَ
اور اسی پر چاہئے کہ بھروسہ کرنے والے بھروسہ کریں۔ اور
لَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُم
جب وہ داخل ہوئے جس طرح داخل ہونے کو حکم دیا تھا ان کے باپ نے
مَّا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ اللَّهِ مِن
کچھ کام نہ آتا اللہ کے مقابلہ میں ان کے لئے کچھ کام
شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا
تھا وہ صرف یعقوب کے دل کا ایک ارمان تھا جس کو اس نے پورا کیا۔

جب قحط کے سال شروع ہوتے اور تمام ملکوں میں لوگ بھوکے مرنے لگے مصریوں نے فرعون سے کہا اس نے کہا یوسف کے پاس جاؤ جو وہ کہے کرو۔ یوسف نے لوگوں کے ہاتھ غلہ فروخت کرنا شروع کر دیا۔ جب یعقوب نے دیکھا کہ مصر میں غلہ ہے تو بیٹوں سے کہا تم کیوں ایک دوسرے کا منہ تکتے ہو غلہ خرید کر لاؤ کہ ہم کھائیں۔ یوسف کے دس بھائی غلہ مول لینے مصر میں آئے پر یعقوب نے بن یامین کو ان کے ساتھ نہ بھیجا کہ مبادا یہ تلف ہو جائے۔ یوسف کے بھائی آئے اس کے آگے خم ہوئے۔ یوسف نے انہیں دیکھا اور انہیں پہچان گیا پر اس نے اپنے آپ کو ناواقف

لے نظر بد کے خیال سے یہی ایک دروازے سے داخل ہونے کو منع کیا کہ کہیں مصر میں بہت سے خوبرو جوان ہونگے کہ سب کی نظر بد لگنے میں خطرہ تھا ایک جا ہو گا اور جو کچھ یوسف کی سے سلوک کریں گے اس میں ان کو موقع ملے گا کہ مصری لوگ یہودیوں کو نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کا سلطنت سے

بتایا اور پوچھا تم کون ہو کہاں سے آتے ہو؟ جاسوس معلوم ہوتے ہو اس ملک کی خراب حالت دریافت کرنے کے لئے آتے ہو؟ انھوں نے کہا بخشش خداوندا تیرے غلام کنعان کے رہنے والے ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں بارہ تھے ایک وہیں ہے ایک کھو گیا ہم دس غلہ مول لینے آتے ہیں پھر یوسف نے کہا تم اپنے میں سے ایک کو یہیں رہنے دو اور باقی غلہ لے کر جاؤ اور اپنے چھوٹے بھائی کو میرے پاس لاؤ اگر سچے ہو ورنہ جاسوس ہو۔ انھوں نے آپس میں کہا کہ سچ ہے ہم اپنے بھائی کی بابت مجرم ہیں اس نے ہماری منت اور زاری کی ہم نے اس کی خستہ دلی دیکھی اس کی دشمنی اس لئے یہ مصیبت ہم پر پڑی۔ تب روبین نے کہا کیا میں تمھیں نہ کہتا تھا کہ اس بچے پر ظلم نہ کرو اگر تم نے نہ سنا آج اس کے خون کی بازپرس ہم سے ہوتی اور وہ نہ جانتے تھے کہ یوسف ان کی باتیں سمجھتا ہے کیونکہ ان کے درمیان ایک ترجمان تھا یہ باتیں سن کر یوسف کا دل بھر آیا اور کاٹے جا کر پھوٹ پھوٹ کر رویا اور پھر ان کے پاس آکر باتیں کرنے لگا۔ اور شمعون کو ان کے سامنے مقید کر لیا

وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ
اور وہ تو بڑا علم رکھنے والا ہے ہم نے اس کو سکھایا لیکن
أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ وَلَمَّا
اکثر آدمی جانتے نہیں۔ اور جب
دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ
وہ یوسف کے پاس گئے تو انھوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی
إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا
کہا میں ہی تیرا بھائی ہوں پس غمگین نہ ہو
كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُم
کرتے تھے۔ پھر جب یوسف نے ان کا سامان
بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ
تیار کر دیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں

أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ
رکھدیا۔ پھر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ اے قافلہ والو!
إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا
تم مقرر چور ہو۔ وہ اُن کی طرف پھر کر پوچھنے لگے کہ
عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾ قَالُوا نَفْقِدُ
کیا گم ہو گیا؟ انھوں نے کہا کہ ہم کو
صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ
بادشاہ کا کٹورا نہیں ملتا اور جو اس کو لائے گا ایک اونٹ بھر کر غلہ
بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوا تَاللَّهِ
پائے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔ (یوسفؑ کے بھائیوں نے کہا) خدا کی
لَقَدْ عَلِمْتُم مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي
جان سچ ہو کر ہم ملک میں فساد کرنے نہیں آئے
الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا
اور نہ ہم کبھی کے چور ہیں۔ انھوں نے کہا پھر
فَمَا جَزَاؤُهُ إِن كُنتُمْ كَاذِبِينَ ﴿٧٤﴾ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَن
بھلا تم جھوٹے نکلو تو چور کی کیا سزا؟ وہ بولے کہ جس کے کجاوے میں سے وہ
وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ كَذَٰلِكَ نَجْزِي
نکلے تو اُس کی سزا یہی ہے کہ وہی اُس کے بدلے میں لیا جائے۔ ہم بے انصافوں کو
الظَّالِمِينَ ﴿٧٥﴾ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ
یوں ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ پس اول اُس کے بھائی کے اسباب سے پہلے ان کے اسباب
وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِن وِعَاءِ
دیکھنے شروع کئے پھر اس کے بھائی کے اسباب میں سے اس کو
أَخِيهِ كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا
نکالا۔ ہم نے یوسفؑ کو ایسی تدبیر بتائی تھی (ورنہ) بادشاہ
كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ
مصر کے قانون سے تو وہ اپنے بھائی کو ہرگز نہ لے سکتا تھا
إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ
مگر کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ ہم جس کو چاہتے ہیں بلند مرتبہ

مَّن نَّشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي
کرتے ہیں۔ اور ہر ایک دانا سے بڑھ کر دوسرا
عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿٧٦﴾
دانا ہے۔

اور حکم دیا کہ اُن کے بورے غلّہ سے بھر دیں اور ہر شخص کی نقدی اُس کے بورے میں رکھ کر پھیر دیں اور انھیں سفر کی خورش بھی دیویں۔ اُن کے ساتھ بہت سا سلوک کر کے اُن کو کنعان کی طرف روانہ کیا اور بنیامین کے لانے کی بہت تاکید و تہدید کی۔ وہ جب کنعان میں آئے تو تمام ماجرا اپنے باپ سے بیان کیا وہ سُن کر مغموم ہوا۔ اس نے کہا میرا بیٹا تمھارے ساتھ نہ جائے گا اس کا بھائی مرگیا وہ اکیلا رہ گیا اگر اس پر کچھ رستہ میں آفت ہو تو تم میرے بڑھاپے کے بالوں کو غم کے ساتھ گور میں اُتار دو گے۔ پھر جب وہ غلہ کھا چکے تو اُن کے باپ نے کہا پھر جاؤ اور غلّہ لاؤ۔ یہودا نے کہا اُس مرد نے ہم سے بتاکید کہا ہے کہ اپنے بھائی کو ساتھ لانا ورنہ میرا مُنہ نہ دیکھنا اس کو ہمارے ساتھ کر دے تاکہ ہم جاویں اور غلّہ لاویں کہ ہم اور تو اناج کھا کر جئیں اور میں اُس کا ضامن ہوتا ہوں تو میرے ہاتھ سے اُس کو طلب کیجیو اگر تیرے پاس لا کر نہ بٹھاؤں تو اُس کا گناہ مجھ پر ابد تک ہے۔ آخر یعقوبؑ نے قسم و اقرار دے کر بنیامین کو ساتھ کر دیا اور وہ نقدی جو واپس آئی بوروں میں سے واپس ملی تھی اُس کو بھی لے جانے کا حکم دیا اور کچھ میوے اور روغن بلسان اور شہد اور گرم مصالحہ ہدیہ کے طور پر ساتھ کیا اور کہا مصر کے ایک دروازہ سے نہ گھسنا اس خیال سے کہ وہ خوبصورت تھے کہیں نظر نہ لگ جائے مگر ساتھ اس کے یہ بھی کہدیا کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کو کوئی تدبیر ٹال بھی نہیں سکتی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس بات کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ صرف یعقوبؑ کے دل کی شفقت پدری کے

لہ تو اور کوئی سامان بنیامین کے روکنے کا کر دیتا ہوں

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ
وہ بولے کہ اس نے چوری کی تو اس کا بھائی بھی چوری
لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ
کر چکا ہے پس یوسف نے اس بات کو دل میں
نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ
رکھ لیا اور ظاہر نہ کیا ان پر کہا تم
شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
برے ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو
تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ
تم کہہ رہے ہو بولے اے عزیز اس کا باپ بہت
لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا
بوڑھا ہے پس تو ہم میں سے کسی کو
مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾
اس کی جگہ رکھ لے بے شک ہم تجھ کو دیکھتے ہیں نیکی کرنے والوں میں
قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ
کہا پناہ اللہ کی کہ ہم پکڑیں کسی کو سوائے اس کے
وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا
جس کو ہم نے پایا ہے اس کے پاس جب تو ہم بے
لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ
انصاف ہوں گے پھر جب ناامید ہو گئے اس سے
خَلَصُوْا نَجِيًّا ۭ قَالَ كَبِيْرُهُمْ
الگ ہو کر بیٹھے آپس میں کہنے لگے بڑا
اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ
کیا نہیں جانتے کہ تمہارا باپ لے چکا ہے تم سے پختہ
مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ ۙ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ
اقرار اللہ کا اور پہلے جو تم نے یوسف کے بارے میں کوتاہی کی
فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ
پس میں نہ جاؤں گا یہاں سے
حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ

ع ۱۱ ۱۱ ۱۱

تھے ایک خواہش تھی ورنہ خدا تعالیٰ پر متوکل اور ذوعلم تھا۔ پھر جب وہ مصر پہنچے اور منظرق دروازہ سے حضرت یوسفؑ کے پاس گئے اور جو چیزیں لائے تھے پیش کیا اور تعظیم کرتے تھے اور جو قیمت بوروں میں بھری چلی گئی تھی وہ بھی پیش کی یوسفؑ نے بغیر رعایت کہوں اور کہا کہ تمہارا باپ اچھی طرح ہے وہ بوڑھا جس کا ذکر تم نے مجھ سے کیا تھا وہی تک زندہ ہے؟ اور بنیامین کو دیکھ کر کہا کہ تمہارا چھوٹا بھائی یہی ہے پھر کہا کہ لے میرے فرزندا خدا تعالیٰ تجھ پر مہربان ہے۔ حضرت یوسفؑ کا دل پھر آیا باپ کا حال سن کر بھائی کو دیکھ کر وطن یاد کر کے دل قابو میں نہ رہا وہاں سے اٹھ کر ایک خلوت خانہ میں جا کر بہت روئے اور پھر منہ دھو کر ان کے پاس آئے اور کھانا کھلایا اور بھائی کو اپنے پاس بٹھا دیا۔ بنیامین کو چھوٹا بھائی تھا وہاں اس کے دل پر جو کچھ بھائی کا خیال آگیا یاد کر کے رونے لگا حضرت یوسفؑ نے گلے سے لپٹایا اور منہ سے رقیع اٹھا دیا اور کہہ دیا کہ میں ہی یوسف ہوں پھر تو گلے لگ کر دونوں بھائی بڑی دیر تک روتے رہے۔ اور بنیامین کو ساتھ رکھنے کی تدبیر کی کہ اپنا چاندی کا پیالہ اس کے بورے میں رکھ دیا جب وہ سب قافلہ کے روانہ ہو گئے تو پیچھے سے آدمی دوڑایا کہ تم ہمارا پیالہ چرا کر لے گئے ہو۔ انھوں نے انکار کیا اسباب کی تلاشی ہوئی بڑے بھائی کے اسباب سے شرط کے موافق بنیامین کی نوبت آئی اس میں وہ پیالہ نکل آیا وہ اقرار کر چکے تھے کہ جس کے اسباب میں سے نکلے اس کی سزا میں اس کو غلام بنایا جائے۔ یہ مصر کا قانون نہ تھا۔ چونکہ انھیں کی منظوری ہوئی بات تھی اس لئے بنیامین کے رکھنے کی تدبیر خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں القاء کی۔ اس میں عقلاً بھی کوئی قبح نہیں، بہتر وہ جو کہ خاص شے کو بنیامین کو لاتے تھے، اور ان کے ساتھ اور بھی حضرت یوسف علیہ السلام سے

حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ
جب تک کہ میرا باپ مجھے اجازت نہ دے گا یا اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی
لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِرْجِعُوْٓا
حکم کرے۔ اور وہ بہتر حکم دینے والا ہے۔ تم اپنے باپ کے
اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ
پاس جاکر کہو کہ اے باپ! آپ کے بیٹے نے چوری
سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ
کرلی، اور ہم نے تو وہی کہا جو ہمیں معلوم تھا اور ہم کو
مَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿٨١﴾ وَسْـَٔلِ
غیب کی خبر نہ تھی (کہ وہ چوری کرے گا)۔ اور آپ اس
الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ
گاؤں سے بھی پوچھ دیجئے کہ جہاں ہم تھے اور اس قافلہ سے بھی کہ
اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٨٢﴾ قَالَ
جس میں ہم واپس آئے ہیں اور ہم بیشک سچے ہیں۔ کہا (نہیں)
بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ
بلکہ تمہارے دل سے ایک بات گھڑلی ہے،
فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ
سو صبر ہی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ان سب کو
بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿٨٣﴾
میرے پاس لاوے، کیونکہ وہ جاننے والا حکمت والا ہے۔
وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰي
اور اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگا
يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ
یوسفؑ اور غم سے اس کی آنکھیں سفید ہوگئیں
فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿٨٤﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ
پس وہ سخت غمگین ہوگیا۔ (بیٹوں نے) کہا خدا تعالیٰ کی قسم تم تو سدا
يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ
یوسفؑ کو یاد کرتے رہو گے یہاں تک کہ نکھے ہو جاؤ یا ہلاک

مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿٨٥﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا
ہو جاؤ گے۔ وہ کہنے لگے میں تو اپنی پریشانی
بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ
اور غم کا گلہ اللہ تعالیٰ ہی سے کرتا ہوں اور خدا کی طرف سے میں
اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾
وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

عرض کرنے لگے کہ ہمارا بوڑھا باپ ہے وہ یہ سن کر مرجائے گا، اس کی جگہ ہم میں سے آپ ایک کو رکھ لیجئے اس سے پہلے اس کا بھائی یوسفؑ بھی چوری کرچکا ہے (یا تو یوں ہی حسد میں اتہام لگایا یا اس سے مراد وہ بات ہو کہ راحیل اپنے باپ کے بت چرا لائی تھی جو یوسف علیہ السلام کی معرفت منگائے گئے ہوں گے کیونکہ لڑکے ایسی ایسی چیزیں اٹھایا کرتے ہیں یا اس قصہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہے کہ ان کی پھوپی انھیں چاہتی تھی حضرت اسحاقؑ کا پٹکا جو تبرکاً چلا آتا تھا یوسفؑ کی کمر میں باندھ دیا تاکہ چوری کی علت میں ان کے دستور کے موافق انھیں کے پاس رہے) یوسفؑ نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا۔ پھر باہم انھوں نے کہا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ بڑے بھائی روبن نے کہا میں تو یہاں سے نہیں جاسکتا تم اپنے باپ سے جاکر یہ سب ماجرا بیان کرو بھائیوں نے آکر سب حال بیان کیا۔ یعقوبؑ نے فرمایا یہ بھی تمہاری بنائی ہوئی کوئی بات ہے پس بجز صبر کے اور کیا بن آتا ہے۔ پھر ان سے الگ اپنے خیمہ میں بیٹھ کر زار زار رونے لگے کہ ہائے یوسفؑ تجھ کو کہاں ڈھونڈوں؟ اور غم کے مارے آنکھیں سفید ہوگئیں، بینائی جاتی رہی مگر اس کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کو یوسفؑ کے خواب سے کہ اس کو بھائی اور ماں باپ ایک روز سجدہ کریں گے یا الہام سے یہ امید تھی کہ ایک روز اللہ تعالیٰ مجھے ان سے ملائے گا، واعلم من اللہ ما لا تعلمون میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اس اُمید پر حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں سے کہا کہ جاؤ یوسفؑ اور اُس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ ناامیدی کافروں کی شان ہے۔ پھر وہ مصر میں گئے اور اُن کو یوسفؑ سے اپنے باپ کا سلام اور درد آمیز پیام ذکر کیا اور دعا چاہی میرے لئے میرا بیٹا بنیامین جا چکا ہے جس کے غم میں میری آنکھیں سفید ہو گئیں اُس کے چھوٹنے سے ہمارا کوئی کر تسلی کر دینا تھا اب اس کو

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُّوْسُفَ
(پھر) اللہ (پھر) جاؤ یوسفؑ اور اُس کے بھائی کو تلاش
وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ
کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔
اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا
بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتا مگر
الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا
کافر لوگ ہیں۔ پھر جب وہ (یوسفؑ کے)
عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ
پاس گئے تو کہنے لگے اے عزیز ہم کو اور
اَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ
ہمارے گھر کو تکلیف پہنچی اور ہم کھوٹی پونجی لے کر آئے ہیں
فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا
سو (اس کے بدلے) ہمارا پورا غلہ دے اور ہم پر خیرات
اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾
کر۔ بے شک اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو بدلہ دیتا ہے۔
قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ
(یوسفؑ نے) کہا کیا تم نے یوسفؑ اور اُس کے بھائی سے کیا
وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْۤا
خاصا حکم بھی کیا جب تم جاہل تھے۔ انہوں نے
ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ قَالَ اَنَا
کہا کیا تو ہی یوسفؑ ہے؟ کہا میں ہی

يُوْسُفُ وَهٰذَاۤ اَخِيْ قَدْ مَنَّ
یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ
ہم پر احسان کیا۔ بے شک جو پرہیزگاری کرتا ہے
فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾
اور صبر کرتا ہے (تو) اللہ تعالیٰ نیکوں کا بدلہ ضائع نہیں کرتا۔
قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا
وہ کہنے لگے قسم بخدا بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھ کو ہم پر بزرگی دی
وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا
اور بے شک ہم ہی خطاوار تھے۔ (یوسفؑ نے) کہا آج
تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ
کے دن تم پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ تعالیٰ تم کو معاف
لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾
کرے اور وہ سب سے زیادہ رحم
اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ
کرنے والا ہے۔ جاؤ میرے اس کرتے کو لے جاؤ اور اس کو
عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَ
میرے باپ کے منہ پر ڈال دو وہ
اُتْوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾
بینا ہو جائے گا اور تم سب کنبے کو میرے پاس لے آؤ۔

ع ۱۰

اپنے تئیں ظاہر کر دیا مجھ پر رحم کھا کر اللہ نے چھوڑ دیئے ہم نادان بوتھ کے لوگ ہیں چوری، بدکاری ہمارا پیشہ نہیں اور ہم پر مصیبت بڑی ہے) پھر کہا کہ نہایت غم کے بھی ہم مصیبت زدہ ہیں اور مجھ نے دام کے کرتے پاس آئے ہیں (کیونکہ کنعان کا سکہ مصر میں نہیں چلتا تھا) ہم کو غلہ عنایت کر اور صدقے دے آپ سے سن کر یوسفؑ کو صبر نہ ہو سکا اور غیر لوگوں کو اپنے پاس سے دور کر کے اپنے بھائیوں سے کہا کہ تمہیں یاد ہے تم نے یوسفؑ کے ساتھ

کیا کیا تھا؟ بھائیوں نے کہا کہ کیا آپ یوسفؑ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ تب تو ہر ایک دوسرے کے گلے لگ کر خوب روئے۔ پھر بھائیوں نے شرمندگی کے مارے سر نیچا کر لیا اور اپنی خطا کا اقرار کرنے لگے۔ یوسفؑ نے اُن کو معاف کیا اور تسلی دی۔ یہ خبر مصر میں اور فرعون کے پاس بھی پہنچی کہ یوسفؑ کے بھائی آئے ہیں۔ فرعون نے کہا کہ اے یوسفؑ اپنے گھر انے کو یہیں بُلا لے میں اُن کی عزت کروں گا۔ یوسفؑ نے بھائیوں کو بڑے سامان کے ساتھ اپنا پیراہن دے کر روانہ کیا کہ میرے باپ کے مُنہ پر ڈال دو وہ بینا ہو جائے گا (یا تو یہ ایک معجزہ تھا، یا یہ کہو کہ آنکھیں بالکل نہیں گئی تھیں، غم کے مارے ضعفِ بصر ہو گیا تھا۔ جب پیراہن ڈالا تو یعقوبؑ کو خوشی ہوئی اور ضعف دُور ہو گیا بینائی آگئی جیسا کہ توانائی آجاتی ہے) اور یہ بھی کہا کہ اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔

الربع

اور جب مصر سے یہ قافلہ چلا تو کئی منزل سے حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو معلوم ہوئی۔ یہ بھی ایک معجزہ تھا۔ یعقوبؑ نے اپنے لوگوں سے کہا کہ آج تو مجھے یوسفؑ کی بُو آتی ہے مگر تم مجھے دیوانہ کہو گے۔ وہ کہنے لگے بخدا ہنوز آپ اپنی اُسی پُرانی دُھن اور بلائے محبت میں گرفتار ہیں ابھی یوسفؑ آپ کے دل سے نہیں بھولا۔ پھر جب کنعان میں وہ بشیر یعنی خوشخبری لانے والا سب سے پہلے آپہنچا (کہتے ہیں کہ اُن کا بیٹا یہوذاہ پیراہن لایا تھا کیونکہ خون آلودہ پیراہن بھی انھیں کو دے کر غم سُنانے کے لئے یعقوبؑ کے پاس بھیجا تھا) اور اُس نے آکر پیراہن یعقوبؑ کے مُنہ پر ڈال دیا اور یوسفؑ اور بنیامین کی خیر و عافیت اور یوسفؑ کا مصر میں جاہ و جلال بیان کیا (اس وقت یعقوبؑ پر شادی مرگ کا حال ہو گا) اُس کے ڈالتے ہی آنکھوں میں نور دل میں سرور آگیا اور اپنی اولاد سے کہا کہ کیوں میں نہیں کہتا تھا کہ انی اعلم مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے وہ بات معلوم ہے جو تمھیں نہیں۔ تب بیٹے باپ کے قدموں پر گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہماری خطا اللہ تعالےٰ سے معاف کرا دیجئے ہم خطاوار ہیں۔ یعقوبؑ نے کہا معاف کراتا ہوں (شاید وقتِ سحر جو نہایت مقبول وقت ہوتا ہے اس وقت پر معافی و استغفار کو محول رکھا ہو یا دیر کرنے میں کچھ اور مصلحت ہو)۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ

اور جب کہ قافلہ روانہ ہوا تو اُن کے باپ نے کہا البتہ

إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَن

مجھ کو یوسفؑ کی بُو آرہی ہے اگر مجھے دیوانہ

تُفَنِّدُونِ ﴿٩٤﴾ قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ

نہ بناؤ۔ اُنھوں نے کہا اللہ کی قسم کہ آپ اسی

لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ﴿٩٥﴾ فَلَمَّا أَن

پُرانی دُھن میں مبتلا ہو۔ پھر جب کہ اُس کے پاس

جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ

خوشخبری دینے والے نے آکر قمیص اُس کے مُنہ پر ڈال دیا تو

فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۖ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ

بینا ہو گیا۔ کہنے لگا کہ کیا میں نے تم سے نہیں

إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾

کہا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا

عرض کرنے لگے کہ اے باپ! ہمارے گناہ معاف کرا دیجئے بے شک ہم

كُنَّا خَاطِئِينَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ

خطاوار تھے۔ کہا عنقریب اپنے رب سے تمھارے لئے

لَكُمْ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٩٨﴾

معافی مانگوں گا۔ البتہ وہ غفور رحیم ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ

پھر جب کہ وہ یوسفؑ کے پاس آئے تو اُس نے اپنے ماں باپ کو

أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِن
اپنے ماں باپ کو اور کہا تم مصر میں داخل ہو جاؤ ۔ اگر اللہ نے
شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ
چاہا تو امن سے رہو گے ۔ اور اٹھایا اپنے ماں باپ کو
عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۖ
تخت پر اور گر پڑے اس کے سجدہ میں (تعظیماً)
وَقَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ
اور (یوسف نے) کہا اے ابا جان ! یہ ہے پورا ہونا میرے پہلے خواب
مِن قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۖ
کا ۔ کر دیا اس کو میرے رب نے سچا ۔
وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ
اور اس نے مجھ پر بڑی عنایت کی جب کہ مجھ کو قید سے نکالا
السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ
اور تم کو باہر سے لایا (اور بسایا) جنگل سے
مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي
شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں دخل پیدا کر دیا
وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۚ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ
بیشک میرا رب بھید پہنچانے والا ہے جس طرح چاہتا ہے
لِّمَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿١٠٠﴾
(کام) کا ۔ بیشک وہ خبر جاننے والا حکمت والا ہے ۔
رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَ
اے میرے رب ! تو نے مجھ کو حکومت میں سے بھی بہت کچھ دیا
عَلَّمْتَنِي مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ
خواب کی تعبیر کرنے کا علم بھی ۔
فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنتَ
(اے) آسمانوں اور زمین کے بنانے والے ! تو ہی

حضرت یعقوب علیہ السلام مع اپنے بیٹوں، پوتوں، اصلی اولاد کے ستر شخص تھے بیٹوں کی بیویوں کے علاوہ۔

سب فرعون کی سواریوں پر سوار ہوئے جو اس نے مصر سے ان کے لینے کو بھیجی تھیں اور اپنا اسباب لاد کر منزل بمنزل مصر کو روانہ ہوئے۔ اور جب قریب پہنچے تو یہودا کو بھیجا یوسف کے پاس بھیجا۔ تب یوسف اپنی سواری لے کر جشن تک استقبال کو نکلا اور اپنی کرسی کے گلے سے لپٹا اور دیر تک رویا۔ حضرت یعقوب نے کہا بس اب مجھے مرنا بہتر ہے میں نے زندگی میں تجھے پھر دیکھ لیا۔ حضرت یوسف نے اپنے محل میں لے جا کر انہیں بڑی عزت کے ساتھ اتارا اور اپنے تخت پر حضرت یعقوب اور اپنی سوتیلی ماں کو بٹھلایا۔ اور پھر حضرت یوسف کے آگے اس کے گیارہ بھائی اور ماں باپ سجدے میں گر گئے (اس وقت میں غیر اللہ کو سجدہ حرام نہ ہو گا یا سجدہ میں گرنے سے مراد تعظیماً جھکنا ہے) تب حضرت یوسف نے کہا میرے اس خواب کی تعبیر یہی ہے جو میں نے دیکھا تھا کہ مجھے گیارہ ستارے اور چاند سورج سجدہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت یوسف نے اللہ تعالیٰ کے انعام بیان کرنے شروع کئے جو اس پر ہوئے تھے۔ فَقَدْ أَحْسَنَ بِي کہ اس نے مجھے قید سے نکال کر سرداری دی وجاء بکم اور اس قحط شدید میں تمہارے خاندان کی پرورش کا سبب کر دیا جس میں تم کو یہاں بلا لیا گیا۔ کنعان میں جہاں حضرت اسرائیل علیہ السلام رہتے تھے کوئی شہر یا عمدہ قصبہ نہ تھا صحرا یا چھوٹے گاؤں میں خیمہ زن تھے اور بھیڑ بکریوں پر بسر اوقات کرتے تھے ان کی نسبت مصر جیسے شہر و دارالسلطنت میں آنا جنگل سے آنا کہنا بجا تھا۔ اور انھیں صلہ رحمی کے ضمن میں بھائیوں کی بدسلوکی جو انجام کار مراتب عالیہ کا ذریعہ ہوئی کہ بانداز پیا یہ میں بیان فرمائی من بعد ان نزغ الشیطان الخ پھر رب قد اٰتیتنی من الملک الخ حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا وقت موت کو ذکر فرما کر خدا تعالیٰ قصہ کو نہایت لطف اور مقاصد عظیم توحید پر ختم فرماتا

اسی کے بیچ میں قحط کی باقی کیفیت اور حضرت یعقوبؑ کی موت کا بیان جو اس محل پر مقصود بالذات نہ تھا چھوڑ دیا گیا۔ کیونکہ یہ کام اہل تاریخ کا ہے۔ اور قرآن میں جو کسی کا حال بیان ہوتا ہے تو محض عبرت و نصیحت کے لئے بکمورخانہ طور پر تمام سرگزشت۔ قحط کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ایک سال میں مصریوں نے مال و اسباب یوسفؑ کے ہاتھ بیچ کر غلہ لیا پھر اگلے سال زمین اور جائداد کی نوبت آئی پھر جان تک روٹیوں پر فروخت ہوئی فرعون کی غلامی اختیار کرنی پڑی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو فرعون سے بلوایا بڑی عزت کے ساتھ اُس نے ملاقات کی حضرتؑ نے اُس کو دعا خیر دی۔ پھر بنی اسرائیل کے لئے اطراف شہر میں ایک جداگانہ قطع عمدہ زمین کا عطا ہوا جس کو رعمسیس کہتے تھے۔ حضرت یعقوبؑ جب مصر میں تشریف لائے تو اُن کی عمر ایک سو سینتیس ۱۳۷ برس کی تھی ایک سو سینتالیس ۱۴۷ برس کی عمر میں بقول اہل کتاب مصر میں انتقال ہوا۔ مگر مرنے سے پہلے یوسف علیہ السلام کو بلا کر وصیت کی کہ مجھ کو مصر میں مت گاڑیو، کیونکہ میں اپنے باپ دادوں کے پاس سوؤں گا اور میرے باپ دادا کے گورستان میں مجھے گاڑنا۔ اور مرنے سے کچھ دیر پہلے اپنی اولاد کو بلا کر خدا پرستی اور ملت ابراہیمیہؑ پر ثابت قدم رہنے کی وصیت کی اور ہر ایک بیٹے کو اُس کے موافق برکت دی۔ پھر بستر پر پاؤں کھینچ لئے اور جان بحق ہو گئے اور اپنے لوگوں میں جا ملے تب یوسفؑ اپنے باپ کے منہ پر گر پڑے اور بہت روئے اور اُن کو چوما اور مصری

وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ تَوَفَّنِي
دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے۔ مجھے (فرمانبرداری کی حالت
مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿١٠١﴾
میں موت دے اور نیکوں میں ملا دے۔
ذَٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ
یہ غیب کی خبریں ہیں جو (اے نبیؐ!) آپؐ کی طرف ہم وحی کرتے
إِلَيْكَ ۖ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا
ہیں۔ اور آپ تو وہاں موجود بھی نہ تھے جبکہ (یوسفؑ کے بھائیوں نے) اپنا ارادہ
أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَا أَكْثَرُ
مصمم کر لیا تھا (کہ اس کو کنوئیں میں ڈال دیں) اور وہ (تدبیریں) کر رہے تھے۔ (ہر چند) آپ
النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾
کتنا ہی چاہیں (لیکن) اکثر لوگ ایمان لانے کے نہیں۔
وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ هُوَ
اور آپ اس (تبلیغ) سے کچھ مزدوری بھی تو نہیں مانگتے۔ یہ تو صرف تمام عالم
إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿١٠٤﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ
کے لئے نصیحت ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں

آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ
بہت سی ایسی نشانیاں ہیں جن کو (وہ مشاہدہ کر کے منہ
عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ﴿١٠٥﴾ وَ
پھیر لیتے ہیں۔ اور
مَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ
ان میں سے اکثر ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کو مانتے ہیں اور شرک بھی کرتے
مُشْرِكُونَ ﴿١٠٦﴾ أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ
جاتے ہیں۔ کیا وہ اس سے نڈر ہو گئے کہ ان پر عذاب
غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ
آنی آ کر چھا جائے یا یکایک ان پر قیامت
السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٠٧﴾
آ جائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔
قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ ۚ
کہدو میرا اور میرے پیروؤں کا بصیرت کے ساتھ (راستہ یہ ہے) میں لوگوں کو
عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَ
اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے
سُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٨﴾
شرک بتلانے سے) پاک ہے اور میں تو شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

فسیرون علیہا کا ترجمہ لفظی اُن پر سے گزرتا ہے مگر مراد مشاہدہ کرنا ہے یعنی ہمارے آسمان اور زمین میں بیشمار نشانیاں قدرت ہیں جن کو دیکھ کر ایمان نہیں لاتے بلکہ منہ پھیر لیتے ہیں اور جن کو نہ دیکھتے منہ

تکیوں کو کھول کر ان پر خوشبو لگائی[1] اور تمام اہل مصر نے ان پر سخت ماتم کیا پھر فرعون کے معزز ارکان اور حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کا خاندان ایک اجبوہ کثیر کنعان میں حضرت یعقوب کی نعش کو لایا اور ان کے قبرستان میں دفن کیا اور سات روز تک دردناک نالے کر کے روتے رہے اور اس بھی گران کو زمین میں مدفون کر کے حسرت کے ساتھ واپس گئے اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر ایک سو دس برس کی ہوئی اور اپنے بیٹوں افرائیم اور منشی کے بیٹے بھی دیکھ لئے تو بقول بعض اہل سیر ایک رات ایک خواب دیکھا کہ ایک نہایت پرفضا جگہ ہے (عالم قدس) وہاں چند کرسیاں رکھی ہیں ایک پر ابراہیم اور ایک پر اسحاق اور ایک پر یعقوب علیہم السلام اور ایک پر راحیل حضرت یوسف کی والدہ ماجدہ تشریف رکھتی ہیں اور ایک کرسی خالی ہے گویا اسی حضرت یوسف کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ اور حضرت یعقوب کی کلی قوت کا پرتو عالم قدس میں اپنے بزرگوں سے ملنے کی ایک سخت بے قراری تھی جس حضرت قدس میں مرغان چمن کی آواز سن کر طائر تڑپا ہے اس طرح سے آپ تڑپنے لگے اور تمام دنیا کے لذائذ فانیہ سے یک لخت دل سرد ہو گیا (اور اکثر بلکہ لوگوں کو اخیر عمر میں دنیا سے نفرت اور عالم قدس کا شوق جو جاگزیں ہے) بیدار ہوتے ہی حضرت نے یہ دعا کی اور خدا تعالیٰ سے اس کے احسانات یاد کر کے منامات شروع کی رب قد اٰتیتنی من الملک اس میں تمام عالم حسی کے افراد کی طرف اشارہ ہے وعلمتنی من تاویل الاحادیث اس میں تمام کائنات روحانیہ کی طرف اشارہ ہے جو علوم حقیقی ہیں فاطر السموٰت والارض اس میں اس کی عظمت قدرت اور عالم حکمت و ناسوت کی وسعت کا ذکر ہے انت ولیّ فی

[1] خلقہ مصر کے نعش کی عادت میں کوئی ایسی چیز خوشبو دار بھرتے تھے کہ وہ عرش بگڑتی نہ تھی۔ چنانچہ خلافت اسلام کے بعد میں اس عہد کی نعشیں صندوقوں میں بند ہوئی مشہور جنادل کے متعلق بے بسا مدیوں ہیں۔

اٰتینا والآخرۃ اس کی عنایت اور رحمت خاصہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت کے ساتھ تھی (اور ہر شخص سے خدا تعالیٰ کا ایک واسطہ خاص ہوتا ہے)۔ توفنی مسلماً الحقنی بالصالحین یہ اُن کے اصل مطلب کی دعا ہے کہ دنیا کی سرداری اور اس کی بے اعتماق مجھے اس طرح انبیاء سے ملا نہ آئے اور میں اپنے بزرگوں میں جا ملوں۔ چنانچہ اُن کی دعا قبول ہوئی اور وہ جان بحق ہوئے۔ اور بھائیوں سے وصیت کی ایک بار پھر ام کو خدا تک شام میں لے جائیے گا ام میری نعش کو ساتھ لے جانا۔ مصر میں حضرت کی وفات پر سخت ماتم ہوا اُن کی نعش میں خوشبو بھر کے سنگ مرمر کے صندوق میں رکھ کر دفن کر دی۔ پھر کئی سو برس کے بعد جب اور فرعون بادشاہ ہوا اور حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے شام کو چلے تو اُن کی ہڈیاں بھی ساتھ لیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام راستہ ہی میں فوت ہوئے بعد میں بنی اسرائیل نے اُن کو کنعان میں بمقام نابلس دفن کیا۔ زلیخا جو عزیز کی بیوی حضرت پر عاشق تھی اُس کا باقی قصہ نہ قرآن

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا

اور نہ بھیجے ہم (خدا) آپ سے پہلے بھی تو مرد ہی (نبی) بنا کر بھیجنے والے کوئی

نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى

ہی بستی کے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

پھر وہ زمین پر پھر کر کیوں نہیں دیکھتے کہ کیا ہے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

پہلوں کا کیا انجام ہوا۔

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا

اور البتہ آخرت کا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کے لئے بھلائی کرنے والے

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ

پھر تم کیوں نہیں سمجھتے (اے منکرو) کہ ہم نے پہلے بھی جو رسول بھیجے وہ انسان ہی تھے اور ہم نے بستیوں کے رہنے والے آدمی ہی بھیجے تھے کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ کیا انجام ہوا پچھلے لوگوں کا اور آخرت کا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کے لئے کیا تم سمجھتے نہیں یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہو گئے

الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا
ناامید ہو چکے تھے اور خیال کرنے لگے تھے کہ ان سے غلط وعدے کئے

جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ۭ
گئے (تب) نوازش کے پاس ہماری مدد پہنچی جس کو ہم نے چاہا بچا لیا۔

وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾
اور ہمارے عذاب کو نافرمان قوم سے کوئی بھی دفع نہیں کر سکتا۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ
البتہ ان لوگوں کے حالات میں بڑی عبرت ہے

لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا
سمجھ والوں کے لئے۔ قرآن کوئی بنائی ہوئی بات تو ہے

يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ
نہیں بلکہ وہ اپنے سے پہلی چیزوں کی تصدیق

بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّ
اور ہر چیز کی تفصیل اور

هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ع
ہدایت اور رحمت ہے ایمانداروں کے لئے۔

۱۲ ع ۱۷ ۶

نے بیان کیا نہ توریت موجودہ نے مگر اہل سیر نے لکھا ہے کہ اُس سے شادی ہوئی اور دو بیٹے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ سے لے کر اخیر تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور کفار کے شبہات کا رد اور توحید اور نبوت کے دلائل بیان فرماتا ہے اور کفار کے نڈر ہونے پر تنبیہ فرماتا ہے اور بعد میں قرآن مجید کی وہ صفات بیان فرمائیں کہ جن سے اس کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ الخ يَمْكُرُوْنَ اس سے ثابت کرتا ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں کہ جو اہل علم و کمال کا شہر نہ تھا نہ وہاں

کوئی تاریخ کی کتاب تھی نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پڑھ لکھ سکتے تھے اور نہ خاص حضرت یوسف علیہ السلام اور اُن کے بھائیوں کے واقعہ کے وقت موجود تھے پھر اس طرح سے بے کم و کاست یہ واقعہ بیان کرنا کہ جس کو یہود نے توریت کے سراسر موافق پایا اگر الہام نہیں تو اور کیا ہے؟ اس لئے توحید ایک اور من انباء الغیب کہنا بہت صحیح ہے۔ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کا الہامی ہونا ثابت ہوتا ہے (۲) اکثر اس سے وہم معرضون تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی کرتا ہے کہ گو آپ کتنی ہی خواہش کریں اور اُن کے کہنے کے موافق معجزات بھی دکھا دیں لیکن وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اور آپ پر اور قرآن پر اگر ایمان نہ لاویں تو کچھ تعجب نہیں وہ اللہ تعالےٰ کی توحید پر بھی تو ایمان نہیں لاتے باوجودیکہ افلاک سے لے عناصر اور نباتات و جمادات و حیوانات تک میں بلکہ اپنے وجود میں رات دن سیکڑوں وہ نشانیاں دیکھتے ہیں کہ جو ہمارے وحدہٗ لاشریک ہونے پر زبان حال سے گواہی دے رہی ہیں ؎ ہر گیاہے کہ از زمین روید + وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید + اور جو ایمان بھی اللہ تعالےٰ پر لاتے ہیں تو اُس کے ساتھ شرک کا آڑ لگا بھی ساتھ ہی لگائے رکھتے ہیں ما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون کہ معظمہ کے بت پرست اللہ تعالےٰ کے قائل تھے مگر اُس کے ساتھ اپنے معبودوں کو بھی شریک سمجھتے تھے فرشتوں اور جنوں کو خدا تعالےٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ حج کے ایام میں جو خاص اُس کی عبادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمونہ اور یادگاری پر کی جاتی ہے وہاں بھی تلبیہ میں یہ کہتے تھے لبیک لاشریک لک الا شریک ہو لک تملکہ و ما یملک (رواہ مسلم) کہ تیرا کوئی شریک نہیں بجز ایک شریک کے جس کا تو مالک ہے وہ تیرا مالک نہیں۔ اسی طرح عیسائی بھی اللہ تعالےٰ کو ایک کہتے اور اُس پر ایمان

لہ یعنی اگلی کتابوں کی جو آسمانی ہیں اصول دین اور دیگر امور میں اُن کی تصدیق کرتا ہے ۱۲ منہ

رکھتے ہیں مگر جن اقوام اور نکالتے ہیں جن میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ اسی طرح ہنود اور دیگر اقوام باوجودیکہ خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں مگر دیوی دیوتے ہزاروں اس کے شریک بنا رکھے ہیں کہ جن کی مورتیں اب تک پوجی جاتی ہیں پھر ایسے جزو کے اندھوں سے کیا افسوس ہے کہ وہ آپ سے ایسے ایسے دکھ کو خصوصاً معجزہ کے طور پر یہود کے بکھیڑے حضرت یوسف علیہ السلام کا صحیح صحیح حال سن کر بھی قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے پس ان سے کہہ دو ﴿ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ﴾ الخ یعنی بصیرۃً اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ کہ میرا تو یہی طریقہ ہے کہ بصیرت یعنی دلیل اور حجت کے ساتھ نہ صرف میں بلکہ میرے بعد اور دوسرے میرے متبع لوگ بھی خاص اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ اور اللہ تعالیٰ تمہارے شریک ٹھہرانے سے پاک ہے وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور میں ہرگز مشرک نہیں ہوں کہ کسی کو اس کا بیٹا یا اس کے گھر کا حقدار بناؤں۔ وہی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہا کیا۔ یعنی تمہیں نظر معجزات و آیات کے میرے طریقہ توحید کو دیکھو اس میں کیا برائی ہے؟ جس لئے تم نہیں مانتے۔

(۳) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ سے لے کر اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ تک مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ کے بے جا شبہ کا جواب دیتا ہے۔ عرب کے مشرکین یہ کہتے تھے کہ غیر اگر اللہ تعالیٰ کو ہماری ہدایت مقصود ہے اور اس کے نزدیک ہمارا یہ طریقہ ناپسند ہے تو وہ آسمان سے فرشتہ ہی کیوں نہیں بھیج دیتا کہ جن کے بھیجنے میں کسی کو بھی شبہ نہ رہے۔ اس کا تحقیقی جواب بھی ایک موقع پر دیا ہے کہ اگر فرشتے آتے تو انسان ہی کی شکل میں ہو کر آتے پھر ان پر بھی وہی شبہ ہوتا جو بشر رسولوں پر ہوتا ہے۔ اور یہاں یہ جواب اعلیٰ دیتا ہے کہ آخر تم ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کو تو برگزیدہ اور خدا تعالیٰ کا ادنیٰ مانتے ہو۔ پھر وہ کیا فرشتہ تھے؟ اور یہود و نصاریٰ اپنے دین قدیم کی شبہات سے یہ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کا رسول نہیں، ان کو جواب دیتا ہے کہ آخر موسیٰ اور عیسیٰ اور ان کے دوسرے سیکڑوں رسولوں کے تم بھی تو قائل ہو پھر ان میں وہ کیا بات تھی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں پاتے؟ اگر کہو ان سے معجزات صادر ہوتے ہیں تو تم پہلے معجزہ کی کوئی حقیقت و ماہیت مقرر کر لو۔ یہی کہو گے کہ خلاف عادت کوئی بات جس پر چیلنج سے مرد بھی کہتے ہیں، پھر دیکھو کہ وہ حضرت محمد علیہ السلام میں کس قدر ہیں؟ اس میں کچھ بھی مبالغہ نہیں کہ ایسے کسی نبی سے معجزے صادر نہیں ہوئے مگر کوئی کی طرف وحی و الہام ہوتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اگر کہو طریقہ تعلیم اور دین کی خوبی تو قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور تعلیم کامل کی تعلیم و سیرت سے مقابلہ کر لو۔ الغرض وہ بھی بستیوں کے لوگ تھے کہ جن کی طرف خدا تعالیٰ نے وحی کی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوئی۔ اس آیت سے چند باتیں ثابت ہوئیں۔ اوّل یہ کہ انبیاء علیہم السلام رجال یعنی مرد تھے عورتیں نہ تھیں۔ دوم یہ کہ کوئی بھی وحی اور الہام سے خالی نہ تھا تو کوئی ایسا نہیں یہ اور بات ہے کہ بعض پر کتاب نازل نہیں ہوئی۔ (۳) اس پر منکروں کو تہدید فرماتا ہے کہ ذرا زمین پر پھر کر دیکھو کہ انبیاء علیہم السلام کے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ عاد و ثمود کی بستیاں اور قوم لوط کے دیہات اجڑے ہوئے پڑے ہیں۔ کہاں ہے فرعون اور کہاں ہے اس کا وہ شہر۔ کہاں گئے اگلے جبار اور کہ حریص ان کے وہ زور شور؟ عبرت! عبرت!! عبرت!!!

(۴) حتیٰ اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا الخ قولہ عن القوم المجرمین میں یہ بات بیان فرماتا ہے کہ ہم

جلد باز نہیں ہم نے ان کو یوں ہی ہلاک اور برباد نہیں کردیا ہے بلکہ جب رسول بالکل ناامید ہوگئے۔ اور اپنی تکذیب کا ان کو یقین یا گمان غالب ہوگیا پھر تو ہماری مدد آپہنچی اور پہنچنے پر پھر بھلا اُس کو کون روک سکتا ہے؟ پھر جو ایماندار تھے وہی بچے ورنہ سب غارت ہوئے۔ کسی کو زلزلہ نے آلیا، کسی کو آندھی کے سخت طوفان نے غارت کیا۔ اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا عاصم و حمزہ و کسائی نے کُذِبُوا کو بالتخفیف و کسرہ ذال پڑھا ہے جس کے معنے یہ ہوتے کہ انبیاءؑ نے حالتِ اضطرار میں بشریت سے یہ گمان کرلیا کہ ہم سے جو وعدے مدد آنے کے ہوتے تھے وہ غلط نکلے۔ یا کُذِبُوا کی ضمیر قوم کی طرف راجع ہے کہ لوگوں نے عذاب میں دیر ہونے سے یہ گمان کرلیا تھا کہ یہ وعدے غلط ہیں۔ اور یہی احتمال قوی ہے کیونکہ انبیاءؑ کی شان سے ایسا گمان کرنا بعید ہے۔ اور باقی قراء نے کُذِّبُوا تشدید سے پڑھا ہے کہ جس کے معنے یہ ہیں کہ رسولوں کو گمان غالب ہوگیا کہ لوگوں نے ہماری تکذیب کردی اور ہم جھٹلائے گئے تب عذاب آیا۔

(۵) لقد کان سے لے کر لقوم یؤمنون تک ان چند باتوں پر سورۃ کو تمام کرتا ہے۔ (۱) فی قصصهم عبرة کہ حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔ ابتداءِ سورۃ میں بھی فرمایا تھا لقد کان فی یوسف واخوته آیات للسائلین منجملہ عبرتوں کے ایک یہ بھی ہے کہ جس نے حضرت یوسفؑ کو اُس کی خوبی خداداد پر محسود بناکر بھائیوں کے ہاتھ سے کنوئیں میں ڈلوایا، بیچ کروایا پھر اس کمال کی بدولت قید میں پہنچا پھر آخر عزیزِ مصر کردیا وہی حضرت محمد علیہ السلام کو بھی قریش کی سخت قید و تکالیف سے جو صرف بجرم حق پرستی ہے نجات دے کر عزیز دارین کرے گا چنانچہ کیا۔ از انجملہ یہ کہ ہر ذی کمال اور صاحب صدق کو مخالفین کی ایذاء پر صبر کرنا چاہیئے جیسا کہ حضرت یوسفؑ نے کیا وہ عزیز یہ ذلیل ہوئے۔

از انجملہ یہ کہ جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو برسوں رونے کے بعد حضرت یوسفؑ سے ملا دیا طالب صادق رہنا چاہیئے خدا تعالےٰ سے ملنا بھی یا اور مقاصد واجب کا ملنا بھی دنیا یا دارِ آخرت میں اُس کی رحمت سے ممکن ہے۔ (۷) یہ کہ قرآن مجید جس میں قصہ یوسفؑ صداقت سے بیان ہوا جھوٹا بنایا ہوا نہیں بلکہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق اور ہر چیز کی کہ جس کی دین میں ضرورت ہے تفصیل ہے خواہ بواسطہ حدیث پیغمبر علیہ السلام خواہ بواسطہ قیاس ائمہ دین جو عبرت کی ایک فرد ہے۔ اور ایمانداروں کے لئے ہدایت کا دستور العمل اور خدا تعالےٰ کی رحمت ہے جس کی وجہ سے دارین کے مقاصد حاصل ہوں گے، آمین۔

سورۂ رعد مکیہ ہے اس میں تینتالیس ۴۳ آیتیں چھ ۶ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالےٰ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والے ہیں

الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَالَّذِيْٓ

یہ ہیں کتاب کی آیتیں۔ اور جو کچھ آپ پر

اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ

آپ کے رب تعالےٰ کے ہاں سے نازل ہوا وہ برحق ہے لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝١ اَللّٰهُ

اکثر آدمی ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالےٰ

الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ

تو وہ ہے کہ جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا

تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ

جن کو تم دیکھ رہے ہو پھر وہ (تخت حکومت) پر جا بیٹھا اور

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي
سورج اور چاند کو تم پر چلایا۔ تم میں ایک اپنے وقت معین
لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ
کے چلا رہا ہے۔ وہ ہر ایک کا انتظام کیا کرتا اور تفصیل
الْآيَاتِ لَعَلَّكُم بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ﴿٢﴾
کیساتھ نشانیاں بتاتا ہے کہ کہیں تم اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو۔
وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ
اور اسی نے زمین کو پھیلایا
فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِن كُلِّ
اور اس میں پہاڑ
اور دریا بنائے۔ اور اس میں ہر ایک پھل دو قسم
الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ
کا پیدا کیا اور وہ جوڑا جوڑا
يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
دن کو رات سے ڈھانک دیتا ہے۔ البتہ اس میں غور کرنے والوں
لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٣﴾ وَفِي
کے لئے بڑی نشانیاں ہیں اور زمین میں
الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ
الگ الگ ٹکڑے ایک دوسرے کے ملے ہوئے ہیں اور انگور کے باغ
مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ
ہیں اور کھیتیاں اور کھجور ہیں
صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ
بعضے ایک جڑ سے اور بعضے جدا جدا پانی سے سینچے جاتے ہیں اور ایک ہی پانی
وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ
دیا جاتا ہے۔ اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فضیلت دیتے ہیں۔
فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ
البتہ اس میں عقلمندوں کے لئے
لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٤﴾
نشانیاں ہیں۔

ترکیب

تلک مبتدا آیات الکتاب خبر۔ اور تلک سے کہ المر آ کی خبر ہو اور آیات بدل یا عطف بیان۔ والذی انزل مبتدا الحق خبر اور تلک ہے کہ والذی الکتاب کی صفت اور واو درمیان آیا اور الحق مبتدا محذوف کی خبر ہو۔ بغیر عمد موضع نصب میں حال ہو کر سلے خالیۃ عن عمد، والعمد بالفتح جمع عماد او عمود۔ ترونہا ضمیر اگر عمد کی طرف راجع ہے تو موضع جر میں ہے صفت عمد کی اور اگر السموٰت کی طرف تو اس سے حال ہوگا جیسا کہ یدبر ضمیر سخر سے اور یفصل ضمیر یدبر سے حال ہے قطع مبتدا کے اور ارض خبر یا قطع ظرف کا قائل۔ وزرع معطوف ہے قطع پر صنوان جمع صنو جیسا کہ قنوان قنو کی جمع ہے اسی اختلاف یعنی اصل واحد و تشعب فروعہا سے الاکل تفضل سے متعلق ہے۔

تفسیر

یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں بھی اول المر حروف مفردہ سے کسی امر خاص کی طرف اشارہ فرمایا تلک یعنی اس سورۃ ابراہیم کی آیات کا کتاب برحق یعنی قرآن مجید کی آیات ہونا بیان فرماتا ہے پھر قرآن مجید کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے منزل اور برحق ہونا بیان فرما کر منکروں پر تعریض کرتا ہے کہ یہ لوگ جو اس کو اللہ نہیں مانتے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کا واحد لاشریک ہونا چند دلائل سے ثابت کرتا ہے چونکہ مشرکوں کے لئے ثابت کرنا اہم کام اور ضروری مسئلہ تھا اللہ الذی سے لے کر قوم یعقلون تک آسمانوں کے بے ستون قائم اور بلند ہونے سے استدلال کرتا ہے کہ باوجود یہ کہ اجسام کا مقتضیٰ طبعی

یہاں ہے پھر کس قدر قادر مختار نے گول گنبد بنایا ہے جس میں ستونوں کی حاجت نہیں۔ اور پھر آفتاب و ماہتاب سے کہ اُن کو کس نے منور کیا اور کس نے اُن کو ایک چالِ معین پر چلایا جس سے تمام دنیا کے کاروبار وابستہ ہیں از خود یہ کیونکر ہو سکتا ہے اجسام سب برابر ہیں۔ اس پر غور کرنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہم کو بھی حرکت کرنے کرتے ایک روز اُس کے پاس پہنچنا ہے لعلکم بلقاء ربکم توقنون۔ پھر وہو الذی مد الارض سے لے کر اخیر تک زمین کی وسعت ہے (باوجود گروی ہونے کے) اور اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کرنے سے اور ہر ایک پھل میں چھوٹے بڑے، کھٹے میٹھے تفاوت سے اور یکے بعد دیگر رات دن کے آنے سے اور زمین میں مختلف ٹکڑوں کے ہونے سے کہ باوجودیکہ آس پاس ہیں مگر کسی میں کچھ پیدا ہوتا ہے، کسی میں کچھ جو اُس کے پاس والے میں نہیں ہوتا اور اس بات سے کہ زمین کی نباتات مختلف ہیں کہیں کھیتی، کہیں کھجوریں وہ بھی کہیں صرف ایک گٹھے پر، کہیں پھیلا ہوا جھنڈ ملے اور اس بات سے کہ سب ایک پانی دیا جاتا ہے پھر پھل مختلف ہیں اپنے وجود اور قدرت کامل کا ثبوت کرتا ہے کہ یہ باتیں از خود نہیں پھر صرف ایک ہم ہی ہیں جو پس پردہ یہ گل کاریاں کر رہے ہیں تمہارے فرضی معبودوں کا اُن سے کونسا کام ہے؟ ان مختصر فقروں میں اس قدر دلائل بیان کرنا قرآن ہی کا اعجاز ہے۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا
اور اگر آپ کو (ان کے انکار سے) تعجب ہے تو (ان کی یہ بات بھی تعجب ہے کہ جب ہم خاک
تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ
ہو گئے کیا ہم نئے سرے سے زندہ ہوں گے؟ یہی تو ہیں کہ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ
جو اپنے رب سے منکر ہو گئے، اور انھیں کی گردنوں میں
الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ
طوق ہوں گے۔ اور یہی

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۵﴾
دوزخی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔
وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ
اور بھلائی سے پہلے آپ سے برائی کی جلدی کر رہے ہیں
وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَ
حالانکہ ان سے پہلے بہت (سی عذاب کی) نظیریں ہو چکی ہیں۔ اور
اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی
بے شک آپ کا رب تو لوگوں کو ان کے گناہ پر بھی معاف کرنے والا
ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۶﴾
ہے، اور البتہ آپ کے رب کا عذاب بھی سخت ہے
وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ
اور کافر کہہ رہے ہیں کہ اس پر کوئی بڑی نشانی اس کے رب کی
عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ
ہاں سے کیوں نہ اتری۔ سو اے محمد! تم تو محض ڈر سنانے والے ہو
وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿۷﴾ اَللّٰهُ یَعْلَمُ
اور ہر قوم کے لئے ایک راہبر ہوتا آیا ہے۔ ف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے
مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ
کہ جو کچھ ہر مادہ اپنے پیٹ میں لئے ہوتی ہے اور جو کچھ پیٹ میں گھٹتا اور
وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾
بڑھتا ہے۔ اور ہر چیز اس کے ہاں ایک اندازہ سے ہے
عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ
وہ چھپی اور کھلی باتوں کا جاننے والا بزرگ بلند مرتبہ
الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ
ہے۔ (اس کے نزدیک) برابر ہے خواہ تم میں سے چپکے سے کہے
الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ
خواہ پکار کر کہے اور خواہ کوئی رات میں

ف جس کے وہ طالب تھے اور نہایت سی نشانیاں اتری تھیں یا وہ نشانیاں ان کو نشانیاں ہی نہ معلوم ہوتی تھیں بات کو معمولی سمجھ کر ٹھٹھوں میں ٹال دیتے تھے یہ پورا اندھا پن ہے جس کی طرف بہت جگہ قرآن میں اشارہ ہوا ہے ۱۲ منہ ہر قوم میں ہادی ہوتے ہیں۔

مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾
چھپنے والا ہے رات میں اور چلنے والا ہے دن میں

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ
اس کے آگے اور پیچھے (فرشتوں کی) پہرہ دار ہیں کہ جو

خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ
اس کی حفاظت کرتے ہیں خدا کے حکم سے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى
بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک

يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاِذَآ اَرَادَ
وہ خود اپنی حالت آپ نہ بدلیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی

اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ
برائی چاہتا ہے تو پھر اس کو کوئی روک بھی نہیں سکتا۔ اور

وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾
نہ ان کے لئے اللہ کے سوا مددگار ہو سکتا ہے۔

ترکیب

قوم مبتدا عجب خبر جملہ جواب ان تعجب۔ اذا کانا جملہ قوم کا بیان ہے اذا کا عامل تعجب محذوف ہے قبل الاستہ یستعملون سے متعلق ہے علی الظلم حال ہے اناس سے۔ الشدات۔ جمع الشدۃ بوزن الصعوبۃ۔ وہی العقوبۃ الفاضحۃ۔ قال ابن الانباری الشدۃ ہی العقوبۃ التی تبقی فی المعاقب شیئاً یتغیر بعض خلقہ۔

تفسیر

جب دلائل قاہرہ و براہین باہرہ سے اپنی ذات اور صفات کا اور آسمانوں اور زمین اور ان کی سب چیزوں کے پیدا کرنے سے ثبوت فرما چکا تو اس کے بعد مسئلہ معاد بھی ضروری الثبوت تھا کیونکہ جب انسان یہ اعتقاد کر لیتا ہے کہ مر کر پھر زندہ ہونا اور خدا تعالیٰ کے روز حاضر ہو کر نیکی بدی کا بدلہ پانا ہے) تو ہر قسم کی برائی اور بدکاری سے پرہیز کرتا ہے اور نیکی اختیار کرتا ہے اور جب یہ اعتقاد نہیں تو پھر اس کو نیک و بد کی کچھ تمیز نہیں رہتی اور یہ بھی ایک بڑی ضرورت ہے جس کے لئے دنیا میں انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ہیں اس لئے اپنا کمال قدرت ظاہر کر کے مسئلہ معاد کو ظاہر کرتا ہے وان تعجب الآیۃ کے لئے یعنی اگر آپ کو انکار سے تعجب ہے تو بجا ہے درحقیقت ان کا مر کر جینے سے انکار کرنا خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا معاذ کہ کے کہ اس نے جب آسمان و زمین پیدا کر دیئے تو دوبارہ پیدا کرنا کیا چیز ہے) بڑے تعجب کی بات ہے مگر اس مسئلہ کو دلائل معاد سے مبرہن کر دیا گیا اب انکار باعث خرابی آخرت ہے وہ یہ کہ آگے میں طوق پہن کر جہنم میں ہمیشہ رہنا پڑے گا کی وذمادت تھیں اول جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیاوی بربادی اور ہلاکت کا ڈر سنانے قوائس کے لئے مستعجلون کے طور سے کہتے کہ کب ہوگی! اور اس کو فی اس کی نسبت (ناجیہ و یستعجلونک کہ وہ بدبخت جو اپنی خواہشگار ہیں بھلائی سے پہلے چاہتے تھا کہ نبی کی اتباع کے غیر و برکات دارین سے حصہ پاتے تو کہنے لگے خوابی مانگتے حالانکہ پہلی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں وہ شی بکو ہیں وان ربک مگر ہم بڑے رحیم و کریم ہیں جلدی عذاب نہیں کرتے اور یوں عذاب بھی سخت دیتے ہیں۔ دوم معجزات یہ معجزات دیکھتے جاتے اور بھولتے جاتے تھے اور دیگر معجزہ کے طالب ہوتے تھے ویقولون الآیۃ اس کے جواب میں فرمایا ہے انما انت منذر کہ آپ کا کام خبردار کر دینا ہے اور ہدایت کرنا ہادی کا کام ہے یعنی چلا دینا یہ معنی کہ یہ ہدایت کرنا اور خبردار کرنا کوئی نئی بات نہیں جس پر بار بار معجزہ طلب کرتے ہیں بلکہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہو چکا ہے اور ان کے مناسب معجزات بھی دکھائے آیا ہے سوم کہ فصاحت

لہ سلب قال الکسائی سرب یسرب سرباً و سروباً اذا ذہب و مضی

میں معجزہ دکھایا جو تمہارے طبائع کے مناسب ہے (اور یہی معنے قوی ہیں) پھر پہلی بات کے جواب کی طرف توجہ فرماتا ہے اور اس کے ضمن میں اپنے صفات علم و قدرت کو بھی ظاہر کرتا ہے جو مسئلۂ معاد کی معرفت اور خدا ترسی کے لئے مؤید ہیں۔ اللہ یعلم سے لے کر اخیر تک کہ اس کو ہر بات کا علم ہے بندہ کے آگے پیچھے اس کے ہاں کے پہرہ دار ہیں یعنی فرشتے جو اس کو بلاؤں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اس طرح بس میں ہونے پر بھی ہم کسی قوم پر جب ہلاکت بھیجتے ہیں کہ جب وہ خود سامانِ ہلاکت پیدا کرتے ہیں گناہ اور بدکاری کر کے۔ اور جب ہم عقوبت بھیجتے ہیں تو پھر اس کو کوئی کسی صورت سے ٹال نہیں سکتا۔ اور نہ کوئی معتوب قوم کا حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ
وہی تو ہے جو تمہیں خوف و امید دلانے کے لئے بجلی دکھاتا اور
طَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾
بھاری (بھاری) بادلوں کو اٹھاتا ہے۔
وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
اور گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے
مِنْ خِيفَتِهٖ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ
ڈر سے (اس کی بیان کرتے ہیں) اور بجلیاں بھیجتا ہے پھر ان کو
فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ
جس پر چاہتا ہے گرا دیتا ہے، اور وہ تو اللہ تعالیٰ کے
فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾
بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑا قوت والا ہے۔
لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ
اسی کو پکارنا بجا ہے۔ اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں
مِنْ دُونِهٖ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ
وہ کچھ بھی ان کی نہیں سنتے،

الْقُوَّةُ والاخذ والحول والحدة وذهب الى كل واحد ذاهب ۱۲ منہ

الْاَكُفِّ بَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ
مگر جیسا کوئی (دور سے) پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے
فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۗ وَمَا دُعَآءُ
کہ اس کے منہ میں آجائے حالانکہ اس کے منہ تک نہیں پہنچتا، اور کافروں کا پکارنا
الْكٰفِرِينَ اِلَّا فِي ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ
(محض) رائگاں ہے۔ اور چار و ناچار
يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اللہ تعالیٰ ہی کو آسمان والے اور زمین والے سجدہ

ان آیات میں اپنی قدرت کے چند دلائل بیان فرماتا ہے اوّل برق یعنی بجلی کا چمکنا کہ جس سے مینھ کی امید اور جل جانے کا خوف ہوتا ہے، بادلوں میں پانی بھرا ہوتا ہے اُن میں سے ایسی آگ اور یہ روشنی پیدا کرنا اسی کا کام ہے۔ دوم ادھر میں پانی کے بھرے ہوئے بادلوں کا اٹھانا جو ہفتوں برستے ہیں حالانکہ پانی کا خیز طبعی پستی ہے۔ سوم رعد یعنی گرج اور کڑک بادل نرم اجسام ایسے نہیں کہ اُن کے باہم گھسنے سے یہ ہیبت ناک آواز پیدا ہو مگر وہ پیدا کرتا ہے۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ رعد فرشتہ ہے جو بجلی کے کوڑے سے بادلوں کو ہانکتا ہے اور کڑک اس کی آواز تسبیح ہے۔ یہ ممکن ہے۔ بعض اس کی یوں توجیہ کرتے ہیں کہ فرشتے سے مراد اُن کے قوائے محرکہ اور کڑک حمد

عہ جس طرح نفوس انسانیہ ہیں اسی طرح نفوس فلکی و نفوس اجرام علوی بھی خدا تعالیٰ نے پیدا کر کے ان اجسام کے مدبر و محرک بنائے ہیں انھیں کو حکمائے طبائع اجسام کہتے ہیں اور شرع میں یہ نفوس کبھی ملائکہ سے بھی تعبیر کئے جاتے ہیں پس رعد کو فرشتہ کہنا اور بجلی کے کوڑے سے جو بوقت حرکت پیدا ہوتی ہے بادلوں کو ہانکنا فرمانا اعلیٰ درجہ کا فلسفہ ہے ۱۲ منہ

ف الثقال جمع ثقیلۃ والسحاب جمع سحابۃ وقیل اسم جنس ۱۲ منہ

عہ قال الازہری المحال فعال من المحل بمعنی القوۃ والمیم اصلیۃ وقال ابن قتیبۃ اصلہ مفعل من الحول او الحیلۃ جعل المیم کمیم المکان والاصل من الکون ومعناہ المکر

طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ
اپنے ارادہ سے اور بے ارادہ سے اور ان کے سایے بھی صبح کو
وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ
اور شام کو (۱۵) (اے محمد) کہہ کون ہے آسمانوں اور زمین کا
وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ
پروردگار کہہ اللہ کہہ پھر کیا تم نے اللہ کے سوا
اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ
اور کارساز ٹھہرائے جو اپنے واسطے نہ نفع کا اختیار رکھتے ہیں نہ ضرر کا کہہ کیا
يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ
برابر ہیں اندھا اور بینا یا کیا
تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ اَمْ جَعَلُوْا
اندھیرا اور اجالا برابر ہو سکتے ہیں یا کیا ان کے ٹھہرائے
لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ
اللہ کے شریک ہیں کہ انہوں نے اللہ کی مخلوق جیسی
الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ
مخلوق پیدا کی ہے کہ ان پر مخلوق کا حال اللہ کی پیدائش کی طرح مشتبہ ہو گیا (اے محمد) کہہ
شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾ اَنْزَلَ
اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے سب پر غالب (۱۶) اس نے اتارا
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ
آسمان سے پانی پھر اس سے بہ نکلیں اپنی اپنی وادیاں
بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا
بقدر اپنے اپنے پھر اٹھا لایا سیلاب جھاگ اوپر آتا ہوا
وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ
اور جس چیز کو آگ میں (زیور اور برتن) بنانے کے لئے
حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ كَذٰلِكَ
پگھلاتے ہیں اس کا بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے اللہ ایسا ہی

يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَاَمَّا
کرتا ہے حق اور باطل کی مثال پھر
الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا
جھاگ تو وہ تو یوں ہی جاتا رہتا ہے اور جو لوگ کام کرتے
مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ
(ظاہر میں) لوگوں کو نفع دیتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے
كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴿۱۷﴾
اللہ ایسی مثالیں بیان کرتا ہے (۱۷)

اپنی زبان حال سے تسبیح کر رہی ہے یعنی اس کی قدرت و کمال بیان کر رہی ہے۔ چہارم۔ بھلی کا جہاں چاہا گرا دینا جس مکان یا شخص یا پہاڑ کو چاہا اس سے ٹکرا ٹکرا کر اڑا دینا یہ تمام اس کی جبروت و قدرت کے نشان ہیں پھر اللہ تعالیٰ کے مطابق شبہ کرنا کیسا احمق ہے۔ یہ دلائل بیان فرما کر تمام عالم کا اقتضاء و قدر کے آگے مسخر ہونا بیان کر کے جس کو سجدہ کرنے سے تعبیر کیا ہے۔ تمام موجودات، حیوانات بے اختیار کسی فاعل مختار کے ہاتھ میں ہیں۔ جو انی، بڑھاپا، تندرستی، مرض گھٹنا بڑھنا ہر امر حق کے موافق اور مخالف باتیں ان کے مسخر کی منزلیں ہیں کہ جن میں بے اختیار کھچے چلے آتے ہیں خواہ دل چاہے یا نہ چاہے اور صبح و شام جو ہر چیز کا سایہ زمین پر زیادہ پڑا معلوم ہوتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرتا ہے ظاہری سجدہ بھی آیت میں مراد ہو سکتا ہے کہ انجاز اور ملائکہ خوشی سے کرتے ہیں اور منکرین مصائب کے وقت گردن جھکا کر جھکائے جاتے ہیں۔ صبح کی سجدہ سے ارواح اور نفوس کی طرف اشارہ ہے جو انوار ذات کی تجلی سے سجدہ میں آ کر اس کی طرف جھکتے

ف الاصال جمع اصیل وہ جو صبح و شام ہو یا ہمیں اصیل الغرب۔ اقول جمع داود کو ملائکہ میں بیان و تعریف بالیل الاصیل علیہ السلام ہو۔ اقول جو اصیل بطریق التنبیہ ہے وہ تشبیہ بالاصل لا الاصل۔ باطر خود ۱۲

ہیں اور ان کے ظلال سے اجسام مراد ہیں جو طبعاً آفتاب وجود کے طلوع و غروب کے وقت سجدہ کرتے ہیں یا اعیان ثابتہ۔ فاما الزبد الخ یعنی گرچہ کف پانی پر بھی ہوتے ہیں اور جو آگ میں پگھلایا جاتا ہے اس پر بھی مگر دونوں میں فرق ہے اسی طرح گو باطل بظاہر حق سے مشابہ ہو مگر جس طرح جھاگ اڑ جاتے ہیں اور پانی رہ جاتا ہے اسی طرح حق باقی رہتا ہے متاع کاری چند روز میں کھل جاتی ہے کیونکہ قرآن مجید آسمان سے ابر رحمت کی طرح نازل ہوا اس سے بھی نالے بہے بڑے بڑے عالم اٹھے حسب استعداد فیض پایا مگر یہ ابد تک زمین پر نفع دینے کے لئے رہے گا یہ ایک تمثیل ہے حق و باطل کے لئے۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۚ
جنہوں نے اپنے رب کا کہنا مانا ان کے لئے بہتری ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ
اور جنہوں نے اس کا کہنا نہ مانا اگر ان کے لئے زمین بھر کی

لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ
سب چیزیں بھی ہوں اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو

مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
جرمانہ میں دینا قبول کریں گے (قیامت میں فدا سے بچنے کے لئے کوشاں ہوں گے) اور انھیں کا

سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ
برا حساب ہے۔ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ
اور برا ٹھکانا ہے۔ پھر کیا وہ شخص جو کہ آپ پر اور وہ آیت

اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ
کہ رب تم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسی کو برحق جانتا ہے

كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ
اس کی برابر ہے جو اندھا ہے؟ سمجھتے تو عقل والے

اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ
ہی ہیں۔ وہ جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو

وقف لازم علی الکلام

يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾
پورا کرتے ہیں اور عہد کو نہیں توڑتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ
وہ جوڑتے ہیں جس کا کہ اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم

اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ
دیا ہے اور اپنے رب تم سے ڈرتے اور

يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ
برے حساب سے خوف کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ کہ جنہوں

صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا
نے اپنے رب تم کی رضامندی کے لئے صبر کیا اور نماز

الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
قائم کی اور جو کچھ ہمارے دیئے ہوئے میں سے

سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ
چھپے اور کھلے دیا اور برائی کے مقابلہ میں بھلائی

السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾
کرتے رہتے، انھیں کے لئے دار آخرت ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ
ہمیشہ رہنے کے باغ کہ جن میں وہ خود بھی رہیں گے اور ان کے

صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَ
باپ دادا اور بیویوں اور

ذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ
اولاد میں سے بھی جو نیکوکار ہیں۔ اور ان کو ہر دروازہ سے آکر

مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا
فرشتے کہیں گے، تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر

صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ
کرنے کی وجہ سے، پھر کیا ہی اچھا آخرت کا گھر ہے۔ اور وہ جو

لہ اللہ تعالیٰ کا عہد روز ازل میں جو عبودیت کا رواج نے کیا تھا ۱۲ منہ

لہ دنیاوی تکالیف پر اور عبادت کی تکالیف پر اور نفس کے روکنے میں ۱۲ منہ

يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ

توڑتے ہیں عہد اللہ کا بعد پختہ کرنے کے

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ

اور جو کاٹتے ہیں جو حکم دیا ہے اللہ نے کہ جوڑا جائے

وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولٰٓئِكَ

اور بگاڑتے ہیں زمین میں۔ یہ لوگ

لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٢٥﴾

لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے

اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَ

اللہ کھولتا ہے روزی جس کے لئے چاہتا ہے روزی

يَقْدِرُ وَفَرِحُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ

تنگی کرتا ہے۔ اور (کفار) دنیا کی زندگی پر خوش ہوئے

مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ

دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ہے

إِلَّا مَتَاعٌ ﴿٢٦﴾

مگر اسباب۔

ان آیات میں اس ابر رحمت (قرآن) کے اثر قبول کرنے اور نہ کرنے کے نتائج بیان فرماتا ہے۔ الذین آ کر جو حضرات اپنے رب کا حکم مان لیا اُن کے لئے بہتری ہے۔ پھر آگے حکم ماننے اور بہتری کی تشریح کرتا ہے اور جس شوق سے نعمتوں کے اس مال کو قبول نہیں کیا اُن کا انجام بیان کرتا ہے اور اُن کا وہاں پر آرزو کرنا بیان کرتا ہے کہ اگر تمام روئے زمین کی نعمتیں اور مال و حشمت اُن کے پاس ہو اور اتنا ہی اور ہو تو سب کو دے کر عذاب سے چھوٹ جانا چاہیں گے آخر یہاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں چار پیسے بھی صرف کرنا نہیں چاہتے، جس مال پر مرتے ہیں وہ یوں بے قدر ہو گا کہ اُن کو دیوانہ میں نہ دیا جائے گا۔ پھر اُن دو فریق کی مثال بیان کرتا ہے کہ ایمانداران آنکھوں والے ہیں اور کافر اندھے ہیں پھر کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہے؟ نہیں ہرگز نہیں پھر الذین آ ذکر کر کے قرآن مجید کے ماننے کی تشریح کرتا ہے یعنی جن میں یہ چند وصف ہیں وہی قرآن کے ماننے والے ہیں۔ اوّل عہد الٰہی کا پورا کرنا عہد میں تمام اعتقادی اور عملی باتیں بھی آگئیں جن کی آگے شرح کرتا ہے۔ (۲) صلہ رحمی کرنا، ماں باپ دوستوں ہمسایوں فقیروں یتیموں بے کسوں کی خبر گیری کرنا، خدا تعالیٰ سے ڈرنا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے لئے صبر کرنا، بُری خواہشوں سے نفس کو روکنا، عبادت اور دنیا کے مکروہات اور مخالفوں کی ایذاؤں کی برداشت کرنا (۴) نماز پڑھنا (۵) اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا پیچھے اور کھلے زکوٰۃ یا صدقہ یا ہدیہ۔ (۶) بُرائی کے مقابلہ میں صبر سے بڑھ کر نیکی کرنا، جو کوئی اپنے ساتھ بُرائی کرے اُس کے ساتھ بھی بھلائی کرنے سے درگزر کرنا اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے جو کوئی بدی سرزد ہو جائے تو اُس کے مکافات میں بھی کرنا چاہئے پھر اس حسنیٰ کی شرح کرتا ہے اولٰئک لہم عقبی الدار دار آخرت کیا ہے جنت عدن کہ نہیں نہ صرف وہی رہیں گے بلکہ اُن کے نیک اقارب بھی اور جنت کے ہر دروازہ سے آکر ملائکہ اُن کو سلام کریں گے۔ اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے عہد توڑنے والوں مفسدوں، قطع رحم کرنے والوں کی سزا بُرا گھر اور لعنت برستا بیان فرما کر کافروں کے غرور کو توڑتا ہے جو اپنے مال و جاہ پر فخر کیا کرتے ہیں کہ یہ لوگ اس دنیائے فانی پر عیش تجھے ہوتے ہیں، کثرت مال مقبولیت کی دلیل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت سے جس کو چاہتا ہے دنیا میں فراخ دستی دیتا ہے جس کو چاہتا ہے تنگ دستی۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَآ

اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کیوں کوئی نشانی

عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ
معجزہ نہ آیا (سو) کہدو اللہ تعالیٰ جس کو

يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ
چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو اپنے

مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَ
رستہ پر پہنچنے کا رستہ دکھاتا ہے۔ (وہ) جو ایمان لائے اور

تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا
ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے تسکین ہوتی ہے۔ سن رکھو

بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾
دلوں کو چین تو اللہ تعالیٰ ہی کی یاد سے ہوتا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام بھی کئے

طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾ كَذَٰلِكَ
ان کے لئے خوش خبری ہے اور اچھا ٹھکانا ہے۔ اسی طرح

أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن
آپ کو بھی ہم نے ایک ایسے گروہ میں بھیجا ہے کہ جن کے پہلے اور

قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِي
بھی امتیں گزری ہیں تاکہ جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے اس کو پڑھ کر

أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ۚ
سناؤ اور وہ تو رحمٰن کا انکار کر رہے ہیں۔

قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ
کہو میرا رب وہ ہے کہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میں نے

تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ﴿٣٠﴾ وَلَوْ أَنَّ
توکل کر لیا اور اسی کی طرف جانا ہے۔ اور اگر کوئی ایسا

قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ
قرآن نازل ہوا ہوتا کہ جس سے پہاڑ ٹل جاتے یا اس سے زمین ٹکڑے ٹکڑے

بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ ۗ بَل
ٹکڑے ہو جاتی یا اس سے مردے بول اٹھتے (تو بھی نہ مانتے)۔ بلکہ

لِّلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا ۗ أَفَلَمْ يَايْئَسِ
سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے بس میں ہیں۔ پھر کیا ایمان والے اس بات سے

الَّذِينَ آمَنُوا أَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ
ناامید ہو گئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب آدمیوں کو

لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۗ وَلَا يَزَالُ
ہدایت کر دیتا۔ اور کافروں پر تو ہمیشہ

الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا
ان کی بداعمالی سے کوئی نہ کوئی مصیبت پہنچتی رہے گی

قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ
یا وہ بلا ان کے گھر کے دروازوں پر آ اترے گی

حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ

يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٣١﴾
وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔

ترکیب

الذین آمنوا مبتدا طوبیٰ لہم جملہ خبر وحسن مآب جمہور کے نزدیک نون کا ضمہ مآب کی طرف اضافت ہے معطوف ہے طوبیٰ پر وحسن بالفتح بھی پڑھا گیا ہے طوبیٰ پر معطوف بنا کے اور اس کو جعل کا مفعول مان کر ولو ان کا جواب محذوف ما آمنوا۔ ان لو یشاء اللہ مفعول لم ییئس بمعنے الم یتبین۔ لہدی الناس لو کا جواب تقییہم کا فاعل قارعۃ داہیۃ تقرعہم او تحل کی ضمیر قارعۃ کی طرف پھرتی ہے وقیل للخطاب۔

تفسیر

اہل مکہ بار بار یہی شبہ کرتے تھے کہ کوئی معجزہ کیوں

الرفع لکونک سلاما لک وسلام علیک ۱۲ منہ ق یاس سے زمین کی مسافت قطع ہو جاتی ق لم یایئس قال الکلبی لم یعلم وقال السلف من الصحابۃ والتابعین ۱۲ منہ

ط طوبیٰ مصدر کطوبیٰ کبشریٰ ومعناہ اصبت خیرا او طیبا ومحلہا النصب او

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جاہے کیلئے کے موافق ظاہر نہیں کرتے ویقولون الخ اس کا جواب اگرچہ پہلے بھی دیا تھا مگر چونکہ انھوں نے پھر وہی سوال کیا تھا اس کا بیان اور عمدہ اسلوب سے جواب دیا **اول** یہ کہ انما اللہ یضل من یشاء الخ ہدایت وگمراہی اس کی طرف سے ہے معجزہ دیکھ کے گمراہی گمراہ ہدایت پر آتے ہیں جگہ جو ازلی نیک ہیں من انیب خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے وہی ہدایت یافتہ ہیں سو ان کو ظاہری معجزہ کی کچھ بھی ضرورت نہیں ان کے لئے یک باطنی معجزہ ہر وقت موجود ہے وہ کیا اطمئنان قلوبہم کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سننے سے مطمئن ہو جاتے ہیں گویا ان کی چشم باطن پیغمبر کے معجزوں کا مشاہدہ کر لیتی ہے کوئی کھٹکا اور خطرہ ان کے دل میں باقی نہیں رہتا اور یہ اس لئے کہ بذکر اللہ تطمئن القلوب اللہ تعالیٰ ارواح صافیہ والنفوس طیبہ کا محبوب حقیقی ہے اور تمام منازل کا منتہی وہی ہے اس کی یاد سے روح کو قرار آتا ہے جس کی صحبت کا یہ اثر ہے پھر یہ کیا کم معجزہ ہے۔ اس کے بعد ان ہدایات یافتوں کا مرتبہ بیان فرماتا ہے کہ ان کے لئے خوشی ہے (بعض کہتے ہیں کہ طوبےٰ مراد وہ درخت ہے جو جنت میں ہے) اور اچھا ٹھکانا ہے یعنی جنت۔ **دوم** یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کچھ دنیا میں نئے نبی نہیں آئے ہیں جو ایسی بات پر جو ہمارے طلب کرتے ہیں پہلے انبیاء کیا ہر وقت منکروں کے کہنے سے معجزے دکھایا کرتے تھے یہ بھی کبھی ہو گیا ہوگا ورنہ مقصود اصلی قرآن کو پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے فتنوا بعلیہم کہ جو وہ اس کی رحمت کا انکار کر رہے ہیں۔ (کہ معلقہ کے منکر اس الفیل جلیل سے بھی چونکتے تھے کہ ہم نہیں جانتے وہ کون ہے؟)۔ حقیقت میں کسی نشانی معجزہ زلیخی سے بار بار ہر کہ وعدہ کا سند طلب کرنا گویا ایک قسم کرنا ہے اس طرح سیر دفتر انبیاء سے بار بار رسالت کے لئے معجزہ مانگنا حق ہے پھر فرماتا ہے کہ خواہ وہ مانیں یا نہ مانیں تو ان سے اپنا اصل مقصد ظاہر کر دے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے جس پر میرا بھروسہ ہے اور جس کے پاس جانا ہے۔ **سوم** ان کے کہنے سے قرآن میں یہ بھی اثر ہو کہ کوہ کے پہاڑ مثل جاری زمین کشادہ ہو جائے زمین میں سے چشمے بھی پھوٹ نکلیں، مردہ بھی زندہ ہو کر ان سے وہاں کا حال کہدیں (کہ کے چند کافروں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ استدعا کی تھی) تو پھر کیا وہ مانیں گے! اس میں بھی صد باد مرتبہ ان کے یہ باتیں بھی ہم کہہ سکتے ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کو اطمینان دیتا ہے کہ کہیں تم دل میں ان باتوں کی آرزو نہ کرنا کیونکہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ اس کے بعد کفار مکہ سے ان کی سرکشی کی سزا میں ان پر مصیبت نازل ہونے کا وعدہ کرتا ہے کہ ایک ہاتھ ان پر پڑتی رہے گی یا ان کے دروازوں پر آ پڑے گی یعنی قریب الوقوع ہوگی وعدہ الٰہی آنے تک یعنی فتح مکہ تک سوا اسی کا ہوا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ
اور البتہ ہنسے گئے رسولوں کے ساتھ تجھ سے پہلے
فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ
پھر میں نے مہلت دی کافروں کو پھر پکڑا میں نے ان کو
فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾ أَفَمَنْ هُوَ
پھر کیسا ہوا عذاب میرا ﴿۳۲﴾ پھر کیا وہ شخص
قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ
کھڑا ہے ہر ایک جان پر بدلہ دیتا ہے جو کچھ کہ کمائی ہے
وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ
اور ٹھہرائے اللہ تعالیٰ کے شریک بتا دو ان کے نام تو سہی

لہ یا ہنسے کہ فتح مکہ کے لئے آپ ان کے گھروں کے پاس آ پہنچے جیسا کہ حدیبیہ میں ہنسے تھے ۱۲ ۲ یعنی اس کو ہر ایک کا حال معلوم ہے اور ہر فعل کی سزا دینے پر قادر ہے ۱۲

أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ
کیا اللہ تعالیٰ کو وہ بات بتلاتے ہو کہ جس کو وہ روئے زمین پر بھی

أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۚ بَلْ زُيِّنَ
نہیں جانتا یا یوں ہی باتیں بناتے ہو (کچھ نہیں) بلکہ کافروں کے (زیب

لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا
ان کو بھلے معلوم کرائے گئے اور وہ رستہ سے روکے گئے

عَنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا
ہیں۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے پھر اس کو

لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ لَّهُمْ عَذَابٌ فِي
کوئی بھی ہدایت دینے والا نہیں۔ ان کو زندگی دنیا میں بھی

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ
عذاب ہے، اور البتہ آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت

أَشَقُّ ۖ وَمَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ﴿٣٤﴾
ہے۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی بچانے والا نہ ہوگا۔

مَّثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ
اس جنت کا حال کہ جس پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے (یہ ہے کہ)

تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ أُكُلُهَا
اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ جس کے میوے اور

دَائِمٌ وَظِلُّهَا ۚ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ
سایے ہمیشہ رہیں گے۔ یہ انجام ہے پرہیزگاروں کا،

اتَّقَوا ۖ وَّعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ﴿٣٥﴾ وَ
اور کافروں کا انجام آگ ہے۔ اور

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ
جن کو کہ ہم نے کتاب دی ہے وہ تو جو کچھ آپ پر

بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ
نازل کیا گیا ہے اس سے خوش ہوتے ہیں اور ان جماعتوں میں سے

مَن يُنكِرُ بَعْضَهُ ۚ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ
بعض ایسے بھی ہیں کہ جو اس کی بعض باتیں نہیں مانتے۔ کہو مجھ کو تو یہی حکم ہوا ہے کہ

أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ۚ إِلَيْهِ
میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں، اسی کی طرف

أَدْعُو وَإِلَيْهِ مَآبِ ﴿٣٦﴾ وَكَذَٰلِكَ
بلاتا ہوں اور اسی کی طرف بازگشت ہے۔ اور اسی قرآن کو عربی میں حکم

أَنزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ
بنا کر ہم نے اسی طرح نازل کیا ہے۔ ف اور اگر آپ اپنے پاس علم

أَهْوَاءَهُم بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ
آنے کے بعد بھی ان کی خواہشوں پر چلیں گے

مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ ﴿٣٧﴾
تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں نہ آپ کا کوئی حامی کھڑا ہوگا نہ بچانے والا۔

ترکیب

من موصولہ ہو قائم علیٰ کل نفس صلہ اے قادر علیٰ کل نفس .... وعالم بجمیع احوالہا من خیر وشر و مستعد لان یجازی کل نفس بما فعلت من خیر وشر (وہو اللہ) یہ سب مبتدا اور خبر محذوف کمن لیس بہذہ الصفۃ و ہی الاصنام جس پر وجعلوا الخ جملہ دال ہے اور ممکن ہے کہ ایسی خبر محذوف مانی جائے کہ جس پر جعلوا کا عطف درست ہو سکے اے لم یوحدوہ ولم یمجدوہ وجعلوا لہ شرکاء (کشاف) یہ جملہ استفہامیہ ہوگا انکار کے طور پر۔

تفسیر

یہ بھی پہلے جواب کا تتمہ ہے کہ وہ جو آپ سے معجزات طلب کرتے ہیں طالب حق نہیں بلکہ محض تمسخر اور ہنسی کرتے ہیں۔ پھر یہ کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی امتوں کے لوگ تمسخر اور ہنسی کرتے آتے ہیں چونکہ ہم رحیم کریم ہیں فوراً انتقام لینا ہماری عادت نہیں، ہم نے ان کو مہلت دی (الاملاء الامہال وان یترکوا مدۃ من

مترجمہ بلسان العرب والانتصاب علی الحال ۱۲ کشاف

ف یعنی روئے زمین پر ان کا پتہ بھی نہیں ۱۲ منہ ف حکماً عربیاً محکمہ

وہ انکار کریں (کیا کریں مگر) اے نبی! تم ان سے کہدو کہ میں تو حیدر ثابت ہوں اور قرآن مجید جو تمام بھلائیوں اور نیکیوں کا چشمہ ہے اُسی کی طرف سے عربی زبان میں اُترا ہے اور نبی علیہ السلام کو مخاطب کر کے سُنایا جاتا ہے کہ اس کی مخالفت پر قہر الٰہی ہے جس کی پناہ نہیں۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَ
اور البتہ بھیجے ہم نے رسول تجھ سے پہلے بھی بھیجے ہم نے رسول
جَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ
اور کر دیئے ہم نے واسطے ان کے بیبیاں اور بچے اور نہیں تھا
لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ
رسول کے کہ لاوے معجزہ بغیر حکم اللہ کے ہر حکم کی
اللَّهِ ۗ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ﴿٣٨﴾ يَمْحُو اللَّهُ
کتاب ہے (وہ ایک وقت کے لئے ہے) مٹاتا ہے اللہ
مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِندَهُ أُمُّ
جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے اور اسی کے پاس ہے اصل
الْكِتَابِ ﴿٣٩﴾ وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي
کتاب اور اگر دکھلاویں تجھ کو کچھ وہ بات (عذابوں) میں سے جو
نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ
وعدہ کرتے ہیں ان سے یا اٹھا لیں تجھ کو تو تجھ پر کچھ نہیں
الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿٤٠﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا
پہنچا دینا ہے اور حساب لینا ہمارا ذمہ ہے کیا دیکھتے نہیں ہے
أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا
کہ ہم آتے ہیں زمین کو کم کرتے ہیں
وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ
اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی نہیں پھیر سکتا حکم کو اس کے اور وہ
سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٤١﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ
جلد حساب لینے والا ہے اور البتہ مکر کئے ہیں
مِن قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ۖ يَعْلَمُ
پہلے اُن سے پھر اللہ کو سب داؤ آتے ہیں جو کوئی کرے
ہے

الانبیاء) پھر دیکھو جیسے برباد و ہلاک ہوتے کہ ان کے مکائد کے خرابات اب تک ناظرین کے آگے زبان حال سے حسرت و افسوس ظاہر کر رہے ہیں پھر تو (اے آپ کے مخالفین) اپنے حال میں کیا سمجھے ہوئے ہے۔ اعتبر ہو تا قائم اس کے بعد اپنا تاور و وقار جو تا قائم کر کے دنیا کو تسخیر باز آ دیں کیونکہ لیے موقع پر چشم نمائی بے ادبوں کی پیشہ کرنا ہے) یہ فرماتے کہ پھر ایسے کہ ہوتے ہوئے تم اور لوگوں کو پوجتے، حاجت روا جانتے جاہلے سلسلے وہ کون خدائی کا مستحق ہے خدا اُس کا نام تو خدا یا یونہی واہی تباہی باتیں بناتے ہو جو اوجود اس کے کہ یہ خیال جو بیں البطلان ہے اور ہی اُن کے حق میں کوئی خلاف عقل مضحکہ آمیز بات بھی نہیں کہتے پھر بھی جو وہ نہیں مانتے اُسلئے بات بات پر معجزہ مانگتے ہیں یہی بات ہے کہ زین کفر ان کو واسکو ہم ہی کی حرکات ناشائستہ اور خیالات فاسدہ بسبب پشت در پشت چلے آنے کے اور اہل شہر اور بادیہ کی کوشش میں جلوہ بیٹھنے کے دل میں کھب گئے ہیں انہیں کو بہتر اور عمدہ جانتے ہیں۔ (حقیقت الامر یونہی ہے کہ ان کل ہنود کی رسم قبیح اور دیگر اقوام کے اقوال خلاف عقل اس کا نمونہ ہیں اوستے کو رو سے کے لوگ اپنے وہمی بیہودہ جھوٹے باتوں کی رسوم کو کیسا عمدہ سمجھتے ہیں اس کے ترک کو کیسا شاق جانتے ہیں۔ واہ بنی آخر الزمان ہم یہ آپ ہی کا معجزہ تھا کہ زمرہ عرب بلکہ اور بہت سے ملکوں کے دلوں سے ان رسوم قبیحہ کو کس کا ورواتی سے حک کیا ہے)۔ اصل یہ ہے کہ یہ کارروائی اُن کے نوشتہ ازلی میں ہے کوئی بچ نہ خدا کے کیے کو دور کر سکے اس کا تجربہ دنیا کا وبال بھیا کر اگلی امتوں پر آیا ہے تو خدا وہ گرانی خسف و غرق پتھروں کے ہاتھ میں اسیر ہونا وغیرہ اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ برخلاف اس کے ایمان والوں کے لئے دار آخرت میں ابدی نعمت ہے۔ (اہل کتاب یعنی اہل قرآن قرآن نازل ہونے سے خوش ہوتے ہیں اور دیگر اپنے خلاف طبع باتوں کا انکار کرتے ہیں یہ بدعتی کی علامت ہے

مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۗ وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ
کرتا ہے وہ سب کو جانتا ہے۔ اور کافروں کو ابھی معلوم ہوتے
لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ
جاتا ہے کہ دار آخرت کس کے لئے ہے۔ اور کافر کہتے ہیں کہ آپ
كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ
رسول نہیں۔ کہدو کہ میرے اور تمہارے
شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ
درمیان اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے اور نیز اس کی
عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ﴿۴۳﴾
کہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

ترکیب

اما نرینک کا جواب فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب والمعنے سواء اریناک ذلک او توفینک قبل ظہورہ فالواجب علیک تبلیغ احکام اللہ وعلینا حسابہم۔ تنقصہا۔ جملہ حال ہے ضمیر فاعل یاتی الارض سے باللہ ب زائدہ فاعل کفے ومن موصولہ عندہ علم الکتاب صلہ یہ معطوف ہے مجرور اللہ پر فاعل ہوگا کفے کا۔

تفسیر

عرب کے مشرک اور مکہ کے کافر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر طرح طرح کے شبہات کیا کرتے تھے۔ **ازانجملہ** ایک یہ تھا کہ جس کو اللہ تعالیٰ دنیا میں رسول بنا کر بھیجے اُس کو دنیاوی باتوں سے پاک ہونا چاہیے فرشتوں کی مانند، یہ کیسے نبی ہیں جن کے بیوی بچے ہیں، کھاتے پیتے، دنیا کے کاروبار، خرید فروخت بازار سے کرتے ہیں پھر نہ ایک بیوی پر قناعت ہے بلکہ متعدد بیویاں رکھتے ہیں، عورتوں سے رغبت رکھتے ہیں (یہ عیسائیوں سے انھوں نے یہ اعتراض سیکھا تھا جو حضرت مسیح علیہ السلام اور اُن کے حواریوں کے مجرد رہنے سے لنگ پنے کو عمدہ سمجھتے تھے یا آج کل کے پادریوں نے ان مشرکین سے اس کی تعلیم پائی ہے) اس کا جواب دینا ہے ولقد ارسلنا الخ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسول کیا بیوی بچوں، عورتوں سے رغبت نہیں رکھتے تھے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دیکھتے چلے آؤ۔ یہ بات لوازمات بشریت سے ہے کمال روحانی کو منافی نہیں۔ توکل اور فروتنی آدمی کو اسی سے آتی ہے۔ **ازانجملہ** یہ کہ وقتاً فوقتاً آپ ہمارے کہنے سے معجزات دکھانے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے وما کان لرسول الخ کہ یہ بات کسی رسول کے بھی اختیار میں نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے۔ **ازانجملہ** یہ کہ آپ جن بلاؤں کا مخالفت کی وجہ سے ہم سے وعدہ کرتے ہیں اُن کو ابھی کیوں نہیں لاتے؟ اس کے جواب میں فرماتا ہے لکل اجل کتاب کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر لکھا ہوا ہے۔ نیز اس میں یہود و نصاریٰ کے اس شبہ کا بھی جواب ہے کہ آپ نے توریت و انجیل کے احکام اور نیز اپنی شریعت کے احکام میں نسخ جائز رکھا یہ خدائی بات نہیں پھر اس جواب کی تصریح کرتا ہے کہ۔ یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت الخ کہ اللہ تعالیٰ موافق مصلحت عباد ایک حکم دیتا ہے پھر جب وہ مصلحت نہیں رہتی اُس کو محو کر دیتا ہے یعنی دور کر دیتا ہے اُس کے پاس ام الکتاب ہے یعنی لوح محفوظ کہ جس میں بہت کچھ ہے۔ منجملہ اس کے اس حکم کا ایک وقت تک قائم رہ کر اُٹھ جانا بھی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس میں ہر شے کے مٹانے اور باقی رکھنے کا اشارہ ہے، عمر، رزق، سعادت، شقاوت یعنی مثلاً پہلے ایک کی دس برس کی عمر تھی پھر بیس کی

لہ اپنی رسالت کے ثبوت میں دو باتیں پیش کیں اول اللہ تعالیٰ کی شہادت معجزات، دوم من عندہ الخ من کو عام بالفتح پڑھتے ہیں جس کے معنے وہ لوگ کہ جن کے پاس کتاب کا علم ہے یعنی اب تک کتب سابقہ میں آنحضرت کی خبر ہے اور ممکن ہو کہ الکتاب سے قرآن مراد ہو اور بعض نے من پڑھا ہے یعنی اللہ کے لئے کتاب کا علم ہو سو کتاب الٰہی کا مجھ پر نازل ہونا کیا کم شہادت ہے ۱۲ منہ

کردی اس کو قضاء و قدر متعلق کہتے ہیں اگرچہ حرف القلم جف بما
کو جو ہونا ہے لکھا گیا مگر اس میں یہ محو و اثبات بھی تو لکھا گیا
ہے قضاء مبرم نہیں تھی۔ بعض اس محو و اثبات سے دنیا کا
مٹانا نافرت کا ثابت کرنا وغیرہ مراد لیتے ہیں۔ آپ کو تسلی دیتا
ہے کہ خواہ ہم معجزہ دکھائیں، نشانی پر لائیں یا تیرے اصرار میں
یہ بات پیش آوے تجھے تو صرف خبردینے کو بھیجا ہے اور تمہارے
دعوے کے آثار ظاہر ہوتے چلے جاتے ہیں کہ ہم زمین سے کفر
اور اس کا غلبہ و شوکت اٹھاتے چلے جاتے ہیں زمین کو کم کرنا
سے گھٹانے سے یہی مراد ہے۔ کہ کفر کی اطراف سے فتح
اسلام شروع ہونے لگی تھی آخر دنیا بھر میں پھیل گئی اللہ
تعالیٰ کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

سورۂ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی اس کی باون آیات سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ

الر (یہ) ایک کتاب ہے کہ بھیجی ہم نے آپ کی طرف اس لئے کہ نکالیں آپ

النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ

لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف اپنے رب کے حکم سے اندھیروں سے نکالنا

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ

روشنی کی طرف اس خدا کے راستہ پر جو زبردست ہے

الْحَمِيْدِ ۙ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

تعریف کیا ہوا اللہ کا جس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کا

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ

اور جو کچھ زمین میں ہے اور خرابی ہے کافروں کے لئے سخت

مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ الَّذِيْنَ

عذاب سے جو ناگہانی ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو دنیا کی

يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

زندگی کو آخرت سے اچھا سمجھ رہے ہیں۔

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکتے ہیں

وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ

اور ڈھونڈتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں کہ گمراہی میں پڑے ہوئے

بَعِيْدٍ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ

دور ہیں۔ اور نہ بھیجا ہم نے کوئی رسول

اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ

مگر اپنی قوم کی زبان میں تاکہ وہ بیان کرے ان کے لئے پھر بھٹکا دیتا ہے

اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

اللہ جس کو چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جس کو چاہتا ہے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

ترکیب

کتاب موصوف انزلناہ الیک صفت مجموعہ خبر ہے مبتدا محذوف ہذا یا الٓر کی باذن ربہم موضع نصب میں ہے لے باذن ربہم۔ الی صراط بدل ہے الی النور سے باعادۃ حرف الجر اللہ مجرور ہے الحمید سے بدل ہے۔

تفسیر

یہ سورۃ بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے اخیر میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا و مناجات کا بھی اس خوبی کے ساتھ ذکر ہے کہ جس سے قدیم زمانہ کے طبع پرست لوگوں کا اپنے رب

لہ اس سے یہ سمجھنا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاص عرب کے لئے نبی تھے محض غلط نبی ہے کس لئے کہ قرآن اصول دین میں جو آپ کے جانب اور اہل دین میں اور امت ساتویں بھیجے عام سب لوگ میں سو قوم کی زبان میں کتاب اور رسول کا بھیجنا اس کی جانب خاص کے لئے رسالت عامہ کو مانع نہیں ہے۔

کے ساتھ عجز و نیاز اور سچا توکل ان لوگوں کے دلوں پر کہ جن پر بُت پرستی یا الحاد کا دھبہ نہیں لگا عجب اثر پیدا کرتا ہے اس لئے اس سورۃ کا نام سورۃ ابراہیمؑ رکھا گیا۔

اس سورۃ میں بھی بیشتر اصولِ مذہب کا ثبوت ہے ایک نئے ڈھنگ سے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے زمانہ میں دنیا بھر میں کوئی بھی فرقہ خدا پرست نہ تھا اہلِ کتاب میں سے یہود کی ابتری تو ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اُن کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے اُن کو بھی نہ مانا بلکہ آمادۂ فساد و جنگ و جدال ہو گئے اور اُس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد تک اور بھی بگڑ گئے تھے۔ رہے عیسائی سو تین سو برس کے بعد تو اُن کے مذہب میں یہاں تک تثلیث اور الوہیتِ مسیح اور صلیب پرستی نے رواج پایا تھا کہ بُت پرست قومیں بھی اُن سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ عرب اور روم اور ہند و ایران و چین کی بُت پرستی اور آتش و عناصر پرستی کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا تمام عالم تاریکیٔ کفر و الحاد و بُت پرستی میں چھپا ہوا تھا ایسے زمانہ میں اللہ کا اپنے بندوں پر بڑا احسان ہوا کہ اُس نے مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک آفتابِ ہدایت جلوہ گر کیا تاکہ لوگوں کو اُن اندھیریوں میں سے نکال کر روشنی میں لاوے وہ روشنی کیا ہے؟ اللہ عزیز حمید کا سیدھا راستہ۔ کون عزیز و حمید؟ وہ اللہ کہ جس نے آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو پیدا کیا اور جس کی اُن پر بادشاہی ہے۔ اب اس آفتابِ جہاں تاب کے طلوع ہونے پر بھی جو تاریکی میں رہنا پسند کرتے ہیں تو دراصل یہ اُن کی تقدیر کی بدبختی ہے یعنی عذابِ شدید۔ اور یہ بات اُن کو اس وجہ سے ہے کہ وہ شہوات و لذاتِ دُنیائے دنی پر غش ہیں اُس نادان بچہ کی طرح سے (جو ماں کے پیٹ ہی کو ایک عالمِ پُر فضا اور وہاں کے خونِ حیض کو عمدہ غذا سمجھتا ہے) اس عالم کی زندگی کو زندگی اور یہیں کے مال و کامرانی کو عیشِ جاودانی سمجھتے ہیں اس لئے اس عالمِ نورانی کے رستے سے باز رہتے ہیں اور اپنے رسوم و عادات سے باز ہونا بُرا سمجھتے ہیں بلکہ یہ ظلمت پسند اس آفتابِ ہدایت کو شکوک و شبہات کے گرد و غبار سے چھپانا چاہتے ہیں یعنی دینِ حق میں کجی نکال کر لوگوں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کے نہایت درنہایت گمراہ اور بدبخت ہونے میں کیا کلام ہے۔ پھر نہ صرف یہی احسان کیا کہ کتاب اور رسول اُن کے پاس بھیجا بلکہ رسول کو اُن کا ہم زبان کیا۔ اگر کتاب اور رسولؐ کی اور زبان ہوتی تو عرب کو دِقت ہوتی جو اور تمام دنیا کے ہادی بنائے گئے ہیں اُلٹے اس نعمت کو کہ کفر کے کافر بے قدر جان کر قرآن مجید کی قدر و منزلت نہ کرتے پھر اللہ تعالےٰ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے اس بات کی مصلحت و حکمت وہی جانتا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ

اور موسیٰؑ کو ہم نے اپنی نشانیاں دے کر اس لئے بھیجا کہ اپنی قوم کو

قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۙ

اندھیریوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

اور اُن کو اللہ تعالےٰ کے دنوں (یعنی واقعاتِ اکبر) سے سمجھا۔ بے شک اس میں ہے

لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿٥﴾ وَإِذْ

ایک صبر شکر کرنے والے کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ اور (اے نبی) جب کہ

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ

موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالےٰ کا وہ احسان یاد کرو جو تم پر ہوا

اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنجَاكُم مِّنْ آلِ

جب کہ اس نے تم کو فرعون کے ہاتھ سے بچایا جو

فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ

تم کو بُری طرح سے دُکھ دیتے تھے

وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ

اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ

نِسَآءَكُمْ ۚ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
بچا رکھتے تھے۔ اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بڑا امتحان
عَظِيْمٌ ۝٦ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ
ہے۔ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب تمہارے رب نے
شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ
سنا دیا تھا کہ اگر تم احسان مانو گے تو میں تمہارا احسان بڑھاؤں گا اور اگر تم
اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝٧ وَقَالَ مُوْسٰٓى
ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ اور موسیٰ نے کہا اگر
اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ
تم اور جو کوئی دنیا میں ہے سب ناشکری کرو گے
جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝٨
تو اللہ کچھ پروا نہیں رکھتا اور وہ تعریف کے لائق ہے۔
اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
کیا تمہارے پاس خبر نہیں پہنچی ہے
قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ
نوح کی قوم اور عاد اور ثمود کی قوم۔ اور وہ جو ان کے
مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ
بعد ہوئے کہ ان کو اللہ ہی جانتا ہے
جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا
ان کے پاس رسول نشانیاں لے کر آئے
اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا
تو انہوں نے ہاتھ دانتوں میں دبا لئے اور کہنے لگے ہم
كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ
تو تمہارے منکر ہیں اور جس کے
شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝٩
طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم اس میں بڑے شک میں ہیں۔
قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ
ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَدْعُوْكُمْ
بنانے والا ہے۔ وہ تمہیں بلاتا ہے
لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ
تاکہ تمہارے گناہ معاف کرے اور تمہیں ایک وقت
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ
مقرر تک مہلت دے۔ انہوں نے کہا تم
اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا
تو ہمارے جیسے آدمی ہو تم چاہتے ہو کہ ہم
عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا
ان چیزوں سے باز رہیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے سو تم لاؤ ہمارے پاس
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝١٠ قَالَتْ لَهُمْ
کوئی صاف سند۔ ان کے رسولوں نے کہا ضرور
رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
ہم تمہارے جیسے آدمی ہیں
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ
لیکن اللہ احسان رکھتا ہے جس پر چاہتا ہے
عِّبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ
اور ہمارا کچھ کام نہیں کہ تم کو
بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَي
کوئی سند لا دیں مگر اللہ کے حکم سے اور
اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١١ وَمَا
اللہ ہی پر چاہئے کہ ایمان والے بھروسہ رکھیں۔ اور ہم
لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا
کیوں نہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں حالانکہ وہ ہمیں راہ بتا چکا ہے
سُبُلَنَا ۭ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰي مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا
اور ہم ضرور صبر کریں گے تمہاری ایذاؤں پر جو تم ہمیں دیتے ہو
وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝١٢
اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہئے

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر نور میں لانا بطور نظیر کے بیان فرماتا ہے کہ حضرت محمد علیہ السلام کا یہ کام کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی ایسا ہوتا آیا ہے۔ اس میں ضمناً یہود و نصاریٰ کے دلوں پر بھی ایک چٹکی سی لی گئی ہے کہ یہ نبی ؐ وہی نبی ہے جو حضرت موسیٰ ؑ کی مانند ہے۔ پھر آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وعظ نقل فرماتا ہے جو انھوں نے اپنی قوم کو سنایا اس کے بعد اور مشہور انبیاء علیہم السلام اور ان کی اقوام کے معاملات بیان فرماتا ہے۔ الم یاتکم الخ سے قوم نوحؑ اور عادؑ و ثمودؑ تین مشہور قوموں کے واقعات بیان فرما کر کہتا ہے، والذین من بعدہم لا یعلمہم الا اللہ کہ ان کے بعد اور بہت سے رسول ؑ گزرے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ قرآن مجید اور کتب سابقہ میں صرف چند رسولوں کے حالات ہیں۔ پھر جو ان رسولوں اور ان کی قوم میں ہم معاملہ ہوا ہے اس کا ذکر کرتا ہے کہ لوگوں نے رسولوں کے معجزات دیکھ کر بھی تکذیب کر دی، ردوا ایدیہم فی افواہہم اس میں دو احتمال ہیں ایدی اور افواہ کے معنے حقیقی لئے جاویں کہ لوگوں نے رسولوں کے منہ بند کرنے کو اپنے ہاتھ ان کے موہنوں پر رکھ دیئے یا خود غصہ کے مارے اپنے ہاتھ چبانے لگے۔ دوم یہ کہ معنی مجازی مراد ہوں کہ کچھ جواب تو معقول نہ دے سکے محض انکار کرنے پر آمادہ ہو گئے یہ محاورہ عرب ہے۔ پھر باقی گفتگو نقل کرتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ
اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم
لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ
تمہیں اپنے ملک سے باہر نکال دیں گے ورنہ تم ہمارے دین میں
فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ
پھر آ جاؤ۔ پھر ان کے رب نے ان کی طرف وحی کی کہ ہم ان

لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ
ظالموں کو ضرور ہلاک کر ڈالیں گے۔ اور ان کے بعد تم کو
الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ
زمین پر بسا دیں گے۔ یہ وعدہ اس کے لئے ہے جو
خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَ
میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے میرے عذاب سے خوف کھایا اور
اسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾
پیغمبروں نے فیصلہ چاہا اور ہر ایک جبار سرکش خائب ہوا۔
مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ
اور اس کے آگے جہنم ہے اور وہاں اس کو پیپ کا پانی پلایا
صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ
جائے گا۔ جس کو گھونٹ گھونٹ کر پئے گا اور اس کے گلے سے نہ
وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ
اتار سکے گا اور ہر جگہ سے اس کو موت آتی ہوگی (موت کے اسباب موجود ہوں گے)
مَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ
حالانکہ وہ مرے گا بھی نہیں۔ اور اس کے آگے اور سخت (سخت) عذاب
غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ؕ
ہوں گے۔ ان کی مثل کہ جنھوں نے اپنے رب ؐ کا انکار کیا ایسی ہے
اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ ؕ
کہ ان کے اعمال گویا راکھ ہیں کہ جس کو آندھی کے دن ہوا اڑا کر لے گئی
فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا
ہو۔ جو کچھ انھوں نے (دنیا میں) کمایا تھا اس میں سے کچھ بھی ان کے ہاتھ
كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ
میں نہ رہا ہو۔ یہ ہے پرلے درجہ کی
الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾
ناکامی۔

لہ العصف شدۃ الریح وصف بہ زمانہ للمبالغۃ کیوم عار ویوم بارد وخلاصۃ المثل ہو ان الکفر کالریح العاصفۃ واعمالہم کرماد فکما ان الریح العاصف لا تبقی الرماد فکذا الکفر لا یبقی الاعمال ۱۲

ترکیب

غَوٌّ جَحِیْمٌ اور تَصْدِیْقٌ مفعول ہیں قَالَ کے اور اَلْمُتَّقِیْنَ اور اَلْمُشْرِکِیْنَ یہ اَوْحٰی کے مفعول ہیں یَجْعَلُوْنَ کی صفت یا ضمیر لَیُضِلُّوْا سے حال۔ مثل الذین مبتدا کرماء خبر ہے معنے۔

تفسیر

منجملہ کفار کی اور باتوں کے ایک یہ بھی تھی کہ انھوں نے انبیاء کرام علیہم السلام سے یہ بھی کہدیا تھا کہ یا تو تم ہمارے مذہب میں آجاؤ (گرچہ ابتدا ہی سے انبیاء علیہم السلام ان کے مذہب میں نہ تھے مگر پھر آجاتا) جو کہا تو اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام نے انھیں کے شہروں اور انھیں کے قبیلوں میں نشو و نما پایا تھا جب میں کفار سے مخالفت بھی ظاہر نہ کی تھی اس سے وہ لوگ انبیاء علیہم السلام کو اپنے مذہب میں جانتے تھے اس لئے پھر مذہب میں آنے کو کہا) ورنہ ہم تم کو اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ یہ بڑے بول وہ اپنی حکومت و شوکت کے گھمنڈ پر بولتے تھے گر اللہ تعالیٰ کے آگے کسی کا زور کیا چل سکتا ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کے لشکروں کی جو کوئی بیخ کنی کرتا ہے اپنے کئے کو پاتا ہے پر جابجا اللہ تعالیٰ کے بیٹا بیروں کی بیخ کنی کرے اور اپنے ملک سے نکال دینے کی دھمکی دے اس لئے فَاَوْحٰی اِلَیْهِمْ ہمیں کو ہی ہوئی کہ خود انھیں کو ہم ہلاک کر دیں گے اور جس ملک اور زمین سے تمھیں نکالنے کو کہتے ہیں وہ آخر کار تمھیں کو دے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کفار دنیا میں ہلاک ہوئے اور آخرت میں عذاب شدید میں گرفتار ہوئے کہ جہاں لہو اور پیپ پیوں اور گرم پانی کے ڈھانچیں کے اور ہر طرف سے سامان موت نظر آویں گے مگر موت نہ دیا دیں گے۔

اور اس پر اور بڑھ کر عذاب ان کو یہ ہوگا کہ جن اعمال کو وہ دنیا میں اپنے لئے (تعلیم انبیاء کے برخلاف) آفت میں فائدہ مند سمجھ کر کرتے تھے، اس میں مشقت اٹھاتے تھے، وہاں ان کا کچھ بھی اثر نہ پاویں گے جیسا سخت آندھی کے دن بگولا راکھ کو اڑا لے جاتی ہے اسی طرح وہ اڑا دیں گے نذر و نیاز بتوں کی پرستش اور شرک کا استثنا اور تو وہاں کام آئے گا جس کے بھروسہ پر وہ شرک کے مستحق بنے بیٹھے تھے نہ وہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کام آئے گی نہ تثلیث و ابنیت مسیح کا اعتقاد فائدہ دے گا نہ حوض میں غوطہ لگانا اشارہ رہانی کا نافع ہوگا۔ مال زن و فرزند جو آنکھ اٹھا کر دیکھے گا انھیں بھی شریک غم نہ پائے گا سوا اس کمائی کے برباد ہو جانے پر سخت حسرت کرے گا، پچھتائے گا، بکر کے لئے یہ اعمال گلے کا ہار ہو جاویں گے ہر وقت اس آتش حسرت میں جلیں اور ہاتھ ملیں گے ہاتھ سے کس لئے آتے تھے اور کیا کر چلے، فرماتا ہے جس کو پرسے درجہ کی گمراہی اور بھول سکتے ہیں یہ ہے نیکی برباد گناہ لازم کا مضمون پورا ہوا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ
(اللہ تو جانتا) کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور
الْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ
زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔ اگر وہ چاہے تو تم کو لے جائے
وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ
اور ایک مخلوق نئی لے آئے (تو کر سکتا ہے)۔ اور یہ اللہ تعالیٰ پر
عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا
کچھ مشکل نہیں۔ اور سب کے سب اللہ تعالیٰ کے روبرو
فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا
سیدھے کھڑے ہوں گے تو جو ضعیف تھے وہ بڑے بنے ہوئے لوگوں سے کہیں گے
اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ
ہم تو تمہارے تابع تھے۔ پھر کیا تم خدا کے عذاب کا

عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ

عذاب ہم سے کچھ بھی دور کر سکتے ہو؟

قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ

وہ کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ ہم کو خلاصی کی راہ بتاتا تو ہم تمہیں بھی بتا دیتے۔ خواہ

عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ

ہم پر چلائیں خواہ صبر کریں ہمارے لئے یکساں ہیں ہم کو عذاب سے کسی طرح کی

مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا

چھٹکارا نہیں۔ اور جب کہ فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے

قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ

تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا

وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ

پھر میں نے وعدہ خلافی کی۔

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ

اور تم پر میرا اس کے سوا اور کچھ بھی زور نہ تھا کہ تم کو

اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا

بلایا پھر تم نے میرا کہنا مان لیا۔ پھر مجھے

تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ

ملامت نہ کرو اپنے ہی آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں

اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ

تمہارا فریاد رس ہوں اور نہ تم میرے فریاد رس ہو۔

اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ

میں تو مانتا نہیں کہ تم مجھے پہلے اس کا شریک بنایا کرتے تھے۔

اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾

بے شک ظالموں کے لئے عذاب الیم ہے۔

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے

الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

ایسے باغوں میں داخل کئے جاویں گے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ

ہوں گی اپنے رب کے حکم سے ان میں ہمیشہ رہا کریں گے۔

تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

ان کے باہم دعا سلام ہوگا۔

ترکیب

اِنَّ اللّٰہ جملہ قائم مقام دونوں مفعولوں کے الم تر سے۔ من عذاب اللہ موضع نصب میں ہے حال ہو کر کیونکہ اصل میں شیئاً کی صفت ہے تقدیرہ من شیئ من عذاب اللہ مِنْ زائدہ لے شیئاً کا نائب من عذاب اللہ الا ان استثناء منقطع ہے لان دعاءہ لم یکن سلطاناً لے حجۃ مصرخیّ جمہور بفتح الیاء پڑھتے ہیں اور یہ جمع مصرخ کی اوّل ی جمع کا دوم ی متکلم میں ادغام ہوگیا وادخل برزوا پر معطوف۔

تفسیر

کفار کے غرور آمیز کلمات کے جواب میں پہلے تو خود اُن کا برباد ہونا اور جہنم میں جانا اور اُن کے بعد انبیاء علیہم السلام اور اُن کے گروہ کا اُن کی زمین اور ملک پر قابض اور متصرف ہونا بیان فرمایا تھا اب اُن مخالفین کے دل پر اس بات کو قائم کرتا ہے الم تر کہ جس نے آسمان اور زمین کو کس انتظام اور خوبی تمام کے ساتھ پیدا کر دیا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ روئے زمین سے تم کو مٹا کر اور نئی قوم کو تمہاری جگہ دنیا پر بسائے۔ کہاں گیا فرعون؟ اور کہاں ہیں ساسانی اور کس جگہ ہیں کیانی اور روم کے قیاصرہ کہاں چھپ گئے یونان کی اولوالعزم قومیں کہاں جا سوئیں؟ ہندوستان کے قدیم

لے جب لوگ شیطان کو گمراہ کرنے کا الزام دیں گے تو اُن کے جواب میں وہ یہ کہے گا کہ میں نے کسی پر زبردستی تو کی نہ تھی صرف اپنی طرف بلایا کرتا تھا تم نے میرا کہنا مان لیا اور تم جو خدا تعالیٰ کے ساتھ مجھے شریک کرتے تھے میرے کہنے سے مانتے تھے تخیلاتِ باطلہ پر چلتے تھے میں اس کا سرے سے منکر ہوں ۱۲ منہ

کُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ
ہر وقت پھل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بیان
اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
کرتے ہیں مثالیں لوگوں کے لئے تاکہ وہ
يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ
سمجھیں اور مثال ایک کلمہ کی ناپاک
كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ
درخت کی ہے کہ جڑ زمین سے اوپر ہی سے اکھاڑ دیا
الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ
جائے، نہیں کام آتا اس کو ثبات۔ ثابت قدم رکھتا ہے
اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ
اللہ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں بھی پکی بات سے
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ
ثابت قدم رکھتا
وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ
اور اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے ظالموں کو اور اللہ تعالیٰ
اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ﴿۲۷﴾
جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ترکیب

کلمۃ موصوف طیبۃ صفت بدل ہے مثلاً سے اور کشجرۃ کلمۃ کی نعت اور بعض نے کلمۃ کو مرفوع پڑھا ہے کشجرۃ کو خبر مانا ہے تو کلمۃ نعت ہے فی الحیوۃ الدنیا متعلق ہے یثبت سے اور ظن ہے کہ کشجرۃ خبر ہو مبتدا محذوف کی لئے ہی اور پھر

رہنے کہاں گئے؟ پھر مسلمانوں میں بھی اور منافق اور لودی کیا ہوئے؟ تیموریوں کا دور کہاں گیا؟ ہے نام خدا کا۔ انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں اپنے جاہ و حشم پر فخر کرنا فضول ہے۔ اس کے صدقہ قیامت کا واقعہ جاں گداز ذکر کیا ہے تاکہ انبیاء علیہم السلام کے طریقہ کو چھوڑ کر شیطانی راہ پر چلنے کا انجام معلوم ہو۔ بروز قیامت کو قیامت کے دن سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور اس مصیبت میں دنیا کے غریب لوگ اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے وہاں فرمانبردار تھے آج تم ہمارے کچھ کام آسکتے عذاب دفع کر سکتے ہو؟ وہ کہہ دیں گے پھر فیصلہ کے بعد جب جہنم میں شیطان اور اس کے پیروؤں کو ڈال چکے جاویں گے تو شیطان کہے گا کہ میرا وعدہ تم سے غلط تھا مگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا اب تم مجھے کچھ ملامت و ذکر دا کچھ میں نے تم پر زبردستی تو نہیں کی تھی بلکہ تمہارے دل میں وسوسہ ڈال دیا تھا جس پر تم جم گئے۔ اپنے ہی آپ کو ملامت کرو۔ خدا تعالیٰ کا کہنا چھوڑ کر میرا کیوں مانا؟ تم تو مجھے خدا تعالیٰ کا شریک بناتے تھے میں نے تو پہلے ہی سے اس کا انکار کر دیا ہے۔ یا یہ کہ تمہارے شریک بنانے سے پیشتر میں کافر ہو چکا تھا جس طرح میں از خود گرفتار ہوا اسی طرح تم بھی پھنسے۔ پھر اچھا اور بری کہنے والوں کا حال بیان فرمایا ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے جہاں نہریں بہتی ہوں گی اور باہم ملنے و گفتگو ہوگا بلکہ بوقت ملاقات ایک دوسرے کو سلام کہے گا۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً
زمانہ کو کیا نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ نے بیان کی مثال کلمہ
طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ
پاکیزہ کی کہ وہ درخت پاکیزہ ہے کہ جس کی جڑ مضبوط
وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاۗءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا
اور شاخیں آسمان میں ہیں۔ وہ اپنے پھل دیتا ہے

ہے یعنی کلمہ وہ اعتقاد اور بد کاری کا تو وہ خط اصل میں بنا ہے کہ درخت سے مشابہ ہے کہ جس کی کچھ بھی اصل نہیں ہوتا ہے

طیبۃ اور اصلہا و ثابت یہ سب شجرۃ کی نعت ہوں اور جملہ بدل ہو مثلاً سے۔

تفسیر

اشقیاء اور سعداء کا حال بیان فرما کر اُن کے حال کی زیادہ تشریح کرنے کو ایک مثال بیان فرماتا ہے اور وہ یہ ہے کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ شجرہ طیبہ یعنی پاک یا اچھے اور عمدہ پیڑ کے چار وصف بیان فرما کر کلمہ طیبہ کو اُس کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے اوّل صفت طیبہ یعنی اچھا ہونا خواہ باعتبار شکل و صورت کے ہو خواہ باعتبار اُس کے پھل پھولوں کی عمدگی کے ہو کہ خوشبودار اور شیریں اور لذیذ ہوں خواہ باعتبار اُس کے منافع کے ہو۔ دوم اصلہا ثابت کہ وہ اس خوبی کے ساتھ ایسا نہیں کہ بونہی ہوا یا اور کسی تھوڑے سے صدمہ سے اکھڑ جاوے تاکہ رنج کا باعث ہو بلکہ اُس کی جڑ قائم اور مستحکم ہو جو زوال پذیر نہیں۔ سوم فرعہا فی السماء کہ اُس کی شاخیں مرتفع اور بلند ہوں جس سے پیڑ کی مضبوطی اور جڑ کا قیام اور اُس کے پھلوں کا فاذورات اور زمین کے عفونات سے پاک ہونا معلوم ہوتا ہے چہارم اُس کے پھل ہمیشہ آتے ہوں اور ہر وقت موجود رہتے ہوں اور درختوں کی طرح نہیں۔ اب اس درختِ مرغوب الطبع کے ساتھ کلمہ طیبہ کو تشبیہ دیتا ہے خواہ ایسا درخت دنیا میں کوئی موجود ہو یا نہ ہو خواہ اس کو کھجور کے درخت سے تعبیر کرو یا انگور سے یا کسی اور سے۔ کلمہ طیبہ کیا ہے جس میں یہ چار وصف پائے جاتے ہیں وہ بقولِ اکثر مفسرین کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ سو یہ کلمہ طیبہ ہے اس کی عمدگی یہ ہے کہ انسان کے دل میں اس سے معرفت الٰہی کا ایک پیڑ لگتا ہے کہ جس کی خوبی دنیا کی تمام خوبیوں سے بڑھ کر ہے کس لئے کہ لذت ادراک ملائم کا نام ہے۔ بحاح، اکل و شرب میں حواس مدرک اور دنیا کی تاریک چیزیں مدرک اس پر یہ لذت پھر جہاں روح مدرک اور حق سبحانہ مدرک ہو تو پھر اُس لذت کے کیا کہنے ہیں؟ اس کے علاوہ لذائذ دنیا تکلیف پر مبنی ہیں، بھوک نہ ہو تو کھانے میں مزہ نہ آئے، پیاس نہ لگے تو سرد پانی سے حظ نہ پاوے برخلاف روحانی لذات کے۔ اور نیز جسمانی لذتیں ایک ساعت کے بعد جاتی رہتی ہیں برخلاف روحانی لذات کے۔ دوسری صفت بھی اس میں موجود ہے کیونکہ اس شجر کی جڑیں نفس قدسیہ میں گڑی ہوئی ہیں اور نفس جوہر مجرد ہے فساد سے پاک ہے تغیر و فنا سے بری ہے اور نیز اُس کی جڑوں میں حق نور النور اور مبدء ظہور کی تجلیات کا پانی دیا جاتا ہے۔ تیسری صفت بھی اس میں عمدہ طرح سے پائی جاتی ہے اس شجرۂ معرفت کی دو شاخیں ہیں ایک ہوا ر الٰہی میں اور دوسری ہوا ر عالم جسمانی میں اٹھی ہوئی ہے۔ نوع اوّل کے بہت سے اقسام ہیں مگر اُن کا عطر دو بات میں (اوّل التعظیم لامر اللہ) اس میں یہ چیزیں ہیں خدا تعالےٰ کی معرفت کے دلائل میں تامل کرنا جو عالم اجسام اور عالم افلاک اور عالم سفلی میں موجود ہیں اور اُسی کے شوق اور محبت میں رہنا اُسی کو یاد کرنا اُسی پر اعتماد کلی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ دوسری شاخ کہ جس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (والشفقۃ علی خلق اللہ) سے تعبیر کیا ہے اس میں مخلوق پر رحم کرنا انتقام سے درگزر کرنا، برائی کے مقابلہ میں بھلائی کرنا بہت سی چیزیں شامل ہیں۔ تیسری صفت اُس کا مرتفع ہونا سو وہ بھی ظاہر ہے۔ چوتھی صفت ہر وقت پھل لانا سو یہ بھی اس شجرہ میں ظاہر ہے، جس کے دل میں یہ شجرہ ہوگا وہ اس سے ہر وقت منتفع رہے گا، اچھے نتائج دیکھے گا۔ اور اس میں الہامات نفسانیہ اور ملکات روحانیہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو وقتاً فوقتاً روح پر پیدا ہوتے ہیں پھر اس کو نیک کاموں پر برانگیختہ کرتے ہیں اس کے مقابلہ میں کفر کو شجرۂ خبیثہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور

کلمہ خبیثہ کفر اور اس کی نافرمانی کرنا ہے۔ اس کے بعد کلمہ طیبہ کی مضبوطی بیان فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس دنیا و دین میں ایمانداروں کو ثابت قدم رکھے گا۔ دنیا کا ثبات تو ظاہر ہے آخرت کی اوّل منزل قبر ہے وہاں بھی اس پر یہ ثابت رہے گا۔ منکر نکیر کو جواب شافی نہ دے گا جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ ایمانداروں کو ثابت رکھنا گمراہوں کو گمراہی میں رکھنا اس قادر مطلق کا خود اختیاری فعل ہے جس میں کوئی باز پرس نہیں کر سکتا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ
(اللہ تعالیٰ) کیا تو نے نہ دیکھا کہ کیسے (بھلا) بدلا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت
كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾
کے (بدلے) ناشکری کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لے آئے ہیں۔
جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾
جہنم کہ جس میں جلیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔
وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلُّوا عَن
اور لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے شریک
سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ
بنا رکھے ہیں۔ پھر تو اے پیغمبر کہہ دے کہ اچھا دنیا کی
إِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾ قُل لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ
چند روز مزے اڑا لو۔ آخر تمہیں جہنم ہی میں
آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنفِقُوا مِمَّا
جانا ہے۔ (اللہ تعالیٰ) میرے ایماندار بندوں سے
رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ
کہہ دو کہ نماز پڑھا کریں اور چھپا کر اور
أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ﴿٣١﴾
کھلم کھلا خدا کی راہ میں خرچ کیا کریں۔ اس دن کے آنے سے پہلے
اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ
اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا
وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ
اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے نکالے
بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ وَسَخَّرَ
پھل کھانے کو دیئے اور کشتی کو تمہارے
لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۖ
لئے مسخر کر دیا کہ اس کے حکم سے دریا میں چلے اور
وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ﴿٣٢﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ
دریاؤں کو تمہارے کام میں لگا دیا۔ اور چاند اور سورج
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۖ وَ
کو تمہارے لئے مسخر کر دیا کہ برابر چلتے رہیں۔ اور
سَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿٣٣﴾ وَآتَاكُم
رات اور دن کو تمہارے کام میں لگا دیا۔ اور جو کچھ
مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِن تَعُدُّوا
تم نے مانگا اس میں سے تمہیں دیا۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں
نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ الْإِنسَانَ
گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔ بیشک آدمی تو بڑا ہی خام
لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴿٣٤﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ
بے انصاف ہے اور جب کہ ابراہیم نے دعا کی کہ
رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَ
اے رب! اس شہر (مکہ) کو امن کی جگہ کر دے اور
اجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾
مجھ کو اور میرے بچوں کو بت پرستی سے بچائیے۔
رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ
اے رب! ان بتوں نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ
النَّاسِ ۖ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ
کر دیا۔ پھر جو میری راہ پر چلے سو وہ میرا ہے اور جو
عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٦﴾ رَّبَّنَا
میرا کہنا نہ مانے تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اے رب ہمارے

ع ۴ ۵

[1] تباہی کا گھر جہنم جس کا آگے خود بیان فرماتا ہے ۱۲ منہ

[2] یعنی کلمہ طیبہ کی اصل جڑ ایمان ہے اور اس کی شاخیں اور پھل اعمال صالحہ ہیں۔ وہ ایمان ریشہ کی طرح ثابت ہے۔ اور اعمال صالحہ شاخوں کی طرح ہیں۔ ۱۲ منہ

ع ۷

إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ
میں نے اپنی کچھ اولاد ایسی وادی (جنگل) میں بسائی ہے کہ جہاں

غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ
کھیتی نہیں تیرے معزز گھر کے پاس نماز قائم کرنے کے لئے۔

الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ
اے رب! پھر کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے

أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ
اور ان کو میووں کی

وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ
روزی دے تاکہ وہ شکر

يَشْكُرُونَ ﴿٣٧﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا
ادا کیا کریں۔ اے رب! تو جانتا ہے جو کچھ

نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ
ہم مخفی رکھتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر تو کوئی

مِن شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي
چیز مخفی نہیں نہ زمین کی نہ آسمان

السَّمَاءِ ﴿٣٨﴾ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ
کی۔ اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے

لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۚ
بڑھاپے میں اسماعیلؑ اور اسحاقؑ عنایت کئے۔

إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٩﴾ رَبِّ
بیشک میرا رب تو دعا کا سننے والا ہے۔ اے رب!

اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن
مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دے۔

ذُرِّيَّتِي ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ﴿٤٠﴾
اے رب! اور دعا کو قبول کر لے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ
اے رب! مجھے اور میرے ماں باپ اور ایمانداروں کو بخش دیجیو

يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾
حساب قائم ہونے کے دن۔

ترکیب

کفراً مفعول ثانی بدل کا جہنم بدل ہے دار البوار سے یقیموا و ینفقوا امر کے صیغے بحذف لام لے یقیموا و ینفقوا کیونکہ قل اس پر دال ہے سرًّا و علانیۃً مصدر ہیں موضع حال میں دائبین حال الشمس والقمر سے کلّ مضاف ما موصول مضاف الیہ جملہ مفعول آتاکم من بقول اخفش زائد ہے ہذا موصوف البلد صفت یا ہذا اسم اشارہ البلد مشار الیہ سب مفعول اول اجعل کا آتاکم اس کا مفعول ثانی۔ ان نعبد لے عن ان نعبد من عصانی شرط فانک جواب والعائد محذوف ای لہ من ذریتی میں من زائدہ بواد موصوف عند بیتک صفت یا بدل علے الکبر حال ہے یا وہبلی سے۔

تفسیر

یہاں کلمہ خبیثہ کے پھل بیان فرماتا ہے الم تر سے لے کر الی النار تک کہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو طرح طرح کی نعمتیں دی تھیں انھوں نے بجائے شکرگزاری کے کفر کیا یعنی ناقدری کی اور آپ تو ڈوبے ہی تھے اپنی قوم کو بھی گمراہ کر کے جہنم میں لے گئے (اس میں مکہ کے کفار سرداروں کی طرف اشارہ ہے) اور سب سے بڑھ کر یہ ناشکری ہے کہ منعم حقیقی کے ساتھ اور لوگوں کو شریک سمجھ لیا اور ان کو اس کی خدائی کا حصہ دار بنا دیا۔ پھر ان کے لئے یہیں چند روز عیش و آرام کرنے کی مہلت ہے ورنہ پھر تو جہنم ہی ٹھکانا ہے۔ ایمانداروں کو ان کے برخلاف شکرگزاری کی تعلیم کرتا ہے قل لعبادی سے ولا خلال تک اور وہ شکرگزاری کیا

ہے ۱ نماز پڑھا کریں جس میں ہاتھ پاؤں سے زبان سے دل سے اُس کی تعظیم و ستائش ہے اور جائے دینے میں سے دیا کریں فقیر کو مسکین کو اپنے کو بھلائے کو ظاہر کر کے چھپا کے اور اس میں وہ ذکر میں بھی داخل ہے جو کرتا ہے کریں وہ دن پھر ایک دن آنے والا ہے کہ جس میں نہ اعمال صالح خریدے جاویں گے نہ کوئی دوستی بہشت میں نیک عمل لے گا۔ پھر ناشکروں کو بتلاتا ہے کہ اللّٰہ الذی الآیۃ منعم حقیقی تو وہ ہے کہ جس نے تمہارے لئے یہ کام کئے ہیں (۱) آسمانوں اور زمین کو تمہارے فائدے کے لئے بنایا (۲) بادلوں سے مینہ برسایا۔ (۳) پھر اُس پانی سے زمین میں تمہارے لئے طرح طرح کی چیزیں پیدا کیں (۴) پانی پر سفر کرنے کے لئے تمہیں کشتی بنانا سکھایا (اسی طرح ریل، آگبوٹ وغیرہ کئی کئی ہزاروں باتیں بندوں کو سکھائیں کہ جن سے آرام پاتے ہیں)۔ (۵) نہروں کو تمہارے بس میں کر دیا ادھر ادھر چاہتے ہوئے جاتے ہو اور پانی سے طرح طرح کے کام لیتے ہو۔ (۶) چاند اور سورج کو تمہارے لئے ایک خاص چال سے چلایا، اگر اس میں خلل ہوتو انتظام عالم بگڑ جائے۔ (۷) رات دن کو تمہارے لئے مسخر کیا، اپنے وقت پر رات دن آتے ہیں جس سے دنیا کے تمام کاروبار ٹھیک ٹھیک ہوتے ہیں۔ (۸) ان پر کیا موقوف ہے تم نے جو کچھ مانگا اُس میں سے کچھ نہ کچھ تمہیں دیا اگر تم بے قیمت اعضا کے مانگنے دیتے اور پھر ہر موقع پر ہر گڑی میں تمہاری مدد اور مشکل کشائی کرتے ہیں، لاکھوں نعمتیں ہیں گنو تو شمار کر سکو گے، پھر بندۂ جن کو تم نے اُس کا شریک بنایا ہے اُن میں سے کونسی چیز انھوں نے پیدا کی ہے پھر تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُن کو ملاتے ہو یا اللہ تو کہ منکر ہو بڑے ظالم اور بڑے ناشکر ہو ان الانسان لظلوم کفار۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام شکر گزار بندے کا ذکر کرتا ہے اور اُن کی وہ دعائیں بھی کہ جن سے بنا دی کی بڑائی ہے نگر

کو اور اُس کے اطراف کے ناشکر کو نظر کر کو ابراہیم ہونے کا دعوے کرتے ہیں یہ معلوم ہو کہ تم اُنھیں کی دعا کی برکت سے کہ جن میں اس سے بیٹھے ہوئے ہو یہاں کوئی مارد حاڑ نہیں کرتا، اُنھیں کی دعا سے اس خشک ملک میں میوے اور تازہ ترکاریاں کھاتے ہو، انھیں کی برکت سے دنیا بھر کے لوگ تمہاری طرف آتے ہیں۔ پھر تم کیسی نالائق اولاد ہو جو اُس کی ناشکری اور اُس کے پیغمبر کی نافرمانی کر رہے ہو

واذ قال ابراہیم حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور اُن کی والدہ ماجدہ کو مکہ کے بیابان میں چھوڑ کر چلے اور دل میں مفارقت اولاد کا رنج تھا اُس وقت خانۂ کعبہ کے سامنے آ کے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی (۱) اس مکہ کے جنگل کو امن کا شہر کر دے (چنانچہ کر دیا جاہلیت کے ایام میں بھی وہاں کوئی کسی کو ایذا نہ دیتا تھا اس میں مشرکین مکہ پر تعریض ہے کہ تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیوں اس شہر میں نکلیف دیتے ہو) مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا (حضرت کو ابتدا معلوم ہوا ہوگا کہ ایسے معابد میں جہاں کا مقصد تعمیر ہوتے بت پرستی بھی ہونے لگے گی سو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم اور اُس کی سعادتمند اولاد کو اُس سے بچایا۔ یہ تعریض مشرک سو وہ بقول حضرت "لن تبعد نار حتی تعبد" گویا حضرت کی نسل سے منقطع ہیں جیسا کہ نوح کے بیٹے کو عیص بن اسحاق کہا گیا اس میں بھی مشرکین پر تعریض ہے (۲) میں نے جو اپنی اولاد اس جنگل میں کہ جہاں کھیتی نہیں کی کعبہ کی خدمت اور نماز پڑھنے کے لئے آباد کی ہے (ذکر بت پرستی کے لئے) پس تو اپنے بندوں کے دل اُن کی طرف جھکا دے اور اُن کو اس جنگل میں میوے دے۔ چنانچہ حج فرض ہوا خلق خدا آنے لگی اور مکہ کے قریب طائف کے خشکوں میں یہ تاثیر عطا کی کہ جہاں ہر قسم کے میوے پیدا ہوتے ہیں، مکہ کے رہنے والے گویا شام کے میوے کھاتے ہیں پھر آگے حضرت ابراہیم اپنے درد دل اور نیاز باطن کی

ان لفظوں میں اتنا تعلم ما نخفی وما نعلن اشارہ کرکے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرتے اور شکر بجالاتے ہیں کہ آپ نے مجھے بڑھاپے میں اولاد عطا کی اور اولاد بھی کیسی اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ۔ اول الذکر عرب بالخصوص قریش کے جدّ امجد اور دوسرے انبیاء بنی اسرائیل کے۔ اولاد اور بھی تھی مگر لائق ذکر یہی دونوں سعادتمند فرزند تھے۔ پھر دعا کرتے ہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ
اور (اے نبی!) اللہ تعالیٰ کو ان کاموں سے کہ جن کو ظالم کر رہے ہیں
الظّٰلِمُوْنَ ۚ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ
بے خبر نہ سمجھنا (اور فرشتۂ عذاب اس لئے نہیں آتا کہ) ان کو محض اس دن کے لئے
تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ
پیچھے رکھا ہے کہ جس میں ان آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاویں گی (وہ ایسا کہ) دوڑتے
مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ
چلے جا رہے ہوں گے سر اٹھائے ہوئے (گردنیں باندھے ہوئے) کہ ان کی نگاہ ان کی طرف
طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَ
نہیں پھرتی ہوگی اور ان کے دل ہوں گے کہ دھک دھک کر رہے ہوں گے۔ اور
اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ
لوگوں کو اس دن سے خبردار کرو کہ جب ان پر عذاب آوے پھر تو
فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ
ظالم کہنے لگ جاویں گے (اے) ہمارے رب ہم کو تھوڑی دیر کے لئے
اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ
مہلت دیجئے کہ تیرا بلانا قبول کریں اور پیغمبروں کے کہنے
وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا
پر چلیں۔ (جواب دیا جائے گا) کیا تم وہی نہیں تھے جو پہلے
اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾
قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم کو کچھ بھی زوال نہیں
وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
اور تم ان لوگوں کے گھروں میں بھی رہ چکے ہو کہ جنہوں نے اپنی جانوں پر

اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا
ستم ڈھایا تھا۔ اور تمہیں یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے
بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَ
ساتھ کیا کیا تھا! اور تمہارے سمجھانے کو ہم نے مثالیں بھی بیان کر دی تھیں۔ اور
قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ
انھوں نے بھی اپنے داؤ گھات کئے تھے اور ان کے داؤ اللہ کے سامنے ہیں،
وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ
اور اگرچہ ان کے داؤ تو ایسے تھے کہ جن سے پہاڑ ٹل جائے۔
الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ
پس (اے نبی!) کبھی یہ خیال بھی نہ کرنا کہ اللہ نے جو
وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
وعدہ اپنے رسولوں سے کیا ہے اس کا خلاف کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ زبردست
ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾
بدلہ لینے والا ہے۔

ترکیب

غافلاً تحسبنّ کا مفعول ثانی تشخص جملہ یوم کی صفت مہطعین حال ہے ابصار سے لانّ المراد صاحب الابصار مقنعین بھی حال ہے نَ کو اضافت سے ساقط کر دیا لایرتدّ حال ہے ضمیر مقنعی سے واقدتہم جملہ حال ہے یوم مفعول ثانی ہے انذر کا اے انذر یوم عذاب یوم الخ۔ تبیّن کا فاعل حالہم محذوف کیف موضع نصب میں ہے فعلنا کی وجہ سے۔

تفسیر

مکہ کے کفار کو جو وہ دعائے ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے امن میں رہ کر مغرور تھے یہ سناتا ہے کہ تم یہ نہ سمجھ لینا کہ ظالم جو کچھ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر ہے،

الیہ لاتطرف کشانہ افتتاح الرأس رفعہ وقیل نکسہ ۱۲ منہ

ع اے مسرعین الی الداعی وقیل الاہطاع ان تقبل ببصرک علی الذی تریم النظر

اُن کو سزا دے گا، سزا تو ابھی دینا مگر اپنی مصلحت سے اُس دن کے لئے چھوڑ رکھا ہے کہ جس میں قبروں سے نکل کر موقف کی طرف دوڑے چلے آ رہے ہوں گے اور ہیبت کے مارے آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی، سر آسمان کی طرف ہوں گے نہ پلک بدحواس ہوں گے یعنی قیامت کے دن۔ اور تمہاری یہ سب تدبیریں ہمیں خفی نہیں۔

اس کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ واقعہ الناس لوگوں کو ڈراؤ عام ہے کہ اہل مکہ ہوں یا اور ہوں، یہود و مجوس و نصاریٰ، کسی سے کہو آپ تمام بنی آدم کے لئے رسول بن کر آئے ہیں اور کس چیز سے ڈراؤ؟ یوم یاتیہم العذاب فیقول الذین ظلموا اُس دن سے کہ اُن پر عذاب الٰہی آئے۔ فقال بکتے ہیں کہ اس سے قیامت کا دن عذاب مراد ہے۔ بعض بکتے ہیں کہ موت کا عذاب مراد ہے جس سے کوئی بظاہر زبان و عمل صالح بچ ہی نہیں سکتا۔ بعض بکتے ہیں دنیاوی مصائب مراد ہیں جو کفر و بدکاری پر آتے ہیں پھر اُس دن یہ پستگار کہیں گے اُس کا ذکر کرتا ہے کہ وہ کہیں گے کہ ذرا مہلت دیجئے کہ تیسرے رسولوں کا کہا مان لیں یعنی ایمان لاویں اور توبہ کریں مگر بجائے مہلت کے یہ جواب ملے گا اولم تکونوا اقسمتم کہ کیا تم نے قسمیں کھائی تھیں وثوق سے حکم لاریب نہیں کہا تھا کہ ہم کو تو کبھی زوال ہی نہیں۔ نہ ہماری سلطنت اور دولت جانے والی ہے نہ حیات زیب عیش و نشاط ہم نے اُن کے قیام و دوام کی قسمیں کھائی ہیں۔ بعض تو صاف صاف زبان سے یہ بکتے ہیں اور بعض کا حال یہ کہہ رہا ہے اور اس کے بکنے کے سوا کیا تم اُن لوگوں کے محلات اور شہر اور مکانوں میں نہیں رہے کہ جو تم سے پہلے تھے اور اُن کی تدبیریں جو در اصل کر رہیں بڑی تو تھیں جن سے پہاڑ ٹل جائیں پھر جب اُن پر ہلاکت آئی اور وہ نہ بچے تو تم نے کیوں نہ سمجھا کہ ہم بھی نہ رہیں گے اس کے سوا تمہیں طرح طرح کی نظائر سے سمجھایا۔ اس کے بعد

رسول کو اطمینان دلاتا ہے کہ ہم اپنے رسولوں کی مدد کا جو وعدہ کر چکے ہیں کبھی اُن کا خلاف کرنے والے نہیں اور ہم زبردست ہیں انتقام لئے بغیر نہیں چھوڑتے۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ
(اے سب کفار) اُن دن کہ بدل جائیں زمین اور زمین کے بدلے اور پہاڑ بھی

وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ
اور آسمان بھی اور سب لوگ نکلیں گے اللہ کے روبرو اکیلے

الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ
زبردست ﴿۴۸﴾ اور اے مخاطب تو دیکھے گا اُن دن گنہگاروں کو

مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ
جکڑے ہوئے ہوں گے زنجیروں میں ﴿۴۹﴾ کرتے اُن کے

مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ
سے آگ کے مادہ کے ہوں گے اور ڈھانکے گی

النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا
آگ ﴿۵۰﴾ (یہ اس لئے کہ بدلہ دے اللہ ہر شخص کو اس کے کئے کا

كَسَبَتْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾
کمائی ہے بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿۵۱﴾

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ
یہ قرآن لوگوں کے لئے اطلاع (تبلیغ) ہے اور (یہ) کہ اس کے ذریعہ سے ڈرائے جائیں

وَلِيَعْلَمُوْا أَنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ
(اور) تاکہ جان لیں کہ وہ صرف ایک ہی معبود ہے

وَّلِيَذَّكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿۵۲﴾
اور تاکہ نصیحت پکڑیں عقلمند ﴿۵۲﴾

ترکیب

یوم انتقام کا ظرف ہے یا اذکر محذوف کا مفعول۔ والسموٰت تقدیرہ وفی السموٰت مرابیلہم جملہ حال ہے المجرمین سے وتغشی بھی حال ہے مجرمین سے فعلنا ذلک جزاء اور لکھیں ہے کہ بزرداے متعلق ہو۔

ولینذروا بہ اے ہذا القرآن بلاغ وانذار للناس لام بلاغ سے متعلق ہے اور ممکن ہے کہ انزل محذوف سے ولینذروا معطوف ہے ولینذروا پر۔

تفسیر

یہ اُس انتقام کے دن کی کیفیت بیان فرماتا ہے یوم تبدل الارض الخ کہ اُس دن یہ زمین و آسمان بدل جاویں گے۔ صحیحین میں حدیث ہے کہ قیامت کو ایک سفید ستھری زمین پر لوگ جمع کئے جاویں گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آسمانوں و زمین کی صفات میں تبدل ہوگا یہ زمین زیادہ وسیع کردی جائے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ ذات میں تغیر و تبدل ہوگا یعنی اور نئی زمین اور نیا آسمان ہوگا۔ اور یہی قوی ہے کیونکہ وہ عالم اس عالم کے غیر ہے جیسا کہ اس کی تشریح سورۂ بقر کی تفسیر میں ہم کر چکے ہیں۔ مکاشفات یوحنا حواری سے بھی کہ جس کو عیسائی الہامی سمجھتے ہیں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ پھر اُس دن کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ سب قبروں سے نکل کر خدائے قہار کے سامنے آجاویں گے اور گنہگار زنجیروں میں جکڑے ہوئے نظر آویں گے۔ انسان کے ملکاتِ رذیلہ اور بُری خصلتیں اُس کے ہاتھ پاؤں کی زنجیریں بن جائیں گی۔ اور ان کے سرابیل (جمع سربال، قمیص یعنی کرتا) کُرتے قطران (دہوشی۔ تحلب من شجر یسمے الابہل فیطبخ ویطلے بہ الابل الجرب۔ یتسارع فیہ اشتعال النار وہو اسود اللون منتن الریح)، یعنی رال کے ہوں گے جن میں جلدی آگ بھڑک اُٹھے گی اور آگ کا شعلہ اُن کے مونہوں کو ڈھانک لے گا یہ بھی انسان کے اعمالِ بد ہوں گے جو لباس کی طرح دُنیا میں اُس کو ڈھانکے رہتے ہیں جن میں آتشی شعلہ قبول کرنے کی زیادہ قابلیت ہے اور یہ آسمان و زمین کا تبدل اور عدالتِ الٰہی کا قائم ہونا اس لئے ہوگا کہ لیجزی اللہ کل نفس ما کسبت ہر شخص کو اُس کے عمل کا بدلہ ملے۔ یہ وجودِ قیامت پر ایک بُرہانِ قاطع ہے کس لئے کہ اُس کی عدالت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ ہر ایک کو اُس کے اعمال کا بدلہ دیوے اور دارِ دُنیا اس امر کے لئے کافی نہیں۔ اوّل تو یہ دارِ عمل ہے نہ کہ دارِ جزاء۔ دوم نہ یہاں جزاءِ کامل ہے نہ جزاءِ کامل ہے۔ کس لئے کہ کونسے نعماء دنیا میں جن میں کچھ نہ کچھ تلخی نہ ملی ہو اور کونسے شدائد ہیں کہ جہاں ذرا بھی راحت نہ ہو اس لئے کوئی اور مقام اس فیصلہ کے لئے مقرر ہونا چاہیئے وہ روزِ قیامت ہے اور کوئی یہ نہ خیال کرے کہ اُس روز بے شمار مخلوق ہوگی اُن کے حساب کے لئے غیر متناہی زمانہ چاہیئے پھر اس عرصہ میں بہت سے جزاء و سزا سے بچ جاویں گے کیونکہ ان اللہ سریع الحساب ہے وہ طرفۃ العین میں بلکہ ایک وقت میں سب سے جلد حساب لے لیگا۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اہلِ دنیا اپنے ناز و نعم میں مست ہو کر اس عیش آنے والے دن کو دُور نہ سمجھیں اس کی عمر کا انجن ہر ذرہ منازل طے کرتا ہوا جا رہا ہے جلد وہ مقام آنے والا ہے۔ چونکہ عالم آخرت کے یہ اسرار ایسے نہیں کہ اُن کو کوئی بغیر مددِ الہام عقل سے دریافت کرسکے، اس لئے فرمادیا ہذا بلاغ للناس ولینذروا بہ کہ قرآن مجید لوگوں کو اُن کے نیک و بد کی خبر دینے والا اور دارِ آخرت کی خرابیوں سے خوف دلانے والا ہے۔ اور نیز انسان کی سعادت کا رہبر کامل ہے اور نیز اتمامِ حجت ہے اس پر بھی جو کوئی نہ مانے تو اپنا سر کھائے۔ انسان کی دو قوتیں ہیں ایک نظریہ جس سے علم و ادراک صحیح صحیح حاصل کرسکتا ہے منجملہ اس کے خدا تعالےٰ کی ذات و صفات پر ایمان ہے اور نیز فرشتوں اور رسولوں اور اُن کے فرمودہ پر۔ دوسری قوتِ عملیہ ہے کہ جس سے نیک کام کرسکتا ہے ان دونوں قوتوں کی اصلاح سعادت ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ہیں۔ پس اوّل کی طرف جو اصل الاصول ہے بلاغ للناس ولینذروا بہ ولیعلموا انما ہو الٰہ واحد میں

اشارہ ہے، کس لئے کہ ایمان اور علم ہی عمل کی بنیاد ہے اور دوسرے کی طرف ولیذکر اولوالالباب میں کس لئے کہ سمجھنے سے مراد تو یہ کرنا، نیک کاموں کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ الجنۃ وفقنا لحسنات۔

سورۂ حجر مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۹۹ ننانوے آیات چھ رکوع ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طٰرٰ یہ حروف مقطعہ ہیں جو بڑا بھید ہیں یا یہ آیت رحم والی ہے۔

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝

یہ آیتیں کتاب اور کھلے قرآن کی ہیں

یہ سورۃ بھی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں حجر کے رہنے والوں کی ہلاکت زیادہ تر عبرتناک بات ہے یعنی قوم ثمود کا حال۔ حجر شام اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک وادی ہے۔ الٓرٰ سے مبین تک قرآن مجید کا منجانب اللہ ہونا بیان کر کے دنیا کی لذات و شہوات میں منہمک ہونے والے گنہگار کا انجام کار بیان فرمایا ہے۔

لہ قرآن مجید کی سب باتیں عقل سلیم کے نزدیک واضح اور کھلی ہیں کوئی بات بھی ایسی نہیں کہ جس کو مخالف عقل محض اعتقاداً مانے یہ مجبور کیا گیا ہو ۱۲

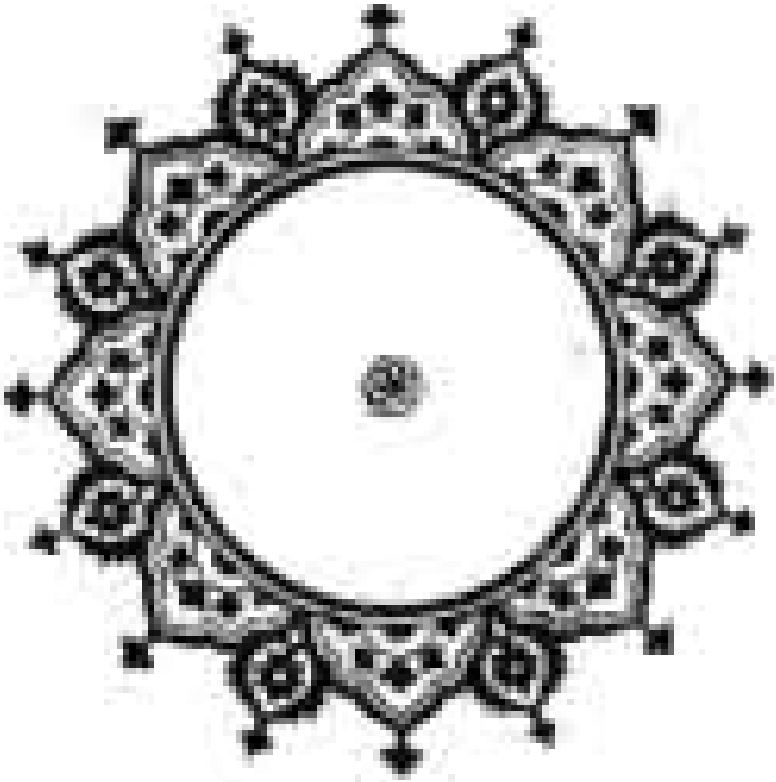

تفسیر حقانی

پارہ ۱۴

رُبَمَا

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا
مگر بڑی حسرت کریں گے کہ کاش کہ ہم بھی
مُسْلِمِيْنَ ۝ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَ
مسلمان ہو جاتے (اے نبی) ان کو چھوڑ دو کہ کھائیں اور
يَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ
برتیں اور ان کو آرزو غفلت رکھے پھر آئندہ کو جلد
يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ
معلوم کر لیں گے اور ہم نے کوئی بھی ایسی بستی ہلاک نہیں
قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝
کی کہ جس کے لیے (ہمارا) وقت مقرر نہ لکھا گیا ہو۔
مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا
کوئی قوم اپنے وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ
يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ
پیچھے ہٹ سکتی ہے اور (کفار مکہ) کہتے ہیں کہ اے وہ شخص کہ
نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝
جس پر نصیحت اتاری گئی تو تو ضرور دیوانہ ہے۔

لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ
ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لے آتا اگر تو
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ
سچا ہے ہم فرشتے تو بغیر
اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝
بھیجے کوئے نہیں اور جب تو (ایسی حالت) نہیں نہ ملے گی۔

ترکیب

رُبَمَا بالتخفیف والتشدید ربما الامر وخفاد ما کانوا لرب ولیکن ان یکون نکرۃ موصوفۃ اسے رب شئی یود وہ الذین ورب حرف جر ولیں فیہ ما ابہمہ والمعنی الحروف تقدیر ورب کافیود الاسلام الا ولہا جملہ نعت ہے قریۃ کی لو ما بمعنی ھلا ۔

تفسیر

رُبَمَا کہ قیامت کے دن یا وقت مرگ یہ لوگ

خواہش کریں گے کہ کاش ہم ایمان والے ہوتے۔ رب کے معنے بعض کہتے ہیں بہت کے ہیں کہ بہت حسرت کریں گے۔ اور بعض کہتے ہیں کم کے ہیں مگر مراد یہاں بہت ہے کہ عرب کی عادت ہے کہ کبھی کثیر الوجود چیز کو یقین دلانے کے لیے بلفظ قلیل ذکر کرتے ہیں جیسا کہ اس شخص کی نسبت کہ جس سے ہمہ وقت یا اکثر اوقات یاد کرنا متوقع ہو کہتے ہیں کہ کبھی تو ہمیں یاد کرو گے۔ مکہ کے مشرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مصروف تھے اور خدا کی اس مہلت پر مست تھے کہ اگر پیغمبر سچا ہے تو ہم پر کوئی آسمانی عذاب کیوں نہیں آتا۔ ہم تو دیسے کے ویسے مزے اڑاتے پھرتے ہیں۔ یہ ان کی حالت تھی جس کے رد میں اول تو الٓرٰ فرمایا جس میں اشارہ ہے کہ یہ قرآن (الف) اللہ نے بواسطہ (لام) جبرئیل (ر) رسول اللہ پر نازل کیا ہے اس میں کوئی دروغ نہیں۔ دوم اس سورۂ حجر کی نسبت جو قرآن مبین کا ایک جزو ہے فرماتا ہے کہ یہ قرآن مبین اور کتاب الٰہی کی چند آیات ہیں۔ انہیں کے مطالب میں غور کرو۔ آپ معلوم ہو جائے گا کہ یہ مضمون اس فصاحت و بلاغت کے ساتھ جس میں ان کی تکمیل کا پورا نقشہ ہے من اللہ ہے۔ پھر مبین کے لفظ سے اشارہ ہے کہ قرآن کی سب ہدایتیں واضح ہیں۔ کوئی بھی خلاف عقل سلیم نہیں۔ پھر اس کے ماننے میں کیوں تردد ہے۔ سوم مرنے کے وقت جو قریب ہے یا مرنے کے بعد یہ اس جہل و نادانی پر افسوس کریں گے اور حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔ چہارم مہلت کی نسبت فرماتا ہے کہ یہ چند روزہ ہے۔ اس میں ان کو مزے کر لینے دو ان کی لمبی چوڑی آرزوئیں دنیاوی کاروبار کی بابت کہ یوں کریں گے انہیں خود غفلت میں ڈالے ہوئے ہیں۔ اور یہی طول امل غفلت کا پردہ ہے۔ پھر ان کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ ہائے کس غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔ خصوصاً جب کہ اپنے افعال بد کا نتیجہ دیکھیں گے۔ ان سے پہلے بھی بہت قومیں تباہ ہوئی ہیں مگر ان کا ایک وقت مقرر تھا۔ اس لیے آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی طرح ان کا بھی وقت معین ہے۔ چنانچہ بدر میں اور قحط شدید میں ہلاک ہوئے۔ پیشین گوئی صادق آئی وہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی مشاغل سے بے فکر دار آخرت کی طرف متوجہ دیکھ کر کہتے تھے کہ اے محمدؐ! تو جو کہتا ہے کہ مجھ پر نصیحت یعنی قرآن نازل ہو رہا ہے ضرور دیوانہ ہے چوں کہ یہ قول دیوانوں کا تھا اس کا جواب کیا دینا تھا مگر وہ یہ جو کہتے تھے کہ اگر تو سچا ہے تو ہمیں فرشتے کیوں نہیں لا کر دکھاتا، اس کا جواب دیا کہ فرشتے تو جب آتے ہیں فیصلے ہی کے لیے آتے ہیں خواہ عامہ ہلاکت کے وقت یا موت کے وقت پھر جب وہ آئے تو صحت توبہ کہاں۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ
ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے
لَحَافِظُونَ ⑨ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن
نگہبان بھی ہیں اور آپ سے پیشتر ہم پہلی
قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ⑩ وَمَا
قوموں میں بھی رسول بھیج چکے ہیں اور نہ
يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ
کبھی جب کوئی رسول ان کے پاس آتا تو اس سے
يَسْتَهْزِئُونَ ⑪ كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ
تمسخر ہی کرتے رہے اسی طرح سے ہم گنہگاروں
فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ⑫ لَا يُؤْمِنُونَ
کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان
بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ⑬
نہیں لاتے اور یہ تو قدیم دستور چلا آیا ہے۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ

اور اگر کھولتے ہم اوپر ان کے کوئی دروازہ بھی آسمان

فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ﴿١٤﴾ لَقَالُوا

پھر وہ اس میں چڑھتے بھی رہتے تو بھی یہی

إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ

کہیں گے کہ ہماری آنکھیں بند کر دی گئی ہیں بلکہ ہم

قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ﴿١٥﴾

جادو کیا گیا ہے۔

ترکیب

نحن مبتدا لنوف خبر جملہ انا کی خبر یا نحن انا کی تاکید کذلک اے الامر کذلک السلک ایک چیز کا دوسری میں داخل کرنا اور نحن کے صفت یا مصدر محذوف کی اے سلکا مثل استہزائہم۔ والضمیر للاستہزاء اے کمثل ادخالنا الکذیب فی قلوب اولئک نسلکہ اے ندخل الاستہزاء فی قلوب المجرمین اے کفارمکۃ ولو فتحنا جملہ شرطیہ لقالوا اس کی جزا۔

تفسیر

کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ کہا تھا جس سے ان کا یہ مطلب تھا کہ جو کچھ رسول ہم کو سناتا ہے وہ کلام الٰہی نہیں وہ دیوانوں کی بڑ اور بکواس ہے۔ اور کفار جو انبیاء علیہم السلام کی نسبت ایسی باتیں کہا کرتے تھے اس کے چند سبب تھے۔ اول یہ کہ رسول شہوات و لذات باطلہ کے ترک اور عبادت و نیکروی کی تاکید کرتے تھے یہ بات ان پر شاق گذرتی تھی۔ دوم رسوم اور مذاہب باطلہ کا ترک کرنا جو پشت در پشت ان میں مرتسخ ہونے کی وجہ سے ایک امر حاق قرار پا گیا تھا اور اب بھی لوگوں کا رسوم و عادات خلاف شرع ترک کرنے میں یہی حال ہے۔ سوم انبیاء فقراء ہوتے تھے نہ ان کے پاس مال و جاہ تھا نہ اعوان و انصار اس لیے رؤسا پر ایسے لوگوں کا مطیع ہونا شاق گذرتا تھا۔ چہارم ان کا گمراہ ازلی ہونا بڑا سبب تھا) اس کے جواب میں فرماتا ہے انا نحن لکم کہ ذکر یعنی قرآن ہمارا ہی نازل کیا ہوا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں اس پیشین گوئی کے مطابق آج تیرہ سو برس ہونے کو آئے قرآن ایسا محفوظ ہے کہ مشرق سے مغرب تک سب مسلمانوں کی زبان پر یکساں ہے ایک لفظ یا زیر و زبر کا بھی فرق نہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدمے سے لے کر اب تک بلکہ قیامت تک حفاظ اور قراء اور علماء کی جماعتیں اس کی محافظت پر کمر بستہ ہیں یہ قرآن کا بڑا معجزہ ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں واعلموا۔ لو تفق لشق من الکتب مثل ھذا الحفظ فان لا کتاب الا وقد دخلہ التصحیف والتحریف والتغییر۔ شیعہ میں یہ مذہب اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن میں سے عثمانی نے فلاں فلاں سورتیں کم کر دیں اس آیت اور دیگر آیات سے مردود ہیں وہ بھی شیعہ الا دلین میں داخل ہیں جنہوں نے رسولوں کا انکار کیا۔ ولقد ارسلنا فرماتا ہے کہ ان کا ایسی باتیں کرنا کوئی نئی بات نہیں بلکہ آپ سے پیشتر اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلی قوموں میں بھی ہم نے رسول بھیجے تھے ان کو بھی یہی حال رہا کہ جو رسول آیا اسکو جھٹلاتے رہے اسی طرح ان کفار کے دلوں میں قضا و قدر نے یہ انکار و تکذیب ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے وقد خلت سنۃ الاولین اور پہلوں کے ساتھ جو کچھ اللہ کا دستور تھا کہ آخر وہ ان کو ہلاک کر ڈالتا

ع سلکنٰہ جمع سلیقۃ وہی الطریقۃ ۱۲

وہ بھی چلا آتا ہے ولو فتحنا الخ یعنی وہ جو کہتے ہیں کہ معجزہ کے طور پر فرشتے کیوں نہیں آتے، فرشتے تو کیا اگر ہم ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیتے اور سیڑھی لگا دیتے کہ جس سے چڑھ کر وہاں کے حالات دیکھ آتے (یا یہ معنی کہ آسمان کے دروازوں سے فرشتوں کو چڑھتے اترتے دیکھتے) تو بھی یہی کہہ دیتے کہ یہ نظر بندی ہے اور جادو۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَّزَيَّنّٰهَا

اور البتہ ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور اس کو دیکھنے والوں کے

لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٦﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ

لیے مزین کر دیا　اور اس کو ہر شیطان مردود سے

رَّجِيْمٍ ﴿١٧﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ

محفوظ رکھا　مگر جو کوئی چوری سے سننے بھاگا تو اس کے

فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨﴾ وَالْاَرْضَ

پیچھے　دہکتا ہوا انگارا پڑ گیا　اور ہم نے زمین کو

مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا

پھیلایا　اور اس پر　لنگر ڈال دیے اور اس

فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿١٩﴾ وَجَعَلْنَا

میں　ہر چیز　اندازے سے اگائی　اور اس

لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ

میں تمہارے لیے روزی کے لیے سامان رکھے اور ان کے لیے بھی کہ

بِرٰزِقِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا

جن کے تم روزی دینے والے نہیں　اور ایسی کوئی بھی چیز نہیں کہ جس کے خزانے

خَزَآئِنُهٗ ۚ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢١﴾

ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم صرف اس کو ایک اندازہ معین سے نازل کرتے ہیں

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ

اور ہم نے بوجھل ہوائیں چلائیں　پھر آسمان سے

السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ

پانی اتارا　پھر وہ تمہیں پلایا　حالانکہ تم

لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿٢٢﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ

اس کے خزانہ دار نہیں　اور ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں

وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

اور اخیر مالک بھی ہم ہی ہیں　اور ہم کو تم میں سے

الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

اگلے　اور　پچھلے سب

الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ

معلوم　ہیں　اور بے شک آپ کا رب ہی

يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾

ان کو جمع کرے گا　بے شک وہ حکمت والا خبردار ہے۔

ترکیب

الا من منصوب ہے استثناء منقطع ہونے کی وجہ سے اور جر بھی ہو سکتا ہے من استرق سے بدل ہو کر اور رفع بھی ہو سکتا ہے مبتدا ہو کر۔ والخبر فاتبعہ وجاز دخول الفاء فیہ لتضمن المبتدا معنی الشرط والارض منصوب ہے مددنا محذوف سے ومن لستم منصوب ہے جعلنا سے والمراد بمن البعید والانعام فانہا مخلوقۃ لنا فضلا اور مجرور بھی ہو سکتا ہے ای لکم ولمن لستم۔

تفسیر

قرآن مجید کی عادت ہے کہ ایک مقصد کے بعد دوسرے مطلب کو بیان فرمایا کرتا ہے تاکہ سننے والے کے دل پر بار نہ معلوم ہو۔ اس جگہ جب کہ مسئلہ نبوت میں کلام کر چکا تو مسئلہ توحید کو شروع کرتا ہے جس پر کہ اثبات نبوت موقوف ہے اور نیز توحید کے متعلق ایسا کلام کرنا گویا نبوت نبی کو اس کے اثر سے مشاہدہ کرا دینا ہے کہ جس کے منہ کو

عہ یعنی پہاڑ جن کا ثقل طبعی زمین کو ڈگمگانے نہیں دیتا۔ منہ

اسی بات الہامی اور روح کو تازہ کرنے والی کلی وہ قطعی بھی ہے کہ ذکر مجنون ولقد جعلنا فی توحید کے ثبوت میں دلائل سماویہ سے یہ اول دلیل ہے کہ ہم نے آسمان میں برج بنائے اور آسمان کو ستاروں سے مزین کیا اور شیاطین سے اس کو محفوظ رکھا کہ کوئی شیطان وہاں تک جا نہیں سکتا الا جو کوئی چوری کے طور وہاں آسمانی بات سننے کو جا بھی پہنچا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے تو شہاب مبین یا شہاب ثاقب یعنی آگ کا شعلہ جس کو ستارہ ٹوٹنا کہتے ہیں اس کے پیچھے دوڑتا ہے رجیم رجم سے مشتق ہے جس کے معنی پتھراؤ کرنا یعنی پتھر پھینک پھینک کر مارنا۔ گالی گلوچ اور دشنام لگانے کو بھی اسی لیے رجم کہتے ہیں کہ گویا بیہودہ باتوں کے پتھر مارے جاتے ہیں۔ منہ قولہ رجیم ملعون اسی لاسپیک اور اسی مناسبت سے تحقیق اور بے تکی باتوں کو بھی رجم کہتے ہیں۔ منہ قولہ رجما بالغیب گویا شیاطین پر آتشی شعلوں کے پتھر مارے جاتے ہیں۔

مقدمہ تفسیر میں بیان ہو چکا ہے کہ شیاطین کو ملائکہ علویہ کی وحی سے طاقت کی باتیں سننے اور ان کے دیکھنے اور اونچے چڑھنے کی قدرت عطا کی گئی ہے۔

بروج برج کی جمع ہے اسی طرح ایک جگہ قرآن میں آیا ہے تبارک الذی جعل فی السماء بروجا اور ایک جگہ ہے والسماء ذات البروج اس سے یہ مراد نہیں کہ جس طرح اینٹ پتھروں کی گول گول عمارت قلعوں کی دیواروں پر اور دروازوں پر ہوتی ہے اسی طرح آسمان برج بنے ہوئے ہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ آسمان میں مختلف ستاروں کے نمودار ہونے سے طرازے کی پھلکیوں کی طرح آسمان کے بارہ حصے یا ٹکڑے جدا جدا معلوم ہوتے ہیں اور ان کے زبان عرب میں یہ نام مشہور تھے حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔ حوت۔

جب کہ طبیعت فلکیہ ایک تھی اور اسی لیے حکماء کے نزدیک اس کی شکل کروی یعنی گول تھی تو پھر یہ بروج مختلف الطبائع اور آسمان میں یہ گوناگوں چیزیں کس نے بنائیں ان میں کمی وبیشی کس نے کی اور ان اجزاء کو کس نے مرکب کیا؟ صرف ایک اللہ قادر قوی مختار قوی قادر و جبار نے۔ پھر اس نے نہ صرف ستاروں کو آسمان کی زیب و زینت بنایا بلکہ وہاں کا انتظام لائق بھی کیا جو شیطانوں کے لیے شہاب مبین کو کوتوال بنایا تو پھر کیا وہ انبیاء کو بھیج کر انتظام بنی آدم نہ کرتا اور نیز شیاطین کو تو عالم علوی کی طرف رسائی نہیں پھر انکو خدا کا الہام اور ہمہ کلی ان کی پیغام رسانی نہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم علوی کی باتیں کیوں کر معلوم ہو گئیں؟ سبحان اللہ اس ایک جملے سے کس قدر باتیں ثابت کر دیں۔

والارض مددناہا عالم سفلی کے حالات سے دوسری دلیل ہے۔ اول زمین کو پھیلانا یا دحو کروی کے اس کا ابسا صیغہ رکھنا کہ جس پر مخلوق بس سکے اسی کی صنعت ہے۔ دوم القینا فیہا رواسی مفرد رسی اور اس کی جمع رسیات اس کی جمع لیے جمع رواسی ہے رواسی تھیرنے اور جمنے والی چیزیں جس سے مراد پہاڑ ہیں۔ یہ مضمون بہت جگہ قرآن میں ہے من جملہ ان کے وقف الارض شامخات قید کیا اور ان پہاڑوں کو اوتاد یعنی زمین کی میخیں بھی فرمایا ہے۔ خواہ یوں کہو کہ زمین پیدا کرنے کے بعد جو کہ بیضویں ہو گئی تو بلند قطعات میں ادھر اُدھر سے مٹی بھر کے اونچے نیچے مختلف صورتوں کے ٹیلے جو رہ گئے تھے تھوڑے بھی بھاری ان گئے یا یوں کہو کہ یہ الفت میں ساتھ ہی خدا نے پہاڑ بھی بنائے مگر ان کا زمین کے بیچ میں اور بار اللہ تعالیٰ ہونا کلام شبیبی ہے گویا فرش زمین پر یہ بھاری بھاری پتھر دھر دیے ہیں کہ ہلنے نہ دے اس میں بھی قدرت کاملہ کی بڑی نشانی ہے اور نیز پہاڑوں کے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ
اور البتہ ہم نے انسان کو خشک مٹی سے خمیر
حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿٢٦﴾ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ
دے کر بنایا اور جان کو اس سے پہلے
قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُومِ ﴿٢٧﴾ وَإِذْ قَالَ
آگ کے شعلے سے بنایا تھا (اور اس وقت کو یاد کرو)
رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا
جب کہ آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک بشر بنانے والا ہوں
مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿٢٨﴾ فَإِذَا
خشک مٹی خمیر دی ہوئی سے پھر میں
سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي
جب اس کو ٹھیک بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں
فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿٢٩﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ
تو اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا پھر سب کے سب فرشتوں
كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٣٠﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ
نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے
أَبَى أَنْ يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ
کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا خدا نے فرمایا
يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ
اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے
السَّاجِدِينَ ﴿٣٢﴾ قَالَ لَمْ أَكُنْ لِأَسْجُدَ
ساتھ نہ ہوا اس نے کہا میں ایسا نہ تھا کہ ایک ایسے بشر
لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ
کو سجدہ کروں کہ جس کو تو نے خشک مٹی خمیر دی ہوئی
مَّسْنُونٍ ﴿٣٣﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ
سے بنایا خدا نے فرمایا یہاں سے دور ہو بے شک تو
رَجِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ
پھٹکارا گیا ہے اور بے شک تجھ پر لعنت ہے

فوائد اور ان کے معاون اور نباتات کے منافع بہ آواز بلند اپنے خالق یکتا کی توحید و صناعی پر گواہی دے رہے ہیں۔ جن کی طرف وانبتنا فیہا من کل شیء موزون میں اشارہ ہے۔ موزوں سے مراد اندازہ کی ہوئی چیز یعنی زمین میں یا پہاڑوں میں یہ بے انتہا جڑی بوٹیاں اس کے اندازہ علمی سے باہر نہیں۔ یا یہ مراد کہ وہ وزن رکھتی ہیں یعنی بے فائدہ اور عبث نہیں عمدہ اور متناسب چیز کو موزوں کہتے ہیں جیسا کہ کلام موزوں وجعلنا لکم فیہا معایش۔ سوم نہ صرف بندوں کی معاش اور روزی زمین پر پیدا کی بلکہ من لستم لہ برازقین چار پائے اور تمہارے نوکر غلام بال بچے کہ جن کو اپنے زعم میں تم روزی دیتے ہو ان کی روزی بھی اسی نے پیدا کی نہ تم نے۔ یا یہ معنی کہ جن چیزوں کے تم روزی رساں نہیں جیسے چار پائے تمہارے غلام وغیرہ ان کو بھی خدا ہی نے تمہارے لیے پیدا کیا۔

وان من شیء یہاں سے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ عالم وجود میں جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں وہ بقدر حاجت مخلوق ظاہر کرتے ہیں یہ نہیں کہ وہ ہمارے ہاں اسی قدر تھا۔ بلکہ اس کے خزانے ہمارے پاس ہیں یعنی ہمارے ہاں بے انتہا ہے۔ بارش وغیرہ سب کا یہی حال ہے وارسلنا الریح لواقح تیسری دلیل ہے کہ ابر اٹھانے والی ہواؤں کا چلانا اور مینہ برسانا اور بندوں کو نفع پہنچانا اسی کا کام ہے۔ وانا لنحن نحیی ونمیت یہ چوتھی دلیل ہے کہ باوجودیکہ اپنی بقا میں کوئی کیسی ہی کوشش کرے مگر ہم مارتے ہیں اور ہم ہی پیدا کرتے ہیں۔ اس میں کسی کو بھی دخل نہیں اور اگلے جو ہو چکے ہیں اور آئندہ جو ہوں گے وہ سب ہم کو معلوم ہیں اور پھر ہم سب کو جمع کر لیں گے۔ یہ بھی ہمارا ہی کام ہے کیونکہ ہم حکیم اور علیم ہیں اس میں دار آخرت کا بھی کس عمدگی سے اثبات ہے۔

إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٣٥﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي
قیامت تک — اس نے کہا اے رب مجھے مہلت دے

إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٣٦﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ
اس دن تک کہ مردے جی اٹھیں — فرمایا فرمایا — البتہ تو ہے

الْمُنظَرِينَ ﴿٣٧﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾
مہلت — وقت معلوم — قیامت کے دن تک

قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ
اس نے کہا اے رب تو نے مجھے — اغوا کیا میں ضرور آراستہ کر دوں گا

لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾
زمین میں — بہکاؤں گا — اور سب کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ قَالَ
مگر تیرے — بندے — خاص — بندے — ان میں سے — خالص کئے ہوئے — فرمایا

هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿٤١﴾ إِنَّ
یہی — راستہ — ہے — مجھ تک پہنچنے والا — بے شک

عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا
میرے بندے — نہیں — تجھ کو — ان پر — کوئی زور — مگر

مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ وَإِنَّ
جو تیری پیروی کرے — گمراہوں میں سے — اور

جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾
جہنم — البتہ — وعدہ — ان سب کا — ہے

لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ
اس کے — سات — دروازے ہیں — ہر دروازے کے لئے

مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٤﴾
ان میں سے — ایک ایک — فرقہ — بٹا ہوا ہے۔

ترکیب

من جا موضع جر میں صفت ہے صلصال کی یا مادۃ البیان۔ والجان منصوب ہے علی شرط التفسیر ای الم جعلہ

مقدر ہے قال کا فاذا شرط و تحت عطف ہے سویتہ پر فقعوا فت جواب شرط ہیں اور قعوا امر ہے وقع طبع سے تمام جملہ خبریہ ہے قال کے اور ابلیس اگر منقطع کہا جائے تو الی ان الا کے ساتھ متصل ہوگا اے لکن۔ اور اگر متصل مانا جاوے گا تو معلوم ہوگا سائل کا جواب۔ اعلم ابلیس الاسود قال ابو عبیدۃ الحما بسکون المیم والتحریک والجمع الحامئ کمرۃ وتمر والحما مصدر مثل الطمع والجزع والمسنون حال الطین ہوا التغیر واصلہ من سنت الحجر علی الحجر اذا حکتہ وایخرج منہا یقال لہ اسنانہ۔ وقیل اصلہ من ان الماء اذا تغیر ومنہ قولہ لم یتسنہ وقولہ من ماء غیر آسن وقال ابو عبیدۃ المسنون المصبوب والسن الصب وقال ہو المسنون المصور صلصالا الطین یابسا تصلصل اذا حرک واذا طبخ بالنار فہو الخزف ومنہ

تفسیر

یہ پانچویں دلیل ہے توحید پر۔ پہلی آیات میں عام حیوانات کے پیدا کرنے سے توحید ثابت کی گئی تھی۔ ان آیات میں انسان اور جن کے پیدا کرنے کا ذکر کر کے اپنی توحید ثابت کرتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ حوادث کا سلسلہ غیر متناہی نہیں ضرور اس کی ابتدا ہوتی ہے تو اب انسان کا سلسلہ کہ جس کی پیدائش کے اندر یہ کرے ہوتی ہے ضرور کسی ایک ایسے شخص سے ہوگا کہ جو ماں باپ سے پیدا نہ ہوا ہو اور چونکہ انسان زبان پر رہتا ہے محسوس ہوتا ہے اور ایک دوسرے سے ملاقی ہوتا ہے جسم کثیف رکھتا ہے اور اسی لئے اس کی کیفیت کھنکھناہٹ اور اس کو دشمن خاندان کو دیتا کیفیت باشعور و بالغی۔ تفسیر کبیر۔

اس لیے ضرور ہوا کہ اس کا مادہ غالب خاک ہو و لقد خلقنا الانسان من صلصال سے خاک سے بنے ہوئے

اور گارا بنائے اس کا پتلا نہیں بن سکتا۔ من حما مسنون۔ لہٰذا اس سرِ سلسلہ کو جس کا نام آدم علیہ السلام ہے خاک سے گوندھ کر بنایا اور پھر اس پتلے میں روح ڈالی اور فرشتوں سے سجدۂ تعظیمی کرایا۔ اگر غور کیا جائے تو عاقل بہت جلد اقرار کر سکتا ہے کہ خاک اور پانی کا از خود جمع ہونا اور اس میں روح پڑنا از خود ممکن نہیں ضرور یہ کسی حکیم و علیم کا کام ہو۔ اور صرف آدم ہی کو ہم نے قدرت کاملہ سے پیدا نہیں کیا، بلکہ والجان خلقنٰہ من قبل من نار السموم اس سے سیکڑوں ہزاروں برس پیشتر جنات کے سرِ سلسلہ جانؔ کو آگ سے پیدا کر چکے ہیں۔

جانؔ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جان سب جنوں کے باپ کا نام ہے اور یہی قول اکثر مفسرین کا ہے اور یہی ٹھیک بھی معلوم ہوتا ہے گو بعض نے جان سے مراد ابلیس لیا ہے۔ جان کے معنی لغت میں ساتر یعنی چھپنے والے کے ہیں کہتے ہیں جنّ الشیٔ اذا سترہٗ چونکہ آدمؑ کے خلاف اس کا غالب مادہ آگ کا لطیف شعلہ ہے اس لیے یہ قوم محسوس نہیں ہوتی ہر ایک کو دکھلائی نہیں دیتی، اور اس لیے اس قوم کو جن اور اس کے باپ کو جان کہتے ہیں۔

خدائے تعالیٰ لطیف و خبیر نے اول ملائکہ کو بنایا ان کے بعد جن کی قوم کو، جن کا مادہ ملائکہ سے ذرا قریب تر تھا، پھر انسان کو جس کا مادہ کثیف ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ دیگر حیوانات گدھا گھوڑا گائے بھینس وغیرہ کب بنائے۔ آدم سے پہلے یا پیچھے لیکن اس میں تو کوئی بھی شبہ نہیں کہ ان انواع کا بھی ایک ایک سرِ سلسلہ ہے جس سے یہ انواع پھیلے ہوں گے۔ اس آیت سے یہ بات تو صاف صاف معلوم ہو گئی کہ قوم جن انسان کے غیر ہے اور اس سے پہلے بنی ہے اور اس کا مادہ بھی انسان کے مادہ سے غیر ہے پھر جو مسلمان کہلا کر غیر محسوس ہونے کی وجہ سے بہ تقلید فلاسفہ قوم جن کا انکار کرتا ہے اور توجیہ باطل کر کے ان کو انسانوں کے زمرے میں ملاتا ہے محض جاہل ہے۔

ان جنوں کا سرِ سلسلہ جان نبی تھا یا نہیں قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس قوم میں جو کافر سرکش ہیں جن کا پہلا پیشوا ابلیس ہے ان کو شیاطین کہتے ہیں۔ قوم جن کی کیفیت کسی قدر رقم مقدمۂ تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ بحث کہ حضرت آدم علیہ السلام زمین پر کس جگہ بنائے گئے تھے سورۂ بقرہ کی تفسیر میں آ چکی ہے۔

ہر چند آدمؑ خاک سے بنایا گیا مگر اس میں وہ اسرارِ حکمت رکھے تھے کہ جن کی نہ فرشتوں کو نہ ابلیس کو خبر تھی اس لیے اس کے پیدا ہونے سے پیشتر ملائکہ کو خبر کر دی اور حکم دے دیا کہ جب وہ بن کے تیار ہو تو سب کے سب اس کے آگے جھک جانا تعظیم کے لیے۔ فرشتوں نے تو ایسا ہی کیا مگر ابلیس نے اس کے مادۂ خاکی پر لحاظ کر کے اس کو کم تر اور اپنے تئیں اچھا سمجھا اور تکبر کی راہ سے حکمِ الٰہی نہ بجا لایا اس کی سزا میں نکالا گیا اور بنی آدم کے بہکانے کا بیڑا اٹھایا۔ اس لیے حشر تک زندہ رہنے کی دعا کی مگر وہاں سے وقتِ معین یعنی صور پھونکنے تک کی منظوری ہوئی موت سے چارہ نہ ہوا اور فرما دیا کہ میرے خالص بندوں پر تیرا بس نہ چلے گا اور جو تیرے کہنے میں آئے گا جہنم میں جائے گا جس کے سات دروازے یا طبقے ہیں یعنی جہنم بھی بڑی لمبی چوڑی تیار رکھی ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٤٥﴾

ضرور پرہیزگار باغوں اور چشموں میں رہیں گے۔

ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ﴿٤٦﴾ وَ

(کہا جائیگا کہ) ان باغوں میں سلامتی اور امن سے جا کر رہو۔ اور

نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ
اور نکال دیں ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش ہو کہ اس کو بھی دور کر دیں گے

اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا
وہ بھائی بھائی ہو کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے نہ

يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا
ان کو وہاں کچھ رنج پہنچے گا نہ وہاں سے نکالے

بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ
جائیں گے (اے پیغمبر) ہمارے بندوں کو خبر دے دو کہ میں

اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ
بڑا معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہوں اور یہ بھی خبر دے دو کہ میرا عذاب

هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ
بھی سخت ہے اور ابراہیم کے

عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا
مہمانوں کا حال بھی ان کو سنا دو جب کہ وہ ان کے

عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ
پاس آئے تو سلام کہا (ابراہیم نے) کہا کہ ہم تم سے

وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا
ڈر معلوم ہوتا ہے وہ بولے کچھ خوف نہ کھائیے ہم

نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ
آپ کو خوشخبری دیتے ہیں ایک دانا لڑکے کی (ابراہیم نے) کہا کیا مجھ کو

عَلٰٓي اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾
بڑھاپے میں مژدہ دیتے ہو سو (اب) کاہے کا مژدہ دیتے ہو

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ
(انہوں نے) کہا آپ کو سچی مژدہ دیتے ہیں پھر آپ نا امید

الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ
نہ ہوں (ابراہیم نے) کہا اپنے رب کی رحمت سے

رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ ﴿۵۶﴾
نا امید تو گمراہ لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾
(ابراہیم نے) کہا (اے فرشتو) تمہارا کیا قصد ہے؟

قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾
انہوں نے کہا ہم ایک نافرمان قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں

اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾
مگر لوط کے گھر کو کہ ہم ان سب کو بچا لیں گے

اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا
مگر اس کی بیوی کے کہ ہم نے ٹھان لیا ہے کہ وہ

لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾
پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

ترکیب

بسلام حال ہے فاعل اور مفعول سے۔ اے سالمین او مسلما علیکم۔ اخوانا حال ہے علی سرر بھی حال ہے اور متقابلین بھی۔ علی ان موضع حال میں ہے اسے بشر تمونی کہیں۔ تبشرون کے نون کو مکسور پڑھا ہے۔ نون وقایہ ہے۔

تفسیر

توحید ثابت کرنے کے ضمن میں دار آخرت کا ذکر آگیا اور وہاں گناہگاروں کے لیے جہنم میں جانا بھی مذکور ہوا تو اس کے بعد نیک لوگوں کا حال اور انجام کا بیان کرنا تو بایمان کو تمام کر دیتا ہے فرماتا ہے متقین یعنی شرک و کفر سے بچنے والے یا کم از کم حتی المقدور باز رہنے والوں کو باغ اور ان میں نہریں ملیں گے اور فرشتے ان سے استقبال کرنے کو آئیں گے ان باغوں اور چشموں میں سلامتی اور امن سے داخل ہو جاؤ یا سلام علیکم کہیں گے اور جنتیوں کے

دلوں میں باہمی کدورت اور رنج نہ ہوگا دنیاوی رنجشیں دل سے نکال دی جاویں گی بھائی بھائی بنے ہوئے سونے کے تختوں پر آمنے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے کسی کو کوئی بیماری وغیرہ کی تکلیف نہ ہوگی نہ وہاں سے نکلیں گے اس لیے فرماتا ہے کہ بندوں کو کہہ دو کہ میں غفور رحیم ہوں فرماں برداروں کو جنت دوں گا اور میرا عذاب بھی سخت ہے۔

توحید اور دار آخرت کا ذکر کر کے انبیاء سابقین اور ان کی قوموں کے عبرتناک واقعات شروع ہوتے ہیں تاکہ ناظرین کو عبرت اور نصیحت ہو۔ یہاں سب سے اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اور اس کے ضمن میں لوط علیہ السلام کی قوم پر ہلاک آنے کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک روز خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس چند مسافر آئے۔ مہمانی کے طور پر حضرت ان کے لیے تلا ہوا بچھڑا کھانے کو لائے وہ دراصل فرشتے تھے، کھانے سے انہوں نے ہاتھ روکا ابراہیم سمجھے کہ یہ دشمن ہیں کیوں کہ اس عہد میں دشمن اپنے دشمن کے گھر کھانا نہیں کھاتا تھا یہی علامت عداوت تھی کہنے لگے مجھے تم سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ فرشتوں نے ابراہیم کی تسلی کی اور حضرت اسحاق کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ اور لوط کی قوم کے ہلاک کرنے کا قصہ بیان کیا۔ بحیرہ لوط کے کنارے قوم لوط کی کئی بستیاں تھیں جنہیں اغلام کی عادت تھی۔ فرشتوں نے کہہ دیا کہ ہم اس ناپاک قوم کو ہلاک کرنے آئے ہیں مگر لوط نبی اور اس کے خاندان کو بجز ان کی بیوی کے کہ وہ قوم میں پیچھے رہ جائے گی بچا لیں گے۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾

پھر جب　لوط کے گھر　فرشتے　پہنچے

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا

تو (لوط نے) کہا کہ تم اجنبی لوگ ہو　وہ بولے

بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾

بلکہ ہم تمہارے پاس وہ چیز لائے ہیں جس میں یہ شک کرتے ہیں

وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾

اور ہم تمہارے پاس مقرر کی ہوئی بات لائے ہیں اور ہم سچے ہیں

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ

پس تم اپنے لوگوں کو کچھ رات رہے سے لے نکلو　اور

اتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ

تم ان کے پیچھے ہو لو　اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ

اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾

دیکھے　اور جہاں کا حکم کیا جاوے (وہاں) چلے جانا

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ

اور ہم نے لوط کو قطعی طور پر یہ بات بتلا دی تھی کہ اس قوم کی

هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَ

صبح ہوتے ہوتے　جڑ کٹ چکے گی　اور

جَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾

(یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ) شہر والے خوشیاں مناتے ہوئے آئے۔

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾

(لوط نے ان سے) کہا یہ میرے مہمان ہیں سو مجھے رسوا نہ کرو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ

اور اللہ سے ڈرو　اور مجھے بے عزت نہ کرو　وہ کہنے لگے کیا تم کو

نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ

ہم نے دنیا بھر کی حمایت سے منع نہیں کر دیا ہے۔ لوط نے کہا یہ میری بیٹیاں

بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ

موجود ہیں اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے　(اے محمد) آپ کی جان کی قسم

اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾

گویا وہ اپنے نشے میں اندھے ہو رہے تھے (لوط کی کیا سنتے)

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾

پھر تو ان نکلتے ہی ان کو ہول ناک آواز نے آ لیا

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

پھر تو ہم نے ان بستیوں کو زیر و زبر کر دیا　اور ان پر کنکر کے پتھر

لہ یعنی ان سے نکاح کر لو۔ ۱۲ منہ

حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ ﴿٨٢﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

برسانے　　البتہ　　اس　　میں

لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿٨٣﴾ وَإِنَّهَا

عبرتیں ہیں دیکھنے والوں کو　　اور بستیاں

لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ ﴿٨٤﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

سیدھے رستے پر واقع ہیں　　البتہ　　اس　　میں

لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾

ایمان والوں کے لئے نشانی ہے

ترکیب

لوم تنک لاستفہام للانکار والواو للعطف علی مقدر ای لم نحذرک ولم ننک عن ان نحمل فی شان احد ولا نسمہ ناہ بالضیافۃ اعرف الوبع والضم واحد لکنہم نصوا الضم بالضم اضیاء الاخف لکثرۃ الاستعمال والفتح المفسرون انہ قسم بحیاۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانا ہؤلاء بناتی لوط وہی سدوم بسبیل مقیم ای بطریق ثابت واضح بمعنی فی ای بطریق بسبیل واضح عن المدینۃ الی الشام یری الناس خطیب اللہ الی زمانہ ہذا۔ الجواب مبتدا بنائی خبر یعنی حال ضمیر مکرر قسم ہے و العامل النکرۃ او معنی الاضافۃ۔ حضرت وقت شروع القسم حال ہے۔

تفسیر

پھر جب فرشتے لوط کے گھر پہنچے تو لوط نے ان کو آدمی شکلوں میں دیکھ کر اور اپنی قوم کی بدعادت پر خیال کر کے ان کو آنا مکروہ سمجھا جو کہ مہمان تھے گھبرانے لگے۔ فرشتوں نے لوط سے بیان کر دیا کہ ہم اس قوم ناپاک کی ہلاکت کے لیے آئے ہیں آج ہوتے ہوتے یہ غارت ہو جائیں گے تم اپنے خاندان کو لے کر بڑے سویرے چلے جاؤ اور تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ ان کی خبر بستی میں پہلے پھر گئی تھا یہ معاشرہ شہوت پرستوں نے آکر لوط علیہ السلام کا گھر گھیر لیا اس ارادے سے کہ ان لوگوں سے بدفعلی کریں۔ لوط نے کہا یہ میرے مہمان ہیں ان کی بے عزتی میری بے عزتی ہے۔ خدا سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔ قوم نے کہا ہم نے تجھے منع کر دیا ہے کہ تو دنیا بھر کی حمایت نہ کیا کر یہ تیرے ہیں جو تو ان کی حمایت کرتا ہے۔ لوط نے کہا خیر اگر تمہیں یہی مقصود ہے تو میری یہ بیٹیاں موجود ہیں ان سے نکاح کر لو۔ خدا تعالیٰ حضرت سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ تیری عمر کی قسم وہ اپنی مستی میں اندھے ہو رہے تھے اور بدمست اور شریر تھے لوط کی کیا سنتے۔

حقیقت میں جس قوم پر ابر و باد الٰہی نازل ہونے کو ہوتا ہے تب وہ اس بدفعلی میں اندھے ہو جاتے ہیں کہ

ف۔ بحیرۂ مردار۔ شمال عرب و جنوب شام میں جبل شعیب ہے اس کے کنارے پر چند بستیاں تھیں سدوم و عمورہ ان کی ہلاکت کے لیے حضرت ابراہیم کے بھتیجے لوط علیہ السلام کو بھیجا تھا لوط کی بیوی انہیں بستیوں میں رہتی تھی دو بیٹیوں کے سوا اور کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی تھی۔ ان بستیوں کے لوگوں میں علاوہ کفر و شرک کے بدفعلی کے اقسام کی بدعت عادت تھی۔ حضرت لوط وعظ و پند کرتے تھے مگر وہ کب مانتے تھے۔ حضرت کی بیوی کے لیے فرشتے دیکھنے کی صورت میں حضرت ابراہیم کے پاس سے ہو کر لوط کے پاس بھی آئے۔ لوط قوم کی عادت سے واقف تھے اور ان مہمانوں کے آنے سے ناخوش تھے مگر جمال معلوم ہو گیا تو ان کو فکر لگے قوم نے بارہا زور کر کے تکلیف حضرت لوط اور ان کی دو لڑکیوں اور بیوی فرشتوں کے حکم کے مطابق بستی چھوڑ کر باہر چلے مگر حضرت کی بیوی لوگوں اور قوم کی عبرت کے لئے مڑ کر دیکھنے لگی جس کی وجہ سے وہ بھی پتھر کی ہو گئی۔ قوم کی بیٹیوں کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ تمہاری قوم کی بیٹیاں ہیں یا یہ کہ اس قوم کے لیے تو ہماری لڑکیاں کیا کم ہیں ان سے نکاح کر لو۔

کسی کی نہیں سنتے۔ آج کل امرائے اسلام کی عجب حالت افسوس ناک ہے شراب خواری و عیاشی و کاہلی بدعملی و فضول میں انتظام دنیوی ملک کا بندوبست بیدار مغزی ہر کام میں ہوشیاری تو درکنار ملت و مذہب سے بھی ایسے غافل کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان کا مذہب کیا ہے؟ نہ اسلامیوں کی سی صورت نہ سیرت نہ کسی اسلامی فریضے کے پابند اس پر بے دین ملحدوں کی صحبت جو اسلام کی پابندی کو بربادی کا ذریعہ بتلاتے ہیں۔

وانھا الخ یعنی وہ گاؤں اُلٹے ہوئے قریش کو جب کہ ملک شام میں تجارت کے لیے جاتے ہیں تو سیدھے رستے پر ملتے ہیں ان خرابات کے آثار موجود ہیں پھر کیوں عبرت نہیں کرتے؟

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾
اور ایکہ کے لوگ بھی بدکار تھے

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾ ع
پھر تو ان سے بھی ہم نے انتقام لیا اور وہ دونوں شہر کھلے شارع عام پر واقع ہیں۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾
اور البتہ حجر کے باشندوں نے بھی (ہمارے) رسولوں کو جھٹلایا تھا

وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾
باوجودیکہ ہم نے ان کو اپنی نشانیاں بھی دی تھیں پھر وہ ان سے روگردانی کرتے رہے

وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا
اور وہ پہاڑوں میں خاطر جمع سے گھر تراش کرتے

اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ
تھے پھر ان کو صیحہ ہوتے ہوئے

مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا
کڑک نے آلیا پھر تو جو کچھ وہ (اپنی حفاظت کے لیے)

كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَا خَلَقْنَا
کرتے تھے کچھ بھی کام نہ آیا اور ہم نے آسمانوں اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا
زمین کو اور ان کے اندر کی چیزوں کو بغیر حکمت کے نہیں

بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ ؕ فَاصْفَحِ
بنایا اور قیامت ضرور آنے والی ہے پس آپ ان سے

الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ
خوش خلقی سے درگذر کیجیے بے شک آپ کا رب ہی پیدا کرنے والا

الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ
بڑا جاننے والا ہے اور ہم نے ہی آپ کو سات آیتیں دوہری (الحمد)

الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ
اور قرآن عظمت والا دیا آپ ان اقسام

عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا
اقسام کی چیزوں کی طرف جو ہم نے ان کو برتنے کے لیے دے رکھی ہیں اپنی

مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ
نظر نہ دوڑائیے اور نہ ان پر رنج کیجیے اور (آپ)

جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّيْٓ
ایمان داروں کے لیے جھک جائیے اور (کافروں سے) کہہ دیجیے کہ میں تو

اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى
کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں (ہم نے اسی طرح نازل کیا) جس طرح کہ تقسیم

الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ
کرنے والوں پر نازل کیا تھا ان پر کہ جنہوں نے قرآن کو

عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ
جدا جدا کر دیا آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے

اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾
پرسش کریں گے کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔

ف اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں کہ کیا نازل کیا مقتسمین کون ہیں اور قرآن کو پارہ پارہ کر دینے سے کیا مراد ہے (بقیہ صفحہ آئندہ)

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ
پھر جس کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے اور منہ پھیر لیجئے
الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٤﴾ إِنَّا كَفَيْنَاكَ
مشرکین سے ﴿٩٤﴾ ہم کافی ہیں آپ کی طرف سے
الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿٩٥﴾ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ
ٹھٹھا کرنے والوں کے لیے ﴿٩٥﴾ اور جو کہ ٹھہراتے ہیں
مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾
ساتھ اللہ کے معبود دوسرا پس عنقریب جان لیں گے ﴿٩٦﴾
وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ
اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کا دل ان کی باتوں سے
بِمَا يَقُولُونَ ﴿٩٧﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
تنگ ہوتا ہے ﴿٩٧﴾ پس تسبیح کیجئے ساتھ حمد کے پروردگار
وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ﴿٩٨﴾ وَاعْبُدْ
اور ہو جائیے سجدہ کرنے والوں میں ﴿٩٨﴾ اور عبادت کیجئے
رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿٩٩﴾
اپنے رب کی یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے ﴿٩٩﴾

ترکیب

الیک یحیی الشجر و یحیی الشی والجمع الایک و فی الاصل ہم عشر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بعض کہتے ہیں آیت کے یہ معنی ہیں کہ گھٹا دیں تمہارے لیے اعمال اس عذاب کے جو ڈالے تھا ہوں جیسا کہ مقتسمین پر عذاب نازل ہوا تھا۔ جیسے وہ مقتسمین کون تھے؟ بعض کہتے ہیں وہ کہ جنہوں نے باہم صلاح کر لیا تھا یعنی رسول علیہ السلام کو رسول ہونے سے جھٹلانے کی قسم کھائی تھی۔ اور ان اجزاء القرآن مقتسمین کی صفت نہیں بلکہ محذوف کی اے ما التقدیر الذین اقسموا القرآن جعلوہ اجزاء اس تقدیر پر اس القرآن سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ مکہ جنہوں نے قسم کھا کر کہا تھا کہ قرآن کچھ تو جادو ہے اور کچھ اس میں جادو ہے اور کچھ مشعر ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ کچھ قسمیں ان کی مرضی کے موافق تھا اس کو مانتے تھے اور جو نہ تھا اس کو نہیں مانتے تھے۔ یا تھا ان کا قرآن کو تقسیم کرنا۔ اب اس آیت سے مراد عذاب نازل کرنا دیا جائے بلکہ کلام الٰہی۔ تب یہ معنی ہوں گے کہ نے کفار مکہ قرآن کے متعلق کہا کہ کیوں نہیں اترتا جیسا کہ اور کتابیں نازل کی گئیں جیسا کہ ان سے آگے ان قوموں پر کلام نازل کیا تھا انہوں نے تو قرآن کو جھوٹ کر دیا وہ کون ہوا (نصیری)۔ قرآن میں سے جو کچھ ان کے مطلب کے موافق ہے اس حصہ کو مانتے ہیں اور دوسرے کو نہیں (منہ)

الطف والمراد بہا الموضعۃ التی ہی محل شجر ذات جنۃ قیل اسم قریۃ قال ابو عبیدۃ ایکۃ و ایکۃ ناحیۃ الشجر و قال ابن قتیبہ کانوا اہل غیاض و اشجار و قال ابن جریر ہی ارض بین الحجاز و الشام۔ کلما انتہا کانت موضع نصب علی نعت ہے مصدر محذوف کی اے انقدنا کانت سبط من المثانی ابتدا کما انزلنا الذین اقتسموا القرآن قیل ہو وصف المقسمین التقدیر ثم مقاسما مثل العذاب الذی انزلنا علیہم المقتسمین اجزاء جمع عضۃ و اصلہا عضوۃ: بالتوریۃ ما مصدر ہے تو محذوف نہیں اور علی بمعنی الذی ہے تو عائد محذوف۔ والمثانی جمع مثنا سمی الفاتحۃ و ہی الکثیر و قیل جمع مثنیۃ و ہی الفاتحۃ بعد قرأۃ قال الزجاج مثنی بما یقرء بعد اسمہا۔ الازواج الاصناف۔

تفسیر

وان کان یہ ضمیر اصحاب الایکہ کا ہے۔ ایکہ درختوں کے گھنے کو کہتے ہیں یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے جو حوالی مدین میں رہتی تھی۔ بعض کہتے ہیں اہل مدین ہی کو اصحاب الایکہ یعنی بن والے کہتے ہیں اس سبب سے کہ ان کی بستی کے پاس درختوں کے بہت جھنڈ تھے۔ مدین قوم کے مشرق کنارہ کی طرف عرب کے گوشہ مغرب و شمال میں آباد تھا۔

وہاں کے لوگ بڑے بدکار تھے حضرت شعیب علیہ السلام کا کہنا نہیں مانتے تھے تب خدا نے اس قوم بد سے انتقام لیا۔ پہلے زلزلہ کی ہیبت ناک آواز محسوس ہوئی اور زمین سے مادۂ آتشیں اور گرم بخارات نکل کر دھواں سا ابر کی طرح نمودار ہوا اسی لیے ان کی ہلاکت کے دن کو یوم الظلۃ کہتے تھے۔ اس حادثہ میں وہ قوم نیست و نابود ہوگئی۔ یہ قصہ بھی عرب میں مشہور و معروف تھا۔ وانہما یعنی سدوم وغیرہ لوط کی بستیاں جو شام کے جنوبی حصہ میں جھیل مردار پر واقع تھیں اور شعیب کی بستی مدین۔ بعض کہتے ہیں انہما سے مراد مدین اور ایکہ ہے جو اسی کے پاس ایک دوسری بستی تھی اس کے لوگ بھی قوم حضرت شعیب میں تھے اور وہ بھی بدکاری میں مدین والوں کے مانند تھے اسی حادثہ میں ساتھ ہی وہ بھی ہلاک ہوئے یعنی یہ دونوں مقام عبرت خیز بامام مبین کشادہ رستہ پر واقع ہیں۔ آتے جاتے ہیں قریش مکہ کو وہاں کے آثار باقیہ نظر آتے ہیں۔ عبرت عبرت!!

ولقد کذب اصحاب الحجر یہ چوتھا قصہ اصحاب حجر کا ہے۔ یعنی حجر کے رہنے والوں کا۔ حجر اس وادی کو کہتے ہیں جو عرب و شام کے درمیان واقع ہے یعنی قوم ثمود، صالح پیغمبر علیہ السلام کی امت۔ یہ قوم بھی بدکار تھی اطمینان سے پہاڑوں میں گھر تراشتے تھے۔ صالح علیہ السلام نے ناقہ کا معجزہ دکھایا اور نیز بہت سی آیات قدرت موجودہ میں سے کسی میں غور نہ کیا ہلاک ہوئے۔ اس کی تفصیل سورۂ اعراف میں دیکھو۔ اگرچہ انہوں نے صرف ایک نبی صالح کو جھٹلایا مگر صالح وہی باتیں کہتے تھے جو اور انبیاء فرما گئے تھے اس لیے انہوں نے سب انبیاء کو جھٹلایا۔ وما خلقنا السموٰت الی ہو الخلاق العلیم ان قصوں کو سن کر مکہ کے مشرک یہ خیال کرتے ہوں گے (اور منکر بھی ایسا ہی خیال کرتے ہیں کہ پہلی قوموں کے لیے خدائے تعالیٰ نشانیاں دکھلاتا تھا اب کیوں نہیں دکھلاتا اور پھر ان کی سرکشی پر ہلاک کر دیتا تھا اب ایسا کیوں نہیں کرتا اور اس پر بہت اصرار کر کے پیغمبر علیہ السلام سے تمسخر کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ بس جو کچھ انسان کے لیے سعادت و شقاوت ہے وہ اسی دنیا میں ہے قیامت کیسی اور دار آخرت کیسا؟ اور اچھائیاں ہے تو پھر دنیا میں منکروں کو کیوں پیدا کرتا ہے اور کیوں ان کو عیش و آرام دیتا ہے؟ ان چاروں باتوں کا جواب اس آیت کے چاروں جملوں میں کس لطف اور شان کبریائی کے ساتھ دیتا ہے وما خلقنا السموٰت والارض وما بینہما الا بالحق۔ یہ پہلی بات کا جواب ہے کہ آسمانوں اور زمین اور ان کی ہر چیز کو اور ان کے تغیرات کو دیکھو کہ ان میں ہماری کس قدر نشانیاں ہیں ہر چیز کو ہم نے کس اسلوب کے ساتھ بنایا ہے۔ اب غور کرنے والوں کے نزدیک ان سے بڑھ کر اور کون سے معجزات آسکتے ہیں۔ وان الساعۃ لاٰتیۃ اس میں دوسری بات کا جواب ہے کہ اب قیامت بہت قریب آلگی ہے وہیں جزا سزا جلد ہو جاوے گی اور پہلوں کو تمہارے لیے نظیر بنا دیا ہے اب قرب قیامت میں تم کس کے لیے نظیر ہو گے معاملہ قریب آلگا نہ اب وہ عمریں ہیں نہ وہ قوی ہیں اس لیے تم سے ولیسا نہیں کیا جاتا۔ فاصفح الصفح الجمیل میں ایسے نادانوں حمقاء سے اعراض کرنے کا حکم دیا، اس میں تیسری بات کا جواب ہے۔ وہو الخلاق العلیم میں چوتھی بات کا جواب ہے کہ اس میں جو کچھ حکمتیں ہیں ان کو وہی علیم جانتا ہے۔ ولقد اٰتینٰک الی قولہ النذیر المبین ان جملوں میں ان کی تیسری بات کا اور بھی رد کرتا ہے کہ وہ اسباب دنیا، فانی پر فخر کر کے اے پیغمبر آپ سے کیا تمسخر کرتے ہیں ہم نے آپ کو دولت سرمدیہ عطا کی ہے وہ کیا؟ سبعا من المثانی (المثانی تثنیۃ یا ثناء سے مشتق ہے) اس میں مختلف اقوال ہیں مگر جمہور کے نزدیک سورۂ فاتحہ کی سات آیات مراد ہیں کہ جو نماز میں دہرائی

جاتی ہیں اور جن میں خدا کی مشیت و وصف بھی ہے اور قرآن عظیم بھی حضرت کے مقابلہ میں اور کوئی دولت و حشمت نہیں ہیں لیے لاتمدنا ان کے اسباب دنیا اور اس کلاست کی طرف لیے بغیر دخطاب ہے مگر حضرت کی طرف سے شکر مزاد الہ ایمان میں انظر بھی نہ ڈال اور وہ اس دنیا، فانی پر غرور و تکبر کرتے ہیں مگر آپ اس نعمت عظمیٰ بدلے بغیر ایمان داروں کے لیے جھک جاؤ نرمی اور فروتنی کرو (چنانچہ آپ ایسا ہی کرتے تھے) اور کہہ دیجیے کہ میں کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں۔

تفسیر قرآنی والی ہے۔ کما انزلنا علی المقتسمین بالانزال جعلوا القرآن عضین۔ اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں صاف یہ ہے کہ ہم باقی مخالفین پر اسی طرح سے بلا نازل کریں گے کہ جیسے ہم نے ان لوگوں پر نازل کی تھی کہ جنہوں نے قرآن کو بانٹ رکھے کیے تھے۔ اس میں بھی مفسرین کئی طریق سے بیان کرتے ہیں مگر عمدہ یہ ہے کہ مشرکین مکہ میں سے چند شریر اور سرکش تھے کہ جنہوں نے ایام حج میں مکہ کے رستے بانٹ رکھے تھے ہر ایک کو ایک رستے پر بٹھا دیا تھا کہ جو لوگ اس راہ سے آئیں ان کو کہو کہ ہم میں محمد جادوگر ہے ایسا ہے ایسا ہے اس کی بات نہ ماننا اور انہیں نے تمسخر کی راہ سے قرآن کی سورتوں کے نامون پر خیال کر کے اس کے حصے کیے تھے کوئی کہتا تھا کہ بقرہ میں لوں گا عنکبوت تجھے دیتا ہوں علی ہذا القیاس یہ لوگ بری موت مرے اس پر اور لوگوں کو متنبہ کرتا ہے اور پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ ان تمسخر کرنے والوں کو تمہاری طرف سے ہم کافی ہیں سو وہ کافی ہوا۔ چوں کہ مشرکین کی باتوں سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اور یہ ایک فطری بات ہے اس لیے آپ کو تسلی دی کہ آپ کی طرف سے ہم ان کو کافی ہیں ان کا کوئی کید آپ پر غالب نہ آئے گا۔ نہ وہ اس چشمۂ ہدایت کو بند کر سکیں گے سوا ایسا ہی

ہوا بھی۔

اس کے بعد حمد و ہموم و غموم دفع کرنے والے عمل کی طرف رغبت دلاتا ہے اور تعلیم رسالت کے بعد اصل کام بھی وہی ہے جس سے روح کو قوت ہوتی ہے وہ کیا تسبیح بحمد ربک ہو کہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔ جب بندہ اس خالق و مالک کی بخشش و صفات و نعمت سے تبری کرتا ہے اور اسی کو تسبیح بھی کہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی بے حد نعمتوں کا شکر گزاری اور اس کے اوصاف حمیدہ پر خوش بیانی زبان سے ایسے دلآویز حال سے بیان کرتا ہے تو ایک انجذاب بارگاہ قدس تک پیدا ہوتا ہے پھر بارگاہ قدس میں بندہ کو بجز عبادت الٰہی کے خواہ ذکر ہو یا مراقبہ ہو یا اور کچھ نہیں ہوتا اس لیے اس کے بعد یہ بھی فرمایا واعبد ربک کہ اپنے رب کی عبادت میں مصروف رہا کرو۔ مگر جب تک یہ الطاف الٰہی قائم نہیں ہوتا بندہ کی تکمیل نہیں ہوتی اس لیے اس کو مقیدہ کر دیا عارف و سالک کو حضور میں پہنچاتا ہے ؎

ہر دو یقیں ہر دو ہے خیال
نماند سرا پردہ الا جلال

یہ تسبیح و عبادت کاروبار رسالت کی تکان کے لیے ایک قوت بخش دوا ہے ؎

ہر چند ہیر و خستہ ز ناتوان شدم
ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جوان شدم

سورۂ نحل

مکی ہے۔ اس میں ۱۲۸ آیات ۱۶ رکوع ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ ۚ سُبْحَانَهُ
(منکرو) خدا کا حکم آگیا (عذاب) سو تم اس کی جلدی نہ کرو وہ پاک
وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ① يُنَزِّلُ
اور بری ہے ان کے شریک ٹھیرانے سے وہ اپنے بندوں
الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ
سے جس کے پاس چاہتا ہے فرشتوں کو وحی دے کر
عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ
بھیجتا ہے کہ (لوگوں کو)
أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا ع
متنبہ کر دو کہ میرے سوا اور کوئی (دوسرا) معبود نہیں
فَاتَّقُونِ ② خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ
پھر مجھ سے ہی ڈرا کرو (لوگو) اسی نے آسمانوں اور
الْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ③
زمین کو حکمت سے بنایا پاک ہے ان کے شریک ٹھیرانے سے
خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ
آدمی کو اسی نے پانی کی بوند سے پیدا کیا پھر وہ یکایک
خَصِيمٌ مُبِينٌ ④ وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ
کھلا کھلا جھگڑنے لگا اور چارپایوں کو بھی اسی نے بنایا
لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا
تمہارے لئے ان میں جڑاول ہے (۱) اور فائدے بھی اور بعض کو ان میں سے
تَأْكُلُونَ ⑤ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ
تم کھاتے بھی ہو اور تمہارے لئے ان میں زینت بھی ہوتی ہے
حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ⑥
جبکہ تم ان کو شام کو چرا کر واپس لاتے ہو اور جبکہ صبح کو (چرانے) جنگل لے جاتے ہو
وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا
اور وہ تمہارے بوجھ (بھی) اٹھا کر ان شہروں تک لے جاتے ہیں کہ
بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ
جہاں تک تم بجز جان کاہی کے نہیں پہنچ سکتے بے شک تمہارا رب

لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ⑦ وَالْخَيْلَ وَ
تم پر بڑا شفیق مہربان ہے اور گھوڑے اور
الْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَ
خچر اور گدھے (بھی) اسی نے تمہاری سواری اور زیبائش
زِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ⑧
کے لیے پیدا کیے اور وہ (بہت سی ایسی چیزیں) بناتا ہے جنہیں تم جانتے بھی نہیں
وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ۚ
اور سیدھا راستہ تو وہ خدا تک پہنچاتا ہے اور بعض ٹیڑھے رستے بھی ہیں
وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ⑨
اور اللہ چاہتا تو تم سب کو سیدھا راستہ ہی دکھا دیتا۔

ترکیب

اتیٰ صیغہ ماضی مگر معنی میں مستقبل کے ہے۔ ہ ضمیر امر اللہ کی طرف راجع ہے۔ بالروح اسے بالوحی موضع نصب میں حال ہو کر ملائکہ سے اسے و معہا الروح من امرہ روح سے حال ہے۔ ان انذروا ان بمعنی اسے لان الوحی یدل علی القول فیفسر بان۔ انہ اگر جملہ محل نصب میں ہے مفعول انذروا ہو کر۔

تفسیر

یہ سورہ بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ حسن، عکرمہ، جابر بن عبد اللہ، ابن عباس، ابو قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ اس کی ایک سو اٹھائیس آیتیں ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین عرب کو خدا کے عذاب سے ڈرایا کرتے تھے کہ وہ دنیا میں بھی عن قریب آنے والا ہے۔ منکرین کہتے تھے

ف یعنی ان کی کھال اور بالوں سے جاڑے کے کپڑے بنتے ہیں۔
ف دفء۔ معناہ السخونۃ۔ وقال ابن عباس دفء الثیاب، اسے من الاکسیۃ والاردیۃ۔ حقانی

ابھی تو نہیں آیا اگر تو چاہے تو جلد بھیج۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔ اس لیے اس سورۃ میں سب سے اول ان کی اس دلیری اور جلد بازی کا جواب آیا کہ امر الٰہی یعنی عذاب الٰہی عالم غیب میں تم پر مقرر ہو چکا اور تم پر آ چکا گو اللہ اس کو کسی حکمت و مصلحت سے وقت معین پر ہوگا پھر کس لیے جلدی کر رہے ہو۔ فصل بلا فصل ہونے والی اور قریب تر ہونے والی بات کو الٰہی کے لفظوں سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اچھا دنیا میں یا آخرت میں ہمارے ان افعال بد کو کوئی بلا بھی آئے تو کیا بلا دو اے خدا، اے بزرگ خدا، اے فرشتہ خدا، اے تاجو خدا کے پاس کار مختار ہے اور اس کے ساتھ خدا و قدر میں شریک ہے ان کی موت ہی ہو جیسے ہیں خود دعا کرتے ہیں وہ ہماری بلا کو دفع کر دیں گے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے سبحان اللہ تعالیٰ عما یشرکون۔ وہ جن کو تم اس کا شریک بناتے ہو ان سے بری ہے۔ یعنی اس کا کوئی شریک نہیں اس کے کام میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ اگر ہمارا یہ پاس نہ پسند ہوتا تو ہم کو فرشتے کے ذریعہ سے کیوں نہیں مطلع کر دیتا اسے محمدؐ پر ہی کیا خصوصیت ہے جو تیرے پاس فرشتہ وحی لاتا ہے۔ اس کا جواب دیتا ہے ینزل الملٰئکۃ الخ کہ یہ اللہ کے اختیار کی بات ہے جس کو نبوت کے قابل دیکھتا ہے اس کے پاس فرشتوں کو وحی دے کر بھیج دیتا ہے کہ لوگوں کو مطلع کر دے کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں میری ہی عبادت کرو مجھی سے ڈرو۔ الملٰئکۃ جمع کا صیغہ ہے مگر مراد اس سے ایک فرشتہ جبرئیل ہے۔ یہ ابن عباس کا قول ہے اور واحدی اس کی تائید کرتے ہیں کہ سردار اور رئیس کو محاورۂ عرب میں بلفظ جمع تعبیر کرتے ہیں قرآن مجید میں اس کے بہت سے نظائر موجود ہیں۔ بالروح روح سے مراد وحی اور قرآن ہے۔ قرآن مجید میں اور کئی موقعوں میں قرآن اور وحی پر یہ لفظ بولا گیا ہے۔ از اس جملہ قولہ تعالیٰ ولکن جعلنٰہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ روح نورانی چیز کو کہتے ہیں جو حیات کا باعث ہو جس سے ایک کثیف نورانی ظلمانی چیز ہے۔ خدا تعالیٰ نے جب اس میں روح انسانی ڈالی تو نور کے آثار اس کے حواس خمسہ میں ظاہر ہوئے مگر اس میں بھی کسی قدر تیرگی تھی تو عقل کے ساتھ اس کو منور کیا لیکن عقل بمنزلہ آنکھ کے ہے اور آنکھ جب تک کہ آفتاب یا کوئی اور روشنی نہ ہو کچھ نہیں دیکھ سکتی تو اس کی عظمت آفتاب وحی والہام کے ساتھ دور کی پس قرآن مجید ایک ایسا نور ہے کہ جس سے حیات ابدی قائم ہوتی ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ قرآن اور وحی سے مستفید نہیں وہ نہ صرف اپنے میں ہی محروم ہیں بلکہ حیات ابدی سے بھی محروم ہیں جب کہ خدا تعالیٰ نے اگلی آیت میں بذریعہ وحی توحید پر بقولہ انذروا الخ اور بقولہ بدا بقولہ فاتقون مطلع فرمایا تاکہ باعتبار کمیل قوت نظریہ و عملیہ کے سعادت دارین کے دو رکن تھے۔

اب خلق السموات والارض میں الٰہی خدائی اور یکتائی پر دلائل قائم کرتا ہے اور دلائل بھی وہ کہ جن میں اس کا ہندو بست پر بے حد انعام و لطف پایا جاتا ہے جن کے سننے سے دانشمند کا دل اپنے مولیٰ منعم حقیقی کی طرف مائل ہوتا ہے اور نیز ان دلائل میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہم تو تمہارے حال پر اس قدر مہربان ہیں پھر تم شرارت کرتے جاتے ہو اور اس پر تم الٰہی سزا کی جلدی کرتے ہو جو انجام کار مفسدوں کے لیے مقرر ہے چنانچہ بدر کی لڑائی میں ان کا خاتمہ ہوا اور ایک قحط شدید پڑا اور مکثر انواع و اقسام کی بلاؤں میں مبتلا ہو کر مرنے پڑ پڑ کر مرے اور آخری سزا جہنم کی طرف روانہ کیے گئے۔

ان دلائل کی چند قسم ہیں۔

اول قسم آسمانوں اور زمین کا ایک ٹھیک اندازے پر پیدا کرنا بہ آواز بلند اس کی یکتائی پر گواہی دے رہا ہے اور زمین و آسمان کا ہر ہر جزو باآواز بلند یہی کہہ رہا ہے تعالیٰ عما یشرکون۔

دوسری قسم خلق الانسان من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین۔ آسمان اور زمین کے بعد دیگر اجسام سے اشرف انسان ہے انسان دو چیزوں سے مرکب ہے اول بدن دوم نفس۔ اب اس کے دونوں جزوں سے استدلال کرتا ہے۔ اول سے یوں کہ انسان کے بدن کی بنیاد نطفہ یعنی منی کے چند قطرے ہیں جو عورت کے رحم میں جانے کے بعد خون بن جاتے ہیں۔ پھر گوشت کا لوتھڑا پھر اعضا نمودار ہوتے ہیں اور باوجود یکہ ایک مادہ ہے اور ایک جگہ میں ہے پھر اس میں کسی سے ہاتھ پاؤں بڑی بنتی ہے کسی سے سر قلب وغیرہ اعضاء۔ پھر وہ اعضا بے ڈول نہیں بلکہ ہر ایک مناسب، بالوں کی جگہ بال، آنکھ کی جگہ آنکھ اب دیکھو یہ کس کا کام ہے۔ ماں باپ کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ اندر کیا ہے اور کیا ہو رہا ہے۔ اگر کہو طبیعت یا مادہ کا فعل ہے جیسا کہ بعض کہتے ہیں تو پوچھنا چاہیے کہ اول تو افعال طبیعیہ یکساں ہوتے ہیں اس کا مقتضی یہ تھا کہ انسان کی شکل کروی ہوتی آدمی ایک گول موں گتا سا ہوتا جیسا کہ حکماء آسمان اور زمین کی شکل کی نسبت کہتے ہیں اور مان لو کہ طبیعت کا فعل ہے تو پھر پوچھو کہ یہ طبیعت کس نے پیدا کی اس کل کو کس نے چلایا۔ آخر وہی حکیم و علیم آکر ٹھیرے گا۔ دوسرے جزو سے استدلال یوں ہے کہ پیدا ہونے کے بعد حضرت انسان مرغی کے بچے کے برابر بھی ہوشیاری نہیں رکھتے وہ تو انڈے سے نکلتے ہی دوست دشمن کو پہچاننے لگتا ہے بلی چیل سے بھاگنا ماں کے پیچھے ہو لیتا ہے برخلاف انسان کے کہ انہیں کچھ بھی خبر نہیں ہوتی۔ پھر وہ کون ہے کہ جس نے اس کو چالاک اور صاحب ادراک کر دیا کہ صاحب ادراک ہوتے ہی آسمانوں اور زمین کے قلابے ملانے لگے۔ دنیا میں ہزاروں صنعتیں اور بہت سی کلیں تو اس نے ایجاد کی ہی تھیں بارے اب پیغمبروں سے بھی مقابلہ کرنے لگے، قیامت اور خدا کے منکر بن گئے۔ فاذا ہو خصیم مبین میں اسی طرف اشارہ ہے۔

والانعام خلقہا الی قولہ ان ربکم لرءوف رحیم یہ تیسری قسم ہے۔ اس میں انعام کے پیدا کرنے سے اور ان سے انسان کے لیے فوائد حاصل ہونے سے استدلال کرتا ہے۔ الانعام بھیڑ بکری اونٹ گائے کو کہتے ہیں۔ اول تو ان کی پیدائش میں غور کیجیے کہ ہر ایک کو اس کے مناسب حال پر بنایا۔ اگر اونٹ کی لمبی گردن نہ ہوتی تو بوجھ اٹھا کر اس سے اٹھا نہ جاتا۔ علیٰ ہذا القیاس پھر جو ان سے انسان کو منافع اور فائدے پہنچتے ہیں ان میں نظر کیجیے۔ پہلا ضروری فائدہ تو ان کے بالوں سے وہ کپڑے تیار ہوتے ہیں کہ جن سے سردی دفع ہوتی ہے اونٹ اور بھیڑ بکری کی پشم اس میں بہت مستعمل ہوتی ہے۔ دوم اور بہت سے فائدے ہیں، ومنافع۔ سوم بعض ان میں سے کھائے جاتے ہیں۔ یہ ضروری فائدے ہیں اس کے علاوہ اور بھی ہیں۔ ولکم فیہا جمال الخ کہ جب وہ شام کو جنگلوں سے چر کر گھروں میں آتے ہیں اور ان کے مالک ان گلوں اور ریوڑوں کے انتظار میں گاؤں کے کنارے نکل کر بیٹھتے ہیں تو پھر اس وقت ان کو جو کچھ رونق اور زینت ہوتی ہے انہیں کے دل سے پوچھنی چاہیے اسی طرح جب صبح کو چرنے جاتے اور غل و شور مچاتے ہیں تو وہ بھی عجب کیفیت ہوتی ہے۔ یہ بھی خدا ہی کا کام ہے کہ ان جانوروں کو تمہارے قابو میں کر دیا ورنہ زور و طاقت میں وہ بھی کچھ کم نہیں۔ اس کے سوائے ان پر بوجھ لاد کر ایسے دور و دراز شہروں میں لے جاتے ہو کہ اگر خود اٹھا کر لے جاتے تو حقیقت معلوم ہو جاتی۔ یہ سب باتیں اس کی رحمت سے ہیں، ان ربکم لرءوف رحیم۔ اس پر بھی عذاب کی جلدی کرتے ہو۔

والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ہے چوتھی قسم ہے چوپایوں میں سے بالخصوص ان کے ساتھ استدلال ہے کہ جو بالخصوص سواری کے کام آتے ہیں اور زینت کا بھی باعث ہوتے ہیں۔ ان چند چیزوں کو شمار کر کے احسان والوں سواریوں کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جو ہنوز ظہور میں نہیں آئی تھیں یا آئندہ آئیں گی جیسا کہ ریل گاڑی اور دخانی جہاز جن کو عرب جانتے نہ تھے۔ ویخلق ما لا تعلمون وعلی اللہ قصد السبیل ومنہا جائر ولو شاء لہدٰکم اجمعین والآیۃ دلائل توحید بیان فرما کر بظاہر کرتا ہے کہ اپنی رحمت خاصہ سے اللہ کا کام ہے کہ وہ سیدھا راستہ بیان فرما دے چنانچہ اس نے انبیاء بھیجے اور دلائل بیان فرمائے مگر کچھ راستے ٹیڑھے بھی ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں۔ اگر کوئی کہے اس نے ایسا کیوں ہونے دیا اس کا جواب دیتا ہے کہ اس کی مشیت بلا ہی ہے اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت کر دیتا مگر نہ کی۔ بعض مفسرین و علماء اللہ کا کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ راہ راست کہ جو انبیاء کی معرفت دنیا میں قائم کی گئی اللہ تک پہنچتی ہے۔ یعنی شریعت انبیاء پر چلنے والا اللہ تک اسی کی رضا تک پہنچتا ہے۔ اور بعض ٹیڑھے رستے ہیں۔ والمراد اللہ میں تعریض کا صاف رد ہے۔

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ

اور وہی وہ ہے کہ جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا

مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ

جس میں سے تمہارے لئے پینا ہے اور اس سے پیڑ اگتے ہیں جس میں

تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ

تم چراتے ہو۔ اگاتا ہے تمہارے لئے اس سے

الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَ

کھیتی اور زیتون اور کھجور اور

الْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۝

انگور اور ہر قسم کے میوے بھی اگاتا ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ۱۱

البتہ اس میں بھی اس قوم کے لئے غور کرنے کی ایک بڑی نشانی ہے

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ

اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو مسخر کر دیا اور آفتاب

وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ

اور چاند کو بھی اور ستارے اس کے حکم کے تابع ہیں

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ ۱۲

البتہ اس میں بھی عقل مند قوم کے لئے آفرینش کے بڑے بڑے نشان ہیں

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ

اور جو زمین میں تمہارے لئے پیدا کیں

مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

طرح طرح کی ہیں البتہ اس میں بھی

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ ۱۳

اس قوم کے لئے نشانیاں ہیں جو سمجھ دار ہیں۔

ترکیب

منہ شراب جملہ اور نیز منہ شجر دونوں جملے ماء کی صفت ہیں وماء فاعل نصب میں ہے علق یا انبت محذوف سے متعلق حال ہے۔ اصل السوم الابعاد فی المرعی تسال الزجاج من السومۃ وہی العلامۃ لانہا تؤثر فی الارض علامات بڑھیا یقال سامت السائمۃ تسوم سوما ہات نعمی سائمۃ۔

تفسیر

عالم سفلی میں حیوان کے بعد اشرف الاجسام نباتات ہیں پس حیوان کے عجائب حالات سے خدا تعالیٰ کا قادر مختار ہونا ثابت کر کے نباتات کے عجائب حالات سے

ثابت کرتا ہے۔ چوں کہ نباتات کے پیدا ہونے کا سبب مینہ ہے اس لیے سب سے اول فرماتا ہے ہو الذی الخ ہم نے ہی تو آسمان سے یعنی بادل سے پانی اتارا یعنی برسایا۔ جس کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ تم اس کو پیتے اور پی کر جیتے ہو۔ جہاں کنووں اور نہروں کا پانی نہیں وہاں تو اسی پر زندگی ہے اور کنووں نہروں کا پانی بھی برسات نہ ہو تو خشک ہو جاوے۔ دوسرا فائدہ ومنہ شجر الخ یہ کہ اس سے شجر یعنی گھانس اگاتا ہے جس سے تمہارے چارپایوں کی زندگی ہے نجم اس گھانس کو کہتے ہیں جو زمین پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے بیل اور شجر وہ جو اٹھا ہوا ہوتا ہے اور اگر شجر سے درخت بھی مراد لیے جاویں تو درختوں کے پتے بھی اکثر حیوانات کی روزی ہے۔ حیوانات کی روزی بیان فرما کر اب اس پانی سے انسان کی روزی پیدا کرنا ذکر فرماتا ہے اور چوں کہ اناج سب سے ضروری چیز ہے جس کے بغیر سرتا ہی نہیں سب سے اول اسی کا ذکر کرتا ہے ینبت لکم بہ الزرع یہ تیسرا فائدہ ہے والزیتون اس کے بعد بہت کار آمد چیز ہے۔ والنخیل والاعناب پھر کھجور اور انگور میووں میں سب سے اس لیے بڑھ کر ہیں کہ صرف انہیں کو کھا کر انسان مہینوں جی سکتا ہے اس کے بعد بے شمار میووں اور پھلوں کی طرف اشارہ کرتا ہے ومن کل الثمرات اب غور کرو کہ بادلوں میں پانی کا ہونا اور پھر اس سے یہ چیزیں پیدا کرنا پھر ان کے پتوں اور پھلوں میں یہ گل کاری کرنا ایک دانہ کو زمین میں ڈال کر اس سے یہ باتیں ظہور میں لانا کیا بغیر کسی قادر مختار حکیم علیم کے ہو سکتا ہے آپ سے آپ یہ چیزیں (اس اسلوب سے کہیں ہو سکتی ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ بڑے حکیم کا کام ہے۔ مگر ان فی ذلک لآیۃ لقوم یتفکرون اس نشانی کو غور و فکر کرنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی کوتاہ فہم ان چیزوں کو ان کے اسباب ظاہری آفتاب مہتاب و ستاروں کی تاثیروں رات کی گرمی سردی کی طرف منسوب کرے تو اس کو خیال کرنا چاہیے کہ یہ اسباب کس کے بس میں ہیں کس نے ان کو تمہارے کام پر لگا رکھا ہے وسخر لکم الیل الخ اسی قادر مختار نے کیوں کہ آفتاب و مہتاب اجسام ہیں ان میں یہ تفاوت اگر من حیث الجسم ہونے کی وجہ سے ہے تو یہ ہو نہیں سکتا کیوں کہ اس میں سب برابر ہیں پھر آخر اور کوئی ہے جس نے یہ تفاوت کیا اس کو اہل عقل خوب سمجھتے ہیں ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون۔ اچھا اگر انہیں کی تاثیر ہے تو پھر یہ تمام نباتات میں برابر ہونی چاہیے تھی ایک ہی درخت ہے ایک ہی ماہیت ہے ایک ہی پانی دیا جاتا ہے مگر پھر ما ذرا لکم فی الارض مختلفا الوانہ رنگ برنگ کے پتے ہیں۔ ان فی الخ مگر اس بات کو بجز اہل عقل کے حقار کیا سمجھ سکتے ہیں ۔

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا

اور وہی تو ہے کہ جس نے تمہارے بس میں دریا کر دیا تاکہ تم اس میں سے

مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ

تازہ گوشت کھاؤ اور (تاکہ) اس سے زیور (مثلاً موتی)

حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۖ وَتَرَى الْفُلْكَ

نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور (اے مخاطب) تو انہیں جہاز

مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ

دیکھتا ہے کہ پانی کو چیرتے چلتے ہیں اور اس لیے بھی (دریا کو مسخر کیا) کہ تم اس کے فضل

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٤﴾ وَأَلْقَى

کو تلاش کرو اور اس لیے بھی کہ تم شکر کرو۔ اور اس لیے کہ جس نے زمین پر

ع فضل سے مراد اسباب معاش ہیں جو دریا کے سفر سے حاصل ہوتے ہیں تجارت ملک گیری اور دیگر اشیاء دریائی جو کار آمد ہیں اور علمی منافع بھی یہ سب اس کے (باقی بر صفحہ آئندہ)

فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ
جاروں کے بوجھ ڈال دیے تاکہ تم کو ہلا نہ دے
وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥﴾
اور نہریں اور رستے بنائے تاکہ تم راہ پاؤ
وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ﴿١٦﴾
اور نشانیاں اور ستاروں سے وہ رستہ پاتے ہیں
أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ أَفَلَا
بھلا جو پیدا کرتا ہے اور جو پیدا نہیں کرتا کیا تم
تَذَكَّرُونَ ﴿١٧﴾ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ
سمجھتے نہیں اور اگر خدا کی نعمتوں کو گنو
لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٨﴾
تو شمار نہ کر سکو گے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ترکیب

وستعیر جو اسطوف ہے تاکہ اوپر نصب ہو جو علیہ کی صفت۔ وترکیب کا مفصول ثانی مواخر من الخبر یعنی شق الماء غیر مواخر سے متعلق ہو اور کے بیان حال کے لیے۔ وتبتغوا عطف ہے لتاکلوا پر۔ وتلبسونہا اس پر۔ ابن کثیر اسے تخافون تھا طرح والمراد الامساک وانما وصف بالطراوۃ اشارۃ بطاقتہ والطراوۃ ضد الیبوسۃ اسے عضاً بصیرا بقال بریت کذا اسے بعوتہ واطربت فلانا اسے یا للنت فی مرحمۃ باحسن مافیہ۔

تفسیر

اول بار ذات الٰہی کا ثبوت اجرام سماویہ سے کیا تھا پھر دوسری مرتبہ میں انسان کے بدن اور اس کے نفس سے تیسری مرتبہ میں مجانب ملفت حیوانات سے۔ چوتھی مرتبہ میں نباتات کے مجانب حالات سے۔ اب پانچویں مرتبہ میں خدا کا موجود و قادر یکتا ہونا۔ اس کی اس صنعت سے دکھاتا ہے جو عناصر کے ساتھ متعلق ہے۔ سب سے اول پانی کا ذکر کرتا ہے بقولہ ہو الذی سخر البحر۔ بحر سے مراد سمندر ہے جو زمین کے چاروں طرف محیط ہے جس میں سے تقریباً چہارم حصہ کے قریب زمین کھلی ہوئی ہے، جس پر یہ حیوانات انسان رہتے ہیں۔ اب اول تو اس پانی کو دیکھیے کہ کہاں سے آیا اور کس نے اس کو پیدا کیا پھر اس کو غور کیجیے کہ خدا نے ایسا گہرا پانی کہ جہاں آدمی کا پتہ بھی نہ لگے انسان کے لیے کس طرح سے مسخر کر دیا اس کے خلاف میں کیسا کر دیا کہ اول تو اس سے تم طرح طرح کی تازہ گوشت نکال کر کھاتے ہیں وہ کیا مچھلی اور ہم اقوام کے لیے کچھ سے وغیرہ وغیرہ چیزیں بھی کہ سمندر سے نکال کر کھاتے ہیں کیا قدرت ہے کہ آدمی چوپانی میں دم بھر میں ڈوب مرتا ہے وہ پانی کے جانوروں کو کس طرح سے پکڑتا ہے اور لطف یہ ہے کہ سمندر کا پانی شور اور وہاں کے جانوروں کا گوشت خوشبو بھی کا شور نہیں۔ دوم، تسخیر جو امنہ علیہ تھا کس اطمینان کے ساتھ بیکڑ دل کو گھر سے پانی سے غوطہ لگا کے (لیکن وہ غوطہ بیں نہیں لگتا اس کی اور تدبیر ہوتی ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں) زیور نکالتے ہو یعنی موتی اور اس کے عمدہ عمدہ سب اور موتگا جن کو طرح طرح سے زیور بنا کے پہنتے ہیں پہنتی تو

اطیبا تبیعوا (فرشتہ اصل دکوم سے حاصل ہوتے ہیں ورنہ بہت سے جہاز ڈوب بھی جاتے ہیں جس کام کے لیے جاتے ہیں اس میں ناکامی ہو جاتی ہے ۱۲ منہ

(حاصلہ صفحہ ۱۰۱) لہ تمہارے اسباب ناقص نہیں حاصل ہو جاویں اور ان میں تمیز کا جاتی ہو۔ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ہمیں اسباب سے مسبب الاسباب کی طرف ہدایت ہو عادت کو ہدایت میں اتنا کا بڑا ہدایت دکھائی دیتا ہے ۱۲ منہ

عورتیں ہیں مگر مردوں سے اس لیے خطاب کیا کہ عورتوں کے پہننے سے مردوں کا دل خوش ہوتا ہے اور نیز بعض مرد بھی پہنتے ہیں۔

تَرَى الْفُلْكَ الخ کہ بڑی بڑی کشتیاں جو ہوا کے زور سے چلتی ہیں پانی کو چیرتی پھاڑتی کس تیزی کے ساتھ آتی جاتی ہیں۔ ہوا کو انسان کے کیا بس میں کیا ہے۔ عنصر ہوا کا بھی اور نیز آگ کا بھی اس میں مخلوط کر آگیا کیوں کہ دخانی جہاز یا آبگوٹ یا سٹیمر سمندر میں اس طرح ادھر ادھر دوڑتے پھرتے ہیں کہ جس طرح زمین پر لگام کے اشارے گھوڑا ادھر ادھر دوڑتا ہے گویا سمندر کو سطح زمین کر دیا لاکھوں من اسباب دور دراز ملکوں سے کس سہولت کے ساتھ آتا ہے اور کیسی تجارت ہوتی ہے۔ جو مال داری کا جلد باعث ہو جاتی ہے وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ میں یہی مراد ہے[1] کیوں کہ فضل رب سے روزی اور فراخ دستی کی طرف اشارہ ہے۔

اب اس سے زیادہ کیا تسخیر بحر ہوگی اسی نے یہ تدابیر تم کو تعلیم فرمائیں لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ تاکہ تم اس کا شکر کرو مگر شکر تو درکنار لوگ اپنی ہی تدابیر اور کاریگری پر نازاں ہو کر خدا تعالیٰ ہی کو بھول گئے۔

وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ الخ (المید الحرکۃ و الاضطراب میناً و شمالاً یقال ماد یمید میداً یعنی میدکے معنی ادھر ادھر ہلنے کے ہیں) اب عنصر خاک یعنی زمین کے حالات سے استدلال کرتا ہے کہ جس پر کہ یہ بنی آدم غرور کرتے ہیں اور بعض تو سرے سے خدا تعالیٰ کے ہی منکر ہیں اور بعض اس کے ساتھ اور معبود قرار دیتے ہیں۔ جمہور مفسرین کے نزدیک آیت کے یہ معنے ہیں کہ جس طرح خالی کشتی ادھر ادھر ہلا کرتی ہے اور جب اس میں کچھ بوجھ پتھر ڈال دیتے ہیں تو اس کے دباؤ سے نہیں ہلتی۔ یہی حال زمین کا تھا پھر جب خدا نے اس پر پہاڑوں کا بوجھ ڈال دیا تو ہلنے سے رک گئی ؎

زمین از تپ و لرزہ آمد ستوہ
فرو کوفت بر دامنش میخ کوہ

مگر اس تفسیر کے ظاہری معنی پر چند اعتراض ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ جس طرح پانی اپنی جگہ پر میل طبعی کی وجہ سے ٹھہرا ہوا ہے تو زمین جو اس سے بھی ثقیل ہے بدرجۂ اولیٰ اپنے میل طبعی پر ٹھیری ہوگی پھر اس کے ہلنے کے کیا معنے۔ کچھ وہ پانی پر کشتی کی طرح نہیں جلکہ پانی اس پر ہے اس کے اردگرد سمندر لپٹا ہوا ہے۔ اگر باوجود اس جسامت اور ثقل کے زمین کی طبیعت میں سکون نہ تھا تو پہاڑ بھی تو زمین ہی کے جزو بدن ہیں جیسا کہ آدمی کے بدن پر پھوڑے اور پھنسیاں ابھر آتی ہیں ایسا ہی پہاڑوں کو سمجھ لو پھر پہاڑوں کی طبیعت میں سکون کہاں سے آگیا؟ اور یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ پہاڑ بعد میں زمین پر رکھے گئے ہیں۔ اس اعتراض کو مخالفین اسلام نے بڑے شد و مد کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اس کا جواب بھی مفسرین نے خوب دیا ہے۔ مگر کاتب الحروف کے نزدیک سرے سے اس آیت پر اور نیز اسی قسم کی دیگر آیات پر کوئی اعتراض ہی نہیں پڑتا۔ کیوں کہ صاف معنی یہ ہیں کہ خدا نے زمین پر رواسی بوجھ ڈالے یعنی اس کی طبیعت میں ثقل اور بھاری پن رکھا۔ اور پہاڑ چوں کہ اس کے اجزا میں سخت اور ثقیل تر اجزا ہیں اس لیے یہ ثقل ان کی طرف منسوب کیا گیا اور ان کو زمین کی میخیں قرار دیا ہوا کی طرح زمین کو خفیف نہیں بنایا، جو ادنیٰ سے سبب سے حرکت کرنے لگتی اس لیے اس پر سکون مشکل ہے بلکہ زمین میں ثقل پیدا کیا جس سے وہ ہلتی نہیں۔

نفس زمین پر پہاڑوں سے بوجھ ڈالنے پر اعتراض اور اس کا جواب

[1] اس میں بحری تجارت اور سفر کی طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ

اس تقدیر پر اگر یہ مسئلہ بھی محکم حال کا مان لیا جاوے کہ زمین حرکت کرتی ہے تب بھی کچھ اشکال وارد نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اس کی یہ حرکت جنبش یا وضعی جو کچھ ہو وہ نہیں کہ اس سے اس کے رہنے والے ہلنے لگیں اور پھر دشوار ہو جاوے جیسا کہ اس کی کہ وہ بسا ہوا ہونے کے منافی نہیں۔ یہ کیا احسان بارگی ہے۔

وانہارا وسبلا وعلامات۔ یہ تین باتیں اور بیان فرمایا ہے جو اس کی قدرت کاملہ کی دلیل اور بندوں کے حق میں احسان عظیم ہے یعنی زمین پر نہریں جاری کیں جن سے آبادانی کا سبب ہے اور رستے بھی پہاڑوں اور دروں میں اسی نے رکھے اور پہاڑوں اور ٹیلوں کی علامتیں کر دیں اگر سب زمین یکساں ہوتی تو بڑی مشکل پڑ جاتی۔ وبالنجم ہم بندوں یعنی نہ صرف زمین ہی کی چیزیں ان کے لیے رستوں کی علامات ہیں مگر رات کو لوگ دوڑتے ہوئے بیابانوں میں ستاروں کی سیدھ میں تاکتے چلتے ہیں۔

افمن الخ پھر جس نے یہ چیزیں بنائیں کیا وہ تمہارے بتوں کے برابر ہو گیا جو کچھ بھی نہیں بنا سکتے۔ ان سب کے بعد فرماتا ہے کہ میری اور بے شمار نعمتیں ہیں جن کو تم شمار نہیں کر سکتے اس پر بھی تم ناشکر اور غیر معبودوں کی طرف مائل ہو جس کی سزا میں یہ نعمتیں چھین لینا تھا مگر اس پر بھی ہم بڑے غفور رحیم ہیں درگزر ہی کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا
اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم
تُعْلِنُوْنَ ﴿١٩﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
ظاہر کرتے ہو اور جن کو وہ تم کے سوا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ
پکارتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتے ہیں
هُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ
حالانکہ وہ خود بنائے جاتے ہیں۔ اصحاب وہ تو مردے ہیں بے جان

وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾
اور انہیں کچھ بھی معلوم نہیں کہ کب لوگ زندہ کیے جاویں گے۔
اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ
تمہارا معبود تو خدائے واحد ہے پھر وہ جو
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ
آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل
مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾
نہیں مانتے اور وہ ہیں بھی سرکش
لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ
ضرور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے
وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں بے شک اس کو ضرور وہ
الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ وَاِذَا قِيْلَ
والے پسند نہیں آتے۔ اور جب ان کو کہا جاتا ہے
لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا
کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے تو کہتے ہیں
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ لِيَحْمِلُوْٓا
اگلے لوگوں کے قصے۔ تاکہ قیامت کے
اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ
دن اپنا بھی بوجھ پورا اٹھاویں
وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ
اور ان کا بھی بوجھ جن کو بھی گمراہ کرتے ہیں
بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾
کوئی علم نہیں ہے دیکھو کیا برا ہے جو بوجھ اٹھا رہے ہیں

ترکیب

لا یخلقون خبر ہے والذین کی اموات خبر ثانی غیر احیاء تاکید ہے۔ ایان منصوب ہے یبعثون سے خالد زید منتہا

قلوبہم جملہ خبر۔ ان اللہ الخ لاجرم بمعنی حق وثبت کا فاعل جملہ ان اللہ الخ ما استفہامیہ وذا موصولہ والعائد محذوف اساطیر الاولین خبر ہے مبتدا محذوف کی یحملوا اوزارہم کاملۃ الخ العاجۃ۔ دمن الحشش کے نزدیک آمدہ ہے۔ والاساطیر جمع اسطورۃ کی جیسے احادیث جمع احدوثۃ واضاحیک جمع اضحوکۃ واعاجیب جمع اعجوبۃ۔ بغیر علم حال من المفعول لیضلون الناس جاہلین۔

تفسیر

واللہ یعلم الخ اس میں ایک اور فرق الحق اور فرضی معبودوں میں بتلایا ہے کہ اللہ کو ہر ایک ظاہر و باطن بات معلوم ہے تمہارے معبودوں کو نہیں۔

والذین یدعون من دون اللہ الخ جمہور مفسرین کے نزدیک ان سے مراد ان کے بت ہیں کہ جن کو وہ قادر زندہ اور دانا جانکر پرستش کرتے تھے جلالین میں ہے وہم الاصنام۔ تفسیر کبیر میں اس جملہ کی شرح یوں کی ہے فاعلم انہ تعالیٰ وصف ہذہ الاصنام بصفات کثیرۃ الخ پھر ان کے بتوں کی قدرت کو یوں باطل کرتا ہے لایخلقون شیئا وہم یخلقون، کہ وہ کوئی چیز بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں سنگ تراش ان کو گھڑ گھڑ کر بناتے ہیں۔ زندگی کا بطلان یوں کرتا ہے اموات غیر احیاء کہ بے جان ہیں حس و حرکت بھی نہیں۔ ان کے علم و دانائی کو یوں باطل کرتا ہے وما یشعرون کہ انہیں جو ضروری بات ہے وہ بھی معلوم نہیں کہ انسان مرکر کب زندہ ہوں گے۔ پھر جب یہ تینوں باتیں نہیں تو ان کی خدائی کیسی،

اور ان کی عبادت لغو اور بے فائدہ ہے اس لیے فرمایا الٰہکم الٰہ واحد کہ خدا صرف ایک ہی خدا ہے۔ مخالفین ان دلائل توحید سے بند ہو جاتے تھے اور دل میں بھی سمجھتے تھے مگر قوم کی رسم و عادت سے ان کی پرستش نہیں چھوڑتے تھے دل میں توحید نہیں سماتی تھی اور نہ ان کا تکبر پیغمبر علیہ السلام کی پیروی کی اجازت دیتا تھا اس بات کو خالقہ ذہن سے لے کر لایحب المستکبرین تک بیان فرماتا ہے۔

واذا قیل لہم اب ان کی ضد اور تکبر اور عناد کی ایک اور بات بیان فرماتا ہے کہ جب ان سے کوئی قرآن کی نسبت سوال کرتا ہے کہ وہ کیا ہے تو اس کے اعلیٰ مطالب سے قطع نظر کر کے طعن کی راہ سے اس کے پند آمیز قصوں کو اگلے لوگوں کی کہانیاں کہہ دیتے تھے جاہلوں کو گمراہ کرنے کے لیے۔

لیحملوا الخ ولا تزر وازرۃ وزر اخری کے مخالف نہیں ہے کیوں کہ یہاں یہ مراد نہیں کہ دوسروں کا گناہ اٹھا کر ان کو بری کر دیں گے بلکہ یہ کہ ایک تو اپنا ذاتی گناہ اٹھاویں گے۔ دوم جن کو گمراہ کیا ہے ان کی گمراہی کا گناہ بھی انہیں کے سر پر رہے گا۔ ف اور ولا تزر الخ میں یہ مراد کہ دوسرے کو بری نہ کرے گا۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَى

ان سے پہلے لوگوں نے بھی مکر کیا تھا پھر

اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ

اللہ نے بھی ان کی عمارت کو جڑوں سے ڈھا دیا اور ان کے

ف منکرین کو قیامت میں دوہرا عذاب ہوگا ایک تو اپنے گناہ کی سزا دوسرے ان کے گناہ کی سزا جن کو بے علمی سے یہ سب گمراہ کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جس نے نیک راہ کی طرف ہدایت کی تو جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کے ثواب کے برابر اس بتلانے والے کو بھی ثواب ملتا رہے گا اور عمل کرنے والوں کا ثواب کچھ کم نہ ہوگا اور جس کسی نے کوئی بری بات کرنے کی لوگوں کو تعلیم دی تو جتنا عمل کرنے والے کو گناہ ہوگا ان سب کے برابر اس عمل جاری کرنے والے کو بھی گناہ ہوگا اور عمل کرنے والوں کا کچھ عذاب کم نہ ہوگا۔ حقانی

عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتٰهُمُ
اوپر سے چھت گر پڑی اور آ پہنچا
الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾
وہاں سے عذاب کہ خبر ہو اکہ جہاں کی ان کو خبر بھی نہ تھی
ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ
پھر قیامت میں بھی ان کو خدا رسوا کرے گا اور کہے گا
أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاقُّوْنَ
کہاں ہیں میرے شریک جن میں تم جھگڑا کرتے تھے (اللہ کا فرقہ)
فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ إِنَّ
جن کے بارے میں علم والے (انبیاء) کہہ اٹھیں گے کہ
الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾
آج رسوائی اور برائی ہے
الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْ
جو وہ لوگ ہیں کہ مرتے ہیں فرشتے ان کو ایسی حالت میں کہ وہ ہیں کافر
أَنْفُسِهِمْ فَأَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا
کہ وہ اپنی جانوں پر ستم کرتے پھر ڈالتے ہیں گے کہ ہم کوئی
نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓى إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ
بھی برائی نہ کرتے تھے (فرشتے کہیں گے) ہاں ہاں اللہ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْا
خوب معلوم ہے جو تم کرتے رہے تھے پھر داخل ہو جاؤ دروازے
أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
دروازوں میں دائمی رہو جاؤ کہ وہاں ہمیشہ رہنا ہو
فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾
پھر ٹھکانہ ان کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے

ترکیب

قال اللہ اسے قصد میں فوقہم متعلق ہے خر سے دیگر اس کیوں میں لابتداء الغایۃ وان یکون حالا اے کائنا من فوقہم

یوم القیامۃ ظرف ہے یخزیہم کا الیوم کا عامل الذین یظنون الکافرین کی صفت ہے قائلی حال ہے ہم ضمیر تتوفہم سے الاسلم بمعنی الانقیاد جیسا کہ دوسری آیت میں ہے فالقوا السلم القول ما کنا نعمل کی

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ کافر قرآن کو مکر و فریب سے تعبیر کرتے تھے کہا جاتا ہے لوگوں کو ہلاکت کے لیے اب فرماتا ہے کہ کچھ انہیں پر منحصر نہیں ان سے پہلوں نے بھی جو ان حق کے مقابلہ میں بہت کچھ مکر و فریب کیے تھے کہ ان کو خدا نے برباد کر دیا قال اللہ تعالیٰ بعض مفسرین کہتے ہیں آیت کے ظاہری معنی مراد ہیں کہ اندازہ مکر کے قدیم زمانہ میں کفار نے مقامات بلند بناتے تھے غلط ان کو توڑنے کا ارادہ چھت ان کے اوپر آ پڑی جیسا کہ قوم عاد کا ایک مرگ جیسا کہ طوفان نوح کے بعد اہل شہر میں ایک نمائشی بلند برج بنایا تھا بعض کہتے ہیں یہ ایک محاورے کی بات ہے کہ ان کے منصوبوں کو ڈھا دیا جیسا کہ کسی منصوبے کے پورا نہ ہونے کے موقع پر کہتے ہیں کہ چنا چنایا گر پڑا۔ تم یوم القیامۃ پھر فرماتا ہے کہ کچھ دنیا ہی کی سزا پر منحصر نہیں بلکہ قیامت کے دن بھی اللہ ان کو رسوا کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ وہ میرے شریک جو تم نے اپنے نزدیک قرار دے رکھے تھے کہاں ہیں ادھر ادھر تو تیج کے طور پر اہل علم (صالحین یا انبیاء یا ملائکہ) کہیں گے کہ آج کفار کی رسوائی اور برائی ہے۔

الذین تتوفاہم الملائکۃ یہ کفار کی رسوائی اور قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ اسی روز ان کے خدا پوچھے گا اور جن کو

سلہ کہاں ہے دوسری مفسرین اس آیت کا الگ کرتے ہیں اور ان کو کبھی ان کی قوتیں اور کبھی صفت باری اور کبھی نہایت کی قوتیں بتاتا ہے ۱۲ منہ

تم نے دنیا میں میرا شریک بنا رکھا تھا وہ کہاں ہیں جواب نہ آئے گا سرنگوں ہو جائیں گے ان کی سرزنش کے لیے علماء انبیاء ملائکہ کہیں گے کہ یہ بڑے بدنصیب اور قابل سزا ہیں مرتے دم تک یعنی اس وقت تک کہ فرشتے جان نکالنے آئے اپنی اسی بت پرستی اور بدکاری میں اپنی جانوں پر ستم ڈھا رہے تھے اس وقت بھی ان کو توبہ نصیب نہ ہوئی اس پر وہ بدبخت سر نیچا کر کے ان اہل علم کے جواب میں کہیں گے ہم تو دنیا میں کوئی بھی برا کام نہیں کرتے تھے۔ ان کی دروغ گوئی پر ملائکہ کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو تمہارے اعمال خدا کو معلوم ہیں۔ اس کے بعد ان کو فیصلہ سنا دیا جائیگا کہ چلو جہنم کے دروازوں میں گھسو جہاں تم کو سدا رہنا ہوگا یعنی عمر قید۔ اس کے بعد خدا فرماتا ہے کہ کیا ہی برا ٹھکانا ان متکبروں کا ہے۔ یعنی بہت بری سزا کے مستوجب ہیں۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ
اور پرہیزگاروں سے جو پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا
رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ
نازل کیا؟ تو کہتے ہیں اچھی چیز جنہوں نے نیکی کمائی
أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ
ہے (ان کے لیے) اس دنیا میں بھی بہتری ہے
وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ
اور البتہ آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے اور پرہیزگاروں کا
الْمُتَّقِينَ ﴿٣٠﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا
کیا ہی خوب گھر ہے رہنے کے باغ کہ جن میں وہ داخل ہوں گے
تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ فِيهَا
(وہاں) ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی (اور وہاں) ان کے لیے
مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ
جو چاہیں گے موجود ہوگا اللہ پرہیزگاروں کو ایسا ہی بدلہ

الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ
دیتا ہے ان کو کہ جن کی فرشتے ایسی حالت میں روح
الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ
قبض کرتے ہیں (کہ) آلائش گناہ سے پاک ستھرے ہوتے ہیں ان سے آ کر
سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا
سلام کرتے اور کہتے ہیں کہ جنت میں چلو اپنے عملوں کے
كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾ هَلْ يَنظُرُونَ
بدلے کہ جن کو تم کیا کرتے تھے کیا منتظر اسی بات کے منتظر
إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ
ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آویں یا آپ کے
أَمْرُ رَبِّكَ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن
رب کا حکم آ جاوے ان سے پہلوں نے بھی ایسا ہی
قَبْلِهِمْ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِن
کیا ہے اور اللہ نے تو کچھ بھی ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ
كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٣٣﴾ فَأَصَابَهُمْ
خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے پھر ان کو ان کے
سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا
اعمال برے کے نتیجے مل کر رہے اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی
كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٤﴾
اڑایا کرتے تھے وہی ان پر آ نازل ہوا۔

ترکیب

ماذا محل نصب میں ہے انزل سے جیسا کہ ماذا کے جواب قالوا خیرا سے انزل خیرا سے معلوم ہوتا ہے۔ جنت عدن مخصوص بالمدح نعم کا یدخلونہا اس سے حال اور ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو کہ یدخلونہا اس کی خبر ہو یا محذوف ہو طیبین حال من المفعول و ہو القوی و قیل من الفاعل مقارنۃ او مقدرۃ۔

تفسیر

کافروں کے مقابلہ میں مومنین کا ذکر ہوتا ہے جیسے الذین آمنوا کے اسی سے جو قرآن کا اعلیٰ پایہ سمجھا جاتا ہے قرآن کو مشرکین عرب ہنسی اڑاتے ہیں۔ مکہ کے مشرکین یا عرب میں بدمعاش لوگوں کو مکہ کے رئیس بدنام دیتے تھے اور عرب کے قبیلوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور قرآن کا ایک حیرت انگیز چرچا پھیلا ہوا تھا وہ اپنے بیٹھے ان بایوں میں اس امر کے دریافت کرنے کو بھیجتے تھے یہ رئیس بدنام دینے والے اس سے کہہ دیتے تھے کہ قرآن بہت بری چیز ہے پھر بعض نفیس کے مزاج کے اس کو جان کر اپنی قوم بھی برائی سے یاد کرتے تھے۔ اور نیک طینت مکہ میں آنحضرت کے صحابہ سے بھی بہر اصل حال سے واقف ہوتے تھے اور اپنی قوم میں جا کر بھلائی کے ساتھ یاد کرتے تھے اس آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

الذین احسنوا احسان سے نیکی کا نیک بدلہ عطا بیان فرمایا ہے۔ فی ہذہ الدنیا کہ بعض مفسرین احسنوا سے متعلق کرتے ہیں تب یہ معنی ہوں گے کہ جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کمائی ہے ان کو دار آخرت میں نیک بدلہ ہے جو اکثر حسنہ سے متعلق کرتے ہیں اور یہی قوی ہے یعنی نیکوں کو اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا اجر تو تمہیں ہی کچھ ہے۔ دنیا میں بھلائی عطا عام ہے نیک نامی ہو یا فراخ دستی خوش حالی ہو یا مخالفوں پر فتح یابی ہو یا رائج کا خود سرور ہو۔ پھر

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ

اور مشرک کہتے ہیں کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا

مَا عَبَدْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ نَّحْنُ

ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے ہم

وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن دُونِهِ مِن

اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے حکم کے بغیر کوئی چیز حرام

شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن

(ٹھہراتے) اس سے پہلوں نے بھی ایسا ہی

وہ آخرت کے اجر کا بیان فرماتا ہے کہ جنت ہے اور اس میں یہ چیزیں ہیں۔ المتقین سے نیکوں کی صفت بیان فرماتا ہے کہ فرشتے جو ان کی جان قبض کرنے آتے ہیں تو اس وقت وہ طیب ہوتے ہیں (یہ بھی بڑا حسین لطیف ہے شمال سے گناہوں کے میل کچیل سے پاک وصاف ہوتے کر اور نیز علائق دنیاوی سے دور ہونے کو اور اصل گھر میں جانے کی خوشی کو اور شوق دیدار الٰہی کو) فرشتے ان سے سلام علیکم کہتے ہیں اور جنت کا مژدہ دیتے ہیں۔

اب نیکوں سے یہ باتیں ہوتا ہے کہ مشرک بھی موت کے فرشتوں کے دیکھنے کے یا عذاب الٰہی دیکھنے کے بعد ایمان لائیں گے برخلاف ایمان داروں کے کہ وہ پہلے ہی سے ایمان رکھتے ہیں سو یہ کچھ نئی بات نہیں پہلے بھی ایسا ہی ہوتے تھے جو بلا میں پڑتے تھے۔

لہ جس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ اس وقت خوشی کے مارے جانے کے لیے مضطر ہوتے ہیں اور دار البقا کا شوق ان پر غالب ہوتا ہے دنیا کو جانا تو یہ خلاف ہے۔ جب جنتیوں کو خاتمہ کے حال بتلایا جاوے گا تو یہ معنی ہوں گے کہ فاتحہ موت نہایت خوش اخلاقی سے موت کو سلام کہتے ہیں اور دار الخلد کا مژدہ دیتے ہیں۔ اس وقت مومن نیکوکار ایسی فرحت ہوتی ہے کہ جس کو بیان نہیں بخلاف اس کے جو دنیا اور اس کی فراست اور گناہوں کی آلودگیوں میں ڈوبے ہوتے ہیں اور برے اعمال کے برے نتائج دیکھتے ہیں اور دنیا کی محبت اور لذات وشہوات کی جدائی پر بے تاب ہوتا ہے اور جس طرح کوئی قیدی کو زبردستی جیل خانہ میں گھسیٹ کر لے جاتا ہے اسی طرح وہ دوزخ میں جاتے ہیں ۱۲ منہ

قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلٰغُ

کیا تھا　پھر رسولوں پر اس کے سوا اور کیا تھا کہ صاف صاف

الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ

حکم پہنچا دیں　اور ہم ہر قوم میں ایک نہ ایک رسول

أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ

(اتنا) کہنے کو بھیجتے رہے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو　اور

اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ

بتوں سے بچو　پھر ان میں سے کسی کو تو

هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ

اللہ نے ہدایت دی　اور کسی پر گمراہی سوار

الضَّلٰلَةُ ۚ فَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا

ہو گئی　پھر ملک میں　پھر کر　دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾

کہ جھٹلانے والوں کا　کیا　انجام　ہوا۔

ترکیب

نحن تاکید بضمیر عبدنا من دونہ من شیٔ من الاولی والثانیۃ زائدۃ　الطاغوت من الطغیان یذکر ویؤنث ویقع علی الواحد والجمع والمراد بہ کل معبود دون اللہ کالشیطان والصنم وکل من دعی الی الضلال۔

تفسیر

نبی علیہ السلام جب کفار کو ان کی بری باتوں سے منع کرتے اور عذاب الٰہی سے ڈراتے تھے تو وہ یہ بھی جواب دیا کرتے تھے کہ ہمارا یہ شرک کرنا بت پوجنا اور اسی طرح بتوں کے نام کی چیزوں کو تعظیماً حرام سمجھنا جیسا کہ بحیرہ اور سائبہ ہے کچھ آج سے نہیں بلکہ باپ دادا کے زمانۂ دراز سے چلا آتا ہے اگر یہ امر خدا کو منظور نہ ہوتا تو نہ انہیں کرنے دیتا نہ ہمیں خود کرنے دیتا کیونکہ ہنوز اس کے بس میں ہے اب اس کو اے رسول تمہاری معرفت منع کرنے کی کیا ضرورت؟ کذلک فعل الذین، چوں کہ یہ جبر و قدر کا نازک مسئلہ اس قابل نہ تھا کہ جس کو وہ سمجھتے کہ فی الجملہ بندہ کو بھی اختیار دیا گیا ہے اور نیز ان کی یہ حجت معاندانہ بھی جس سے انکار نبوت مقصود تھا اس لیے فرمایا کہ ان سے پہلے جملا بھی یوں ہی حجت کرتے آئے ہیں۔ انبیاء کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے ان کا کام صرف سمجھا دینے کا ہے اور ہر قوم میں رسول آکر بت پرستی سے منع کرتے آئے ہیں اور توحید کا حکم دیتے آئے ہیں جس طرح آج تم میں سے جو ازلی نیک ہیں رسول کے مطیع اور بدبخت ازلی رسول کے نافرمان ہیں وہ بھی ایسے ہی تھے پھر تم نے یہ کہاں سے ثابت کر لیا کہ خدا ہمارے اس کام سے خوش ہے اگر ہمیشہ سے اللہ کی عادت یوں جاری نہ ہوتی کہ وہ انبیاء بھیج کر بری باتوں سے منع نہ کرتا تو اس کا سکوت رضامندی پر محمول کرتے۔ حاصل یہ کہ ہمیشہ سے ہر جگہ رسول بری باتوں سے منع کرتے آئے ہیں ان کا کام حکم پہنچا دینا تھا پہنچا دیا لیکن گمراہوں نے نہ مانا سو تم بھی ان کی پیروی کر رہے ہو خدا تمہارے اس کام سے خوش نہیں اب تم زمین پر پھر کر دیکھ لو کہ رسولوں کے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا کسی پر کچھ مصیبت آئی کسی پر کچھ، گاؤں اور شہر اجڑے پڑے ہیں ان کے آثار اور بقیہ علامات ان کے حال زار پر اشک حسرت بہا رہے ہیں۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ پہلوں کی بری باتیں بھی قابل سزا تھیں۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کچھ پہلوں ہی پر وبال الٰہی کا آنا منحصر نہیں گو اللہ تعالیٰ غصہ کا دھیما اور بہت فروگذاشت کرنے والا ہے جھٹ پٹ انسان کو دنیا میں اس کے برے کام پر سزا نہیں دیتا مگر جب کسی قوم کی شرارت حد کو پہنچ جاتی ہے تو انتقام الٰہی کا وقت بھی آ جاتا ہے اور مختلف طور پر دنیا میں عذاب اترتا ہے،

کسی کو دشمن کی تیغ سے اور بیخ کا لقمہ کرتا ہے کسی کو انفاس و نفاق کی بلا سے ہلاک کرتا ہے کسی کو ہیضہ سے کسی کو زلزلہ سے کسی کو پہاڑوں کے آتش فشاں مادے سے کسی کو قحط شدید سے ہلاک کرتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

إِن تَحْرِصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ
اگر آپ حریص ہیں ان کی ہدایت پر تو بے شک اللہ
لَا يَهْدِي مَن يُضِلُّ وَمَا لَهُم مِّن
نہیں راہ دیتا ہے جس کو گمراہ کرتا ہے اور نہیں ہے ان کے لئے کوئی
نَّاصِرِينَ ﴿٣٧﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ
مددگار ہے۔ اور اٹھائی انہوں نے اللہ کی سخت قسمیں کھا کر
أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَن يَمُوتُ
کہتے ہیں کہ اللہ مرنے کو زندہ نہیں کرے گا
بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ
ہاں ہاں اس نے اپنے ذمہ لیا ہے لیکن
أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾
بہت سے لوگ جانتے نہیں۔
لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ
(وہ مرنے کو زندہ کرے گا) تاکہ ان پر ان اختلافات کو کھول دے جن میں یہ مبتلا ہیں
وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا
اور تاکہ جو کافر ہیں ان کو معلوم ہو جاوے کہ وہ
كَاذِبِينَ ﴿٣٩﴾ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا
جھوٹے تھے۔ ہم جس چیز کے کرنے کا ارادہ کرتے
أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٤٠﴾
ہیں تو اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے

ترکیب

ان حرص شرط۔ لاتقدیر جواب محذوف فان اللہ اسکی جگہ قائم

ہے۔ من یضل مفعول ہے لا یہدی کا۔ لیبین بعث مقدر سے متعلق۔ قولنا مبتدا لشیء موصوف اور اذا صفت قولنا سے متعلق ان مقول قولنا ہو۔ جہد ایمانہم الجہد بالفتح الجیم المشقۃ و بضمہا الطاقۃ و نصبہ علی المصدریۃ والمعنی مقسمین جاہدین غایۃ اجتہادہم وذلک انہم کانوا یقسمون بآبائہم وآلہتہم فاذا کان الامر علیہا اقسموا باللہ تاکیدا وجہدا مصدر مؤکد لما دل علیہ یحلفون۔

تفسیر

پچھلی آیتوں میں مخالفوں اور نبی کے منکروں کا انجام کار بیان فرمایا تھا۔ اب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ کی ہدایت و تلقین میں کوئی قصور نہیں، لیکن جس طرح پہلے زمانہ میں ازلی گمراہ ہدایت پر نہ آتے، یہاں تک کہ ہلاک ہو گئے، آپ کی قوم کے ازلی گمراہوں کا بھی یہی حال ہے یہ سب انبیاء کے ساتھ ہوتا آیا ہے اب آپ تبلیغ کر چکے ان کی ہدایت پر حرص نہ کریں فائدہ مند نہ ہوگا۔ کیوں کہ یہ ازلی گمراہ ہیں ان کو کون ہدایت دے سکتا ہے۔

واقسموا باللہ جہد ایمانہم یہ ان کی خصلت ازلی کی ایک بڑی بھاری بات تھی کہ جس کا ذکر کرنا یہاں مناسب تھا وہ یہ کہ ان کو قیامت کا سخت انکار تھا وہ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ مر کر کوئی زندہ نہ ہوگا اس خیال کو ان کی ان کرتوتوں نے اور بھی قوی کر رکھا تھا کہ جب آدمی مر گیا اور اس کے اجزاء بدن بکھر کر ریزے ریزے ہو کر خاک میں اس طرح مل گئے کہ جس کا جوڑنا ان کے خیال میں محال در محال تھا پھر ان کا جی کرنا اور روح کا اس میں آنا کیونکر ممکن تھا اور جب انسان کو یہ خیال پیدا ہو جاوے کہ مر کر نیست ہو جانا ہے تو پھر نیکی اور بدی کی اس کو کچھ بھی پروا نہیں رہتی دنیا کی کامیابی اور ناکامی کو یہ نجات اور عذاب سمجھنے لگتا ہے جیسا کہ آج کل ہم دیکھتے ہیں۔ نبی و مواعظ حقانی

ان کے اس خیالِ باطل کو ایک دلیل نقلی اور ایک دلیل عقلی سے رد کرتا ہے اور نقلی دلیل چوں کہ جلدی ساکت کر دیتی ہے اس لیے اس کو نبی و ندا سے لے کر آنحضرتؐ کا زمانہ تک تمام عرب کے مشرکین انبیاء سابقین کے حقیقی یا ادعائی پیروؤں سے یہ سنتے آتے تھے کہ خدا نے پہلی کتابوں میں پہلے انبیاء کی معرفت مرنے کے بعد زندہ کرنے کا وعدہ کر لیا ہے تاکہ وہاں انسان کے نیک و بد کام کی کامل سزا و جزا ملے لیبین و لیعلم میں اس طرف اشارہ ہے پس خدا اپنے وعدہ کو ضرور پورا کرے گا خدا کا وعدہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

انما قولنا الخ یہ دلیل عقلی ہے کہ ہر عاقل یہ بات جانتا ہے کہ اس عالم گوناگوں کو قادر مختار نے بنایا ہے اور نیز وہ کسی بات میں عاجز نہیں جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کو کُن کہتا ہے یعنی ہو جا سو وہ اسی وقت ہو جاتی ہے اس کے اسباب بھی مہیا ہو جاتے ہیں پھر انسان کا بار دگر زندہ کرنا اور موجود کرنا اس کے نزدیک کیا محال ہے؟ وہ قادر مطلق ہے جس نے انسان کو قطرۂ منی سے بنایا وہ اس کو بار دگر بھی بنا سکتا ہے۔

النصف

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ
اور جنہوں نے ظلم اٹھانے کے بعد اللہ کے لیے ہجرت
مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۚ
اختیار کی تھی تو البتہ ہم ان کو دنیا میں بھی اچھی جگہ دیں گے
وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا
اور آخرت کا بدلہ تو بہت ہی بڑا ہے کاش انہیں
يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ
معلوم تو ہوتا کہ جنہوں نے صبر کیا اور
عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمَآ

وقفِ لازم

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ
آپ سے پہلے بھی تو انسان ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی
اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ
بھیجا کرتے تھے پھر اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو یاد رکھنے والوں
كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ
(اہل علم) سے پوچھ دیکھو ان کو ہم نے بھیجا اور
وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ
کتابیں دے کر بھیجا تھا اور اے رسول! آپ کے پاس بھی ہم نے قرآن بھیجا
لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ
تاکہ جو کچھ لوگوں کے لیے حکم بھیجا گیا ہے آپ ان کو بیان کر دیں اور
لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾
تاکہ وہ خود بھی سوچیں۔

ترکیب

والذین الخ مبتدا لنبوئنھم خبر حسنۃ لنبوئنھم کا مفعول ثانی کیوں کہ لنبوئنھم بمعنی لنعطینھم ہے اور ممکن ہے کہ بمعنی لننزلنھم ہو فالتقدیر لننزلنھم فی الدنیا دارا حسنۃ۔ الذین صبروا موضع رفع میں ہے علی اضمار ہم۔ بالبینات متعلق ہے ارسلنا محذوف سے۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں تھا کہ کفار قسم کھا کر قیامت کا انکار کرتے ہیں پھر جب دار جزا سے ان کو اس قدر انکار تھا تو ایسی حالت میں کہ مکہ میں انہیں کا غلبہ اور زور تھا دین دار مسلمانوں پر کیا کچھ ظلم و ستم نہ کرتے ہوں گے۔ چنانچہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ آیت چھ صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی جو قریش مکہ کے غلام تھے اور اسلام لانے کی وجہ سے ان پر بڑا ظلم و ستم ہوتا تھا۔ من جملہ ان کے صہیب و بلال و

تکالیف دکھ اس لیے والذین ہاجروا سے لے کر وھم یتوکلون تک ایمان داروں کو صبر و برداشت اور توکل کی ترغیب دلائی جاتی ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کے اجر کا وعدہ فرماتا ہے۔

والذین ہاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا۔ یعنی ظالم کفار کی ایذائیں سہنا ان کی ملزمیت سب و شتم پر برداشت کرنا پھر ہجرت اور عزلت کے لیے وطن چھوڑ دینا جب کہ اہل دہنا مشکل ہو جاوے جیسا کہ ابتدائے اسلام میں ہوتا تھا ایسے لوگوں کے لیے دو وعدے ہوتے ہیں اول لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ یہ کہ ہم دنیا میں بھی حیران و سرگردان نہیں رہنے دیں گے بلکہ ان کو اچھے طور سے جگہ دیں گے جیسا کہ صحابہ کو مدینہ میں عمدہ بلد دی (حسن، شعبی، قتادہ) دوسرا اجر الآخرۃ اکبر یعنی دار آخرت میں ان کے لیے بڑا اجر ہے وہ کیا؟ شرف جاودانی اور حیات ابدی کی بادشاہت! ان دونوں صفتوں کے مقابلہ میں دو انعام کا وعدہ ہوا۔ پھر ان دونوں وصفوں کی عام طور پر تشریح فرماتا ہے:

الذین صبروا یعنی مخالفوں کی ایذائیں سہنا اور جمے رہنا ثابت قدم رہنا۔ وعلی ربھم یتوکلون۔ یعنی خدا پر توکل کرنا جو اپنے رب سے بہتری کی امید پر ہجرت کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔ صبر تو خلق سے متعلق ہے اور توکل ہجرت کو۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کچھ کفار کے ستم اضطرار ہجرت کرنے ہی پر یہ وعدۂ الٰہی منحصر نہیں بلکہ صبر و توکل پر جہاں کہیں ہو اور کسی بات میں ہو خواہ گناہوں کے ترک کرنے پر اور نفس خالم کے صدمات اٹھا کر اس کو اپنی بری خواہشوں سے روکنے پر یا دین الٰہی میں کوئی محنت و مشقت کا کام اختیار کرنے پر اسلام کی ترویج و اشاعت پر خواہ کفر و دہشت پرستی چھوڑ کر خدا کی طرف آنے میں۔ گویا یہ آیت جس طرح اس کی راہ میں صبر و توکل کرنے والوں کے لیے انعام الٰہی کا پروانہ ہے اسی طرح اس بات کے لیے بھی اعلان ہے کہ خدا تعالیٰ سے رابطہ کرنا کوئی ہنسی کھیل نہیں اس راستہ میں بڑا مستحکم ہو مصائب پر صبر کرنا چاہیے۔

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا۔ ان آیتوں میں پھر اسی بات کی طرف رجوع ہے کہ جس کی وجہ سے مشرکین عرب مسلمانوں اور نبی علیہ السلام کو طعنے دیتے تھے جن پر صبر اور برداشت اور توکل کا ان کو پچھلی آیت میں حکم دیا گیا تھا۔

اور وہ بات یہ تھی کہ عرب کے لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سن کر اپنی عوام اور ناپاک اور مکروہ افعال کی مذمت اور بت پرستی کی ممانعت اور مکارم اخلاق کی تاکید تھی یہ کہتے تھے کہ اگر خدا تو ہمیں بھلا یہی قصہ تھا تو ہمارے پاس آسمان سے فرشتے کیوں نہیں بھیج دیا؟ چنانچہ ان کا یہ شبہ رد کیا اب قرآن مجید میں اور مقامات پر بھی ذکر ہوا ہے۔ اب اس شبہ کا اس آیت میں یوں جواب دیتا ہے کہ چند در چند اسرار و مصالح کی وجہ سے ہمیشہ انسان ہی رسول ہوتے آئے ہیں اور وحی خدا کے صحیفے اور صحیفات لائے ہیں لوگو تمہیں یہ بات معلوم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ دیکھو۔ اور اسی لیے ہم نے اے محمد آپ پر بھی ذکر یعنی قرآن نازل کیا تاکہ لوگوں کو آپ احکام الٰہی بتا دیں اور آیات قدرت سے عبرت حاصل کرنا سکھا دیں تاکہ وہ خود بھی غور و فکر کریں۔

فوائد

(۱) فسئلوا اہل الذکر میں علماء کے کئی قول ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں اہل تورات یعنی یہود مراد ہیں۔ زجاج کہتے ہیں عموماً اہل کتاب مراد ہیں کیوں کہ وہ سب جانتے ہیں کہ پہلے انبیاء بھی انسان تھے۔ اور عرب کے مشرک اہل کتاب کو اہل الذکر یعنی اہل علم سمجھتے تھے اس لیے ان سے دریافت کرنے کا مشرکین کو حکم دیا۔ بعض کہتے ہیں عموماً اہل مسلم

مراد ہیں۔

(۲) اس آیت سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اُس وقت تورات یا انجیل اہلِ کتاب کے پاس بلا تحریف موجود تھی جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۳) بالبینات والزبر ارسلنا کے ساتھ متعلق ہے جیسا کہ آیت کا سیاق اور سباق چاہتا ہے نہ کہ فسئلوا سے۔

(۴) اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اگر کسی کو کوئی بات خصوصاً شرعی مسئلہ از خود معلوم نہ ہو تو جو اسکو جانتا ہو اس سے دریافت کر لینا چاہیے۔ یہ بات بھی مان لینی چاہیے کہ دریافت کرنے میں کسی کی خصوصیت نہیں کہ کس سے دریافت کرے کوئی اہلِ علم ہو خواہ روایاتِ احادیث و اقوالِ علماء سلف صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے ماہر اور ان سے جواب دے خواہ قرآن و احادیث سے استنباط کر کے۔ اصولِ فقہ میں علماء نے اس بات کو طے کر دیا ہے کہ اول قرآن سے پھر احادیث سے پھر اجماع سے حجت پکڑی جاتی ہے اور جب کوئی مسئلہ صاف طور پر نہ قرآن میں ملے نہ احادیث میں نہ اجماع سے ثابت ہو تو پھر استنباط کی ضرورت ہے۔ اور استنباط خود پیغمبر علیہ السلام نے بھی کیا ہے اور صحابہؓ نے بھی اس لیے دین میں استنباط بھی ایک مستند چیز مانی گئی اور ضرور ماننی چاہیے کیوں کہ بغیر اس کے قرآن مجید تفصیلاً لکل شیٔ نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ استنباط کرنا ہر ایک کا کام نہیں اور اس کے شرط بھی ہیں اور استنباط کو فقہاء قیاس بھی کہتے ہیں پس جو استنباط نہ کر سکتا ہو اس مسئلہ میں جو اس کو کتاب و سنت و اجماع میں نہ ملے تو مستنبط یعنی مجتہد سے پوچھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے اور اسی کو تقلید شرعی کہتے ہیں جس کی ضرورت سمجھی گئی، واللہ اعلم بالصواب وعندہٗ ام الکتاب۔

تقلید کی بحث

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ

پھر کیا جو لوگ بُری بُری تدبیریں کیا کرتے تھے انکو اس بات کا کچھ

يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ

بھی خوف نہیں ہے کہ خدا ان کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر

الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٤٥﴾

(وہاں سے) عذاب آجاوے کہ جدھر کی انہیں خبر بھی نہ ہو

أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ

یا خدا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے پھر وہ اس کو

بِمُعْجِزِينَ ﴿٤٦﴾ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ

ہرا بھی نہ سکیں یا ان کو خوف ناک حالت میں

تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ

آ پکڑے اس میں شک نہیں کہ تمہارا رب نہایت شفیق

رَحِيمٌ ﴿٤٧﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ

رحم کرنے والا ہے کیا وہ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو

اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ

نہیں دیکھتے کہ ان کے سائے (کبھی) دائیں طرف (کبھی)

الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلَّهِ وَهُمْ

بائیں طرف جھکتے جا رہے ہیں اور نہایت عجز کے ساتھ خدا کو

دَاخِرُونَ ﴿٤٨﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي

سجدہ کر رہے ہیں اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں

السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ

ہے (اور) زمین پر سب چلنے والے

وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٩﴾

اور فرشتے وہ سب کے سب انکساری کے ساتھ اللہ ہی کو سجدہ کر رہے ہیں

لہ الدخور العقار والذل قال الازہری تفیؤ الظلال رجوعہا بعد انتصاف النہار فالتفیؤ لایکون الا بعد زوال الشمس والذی یکون بالغداۃ فہو الظل لا الفیء مطلق الظل قال صاحب عین التفیؤ من فاء یفیئ اذا رجع فاذا اریدتعدیتہ عدی بالہمزۃ کقولہ ما افاء اللہ علی رسولہ او بالتضعیف نحو فیأ اللہ الظل ۱۲ منہ

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ

اور (اپنے) اوپر سے اپنے رب سے ڈر رہے ہیں

يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

جو کچھ ان کو حکم ہوتا ہے اسی کو لگائے ہیں۔

ترکیب

السیئات صفت ہے المکرات مفعول محذوف کی کا مکروا المکرات السیئات ان کیف اور ہو مفعول اس اولم یسیروا معطوف ہے تخویف پر اسی طرح یاخذ اور یتفکر ثانی یخافون خوف موضع حال میں ہے فاعل یا مفعول سے جو ہم اقدام میں ہے یتفیؤ تمیل ظلال جمع ظل یا قرواحد کو موضع جمع میں استعمال کیا ہے یا ہر روز کے سایہ کے لحاظ سے یا وقتاً فوقتاً پھیلنے کے لحاظ سے سایہ کو متعدد سایوں کے ساتھ تعبیر کیا یعنی لفظ جمع ظلال استعمال کیا گیا جس واسطے مجاورۃ کے مقابلہ ظلال الیمین الی الشمال، شمائل جمع۔ سجدا حال ہے ظلال سے وہم واخرون بھی انہی سے حال ہے ان کو ذی عقل قرار دے کر۔

تفسیر

اب ان سرکشوں کو جو بڑے مکر و فریب کرتے تھے یعنی مخفی طور پر اسلام کے مٹانے کی تدبیریں کیا کرتے تھے) اپنے قہر و جبروت سے دھمکاتا ہے کہ ان کو چار باتوں سے بھی ڈر نہیں اور کیوں اطمینان اور امن ہو گیا؟۔

(۱) ان یخسف اللہ بہم الارض کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے یہ پہلی بھی اور پچھلی صدوں میں کیا بکر حال میں بھی زلزلہ آکر زمین پھٹ گئی اور بڑے بڑے جبار و شہوت پرست مع مکانات زمین میں سما گئے قارون بھی سمایا تھا۔

(۲) او یاتیہم العذاب من حیث لا یشعرون کہ ان پر ایسے طور پر ایسی جگہ سے عذاب آوے کہ جس کی انہیں خبر بھی نہ ہو آسمان سے وفعۃً اولے گیا بڑی بڑی سلیں برسے تھیں۔ چنانچہ ابھی کئی سال کا واقعہ گزرا کہ مراد آباد اور اس کے نواح میں بڑے بڑے اولے کیا آسمانی گولے برسے کہ جس سے صدہا آدمی اور جانور ہلاک ہو گئے اور سیکڑوں درخت گر پڑے۔ خاص دہلی میں میرے ایک دوست نے جو ایک اولا تو آدھ سیر کا تھا۔ اور بیل اتنوں میں بھی لئے مائیت سے تشکیل ہو کر جوبیت میں آ گئے تھے اور بڑے بھاری پتھر ان کو برسے، جیسا کہ قوم علیہ السلام کی بستیوں پر واقعہ گزرا، یا پانی سے وفعۃً زلزلہ آکر غارت کر دیے گئے۔ چنانچہ دو تین سال کا واقعہ گزرا کہ آدھی رات کے قریب جب کہ لوگ خواب راحت میں تھے شہر پٹیالہ میں ایسی زور آئی کہ مکانوں اور بازاروں میں گز دو پانی تھا جس سے صدہا آدمی ڈوب مرے صدہا مکانات گر گئے، یا ایسی تند ہوا آوے جو بربادی کا باعث ہو۔ الغرض خدا کی صدہا بلائیں ہیں جو وفعۃً آ جاتی ہیں جس میں بادشاہ سے لے کر رعیت تک کسی کا کچھ زور نہیں چلتا۔

(۳) او یاخذہم فی تقلبہم فما ہم بمعجزین اس کی کئی طور پر تفسیر ہو سکتی ہے۔ اول یہ کہ ان کو سفر میں مبتلا کر کے یا کر کے ہلاک کرے کیوں کہ جو وطن میں ہلاک ہو سکتا ہے وہ سفر میں بھی ہلاک ہو سکتا ہے اور وہاں کی ہلاکت بسبب پردیس ہونے کے کہ وہاں نہ کوئی یار و ہمدم نہ غم گسار اور بھی سخت ہوتی ہے اور قریش مکہ سفر کے عادی تھے اور لفظ تقلب بمعنی سفر آیا ہے جیسا کہ اس آیت میں لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد۔ دوم یہ کہ ان کو حالات انقلابات اور تدابیر کا جواب نہ ہو سکے اور ہلاک کر دے اور یہ معنی اس آیت سے ماخوذ ہیں و

قلبوا لک الامور۔

(۴) او یاخذھم علی تخوف تفعل ہے خوف سے (یقال خوفت الشی وتخوفتہ) یہ معنی کہ دفعۃً بلا نازل نہ کرے بلکہ اس کے پہلے علامات وآثار نمایاں کرے۔ اور لوگوں میں ہلاکت سے پہلے خوف اور پریشانی پیدا ہو پھر ہلاک ہو جاویں، جیسا کہ قحط شدید اور وبا، یا دشمنوں کے غلبہ میں ہوتا ہے مگر خدا رءوف ہے اس لیے مہلت دیتا ہے۔ اولم یروا الی ما خلق اللہ الخ اپنا رءوف رحیم ہونا ان آیات میں ظاہر فرماتا ہے کہ جن میں اس کے آثار جبروت اور قدرت کاملہ کا بیان ہے جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تمام عالم اس کے آگے مسخر ہے تاکہ یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اس کو دفعۃً یا تدریجاً ہلاک کرنے کی بھی قدرت ہے پھر اس سے نڈر ہونا اور باوجودیکہ درختوں اور جمیع سایہ دار چیزوں کے سائے اس کو سجدہ کر رہے ہیں (ان کا زمین پر پڑنا گویا سجدہ کرنا ہے) اور اسی طرح آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والے چار پائے اور فرشتے اس کے آگے سر بسجود اور اس کے فرماں بردار اور خائف ہیں۔ پھر بندہ کا نافرمان ہونا اور جمعیتیں کرنا اور اس کے ہادیوں اور ان کے پیروؤں کو ستانا کیسی لغو بات ہے۔

یتفیؤا ظلالہ عن الیمین والشمائل۔ یتفیؤا یتفعل من الفیئ کہتے ہیں فاء الظل یفیئ اذا رجع وعاد۔ فیئ کے معنی اصلی رجوع کرنے کے ہیں جیسا کہ آیا ہے فان فاؤا فان اللہ غفور رحیم۔ ازہری کہتے ہیں تفیؤ الظلال پچھلے پہر کے سایہ ڈھلنے کو کہتے ہیں مگر یہاں عام مراد ہے۔ موسم گرمی اور سردی اور آفتاب ومہتاب اور خط استوا کے قرب وبعد اور شام وصبح کے لحاظ سے کبھی سایہ دائیں طرف سے کبھی بائیں طرف سے جاتا ہے یمین مفرد اور شمائل جمع لانے میں کئی باتیں ہیں یا تو یہ کہ یمین گو لفظ مفرد ہے مگر مراد جمع ہے جیسا کہ یولون الدبر میں۔ یا یہ کہو کہ شئی چوں کہ لفظاً مفرد ہے اس کے لحاظ سے یمین لفظ مفرد آیا اور معناً جمع ہے اس کے لحاظ سے شمائل جمع آیا گویا دونوں کی رعایت کی۔ یا یوں کہو کہ عرب جب دو صیغے جمع کے لانا چاہتے ہیں تو ایک کو مفرد کر کے لاتے ہیں جیسا کہ جعل الظلمات والنور اور ختم اللہ علی قلوبھم وسمعھم میں۔

سجدا للہ وھم داخرون۔ سجدہ سے مراد مطیع ہونا جھکنا۔ عرب کہتے ہیں سجد البعیر جب کہ وہ سوار ہونے کے وقت گردن جھکا دیوے۔ چوں کہ خدا تعالیٰ نے آفتاب ومہتاب وستاروں کو کہ جن سے اجسام کثیفہ پر سایہ پڑتا ہے ایک چال خاص پر مامور کر رکھا ہے جس سے ان سایوں میں فرق نہیں آتا۔ سو یہ فرق نہ آنا اور ایک خاص طور پر رہنا سجدہ کرنا ہے۔ انہیں معنوں میں یہ آیت ہے والنجم والشجر یسجدان وقولہ وظلالھم بالغدو والآصال۔ یا یوں کہو کہ سایہ زمین پر لگا ہوا چلتا ہے جس طرح عابد زمین پر سر رکھ کر سجدہ کرتا ہے۔ گویا تشبیہ مراد ہے۔ اور غرض اس کلام سے اس کا جبروت وتسلط عالم پر ظاہر کرنا ہے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ عالم جسمی میں یہ اشیاء جو وجود حقیقی کا ظل ہیں اس کے حکم کے پابستہ ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ

اور اللہ فرما چکا ہے کہ دو خدا نہ بناؤ

اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾

خدا تو ایک ہی خدا ہے پھر مجھ سے ڈرا کرو

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ

اور اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور بندگی

الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾

ہمیشہ اسی کے لیے سزاوار ہے۔ پھر کیا تم اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو۔

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۚ ثُمَّ اِذَا

حالانکہ تمہارے پاس جو کچھ نعمت ہے سب اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر جب

مَّسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ﴿٥٣﴾
تم پر تکلیف آتی ہے تو اسی کی طرف آہ و زاری کرتے ہو

ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ إِذَا
پھر جب وہ تمہاری مصیبت دور کر دیتا ہے تو فوراً

فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾
تم میں کا ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے

لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ فَتَمَتَّعُوا
تاکہ ناشکری کرے ہمارے دیئے ہوئے کی پس تم شرک کرو اور چند روز مزے اڑا لو

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٥٥﴾ وَيَجْعَلُونَ
پھر (انجام میں) تم کو معلوم ہو جائے گا اور ان کو وہ جانتے بھی نہیں

لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ
اپنے معبودوں کے لئے کھیتی وغیرہ میں سے ایک حصہ مقرر کر رکھتے ہیں

تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾
قسم ہے خدا کی (قیامت میں) تم سے ضرور پوچھ گچھ کی جائے گی جو تم جھوٹ

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ
اور مشرک فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں سبحان اللہ کیسے

وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا بُشِّرَ
ہیں اور خود اپنے لئے جو چاہتے ہیں (بیٹے) اور جب خبر دی جاتی ہے

أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ
کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خوشخبری دی جاتی ہے تو تم کے

مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارَىٰ
مارے غم کے سیاہ پڑ جاتا ہے بیٹی کی خبر

مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ
سے قوم سے چھپا چھپا پھرتا ہے

أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ
(سوچتا ہے) آیا اس کو ذلت پر برداشت کرے یا اس کو خاک

فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٥٩﴾
میں گاڑ دے دیکھو کیا برا فیصلہ کر رہے ہیں

لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ
جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کی حالت تو ایسی

السَّوْءِ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ وَ
کی بری ہے اور اللہ کی تو بلند شان ہے اور

هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٠﴾
وہ زبردست حکمت والا ہے

ترکیب

اَثْنَیْنِ تاکید ہے اِثْنَیْنِ کی اور مفعول ثانی اِثْنَیْنِ کا بھی ہو سکتا ہے وفیہ نامیہ۔ وَاَنَا اسے وَاَنَا حال ہے الذین سے اور حال اس میں معنی غایت کے ہیں۔ مَا بِهِمْ الذی ثم اس کا صلہ من نعمۃ حال ہے ضمیر سے جو بِهِمْ ہے تمن اللہ خبر، دوسری وجہ بھی ممکن ہے۔ تَجْأَرُوْنَ ترضعون اصلہ تجأرون بالاستغاثۃ۔ سبحانہ جملہ معترضہ۔ مسودا الخ حال یتواری کا حال سے ضمیر کظیم سے اِذَا کَشَفَ الم اِذَا شرطیہ اِذَا فَرِیْقٌ الخ آیۃ جواب الشرط لیکفروا لام کے دخیل لام العاقبۃ۔

تفسیر

پچھلی آیتوں میں یہ ثابت کر کے کہ تمام عالم اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اسی کے آگے سر تسلیم جھکائے ہوئے ہے قال اللہ سے لے کر کفار ہیوں تک توحید خالص کا حکم دیا تھا پھر زمانی السموات والارض سے لے کر تمنون تک اس پر اور دلیل قائم کرتا ہے کہ حیاتوں کا لاد رہتے ہوں بدلے اول یہ کہ کسی کا خوف ہو کہ اگر نہ دیا اور دیگر حیاتوں نہ دیکھے تو وہ ہم کو جانی یا مالی کوئی نقصان پہنچا دے گا حیات پرستوں اپنے معبودوں کی نسبت خیال ہے سو یہ بھی اللہ کے سوا اور کسی کا قبضہ نہیں کس لیے کہ ایسا وہ کر سکتا ہے کہ جس کا مخلوق پر کوئی اختیار و اقتدار ہو سو یہ ہے نہیں اس لیے

اول ایامی فارہبون فرمایا اور وجہ اس کی ولہ مافی السمٰوات الخ میں ذکر فرمائی اس کے بعد اسی بات کو بطور نتیجہ دلیل اعادہ کیا افغیر اللہ تتقون۔ دویم یہ کہ کسی کی نعمت تندرستی مال وجاہ وغیرہ اس سے حاصل ہو اس طمع میں عبادت کی جاتی ہے یہ بات بھی اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں کس لیے کہ وما بکم من نعمۃ فمن اللہ جو کچھ نعمتیں تمہارے پاس ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ اول تو اس لیے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور کسی کے پاس دھرا ہی کیا ہے جو تم کو دے گا۔ دوم جب تم پر کوئی مصیبت آجاتی ہے تو فطرت انسانیہ اللہ ہی کی طرف فریاد کرنے کو مجبور کرتی ہے اس وقت اپنے معبودوں کو بھول جاتے ہو عوارض جہل اٹھ جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بنی آدم کے دلوں میں بھی اصلی اعتقاد اسی بات کا ہے مگر جب وہ وقت نکل جاتا ہے اور جہل و خرمستی کے پردے نور فطرت پر کائی کی طرح پھر آپڑتے ہیں تو پھر اپنے فرضی معبودوں یا اسباب کے استقلال اور اپنی تدبیر کی درستی پر نکیہ کرنے لگتے ہیں اور یہ پوری نمک حرامی اور کامل ناشکری ہے جس کا یہ نتیجہ من قریب معلوم ہو جائیگا یا تو دنیا ہی میں بار دگر گرفتار مصیبت ہونے پر یا دار آخرت میں۔ من جملہ نمک حرامیوں کے ایک یہ بھی ہے کہ جن معبودوں کی اصل حقیقت بھی انہیں معلوم نہیں کہ آیا وہ فرضی نام ہیں جن کو باپ دادا سے سنتے چلے آئے ہیں یا وہ کچھ تھے بھی اور تھے تو ان کا مخلوق پر کیا اختیار و اقتدار تھا۔ ان کے لیے ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے مال میں سے اولاد میں سے حصہ مقرر کرتے ہیں۔ کھیتی میں سے ایک حصہ اور اولاد میں سے کوئی ایک بیٹا بتوں کے نام سے نامزد کرتے تھے اور بتوں پر اولاد مواشی کی قربانیاں کرتے تھے ان کے نام کے نامزد اور جانور چھوڑتے تھے۔ اس پر جو ان سے کہا جاتا تھا کہ ان ارواح غیر مرئیہ کو خدا کے کارخانہ میں کیا دخل ہے اور وہ اس سے کیا تعلق رکھتے ہیں تو مشرکین کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ خدا کی لاڈلی بیٹیاں ہیں ان کی بڑی خاطر منظور ہے یہ جو کچھ چاہتی ہیں کرتی ہیں یہ دیویاں پری کالی پری ہندیں انہیں کے نمونہ ہیں ویجعلون للہ البنات میں ان کا ذکر ہے اس کے رد میں ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے لیے بیٹیاں ہونا پسند ہی نہیں کرتے حالانکہ خود بیٹیوں کے بقا نسل میں محتاج ہیں اس پر بھی بیٹی پیدا ہونے کی خبر سن کر غم کے مارے چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے زندہ گاڑ دینے کی بھی ٹھیراتے ہو کبھی بڑی ذلت سمجھ کر ان کو رہنے بھی دیتے ہو۔ پھر خدا نے بے نیاز کو اولاد اور بیٹیوں سے کیا تعلق ہے جس کی شان بلند و اعلیٰ ہے حدوث و احتیاج سے پاک ہے برخلاف تمہارے ولہ المثل الاعلیٰ۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ

اور اگر خدا لوگوں کو ان کے گناہوں پر پکڑتا

مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِن دَابَّةٍ وَلٰكِن

تو کسی جاندار کو بھی زمین پر نہ چھوڑتا لیکن

يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ

ایک مدت مقرر تک ان کو مہلت دیتا ہے پھر جب ان کا وقت

أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا

آتا ہے تو نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ

يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٦١﴾ وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ مَا

آگے بڑھ سکتے ہیں اور یہ مشرک اللہ کے لیے وہ چیزیں تجویز کرتے

يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ

ہیں کہ جن کو اپنے لیے پسند نہیں کرتے اور زبان کو جھوٹے دعوے کرتے جاتے ہیں کہ

الْكَذِبَ أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنَىٰ ۚ لَا جَرَمَ

آخرت کی بھلائی انہیں کے لیے ہے بھلائی تو کیا ان کے

أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُم مُّفْرَطُونَ ﴿٦٢﴾

لیے جہنم ہی ہے جس میں سب سے اول داخل کیے جائیں گے

تَاللّٰهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن

اللہ رسول اللہ کی قسم (یعنی) ہم نے آپ سے پہلے بھی

قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ

تو ہوں میں رسول بھیجے ہم پیغمبروں کے ان کا عمل بھلا دکھایا شیطان نے ان کو

فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ

تو وہی ان کا ولی دوست بنا ہوا ہے اور ان کو عذاب ہے

أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ

دردناک ہے اور ہم نے اتارا تجھ پر

الْكِتٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي

کتاب مگر اس لیے کہ تو بتلا دے ان کو جو

اخْتَلَفُوا فِيهِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةً

قول کو بیان کر دیں اور ہدایت کتاب اور ایمان والوں

لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٦٤﴾

کے لیے ہدایت اور رحمت ہے

ترکیب

الکذب بالنصب مفعول ہے تصف کا ان لہم الحسنی اس سے بدل۔ الکذب بضم الکاف والذال والباء جمع کذوب جیسا کہ صبور وشکور ترتیب یہ اسنۃ جمع لسان صفت ہو گا الفاء یفرط فتحت دوڑنے کی مصروف ہے تبیین پر لئے تبیین والتبیین والتمیز۔

تفسیر

مشرکوں کے جمائع اور اقوال فاسدہ بیان کر کے یہ ظاہر فرماتا ہے کہ ہم صرف اپنی رحمت سے درگزر کرتے ہیں جو دنیا میں ہم یہیں تک مہلت دیتے ہیں اور تمہیں سلب نہیں کر لیتے ورنہ ان کے گناہوں پر جو ایسے تو دنیا پر کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں ان کی نحوست سے جو آ جاوے۔ دیکھو ان شعر سے اس سے بڑھ کر بات پر کہ وہ خدا کی نعمتیں ایسی بار دگر سرزنش فرماتا ہے بالخصوص اس لیے کہ اس کا ان قول و فعل اختلاف دعوے کے ساتھ یہی کہا ہوتے تھے کہ دار آخرت کے درجات ہمارے لیے ہیں کیوں کہ ہمارے یہ دیکھنے میں اس پر فرماتا ہے کہ آخرت کی بھلائی کی جگہ ان کے لیے اس جرم پر ضرور نار جہنم ہے جس میں سب سے اول داخل ہوں گے واتھم مفرطون نائع اور تشبیہ اور کسائی کی روایت سے مفرطون کی کسر اور پڑھتے ہیں اور باقی فتح الراء۔ اول قراءت پر معنی ہوئے کہ وہ لوگ ہوں گے یا خلاف جھوٹ بولنے میں افراط یعنی زیادتی کرنے والے ہیں۔ دوسری قراءت پر یہ معنی کہ ہم متروکون فی النار یعنی آگ میں ڈالے گئے وہاں چھوڑے گئے کہتے ہیں ما فرطت من القوم اعدا اسے ما ترکت یا یہ معنی ہم مطلوب یعنی آگ کی طرف ان اعمال سے جلدی کر رہے ہیں جب سے پہلے جا رہے ہیں۔ واحدی کہتے ہیں عرب بولتے ہیں فرط الرجل اصحابہ یفرطہم فرطا وفروطا اذا تقدمہم لیہیئوا لہم یعنی اوروں کے قافلہ سالار ان کو پہلے ہم میں جھنڈے لیے جا رہے ہیں۔

تنبیہ: اس سے یہ بات نکلتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی ہم نے قوموں کی طرف رسول بھیجے تھے سو شیطان نے ان قوموں کو ایسا بہکایا کہ برے اعمال کو ان کی نظروں میں بھلا کر دکھایا۔ آج کے دن بھی وہی شیطان ان لوگوں کو ورغلا رہا ہے جہنم کا رستہ بتا رہا ہے اس لیے ہم نے اے محمد تم پر قرآن نازل کیا کہ آپ ان کو مطلع کر دیں اور نیکوکاروں کے لیے یہ قرآن ہدایت و رحمت بھی ہے۔

وَاللّٰهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ

اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے زندہ کر دیا

الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ

زمین کو اس کے مرنے کے بعد اس میں کوئی نشانی ہے البتہ اس میں

لَآيَةً لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٥﴾ وَإِنَّ

سننے والوں کے لیے بڑی نشانی ہے اور البتہ ہے

لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُسْقِيكُمْ

چارپایوں میں بھی ایک غور کا مقام ہے کہ ان کے

مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ

پیٹوں میں سے گوبر اور خون میں سے (بعد کے) انہیں خالص دودھ

لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ ﴿٦٦﴾ وَ

پلاتے ہیں جو پینے والوں کو رچتا پچتا ہے اور

مِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ

کھجور اور انگور کے پھلوں میں بھی (عبرت ہے)

تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ۗ

جن میں سے تم نشہ بناتے ہو اور عمدہ روزی بھی (قرار دیتے ہو)

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾

بے شک اس میں بھی عقل مندوں کے لیے بڑی نشانی ہے

ترکیب

لعبرۃ اسم ان لکم خبر۔ بطونہ بطون جمع بطن بمعنی شکم بطونہ کی ضمیر انعام کی طرف راجع ہے، کیوں کہ انعام[1] مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی۔ من بین من للابتداء متعلق ہے نسقیکم سے لبنا مفعول ثانی ہے نسقیکم کا خالصا سائغا اس کی صفت و من ثمرات الخ محذوف کے متعلق ہے اے نسقیکم من ثمرات الخ تتخذون جملہ مستانفہ یا صفت ہے محذوف کی تقدیر ہے شیئا تتخذون منہ اے وان من ثمرات النخیل شیئا۔

تفسیر

قرآن مجید کا دستور ہے کہ وہ ایک اصول میں گفتگو کرکے دوسرے اصول کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ الٰہیات کے بعد معاد اور کبھی نبوات اور کبھی اصلاح افعال اور اعتقاد عباد کی طرف رجوع کرتا ہے اور یہی چاروں باتیں کتاب الٰہی کے اصل اصول ہیں۔ اسی قاعدہ سے کلام تمام کرکے اب الٰہیات میں کلام کرتا ہے اور اپنا قادر و مختار ہونا ثابت کرتا ہے جس میں توحید اور صفات باری کا کامل ثبوت ہے۔ وہ دلائل (کہ جن سے خدا تعالےٰ کا وجود اور اس کا وحدہٗ لاشریک ہونا اور ہر چیز کا اسی کے دست قدرت میں ہونا ثابت ہوتا ہے) پانچ قسم کے ہیں۔ اول آسمانی چیزیں جن میں سے یہاں پانی کا ذکر کرتا ہے و اللہ انزل من السماء کہ اللہ نے آسمان سے یعنی بادلوں سے پانی برسایا جس سے مردہ زمین یعنی خشک زمین زندہ ہوجاتی ہے یعنی ہری بھری جڑی بوٹیاں گھاس اور درخت اور کیا کیا کارآمد انسان چیزیں اگتی ہیں جس سے اس کے آثار رحمت و قدرت نمودار ہیں[2]۔ دوم انسان کے حالات اور اس کی پیدائش۔ سوم حیوانات کی پیدائش اور ان سے انسان کے لیے نفع دینے والی چیزوں کا پیدا کرنا جن کی طرف وان لکم فی الانعام لعبرۃ الخ میں اشارہ ہے کہ حیوانات گائے بھینس بھیڑ بکری اونٹنی وغیرہ کا دودھ بھی ایک غور کرنے کی بات اور اس کی بڑی نشانی ہے۔ اس کو ہم پلاتے ہیں، پر یہ تو دیکھو کہ وہ کہاں سے پیدا ہوتا ہے جانوروں کے شکم میں گھاس جاکر گوبر لید مینگنی بن جاتی ہے اس کا عطر کھنچ کر جگر میں آیا اور جگر بقول حکماء حال خون بنتا ہے پھر عروق کے ذریعہ سے وہ خون ان جانوروں کے تھنوں میں (پستانوں میں جو نرم گوشت ہے اور جس کی تاثیر یہ ہے کہ خون کو دودھ کر دے) دودھ بن جاتا ہے غور

---

[1] ہو اسم جمع لا جمع ولذلک عدہ سیبویہ فی المفردات المبنیۃ علی افعال کاطلاق والکیاش ۱۲ منہ

[2] جن سے یہ بھی ثبوت ہوتا ہے کہ جس طرح ایک سال زمین برسات میں ہری بھری ہوتی ہے سیکڑوں بوٹیاں (باقی بر صفحہ آئندہ)

خورد و نوش اور خوان میں سے چوشکر کی ملے ہوئے ایک دوسرے کا کس طرح سے امتیاز کرتا ہے اور ان میں کا خوشگوار شیریں دودھ کس طرح نکال کر تمہیں پلاتا ہے پھر یہ کہاں ہے اس کے اور کون کر سکتا ہے؟ دیکھو کیسا منعم ہے۔ چہارم نباتات جنس میں سے یہاں کھجور اور انگور کا ذکر کرتا ہے کہ تمہارے منہ سکا اسکے سے مراد شراب ہے چونکہ خطاب قریش مکہ کی عرف سے اور نیز مکہ میں شراب حرام نہیں ہوئی تھی بلکہ مدینہ میں آکر حرام ہوئی اس لیے ان لوگوں کو ان کے خواص بتاتا ہے ابو حنیفہ فرماتے ہیں سکر سے مراد نبیذ ہے یعنی کھجور یا انگور کا شیرہ جس کو یہاں تک جوش دیا جاوے کہ دو حصہ جل جاویں پس اس میں نشہ نہیں ہے یہ حلال ہے۔ ورنہ صحابہ میں قوم انگور اور کھجور سے سکر اور اچھی چیزیں کھانے کی بناتے ہو سر کہ اور شکر اور بہت چیزیں بنتی ہیں اور وہ خوردنی عمدہ غذائیں اور نفیس میوے ہیں پھر یہ کس کی بنائی ہوئی ہیں کس نے ان میں لذت اور شیرینی پیدا کی اپنا پتہ تو بتاؤ زمین و دریا میں کا ذکر آیندہ آتا ہے۔

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي
اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ بنا لے
مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا
اور پہاڑوں میں اور ان چیزوں میں جنہیں لوگ
يَعْرِشُونَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ
چھتے پر چڑھاتے ہیں پھر ہر قسم کا پھل کھا
الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا
کر سے پھر سیدھے راستوں سے جنت کو آ جا کر سے

يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ
اللہ ہمیشہ ان میں سے ایک ایسا شربت نکلتا ہے جس کی مختلف
أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ إِنَّ فِي
قسمیں ہوتی ہیں اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے بے شک اس میں
ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٦٩﴾
بھی غور کرنے والوں کے لیے بڑی نشانی ہے۔

ترکیب

ان مفسرہ ہے اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ بنا لے۔ اتخذی کا مفعول بیوتا ہے من الجبال بدل اتخذی کا مفصول و من الشجر معطوف ہے من الجبال پر ذلل جمع ذلول کی یہ حال ہے ضمیر اسلکی سے یا سبل سے لے اسلکی سبل ربک وانت ذو منقادۃ او اسلکی سبل ربک حال کونہا ذللۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسلماً یخرج بحوالہ مستلزم ہے شہد کی مکھیوں کے الہام کا نتیجہ بتاتا ہے۔

تفسیر

حیوانات میں پھر پرندوں میں سے دودھ کا نکالنا بیان ہو چکا اب پرندوں میں جو کچھ منافع انسان کے لیے رکھے ہیں ان کا ذکر فرماتا ہے۔ پالیوں کو وہاں چارپایوں سے دودھ نکالنا بیان کیا تھا ان کو انسان دانہ چارہ بھی کھلاتا ہے یہاں پرندوں سے شہد کا نکالنا بیان فرماتا ہے ان پرندوں میں سے کوئی بھی زہریلی کھا ہوا سے وہ کون شہد کی مکھیاں جنہیں کو عرفی میں نحل اور ہندی میں ٹھال کہتے ہیں اور اونچی جگہ

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) لطائف ہیں پھر وہ سب خلق ہو کر ہست و نابود ہو جاتی ہیں اس کے بعد سال آیندہ میں پھر ویسی ہی ہڈی نمودار ہو کر گرتی ہے۔ اسی طرح زمانہ کے گزرنے پر انسان بھی قدرت کے عود و بدو سے ہیں اس لطیفہ کو بھی دفنا ہو جائے گا جو قیامت میں قیامت کی دوسری فصل سے پھر زندہ ہو کر نکلتا ہے۔ اس میں مستند حشر و اجساد کا بھی ثبوت ہے۔ اور عورت کے منی نفیس کو ملا کے بیان کرنا بھی حسان ہے والسلام

ف ان الفاظ پر غور کرو

لفظ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نہ صرف انسان کو انبیاء کی معرفت ہم وحی والہام کے ذریعہ سے ان کے فوائد دنیا و یہ و اُخروی تعلیم کرتے ہیں بلکہ حیوانات خصوصاً پرندوں کو بھی ان کے کار آمد باتیں الہام ہوتی ہیں جس کو الہام فطری کہنا چاہیے مگر کم بخت انسان اپنے روحانی سرداروں کا مقابلہ کرتا ہے برخلاف مہال کے کہ ان میں جو ایک بڑی مکھی ہوتی ہے جس کو یعسوب کہتے ہیں سب اس کی اطاعت کرتی ہیں۔

ان اتخذی الخ یہ پہلی بات ہے جو ان کے دل میں القاء کی گئی ہے کہ پہاڑوں اور درختوں کی چوٹیوں یا پتوں میں اپنا گھر بنائے اور نیز ان چھتوں میں بھی کہ جن کو انسان چھاتے ہیں، چھپر وغیرہ یا انگور کی بیلوں کے چھتوں میں تاکہ ہر ایک کا وہاں ہاتھ نہ پہنچے ان کے گھر کو کوئی نہ بگاڑے یا زمین سے مرتفع رہنے میں ابخرات وقاذورات زمین کا ان تک اثر نہ پہنچے پھر ان کے گھروں کو یعنی سوراخوں کو دیکھیے کہ مسدس بنے ہوئے ہوتے ہیں جس سے ذرا بھی جگہ بے کار نہیں جاتی اور کس پرکار سے نپے ہوتے ہیں کہ ذرا بھی کم زیادہ نہیں ہوتے۔

ثم کلی من کل الثمرات پھر یہ القاء ہوا کہ بلا قید ہر قسم کے پھل کھایا کرے۔ بعض کہتے ہیں درختوں کے پتوں پر شبنم کی وجہ سے ایک شیریں چیز بھی ہوتی ہے اس کو مکھیاں چاٹتی ہیں اور وہی شہد ہے۔ بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ ان کے پیٹ میں ہر چیز جا کر شہد ہو جاتی ہے اور چونکہ پھلوں میں متھاس ہے بیشتر شہد کی مکھیاں انہیں کو کھاتی ہیں۔

فاسلکی سبل ربک ذللا یہ وہ تیسری بات ہے جو ان کو الہام کی گئی ہے۔ جو علماء ذللاً کو سبل ربک سے حال ڈالتے ہیں وہ یہ معنی قرار دیتے ہیں کہ آنے جانے کے رستے جو خدا نے مکھیوں کے لیے سہل کر رکھے ہیں ان کو چلنے کا القاء کیا جیسا کہ اس آیت میں ہے جعل لکم الارض ذلولا۔ بعض کہتے ہیں یہ ضمیر اسلکی سے حال ہے نسب ذللا کے معنی منقاد اور فرماں بردار ہو کر چلنے کے ہیں۔ سبل ربک وہ اس کے سوراخ ہیں جن کو اللہ ہی نے بنایا ہے اور مسخر ہو کر چلنا بتایا یعنی سمٹ کر کیوں کہ پر کھول کر مکھی ان میں نہیں گھس سکتی نہ نکل سکتی۔ یہ ہیں ذللاً کے معنے۔

یخرج من بطونہا شراب یہ نتیجہ بیان فرماتا ہے کہ مختلف رنگ کا شہد ان کے پیٹ سے نکلتا ہے سفید زرد جس میں بیشتر امراض کے لیے شفاء ہے۔ بعض کہتے ہیں فیہ شفاء للناس قرآن مجید کی بابت جملہ ہے کہ قرآن میں ہر روحانی مرض کی شفا ہے وہ کس طرح دلائل سے توحید و دار آخرت و نبوت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ شہد میں شفا ہونے کے یہ معنی کہ اکثر امراض کی شفا ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ
اور اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر وہی تم کو مارتا بھی ہے اور تم میں سے

مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ
کوئی عمر تک بھی پہنچائے جاتے ہیں کہ جن کو علم کے

بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ ۷۰
بعد کچھ بھی معلوم نہیں رہتا ہے بے شک اللہ بڑا علم اور قدرت والا ہے

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي
اور اللہ ہی نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر روزی میں فضیلت

الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ
دی ہے پھر جن کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنی

رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ
روزی اپنے غلاموں کو نہیں دے ڈالتے

فَهُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ
تاکہ پھر وہ ان کے برابر ہو جائیں پھر کیا اللہ کی نعمتوں کا

يَجْحَدُوْنَ ۝ ۷۱ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ
انکار کرتے ہیں اور اللہ نے تمہارے لیے تمہیں میں سے

ع ۹ ۵ ۱۵

مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
تمہارے اپنے جنس سے جوڑے بنائے اور تمہارے لئے
مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّ
تمہارے جوڑوں سے بیٹے اور پوتے بنائے اور
رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ اَفَبِالْبَاطِلِ
تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں پھر وہ کیوں جھوٹے
يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾
بتوں پر ایمان رکھتے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں
وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ
اور اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں کہ جو آسمانوں اور
لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
زمین سے ان کی روزی کا ان کے لئے کچھ بھی اختیار نہیں
شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾
رکھتے اور نہ رکھ سکتے ہیں۔

ترکیب

شَيْئًا بعض لوگوں کے نزدیک مصدر سے منصوب ہے اور کوفیوں کے نزدیک مفعول سے لہم نیز سوا جتمار خبر ہے ف کو یہ جو واقع ہے موقع تعلیل و تعاقب کے فائدہ دیتا ہے انسان فضلوا بروزی رزقہم ملکت ایمانہم فہم فیہ سواء

مفعول منصوب ہے جواب نفی ہو کر اور مرفوع بھی ہو سکتا ہے سَيْئًا رزقا سے منصوب ہے اگر اس کو مصدر بنایا جاوے اور اگر بمعنی مرزوق لیا جاوے تو اس سے بدل ہے۔

تفسیر

ان آیات میں انسان کے حالات سے استدلال کرتا ہے

اَوَّلًا اللّٰهُ خَلَقَكُمْ تا کہ اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا نطفہ کا رحم میں انسان بنانا اور اس کے مواقع میں کو اعضاء عطا کرنا یہ ضرور کسی مدبر حکیم کا کام ہے۔ طبیعت اور مادہ تو خود بے شعور ہے اور اچھا یہ بھی سہی تو پھر طبیعت اس پر کس نے رکھی ہے! پھر تو حکیم یہ بھی اس کے آثار قدرت کی زبان قاصر ہے کسی حکیم فیلسوف سے موت کا بند دست نہیں ہوا نہ ہوگا۔ وہ حکیم مختار و قادر ایسی بڑی عمر تک پہنچا ہیں جس کہ تمام علوم و فنون بھول جاوے پھر وہی لڑکپن آجاوے اسی کا کام ہے ان اللہ علیم قدیر ان امور کی حکمت کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو وہی جانتا ہے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ تا کہ کوئی غنی ہے کوئی فقیر ہے یہ بھی اس کی طرف سے ہے اگر یہ بات عقل و علم پر موقوف ہوتی تو کوئی پر عقل جاہل مال دار اور عالم دوا نا خوار نہ ہوتا حالانکہ معاملہ بالعکس ہے۔ پھر فَمَا الَّذِيْنَ سے یہ بات ثابت کرتا ہے کہ ہر چند روزی رزق ہم دیتے ہیں مگر باایں عالم اپنے

ف انسان ہے کہ ماں کے پیٹ سے جو اس کی پہلی منزل ہے اپنی عمر کی منزلیں طے کرتا ہوا چلا جاتا ہے۔ اس کی عمر کی ماں گاڑی کس سرعت کے ساتھ بات دن کے سٹیشنوں کو طے کرتی ہوئی جا رہی ہے۔ یہ لاکھ چاہے کہ چند روز لڑکپن یا جوانی کے جگہ میں ٹھیرے مگر کب ٹھیر سکتا ہے ؎

ذرا حیات کے تقاضے چل چلے ۔۔۔ اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

سب کی منزل مقصود معبود حقیقی کے ہاں جانا ہے۔ پھر کوئی جلدی، کوئی دیر میں ایسا بڑھا ہو کر جاتا ہے کہ لڑکوں کی طرح سب کچھ بھول جاتا ہے۔ پھر قیامت میں اگر دوبارہ زندہ کرے تو کیا تعجب ہے جس پر کفار تعجب کرتے ہیں ۱۲ منہ

نوکروں غلاموں کو اپنا مساوی اور برابر کا اس میں نہیں کرنا چاہتے پھر خدا تعالےٰ کیوں کر اپنی مخلوق میں سے کسی کو اپنے برابر کر دے گا؟ لیکن تم اللہ کی نعمتوں کا انکار کر کے ان نعمتوں کو فرضی معبودوں کی طرف منسوب کرتے ہو کہ تن درستی فلاں دیوتا نے عطا کی بیٹا فلاں بزرگ نے دیا یہ کام فلاں ستارہ کی تاثیر سے ہوا یا یہ معنی کہ باوجودیکہ روزی میں تم اور تمہارے غلام برابر ہیں کچھ ان کو تم نہیں دیتے بلکہ ہم دیتے ہیں مگر پھر ہم نے تم کو فضیلت دے رکھی ہے اس کا شکریہ ادا نہیں کرتے۔

سوم واللہ جعل لکم من انفسکم الخ کہ اللہ نے تمہارے لیے بیویاں بنائیں اگر مرد کو عورت نہ ملے تو دنیا کا عیش تلخ ہو جائے اس میں کسی کی حکمت اور علم اور طبیعت کو کیا دخل ہے؟ پھر عورتیں کیسی تمہاری جنس اور قبیلے کی جن کی مجانست سے تمہیں پوری موانست ہوتی ہے پھر اگر اولاد اور اہل قرابت کام آنے والے نہ ہوتے تو بھی مشکل پڑ جاتی اس لیے بنین وحفدۃ[1] بیٹے پوتے اقارب بھی پیدا کیے اس پر رزقکم من الطیبات اچھی چیزیں کھانے کو دیں پھر اس پر بھی لوگ جھوٹے معبودوں پر ایمان لاتے اور اللہ کی نعمتوں کے منکر ہوتے ہیں کیوں کہ ان نعمتوں کو اوروں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور اللہ کو چھوڑ اوروں کی عبادت کرتے ہیں، جن کو رزق روزی دینے میں نہ اختیار ہے نہ قدرت۔

وَمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ
اور ایک وہ شخص ہے جس کو ہم نے اپنی طرف سے خوب روزی دے رکھی ہو سو وہ
يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۖ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۚ
اس میں سے کبھی چھپا کر اور دکھا کر خرچ کرتا ہے۔ کیا دونوں برابر ہیں؟ (وہ کیسے ہیں گے)
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا
نہیں تو تب کیسے الحمد (اتنا تو سمجھے) مگر ان میں سے اکثر تو یہ بھی نہیں
يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
جانتے　اور خدا (دوسری) ایک مثال دو آدمیوں کی
رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ
بیان کرتا ہے کہ ان میں سے ایک تو گونگا ہے (اس پر ایمان) کچھ بھی نہیں
عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ
کر سکتا　اور وہ (اسی لیے) اپنے آقا پر بار بھی ہے
اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۙ هَلْ
جہاں کہیں جاتا ہے　بھلائی لے کر نہیں آتا　کیا یہ اور
يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ
وہ برابر ہے　کہ جو لوگوں کو انصاف کا حکم دیتا ہے
وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ ع
اور وہ خود بھی سیدھے رستہ پر قائم ہے۔

ترکیب

عبدًا موصوف مملوکًا صفت اول لا یقدر صفت ثانی، پھر یہ بدل ہے مثلًا سے ومن معطوف ہے عبدًا پر یہ بھی مجموعہ میں شامل ہو کر مثل سے بدل ہوگا۔ سرًّا وجہرًا حال ہے ضمیر ینفق سے اور اسی طرح رجلین مثلًا سے بدل ہے پھر احدہما سے رجلین کا بیان ہے۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ
پس اللہ کے لیو اپنی اٹکل سے مثالیں نہ گھڑو　کیونکہ اللہ ہی خوب جانتا ہے
وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔　(دیکھو) اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ
عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ
ایک غلام ہے تابعدار　کہ جو کسی چیز پر بھی قدرت نہیں رکھتا

ع ۱۰ ۱۶

[1] حفدۃ جمع حافد کی ہے اور حافد اس کو کہتے ہیں جو بلا عذر خدمت کرے۔ حفد خدمت کرنا دعا قنوت میں بھی آیا ہے وتحفد بیان اس کا اطلاق اقارب پر ہوا ہے جو کام آتے ہیں جس میں پوتا بھی داخل ہے۔ بعض کہتے ہیں خالص پوتے پر یہ بولا گیا ہے۔

تفسیر

مشرکین رد شرک کے یہ دلائل ان کی جواب میں بیان کیا کرتے تھے کہ دنیا میں کوئی شخص بادشاہوں سے ان کے ذیلدار اہل کاروں کے ذریعہ بغیر عرض حال نہیں ہو سکتا اور نیز جس طرح بادشاہوں نے اپنے تمام کارخانوں کے مختار کر رکھے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ نے بھی۔ ان کے جواب میں فرمایا ہے فلا تضربوا للہ الامثال کہ یہ مثالیں نہ بناؤ خدا کا معاملہ بندوں کا سا نہیں۔ ان اللہ یعلم الخ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے دو مثالیں بیان فرمائی ہے جن سے یہ معلوم ہو جاوے کہ اللہ کے آگے اس کی تمام مخلوق عاجز اور اس کی دست نگر ہے اس کے حکم بغیر ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا خصوصاً ضلالت پرستوں کے بہت کہ وہ تو بے جان ہی ہیں پہلی مثل کو ضرب اللہ مثلاً عبداً مملوکاً سے شروع کیا ہے کہ ایک تو غلام ہو اور غلام بھی کیسا تھوڑا آزاد کیا ہوا نہ ہو یا اسے کاروبار تجارت میں اجازت نہ ہو نہ مولیٰ نے اپنے مرنے کے بعد اس کی آزادی مقرر کی ہو نہ کسی قدر مال اوائلے پر اس کی آزادی معین ہوئی ہو اس پر طرہ یہ ہو کہ لایقدر علی شیٔ خانہ داری کے امور میں بھی کسی کو دینے لینے کی اس کو کچھ بھی قدرت نہ ہو۔ اور ایک وہ امیر با اختیار ہو کہ جس کو اپنے مال میں پیچھے کھلے ہر طرح کے تصرف کی نہ صرف قدرت ہی ہو بلکہ وہ تصرف بھی کرتا ہو پھر کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں اللہ کے سوا جس قدر اس کی مخلوقات ہے (کہ جس کو مشرکین پوجتے ہیں اور نت نئے طریقوں سے اس کو حاجت برآری کا ذریعہ جان کر ان کو پکارتے اور ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں جیسا کہ عرب میں دستور تھا) سب اس کے آگے اس غلام کی طرح محتاج ہے کہ جس کو اس کی اجازت بغیر کچھ بھی قدرت نہیں نہ لینے کی نہ دینے کی۔ اور امیر با اختیار کی مثال اللہ تعالیٰ کو جس کو ہر طرح کے تصرف کی قدرت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے پھر کیسی بے وقوفی ہے کہ گھر کے مالک کو چھوڑ اوتاد اور جو ہم بھی ہو چھوڑ کر اس کے ایسے بے بس غلام سے سوال کیا جاتا ہے اس مثال کے بعد ہی جواب دیں گے کہ یہ برابر نہیں۔ اس کو فرمایا ہے الحمد للہ کہ اس قدر تو کھلا ہے کہ دونوں برابر نہیں مگر اکثرہم لا یعلمون اکثر کو تو یہی خبر نہیں اس قدر جاہل و بے تمیز ہیں۔

دوسری مثال وضرب اللہ مثلاً رجلین میں ہے۔ یہ دو شخصوں کی مثال ہے جن میں سے ایک تو گونگا ہو اور اپاہج بھی اور نکما بھی جہاں جائے کوئی کام نہ کر آئے۔ دوسرا جسم و دانا ہو کہ لوگوں کو بھی نیکی کا حکم دے اور انصاف کا حکم دیتا ہو اور خود بھی راہ مستقیم پر قائم ہو بھلا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ پہلے شخص سے ان کے معبود دوسرے سے وہ خدائے قادر حکیم مراد ہے۔ مشرکین دو قسم کے تھے بلکہ اب بھی ہیں ایک وہ جو پتھر اور چیزوں کی مورتوں کو پوجتے تھے ان کے معبودوں کی مثال اخیر میں ذکر کی اور ایک وہ جو بزرگوں کو پوجتے تھے ان کے لیے مثال اول ہے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
اور آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں تو اللہ ہی کو معلوم ہیں
وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ
اور قیامت کا معاملہ تو بس ایسا ہے کہ جیسا پلک کا جھپکنا
اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ
یا اس سے بھی قریب ۔ بیشک اللہ ہر چیز پر
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ
قدرت رکھتا ہے ۔ اور اللہ ہی نے تم کو نکالا
بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـــًٔا ۙ
تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اور تم کچھ بھی نہ جانتے تھے

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَ
اور تم کو کان اور آنکھ اور

الْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٧٨﴾ أَلَمْ
دل عطا کیے تاکہ تم شکر کرو کیا

يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ السَّمَاءِ
پرندوں کو نہیں دیکھتے کہ آسمان کی فضا میں (اوپر) تھمے ہوئے ہیں

مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
انکو کون سنبھال رہا ہے اللہ کے سوا البتہ اس میں بھی

لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٧٩﴾ وَاللَّهُ ع ١١
نشانیاں ہیں ایمان داروں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں اور اللہ

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَّ
ہی نے تمہارے گھروں کو تمہارے لیے آرام کی جگہ بنایا اور

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا
تمہارے لیے چارپایوں کی کھال کے خیمے بنائے

تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ
جنہیں تم اپنے سفر اور اقامت میں بہت ہلکے

إِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا
پاتے ہو اور ان کی اون اور روئیں

وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿٨٠﴾
اور ان کے بالوں کی بھی بہت سے سامان اور ایک وقت تک کام آنے والی چیزیں بنائیں

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَّ
اور اللہ ہی نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں کہ بعض کو تمہارے لیے سایہ دار بنایا اور

جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا وَّ
تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں بنائیں اور

جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ
تمہارے لیے کرتے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں

وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ
اور زرہ بھی جو تمہیں جنگ میں محفوظ رکھتی ہیں وہ یوں

يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ
تم پر اپنی نعمتیں پوری کیا کرتا ہے تاکہ

تُسْلِمُونَ ﴿٨١﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا
تم جھکو پھر بھی اگر نہ مانیں (تو اے رسول)

عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٨٢﴾ يَعْرِفُونَ
تم پر صرف کھول کر حکم پہنچا دینا ہے وہ اللہ کی

نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا وَ
نعمتیں پہچانتے بھی ہیں پھر منکر بنتے ہیں اور

أَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٣﴾
بہت سے تو ناشکر ہی ہیں۔

ترکیب

اوہو اقرب او للتمثیل او للتخییر وقیل لشک المخاطب وقیل بمعنی بل والجملۃ تمثیل لسرعۃ وقوع القیامۃ۔ مسخرات حال من الطیر۔ سکنا بمعنی مسکون لا تعلمون جملہ حال ہے ضمیر منصوب اعمامکم سے مایمسکھن جملہ حال ہے مسخرات سے ظعن سفر۔ اثاثا معطوف ہے سکنا پر اور دونوں من اصوافہا جار مجرور کا فصل مستقبح نہیں ہے کیوں کہ جار مجرور بھی مفعول ہے اور ایک مفعول کا دوسرے پر مقدم کرنا قبیح نہیں۔ الظعن بفتح العین وسکونہا کالنہر وہو سیر الہادیۃ من موضع الی موضع والصوف للغنم والوبر للابل والشعر للمعز۔ اکنانا جمع کن وہو ما یستکن بہ۔

تفسیر

ان آیات میں خدا تعالےٰ ان کے ان معبودوں کے مقابلہ میں کہ جن کو دو مثالوں میں عاجز اور کمزور ثابت کیا تھا اپنے کمال وقدرت واحسان کو ذکر فرماتا ہے وللہ غیب الخ میں اپنا علم بیان کرتا ہے اور غیب کی نادر چیزوں میں سے

قیامت کا قائم ہونا ہمارا اس لیے اس کو بھی ذکر کرتا ہے کہ نہ صرف ہم کو اس کا علم ہے بلکہ وہ ہمارے قبضۂ قدرت میں بھی ہے پلک جھپکنے سے بھی جلد وہ ظاہر ہوگی ہم کو ہر چیز پر قدرت ہے اس میں اس کی قدرت کا بھی اظہار ہے پھر اس قدرت کی دلیل کو تمہاری ہندوں پر احسان بھی ہے، واللہ اخرجکم الخ سے شروع فرماتا ہے کہ تم کو پیدا کیا تم کو علم اور ادراک دیا معدوم سے موجود بنایا اگر اپنی وہ حالت یاد نہ ہو تو جو اس کے آنے والے جانوروں کو دیکھو کہ آدھر اسی کی کبیر قدرت ان کو تھامے رہتا ہے اور اپنے اوپر روزمرہ احسانوں کو غور کرو کہ ہم میں سے ایک تمہارے رہنے کے مکانات ہیں پھر سفر کے مکانات کہ ان کا ساتھ لے چلنا آسان ہے جانوروں کی کھال اور بالوں کے لیے تم کو دیے۔ عرب میں اونٹ یا اور جانوروں کی کھال کے رنگ کے خیمہ بناتے تھے اور اونٹ یا بھیڑ کے بالوں سے جن کو اصواف (جمع صوف) کہتے تھے اور اونٹ کے بالوں سے جن کو اوبار (جمع وبر) کہتے تھے اور بکری کے بالوں سے جن کو اشعار (جمع شعر) کہتے تھے خیمہ وغیرہ بناتے تھے اسی چیزوں کے بنانے کا تم کو علم دیا پھر ان سے کیسے کپڑے اور وردیاں تیار کرتے ہو جو تمہارے کام آتے ہوتی ہیں اور مخلوق الٰہی میں سے ایسے اجسام بھی بناتے ہیں کہ سایہ میں آرام پاتے ہو اور پہاڑوں میں غار وغیرہ بھی اس طور کے تیار کیے جن میں چھپ کر دشمنوں سے امن پاتے ہو اور بیٹھنے وغیرہ سے بھی پناہ لیتے ہو اور قمیص کپڑے پہننے کا بھی علم دیا کہ اس طرح لڑتے ناتے ہو جن سے دھوپ سے بچتے ہو اس کے سوا پہننے کے بھی کپڑے زرہ وخود وغیرہ بنانے سکھائے جن سے جنگ میں محفوظ رہتے ہو یہ سب باتوں کے پیشوں سے باہر آنے کے بعد کی انسانی علمی ترقی کو

اور اس اور اگر کفار وہ کافر تم اس بات بھی اس کی طرف نہ جھکیں تو حضرت جانیں رسول پر بجز پیغام رسانی کے کوئی مطالبہ نہیں۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ لعنتیں انہی کی طرف سے ہیں جن میں ان کے معبودوں کا کوئی بھی دخل نہیں مشرکین پرستی کو کے سب کا انکار کیے دیتے ہیں۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ
اور (اے محمد) جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے پھر

لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ
نہ کافروں کو اجازت دی جائے گی اور نہ ان کا کوئی

يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ
عذر قبول کیا جائے گا اور جب کہ دیکھیں گے

ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ
عذاب (جہنم) کو پھر نہ تو تخفیف (عذاب) ہوگی

وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ
اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی اور جب کہ دیکھیں گے

أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا
اپنے معبودوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب

هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا
یہ ہمارے وہ معبود ہیں کہ ہم

نَدْعُو مِن دُونِكَ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ
تیرے سوا پکارتے تھے پھر وہ انہیں جواب

الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا
دیں گے کہ تم ہی جھوٹے ہو اور

إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُم
اللہ کے سامنے سر جھکا دیں گے اور (اس دن) جو جھوٹ

ع ۱۱

سلہ عاد و ثمود بھیڑ دنبے کے بالوں کو سیلم بالوں کہتے ہیں شاید بکری کے بالوں پر بھی کہیں اس لفظ کا استعمال ہوتا ہو مگر اونٹ کے بالوں کو بہت ہی زیادہ کہتے ہیں وسرہ

مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٨٥﴾ الَّذِينَ

بنایا جھوٹے تھے سب گئے گذرے ہوجائیں گے جو لوگ (دنیا میں)

كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ

خود بھی منکر ہوئے اور (دوسروں کو بھی) اس کی راہ سے روکتے رہے

زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا

ان کی بدمعاشی کی سزا میں ہم ان کے لیے عذاب پر عذاب

كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ

بڑھاتے جائیں گے۔ (اس دن کو یاد کرو کہ) جس دن ہم

فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ

ایک گروہ میں سے ان کے اوپر انہیں کا ایک گواہ

أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ

کھڑا کریں گے اور (اے نبی) آپ کو ان پر گواہ بنا کر

هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ

لائیں گے (اس لیے) کہ آپ پر ہم نے ایک ایسی کتاب نازل کی ہے

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَ

جس میں ہر چیز کا بیان کافی ہے اور وہ مسلمانوں کے

رَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾ ع ۱۲ ۱۸

لیے ہدایت و رحمت اور بشارت ہے۔

ترکیب

یوم اذکر محذوف سے منصوب۔ یستعتبون لا یطلب منہم العتبی اے الرجوع الی ما یرضی اللہ۔ قالوا ربنا جواب ہے اذا رالذین کا۔

تفسیر

منکرین انعام الٰہی اور ان کے ان بے ہودہ حرکات کا ذکر کر کے جو آخرت میں باز پرس کے قابل ہیں یوم بعثت سے لے کر آخر تک روز حشر کی کیفیت باز پرس اور حساب کتاب بیان فرماتا ہے کہ ہر قوم میں سے ایک ایک گواہ بلائیں گے جو اس قوم مشرک و کافر کے مقابلہ میں گواہی دے گا کہ ہم نے ان کے پاس توحید و احکام الٰہی پہنچائے پر انہوں نے نہ مانا (گواہی دینے والے انبیاء یا ان کے جانشین ہیں جن سے کوئی گروہ خالی نہیں) گواہی کے بعد وہ اجازت مانگیں گے کہ ہم پھر دنیا میں جائیں، یہ قبول نہ ہوگا عذر و معذرت کریں گے یہ بھی نہ سنا جاوے گا۔ پھر شرکین دنیا میں اللہ کے سوا جن معبودوں کو پوجتے تھے اور ان کو حاجت روا جان کر پکارتے تھے وہاں ان کو دیکھ کر کہیں گے کہ الٰہی ہم ان کو پوجتے تھے یعنی انہیں کا اشارہ تھا گویا اپنے اوپر سے الزام اٹھانا چاہیں گے۔ اس کے جواب میں وہ کہیں گے تم جھوٹے ہو ہم نے تم سے کب کہا تھا کہ تم ہم کو حاجت روا جانیو تبیانا لکل شیء اس سے دنیاوی باتیں مراد نہیں بلکہ دینی کیوں کہ قرآن کے بعد اور کوئی کتاب نہیں آنے کی پھر اس میں بھی سب دینی مسائل نہ ہوں تو کیا۔ تبیان یعنی کھول کر بیان کرنا قرآن کا سب مسائل کو حاوی ہونا دو وکیلوں کے ذریعہ سے ہے اول سنت یعنی جو کچھ قرآن کے بعد مسائل تھے ان کو ان کے اصول مودودہ سے جو قرآن میں ودیعت رکھی گئی ہیں رسول نے بیان کر دیا اور جو ان سے بھی بچی ان کو مجتہدین نے استنباط کر کے بیان کر دیا اور آئندہ استنباط کے اصول فقہ میں قواعد مقرر کر دیے اس اعتبار سے مجتہدین بھی قرآن کے وکیل یا ترجمان ہیں غیر مجتہد کو بضرورت ان کی تقلید کرنا قرآن کو ماننا ہے۔

لہ کیوں کہ اگر یہ دو وکیل تسلیم نہ کیے جاویں تو دعوی تبیانا لکل شیء صحیح نہ ہو کس لیے کہ بہت سے مسائل نصوص قرآنیہ میں نہیں ہاں احادیث میں ہیں۔ اسی طرح بہت سے احادیث میں بھی نہیں وہ استنباط قرآن و احادیث سے ظاہر ہوتے ہیں اس لیے اس مقام پر بیضاوی وغیرہ کہتے ہیں من امور الدین علی التفصیل او الاجمال بالاحالۃ الی السنۃ او القیاس انتہی ۱۲ منہ

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَ
ضرور اللہ — انصاف کرنے کا — اور نیکی کرنے کا — اور
إِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ
دینا — اپنے رشتہ کے لوگوں کو — اور روکتا ہے — اور برے کام سے
وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ
اور — برے کام سے — اور سرکشی سے — نصیحت کرتا ہے — تاکہ
تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ
تم — یاد رکھو — اور پورا کرو — عہد — اللہ کا
إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ
جب — عہد — تم نے کیا — اور — نہ توڑو — قسموں کو — پختہ کرنے کے بعد
بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ
نہ — توڑنا — اور — تحقیق — تم نے — اللہ کو
عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا
تم پر — ضامن — بے شک — اللہ — جانتا ہے — جو
تَفْعَلُونَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ
تم کرتے ہو — اور — نہ ہو — تم — مانند — اس کی — جس نے — توڑ ڈالا
غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا ۚ
سوت (مضبوط) — اپنے — کو — بعد — قوت — ٹکڑے ٹکڑے
تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ
تم — بناتے ہو — قسموں کو — اپنی — دغا — آپس میں — تمہارے
أَن تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ
کہ — تم — ایک — جماعت — وہ — بڑھ کر ہے — جماعت سے — زیادہ
إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ
اس میں — تمہارا — آزماتا ہے — اللہ — اس سے — اور — ضرور — وہ ظاہر کرے گا
لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنتُمْ فِيهِ
تم کو — روز — قیامت — جو — تھے — تم — اس میں
تَخْتَلِفُونَ ﴿٩٢﴾
اختلاف کرتے — ظاہر کر دے گا

ترکیب

انکاثا جمع نکث بمعنی المنکوث اے المنقوض ، شکستہ ، مفعول ثانی ہے کیونکہ تفعلت بمعنی صیرت اور حال بھی ہو سکتا ہے غزلہا سے تحقیق ان جملہ حال ہے ضمیر تکونوا سے ان تکون اے خائنۃ ان تکون امۃ اسم کان ہی اور فی جملہ خبر کان۔

تفسیر

روز حشر کی کیفیت کے بعد وہ باتیں ذکر فرماتا ہے کہ جن پر عمل کرنے کے بحث میں کامیابی ہو۔ ان آخر خواص آیت میں انسان کے مکارم اخلاق و ذمیم خصائل سیاست دل کے سب مسائل آگئے جن کی تفصیل کو ایک دفتر درکار ہے انسان کے یا تو وہ معاملات ہیں جو خدا تعالیٰ سے متعلق ہیں عقائد صحیحہ و اعمال صالحہ یا وہ ہیں جو باہم آپس میں ایک دوسرے کے متعلق ہیں اپنے فقرا سیاست حاکم الدین و اولاد و اقارب کے ساتھ برتاؤ۔ ان دونوں قسموں کے پھر صدہا اقسام ہیں پس ان سب کو ہر امور مذکورہ ادا کرنا عدل ہے یہاں ان معاملات سب میں ہے یہ حکم سب پر فرض ہے اس کے بعد اس پر ایک مزید کام تر ہے جس کو احسان کہتے ہیں۔ عبادت میں احسان کی تفسیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تعبد اللہ کانک تراہ (الحدیث) رواہ البخاری۔ اگر اللہ کی عبادت کرنے میں یہ خیال کر کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں اگرچہ نہ ہو تو ہمیں خیال کر کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور معاملات میں احسان اپنے حقوق اور انتقام سے درگزر کرنا غیر کو اس کے استحقاق سے زیادہ نفع پہنچانا جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ جو تجھے گالی دے

لہ قتل ظاہری الرض و اخراج الفتن والجدال اخراج کل ما دخل عیب تحتہ بوجہ ما فیہ دخل مسند

تو اس کو دغا دے جو تجھ سے توڑے تو اس سے رشتۂ محبت جوڑ۔ چوں کہ اس احسان میں زیادہ تر منظورِ نظر اہلِ قرابت ہیں ان سے سلوک کرنے کی بھی تیسری مرتبہ میں تصریح فرمائی۔ اسی طرح ان تینوں باتوں کے مقابلہ میں تین چیزوں سے منع کیا اوّل فحش سے خواہ وہ زبان سے ہو گالی دینا بے شرمی کی باتیں کرنا یا افعال سے جیسا کہ زنا لواطت وغیرہا یہ قوتِ شہوانیہ کا اثر ہے پھر منکر سے یعنی ناپسند باتوں سے جو قوتِ غضبیہ کا اثر ہے پھر بغی یعنی سرکشی سے جو قوتِ وہمانیہ کا اثر ہے اور یہی تین قوتیں انسان کو ہلاکت میں ڈالتی ہیں۔ یہ ایسی جامع آیت ہے کہ کوئی بات اس میں رہ نہیں گئی۔ عثمان بن مظعونؓ وغیرہ بہت سے لوگ اس آیت کی وجہ سے مشرف باسلام ہوئے۔ اس کے بعد قسم اور عہد کی پابندی کی تاکید فرماتا ہے جس پر تمام دینی و دنیاوی کاموں کا دار و مدار ہے۔ اور فرماتا ہے کہ قسم کھا کر نہ توڑو جس طرح کوئی بے وقوف عورت سوت کات کر توڑ ڈالے۔ بعض کہتے ہیں کہ قریش میں ایک ایسی عورت تھی۔ بعض کہتے ہیں محض تمثیل مقصود ہے۔ کسی خاص عورت کی طرف اشارہ نہیں۔ جاہلیت میں ایک قوم سے ہم قسم ہونے کے بعد جب ان کے مقابلہ میں دوسری زیادہ طاقتور قوم کو دیکھتے تھے تو قسم توڑ کر ان کے ساتھ ہو جاتے تھے، اس سے بھی منع کرتا ہے کہ یہ آزمائش کا مقام ہے۔ عہد سے ہر عہد عموماً مراد ہے مگر اس میں بالخصوص اُس عہدِ الست اور اس کے بعد اُس عہد یعنی بیعت کی طرف بھی ایما ہے جو مسلمانوں نے رسولِ کریمؐ سے بوقتِ قبولِ اسلام باندھا تھا کہ جو کچھ ہو اُس پر ثابت رہنا اور اس کے مقابلہ میں جو کفار اسلام سے پھیرلانے میں شبہات و شکوک پیش کریں ان کی طرف التفات نہ کرنا کیوں کہ وہ سب طمع کاری ہے جس کو اللہ قیامت میں تختِ عدالت کے سامنے کھول دے گا۔ ان آیات میں کس خوبی کے ساتھ معاد کے مسئلہ کو احکام مفیدہ کے بعد بیان فرمایا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً

اور اگر اللہ چاہتا　تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا

وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ

لیکن جس کو چاہتا گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت

يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ

کرتا ہے　اور البتہ تم سے پوچھا جائیگا　کہ تم کیا

تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ

کرتے تھے　اور نہ تم اپنی قسموں کو آپس کے

دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا

فساد کا سبب بناؤ کہ جے　پیچھے　قدم اکھڑ جائیں

وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ

اور تم کو　اللہ کے رستے سے روکنے کا　مزہ

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾

چکھنا　پڑے　اور تمہارے لیے بڑی سزا بھی ہو

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ

اور نہ اللہ کے انعام کے عہد کو تھوڑے سے داموں پر بیچو

اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

جو کچھ اللہ کے ہاں ہے　وہی تمہارے لیے بہتر ہے　اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ

تم　جانتے　ہو　جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تو تمام ہو جاتا ہے

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ

اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہتا ہے　اور ہم　صبر کرنے

صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا

والوں کو　ان کے اچھے کاموں کا ضرور بدلہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ
دنیا میں جو نیک کام کرے

ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ
مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان پر رہا ہو دنیا میں تو ہم ضرور

حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ
زندگی بسر کرائیں گے اور آخرت میں بھی ان کے

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٧﴾
کاموں کا ضرور بہتر بدلہ دیں گے۔

ترکیب

فَتَرْدِ جواب ہے نہی لَا تَنْقُضُوا کو اور مَرْدُوْدًا جواب پر معطوف اَلْمَا متصل لکھا جاتا ہے جو زائدہ ہے اور مَا موصولہ ہے۔ ہُوَ ضمیر اس کی طرف راجع مِنْ ذَكَرٍ مِّنْ کا بیان ہے وَهُوَ مُؤْمِنٌ جملہ حال ہے مِنْ سے فَلَنُحْيِيَنَّهٗ جواب ہے مَنْ عَمِلَ کا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اس پر معطوف۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ جس چیز میں تم اختلاف کر رہے ہو اگر بعض تم میں سے اپنے طریقے کو اچھا کہتا ہے اور بعض اس کو برا کہتا ہے) اس سے سوال ہوگا۔ اس پر ناظرین کو کسی دنیا ہے کہ یہ اختلاف بھی قضاء و قدر سے ہے ورنہ خدا چاہتا تو سب کو امۃ واحدۃ یعنی متفق العقائد والمذہب کر دیتا مگر ہر ہدایت و گمراہی اس کے ہاتھ میں ہے پھر اس پر اس سے کون سوال کر سکتا ہے کہ تو نے یوں کیوں کیا بلکہ تم سب سے سوال ہوگا کہ تم کیا کیا کرتے تھے؟ موت کے بعد ہی اس سوال و حساب کا وقت آجاتا ہے۔ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ سے پھر اسی قسم و عہد پر قائم رہنے کی تاکید و تعدید فرماتا ہے۔ دستور تھا اور اب بھی ہے کہ قسم کھا کر دوسرے کو فریب دیتے تھے اس سے منع کرتا ہے اور نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بعض قبائل عرب ایسا کیا کرتے تھے۔ فرماتا ہے کہ اگر قسم توڑ کر جلدی کرو گے اور قدم جما کر چلاؤ گے تو دنیا میں برا مزہ چکھو گے اور آخرت میں بھی عذاب الیم پاؤ گے۔ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ دین اور خدا کے رسولؐ کی فرماں برداری کا اقرار ہے جو ازل میں ہر ایک نے کیا تھا اور نیز دنیا میں بھی زبان سے لوگ حضرتؐ سے عہد کرتے تھے اور خدا کے نام پاک کی قسم کھا کر اقرار کرتا یہ بھی عہد الٰہی ہے۔ پھر اس عہد کو بہت سے لوگ دنیاوی طمع میں آکر یا اس پر قائم رہنے میں مال کا نقصان جان کو توڑ ڈالتے تھے اس کو تھوڑے سے داموں پر فروخت کرتا فرمایا اور اس سے منع کیا اور جو دنیا کی ہے ثباتی بیان کی کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اس کو فنا ہے خود تم کو بھی فنا ہے اور خدا کے پاس جو کچھ اجر آخرت ہے وہ ہمیشہ رہے گا اور جو اس امر میں تکالیف و خسارت مال کی برداشت کرے گا عہد الٰہی پر قائم رہے گا۔ خدا اس کے اچھے عملوں کا اچھا بدلہ دے گا۔

مَنْ عَمِلَ الخ سے عام مسلمانوں کو مخاطب بلکہ وہ مومن ہوں اطاعت دنیا ہے کہ نیکیوں کو دنیا میں بھی خوشی رکھیں گے اور آخرت میں بھی اجر نیک دیں گے۔

لہ حیات طیبہ کی تفسیر میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ ابن عباسؓ و سعید ابن جبیر و ضحاک و عطا کہتے ہیں دنیا میں رزق حلال نصیب ہوگا آخرت میں اعمال صالحہ کی عمدہ جزا۔ حیات طیبہ ہے۔ حسن بصری و وہب ابن منبہ کہتے ہیں قناعت سے بہتر کوئی حیات طیبہ نہیں۔ کسی نے کہا کہ دولت ہو جب تک صحت نہیں ملی کی بہت بھی جو طلب جاہ و مال میں رہتا ہے کسی لذت کا مزہ نصیب نہیں ہونے دیتی۔ امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں خدا کی اطاعت میں خوش رہنا حیات طیبہ ہے۔ ابو عمرو زجاج "اَلْقَنَاعَةُ" کہتے ہیں۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ
پھر اے نبی جب آپ قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود (کے شر)
مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ
سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو کیونکہ اس کا
لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى
ان پر کچھ بھی قابو نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ
رب پر بھروسہ کرتے ہیں اس کا قابو تو انہیں پر
عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ
چلتا ہے کہ اس کو دوست رکھتے ہیں اور خدا کے ساتھ
بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۳ ۱۱ ۱۹
شریک ٹھیرایا کرتے ہیں۔

ترکیب

فاذا قرأت اے اردت قراءۃ شرط فاستعذ جواب۔ سلطانہ اے الشیطان مبتدا علی الذین خبر یتولونہ اے الشیطان والذین معطوف ہے الذین پر مجرور ہے علی کا بہ اے اللہ، اے سلطان الشیطان علی الذین یشرکون باللہ۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا من عمل صالحا الخ اور نیک کاموں میں قرآن مجید کا پڑھنا ایک اعلیٰ درجہ کا کام ہے اور انسان جب قرآن پڑھتا ہے تو اس کی قوت ملکیہ کو غلبہ اور بہیمیہ کو (جو شیطان ابلیس یا اس کی ذریت کا مرکب ہے) کمزوری حاصل ہوتی ہے تب شیطان اس کی اعانت کے لیے اس فعل میں تشویشات ڈالتا ہے اس لیے اس کے دفعیہ کے لیے خدا تعالیٰ سے پناہ لینی چاہیے۔ من جملہ تشویشات شیطانیہ کے ایک یہ بھی ہے کہ انسان کو اس کے نیک کام پر غرور و خود بینی کی طرف ابھارتا ہے اس لیے فرمایا فاذا قرأت القرآن الخ آیت میں گو خطاب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے مگر مراد سب لوگ ہیں کس لیے کہ جب ایسے بڑے جلیل القدر انبیاء کو پناہ مانگنے کا حکم ہوا تو اوروں کو بدرجۂ اولیٰ حکم ہے اور اسی طرح جب قراءت قرآن کے وقت استعاذہ[1] کا حکم ہے۔ حالانکہ قرآن کی حفاظت کا بارگاہِ الٰہی نے ذمہ بھی لے لیا ہے بقولہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ وبقولہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون تو اور کاموں میں بھی استعاذہ بدرجۂ اولیٰ ہونا چاہیے۔

جمہور کے نزدیک یہ حکم ندب کے لیے ہے خواہ قرآن نماز میں پڑھا جاوے یا نماز سے باہر تو اول میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا مندوب یعنی بہتر اور عمدہ بات ہے

---

[1] اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا ۱۲ منہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فرماتے ہیں خدا کی اطاعت میں نصرت پانا حیاتِ طیبہ ہے۔ سہل تستری فرماتے ہیں اپنی جملہ تدابیر کو خدا کے حوالے کر کے راحت سے گذارنا حیاتِ طیبہ ہے۔ فقیر کہتا ہے دنیا میں عافیت سے نیک نامی کے ساتھ جینا اور رضاء الٰہی اور ثواب آخرت کما کر ساتھ لے جانا اور بعد میں ذکرِ خیر اور حسنات باقیہ چھوڑ جانا حیاتِ طیبہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کفار اور دشمنوں کے دلوں میں عزت و شوکت سے بسر کرنا ان کا محکوم رہ کر نہ جینا حیاتِ طیبہ ہے اور صحابہ چونکہ ابتداء اسلام میں بڑی سخت حالت میں تھے اسی کا ان کو وعدہ کیا جاتا ہے جس کو اس نے بہت جلد پورا کیا وہ گدا اور مساکین اس عہد پر قائم رہنے کے سبب بہت جلد سرسبز سلطنتوں کے فرماں روا اور شاہانِ عادل ہو گئے یہاں تک کہ عرب کی قومی عزت دنیا کی نگاہوں میں ثابت ہوئی ۱۲ منہ

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ ۙ وَ
اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں حالانکہ جو
اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا
اللہ نازل کرتا ہے اس کے مصلحتوں کو وہی خوب جانتا ہے تو کہتے ہیں کہ
أَنْتَ مُفْتَرٍ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ
تو افترا کرنے والا ہے (نہیں) بلکہ اکثر ان میں سے
لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ
جانتے نہیں ہیں کہہ دو کہ اس کو تو پاک روح
الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ
پروردگار کے احکام کا لیکر نازل کرتے ہیں تاکہ ان ایمان والوں کو
الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ
اس کلام سے ثابت قدم رکھیں اور ان مسلمانوں کے لئے ہدایت
لِلْمُسْلِمِينَ ﴿١٠٢﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ
اور خوشی خبری ہو اور ہم جانتے ہیں کہ وہ جو یہ کہتے ہیں
يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ ۗ لِّسَانُ
منکر کہتے ہیں کہ اس کو کوئی آدمی بتلا دیتا ہے حالانکہ جس کی
الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَ
طرف یہ نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو
هَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ﴿١٠٣﴾ إِنَّ
عجمی ہے اور یہ صاف عربی ہے
الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ
جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے
لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اللہ ان کو ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لئے آخرت میں
أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ
سخت عذاب ہے جھوٹ تو وہی بناتے ہیں
الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ
جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے

مگر عطا جو الفاظ پر خیال کر کے اس حکم کو وجوب پر محمول کرتے ہیں یعنی استعاذہ واجب ہے خصوصاً جب کہ قرآن نماز میں پڑھا جائے۔ شافعیہ کہتے ہیں چونکہ نماز کی ہر رکعت میں قرآن کا پڑھنا ایک ایک مستقل نماز کا ہے اس لیے ہر رکعت میں جب کہ قرآن پڑھا جائے اعوذ کہنا چاہیے۔ مگر حنفیہ وغیرہم فرماتے ہیں کہ سب رکعات کا حکم ایک ہے متعدد قرأت نہیں بلکہ یہ ایک ہی قرأت ہے کلام پھیرنے تک۔ اس لیے ایک بار اعوذ کہنا اول میں کافی ہے۔ قاستمد کی تف تعقیب کے لیے ہے اس لیے ظاہری معنی پر خیال کر کے ابی حکم کی ایک جماعت جن میں ابوہریرہؓ اور امام مالکؒ اور داؤد ظاہری وغیرہ ہیں یہ کہتے ہیں کہ قرأت کے بعد اعوذ کہنا چاہیے تاکہ خدا اس کو اس نیک کام سے عجب پیدا ہو دور ہو جاوے۔ مگر جمہور اس کے برخلاف ہیں کیوں کہ محاورہ کے موافق افعال سے مراد ان افعال کا ارادہ کرنا ہوتا ہے جیسا کہ آیا ہے اذا قلت فقل بسم اللہ۔ واذا فتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوہکم جس سے یہ مراد نہیں کہ جب کھا چکو تب بسم اللہ کہو۔ جب کھانے کا قصد کرو بسم اللہ کہو اسی طرح یہاں حکم ہے اور اسی کو عقل چاہتی ہے۔ اس حکم سے یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ شیطان کو بھی انسانی کاموں میں قدرت تصرف ہو سکتی ہے جس پر اس کا زور چلتا ہے اس شبہ کو اس قول سے دفع کر دیا انہ لیس لہ سلطان تو کہ ایمان داروں اور خدا پر بھروسہ کرنے والوں پر اس کا کچھ بھی زور نہیں چلتا کبھی بشریت سے جو وسوسہ پیدا ہوتا ہے دفع ہو جاتا ہے وہ اس پر جمتے نہیں اور جو گناہ بھی سرزد ہو جاتا ہے اس کے وسوسہ سے تو اس کے بعد وہ توبہ و استغفار کر کے اس کو دھو ڈالتے ہیں۔ ہاں اس کا زور تو انھیں پر چلتا ہے جو اس کو دوست بنائے رکھتے ہیں یعنی قوت بہیمیہ جو نفس شہوانیہ میں گرفتار ہیں اور نفسانی کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے ہیں۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اور (دراصل) وہی جھوٹے ہیں۔

ترکیب

اذا شرطیہ واللہ اعلم بما ینزل جملہ معترضہ شرط اور جزا ہیں قالوا جملہ جواب شرط۔ مفتر صیغہ اسم فاعل افترے یفتری سے تی گر گئی مفتری تھا۔ وہ تی و شرطی دونوں محل نصب میں ہیں مفعول لہ ہونے کی وجہ سے ان کا لیثبت پر عطف ہے تقدیرہ لان یثبت۔ اعجمی لسان الذی کی خبر لایہدیہم خبر ہے ان کی الذین یفتری کا فاعل۔ افترا کسی پر جھوٹ سے کوئی بات بنانا۔ العجمۃ الاخفاء وہی ضد البیان والعرب یقال رجل اعجمی وامرأۃ عجمیۃ ورجل اعجم وامرأۃ عجماء لے لایفصحان۔ وقیل اعجمی منسوب الی العجم والاعجمی من لایفصح سواء کان من العرب او العجم وقیل الاعجمی من لایفصح والاعجم الذی من العجم وقال الراغب الاصفہانی بالعکس یعنی الاعجمی الذی من العجم والاعجم من فی لسانہ عجمۃ وان کان من العرب۔

تفسیر

اس مقام سے منکرین نبوت کے شبہات کا جواب شروع ہوتا ہے (۱) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب ایک آیت میں کوئی سخت حکم نازل ہوتا اور اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل ہوتی جس میں حکم نرم ہوتا تھا تو قریش کہتے تھے کہ محمدؐ تمسخر کرتا ہے اور از خود جو چاہتا ہے بنا کر سنا دیتا ہے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی (کیسا یعنی ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلنے سے مراد احکام آیات میں نسخ واقع ہونا ہے جس پر کفار قریش کو اعتراض تھا۔ واللہ اعلم بما ینزل جملہ معترضہ ہے کہ انہیں کیا خبر ہے حقیقت قرآن و مصالح نسخ اللہ ہی جانتا ہے پھر اس کا جواب دیتا ہے کہ کہہ دو میں از خود نہیں بنا لاتا، بلکہ جبرئیل خدا کے ہاں سے لے کر نازل ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تم نسخ کی حقیقت سے جاہل ہو۔ (نسخ کی پوری بحث مقدمہ تفسیر میں ہو چکی)۔

(۲) ولقد نعلم یہ ایک اور بے ہودہ شبہ کا جواب ہے جو کفار قریش کرتے تھے۔ مکہ میں بعض غلام فارسی یا رومی بھی تھے جن کو صاف طور سے عربی میں بات بھی کرنی نہیں آتی تھی چوں کہ وہ عیسائی یا فارسی مذہب سے کسی قدر سن سنا کر واقفیت رکھتے تھے مکہ کے جاہلوں کی وہی لائق اور عالم سمجھے جاتے تھے جیسا کہ دیہات میں ادنیٰ ملا کو بڑا مولوی سمجھ لیتے ہیں۔ قریش کو جب کوئی اور بات عیب کی معلوم نہ ہوئی تو یہی کہہ دیا کہ اس کو روح القدس نہیں بلکہ کوئی بشر یعنی وہی غلام تعلیم کرتا ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اس کو تو عربی میں صاف طور پر بات بھی کرنی نہیں آتی اعجمی ہے اور قرآن فصیح عربی میں ہے یعنی خود اس کو کیا لیاقت ہے جو وہ اور کو ایسے مضامین الہامیہ تعلیم کرے گا اور پھر ان کو اس پاکیزہ عربی زبان میں بھی اس فصاحت سے لا دے گا کہ جس کا مثل مکہ کے تمام فصحاء سے نہ ہو سکا۔

ف الحاد میل لحد اذا مال عن القصد اور لحد جو قبر میں ایک طرف یعنی مائل وسط سے ہوتی ہے اس لیے اس کو لحد کہتے ہیں۔ ملحد دین سے مائل یعنی ہر طرف ہوتا ہے اس لیے اس کو ملحد اور اس کے فعل کو الحاد کہتے ہیں۔ ع، ج، م کا مادہ کلام عرب میں ابہام اور اخفاء کے لیے موضوع ہے جس کے بیان میں صفائی نہ ہو اس کو اعجمی کہتے ہیں اور اسی لیے چار پائے کو عجماء اور عرب کے سوا اور ملکوں کے رہنے والوں کو اعجام کہتے ہیں۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا
جو کوئی ایمان لانے کے بعد اللہ کا منکر ہو جائے مگر
مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ
وہ جو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو
وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا
لیکن جو دل کھول کر منکر ہو گیا
فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ
تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ
سخت بڑا سخت عذاب ہے یہ اس لیے کہ انہوں نے
اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ
دنیا کو پسند کیا آخرت سے مقابلہ کیا
وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾
اور بیشک اللہ راہ نہیں دیتا کافر قوم کو جو ایمان نہیں لاتی
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کے دلوں
وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ
اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر کر دی اور یہی
هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي
غافل ہیں بے شک یہ ضرور وہی لوگ
الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾
آخرت میں گھاٹے میں رہنے والے

ترکیب

من کفر بدل ہے الکاذبون سے یا اولئک سے یا الظالمین
کا یہ منصوب ہے اور لکن ہے کہ مبتدا ہو تعظیم اس کی خبر ہو
من استثنا۔ مقدم بعض کہتے ہیں مقدم نہیں بلکہ بعید کے
اس شعر کی طرح ہے۔ الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل۔ من شرطیہ

جواب لہٰذا کا محذوف ہے جس پر تعظیم دال ہے، یہ استثنا
متصل ہے۔

تفسیر

یہاں سے پھر اسی عہد بد جزا حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے بوقت اسلام باندھا جاتا تھا اس لیے اور
بھی زیادہ تر قائم رہنے کی تاکید و تہدید ہے کہ جملہ اور مکہ
طرح طرح کے شبہات سے دلوں میں وسوسہ ڈالا
کرتے تھے اس پر مار پیٹ بھی غریب ایمان داروں
سے کیا کرتے تھے کہ جو کوئی اس عہد کو توڑ کر کافر ہو گا
تو اس کو سخت سزا ہے مگر ان میں سے ان مسکینوں کو
مستثنیٰ کرتا ہے کہ جن کے دل میں ایمان تھا مار کے ڈر
سے کلمات کفر کو منہ سے نکال دیتے کیوں کہ عکرمہ بن کفار
قریش فرما۔ اہل اسلام پر بہت ظلم و ستم کیا کرتے
تھے اور ان کو بھوکا رکھ کر اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
اسلام کے خلاف باتیں کہلواتے تھے بعض مرتد اور یاد
کہا کرتے مگر ایسی باتیں منہ سے نکالتے تھے اور
بعض نکال دیتے تھے اور دل سے ویسے ہی مطیع اسلام
رہتے مگر اس پر بھی ان کو بڑی پشیمانی ہوتی تھی اور مکہ کے
کفار بھی کچھ عجب نہیں کہ ان پر جھوٹ بولتے کا ظن کرتے
ہوں جیسا کہ آج کل کے متعصبین بھی کہا کرتے ہیں کہ اسلام
نے جھوٹ کی اجازت دی۔ اس لیے کذب کی برائی کے
بعد اس مسئلہ کا بھی ذکر فرما دیا اور اس میں ایمان لا کر
کافر ہونے کی سزا بھی بیان ہو گئی۔ من کفر باللہ۔ الا یعنی
جھوٹے وہی ہیں جو ایمان لا کر کافر ہوتے ہیں یا یوں کہو
جو ایمان لا کر بغیر کسی کی زبردستی کے خود بخود کفر لے کر
تو اس پر اللہ کا غضب دنیا اور آخرت میں ہو گا الا من
اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ مگر وہ مستثنیٰ ہے کہ اس کو
کسی نے مجبور کر دیا ہو یا بس یہ اس کے دل میں ایمان

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ
پھر آپ کا رب ان کے لیے کہ جنھوں نے مصیبت میں
بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا
پڑنے کے پیچھے بھی گھر بار چھوڑ دیا پھر جہاد کیا اور مصائب کی برداشت کی
اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾
بے شک آپکا رب ان کی اس مساعی جمیلہ کے بعد غفور رحیم ہے
يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ
جس دن کہ ہر شخص اپنے ہی لیے جھگڑتا ہوا
نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ
آئے گا اور ہر شخص کو اس کے عمل کا پورا بدلہ دیا جائیگا
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ
اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اور اللہ ایک ایسے
مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً
گاؤں کی مثال بیان فرماتا ہے کہ جو امن چین سے تھا
يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ
اور اس کی روزی بھی بافراغت ہر جگہ سے چلی
مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا
آتی تھی پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی پھر تو اللہ نے
اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا
ان کے ان برے کاموں کے سبب جو وہ کیا کرتے تھے اس بات کا مزہ بھی
كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ
چکھا دیا کہ بھوک اور خوف کو انکا اوڑھنا پہننا بنایا اور ان کے پاس انہیں میں کا

۱۴ ع ۱۰ ۲۰

ایمان ہو اور وہ جان بچانے کے لیے کلمۂ کفر زبان سے کہدے تو معاف ہے۔ منقول ہے کہ مکہ میں بہت سے مسلمانوں کو سخت ایذائیں دی گئیں بعض تو دراصل دین سے پھر گئے اور بعض نے ہر تکلیف گوارا کی مگر زبان سے بھی کلمۂ کفر نہ نکالا جیسا کہ بلال و خباب و سالم و یاسر اور سمیہ ان کو مار مار کر تھک گئے۔ سمیہ کی پیشاب گاہ میں ابوجہل نے نیزہ گھسیڑ دیا وہ مرگئیں اسی طرح ان کے خاوند یاسر بھی شہید ہوئے اور ان کا بیٹا عمار ظاہر میں کلمۂ کفر کہہ بیٹھا۔ لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ عمار مرتد ہوگیا، فرمایا کبھی نہیں اس کا دل ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ عمار روتے ہوئے حضرتؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرتؐ نے اپنے ہاتھوں سے ان کے آنسو پونچھ کر فرمایا کچھ غم نہ کر۔ الغرض ایسی حالت اکراہ میں زبان سے کلمۂ کفر کہنے کی شرع نے اجازت دی ہے مگر صبر کرنے پر ثواب ہے۔ اکراہ کسی کو قتل[1] یا کسی عضو کاٹنے کی دھمکی دی جائے اور اس کو یقین ہو جائے تو ایسی حالت میں بظاہر ایسے قول یا فعل کی رخصت ہے مگر نہ کرنا افضل ہے۔ ذٰلِكَ الخ سے کفر اختیار کرنے کی وجہ ذکر کرتا ہے کہ انہوں نے زندگی دنیا کو آخرت سے بہتر سمجھا یہ ازلی گمراہ ہیں۔ آخرت میں جلیں گے خسارہ میں رہیں گے ایسے لوگوں کو ہدایت ازلی سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ اس بات کو دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر مہر کرنے سے بطور استعارہ کے ذکر کیا۔

[1] ہاں تلف کرنے یا قید کرنے کی دھمکی اکراہ شرعی نہیں ایسی حالت میں خلاف اسلام حرکات کرنا قابل مواخذہ ہے کیونکہ ایسا بودا اور پلپلا اسلام بھی کوئی چیز نہیں جو ذرا بھی تکلیف کی سہار نہ ہو اور ذرا سے خوف سے نشہ اتر جائے۔ پختہ کاری ہی تو ایک چیز ہے آفریں ہے صحابہ کی پختہ کاری پر اسلام کے لیے گھر بار چھوڑا زن و فرزند مال و جائداد چھوڑنی پڑی ماریں کھائیں زخم اٹھائے فاقے سہے اس پر بھی اپنے ہادی برحق اصلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نہ چھوڑا ہر معرکہ پر سینہ سپر ہو کر مال و جان فدا کرنے میں کوئی بھی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ برخلاف حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کے لوگوں کے یہ بھی ایک اعجاز محمدی تھا ۱۲ منہ

رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ

رسول بھی آیا انکے اندر سے کہ جھٹلایا تب تو ان کو

الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

عذاب نے پکڑا عذاب نے آ پکڑا۔

ترکیب

ان ربک کی خبر فقد رحیم اور ان دوسرا اور اس کا اسم تاکیداً مکرر آیا اور ممکن ہے کہ ان اولی کی خبر محذوف ہو کیونکہ ان ثانیہ کی خبر اس پر دال ہے فکذبوہ یعنی رسول کا صیغہ یعنی لوگوں نے ان کو تشنیع ڈالا مار پیٹ کی کفر منہ کو ظلم بایا۔ صیغہ معروف بھی آیا ہے یعنی انہوں نے ایسا کیا تھا اوروں کے ساتھ۔

تفسیر

عہد الٰہی توڑنے والوں کی سزا اور انجام کار بیان فرما کر ان کے مقابلہ میں ان لوگوں کی جزا بیان فرماتا ہے جو ایمان اور ثابت قدم رہے کفار کی ایذاؤں کو برداشت کیا آخر الامر حضرت کے ساتھ جلاوطن اور وہاں بھی جا کر جان توڑ اسلام میں کوششیں کیں اور اطمینان دلایا کہ جو کچھ تصور ادائے اطاعت میں ان سے اس حالت مصیبت میں ہو گیا ہے خدا غفور رحیم ہے۔ اور اگر فقد امعروف پڑھا جاوے تو یہ معنی ہوتے ہیں کہ عہد شکنوں میں سے یا کفار میں سے کہ جنہوں نے غریب مسلمانوں کے ساتھ طرح طرح کی بدسلوکیاں کر کے ان کو فتنہ میں ڈال دیا تھا تو یہ استثنا کر کے اسلام میں مساعی جمیلہ کرنے اور مصائب پر ثابت قدم رہنے پر مغفرت اور رحم کا مژدہ دیتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ آیت عیاش بن ابی ربیعہ جو بنی مخزوم کے رضاعی بھائی اور ابو جندل بن سہیل اور ولید بن الولید وغیرہ

سلمہ بن ہشام وعیاش بن ابی اسید ثقفی کے باب میں نازل ہوئی ہے مشرکین نے ان کو فتنہ میں ڈال کر شرمار بڑا تکلیف دیا تھا لیکن پھر یہ لوگ ہجرت کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں آئے اور جہاد کرتے رہے ان کے گناہ معاف ہو گئے (مدارک) ابن عامر فتنوا کو بلفظ الفعار واثار پڑھتے ہیں ان کے نزدیک یہ آیت ان مشرکین مکہ کے بارے ہے کہ جنہوں نے مسلمانوں کو فتنہ یعنی مصیبت میں مبتلا کیا تھا لیکن پھر وہ مسلمان ہو کر ہجرت کر کے جہاد میں شریک ہوئے جب کہ خالد بن ولید۔ الغرض یہ آیت توبہ کرنے والوں کے لیے مژدہ ہے اس کے بعد اس ہول ناک دن کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ یوم تاتی تو جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا اور ہر ایک کو اپنی ہی پڑی ہوگی۔ اس دن جو کسی کے لیے مغفرت اور رحمت الٰہی ظہور کرے تو کیسی بڑی چیز ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آج جو قبیلہ کی حمایت اور اپنے معبودوں کی عبادت کے بھروسہ پر کچھ نافرمانی اور بدکاری کر رہے ہیں اس دن ان میں سے کوئی بھی کسی کے کام نہ آئے گا تجاول تجادل تجادلہ اپنے ہی لیے بڑائی کی تمنیں بیٹھی ہوں گی۔ ضرب اللہ مثلاً سے مکہ کے بدست مشرکوں کو جو کہ بے طفیل امن سے تھے اور ہر طرف سے ان کے لیے رزق آتا تھا ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے جو ہر ایک ایسی صفت کی بستی پر صادق آتی ہے جہاں کے لوگ خدا کی نعمت کی ناشکری کریں اور جو رسول بھیجے آئے تو اسے بھی نہ مانیں اسی بدکاری کی حالت میں عذاب الٰہی آ پڑے نعمتوں کے بدلے بھوک اور پیاس اور امن کے بدلے خوف و ہراس ان پر ایسا طاری ہو کہ پیاس کی طرح ہر طرف سے گھیرے۔ پھر تا وان کا کیا حال ہوگا مکہ کے مشرکوں کی امن اور نعمت پا کر رسول کی تکذیب اور مقابلہ کرنے میں وہی حالت تھی اب صرف ان پر

عذاب الٰہی آنے کی دیر تھی جو اعدیس آیا۔ بدر میں بڑے بڑے سردار مارے گئے گھر گھر ماتم چھا گیا ادھر سات برس کا سخت قحط پڑا کہ مردار اور ہڈیاں اور کتوں کے کھانے کی نوبت آگئی اور امن بھی جاتا رہا ہر دم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چڑھائی کا دغدغہ رہنے لگا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قریہ سے مراد خاص مکہ ہے اور انہیں کی حالت موجودہ آیندہ کی تصویر دکھائی گئی ہے بعض کہتے ہیں کہ اس صفتِ ماضیہ کا اسم ماضیہ میں کوئی ظہر تھا جن پر الٰہی ناشکری کے سبب ایسی مصیبت بھوک اور خوف کی پیش آئی تھی مگر مثل میں جو قریہ ہے وہ سب کو شامل ہے تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں۔

لباس الجوع یہ استعارہ ہے کہ لباس کو جو انسان کو ہر طرف سے ڈھانک لیتا ہے انسان کی اس مصیبت ناک حالت کے لیے استعارہ کیا ہے جو اس پر لباس کی طرح چھا جائے۔ یہاں دو چیزیں ہیں ایک مستعار یعنی لباس، دوسری مستعار لہٗ انسانی زبوں حالت بھوک ہراس اس لیے اذاق کے لیے لفظ ذوق استعمال ہوا جو ایسی حالتوں کے ادراک میں مستعمل ہوتا ہے یہ استعارہ مجرد ہے جیسا کہ اس شعر میں ؎

غمر الرداء اذا تبسم ضاحکا
غلقت لضحکتہ رقاب المال

وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ

اور سور کا گوشت کیا ہے اور وہ چیز بھی جو اسد کے سوا کسی اور کے نام

بِهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا

سے پکاری گئی ہو پھر جو بھوک کے مارے بے تاب ہو گئے نہ تو دوبا کی ہو نہ

عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١١٥﴾ وَلَا

عادی ہو اپنی جان لے لینے تم کو ان چیزوں کو بھی کھا لے گا تو خدا غفور رحیم ہے۔ اور

تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ

جھوٹ موٹ جو تمہاری زبان پر آوے نہ

الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا

بک دیا کرو کہ یہ چیز حلال اور یہ

حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ

حرام ہے کہ خدا پر (اپنے) بہتان باندھنے لگو

إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ

کیوں کہ جو اللہ پر جھوٹ بہتان

الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿١١٦﴾ مَتَاعٌ

باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے دنیا کو تھوڑا سا

قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١١٧﴾

اسباب ہے اور آخرت میں ان کے لیے عذاب دردناک ہے۔

ترکیب

وما اہل اے رفع الصوت لغیر اللہ بہ والاہلال رفع الصوت عند رؤیۃ الہلال وکان الصبی والتلبیۃ۔ غیر باغ منصوب علی الحال من فاعل اضطر۔ الکذب بفتح الکاف والباء وکسر الذال، یہ منصوب ہے تصف کی وجہ سے ما مصدریہ اور ممکن ہے کہ بمعنی الذی ہو اور

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا

پھر تم کو اللہ نے جو کچھ حلال طیب روزی دی ہو اس میں سے کھاؤ

طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ

(اور پیو) اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو

إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿١١٤﴾ إِنَّمَا

اگر تم اس کی پرستش کرتے ہو تم پر

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ

حرام تو صرف مردار اور خون

ف اس آیت کا نزول اگر اس قحط کے بعد کا مان لیا جاوے تو یہ ربط نہایت مناسب ہے ۱۲ منہ

عائد محذوف اور الکذب اس سے بدل اور لفظ الکذب والتاء فی وضع الجمع بھی آیا ہے یہ جمع ہے کذاب مخفف کی جیسا کہ کتاب و کتب اور لفظ ما السنتکم کی صفت ہوگا۔

تفسیر

کفار کا کفران نعمت اور اس پر زوال نعمت اور نزول عذاب بیان فرما کر مسلمانوں کو اپنی نعمتوں کے کھانے کی اجازت دیتا ہے کہ تم ہماری نعمتوں کو شکر سے کھاؤ جیسے مگر مشرکوں کو دیکھو کہ نزول عذاب نعمتوں کے کھانے سے نہیں بلکہ کفران شکری کرنے پر وابستہ ہے لیکن نعمتوں کے کھانے میں مشرکین سے ہمارا نہ ہو جاؤ بلکہ ان حلال چیزوں جو مضطر میں ان کو حتی المقدور نہ کھاؤ اس کے بعد ممنوع اشیاء کا حال بیان فرماتا ہے اس کے بعد جو چیزیں اپنی اجتہاد کی معرفت اشیاء ممنوع کی گئی تھیں ان کا اس لیے ذکر فرماتا ہے کہ یہ قید ممانعت کوئی نئی بات مسلمانوں کے لیے نہیں۔ اور کبھی بعض اشیاء کسی جرم کی سزا میں بھی حرام کر دی گئی ہیں جیسا کہ یہود کے ساتھ ہوا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ کفار کا خطاب ان کفار کی طرف جن کو نا شکری میں سزا ہوتی تھی یا بدوں ان کو ہر قسم کی روزی عطا کر کے فرماتا ہے کھاؤ اے مسلمانو اللہ کہ تم کو خدا کی دی ہوئی حلال اور پاک چیزیں کھاؤ اور اس کا شکر کرو۔ حلالاً طیباً سے مخلوط ناپاک اور حرام چیزوں کے کھانے کی ممانعت بھی جاتی تھی مگر اس کی تصریح بھی کر دی۔ انما حرم علیکم تو کہ مردار اور خون[1] اور شورہ کا گوشت اور وہ چیز جو غیر اللہ کے نام سے پکاری جاوے یا وقت ذبح غیر کا نام اس پر لیا جاوے۔ پھر یہ چیزیں بھی بحالت اضطرار درست ہیں۔ انما حصر کر کے خدا نے حرام چیزوں کا انحصار ماکولات[2] میں سے انہیں چار چیزوں یا مذکورہ سے بیان بھی اور سورۂ انعام میں بھی قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم اور یہ دونوں سورتیں مکیہ ہیں پھر سورۂ بقرہ میں بھی انہیں الفاظ کے ساتھ حصر ہے اور سورۂ مائدہ میں احلت لکم بہیمۃ الانعام الا ما یتلی علیکم سے اور ما یتلی علیکم کو حرمت علیکم المیتۃ والدم و لحم الخنزیر و ما اہل لغیر اللہ بہ میں کھول دیا اور یہ دونوں سورتیں مدنیہ ہیں پس لفظ حرم اور مفرد چیز یا حرام چیزیں انہیں میں داخل ہیں جیسا کہ ہم ان کے مواقع میں بیان کو آتے ہیں۔ انما حرم سے الفراط سے منع کیا تھا کہ سخت ہے ہمارا یہ جھوٹا پاک اور گندی چیزیں نہ کھاؤ اسی طرح والتفریط سے تفریط سے منع کیا کہ حلال چیزوں کو بھی حرام نہ کرو یہ افراط و تفریط نا شکری ہے۔ ایسی نا شکری بد فالی ہوتی ہے۔ نا شکری کر کے جو اس کی نعمتوں سے مزا اٹھاتے ہیں اور ہم سے غافل سرکش رہتے ہیں ایسے نفس پروروں کے لیے خاتمہ آیت میں یہ بھی کہہ دیا کہ متاع قلیل یہ دنیا کے مزے چند روزہ آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں بہت ہی کم اور حقیر ہیں، ان کو برت لو آخر مرنے کے بعد تو ایسے نا شکروں اور سرکشوں کے لیے عذاب الیم بڑی دکھ دینے والی سزا ہے ان عمدہ نعمت کے بدلے تو قوم ہے اور ان عمدہ کپڑوں کے بدلے زال اور گندھک کا لباس ہے۔

فوائد۔ (۱) حلالاً طیباً۔ حلال کے بعد طیب کے لفظ میں

---

[1] خون کا کھانا میں سے نہیں مگر مشہور بات میں ہے ہے اس کا حرام ہونا اس حصر کے منافی نہیں ہو سکتا

[2] کفار میں نعمت کئی طور سے ہے ایک یہ کہ افراط کر کے یعنی مشرکین نے حلال حرام طیب خبیث کی کچھ بھی پروا نہ کی شراب حرام یعنی غیر مذبوح خون اور انہوں کے یا غیر معبودوں کے چڑھاوے خود دنیا جو بسبب لباس ظاہری و باطنی کے ذاتی بر صورت آئینہ)

اشارہ ہے کہ جو چیزیں حلال ہیں وہ طیب بھی ہیں یعنی پاکیزہ اور ستھری ان میں جسمانی یا روحانی کوئی بھی ناپاکی نہیں۔ اور جن میں ناپاکی ہے انہیں کو حکیم مطلق نے بندوں پر اس لیے حرام یعنی منع کر دیا ہے کہ غذا کا اثر معدے میں ضروری پہنچتا ہے جس کا اطباء انکار نہیں کر سکتے۔ حال کے ڈاکٹروں نے ثابت کیا ہے کہ سور کے ایک بھر گوشت میں ہزار سے زیادہ کیڑے خوردبین سے دکھائی دیے جو صحت جسمانی کے لیے سخت مضر ہیں۔

(۲) ناپاکی دو قسم پر ہے ایک جسمانی کہ وہ جانور یا وہ چیز گندی ہو جس کے کھانے سے طبائع سلیمہ نفرت کیا کرتی ہیں جیسا کہ گوہ موت پیپ۔ جانوروں میں سور اور ہر قسم کے درندے شیر بھیڑیا وغیرہ۔ پرندوں میں پنجوں اور چنگل سے شکار کرنے والے باز چیل وغیرہ۔ یا زمین کے حشرات سانپ بچھو وغیرہ۔ اس میں مردار جانور بھی شامل ہے کہ جو از خود مر جاوے جس سے علماء نے غیر مذبوح جانور مراد لیا ہے بسبب ان تشریحات کے جو پیغمبر علیہ السلام نے فرمائی ہے جن کا ذکر کتب احادیث میں موجود ہے۔ اسی طرح خون بھی کہ جس کو جاہلیت میں توؤں پر پکا پکا کر کھاتے تھے۔ کیوں کہ جس طرح غیر مذبوح کے گوشت میں وہ لطافت نہیں رہتی جو مذبوح کے گوشت میں ہوتی ہے یہاں تک کہ دونوں کی کھال میں بھی بڑا تفاوت ہوتا ہے مضبوطی اور غیر مضبوطی کے لحاظ سے، اسی طرح خون کے کھانے یا پینے سے بھی صحت میں فرق آ جاتا ہے اور دل پر بھی ایک قسم کی درندگی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن میں جسمانی ناپاکی ہے اور صحت و اخلاق پر بھی برا اثر پیدا کرتی ہیں ان سب کی حرمت اس طیبا کی قید سے ثابت ہے جس کی تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور اسی لیے علماء کا بھی ان کی حرمت پر اتفاق ہو گیا ہے۔

ما اہل لغیر اللہ کی بحث

دوسری قسم کی نجاست روحانی ہے وہ کیا؟ کہ اس جانور یا اس چیز میں بت پرستی کی نجاست سرایت کر گئی ہو اس کا ذکر اس جملہ میں ہے وما اہل لغیر اللہ بہ۔ یہ جملہ کہیں لفظ بہ کی تقدیم کہیں تاخیر سے قرآن مجید میں چار جگہ وارد ہے۔ بعض مفسرین نے اس کے بعد عند الذبح کی قید بڑھائی ہے کہ ذبح کے وقت جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جاوے وہ حرام ہے۔ مگر مطلق کو قید لگا کر مقید کر دینا یا عام کو خاص، کوئی ہلکا سا کام نہیں۔ کس لیے کہ یہ بھی ایک قسم کا نسخ ہے اور آیت کو کسی کا قول منسوخ نہیں کر سکتا اس کے لیے یا تو کوئی آیت ہونی چاہیے ورنہ کم سے کم کوئی ایسی حدیث ہو کہ جو صریح الدلالۃ بھی ہو اور اس کے ثبوت میں بھی کسی کو کلام نہ ہو ہم نے بہر چند غور اور بہت تلاش کی مگر اس قسم کا کوئی مخصص ہم کو نہیں ملا۔ پھر صرف مفسروں کی اس قید سے یہ آیت کیوں کر مقید یا خاص ہو سکتی ہے ان مفسروں نے بھی یہاں تک ہماری سمجھ میں آیا یہ قید

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) خدا نے منع کر دیے تھے بے دھڑک کھانے پینے لگے۔ دوم یہ کہ خدا کی نعمتوں کو حمقا کے کہنے سے اپنے اوپر حرام کر لے۔ حلال چیزوں کو حرام بنا لے جیسا کہ مشرکین کی عادت ہے یہ تفریط ہے۔ سوم یہ کہ ان نعمتوں پر منعم حقیقی کا شکر نہ کرے نہ اس پر ایمان لائے نہ اس کی عبادت کرے نہ اوامر و نواہی کا پابند ہو یا ان کو بتوں اور غیر معبودوں کی عطا و مہربانی سمجھے۔ سب صورتوں میں مرنے کے بعد عذاب الیم ہے۔ اور دنیا میں بھی یہ نعمتیں اکثر چھین لی جاتی ہیں جیسا کہ قلیل کا لفظ اشارہ کرتا ہے ۱۲ منہ

اعتراض نہیں لگائی ہے بلکہ ایک بیان واقع کیا ہے یعنی اس وقت اکثر بت پرست ایسا ہی کیا کرتے تھے کہ بتوں اور جانوروں کو ان کے نام سے ذبح کیا کرتے تھے۔ اب یہاں ایک تو لفظ ما قابل بحث ہے دوم اہل بہ۔ سلم لغیر اللہ۔ ما کا لفظ بھی عام ہے اس میں جانور کی کوئی تخصیص نہیں۔ جانور ہو یا کھانا کپڑا ہو جو بتوں کے نام سے پکارا جاوے یا ان پر چڑھایا جاوے حرام ہے۔ اہلال لغت میں آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں جو چاند دیکھنے کے بعد پکار کر کہتے ہیں تو اہلال یعنی یہ چاند ہے۔ پھر اس کا استعمال لڑکے کی آواز پر بھی ہونے لگا جو وقت ولادت ہوتی ہے کہتے ہیں استہل الصبی اور حج میں تلبیہ پکار کر کہنے پر بھی اور پھر اور مواقع پر آواز بلند کرنے پر بھی۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں کہ جس چیز پر بقصد عبادت غیر اللہ کا نام پکارا جاوے عام ہے کہ ذبح کے وقت یا اس سے پہلے کہ یہ جانور فلاں کے لیے ہے تو وہ حرام ہو گیا خواہ وہ جانور اصل میں حلال تھا بکرا بکری گائے بھینسا اونٹ وغیرہ۔ یا نہ تھا۔ اب وہ نجاست اشرکا نام لے کر ذبح کرنے سے دور نہیں ہوتی جیسا کہ نجاست ظاہری۔ اگر کوئی صور یا کہے کہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو کیا وہ گوشت حلال ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر نجاست روحانی تو اس سے بھی زیادہ عند اللہ مکروہ ہے۔ وہ تو جب ہی زائل ہو سکتی ہے کہ جب وہ شخص توبہ کرے اور

پکار کر کہے کہ میں اس سے باز آیا تب اگر وہ بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا جاوے تو درست ہو سکتا ہے۔ لغیر اللہ بھی مطلق ہے اللہ کے سوا کسی کے نام سے بنیت تقرب کوئی چیز پکاری جاوے حرام ہے اگر نیت تقرب نہیں بلکہ تعلیک وغیرہ کا اظہار مقصود ہے تو اس سے مستثنیٰ ہے۔ مثلاً کسی بکرے کے لیے کوئی پکار کر کہے کہ یہ فلاں کا ہے یعنی اس کا وہ مالک ہے یا میں نے اس کو ہبہ کر دیا تو اس سے وہ حرام نہیں ہو جاتا کس لیے کہ اہلال لغیر اللہ میں تقرب ہی مقصود ہوتا ہے۔

(۳) اگرچہ حلالا طیبا کی قید سے جملہ ناپاک اور گندی چیزیں جن میں نجاست جسمانی ہو یا روحانی سب حرام ہو گئیں مگر ان میں سے ان چار چیزوں کو کہ ان میں زیادہ تر نجاست تھی اور عرب کے مشرکین زیادہ استعمال کرتے تھے مخصوص کر کے حرام ہونا بیان کر دیا اور کلوا اتما جو حصر کا فائدہ دیتا ہے تو یہ حصر اضافی ہے یعنی حلال طیب چیزوں کے مقابلہ میں بالفعل بصراحت یہی چار چیزیں حرام ہیں کیوں کہ غیر حلال و غیر طیب سب چیزیں حرام ہیں انہیں میں سے یہ چار چیزیں بھی ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہوا۔ اور دیگر چیزوں کا وقتاً فوقتاً خود قرآن مجید نے یا حضرت پیغمبر علیہ السلام نے اظہار فرمایا جیسا کہ خونِ سیلانی شراب اور نطیحہ و متردیہ اور درندوں کا

ملے تعلیک تملیک اگر کوئی کہنا ۱۲ منہ　ملے یہ جو بزرگان دین اولیاء صلحا کے نام سے کھانا پکا کر تقسیم کیا جاتا ہے یا شیرینی فاتحہ خوانی کے بعد تقسیم کرتے ہیں یہ ان کی عبادت و تقرب کی نیت سے نہیں بلکہ عبادت و تقرب تو اسی کی مقصود ہوتا ہے میت کی جانب سے یہ عبادت ادا کی جاتی ہے اس لیے اس کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جاتا ہے اور یہ قربت اس لیے ہے کیوں کہ میت کی طرف سے اگر کوئی اس کا قرضہ چکا دے تو چک سکتا ہے اب رہا یہ ایصال ثواب خواہ اوقات معینہ پر ہو یا مالی انہیں بشرطیکہ تعیین کو اس کا جزو نہ سمجھا جائے درست ہے۔ ایسی چیزوں کو مالِ غیر اللہ کا مصداق بنا کر حرام اور نجس قرار دینا زیادتی ہے۔ ہاں اگر کوئی ان بزرگان دین کی عبادت کی نیت سے ایسا کرے تو بے شک وہ نجس اور حرام ہے ۱۲ حقانی۔　ملے نطیحہ وہ جانور جس کو کسی دوسرے جانور نے سینگوں سے پھاڑ کر مار ڈالا ہو ۱۲ منہ

ملے متردیہ وہ جو بلندی سے گر کر مر جائے ۱۲ منہ

کھایا ہوا جانور اور ہتوں پر ذبح کیا ہوا۔

کہتے ہیں کہ جس میں بھوک کے مارے ہلاک ہو جانے یا سخت بیمار پڑ جانے کا اندیشہ ہو جس کا اندازہ تین روز کا فاقہ عام حالت پر قیاس کر کے کیا گیا ہے ورنہ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ سات روز میں بھی ان پر ہلاکت کا اندیشہ نہیں اور بعض کسی مرض یا معدہ کی حرارت کے سبب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر ایک رات دن کھانا نہ ملے تو غشی طاری ہو جائے ان کے لیے وہی حالت اضطرار ہے مگر اس اجازت میں بھی قید ہے وہ یہ کہ باغی اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو جس کے معنی اکثر علماء نے یہ کیے ہیں کہ کھانے میں ستر رمق کھا دے پیٹ بھرنے کا قصد نہ کرے نہ عادی ہو کہ پھر ان چیزوں کے کھانے کا ارادہ کرے۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اتباع کا بھی یہی قول ہے بعض کہتے ہیں کہ باغی بغاوت سے مشتق ہے کہ امام برحق سے لڑنے میں اس کو یہ بھوک پیاس پیش آوے تو اس کے لیے اس حالت میں رخصت نہیں۔ غرض حالت معصیت میں رخصت نہیں، کس لیے کہ رخصت رحمت و عنایت ہے جس کا عاصی مستحق نہیں۔ اگر کوئی چوری کے لیے چلا یا فعل ناحق کے لیے یا زنا کرنے کے لیے یا اور کسی برے کام کے لیے پس نہ اس کے لیے حالت اضطرار میں، جس کو مخمصہ کہتے ہیں ان ممنوع چیزوں کے کھانے کی رخصت ہے نہ سفر میں قصر نماز اور افطار کی رخصت ہے امام شافعیؒ کا یہی قول ہے۔ پہلے قول کے موافق عاصی کو بھی رخصت ہے کیوں کہ معصیت اور چیز ہے باقی احکام میں تعمیم ہے۔ اس کے بعد فرمایا فان اللہ غفور رحیم کہ یہ کوئی اچھی بات نہ تھی بات تو بری تھی مگر اس کو خدا معاف کر دیتا ہے وہ غفور رحیم ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ کھانے میں سد رمق سے زائد اس حالت اضطرار میں کھایا جانا ایک معمولی بات ہے اس لیے غفور رحیم فرمایا ورنہ رخصت کے بعد ان اشیاء میں کوئی حرمت باقی نہیں رہتی۔

(۵) اب جیسا کہ بعض اشیاء سے بمقتضا حکمت روکا تھا اسی طرح اس بات سے بھی منع فرماتا ہے کہ تم جھوٹ موٹ بغیر علم یہ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ چیز حرام یہ حلال ہے کس لیے کہ اشیاء کی حلت و حرمت خدا ہی کے سپرد ہے۔ جاہلیت میں مشرکین اور ان کے گرو حلال اشیاء کو اپنے اوپر خدا کی عبادت سمجھ کر حرام کر لیتے تھے سائبہ بحیرہ وغیرہ بتوں کے نام سے چھوڑتے تھے ان کو بھی حرام سمجھتے تھے بتوں کی عزت و تعظیم کے لیے کیوں کہ ایسے کرنے میں خدا پر بہتان باندھنا ہے اور خدا پر بہتان باندھنے والے فلاح نہیں پاتے ان کا آخرت میں انجام بد ہے دنیا میں چند روز کے مزے ہیں اڑا لیں پھر تو دردناک عذاب ہے۔ ممکن ہے کہ متاع قلیل کے مزے اس کے لیے تنبیہ ہو جو خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں سے نہیں بچتے یا اس کی حلال نعمتیں کھا کر شکر نہیں کرتے اور پوری شکرگزاری یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کے اوامر و نواہی پر ایمان لائے زبانی شکر کہہ دینا کافی نہیں۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا

اور یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کی تھیں جنہیں ہم نے

عَلَيْكَ مِن قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن

پہلے بتا چکے ہیں اور ہم نے ان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا تھا لیکن

كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٨﴾ ثُمَّ إِنَّ

وہی اپنے نفسوں پر آپ ظلم کیا کرتے تھے پھر آپ کا

رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ

رب ان کے لیے جو بے خبری میں برے کام کرتے رہے پھر

تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ

اس کے بعد انہوں نے توبہ کر لی اور سدھر گئے بیشک

رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٩﴾

آپ کا رب اس کے بعد غفور رحیم ہے

ع ۱۵ ۹ ۲۱

إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ
بیشک ابراہیم تھا پیشوا ہو کر رہنے والا وہ خدا کے لیے فرمانبردار

حَنِيفًا ۚ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾
ایک طرف ہو کر چلنے والا اور وہ نہیں تھا شریکوں میں سے

شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ
اس کی نعمتوں کے پورے شکر گزار تھا چن لیا اس کو اور راہ دکھائی اس کو

إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾ وَآتَيْنٰهُ
راہ راست کی طرف تھی اور ہم نے اس کو

فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي
دنیا میں بھلائی دی تھی اور وہ

الْآخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿١٢٢﴾
آخرت میں بھی البتہ لوگوں میں ہوں گے

ترکیب

کان عرضاً سے متعلق ہے معنی قبل تصحیف ہے۔ القسم بمعنی کا مفعول۔ بجمالہ خبر اسے متعلق۔ کان بھی ان کی خبر امۃ اماً کان کی خبر اولئک فاکہۃ خبر ثانی اسی طرح حنیفاً بھی خبر ہے ولم یک جملہ معطوف ہے کان پر۔ اسی طرح شاکراً بھی خبر کان۔

تفسیر

یہاں سے وہ تحریم بیان کی جاتی ہے جو اگلے لوگوں پر ان کی سرکشی سے واقع ہوئی تھی۔ فرماتا ہے وعلی الذین ہادوا حرمنا یعنی یہود پر ہم نے وہ چیزیں حرام کر دی تھیں جن کا ذکر ہم نے پہلے آپ سے سورۂ انعام وغیرہ میں کیا ہے جیسا کہ فرمایا تعالیٰ وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیہم شحومہما۔ ہم نے یہودیوں پر ناخن والا جانور حرام کر دیا تھا گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کر دی تھی۔ یہود اشیاء کے حرام ہونے کا مستند تحریم اشیاء کے بعد اس سے یہ ذکر کیا تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ تحریم دو قسم کی ہے ایک یہ کہ خود ان اشیاء میں کوئی مضرت ہے جس کے حق تعالیٰ نے شفقت سے منع کر دیا ہو یعنی یہ کہ ان میں کوئی بھی مضرت نہیں بلکہ ان کی سرکشی کی وجہ سے ان کو ان چیزوں کے استعمال سے روک دیا تاکہ اس ورزش سے ان کے نفس پر کی تیزی ٹوٹے جیسا کہ روزے میں ہوتا ہے مسلمانوں پر جو چیزیں حرام ہوئی ہیں تو قسم اول کی تحریم ہے برخلاف یہودیوں کے کہ ان پر قسم دوم کی بھی تحریم تھی۔ یہ مسلمانوں پر احسان ہے کہ ان پر اس قسم کی تحریم جاری نہیں فرمائی اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے فرماتا ہے کہ یہ یہودی کا ظلم اپنے نفسوں پر تھا سرکشی کرتے تھے اسلئے ان پر حرام ہوئی جاتی تھیں اور سرکشی کے بعد توبہ کی طرف تو رجوع نہ کرتا ہے بقول تم ان ایک تو لوگ بے خبری میں گناہ کرتے رہے حتیٰ کہ اس کے بعد انہوں نے توبہ کر لی ان کے لیے خدا غفور رحیم ہے۔ ایک آیت میں یہ آیا کہ جو نوبت تک گناہ پر گناہ کرتے ہیں اور موت طاری ہونے کے وقت توبہ کرتے ہیں ان کی توبہ مقبول نہیں کما قال ولیست التوبۃ الآیۃ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر زندگی میں بھی کسی نے برائی کی ہے اور مرنے سے پہلے اس نے توبہ کر لی وہ بھی مقبول ہے۔ تمہارے اہل مکہ کا اسی پر اتفاق ہے۔ مشرکین مکہ جو حضرت علیہ السلام کی نبوت میں کلام کرتے تھے بت پرستی کرتے تھے باوجود یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قائل تھے ان کے طریقہ کو اچھا جانتے تھے۔ اسی طرح یہود بھی ان کے قائل تھے اور انہی خرافات کو ان کی طرف منسوب کرتے تھے تورات میں جو کچھ احکام ہیں متعلق ہوتی اور پاک چیزیں ان پر حرام ہوئیں ان کو سنت ابراہیمیہ سمجھتے تھے اس لیے ان دونوں فریق کے سنانے کو ابراہیم علیہ السلام کا چند صفات حمیدہ کے ساتھ ذکر کیا تاکہ ان کے خیالات فاسدہ کا بطلان ہو جیسے

الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ
عمدہ وعظ سے بلائیے اور ان سے بحث بھی کرو
بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ
تو پسندیدہ طریقہ سے کرو آپ کے رب کو خود معلوم
أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ
ہے کہ کون اس کے رستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور انکو
أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ
بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت پر ہیں اور اگر تم سختی بھی کرو
فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۖ وَ
تو اتنی کہ جتنی تم سے کی گئی ہے اور
لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾
اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے
وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَ
اور آپ صبر کیجیے اور آپ کا صبر کرنا اسی کی توفیق سے ہے اور
لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ
نہ ان پر کچھ رنج کیجیے اور نہ آپ ان کے
مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ
مکروں سے دل تنگ ہوں کس لیے کہ جو پرہیزگاری
الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾
اور لوگوں سے نیکی کرتے ہیں اللہ ان کے ساتھ ہے ۔

فرماتا ہے ان ابراہیم الخ اول صلت ان کی امۃ اس کے چند معنی ہیں وہ تن تنہا پیشوا دین ہونے کی وجہ سے بمنزلہ امت یعنی ایک جماعت کے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں اپنے اول عہد میں تمام مشرکین کے مقابلہ میں وہی موحد تھے اس لیے وہ بھی ایک گروہ قرار دیے گئے یا امۃ بر وزن فعلۃ بمعنی مفعول جیسا کہ رحلۃ و بقیۃ یعنی مقتدا۔ (۲) قانتا یعنی حکم کے تابعدار (۳) حنیفا بمعنی مائل الی الاسلام (۴) لم یک الخ وہ مشرک نہ تھے۔ (۵) شاکرا کہ بڑے شکر گذار تھے (۶) اجتباہ خدا نے ان کو برگزیدہ کیا تھا ایک عالم ان کو ذکر خیر سے یاد کرتا ہے (۷) ہداہ ان کو راہ راست کی طرف ہدایت کی گئی تھی (۸) آتیناہ الخ دنیا میں بھی وہ پھلے پھولے ان کی نسل میں برکت دی گئی (۹) دار آخرت میں مقام بلند پر پہنچے۔ اب جو ابراہیمؑ کے رستہ پر ہے وہی ان کا وارث برکات کا مستحق۔

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ
پھر ہم نے اے نبی آپکی طرف وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم کے طریقہ کی پیروی
إِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ
کریں جو خدا کے ہو رہے تھے اور وہ مشرکوں میں
الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ
سے نہ تھے سبت تو انہیں پر مقرر
عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۚ وَإِنَّ
ہوا تھا جو اس میں اختلاف کرتے آئے ہیں اور آپ کا
رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
رب ہی قیامت کے روز ان باتوں کا کہ جن میں وہ
فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اُدْعُ
اختلاف کرتے رہے فیصلہ کر دے گا۔ اللہ ہی لوگوں کو
إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ
اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت اور

ع ۱۶ ۹ ۲۲

ترکیب

ان اتبع اوحینا کی تفسیر ہے۔ بالتی لے بالجادلۃ التی۔ عاقبتم جمہور کے نزدیک الف و تخفیف کے ساتھ ہے اور بعض نے بغیر الف کے تشدید کے ساتھ بھی پڑھا ہے عقبتم اے تعقبتم۔ مثل ماب زائدہ ہے، بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ تقدیر یہ ہے بسبب مماثل لما عوقبتم لہ تعمیر صبر یا عفو کی طرف پھرتی ہے دونوں پر کلام دال ہے ضیق

مصر رہے حنیف کا جیسا کہ سارہ سیرا یا فتیق کا مخفف جیسا کہ بنت میت کا اُخت باشد اسے جو فیلہ۔

تقریر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف مذکورہ میں مشرکین و یہود پر تعریض ہے کہ تم کو بھی ابراہیم کا اتباع ضرور ہے تم تو ان کے برخلاف کام کرتے ہو اس کے بعد ان پر ایک اور تعریض کرتا ہے کہ تم جو بعینہٖ ایک تو اسے ہمارے رسول ہم نے بعد اس کے کہ ابراہیم کا طریقہ لوگوں نے محرف کر دیا تھا (لفظ ثم اسی طرف اشارہ کرتا ہے) آپ کی طرف لے آئے حکم بھیجا کہ طریقہ ابراہیم پر قائم رہو اور اس پر چلو۔ یعنی محمد علیہ السلام نے دنیا میں کوئی نیا مذہب نہیں نکالا جو تم اس کے قبول کرنے میں پیشش و تامل کرتے ہو یہ تو اسی پرانے دین کا راستہ ہے کہ جس کے اتباع کا تم کو دعویٰ ہے۔ ہاں تم نے اس طریقہ کو بگاڑ دیا مشرکین نے تو شرک کر کے، کیوں کہ ابراہیم ہرگز مشرک نہ تھے یہود نے دیگر رسوم باطلہ سے۔

یہود اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک اعتراض یہ بھی کرتے تھے کہ آپ طریقہ ابراہیم کے کیوں کر پابند ہو سکتے ہیں ابراہیم کے دین میں یوم السبت یعنی ہفتہ کے دن کی تعظیم خاص تھی وہ آپ نے ترک کی اس کی جگہ جمعہ کا دن مقرر کیا اس کے جواب میں فرماتا ہے انما جعل السبت علی الذین اختلفوا فیہ کہ ہفتہ کا دن[1] ابراہیم علیہ السلام پر مقرر نہ ہوا تھا بلکہ انہیں یہود پر موسیٰ علیہ السلام کے موسیٰ کہ جنہوں نے اس میں اختلاف کیا یعنی اس کی تعظیم بجا نہ لائے بہت سے ان کے بزرگوں میں سے اس کی بے عزتی کی اس لئے ان پر کاروبار و شکار کی جس پر مبتلا نہ بلا ہوئے اختلافیہ میں ایک قسم کی تعریض ہے کہ یہ جو تم اس کی تعظیم کا دم بھرتے ہیں انہیں نے اس میں اختلاف بھی کیا۔ اختلفوا فیہ کے یہی معنی ہیں کہ باتفاق سنے اس کی تعظیم برابر نہیں کی یا یہ معنی کہ نصاریٰ بھی باوجود یکشنبہ پرست کی پابندی کا دم بھرتے ہیں حضرت ناموس علیہ السلام کو اور ان کے احکام کو بھی برحق مانتے ہیں لیکن سبت کو نہیں مانتے، اس کی جگہ اتوار کے دن کی تعظیم کرتے ہیں کتب علی الذین میں نصاریٰ بھی داخل ہیں اور یہود بھی پھر انہیں میں باہم اس سبت میں اختلاف ہے یہودی اس کے قائل ہیں عیسائی نہیں مگر اس کی جگہ اتوار کو قائم کرتے ہیں اور ہر ایک دلیلیں قائم کرتا ہے اس لئے فرماتا ہے ان ربک لیحکم الخ کہ خدا قیامت کے دن ان میں فیصلہ کر دے گا۔ ابوہریرہ رضی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ہم پچھلے ہیں مگر سب سے پہلے ہیں قیامت کے دن۔ صرف فرق یہ ہے کہ ان کو پہلے کتاب ملی ہے اور ہم کو پیچھے پس یہ دن ان کو جو خدا نے ان پر فرض کیا تھا اس میں انہوں نے اختلاف کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ہم کو وہ دن بتلا دیا کہ وہ ہمارے پیچھے رہ گئے یہود ایک روز نصاریٰ اس کے بعد ایک روز (صحاح)۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کی مسند نبوت پر بیٹھے اور ان سے بھی بڑھ کے قوانین کو بیان کرنے میں منادی کا حکم ہوا تھا اذن فی الناس بالحج تو آپ کو تمہارے کام کی دعوت کا حکم ہوا کہ سب کو رب العزت کی طرف بلائیں فقال ادع الی سبیل ربک بحکمۃ و بالتی ہی احسن کے لوگ ہیں۔ اول اعلیٰ درجہ کے حکماء و علماء جن کا مقصود اصلی یقینیات کا دلائل نظریہ سے حاصل کرنا ہے سو ان کی دعوت بالحکمۃ ہوتی ہے دلائل نظریہ یقینیہ کے ساتھ ان کے دل میں معارف و اعمال صالحہ کی رغبت پیدا کرنا۔ اب یہ کچھ ضرور نہیں کہ یہ دلائل قواعد منطقیہ پر مبنی ہوں یا نہ ہوں بلکہ ان کے فہم و استعداد کے موافق۔ دوئم اوسط درجہ کے لوگ ان کے افہام و دلائل اقناعیہ کی پاس کرتے ہیں۔ سو ان کو بالموعظۃ الحسنۃ دعوت ہوتی ہے اور یہی دلائل موعظت

[1] ہفتہ کا دن اس میں دنیاوی کاروبار یہود پر ممنوع تھا۔ منہ

حسنہ ہیں جو لطف و نرمی کے پیرایہ میں ادا کی جاتی ہیں۔ ف
تسوم ادنیٰ درجہ کے لوگ جن کی روح مکدر اور عالم غیب سے نورانیت کا حصہ نہیں پائے ہوئے ہوتی ہے، سو یہ لوگ دعوت کے قابل نہیں بلکہ ان کے مسلمات سے ان کا بند کر دینا ہی مطلوب ہوتا ہے اس لیے ان کے لیے فرمایا وجادلھم بالتی ہی احسن اور اسی لیے اشرار اہل کتاب کے لیے ایک جگہ یوں آیا ہے ولا تجادلوا اہل الکتاب الا بالتی ہی احسن اور چوں کہ یہ لوگ ہٹ دھرمی کیا کرتے ہیں الزام کھانے کے بعد بھی بک بک کیے جاتے ہیں، اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ ان ربک ہو اعلم بمن ضل عن سبیلہ الخ یعنی آپ کچھ غم نہ کریں کہ کیوں نہیں مانا کس لیے کہ خدا کو گمراہ اور ہدایت یافتہ معلوم ہیں سزا جزا اسی کے ہاتھ ہے جو شخص خلایق کی ہدایت پر کمر باندھ کر ان کو ان کے مذہب آبائی اور رسوم و عادات موروثیہ سے منع کرنا چاہے تو لوگ اس کے اور اس کے اعوان و انصار کی تکلیف اور ایذا میں ہاتھ سے زبان سے کچھ اٹھا نہیں رکھتے اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے پیروؤں کو حکم دیتا ہے کہ ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم یہ کہ اگر بدلہ ہی لینا ہو تو

اسی قدر کہ جس قدر تم کو تکلیف دی گئی ہے۔ یہ عام قانون عدالت کے موافق حکم ہے مگر انبیاء اور ان کے پیروؤں کا مرتبہ اس سے بھی بلند ہے ان کو صبر و برداشت کرنا ہی بہتر ہے اس لیے فرمایا ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین۔ اس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بھی اعلیٰ ہے اس لیے آپ کو بہ تاکید صبر کا حکم دیا واصبر الخ اور نیز آپ کو ان کی گذشتہ حرکات ناشائستہ پر رنج کرنے اور آیندہ جو وہ مکر و فریب کریں گے یا کرتے ہیں اس سے دل تنگ ہونے کی بھی ممانعت کر دی ولا تحزن الخ اور اپنی مدد کا بھروسہ دلایا ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ جس طرح سورۂ حجر کا خاتمہ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین یاد الٰہی کے حکم پر کیا تھا جس سے روح میں قوت اور تکالیف کی برداشت کی طاقت پیدا ہوتی ہے اسی طرح اس سورہ کا خاتمہ جملہ مصائب کی برداشت کیا جو خدا پرستی میں پیش آتی ہیں اس لیے کہا گیا ہے الصبر مفتاح الفرج صبر کشادہ کاری کی کنجی ہے دنیا کے کاموں سے لے کر خدا پرستی اور عرفان الٰہی تک جس نے صبر نہیں کیا کچھ بھی نہیں پایا اور یہاں صبر پر کامیابی کا بھی وعدہ ہے کس لیے کہ خدا کی معیت سے زیادہ اور کوئی کامیابی نہیں۔ جس کے ساتھ خدا ہے اس کے ساتھ سب کچھ ہے ۔

ف۔ واعظان دین کو یہ آیت پیش نظر رکھنی چاہیے تاکہ صبر و حلم و طریق وعظ ملحوظ رہے ۱۲ منہ

ف۔ ماصبرک الا باسر کہ آپ کا صبر کرنا توفیق و تائید الٰہی سے ہے کس لیے کہ انتقام کے وقت نفس جولانی میں ہوتا ہے اس وقت اس کی باگ توفیق الٰہی ہی تھام سکتی ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ مخالفوں کی ایذاؤں ہی پر صبر و برداشت کرنا مراد نہیں بلکہ عبادت و ریاضت و یاد الٰہی کی مشقتیں برداشت کرنے رہو کیونکہ یہ سونے درونی اصدہی کے لیے ہے یہ بھی کام تب ہے جس کے بعد وصال کا وعدہ ہوتا ہے۔ ان اللہ مع الذین کہ پرہیزگار و نیکوکاروں کے ساتھ خدا ہے۔ احسان کی تفسیر صحیح حدیث میں آچکی ہے کہ اللہ کی اس طور سے عبادت کرو گویا کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں اور یہ نہ ہو تو گویا وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ وہ مراقبہ ہے جس سے وصال نصیب ہوتا ہے اس وصال کے لیے سال ہائے دراز عشاق نے رو رو کر شام سے صبح کی ہے ۱۲ منہ

تفسیر حقانی

پارۂ ۱۵

سُبْحٰنَ الَّذِیْ

سورۂ بنی اسرائیل مکی ہے اس میں ایک سو گیارہ آیتیں، اور بارہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا

پاک ہے وہ کہ جس نے راتوں رات اپنے بندہ کو لے گیا

مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ

مسجد کو جس کے حوالی میں ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ اس کو ہم

مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

اپنی کچھ نشانیاں دکھلائیں۔ سننے والا دیکھنے والا وہی خدا ہے۔

ترکیب

سبحٰن اسم ہے بمعنی تسبیح بمعنی التنزیہ۔ اور کبھی کلمہ بھی ہوکر مستعمل ہوتا ہے تب اضافت سے منقطع ہوگا اور غیر منصرف ہوگا ؎

قالت لما جاء لی نفرہ ٭ سبحان من علقمۃ الفاخر

اور اس کا نصب بفعل محذوف ہے جو متروک الاظہار ہے اسریٰ دوسری ایک معنی میں ہے تیسرا منصوب ہے اسریٰ کا مفعول فیہ ہو کو حوالہ منصوب ہے مفعول یا مفعول فیہ ہو کو بارکنا کا اور اسریٰ اسری سے مشتق ہے۔

تفسیر

چوں کہ پہلی دونوں سورتوں کے خاتمہ پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عداوت و تسبیح اور اس پر صبر یعنی اس کی تکالیف برداشت کرنے اور اس پر مداومت کا حکم دیا گیا تھا جس کی آپ نے بخوبی تعمیل کی۔ اب اس سورۃ کی ابتدا میں اس عبادت و صبر کا نیک نتیجہ ظاہر فرماتا ہے وہ کیا؟ حضرت کو معراج ہونا جس میں صدہا اسرار غیب اور آسمانوں اور جنت و دوزخ کے حالات دکھلائے گئے یہ امر نبوت کی اعلیٰ ترقی ہے۔ جملہ مفسرین متفق ہیں کہ عبدہ سے مراد اس جگہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسراء رات میں سیر کرانے کو جانا لیکن پھر لیلاً کا لفظ لاکر اس لیے کہ تمام رات کی سیر نہ کوئی بھولے، بلکہ یہ واقعہ رات کے ایک خاص حصہ میں ہوا تھا دوم یہ کہ مسجد الحرام سے حضرت کو

مسجد اقصیٰ[1] تک لے گئے پھر وہاں سے آسمانوں تک پہنچے۔ مسجد الحرام خانہ کعبہ اور اس کے آس پاس کی جگہ یعنی صحن۔ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ میں خانہ کعبہ کے پاس حجر[2] کے اندر کچھ بیدار کچھ سوتا تھا کہ جبرئیل میرے پاس براق لائے الخ اور بعض روایات میں ہے کہ اس رات آپ اُمّ ہانی کے گھر میں تھے۔ اس کی تطبیق علماء نے یوں کی ہے کہ ام ہانی کا گھر حرم میں واقع تھا۔ اور یہ بھی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی طور پر بھی کئی بار معراج ہوئی ہے ام ہانی کے گھر سے شاید روحانی معراج ہوئی ہو نہ یہ کہ جس کا یہاں ذکر ہے اور اسی طرح وہ جو بعض اہل علم معراج کو خواب مینی کہتے ہیں غالباً ان کی مراد بھی خواب کی معراج ہوگی نہ یہ کہ جس حالت بیداری میں روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوئی اور مسجد اقصیٰ تک ایک رات کے کچھ حصہ میں جانا تو اس آیت سے ثابت ہے اور پھر آگے آسمانوں تک احادیث صحیحہ سے جو بحالت مجموعی حد تواتر کو پہنچ گیا ہے اور اسی پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہے سلف سے خلف تک۔ مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے اور اس کو اقصیٰ بمعنی بعید اس لیے کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ سے یہ اس قدر دور فاصلہ پر ہے کہ پھر اس سے پرے اور کوئی مسجد نہ تھی۔ غرض کوئی وجہ ہو مگر عرب خصوصاً اہل مکہ اس کو مسجد اقصیٰ کہتے تھے اس کے گرد برکت دینے سے مراد یہ ہے کہ پھل پھول کی جگہ میں مسجد اقصیٰ ہے ایسے سرسبز ملک اور محل میں یہ سرسبزی خدا کی عطا کردہ برکت ہے اور اس کے سوا اس کے گرد حضرات انبیاء علیہم السلام کے مزارات اور آثار باقیہ ہیں جو سراسر برکات ہیں۔ اور یہ سیر کس لیے کرائی کہ خدا تعالیٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نشان قدرت اور عالم غیب کی چیزیں دکھائے من جملہ ان کے جنت و دوزخ کی چشم دید حالت اور ملائکہ اور عالم قدس کے لوگوں کی کیفیت تاکہ نبوت کے مرتبہ کی تکمیل ہو جائے جو تمام عالم کے نبی کے لیے ضروری تھی۔ سمیع و بصیر اس مقام کا عجب لطف دے رہا ہے۔ بصیر اس عجیب سیر میں حضرتؐ کی نگہبانی کے لیے آیا ہے۔ مسافر کو کہتے ہیں اللہ نگہبان۔ اور سمیع منکروں کے بے ہودہ سوالات پر تہدید کے لیے آیا۔ آسمان اور بہشت و دوزخ کی سیر، اور وہاں انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی کیفیت، اور نماز پنج گانہ وہاں فرض ہونا احادیث صحیحہ میں مفصلاً مذکور ہے۔

ابحاث

(۱) یہ معراج کا واقعہ محققین کے نزدیک ہجرت سے ایک سال بیشتر رجب کے مہینے میں ستائیسویں شب کو ہوا تھا جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ کتب سے ثابت ہے۔

---

[1] مسجد اقصیٰ بیت المقدس۔ یہ انبیاء سابقین کا قبلہ رہا ہے۔ یہ مسجد جس کو اہل کتاب ہیکل کہتے ہیں ملک فلسطین کے یروشلم شہر میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تخمیناً پانسو برس بعد تعمیر کی تھی۔ اس پر بنی اسرائیل کی شرارت و بدکاری سے کئی بار صدمات آئے، گرائی گئی اور پھر بنی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں شہزادۂ روم طیطس کی گرائی ہوئی مسجد کا ایک ڈھیر پڑا تھا مسجد اسی جگہ کا نام ہے نہ کہ عمارت کا کیوں کہ عمارت بدلتی رہتی ہے مسجد نہیں بدلتی۔ مگر اس کے آس پاس عیسائیوں نے مذہبی عمارت تعمیر کر رکھی تھی۔ اس زمانہ میں ان کو بھی بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کہتے تھے۔ جن کے نشان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشیوں کے پوچھنے پر بیان فرمائے ۱۲

[2] حجر جس کو آج کل حطیم کہتے ہیں۔ اور حجر کنارہ کو بھی کہتے ہیں یہ گوشہ کعبہ میں ہے ۱۲ منہ

(۴) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسیح کو اس معراج کی کیفیت بیان فرمائی تو ان کو بھی مسخر کرنے لگے چنانچہ قریش کے چند قافلے ملک شام میں تجارت کے لیے گئے ہوئے تھے۔ قریش نے آپ سے سوال کیا کہ اگر آپ شبہ شب بیت المقدس گئے تو ہمارے فلاں فلاں قافلے آپ کو رستہ میں ضرور دکھائی دیے ہوں گے اگر آپ سچے ہیں تو ان کی پوری کیفیت بیان فرمائیے کہ اس رات وہ کہاں تھے اور اہل قافلہ اس وقت کیا کر رہے تھے اور ان میں کیا واقعہ ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے ان کی سب مفصل کیفیت بیان کر دی اور جب وہ قافلے واپس آئے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ فلاں شب تم کہاں تھے اور کیا معاملہ تم میں گزرا تھا انہوں نے وہی بیان کیا جس کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی جیسا کہ صحیح مسلم میں موجود ہے۔

سوال احادیث میں یہ موجود ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے مکانات کا پتہ پوچھنا شروع کیا اور آپ جب بتلانے بتلانے گھبرا گئے تو جبرئیل نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے لا کر حاضر کر دیا۔ اول تو بیت المقدس جو خاص ہیکل سلیمانی سے عمارت سے بخت نصر کے حادثہ میں گرایا گیا اور پھر دوبارہ اس کی تعمیر ہوئی تو اس کو انطاکیہ کے بادشاہ اینٹوکس نے حضرت مسیح علیہ السلام سے پیشتر ہی گرا دیا، پھر اس کے بعد جو تعمیر ہوئی وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد تک تمام نہیں ہوئی تھی جس کی سرپرستی ہیرودس حاکم شام کو تھا جو خاصہ روم کا گورنر تھا۔ اس کو حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشین گوئی کے موافق حضرت مسیح علیہ السلام کے صعود سے تخمیناً چالیس برس بعد روم کے قیصر ٹیطوس نے بیخ و بنیاد سے گرا دیا اور اس پر ہل چلوا دیے پھر جو کسی نے اس کی تعمیر کا قصد کیا تو نہ کر سکا اس کی بنیادوں میں سے دو تین تک آگ کے شعلے نکلتے رہے جو بعود بالمسیح کے ساتھ برملا کرنے سے قہر الٰہی تھا آخر وہ تعمیر حضرت عمرؓ کے عہد تک خراب پڑی رہی وہاں خس و خاشاک اور اول بو اور بڑا رہتا تھا پھر اس کو عمرؓ نے تعمیر کیا یہ بات عیسائیوں اور مسلمانوں کی تاریخ میں بالاتفاق مانی گئی ہے پس آپ نے نمازوں کیوں کر پڑھی اور اس کے نشانات لوگوں کے سوال کے مطابق کیوں کر بیان فرمائے۔ اس عہد کے بیشتر صدہا سال سے ہی اس کو کسی نے نہیں دیکھا تھا وہ اس کے نشانات کیوں کر بتا سکتے تھے! دوم جو کچھ ہو پھر اس کے حضرتؐ کے روبرو مکہ میں حاضر ہونے کے کیا معنی؟ معلوم ہوا کہ اسلام ایسی ہی غلط باتوں اور توہمات پر مبنی ہے جن کو کوئی بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔

جواب مسجد اس جگہ کا نام ہے جو وہ عمارت کے گرا جانے یا ہل جانے سے نہیں بدلتی گو وہ خاص ہیکل منہدم تھی مگر اس کے آس پاس عیسائیوں نے مکانات تعمیر کر لیے تھے جن کو خود عیسائی اور عوام ہیکل اور بیت المقدس ہی کہتے تھے جن کو قریش مکہ نے جب کہ وہ اس ملک اور شہر میں تجارت کے لیے آتے جاتے تھے بارہا دیکھا تھا، انہیں کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مطابق سوال کے بتلا دیا۔ رہا اس کا مکہ میں آپ کے سامنے موجود ہو جانا جیسے دیکھ دیکھ کر آں حضرتؐ قریش کو جواب دیتے اور نشان بتلاتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ ان مکانات کو اٹھا کر مکہ میں لے آئے تھے بلکہ آپ پر انکشاف روحانی ہوا اور تمام عمارت قلبی آنکھوں کے سامنے آ گئی آپ تو سید المرسلین و سید الانبیاء تھے۔ معمولی لوگوں کے سامنے غائب چیزوں کا تصور میں پورا نقشہ کھنچ جاتا ہے وہ چیزیں اس عالم میں آنکھوں کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں۔ پادری صاحب ایسے واہی تباہی

شبہات سے جن کے پیش کرنے سے عاقل و اہلِ علم شرم کھاتے ہیں جاہل مسلمانوں کے اعتقاد میں فتور ڈالا کرتے ہیں اور اس کو مشن کی عمدہ کارگزاری سمجھ کر فخر کیا کرتے ہیں شرم شرم۔

(۲) جسمِ عنصری کا تھوڑی سی دیر میں مسجدِ اقصیٰ پہنچنا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آسمانوں پر جانا اور آسمانوں سے گذر کر عرش تک جانا اور وہاں باوجود اس جسمِ عنصری کے روحانیاتِ محضہ سے ملنا جنت و دوزخ کو دیکھنا عقلاً ممنوع ہے حکماء نے اس کے محال ہونے پر اور آسمان کے خرق والتیام کے محال ہونے پر دلائل قائم کیے ہیں اور نیز کوئی اہلِ ادیانِ حقہ یعنی عیسائی ایسی باتوں کا قائل نہیں اسی لیے آج کل کے فلسفی مسلمان بلکہ کچھ اگلے زمانہ کے بھی جن کو معتزلہ کہتے تھے اس معراج کو خواب پر محمول کرتے ہیں عائشہؓ اور معاویہؓ کے قول سے ان اعتراضات کے بچنے کے لیے۔

جواب جسمِ عنصری کا ایسی حرکتِ سریع کرنا، جب کہ اس کی عنصریت روحانیت سے بھی لطافت میں بڑھ جاوے کچھ بھی محال نہیں آج کل ریل اور تار برقی کی حرکت کو ملاحظہ کر لیجیے اور اسی طرح آسمانوں کا خرق والتیام جن خیالاتِ فاسدہ سے محال ثابت کیا تھا ان کی پوری پوری حکماء اسلام نے علمِ کلام میں قلعی کھول دی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ وہ حکماء یونان اپنے عقلی ڈھکوسلوں سے زمین و آسمان کے قلابے ملایا کرتے تھے جن کے مسائل طبیعیات و ہیئت کی آج کل حکماء یورپ کیسی خاک اُڑا رہے ہیں اور جو کوئی ملحد عیسائی ایسی باتوں کا قائل نہیں تو کیا ہوا پر جو اناجیل اور بائبل کو مانتے ہیں ان پر ان باتوں کا تسلیم کرنا ضرور ہے۔ دیکھیے انجیل مرقس کے سولھویں باب انیسویں درس میں یہ ہے یعنی مسیح خداوند لوگوں سے کلام کرنے کے بعد آسمان کی طرف چڑھ گیا اور خدا تعالیٰ کے داہنے ہاتھ پر جا بیٹھا۔ یعنی حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے۔ اور اسی طرح دوسری کتاب السلاطین کے دوسرے باب میں مذکور ہے کہ ایلیاء (یعنی حضرت الیاس علیہ السلام) اور الیشع باتیں کرتے جاتے تھے کہ ایک آگ کی گاڑی اور آگ کے گھوڑے نمودار ہوئے اس میں چڑھ کر ایلیاء آسمان پر چلا گیا اور اسی طرح قسیس ولیم اسمٹ اپنی کتاب طریق الاولیاء میں حضرت اخنوخ (ادریس) علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا بیان کرتا ہے۔ اور اہلِ اسلام تو قاطبۃً اس پر متفق ہیں دشمن ہیں ملحدوں کا کیا ذکر ہے۔ اور عائشہؓ اور معاویہؓ کی حدیث دوسری معراج کے بارے میں ہے جو حضرتؐ کو اس سے پیشتر خواب میں ہوئی تھی (جیسا کہ معالم میں ہے)

(۳) یہ معراج روحانیت کا کامل غلبہ ہے عبادت و تسبیح کے سبب جس سے روح جسم پر غالب آگئی اور جسمانیت میں سرایت کر گئی اور جسم بھی بمنزلہ روح کے لطیف ہو گیا تھا اور یہ بات اہلِ کمال پر مخفی نہیں۔

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ

اور ہم نے موسیٰ کو (بھی) کتاب دی تھی اور اس کو

هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا

بنی اسرائیل کے لیے ہادی بنایا تھا (اس میں حکم تھا) کہ میرے سوا

مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝ ذُرِّيَّةَ مَنْ

کسی کو کارساز نہ بنانا　ان کی نسل کو جن کو

حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا

ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کر لیا تھا بے شک وہ شکر گذار

شَكُوْرًا ۝ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ

بندے تھے　اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل

اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ

کے لیے ٹھیرا دیا تھا کہ تم زمین پر دوبارہ

فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝	فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا
فساد کرو گے اور بڑی ہی سرکشی کرو گے	پھر جب پچھلی بار کا وعدہ آیا (تو ہم نے دوسروں کو بھیجا) تاکہ وہ تمہارے
فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ	وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا
پھر جب ان میں سے اولی وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے ایسے	منہ بگاڑ دیں اور مسجد (اقصیٰ) میں گھس پڑیں جیسا کہ
عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا	دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا
تو بندے کھڑے کر دیے جو بڑے زبردست والے تھے اور وہ گھس پڑے	اس میں اول بار گھس پڑے تھے اور جس چیز پر کہ وہ غالب ہوئے اس کا
خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا ۝	تَتْبِيرًا ۝ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمْ
گھروں میں گھس پڑے اور (یہ) وعدہ کو پورا ہونا ہی تھا	ستیاناس کر دیں۔ کچھ دور نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے
ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ	وَإِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ
پھر ہم نے تم کو دشمنوں پر غلبہ دیا اور	اور اگر تم پھر وہی کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور ہم نے جہنم کو
أَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَ	لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۝
تم کو مال اور اولاد سے مدد دی اور	منکروں کا قید خانہ بنا رکھا ہے۔
جَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۝ إِنْ أَحْسَنْتُمْ	**ترکیب**
تو تم کو بڑی جماعت والا بنا دیا	الا تخذوا اصل میں ان لا تخذوا ان مصدریہ ہے اس چیز کا کہ
أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ		
تو اپنے ہی بھلے کے لیے کی تھی اور اگر برائی کی تھی تو		

ف جب بنی اسرائیل نے اول مرتبہ دشمن کے بعد خدا سے عاجزی کی اور رو رو کے پیٹے تب اس نے انکا کا ثرہ انہیں کے لیے یہ ہوا کہ خدا نے بنی اسرائیل کو پھر قوت عطا کی اور سنہ بنو حکومت و شوکت کا قائم ہوئی اس کے نشے میں غرور بڑھا اور اب پھر سرکشی کی اس کا وبال بھی پھر انہیں بار پڑا کہ کوئی دوسرا دشمن کھڑا ہو گیا جس نے بنی اسرائیل کے چہرے بگاڑ دیے مسجد اقصیٰ میں گھس کر سب تہس نہس کر دیے مسجد میں بھی آگ لگا دی۔ صدہا ہزارہا کو دشمن اسیر کر کے لے گیا اور مقتولوں اور مجروحوں کا تو حساب ہی نہیں عورتوں کی ننگ و ناموس جدا برباد ہوا اور

ف عسیٰ ربکم کا اشارہ یا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے یہود کی طرف ہے کہ اب بھی وقت ہے اگر تم نے نبی آخر الزمان علیہ السلام کی اطاعت کر لی تو خدا پھر تم پر رحم کرے گا تمہارا گزشتہ زمانہ جاتا رہے گا اور اگر پھر وہی شرارت کرو گے تو ویسا ہی ہم تم پر کوئی تازہ آفت لائیں گے اور تم کو ہمیشہ کے لیے قید خانہ تیار ہے۔ یہود نے اس حضرت سے شرارت کی اور بھی راہی سی عزت جاتی رہی۔ دنیا بھر میں ایک پانی نشان کے بھی حاکم نہیں جہاں کہیں ہیں محکوم و ذلیل ہیں یا یہ۔ اسی وقت کے یہود کی طرف اشارہ تھا جس کو حکایت کیا جاتا ہے چنانچہ یہود بخت نصر کے حادثہ کے بعد کچھ تنگی کی طرف آئے شان و شوکت بھی عود کرنے لگی۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں پھر شرارت کی جس کے وبال میں طیطس شاہ روم کے ہاتھ سے ان کا ستیاناس ہو گیا ۱۲ منہ

جس کو کتاب شامل تھی امر و نہی سے۔ وکیلا مفعول ہے لا تتخذوا کا اور مفعول ثانی یا ذریۃ ہے والتقدیر لا تتخذوا ذریۃ من حملنا وکیلا اے ربا مفوضا الیہ۔ اس صورت میں من دونی حال ہوگا وکیلا سے یا من دونی خود مفعول ثانی ہے۔ اس صورت میں ذریۃ کا نصب منادیٰ مضاف ہونے کی وجہ سے ہے یا باضمار اعنی مرین مصدر ہے غیر لفظ سے وعد اولٰہما اے موعود اولی المرتین خلال ظرف ہو جا سوا کا۔

تفسیر

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی ذکر فرما کر (یعنی معراج کا ذکر کر کے) بتلاتا ہے کہ ہمیشہ سے انبیاء کے ساتھ ہم یوں ہی انعام و اکرام کرتے آئے ہیں اس سے پہلے ہم نے موسےٰ کو بھی کتاب یعنی تورات دی تھی جو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت تھی اس میں بڑا تاکیدی حکم یہ تھا کہ اے نوح اور اس کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والوں کی نسل! میرے سوا اور کسی کو کارساز حاجت روا نہ بنانا مگر بنی اسرائیل نے بت پرستی کی ہلاکت میں پڑے۔

ذریۃ من حملنا مع نوح فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس وقت لوگوں کی شرارت سے ان کو غرق کیا تھا اور نوح اور اس کے ساتھ والوں کو کشتی میں خدا پرستی کی وجہ سے بچا لیا تھا پھر اب جو تم دنیا میں پھیلے ہوئے ہو سب انہیں انعام یافتوں کی نسل ہو تم کو ذرا اپنے بزرگوں کا بھی خیال ہو کہ وہ کیسے تھے اور اب تم کیا کرتے ہو اور اس عذاب کا بھی کہ جو اس وقت دنیا پر نازل ہوا تھا۔ چوں کہ کشتی والوں میں نوح علیہ السلام سردار تھے اس لیے ان کا وصف بھی ظاہر کر دیا انہ کان عبدا شکورا کہ وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا اب تم اس کی اولاد ہو کر کس طرح سے کفران کرتے ہو شرماؤ۔ من حملنا مع نوح میں اس شرارت پر سزا نازل ہونا اشارۃً ذکر فرما کر اس واقعہ کی تصریح فرماتا ہے جو کتاب میں بنی اسرائیل کے لیے بطور پیشین گوئی کے ذکر ہوا تھا۔ بقولہ و قضینا الی بنی اسرائیل فی الکتٰب لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علوا کبیرا۔ فاذا جاء وعد اولٰہما بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس شدید فجاسوا خلال الدیار۔

قضاء قطع کرنا، فیصلہ کرنا اور ادا کرنا، حکم کرنا مگر یہاں مراد قطعی طور پر بتلا دینا ہے۔ وعد اولٰہما یعنی اولی المرتین، باس قتال ومنہ قولہ تعالیٰ وحین البأس۔ قال اللیث الجوس والجوسان التردد۔ فجاسوا ابن عباسؓ اس کے معنی کرتے ہیں فتشوا۔ ابو عبیدہؒ کہتے ہیں طلبوا من فیہا۔ ابن قتیبہؒ کہتے ہیں عاثوا وافسدوا۔ الخلال ہو الانفراج بین الشیئین والدیار دیار بیت المقدس۔

بعض مفسرین نے

فی الکتٰب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات مراد لی ہے اور یہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل کو یہ بات اول سے سنا دی ہو کہ تم ملک میں دو بار فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی کرو گے پہلی مرتبہ جب تم ایسا کرو گے تو تم پر ہم بڑے جنگ آور بندے مسلط کریں گے جو تمہارے گھروں میں گھس گھس کر تمہیں قتل کریں گے۔ اس کے بعد ہم پھر تم کو دولت و ثروت اولاد و حشمت دیں گے مگر تم پھر فساد و شرارت کرو گے تو ہم پھر تم پر ایک قہار قوم مسلط کریں گے جو تمہارے منہ بگاڑ دے گی اور اول بار کی طرح بیت المقدس تک ان کی نوبت آوے گی اس کے بعد شاید خدا تم پر مہربانی کرے اور جو تم پھر بدی و شرارت کرو گے تو ہم بھی پھر تم کو سزا دیں گے۔ مگر اب بالفعل جو اہل کتاب کے پاس توریت کے نام سے ایک کتاب ہے اس میں اس صراحت کے ساتھ یہ مضمون نہیں ہاں اس کے بعض فقروں سے نکلتا ہے اس اصلی توریت میں یہ مضمون ہوگا۔ بعض کہتے ہیں

کہ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے یعنی یہ بات بنی اسرائیل کے لیے ہم نے دفتر قضاء و قدر میں لکھ دی تھی۔ وقال ابن عباس وقتادۃ وتبیین تفضیلین علیہم فالی بمعنی علی واللام بالکتاب اللوح المحفوظ (معالم)۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں وقضینا الی فی بنی اسرائیل فی الکتب لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علوا کبیرا۔ ثم من الکتاب اسم یعنی قرآن (معالم)۔

اس قول سے توریت کی تخصیص نہیں بھی جاتی بلکہ ہم نے کوئی کتاب جو موسیٰ اسرائیل کو دی گئی تھی اور کاتب الحروف کے نزدیک یہی قول قوی ہے۔ اب ہم جو آج کل کی کتابوں کو دیکھتے ہیں کہ جن کو اہل کتاب الہامی مانتے ہیں ان میں سے کتاب یشعیاہ (اشعیا) اور یرمیاہ (ارمیاہ) اور حزقیل اور ہوسیع اور یوئیل اور عاموس اور میکاہ اور حبقوق علیہم السلام کی کتابوں میں یہ مضمون بکثرت موجود اور باوجود تحریفات کے بہت کچھ مذکور ہے۔ اسی کی نسبت فرماتا ہے وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتب الا اب یہ بات باقی رہ گئی کہ پہلی مرتبہ بنی اسرائیل کی شرارت و بدمستی پر کس بادشاہ کو خدا نے ان پر مسلط کیا تھا؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں یہ بخت نصر بابل کا بادشاہ ہے۔ مگر اس کی چڑھائی کا باعث جو حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے خون کا انتقام کہتے ہیں وہ بڑی غلطی کرتے ہیں کس لیے کہ بخت نصر جس کو اس کتاب ہو کو نظر کہتے ہیں حضرت یحییٰ سے صدہا سال پیشتر گزرا ہے اور پھر مرتبہ جو بنی اسرائیل پر چڑھائی کی ہے بعض کے نزدیک وہ شاہ انطیوکس انطاکیہ کا بادشاہ ہے۔ اس کے بعد پھر کچھ بنی اسرائیل کی حالت سنبھلی تھی جیسا کہ تجھے رکم ان یرحمکم سے پایا جاتا ہے تو بنی اسرائیل نے یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ بھی بڑی بدسلوکی کی تو ان کے کرتوتوں کے موافق خدا نے شہزادہ روم طیطس کو بڑھایا۔ جس نے بالکل ستیاناس کر دیا۔ اسی کے گرائے ہوئے بیت المقدس کو حضرت عمرؓ نے تعمیر کیا ہے۔

اب ہم بیت المقدس کی مفصل تاریخ لکھتے ہیں جس سے ناظرین آپ سمجھ لیں گے کہ اس آیت کا مصداق ان بادشاہوں میں سے کون ہے اور کون سا واقعہ اس سے زیادہ چسپاں ہے، وہو حسبی ونعم الوکیل۔

تاریخ بیت المقدس

چوں کہ مسجد اقصیٰ کا ذکر قرآن مجید کی ان آیات میں واقع ہے کہ جس کو مفسرین اسلام بیت المقدس یا بیت المقدس سے تعبیر کرتے ہیں تو ہم کو ضرور ہوا کہ اس کا مفصل حال بیان کریں تاکہ پھر شب معراج میں آں حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہاں تشریف لے جانا ذہن نشین ہو اور اس پر جو مخالفین نے شبہات کیے ہیں وہ بھی واضح ہو جاویں اور نیز پچھلی آیتوں کا مطلب بھی بخوبی واضح ہو جاوے۔

فصل اول

مسجد اقصیٰ یا بیت المقدس اس مسجد کا نام ہے کہ جس کو

لہ اور کبھی شہر یروشلم بھی کہتے ہیں یہاں کے اہل اسلام بیت المقدس کی تعریف

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا جس کو اہل کتاب ہیکل کہتے ہیں۔ یہ مسجد شہر شلیم یا یروشلم میں واقع ہے جو ملک فلسطین میں ہے اور اس ملک کو یہودیہ اور ارض مقدسہ (ہولی لینڈ) کنعان بھی کہتے ہیں اور کبھی ملک شام بھی۔ جغرافیہ فرہاد کے صفحہ ۴۲۲ میں ہے وکنعان اسم قدیم شام است کما قال یاقوت کنعان بالفتح ثم السکون وعین مہملۃ و آخرہ نون قال ابن الکلبی الشام منازل الکنعانیین ینسبون الی کنعان بن حام بن نوح۔ وکنعان موضع من ارض الشام کان منزل یعقوب علیہ السلام فی قریۃ یقال لہا سیلون بین جبل و نابلس وبہا الجب الذی القی فیہ یوسف علیہ السلام۔

کنعان شام کے اس حصہ کا نام ہے جس کے ایک گاؤں میں جس کا نام سیلون ہے جبل اور نابلس کے درمیان حضرت یعقوب رہا کرتے تھے اور یہیں وہ کنواں بھی ہے جس میں حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے ڈال دیا تھا اور شام کے ملک میں ایک گاؤں کا بھی کنعان نام ہے۔ اسی طرح فلسطین بھی اس ملک کو کہتے ہیں یعنی ملک شام کا وہ جنوبی حصہ و مغربی حصہ جو بحیرۂ روم کے کنارہ پر واقع ہے جس میں عسقلان اور یقرون اور یافہ اور غزہ وغیرہ شہر آباد ہیں۔ زمانہ قدیم میں اس ملک میں فرقہ کوشش کے لوگ بستے تھے جن کا مقابلہ بنی اسرائیل سے ہوا کرتا تھا۔ اور سلیریہ کہ جس کو زمانہ قدیم میں آرام کہتے تھے ایشیا ترکی کا ایک حصہ ہے جس میں شہر الیپو یعنی حلب واقع ہے۔ کبھی شام وسیع معنی میں اطلاق ہوتا ہے جس سے ملک فلسطین بھی مراد لیا جاتا ہے۔ اب ہم اس ملک فلسطین یا کنعان کا حال بیان کرتے ہیں کہ جس میں شہر جیروسلم یا یروشلم واقع ہے۔ اس ملک کے حدود اربعہ یہ ہیں شمال میں ملک سیریا یعنی شام اور مغرب میں شمالی حصہ تک بحیرۂ روم جس کے کنارے پر طرابلس غزہ یافہ صیدا عسقلان عکہ صور بیروت لاذقیہ قیساریہ وغیرہ شہر واقع ہیں اور جنوب میں ملک عرب کے شمالی حصے اور مشرق میں یردن ندی اور بحر المیت کہ جس کو بحر لوط بھی کہتے ہیں یعنی وہ شور جھیل کہ جس کا طول تخمیناً ستر میل اور عرض دس میل ہے جس کے کناروں پر حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمانی سے وہ پانچ گاؤں جو غارت ہوگئے بستے تھے۔

اس ملک کا طول شمالاً و جنوباً سیریا سے لے کر عمالیقوں کی زمین تک اسی کوس اور عرض پورب پچھم بحیرہ روم سے لے کر موآبیوں کی زمین تک چالیس کوس اور پھر حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عہد میں اس ملک کے اور بھی حدود اربعہ وسیع ہوگئے تھے قدیم زمانہ میں اس ملک پر بابل اور نینوی کے بادشاہوں کی حکومت تھی۔ شاہان نینوی کے عہد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اطراف بابل اپنے اصلی وطن سے ہجرت کرکے اس ملک یہودیہ یا شام میں

جغرافیہ فلسطین

ف اطرون

لہ یعنی شام ۱۲　ف معراج میں بیت المقدس کا ذکر تھا اس کے بعد جو کچھ نابکار یہودیوں کی ناشائستہ حرکات سے اس مقام متبرک پر بھی مصائب آئے ان کا ذکر اس لیے اور بھی مناسب ہوا کہ قریش کے کان کھل جائیں کہ کعبہ کی بدولت جو تم امن سے رہ کر روزی کھاتے ہو اور شرارت کرتے ہو ہم اس پر بھی اپنے بندے یعنی لشکر محمدی چڑھا لائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب قریش نے مکہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان داروں کو نکال دیا اور ان پر ظلم و ستم کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تو اس ہجرت کے کئی سال بعد مسلمانوں کی ایک معقول جماعت فراہم ہوگئی مکہ پر چڑھ آئے۔ قریش کو بجز امان مانگنے کے چارہ نہ ہوا لیکن یہ چڑھائی کرنے والے خدا پرست تھے بجائے انہدام کعبہ کے انہوں نے کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ یہ کعبہ کی خاص فضیلت ہے کہ پھر اس پر کسی نے چڑھائی نہ کی نہ ان شاء اللہ کوئی کرسکے گا جب تک دنیا میں اسلام باقی رہے گا ۱۲ منہ

آرہے تھے اس لحاظ سے شاید یہاں فینوئی کے بادشاہ کی حکومت نہ تھی یا ہوگی تو کمال طور پر نہ ہوگی کیونکہ توریت سے یہ معلوم ہوتا ہے طوائف الملوکی تھی۔ اس ملک میں شمال کی جانب سے پہاڑوں کے دو سلسلے جنوب و مغرب کی طرف چلتے ہیں اور اس مقام کو لبنان کہتے ہیں تھوڑی دور اسی طرح چل کر مغربی سلسلہ شہر صور کے دو کوس اتر طرف بحر روم کے کنارے پر ختم ہوتا ہے اور دوسرے سلسلہ کی چوٹیاں شمالیں ہو کر دمشق کی طرف چلتی ہیں ان دونوں میں سے مشرقی سلسلہ کا ایک موضع پر عرمون ہے یہ پہاڑ بعض جگہ کو ہزار بعض جگہ گیارہ ہزار فٹ بلند ہے جس کی چوٹیوں پر ہمیشہ برف بھی رہتی ہے پھر یہ سلسلہ دریائے جلیل کے قریب مشرق کی طرف لمبتی کھاتا ہے پھر اور آگے بدر دان ندی کے قریب کوہ حرمون کھاتا ہے جہاں سے یردن یہاں آیا تھا پھر آگے چل کر اس کو اردن کا پہاڑ اور دریائیوں کی زمین کے قریب اس کو کوہ شعیر کہتے ہیں جس میں سے ایک چوٹی کا نام کوہ ہور ہے جہاں حضرت ہارون علیہ السلام نے وفات پائی تھی پھر یہ بحیرۂ قلزم میں جا کر تمام ہو گیا اور اسی طرح مغربی سلسلہ چلتا ہے جس کو جلیل کے پاس کوہ تبور اور آگے چل کر کوہ کرمل کہتے ہیں جس کے معنی اللہ کا باغ ہے یہاں کی سرسبزی اور انواع و اقسام کے پھول طرب انگیز ہیں اسی کی چوٹی پر ہر عمنہ رکے قریب ہے الیاس علیہ السلام نے بعل کے کاہنوں سے مقابلہ کیا تھا۔ اس کے اور تبور پہاڑ کے بیچ عمنہ رسے نکر دریائے یردن تک بڑا جنگل کی وادی کہلاتی ہے اس کی لمبائی چھ سو کوس اور چوڑائی چھ کوس ہے اور سید حاد دمشق کی طرف چل کر اسرائیل یا افرائیم کے پہاڑ اور یہودیہ کے پہاڑ کہلاتے ہیں انہیں میں کوہ بحر زیتون بھی ہے جس کی چوٹی پر بنی اسرائیل کے مقابلہ میں سامریوں نے دوسری ہیکل بنائی تھی اور اسی سلسلہ میں کوہ موریہ ہے جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ یا ہیکل تعمیر کی اور کوہ صیہون بھی کہ جس پر یہ شہر یروشلم واقع ہے گویا موریہ اور صیہون اس ایک ہی پہاڑ کے نام ہیں یہ شہر چار پہاڑوں پر آباد ہے موریہ۔ صیہون۔ اکرا۔ بزیتھا زمانہ قدیم میں سب کو موریہ کہتے تھے اس وجہ سے کہ وہاں ایک قوم اموری بستی تھی اور صیہون ان کا ایک بادشاہ گزرا ہے پھر اسی کے نام سے یہ پہاڑ نام زد ہو گیا۔

یہ شہر یروشلم کہ جس میں مسجد اقصیٰ یا ہیکل سلیمانی واقع تھی بحیرۂ روم سے ۳۲ میل کے فاصلہ پر عمنہ رکی سطح سے دو ہزار پانسو تیس فٹ بلندی پر واقع ہے اور دریائے یردن کہ جہاں حضرت مسیح نے اصطباغ لیا تھا جس کا پانی ہر سال ہزاروں عیسائی لٹکا لیتے کی طرح تبرکاً لے جاتے ہیں۔ یروشلم سے اٹھارہ میل دور ہے اور شہر حبرون دمشق کی طرف دس یا بارہ میل اور سامریہ شمال کی طرف ۳۰ میل اور دمشق سے یروشلم دمشق اور بلقیس کے نسخ ایک سو بیس میل بدر ہے اور بغداد سے ساڑھے چار سو میل مغرب کے رخ ہیں۔ ناصرہ کہ جس کے قریب حضرت یعقوب علیہ السلام رہا کرتے تھے یروشلم سے شمال کی جانب ۳۳ میل اور عندر یا نو کہ جہاں سے ہیکل کے لیے لکڑیاں آیا کرتی تھیں یروشلم سے دمشق کی طرف ۱۰ میل اور شہر ناصرہ کہ جہاں حضرت مسیح مصر سے آکر رہے تھے جس وجہ سے ان کی امت نصاریٰ کہلاتی ہے ستر میل اور بیت اللحم کہ جہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے تھے تخمیناً چار میل اور مصر وہاں سے جنوب و مغرب میں تخمیناً دو سو ساٹھ میل ہے اور کوہ طور دو سو میل اور مدینہ منورہ تخمیناً چھ سو میل اور شہر بابل جو کہ جس کے پاس سے بنی اسرائیل یردن ندی کو دو حصہ بحر کے اُتر آئے تھے بدر اور اُتر کی طرف تخمیناً سات میل ہے اور مقلیہ کے غار جہاں کہ حضرت ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کے مزار ہیں یہیں میل۔

آج کل اس جگہ کو کہ جہاں یہ مزارات مقدسہ ہیں خلیل کہتے ہیں جو ایک عمدہ شہر آباد ہے۔

یہ ملک شام یا شرہ یہ حضرت سلطان ترکی خلد اللہ ملکہ کے قبضہ میں ہے۔ اس ملک میں مسلمان، یہودی، عیسائی، ارمنی رہتے ہیں بیشتر مسلمان ہیں اور تقریباً کل ملک کی مادری زبان سیکڑوں برسوں سے عربی ہے۔ زوار لوگ جو ہندستان یا عرب سے جاتے ہیں تو سویز سے جہاز میں سوار ہو کر بحیرۂ روم کے کسی بندر پر اتر جاتے ہیں وہاں سے گھوڑا گاڑی میں سوار ہو کر ایک رات میں یروسلم پہنچ جاتے ہیں اونٹ اور گھوڑے کی سواری ملتی ہے۔ اس شہر میں حضرت سلطان کی طرف سے ایک پاشا رہتا ہے۔ شہر یروسلم سے مشرق کی جانب تھوڑے سے فاصلہ پر زیتون کا پہاڑ ہے یہ وہی پہاڑ ہے کہ جہاں رات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام عبادت کیا کرتے تھے اور یہیں سے یہودی آپ کو گرفتار کر کے پلاطوس کے پاس لے گئے تھے اس پہاڑ اور شہر کے درمیان ایک نالہ بہتا ہے کہ جس کو کدرون کہتے تھے بارش کے ایام میں اس میں زیادہ پانی ہوتا ہے مگر گرمی میں خشک ہو جاتا ہے اس پہاڑ کے دامن میں مغرب کے رخ شہر کے قریب ایک باغ تھا جس کو گت سمنی کہتے تھے اور اسی پہاڑ کے نیچے مشرق کی جانب بیت عینا اور بیت فاگا دو گاؤں آباد تھے۔

پادریوں

کی الکتاب کے مقامات المعروف چھاپہ رومن مرزاپور ۱۸۶۰ء صفحہ ۱۵۔ ۱۶ میں لکھا ہے کہ شہر یروسلم کا بانی ملک صدق تھا جس کا ذکر کتاب پیدائش کے ۱۴ باب ۱۸ درس میں یوں ہے کہ ملک صدق سالم کا بادشاہ تھا اور اکثر سمجھتے ہیں کہ یہی اس شہر کا اصلی نام ہے آباد ہونے کے سو برس بعد اس کو یبوسیوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا اور شہر پناہ کو بڑھایا اور کوہ صیحون پر ایک قلعہ بھی تعمیر کیا پہلا نام بدل کر یابوس نام رکھا گمان غالب ہے کہ یہی نام اصلی نام کے ساتھ شامل کیا گیا یعنی یبوسلم یا فصاحت کے واسطے یروسلم جیسا کہ آج تک جاری ہے ایجاد ہوا۔ یشوع کی کتاب کے ۱۰ باب ۱۳ آیت میں ہے کہ جب یشوع نے ملک کنعان پر حملہ کے وقت اس کے (یعنی یروسلم کے) بادشاہ کو پکڑا اور قتل کیا اس وقت سے داؤد کے زمانہ تک یہودی اور یبوسی دونوں ملے جلے رہتے تھے۔ پھر لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یشوع نے یروسلم بنیامین کے فرقہ کو سپرد کیا لیکن بسبب اس کے کہ یہ شہر فرقہ یہوداہ کی عین سرحد پر تھا اور بنی یہوداہ نے دوبارہ اس کو محاصرہ کر کے لے لیا تھا اس واسطے یروسلم کبھی بنیامین اور کبھی یہوداہ کا کہلایا اور جب سے خدا نے یروسلم کو اپنے ہیکل کے لیے چن لیا تب سے وہ تمام بارہ فرقوں کا دارالسلطنت مقرر ہوا اور کسی خاص فرقے کا حصہ نہ کہلایا۔ ربی لوگ کہتے ہیں کہ شہر مذکور کی زمین تمام فرقوں کی زمین تھی یہاں تک کہ باشندوں میں سے بھی کوئی اپنے گھر کو اپنا نہ کہہ سکا اور عید کے ایام میں سب اپنے پردیسی بھائیوں کو بغیر کرایہ کے مکان میں ٹھیراتے تھے۔

تمام ملک کے یہودی یروسلم میں سال میں تین بار حاضر ہوتے تھے۔ عید فصح میں۔ یہ عید فرعون کے ظلم و قبضہ سے رہا ہونے کی یادگار میں تھی جس میں قربانی کرتے اور فطیری روٹی کھاتے تھے۔ دوسری عید خیمہ یہ مصر سے نکلنے کے بعد چالیس برس بیابان میں رہنے کی یادگاری میں کیا کرتے تھے اس میں پتوں اور شاخوں کے جھونپڑے بنا کر سات روز

لہ سنا ہے کہ اب ریل بن گئی ہے ۱۲ منہ

ف اب موٹر و موٹر لاری کے ذریعہ جا رہے ہیں۔

میدان میں رہتے تھے۔ سہم جمع ہست کوشت یہ یونانی لفظ ہے جس کے معنی پچاسواں۔ یہ عید مصر سے نکلنے کے بعد کوہ سینا پر شریعت پانے کی یادگاری میں مقرر ہوئی تھی ان عیدوں میں ہزارہا بنی اسرائیل حاضر ہوتے تھے جس طرح اہل اسلام مکہ میں حاضر ہوتے ہیں۔

الغرض یہ شہر اس وقت سے آباد ہے کہ جب بنی اسرائیل مصر سے کوچ کر کے پھر اس ملک کنعان میں داخل ہوئے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عہد میں ان کا پایہ تخت ہونے کی وجہ سے نہایت رونق اور تجمل کی حالت میں تھا اس کی شہر پناہ اور اس کے عمدہ برج اور پھاٹک حیرت انگیز اور عبرت خیز تھے لیکن داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عہد سے آگے ہی یہ جگہ متبرک اور مقدس بھی جانی جاتی تھی کیوں کہ حسب اعتقاد اہل کتاب حضرت ابراہیمؑ اسی مقام پر اپنے بیٹے اسحاق کو قربانی کرنے کے لیے لائے تھے۔ اسی سرزمین پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے خواب میں باتیں کیں تھیں اور اسی لیے اس جگہ کا نام بیت ایل یعنی خدا کا گھر رکھا۔ یہی جگہ ہے کہ جہاں خدا تعالیٰ کے حکم والہام سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اسکیل بنائی پھر یہی مسجد اور یہی شہر ہزارہا انبیاء علیہم السلام کا قبلہ اور زیارت گاہ رہا اسی کا قرب وجوار انبیاء کا مدفن اور مورد برکات ہے اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ اہل کتاب اب تک اس کی وادی یہوشفات میں دفن ہونا موجب نجات خیال کرتے ہیں۔ آں حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس کی طرف منہ کر کے مدتوں نماز پڑھی ہے اور شب معراج میں اس جگہ تشریف لائے ہیں۔ یہ شہر مقدس اور یہ مسجد متبرک بارہا ظالم بادشاہوں کے ہاتھوں سے برباد و منہدم ہوئی اور پھر بنائی گئی چنانچہ آگے چل کر آپ کو اس کی کیفیت معلوم ہوگی۔ مگر اب ہم ناظرین کو حال کے شہر اور مسجد کا ذکر سناتے ہیں۔

شہر یروشلم کا بیان

یروشلم یہودی کی شہر پناہ کا گھیر جس کو ۱۵۳۳ء میں سلطان سلیمان بن سلیم شاہ روم تعمیر کرایا تھا تخمیناً ڈھائی میل کا ہے۔ یہ نفس مؤرخ کے دنوں میں کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے قریب زمانے کا ہے جارمیل کا گھیر تھا۔ اور شہر تین دیواروں سے گھرا ہوا تھا جس میں سے ایک میں ساٹھ دوسرے میں پچیس نئے میں چھیاسٹھ برج بنائے گئے تھے۔ شہر جدید پر نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدیم بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے لیکن اس کے اطراف میں اتنی بھی زمین باہر پڑی نظر آتی ہے کہ جو قدیم زمانہ میں شہر میں داخل تھی چنانچہ نصف صحن کی پہاڑی شہر پناہ کے باہر ہے جو پہلے اندر تھی۔ شہر حال کی چار دیواری بلند اور کنکر یلے پتھروں سے مضبوط بنی ہوئی ہے اور اس میں جابجا برج اور توپیں چڑھانے کے مورچے بنے ہوئے ہیں۔ شہر کے سات دروازے ہیں دو شمال کی جانب ایک مغرب کی جانب اور ایک مشرق کی جانب ایک باب الحرم کہلاتا ہے اور وہ دشمن کے رخ میں۔ شہر میں تین بڑی سڑکیں ہیں ایک وہ جس کو باب الدمشق کہتے ہیں جو شمال و مغرب کی طرف جاتی ہے دوسرے سوق الکبیر جو پورب پچھم جاتی ہے تیسرے کم خواروں کی سڑک اور یہ وہ رستہ ہے کہ جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی سولی دینے لے چلے تھے۔ ان کے سوا سات سڑکیں اور ہیں جو ان سے چھوٹی ہیں جن کے یہ نام ہیں کوچہ مسلمین۔ کوچہ نصاریٰ۔ کوچہ یہود۔ کوچہ ارمنی۔ کوچہ ظاہرہ۔ کوچہ مغربین۔ کوچہ حوت

ڈاکٹر چارلس ٹیل ایم اے کہتا ہے کہ آخر ۱۸۶۶ء میں

جو لفٹنٹ وارن صاحب شہر مقدس کا حال دریافت کرنے گئے تھے انہوں نے اچھی طرح وہاں کا حال دریافت کیا۔ ان کے بیان کے موجب شہر کی شہر پناہ طول میں پورب کی طرف دو ہزار آٹھ سو فٹ ہے اور شمال کی طرف تین ہزار آٹھ سو فٹ ہے اور مغرب کی طرف دو ہزار تین سو انسٹھ فٹ اور دکھن کی طرف سے تین ہزار تین سو پچاس فٹ ہے۔

اس جگہ بہت عمدہ عمارت بجز ہیکل (مسجد اقصیٰ) اور مسیح کی قبر کے اور کوئی نہیں ہے ان کے پاس اور بھی مقامات ہیں کہ جو اوسط درجہ میں خیال کیے جاتے ہیں۔

الکتاب کی مقامات المعروف نامی کتاب میں اس شہر کے چھوٹے بڑے اکتیس مقامات گنوائے ہیں[1]۔ (۱) بیت لحم کا پھاٹک (۲) دمشق کا پھاٹک (۳) افرائیم کا پھاٹک (۴) مقدس استیفان کا پھاٹک (۵) سنرا پھاٹک یہ ہمیشہ بند رہتا ہے (۶) مسجد اقصیٰ کا پھاٹک (۷) غلیظ کا پھاٹک (۸) صیحون کا پھاٹک (۹) آرمینیوں کی خانقاہ (۱۰) پینیس کا قلعہ (۱۱) بیت سبع کا کنڈ (۱۲) حاجی مستورہ کا کنڈ (۱۳) لاطینیوں کی خانقاہ (۱۴) کھنڈر مکان (۱۵) قبر کا گرجا۔ قبرستان۔ کلوری (۱۶) ہیرودیس کا محل (۱۷) مقدس انا کی مسجد (۱۸) پلاطوس کا محل (۱۹) بیت حسدہ کا کنڈ (۲۰) حرم شریف الف سلیمان کا تخت۔ ب محمد علیہ السلام کا تخت۔ جاہل مسلمانوں کا خیال ہے کہ اس پر آں حضرتؐ قیامت میں عدالت کریں گے۔ ج صدر عیسیٰ کے مغارہ کا دروازہ (۲۱) الصخرہ (۲۲) مسجد الاقصیٰ (۲۳) چوک و بازار (۲۴) انناس کا محل (۲۵) یہود کا عبادت خانہ (۲۶) یروشلم کے حاکم کا محل (۲۷) قیافا کا محل (۲۸) داؤد علیہ السلام کا مزار (۲۹) عام قبرستان (۳۰) بادشاہ کا کنڈ (۳۱) سلوآم کا کنڈ۔

اس شہر میں تخمیناً تیس ہزار آدمی بستے ہیں جس میں زیادہ مسلمان ہیں پھر یہود پھر عیسائی اور ارمنی۔ مسلمان اکثر حرم شریف کے گرد و نواح میں رہتے ہیں اور عیسائی اپنی خانقاہوں اور گرجاؤں کے آس پاس اور یہودی کوہ صیحون کے دامن میں اور اس کے آس پاس کے نشیب میں۔ اس شہر میں یہودی بیوہ عورتیں بہت زیادہ رہتی ہیں جو اپنی پرورش کا وسیلہ یروشلم کو سمجھتی ہیں۔

اس شہر میں دو خانقاہ بہت مشہور ہیں ایک لاطینی، دوسری ارمنی شہر سے شمال و مغرب کی طرف اور لاطینی دکھن پچھم کی طرف۔ ارمنی خانقاہ میں ہزار آدمی رہ سکتے ہیں۔ آرمینیوں کا ایک گرجا بہت بلند اور کشادہ بنا ہوا ہے اور اس میں اسباب عبادت اس قدر اور ایسے قیمتی ہیں کہ دنیا میں میسر نہیں آتے کبھی کبھی ان دونوں قوموں میں علاوہ زبانی بحث کے لاٹھی سونٹے کی بھی نوبت آجاتی ہے۔

یروشلم کے جنوب میں سلوآم کا ایک تالاب ہے کہ جس کی گہرائی چوبیس فٹ ہے۔ یروشلم میں ملکہ انگلستان اور شاہ جرمن کے اتفاق سے ایک ایسے نئے گرجا کی تعمیر کا ارادہ ہوا تھا کہ جس میں انگلستانی کلیسا کے طور پر عبادت ہوا کرے اس کے لیے سلطان کی طرف سے زمین ملی اور بنیاد بھی ڈالی گئی مگر ارمنی اور یونانی اور لاطینیوں کی ناراضی سے ہنوز وہ عمارت قائم نہیں ہونے پائی۔

یروشلم کے پورب کی طرف ایک وادی ہے کہ جس کا طول دو یا ڈیڑھ میل ہوگا اس کو وادی یہوشفات کہتے ہیں جس کے معنی یہوواہ (خدا) کی عدالت کے ہیں۔ اسی بنا پر یہود اور عام عیسائیوں اور عام مسلمانوں کا خیال ہے کہ قیامت کے روز اس جگہ پر خدا عدالت کرے گا اسی لیے یہود یہاں دفن ہونا سبب نجات جانتے ہیں۔ اسی وادی کے پاس شہزادہ ابی سلوم کا ستون اور کئی مقبرے ہیں جن میں سے بعض بلند اور عالی شان اور بعض ٹوٹے پھوٹے ویران پڑے ہیں۔

[1] ملاحظہ ہو نقشہ تفسیر حقانی جلد اول صفحہ ۱۹۴

یروشلم کے جنوب میں ایک وادی گیہنوم یعنی جہنم کہلاتی ہے۔ یوسیا بادشاہ کے عہد سے آگے یہودی یہاں مالک بت کی پرستش کرتے تھے۔ یہ بت پیتل کا تھا اور اس کا چہرہ بیل کا سا اور اس کے ہاتھ پھیلے ہوئے گویا یہ اپنے عابدوں کو گود میں لینا چاہتا ہے۔ یہ بت پرست یہودی اس بت کو آگ سے نہایت گرم کر کے اپنے لڑکوں کو اس کی گود میں ڈالتے اور ان کے چلانے کی آواز دبانے کے لیے ڈھول بجاتے تھے اس عہد میں ان ڈھولوں کے نام سے اس کو وادی توفت (ڈھول) کہتے تھے۔ پھر بابل کی اسیری کے بعد یہود اس مقام اور اس بت پرستی سے نفرت کرنے لگے اور اس وادی کو خراب کرنے کے لیے تمام شہر کا کوڑا اور غلیظ وہاں پڑنے لگا جس کے جلانے کے لیے ہمیشہ آگ جلتی رہتی تھی۔ اس مناسبت سے اس کو جہنم کہنے لگے۔ جس طرح فلسطینی ایک بت داجون کی پرستش کرتے تھے جس کا چہرہ مچھلی کا سا جسم اور انسان کے سے ہاتھ پاؤں تھے اسی طرح موآبی اس بت مالک کی پرستش کرتے تھے اور غالباً اس سے مراد رمل شاہ لیتے تھے باوجود سخت ممانعت کے بنی اسرائیل نے ان کی صحبت سے یہ بت پرستی اختیار کر لی تھی۔

قسطنطین شاہ روم کی والدہ نے جب کہ وہ روم میں آئی مسیح کی قبر پر ایک بت جو اس پر قائم کیا گیا تھا اکھڑوا کر وہاں ایک بعد بڑا عالی شان ہیکل تعمیر کیا جو آج تک مسیح کی قبر کے نام سے مشہور ہے اور جس کو عیسائی یروشلم میں حج کو جاتے ہیں اس کی زیارت ضرور کرتے ہیں۔ اس میں لکھتے ہیں مجاور ایک بڑا پتھر دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی پاس حضرت مسیح کی لاش کو غسل دیا گیا تھا۔ اس سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر ایک گنبد کے نیچے جو سوا ستونوں پر بنا ہے مسیح کی قبر بتاتے ہیں جس پر انہوں نے سنگ مرمر کا چھوٹا سا روضہ بنا رکھا ہے اس کے چھوٹے دروازہ سے ہو کر عابدی اس کمرہ میں داخل ہوتے ہیں جو چٹان میں کندہ ہے یہ مقام سات سے چھ فٹ مربع سے زیادہ نہ ہوگا۔ اس سنگ مرمر کا ایک صندوق ہے اسی میں حضرت مسیح کی لاش کا رکھا جانا قرار دیتے ہیں اور اس کی چھت میں بڑے بڑے عمدہ جھاڑ لٹکے ہیں جو بادشاہوں کی نذر گذرانے ہوئے ہیں اس مقام میں ایسی گنجائش کی کہ دو سے کہ تین چار آدمی کے سوا اور کا گذر نہیں۔ اس کمرے میں یونانی لاطینی، آرمنی عیسائی سب شریک ہیں اور ہر سال وقت مقرر پر مسیح کے مصلوب ہونے اور زندہ ہونے کا سوانگ بناتے اور لاش نکالتے اور بڑا ماتم کرتے ہیں۔

اہل اسلام وہاں کے کل مقدس مقاموں کو مانتے ہیں بجز اس کے جو کہ کہوں کہ ان کو حضرت مسیح کی مصلوبی سے انکار ہے۔ بلکہ یہ مقبرہ یہودا اسکریوطی کا ہے جو ان کی جگہ دفن ہوا اور مسیح کے شبیہ میں سولی پر لٹکایا گیا۔

فصل دوم

اس شہر میں جو سب سے مقدس اور عمدہ اور متبرک ہے وہ مسجد ہے کہ جس کو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعمیر کیا تھا جو مسجد الصخرہ کے نام سے نامزد ہے۔ جس وقت مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر کے اسے لے لیا تو عیسائیوں کے بطریق یعنی امام نے مسجد کے لیے بہتر جگہ دریافت کی تھی اس نے سلیمان کے ہیکل کی اجاڑ جگہ کو دکھایا اور کہا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت سلیمان نے ہیکل بنائی تھی[۵] اسی مقام پر حضرت عمرؓ نے مسجد کی بنیاد ڈالی اور ایک متبرک عمارت بنائی۔ اس مسجد کے احاطہ کو حرم شریف کہتے ہیں۔ زمانہ حرب صلیب سے وہاں کوئی عیسائی جانے نہیں پاتا۔

۵ بطریق کی یہ بھی ایک چال تھی کیونکہ اس کے اعتقاد میں مسجد اقصیٰ حضرت مسیح کی پیشین گوئی کے مسلم ہوئی۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

ڈاکٹر پچرڈسن کہتا ہے کہ میں طہارت کے ذریعہ سے امام سے موافقت کرکے تین بار اس کے اندر گیا ہوں۔ اس لیے وہ وہاں کا مفصل حال لکھتا ہے کہ حرم شریف لمبائی میں ایک ہزار چار سو ننانوے فٹ ہے۔ یعنی مسجد اقصیٰ کی محراب نماز سے باب السلام تک اور عرض میں نو سو پچانوے فٹ ہے۔ اس احاطہ میں نارنگی زیتون اور سرو کے متعدد درخت ہیں۔ اسی احاطہ کے درمیان ایک پختہ سنگ مرمر کا تخت ہے یا چبوترہ جو چار سو پچاس فٹ مربع ہوگا جس کی بلندی احاطہ کی سطح سے بارہ چودہ فٹ ہوگی اس پر چڑھنے کے واسطے چاروں طرف سے اچھی اور کشادہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں چنانچہ مغرب کے رُخ تین اور شمال کے رُخ دو اور پورب کے رُخ ایک اور دکھن سمت دو اور ہر ایک زینہ پر نہایت خوش نما محراب بنی ہوئی ہے اس کی کرسی بالکل سفید اور آسمانی رنگ سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے اس کے بعض پتھر بہت پرانے ہیں جن پر طرح طرح کی صورتیں تراشی ہوئی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کسی قدیم عمارت کے پتھر ہیں۔ اس تخت کے ارد گرد بہت سے حجرے بنے ہوئے ہیں۔ جن میں مؤذن اور خدام اور سامان مرمت رہتا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ حسین وہ مسجد ہے کہ جو اس تخت کے بیچوں بیچ ہے جس کو مسجد الصخرہ کہتے ہیں اس وجہ سے کہ اس کے اندر ایک پتھر لگا ہوا ہے جس کی نسبت خیال ہے کہ یہ پتھر اُس وقت سے آسمان سے گرا ہے جب سے کہ پہلے پہل نبوت ہوئی جب سے یہ یہیں پڑا ہے۔ کہتے ہیں کہ سب اگلے نبی اسی پر بیٹھ کر نبوت کرتے تھے یہ پھر اُڑ کر جانے کو تھا کہ جبرئیل نے ہاتھ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے تک اس کو روک دیا پھر حضرتؐ نے اس کو ہمیشہ کے لیے قایم رکھا (یہ روایات اسلام میں سند صحیح سے ثابت نہیں) یہ مسجد ہشت پہل ہے اور ہر ایک پہل ساٹھ فٹ کا ہے اس میں چار باب ہیں باب الغربی، باب الشرقی، باب القبلہ۔ باب الجنۃ۔ ایک دروازہ پر سائبان پڑا ہوا ہے برآمدہ کے طور پر اس کا پہلا درجہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اس کے پتھروں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ہیکل کے پتھر ہیں سب دیواریں دل دار بنی ہوئی ہیں ایک دیوار کے پتھر مربع دوسری کے ہشت پہل اس کے سنگ مرمر کا رنگ سفید ہے مگر خوبصورتی کے لیے جا بجا نیلا مٹ کی ہوئی ہے اس درجہ میں کوئی کھڑکی نہیں ہے مگر اوپر کے درجہ میں ہر ایک پہل میں ساٹھ ساٹھ اونچی کھڑکیاں ہیں اور سنگ مرمر کے عوض تمام دیوار رنگین خشت پختہ سے بنی ہے جس پر چاروں طرف قرآن مجید کی آیات بخط جلی لکھی ہیں یہ سب عمارت ایسی خوب صورت بنی ہوئی ہے کہ جس کی نسبت ڈاکٹر موصوف کہتا ہے کہ مجھے اس کے دیکھنے سے ایسی خوشی ہوئی جو دوسری عمارت سے ہرگز نہیں ہوئی۔ مسجد مذکور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جس کی نسبت وہ مسیح علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہیں کہ اس کو پھر کوئی آباد نہ کر سکے گا وہ سمجھتا تھا کہ یہ مسلمانوں سے آباد نہ ہوگی اور اس قصد سے وہ خود برباد ہو جائیں گے۔ مگر خدا نے پہلے انبیاء علیہم السلام کی معرفت خبر دے دی تھی کہ اس کو ایک قوم آباد کرے گی جو خدا کی آنکھوں میں مقبول اور برگزیدہ ہوگی اور وہی اس کے وارث اور متولی رہیں گے۔ اس خبر کے مطابق واقع ہوا۔ اس عہد سے اب تک یہ مسجد مسلمانوں کے ہی قبضہ میں ہے اور رہے گی۔ ایک عارضی قبضہ چند سال کے لیے حرب الصلیب کے عیسائیوں کا ہو گیا تھا۔ صداقت اسلام کی ایک یہ بھی تین دلیل ہے ۱۲ منہ

افسوس ہے کہ اب چند سال سے عیسائیوں کے قبضہ میں چلی گئی ہے امید ہے کہ پھر اس کے وارثوں کے قبضہ میں آجاوے گی۔

میں صخرہ کے سوا چند اور تبرکات ہیں جن کو اہل اسلام متبرک جانتے ہیں چنانچہ ایک اور بڑا پتھر ہے جس کی نسبت کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہیں کھڑے ہوئے تھے سنگ مذکور سنگ سے ٹوٹا ہوا ہے۔

اور ایک صندوق ہے جس میں ایک سوراخ ہاتھ جانے کے قابل ہے اس کے اندر قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں پھر ایک بند حجرہ ہے جس میں انبیاء سوراخ کیل کے لاتے ہوئے ہیں۔ اس کی یہ خاصیت بتلاتے ہیں کہ ایک نماز گذر جانے کے بعد اس میں سے ایک کیل غائب ہو جاتی ہے چنانچہ اس میں سے ساڑھے چودہ غائب ہو گئی ہیں اور ساڑھے تین باقی ہیں کہتے ہیں ان کے غائب ہو جانے کے بعد دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا (یہ بھی اسلام میں سند صحیح سے ثابت نہیں خیالات خاتمہ ہیں)۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس مقام پر سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا ذرا سے مسجد مذکور کا گنبد تو سے فٹ بلند ہے اور اس کا قطر چالیس فٹ اس کی چھت سیسے کے پتھروں سے بنی ہے جس پر سے تمام یروشلم دکھائی دیتا ہے۔ انتہی ملخصاً۔

یہ عمارت حضرت عمرؓ کے عہد کی نہیں ہے بلکہ اس کے بعد بنی امیہ نے اس کو از سر نو تعمیر کیا پھر اور تعمیرات ہوتی رہیں۔ حال کی عمارت سلاطین عثمانیہ سلطان سلیمان کی ہے۔

حال میں جس مسجد میں سنگ مرمر کا فرش بنا دیا گیا ہے اور مسجد کے نیچے ایک تہ خانہ بھی ہے جو مسجد میں سے ایک کھڑکی میں سے سیڑھی لے کر نیچے اترتے ہیں نیچے جا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی بنیاد کے نشان معلوم ہوتے ہیں۔ اہل اسلام کے نزدیک اس مسجد کی زیارت اور وہاں جا کر نماز پڑھنا نہایت ثواب اور قبولیت کا کام ہے اس لیے سیکڑوں زوار جاتے ہیں۔ شہر میں حضرت سلطان خلد اللہ ملکہ کی طرف سے ہر قوم اور ہر ملک کے مسلمان زوار کے لیے ایک عمدہ مسافر خانہ بنا ہوا ہے جس کو وہاں تکیہ کہتے ہیں۔ وہاں کھانا پینا سب شیخ تکیہ کی معرفت سلطان کی طرف سے ملتا ہے۔

فصل سوم

ہیکل سلیمانی کی کیا صورت و ہیئت تھی

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے لاکھوں بنی اسرائیل کو ملک شام میں وعدہ الٰہی کے بموجب لے جانے کے لیے نکلے اور وہ بھٹکتے سوا بھٹکنے کا راستہ بنی اسرائیل کی نافرمانیوں اور سرکشیوں کی وجہ سے چالیس برس کا سفر بن گیا۔ چنانچہ قادس اور شمالی حصہ عرب کے رگستان میں اس بے شمار بھیڑ کے لیے ٹھکراتے پھرے یہاں تک کہ پھر چند آدمیوں کے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اور تمام نوجوان بنی اسرائیل جو مصر میں بیس برس کی عمر کے تھے رستہ ہی میں مر چکے تھے پھر ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے جانشین یوشع بن نون نے ملک فلسطین فتح کیا اور بنی اسرائیل کنعان کے وارث ہوئے۔ ان میں یوشع سے لے کر سائل یعنی حکومت تک ستر برس رہے تھے پھر ان کے بعد سے سلطنت اور بادشاہت قائم ہوئی سائل کے بعد سب سے اول بادشاہ بنی اسرائیل کے حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ یہ بموجب قول یوسفس مؤرخ کے حضرت یشوع سے پانسو پندرہ برس بعد تخت نشین ہوتے تھے ان کا پہلا اہم کام یہ تھا کہ انہوں نے یبوسی لوگوں کو جو کنعان کی اولاد اور شہر یروشلم میں رہتے تھے مطلوب کیا۔ داؤد علیہ السلام نے یبوسیوں کو نکال کر شہر یروشلم کو از سر نو بنایا اور اس کا نام داؤد کا شہر رکھا اور دارالسلطنت قرار دیا۔

انہیں ایام باتوں میں مارے مارے پھرنے کے زمانے میں خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خیمہ عبادت بنانے کا حکم دیا تھا اور اس کی سب ترکیب بتلائی کہ اس خیمہ کو

اور اس کے ایسے درجے ہوں اور اس کی ایسی قنات ہو اور اس کے اندر صندوقِ شہادت رکھنے کا ایسا کمرہ ہو اور قربانی کرنے کا فلاں مقام ہو اور اس کے عود سوز اور دیگر آلات سنہری اور روپہلی اتنے اور ایسے ہوں اور اس کے کاہن یا امام فلاں اور ان کا ایسا لباس ہو اور خیمہ کے محافظ اور اس کے اٹھانے والا اسرائیل کا فلاں فرقہ اور فلاں لوگ ہوں جس کی مفصل کیفیت توریت میں موجود ہے جس کو ہم نے بخوفِ تطویل ترک کرنا مناسب جانا۔

چنانچہ حضرت موسیٰؑ جس مقام سے کوچ کرکے جس مقام پر جاتے تھے وہ خیمہ مع ساز و سامان ساتھ جاتا تھا اور ایک جگہ سے اکھیڑ کر دوسری جگہ نصب کیا جاتا تھا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت داؤد علیہ السلام تک بنی اسرائیل کے لیے یہی کپڑے کی مسجد یا ہیکل رہی۔ پھر جب یہ خیمہ یا مسکن بمقام سیلا استادہ تھا تو وہیں حضرت سموئیل علیہ السلام کی ماں نے دعا مانگی تھی کہ جس سے سموئیل پیدا ہوئے عیلی کاہن کے عہد میں۔ اسی زمانہ میں صندوقِ شہادت جس کو تابوتِ سکینہ کہتے ہیں بنی اسرائیل کے ہاتھ سے ایک لڑائی میں فلسطینیوں کے ہاتھ آگیا تھا۔ پھر ساول کے عہد میں وہ خیمہ شہر نوب میں قائم ہوا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ ہوئے تو انہوں نے اس وعدہ کے موجب جو خدا تعالیٰ نے موسیٰؑ سے کیا تھا اُس جگہ پر استادہ کیا کہ جو زمین خدا نے ہیکل کے لیے پسند کر رکھی تھی جس کا کتاب استثنا کے ۱۲ باب ۱۴ درس اور دیگر مقامات میں اشارہ ہے یعنی شہر یروشلم میں کوہ صیحون پر جس جگہ کا نام حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیت ایل رکھا تھا اور ایک پتھر بھی گاڑ دیا تھا۔ اب خدا تعالیٰ کا منشا ہوا کہ میری عبادت گاہ پختہ بنے مگر حضرت داؤد علیہ السلام کو دشمنوں کے قتال و جدال سے اس کی تعمیر کی مہلت نہ ملی گو سامان مہیا کیا تھا، اس لیے مرتے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کو وصیت کی اور وہ سب ساز و سامان بھی حوالہ کیا اور ہیکل کا نقشہ بھی دیا کہ جس کے مطابق سلیمانؑ نے ہیکل بنائی۔ اور اس خیمہ کی عبادت گاہ کو پتھر اور لکڑی اور سونے چاندی کا بنا دیا اس کی پوری کیفیت اول کتاب السلاطین میں نہایت تشریح کے ساتھ مذکور ہے مگر ہم بھی ناظرین کے لیے یوسفس مؤرخ کی کتاب سے کسی قدر نقل کرتے ہیں وہو ہذا۔ تاریخ یوسفس حصہ ہشتم باب سوم

(۱) سلیمان نے اپنی تخت نشینی سے چار برس دو ماہ بعد ہیکل کا بنانا شروع کیا اور خروج (موسیٰ از مصر) سے پانسو بانوے برس بعد اور ابراہیمؑ کے میسوپوٹیمیا[1] سے نکل کے ملک کنعان میں آباد ہونے سے ایک ہزار برس بعد اور طوفانِ نوح سے ایک ہزار چار سو چالیس برس بعد اور آدمؑ کی پیدائش سے کہ سب کا باپ اور سب سے پہلا آدمی تھا ہیکل کے زمانہ تک تین ہزار ایک سو دس برس گزرے تھے اور شہر سور کے آباد ہونے سے دو سو چالیس برس بعد اور حیرام شاہ سور کے تخت نشین ہونے سے گیارہ برس بعد ہیکل کی تعمیر شروع ہوئی۔

(۲) سلیمان نے بڑے بڑے پتھر اور نہایت مضبوط ہیکل کی نیو کے واسطے درست کرائے اور بڑی گہری زمین کھدوا کے ہیکل کی بنیاد رکھی تاکہ مدتوں قائم رہے۔ یہ عمارت سنگِ مرمر سے تیار ہوئی تھی۔ ہیکل ساٹھ ہاتھ عرض اور ساٹھ ہاتھ طول[2] اور ساٹھ ہاتھ بلند تھی اور اس کے اوپر

[1] ملک عراق کا یونانی میں نام ہے ۱۲ منہ　[2] کتاب اول سلاطین کے ۶ باب میں ہے وہ گھر جو سلیمان نے خداوند کے لیے بنا کیا طول اس کا ساٹھ ہاتھ اور عرض بیس ہاتھ اور بلندی اس کی تیس ہاتھ تھی۔ اور کتاب ۲ تواریخ کے ۳ باب ۳-۴ درس (باقی بر صفحہ آئندہ)

ایک اور مکان بطور بالاخانہ کے بنا تھا اور اس طرح ہیکل کی بلندی ایک سو بیس ہاتھ ہوئی اور اس کا رُخ پورب کی طرف تھا اور ہیکل کے سامنے ایک برآمدہ بیس ہاتھ چوڑا اور بارہ ہاتھ لمبا اور ایک سو بیس ہاتھ اونچا بنایا اور ہیکل کے چاروں طرف تین چھوٹے چھوٹے کمرے برابر بنائے اور ہر ایک کمرہ پانچ ہاتھ لمبا اور اسی قدر چوڑا تھا اور بیس ہاتھ اونچا اور یہ کمرے زیر و بالا سہ منزلہ بنائے گئے اور ان کی بلندی ہیکل کی نصف بلندی تک پہنچی اور تمام ہیکل کی چھت سرو کے صاف شہتیروں اور تختوں سے پاٹی گئی اور سونے کی جاروں سے چھت اور دیواروں کو مزین کیا گیا جس سے تمام ہیکل روشن ہوگئی اور ہیکل کی تعمیر ایسی محکمت اور درستی سے کی گئی تھی کہ کہیں جوڑ نہ معلوم ہوتا تھا اور بالاخانہ پر جانے کے لیے ایک زینہ دیوار کے متصل بنایا گیا اور بالاخانہ کے کمروں میں کھڑکیاں بنائیں۔

(۳) اور بادشاہ نے ہیکل کو دو حصے تقسیم کر کے اندر کے حصہ کو جو بیس ہاتھ طول و عرض میں یکساں بنایا اس کو زنانی مکان مقرر کیا اور دوسرا حصہ جو بیس ہاتھ عرض میں اور چالیس ہاتھ طول میں تھا اسے مقدس کمرہ قرار دیا اور اس میں سروکی لکڑی کے دروازے لگائے اور سونے کی جاروں کا اسے منقش دیا اور اس پر قسم قسم کی تصویریں بنائیں اور ان کے آگے نیلے و ارغوانی و قرمزی رنگ کے باریک کتان کے پردے بنائے اور ان کو لٹکا کر ان پر بھی عجیب و غریب نقش و نگار بنائے پھر اس کے زنانی حرم کے لیے دو کروبی (فرشتہ) خالص سونے کے بنائے کہ وہ پانچ ہاتھ اونچے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے بازو پانچ ہاتھ لمبے پھیلے ہوئے تھے اور ایک کروبی کا بازو دوسرا بازو شمالی دیوار سے ملا تھا اور دوسرے کروبی کا دوسرا بازو شمالی دیوار سے ملا تھا اور بیچ میں عہد کا صندوق رکھا تھا اور ہیکل کے دروازے میں بڑے بڑے کواڑ لگائے اور ان پر سونے کی چادریں جڑوائیں اور کل ہیکل کو اندر اور باہر سے سونے کی چادروں سے منقش دیا تھا اور باہر کے دروازوں پر زیتون کے درختوں کی مانند بڑے بڑے تھے منگرے پر بیل بوٹے تھے۔

(۴) سلیمانؑ نے ایک کاریگر حیرام نامی ملک صور سے بلایا کہ اس کے والد بن اسرائیل تھے یہ شخص ہر کام میں ہوشیار تھا مگر سونے اور چاندی اور پیتل کا کام نہایت عمدہ کرتا تھا اس نے ہیکل کا کام سلیمان کی مرضی کے موافق بنایا تھا اور دو ستون اٹھارہ ہاتھ بلند کہ ان کا محیط بارہ ہاتھ تھا اور ان کے سر پر پانچ ہاتھ اونچے سوسن کے پھول کی صورت بنائی اور ایک جالی کہ جس پر انار اور سوسن کے پھول بنائے تھے اور ان پر دو سو انار بنائے اور ان ستونوں میں سے ایک برآمدہ کے دہنی طرف رکھا گیا اس کا نام یوخین تھا۔

(۵) سلیمانؑ نے ایک ڈھلا ہوا حوض نصف کرہ کی مانند پیتل کا ڈھلا ہوا بنایا اس کا قطر دس ہاتھ تھا اس کا ڈول چار انگشت اور اس کے نیچے پیتل کا ایک ستون تھا کہ جس کا قطر دس فٹ تھا اور چار طرف بارہ بیل ڈھلے ہوئے تھے تین تین ہر طرف ان کی پشت پر یہ حوض تھا اس کو گھیر رکھتے تھے

سلہ بھوں اور مایشا رسن تمام رسب و تماثیل و دھان کا جواب و قدور (سیاہ قدیہ) (سورۂ سبا)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہیکل کی طول ساٹھ ہاتھ اگلے انداز کے موافق اور حوض بیس ہاتھ اور سامنے کے آسارے کی لمبائی گھر کی چوڑائی کے موافق بیس ہاتھ اور اونچائی ایک سو بیس ہاتھ۔ ان کتابوں کو صیانی الہامی کہتے ہیں پھر ان کے اختلاف کی تطبیق کیا نہیں کی سمجھ میں آتی ہوگی۔ برسفس کے مدعی شاید ان کتابوں میں ایسا نہ ہو۔ یا برسفس کو یہ کتابیں نہ ملی ہوں گی یا وہ سمجھ نہ سکا ہوگا۔ منہ

(۶) اور حوض کے لیے دس چوکونے ستون بنائے ان کی لمبائی پانچ ہاتھ چوڑائی چار ہاتھ اور بلندی چھے ہاتھ تھی۔ اور ان کے چاروں کونوں میں بھی چھوٹے چھوٹے ستون اور دو ستون کے درمیان ایک بیل تھا اور دو کے درمیان ایک بیل اور دو کے درمیان ایک شیر، بر اور دو کے درمیان عقاب اور چھوٹے ستونوں میں بھی چھوٹے قد کے جانور بنائے تھے اور ان دس ستونوں کے واسطے دس حوض بنائے تھے جن میں سے پانچ حوض ہیکل کے دائیں طرف اور پانچ بائیں طرف اور بڑا حوض سامنے تھا۔ اس میں کاہن لوگ اپنے ہاتھ پاؤں دھوکے (یعنی وضو کرکے) قربان گاہ میں جاتے تھے اور حوضوں میں ان جانوروں کو دھوتے تھے کہ جن کو قربانی میں گذرانتے تھے۔

(۷) ایک اور قربان گاہ پیتل کی بنائی سوختنی قربانی کے لیے کہ جس کا عرض بیس ہاتھ کا اور طول بیس ہاتھ کا اور دس ہاتھ بلند تھی اور اس کے تصرف کے لیے دیگ اور چمچے اور دست پناہ وغیرہ یہ سب چیزیں نہایت عمدہ پیتل سے بنائی تھیں اور اس نے دس ہزار میز دوسرے کاموں کے واسطے بنائیں کہ جن پر شیشیاں اور پیالیاں رکھی جاتی تھیں اور دس ہزار شمعدان جن میں سے ایک بڑا شمع دان رات دن ہیکل میں روشن رہتا تھا یہ جنوب میں رکھا گیا اور وہ سونے کی میز کہ جس پر خدا کے نام کی روٹیاں رکھی جاتی تھیں شمال کی جانب اور سونے کی قربان گاہ ان کے درمیان رکھی اور باقی ہنر ان اس مکان میں رکھے جو چالیس ہاتھ لمبا تھا الخ۔ اور ہیکل کے چاروں طرف تین ہاتھ بلند ایک دیوار بنائی تاکہ ہر کوئی اس میں جانے نہ پاوے کیونکہ وہ مکان متبرک تھا وہاں خاص پاک شدہ لوگ جاتے تھے۔

اور اس دیوار کے باہر ایک غار پتھر کے زمین کو بلند کرکے اس پر ایک دوسری ہیکل چھوٹی بہ نسبت اس بڑی کے تعمیر کرائی اور اس کے اندر بڑے بڑے کمرے بنائے چار دروازے لگائے اور اس چھوٹی ہیکل کے سامنے دور تک دو رویہ مکانات کی قطار بنائی اور اس میں چاندی کا ملمع کیا۔

یہ ہیکل مع ساز و سامان سات برس میں بن کر تیار ہوئی اس کی تعمیر میں صور کے بادشاہ حیرام نے لکڑیوں کی بہت مدد کی اور خود سلیمانؑ نے اس کام کے لیے تیس ہزار آدمی مقرر کیے تھے کہ جو کوہ لبنان پر لکڑیاں چیرتے اور تراشتے اور یہاں بھیجتے تھے ان کے علاوہ وہ غیر لوگ بھی تھے کہ جن کو داؤد نے مقرر کیا تھا ستر ہزار آدمی بار برداری کا کام اور اسی ہزار سنگ تراشی کا کام کرتے تھے اور تین ہزار ان سب کے محافظ تھے اور بادشاہ کا حکم تھا کہ سنگ تراش ہیکل کی نیو کے واسطے بڑے بڑے پتھر تراشیں اور ان کو وہیں درست کرکے شہر میں لادیں

سلیمانؑ کی دعا

جب یہ ہیکل اور ان کا سب ساز و سامان تیار ہو چکا تو حضرت سلیمان نے تمام بنی اسرائیل کو دور و دراز سے جمع کیا اور ان کی دعوت کی اور بڑی دھوم دھام سے

ع یوسفس مؤرخ اپنی کتاب کے حصہ ہشتم باب ۲ میں کہتا ہے کہ سلیمان کے پاس ایسے بھی منتر تھے کہ جن سے دیو دفع ہو جاتے تھے پھر ان کے ایک منتر کا اثر اپنے مشاہدہ میں آنا بھی لکھتا ہے۔ یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ جن اور دیو اُن کے مسخر تھے۔ اس بات کا استعجاب ان کو ہے کہ جو دیو اور جن کا صرف اپنے مشاہدہ میں نہ آنے سے انکار کرتے ہیں جس لیے تاریخی واقعات کی غلط توجیہیں کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس تقدیر پر جنوں سے کام لینا بھی کچھ بعید نہیں جیسا کہ قرآن مجید سے پایا جاتا ہے ۱۲ منہ

صندوق شہادت اندر رکھا جب کاہن لوگ سب چیزیں بترتیب اندر رکھ کے باہر آئے تو ایک سیاہ ابر ٹکڑا کہ جس سے اندھیرا ہو گیا ہیکل کے اندر گیا جس سے لوگوں کو اس کی مقبولیت کا یقین ہوا تب سلیمان علیہ السلام نے سر سجدہ میں رکھ کے یہ مناجات کی کہ تو آسمان و زمین بلکہ کسی مکان میں سما نہیں سکتا اب اے خداوند میں تیری منت عرض کرتا ہوں کہ اس مکان میں جس وقت بندے تیری عبادت کو آئیں و عائیں تو ان سب کی بندگی قبول کر اور ان کی دعائیں سن اور ان کی حاجات کو برآر کہ تو اپنے تمام بندوں کی نگہبانی کرتا ہے جو تجھ سے ڈرتے ہیں تو ان کا زیادہ تر نگہبان اور ان پر زیادہ مہربان ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا پھر قربانی بے شمار جانوروں کی گذرانی جن کو سب کے روبرو آسمان سے آگ اتر کر کھا گئی جس سے سب کو معقول مجھے کا یقین ہوا۔ پھر تمام لوگوں کو رخصت کیا وہ سب خوشیوں کے نعرے مارتے ہوئے اپنے اپنے شہروں اور گاؤں اور گھروں کو چلے گئے۔

آج کے دن سے بھی زیادہ کوئی دن خوشی اور اقبال کا بنی اسرائیل کے لیے نہ ہوا ہوگا، آج آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا پھر زوال شروع ہوا۔

فصل چہارم

ہیکل کی بربادی سلیمان علیہ السلام چالیس برس سلطنت کر کے چوراسی برس کی عمر میں جاں بحق ہوئے۔ ان کے بعد ان کا بیٹا رحبعام تخت نشین ہوا۔ یہ شخص نوجوان اور چنچل اور باشوں کا دوست تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اقتدار سلطنت حاصل کر کے پورا بے دین ہو گیا جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ بارہ فرقوں میں سے صرف دو فرقے بنی اسرائیل کے اس کی حکومت میں رہ گئے اور دس کا ایک شخص یربعام نامی بادشاہ ہو گیا۔

سیسق کا حملہ

اس کے چند روز بعد سیسق شاہ مصر دو سو رتھ اور ساٹھ ہزار سوار اور چار لاکھ پیادے لے کر ملک پر چڑھ آیا اگرچہ شہر کو ڈھایا جلایا لیکن نہ ہیکل کو گرایا مگر اس میں جس قدر سونے چاندی کا اسباب بے تعداد قیمت کا تھا سب لے گیا جس کے بعد رحبعام نے ہیکل کا سامان بنایا۔ یہ پہلی مصیبت تھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد ہیکل اور یروشلم پر آئی۔

بار دوم

رحبعام سے یوسیافا کے عہد تک جو تخمیناً چار سو برس کا زمانہ ہے یروشلم میں متعدد بادشاہ گزرے اور ان میں اور بنی اسرائیل کی دوسری سلطنت میں دو ٹکڑے ہو کر دو سلطنتیں قائم ہو گئی تھیں۔ باہم بہت کچھ جدال و قتال بھی ہوتے جس سے بنی اسرائیل کی سلطنت میں ضعف آ گیا تھا اور ان میں بت پرست بادشاہ بھی ہوئے جن کی بے التفاتی سے ہیکل خراب و خستہ اور بے مرمت پڑی رہی اور اسی عرصہ میں توریت بھی اور صندوق شہادت کے تبرکات بھی جاتے رہے مگر یوسیافا کے پھر ہیکل کی مرمت کی اور اس کی مرمت میں بہت کچھ روپیہ صرف کیا یہ بادشاہ دین دار تھا اس کے عہد میں مصر کے بادشاہ فرعون نیکو نے ملک آسور پر چڑھائی کی اس کا ایک صوبہ شاہ بابل نبوپلزر بخت نصر کا باپ بھی تھا یوسیافا ملک جوں کہ بیچ میں حائل تھا یہ شاہ مصر کا معارض ہوا آخر لڑائی میں جنگ ہوئی جس میں یوسیافا زخمی ہو کر مر گیا (یہ یرمیاہ علیہ السلام کا زمانہ ہے) اس کے بعد اس کا

بیٹا یہو آخذ یروشلم کے تخت پر بیٹھا اس کی تخت نشینی کے تیسرے مہینے پھر وہی مصر کا بادشاہ یروشلم پر حملہ آور ہوا اور اس شہزادہ کو زنجیروں میں جکڑ کر مصر لے گیا اور یہ وہاں جاتے ہی مرگیا اور شہر یروشلم اور ہیکل پر بھی قدرے دست تطاول دراز کیا اور اس کی جگہ یوسیا کے دوسرے بیٹے الیاقیم کو تخت یروشلم پر بٹھادیا اور اس کا نام بدل کر یہویاقیم رکھا اور چار لاکھ چار ہزار تین سو اکیاون روپیہ سالانہ باج گزاری کا مقرر کیا۔ یہ شہر یروشلم پر دوسری دفعہ کی مصیبت تھی مگر اب تک سلیمانی ہیکل اور شہر کے شاہی مکانات اور شہر پناہ بدستور قائم تھی جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا تھا۔

بار سوم

اس واقعہ کے چند سال بعد بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ملک یہودیہ پر چڑھائی کی اور یروشلم کو فتح کر کے یہویاقیم کو اپنا باج گزار بنایا اور بہت کچھ مال و دولت لوٹا اور خاندان شاہی میں سے ایک گروہ کو اپنے محل کا خواجہ سرا بنا کر لے گیا ان اسیروں میں حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام اور ان کے تین رفیق بھی تھے۔

اس کے تھوڑے دنوں بعد یہویاقیم نے بدعہدی کر کے شاہ بابل کی اطاعت سے انحراف کیا شاہ بابل ان دنوں اپنی ماں کے ماتم اور دیگر علائق میں مبتلا تھا خود تو نہ آسکا لیکن اس نے یہودیہ کے آس پاس کے سرداروں کو جو سریانی اور موآبی اور عمونی وغیرہ تھے حملہ کرنے کا حکم دیا ان لوگوں نے چاروں طرف سے ملک پر تاخت و تاراج کی کر کے گیارہ برس تک یہویاقیم کا ناک میں دم کر دیا آخر اس کو قتل کر کے یروشلم کے پھاٹک کے باہر پھینک دیا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا یکونیاہ یروشلم کے تخت پر بیٹھا اس کے تیسرے مہینے خود بخت نصر ایک جرار لشکر لے کر یروشلم پر چڑھ آیا شہر کو فتح کر کے یکونیاہ اور اس کی ماں اور دیگر بیگموں اور شہر کے امیروں اور ہر قسم کے کاریگروں لوہاروں اور سنگ تراشوں کو اور شاہی خزانہ اور ہیکل کے سب سونے کے برتنوں اور دیگر سامان کو لوٹ کر لے گیا۔ اور یکونیاہ کے عزیزوں میں سے ایک شخص صدقیاہ کو حکومت دے گیا اور اس سے فرماں برداری کا عہد لکھالیا بخت نصر کا واپس ہونا تھا کہ آس پاس کے سرداروں نے اپنی دوستی اور بخت نصر کی بغاوت پر آمادہ کرنے کے لیے ایلچی بھیجنے شروع کیے ادھر شاہ مصر نے ہمت دلائی آخر اپنی سلطنت کے نویں سال یہ بدعقل شاہ زادہ شاہ مصر کا اعلانیہ معاہد ہوگیا اور شاہ بابل سے کھلم کھلا انحراف ظاہر کر دیا۔

بار چہارم

اس کے دو برس بعد بخت نصر بڑے بھاری لشکر کے ساتھ یروشلم کی طرف متوجہ ہوا ادھر شاہ مصر نے بھی اپنی کمک صدقیاہ کے لیے بھیجی مگر اس خوں خوار فوج کے سامنے کون ٹھیر سکتا تھا جو بنی اسرائیل کے اوباش اور فاسق اور مرتد بادشاہوں سے انتقام لینے کے لیے قہر الٰہی کا نمونہ تھی آخر فتح کر لیا۔ صدقیاہ روپوش ہو کر بھاگتا ہوا گرفتار ہوا اور شہر ربلہ میں قید کر کے بھیجا گیا وہاں اس کے بیٹے قتل ہوئے اور اس کی آنکھیں پھوڑ کر زنجیریں پہنا کر بابل میں بھیجا گیا جہاں جا کر وہ جلد مرگیا۔

بخت نصر کے سپہ سالار نے یروشلم اور ہیکل کے سب مال و اسباب کو جمع کر کے باقی تمام شہر اور ہیکل میں آگ لگادی اور سب کو جلا کر خاک کر دیا اور ہیکل اور شہر کو بنیادوں تک اکھاڑ کر میدان بنا دیا اور ہزارہا مردوزن کو

لہ اپنا محل بابل میں تیار کرانے کے لیے ۱۲ منہ

اسیر کر کے بابل میں پہنچا دیا اور ہیکل کے دو رکنی ستون اور دو حوض اور وہ ڈھلے ہوئے پیتل دار پیتل کے سامان اور ہیکل اور وہ گھر والی جن کو زمانہ کے منتخب کاری گروں نے کس محنت سے بنایا تھا سب کو بابل روانہ کیا اور بیشتر کو توڑ پھوڑ دیا قدرت کو بھی جو ایک نقلی نسخہ تھا وہیں چھوڑ دیا۔ آج یہود کے اقبال کا خاتمہ ہو گیا آج وہ ہیکل سلیمانی جس کا دنیا میں نظیر نہ تھا منہدم ہو گئی شہر کے عمدہ مکانات اور بازار برباد ہو گئے، آج یہودیہ کا ملک اور کوہ صیحون تمام اسیلم کس اشک حسرت کے ساتھ رخصت کرتے اور بابل کے سفاک سپاہیوں کے ہاتھ میں ان کی زنجیریں دیتے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ حادثہ حضرت خیر حضرت مسیح علیہ السلام سے بقول اکثر مؤرخین پانسو چھیاسی برس پیشتر گذرا ہے۔ یعنی تقریباً چار سو پندرہ برس بعد تعمیر ہونے کے ہیکل برباد ہوئی ہے۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام چوں کہ صدقیاہ بخت کو اس پیش آنے والی مصیبت سے مطلع کر کے اس کی بدکاری اور بت پرستی سے نصیحت فرماتے تھے اس لیے ان کو صدقیاہ نے قید کر دیا تھا اسی طرح اس سے پیشتر بھی یہود کے بخت بادشاہوں نے انبیاء علیہم السلام کو قتل و قید کیا تھا۔

شاہ بابل کے ملازموں نے حضرت یرمیاہ کو قید سے رہائی دے کر ان کے ساتھ نیک سلوک کیا اور آزادی دی کہ جہاں چاہو رہا کرو اب شہر ملک خاک اُجاڑ پڑا ہے اور جو چند کنگال یہودی کو وہ نواح میں باقی تھے جن کو کاشت و خدمت کے لیے رکھا تھا ان پر جو لیاہ بن اخی قام کو حاکم مقرر کر کے مصفاہ میں رہنے کا حکم دیا۔ قتادہ شخص کو جس کا قصہ قرآن مجید میں ہے قَالَ اَنّٰی یُحْیِیْ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا آیۃ یہی حضرت یرمیاہ ہیں جو ہیکل اور یروشلم کی بربادی دیکھ کر دل میں کڑھتے اور روتے تھے۔ انہوں ہی نے حسرت سے یہ کہا تھا کہ یہ شہر اب کیوں کر آباد ہوگا خدا نے فرشتہ قدرت دکھانے کے لیے ان کی روح قبض کر لی اور ان کی سواری کا گدھا بھی مرگیا اس پر سو برس کا عرصہ گذر گیا۔ اس عرصہ میں بنی اسرائیل بابل سے رہا ہو کر پھر یہاں آئے اور دوبارہ ہیکل اور شہر تعمیر ہو گیا اس کے بعد خدا نے یرمیاہ کو بھی زندہ کر دیا اور ان سے پوچھا کہ کتنی دیر تک تم مرے پڑے رہے انہوں نے کہا ایک دن یا کچھ کم۔ پھر خدا نے ان کے روبرو ان کے گدھے کو بھی زندہ کر دیا اور فرمایا کہ تم پورے سو برس تک مرے رہے اور انہیں کے سامنے ان کی سواری کے گدھے کو بھی زندہ کیا اور فرمایا ہماری قدرت کو دیکھو کہ ہم نے اُجڑے شہر کو کیسا آباد کر دیا۔ بعض لوگ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یرمیاہ سو گئے تھے اور خواب میں ان کو خدا تعالیٰ نے یہ کیفیت دکھلائی تھی۔ اسی طرح یہودی اور عیسائی مؤرخ بھی اس قصہ کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ یرمیاہ مصر چلے گئے تھے وہیں مرے۔

لہ وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علوا کبیرا فاذا جاء وعد اولٰھما بعثنا علیکم عبادا لنا اولی بأس شدید فجاسوا خلال الدیار وکان وعدا مفعولا۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو مطلع کر دیا تھا کہ تم دو بار سرکشی نہایت درجہ کی کرو گے پس جب اول سرکشی ہوگی تو ہم تم پر ایک زبردست قوم مسلط کریں گے اس میں بخت نصر کی طرف اشارہ ہے چنانچہ بنی اسرائیل کی سرکشی اور فساد کی اس زمانہ میں انتہا ہو رہی تھی پس اللہ بخت نصر مسلط جس نے ان کو برباد کر دیا اس کے بعد پھر بنی اسرائیل اپنے ملک میں آباد ہوئے اور ہیکل اور شہر آباد ہوا تو پھر دوبارہ سرکشی اور کفر و شرارت پر آمادہ ہونے لگے اس لیے دوبارہ یا عظیم ان پر نازل ہوئی جس میں انتقام کش بادشاہ روم کی جانب اشارہ ہے واللہ

ہیکل کی دوبارہ تعمیر

بابل میں ستر برس تک یہودی رہے اس عرصہ میں اپنے دینی دستورات بلکہ اکثر اپنی اصلی زبان سے بھی ناآشنا ہوگئے تھے۔ جب شاہان بابل کا ایران کے بادشاہ خسرو کے ہاتھ سے خاتمہ ہوا تو مسیح سے تخمیناً پانسو برس پیشتر خسرو شاہ ایران کے حکم سے بیالیس ہزار یہودی جن میں یشوع سردار کاہن اور زرو بابل بھی تھے پھر اپنے ملک یہودیہ کو روانہ ہوئے اور ان کو شہر اور ہیکل کی تعمیر کی بھی اجازت ملی اور ہیکل کا بچا کھچا اسباب بھی ملا مگر باقی یہودی بابل ہی میں رہے حضرت حزقیل اور دانیال علیہما السلام یہیں فوت ہوگئے تھے بنی اسرائیل نے آخر تعمیر شروع کی مگر لوگوں کی غمازی سے کم بخت سیس نے روک دیا نو برس تعمیر رکی رہی پھر شاہ دارا کے حکم سے تعمیر شروع ہوئی اور کئی برس میں ہیکل اسی جگہ اور اسی نمونہ پر تعمیر ہوئی فرقہ سامری نے بھی شریک ہونا چاہا مگر یہود نے ان کی شرکت سے انکار کیا۔ سامری بھی یہودی تھے ان کو اسور کا بادشاہ شالمنذر مسیح سے سات سو اکیس برس پیشتر اسیر کرکے لے گیا تھا اور وہاں ان کی نسل غیر قوموں سے مخلوط ہوگئی اور عرصہ کے بعد پھر یہ دوغلی قوم اپنے ملک سامریہ میں آبسی۔ یہ لوگ بنی اسرائیل میں سے اس دوسری سلطنت کے لوگ ہیں جنہوں نے یربعام کی ماتحتی میں ایک دوسری سلطنت قائم کی تھی تب سامریوں نے ایک کولاوی کے فرقہ میں سے اپنا کاہن یعنی امام بنا کر ان کے مقابلے میں اپنے لیے کوہ جرزین پر ایک اور ہیکل بنائی۔ ع

اپنا کعبہ جدا بنائیں گے ہم

توریت میں جو عیبال پہاڑ پر معبد بنانے کا اشارہ ہے (استثنا ۲۷ باب ۴ درس) انہوں نے اس لفظ عیبال کو بدل کر جرزین بنایا اور یروشلم کے منکر ہوگئے۔ اور ایک دوسرے کو تحریف توریت کا الزام دینے لگے اور یہ جھگڑا ان میں قرنوں تک باقی رہا چنانچہ ایک بار اسکندریہ کے یہودیوں اور سامریوں میں یہ مباحثہ پیش ہوا اور شاہ مصر کے روبرو ایک سو پچاس مسیح سے پیشتر سامریوں نے شکست کھائی۔

سامری توریت کے پانچوں حصوں کو تو مانتے ہیں باقی عہد عتیق اور عہد جدید میں سے اور کسی کتاب کو الہامی نہیں جانتے۔ یہ لوگ اب بھی شام میں موجود ہیں۔

الغرض ہیکل دوبارہ پھر اسی طور سے تعمیر ہوئی۔ زرو بابل بن سلتائیل اور یوشع بن یہوصدق اس کے مہتمم تھے اور نبی اور زکریا ابن عیدو علیہما السلام مذہبی دستور کے موافق ہدایت کرتے جاتے تھے اور شاہ ایران کی طرف سے تعمیر کا خرچ اور لکڑی پتھر کی مدد ملتی تھی اور ان اضلاع کے صوبے نہایت سرگرمی سے فرمان شاہی کے بموجب مدد دیتے تھے۔ عرصہ کے بعد حضرت عزیر[1] علیہ السلام بھی مع بہت سے ساز و سامان اور ایک جماعت کے آکر شریک ہوئے اور حضرت عزیر نے اپنی یاد پر ان دونوں نبیوں کی مدد سے یہود کے لیے ایک کتاب بھی مرتب کی جس کو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت کہتے تھے اور نیز ان کے دین اور رسوم عبادت کا بھی انتظام کیا۔ دارا کے عہد میں سات برس کے اندر ہیکل بن کر تیار ہوئی اور جب بنی اسرائیل کے لوگ قربانی

[1] عزیر کو اہل کتاب عزرا کہتے ہیں جو اور زکریا بھی اس عہد کے نبی تھے یہ وہ زکریا نہیں جو حضرت یحییٰ کے (جن کو یوحنا کہتے ہیں) باپ تھے ۱۲

کرنے کو جمع ہوئے اور مست سے لوگ وقت لے کر خوشی جو دستاویش گانے لگے تو قوم بیبل کی خوشی میں قدم مارتے اور بدلنے لوگ قدیم بیبل کو یاد کر کے زار زار روتے تھے

دارا کے بعد اس کا بیٹا خشیارشا تخت نشین ہوا یہی بنی اسرائیل پر بڑا مہربان تھا اس کے مقرب حضرت عزیر علیہ السلام تھے جو شہر سوسن دار السلطنت ایران میں رہتے تھے اس سے چند بنی اسرائیل نے بیان کیا کہ شہر پناہ نہ ہونے کی وجہ سے اطراف کے لوگ ہم کو لوٹتے ہیں۔ حضرت عزیرؑ نے بادشاہ سے اجازت اور پروانہ لیا اور خود بھی آئے اور شہر پناہ بھی بنائی یہ یوسفس کا بیان ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دارا وہ نہیں کہ جس کو سکندر رومی نے مغلوب کیا کیوں کہ اس دارا کا کوئی بیٹا نہ تھا) اس کے بعد یہ سلسلہ اور اس کے بادشاہ شاہان ایران کے مطیع ہو گئے ان کی مستقل حکومت نہ تھی۔ سکندر رومی کے عہد تک سکندر ذوالقرنین نے یونانی سے خروج کر کے مشرقی ملکوں پر حملہ کرنا شروع کیا تو آخر دارا شاہ فارس کو شکست دے کر ملک فارس اپنے قبضہ میں کر لیا اور اس کے بعد ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ یہ واقعہ حضرت مسیحؑ سے تین سو تینتیس برس پہلے گزرا ہے پھر شہر بابل میں آ کر بیمار ہو کر مر گیا۔

اس کے عہد میں یہودیوں کے کاہنوں نے اس کی حکومت قبول کر لی تھی اسی لئے بیبل اور یروشلم پر کوئی نئی مصیبت نہیں آئی اور نیز یہود اب تک اپنے اعمال قبیحہ پر نادم اور تائب بھی تھے کہ جس کی وجہ سے تازہ مصیبت میں گرفتار نہ ہوئے مگر اس کے بعد پھر بدکاری اور گناہ کی طرف قدم بڑھانے لگے بموجب ان مضمون مستحق لفظ وان اسأتم فلہا۔ اس کے بعد پھر مورد بلا ہوئے۔

سکندر کے بعد اس کو فتح ملک اس کے سرداروں پر تقسیم ہو گیا انتی گونس نے ایشیائے کوچک کے ملک بابل کو اور لسی ماشس نے پس پانت کو اور کشنڈر نے مسدون کو اور ٹولمی ابن لاگس نے ملک مصر پر قبضہ کر لیا اور یوسفس اس ٹولمی نے ملک یہود اور یروشلم پر بھی قبضہ کر لیا تھا اور یہودیوں کو اتنی رعایت دی تھی اور ان کو دینداری کی وجہ سے عہدہ عہدے بھی دیئے اس لئے بہت سے یہود اس کی قدردانی سے ملک مصر میں چلے گئے اور ہزاروں اسکندریہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ پھر مصری بادشاہ کا یہودی کتابوں کے جمع کرنے اور عبرانی سے یونانی زبان میں ترجمہ کرنے کا شوق ہوا تو ابی العزر یہودیوں کے سرداروں کے نام ایک خط لکھا اور چند نفیس اور مست سامان ہدیہ دے کر بھیجا کہ آپ ہر فرقہ سے چند منتخب علماء میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ وہ مجھے ترجمہ میں مدد دیں۔ کاہن نے بڑے لشکر کے ساتھ جواب لکھا اور ستر یہودی عالم کتابیں دے کر ترجمہ کرنے کو بھیجے جنہوں نے شریعت کا عبرانی سے یونانی میں ترجمہ کیا اس ترجمہ کو سپٹواجنٹ کہتے ہیں جس کے معنی ستر کے ہیں اس کے عہد میں یہودیوں نے بڑی عزت پائی تھی۔

اسی طرح ایشیا کے بادشاہوں نے بھی یہود کی

ف جس کو تاج محل شوشتر کہتے ہیں یہ شہر کیانی بادشاہوں کا دار السلطنت تھا ۱۲ منہ

ف سکندر کی سلطنت عظیم اس کے چاروں سرداروں میں یوں تقسیم ہوئی اسلوکس کو ایران اور بابل اور چند صوبے ملے تھے۔ کا سانڈر کو مقدونیہ اور اس کے صوبجات۔ اینٹی گونس کو شام اور ایشیا۔ کوچک کے اکثر صوبجات اور طالمی کو مصر اور اس کے اطراف پر قبضہ کیا۔ ۱۲ دیباچہ روض قرآن مطبوعہ لاہور ۱۲ ف یہ ترجمہ مسیح سے دو سو برس پہلے سکندریہ میں ہوا ہے اور دانیال کیساتھ مطبوعہ ۱۲ ف ایسے ہی علماء بریں تھے اور انہوں نے اپنی کتاب (باقی صفحہ ۱۳۴)

نہایت عزت و حرمت کی تھی۔ چنانچہ سلوکس نے ایشیائے کوچک اور شام سُریا میں قلعے بنا کے یہودیوں کو ان کا سردار بنایا تھا اور اپنے دارالسلطنت انطاکیہ میں بھی ان کو بہت کچھ دخل دیا تھا۔

واضح ہو

کہ سکندر کے بعد جب ملک کے ٹکڑے ہو گئے تو ایک شخص انیوگونس نے حضرت مسیح سے تین سو برس پیشتر یعنی سکندر کی وفات کے تینتیس برس بعد شہر انطاکیہ (انطاکیہ) آباد کر کے اس کو اپنا دارالسلطنت ٹھیرایا۔ یہ یونانی سلطنت کہلاتی تھی اور اس خاندان کے بادشاہ انتیوکس کہلاتے تھے ان کی اور مصر کے بادشاہوں ٹالمی خاندان کی ہمیشہ لڑائیاں ہوا کرتی تھیں یہودی بے چارے ان دونوں پتھروں میں پسا کرتے تھے۔ آخر انتیوکس چہارم کا تسلط یروسلم پر ہو گیا جس نے کہانت کا عہدہ تیرہ لاکھ میں یسون یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر اس سے واپس لے کر اس کے بھائی منلاؤس کے ہاتھ چوبیس لاکھ پچھتر ہزار پر فروخت کر ڈالا۔ انتیوکس کی خبرِ وفات سن کر یسون اپنے بھائی پر حملہ آور ہوا اور اس کو قتل کر دیا چونکہ یہ بادشاہ ہنوز زندہ تھا طیش میں آ کر حضرت مسیح سے ایک سو ستر برس پہلے

یروسلم پر پانچواں حادثہ

یروسلم پر چڑھ آیا چالیس ہزار یہودیوں کو قتل کیا اور چالیس ہزار کو قید کر کے لے گیا اور ہیکل کا اسباب جو چار کروڑ انسٹھ لاکھ ساٹھ ہزار کی مالیت کا تھا لوٹ کر لے گیا اور ہیکل کی نہایت بے عزتی کی اور ایک ظالم کو یروسلم کا حاکم مقرر کر گیا۔

پھر مسیح سے ۱۷۹ برس پیشتر شاہِ انطاکیہ نے مصر پر حملہ کیا لیکن یہود اس حملہ میں شاہ مصر کی طرف دار ہو گئے اور شاہِ انطاکیہ شکست کھا کر واپس آیا تب اس نے اپنے سپہ سالار کو حکم کیا کہ یروسلم کو برباد کرے چنانچہ اس نے آ کر قتلِ عام کیا اور شہر میں آگ دیدی اور شہر پناہ اور دیگر عمدہ مکانات کو گرا دیا (مگر ہیکل بچ رہی) پھر انتیوکس کو انطاکیہ پہنچ کر یہ خبط پیدا ہوا کہ سب لوگوں کو یونانیوں کے مذہب بت پرستی پر چلائے چنانچہ اس نے اپنے نائب اپلینیوس کو یہودیوں پر حاکم مقرر کر کے بھیجا اور حکم دیا کہ جو مذہب بت پرستی نہ مانے تو اس کو قتل کر ڈالنا۔ حاکم نے یروسلم پہنچ کر چند بے دین یہودیوں کو اپنا شریک کر کے لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کیا اور تمام کتب یہود کو تلاش کر کے جلا دیا اور ہیکل میں جوپیٹر کی مورت قائم کی اور جس نے اس حکم کی تعمیل نہ کی اس کو قتل کیا۔

اسمونی خاندان

کا ایک بوڑھا کاہن مت تاتھیس اپنے پانچ بیٹوں یوحنا، شمعون، یہوداہ، ایل عازر، یونتان کو لے کر اپنا دین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ملک یہودیہ کو ٹولمی شاہ مصر کے ہاتھ سے چھڑا لیا تھا مگر مسیح سے ۲۰۲ برس آگے پھر ٹولمی نے ملک یہودیہ کو لے لیا اور ۲۰۵ برس پیشتر تک مصریوں ہی کے قبضہ میں رہا۔ یہ زمانہ یہود کے لیے بڑے امن کا تھا اسی عہد میں یہود نے پہلی کتابوں کو اور دیگر روایات کو جمع کیا یہ توریت موجودہ و صحف انبیاء اسی عہد کی تالیف ہیں۔ اسی عہد میں سپٹواجنٹ ترجمہ بھی ہوا ہے ۱۲ منہ

(حاشیہ صفحہ ہذا) ف شاہانِ مصر کے عہدِ حکومت میں سردار کاہن یروسلم میں حاکم کے طور پر یہاں کا انتظام کرتے تھے انتیوکس شاہ سُریا جس کا دارالسلطنت انطاکیہ تھا ۲۱۹ سے لے کر ۲۹۷ تک ٹولمی چہارم اور پنجم سے کئی بار جنگ کی اس عہد میں (باقی بر صفحہ آئندہ)

بچانے کے لیے یہ رسطے بھاگ کر اپنے وطن اور شہر موتان میں آ رہا یہاں بھی اس کے تعاقب میں انتیوکس کے لوگ آتے اس نے پانچوں بیٹوں اور بہت سے دینداروں کو جمع کر کے جہاد کیا جس میں شاہی لوگ شکست کھا کر بھاگے پھر اس نے جوں کو توڑا اور بت پرستوں کو قتل کیا مسیح سے ایک سو سترہ برس پیشتر۔

اس کے بعد اس کا بیٹا یہودا جس کا لقب مقابیس تھا اس کا قائم مقام ہوا۔ یہ وہی مقابیس ہے جس کی دولت میں مقابیس اول و مقابیس دوم عبرانی زبان میں ہیں اور یونانی اور سریانی و رومی کیتھولک عیسائی اب تک ان کو آسمانی کتابوں کے مجموعہ میں شمار کرتے ہیں۔ مقابیس نے یروشلم کو لیا اور مکندر شہر کی مرمت کی اور ہیکل کو بتوں سے پاک صاف کیا۔ انتیوکس نے انتقام کا قصد کیا مگر وہ تیسرے دن کے بعد بیمار ہو کر مر گیا۔ پھر مسیح سے ایک سو اٹھارہ برس پیشتر مقابیس ایک لڑائی میں شہید ہو گئے۔

اس کے بعد اس کا بھائی یونتان قائم کیا گیا اس نے بھی اپنے بھائی شمعون کی مدد سے دین یہود کا انتظام بہت عمدگی سے کیا لیکن وہ بھی ٹرپا کے بادشاہ کے ہاتھ سے شہر بطولیس میں مارا گیا اس کے بعد اس کا بھائی شمعون مسیح سے ایک سو چوالیس برس پہلے اس کا قائم مقام ہوا اور اس نے بھی یہودیوں کو غیر قوموں کی حکومت سے آزاد کرانے میں بڑی کوشش کی لیکن یہ بھی اپنے داماد کے ہاتھ سے یریحو شہر کے قصر میں جب کہ وہ کسی مہم سے واپس آ رہا تھا دغا سے مارا گیا۔

اس کے بعد شمعون کا بیٹا یوحنا حاکم اور سردار کاہن ہوا اس نے چند یہودیہ کے صوبوں پر اپنا قبضہ کر لیا اور سامریوں کی ہیکل کو بھی غارت کر دیا اور بہت سے بیٹوں کو انطاکی مذہب سے پھیر لیا اور رومیوں سے بھی از سر نو پھر عہد و پیمان مستحکم کیا اس کے فوت ہونے کے بعد اس کا بیٹا ارسطوبولس اس کی گدی پر بیٹھا۔ اس نے لگے زمانے کی طرح پھر یہودیہ میں بادشاہت قائم کی۔ اسیری بابل کے بعد یہ اول شخص ہے کہ جو یہود کا بادشاہ کہلایا۔ اس نے یہودیوں کا ایک بڑا دلیر بڑا کیا تھا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا سکندر جن نیوس تخت نشین ہوا ستائیس برس حکومت کر کے مسیح سے ستانوے برس پیشتر انتقال کر گیا۔ ان دنوں میں دو یہودی بھائیوں میں عہدۂ کہانت کے بابت جھگڑا پیدا ہوا ایک جو ایک طرف یونانیوں کا شاہ روم کے پاس بھی جو اس پاس کے ملکوں کو فتح کر چکا تھا۔

یہ بادشاہ یہ رسطے پر چڑھ آیا اور تین مہینے کے محاصرہ کے بعد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہود کو طرح طرح کی تکلیف پہنچی۔ غیر ملک میں یہودی مصریوں کا بھروسہ شاہ سریا کے طرف دار ہو گئے۔ جس سے شاہ مذکور نے ہیکل اور شہر کی مرمت کی اور سلیوکی مذہب کو اس کے پجاریوں نے اس کی موقوف کر دیا اور ارادہ کیا جس اس کے پیشتر انتیوکس جابر نے کہانت کا عہدہ فروخت کیا جس پر سو سونے حلوات اختیار کی اور پھر انتیوکس نے یروشلم پر حملہ کر کے شہر غارت کیا اور ہیکل کو وہ سامان جو شاہ ایران دیکھ کر حاضر ہوا تھا لوٹ لیا اور شہر کو ویران کر دیا ۱۲ منہ

نے انہیں دلوایا۔ وہی سلطنت جس کا پایہ تخت شہر دمشق تھا یہ سلطنت کمزوروں کی اعانت کیا کرتی تھی۔ یہ کچھ کر مقابیس نے وہاں اپنے ایلچی بھیجے اور اطالیہ کے بادشاہوں نے محفوظ رہنے کے لیے اس نئی سلطنت سے اتحاد پیدا کیا سلطنت روم نے ڈیمیٹریوس گرانتیوکس کو حکومت کی فوج نے یروشلم کو انگلیا۔ روم سے کچھ مدد نہ آئی اور مقابیس کے ساتھ بھاگ گئے مقابیس خود بڑے ۱۳ منہ

۱۴ منہ مسیح سے ایک سو سات برس پہلے ۱۲ منہ

یروشلم کو فتح کر لیا اس لڑائی میں بارہ ہزار یہودی مارے گئے۔ اور اپنی طرف سے ایک کو سردار کاہن مقرر کر گیا اس وقت سے ملک یہودیہ روم کے بادشاہوں کی حکومت میں آگیا جن دنوں میں کہ رومی سرداران ملکوں کی فتوحات میں مصروف تھے ایک شخص ادومی انٹی پیٹر نے رومیوں کو بڑی مدد دی تھی جس کے صلہ میں جیولس قیصر روم نے انٹی پیٹر کو ملک یہودیہ اور اس کے پاس کے ملکوں کا حاکم مقرر کر دیا جس کے تحت میں یہود کا کاہن یعنی امام یروشلم کا حاکم بھی تھا۔

مسیح سے چالیس برس پیشتر انٹی پیٹر مذکور مر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ہیرودیس سوریا اور جلیل کا حاکم مقرر ہوا لیکن ان دنوں میں یہود کا کاہن اور حاکم ہرگونس یہودی تھا اس نے ہیرودیس مذکور کی یہاں تک مخالفت کی کہ اس کو شہر روم میں بھاگ جانے کے سوا چارہ نہ ہوا۔ شاہ روم نے اس کی خاندانی خدمات کے لحاظ سے پھر اس کو یہودیوں کا حاکم بنا کر بھیجا اس پر بھی اس کو کاہن مذکور سے تین برس تک لڑنا پڑا آخر یروشلم کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا اور مریمنی یہودن سے شادی کر کے یہود کا بادشاہ ہو گیا اس کی حکومت پینتیس برس تک رہی۔ اسی کے اخیر عہد میں حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے (صحیح یہ ہے کہ اس کے بعد)۔

ہیکل کی سہ بارہ تعمیر

اس نے یہود کے خوش کرنے کے واسطے ہیکل کو رفتہ رفتہ از سر نو تعمیر کرانا شروع کیا اس طرح پر کہ جب تھوڑے سے ٹکڑے کو بنا چکتے تھے تب دوسرے ٹکڑے کو توڑتے تھے اس طرح پر تمام عمارت نئے سرے سے بہت خوبصورت اور خوشنما بن کر مسیح سے آٹھ برس آگے عبادت کے لیے تیار ہو گئی مگر اس کی تکمیل چھیالیس برس تک ہوتی رہی مسیح کی تیس برس کی عمر تک۔ اٹھارہ ہزار آدمی نو برس تک اس میں کام کرتے رہے۔ اور جب کہ موریہ پہاڑی کی چوٹی اس کی وسعت کے لیے کافی نہ ہوئی تو پہاڑی کے چاروں طرف بڑا سنگین پشتہ باندھا گیا۔ یہ بہت بلند تھا خصوصاً دکن کی طرف جہاں سوفٹ کی بلندی تھی۔ احاطہ کے باہر والی دیوار اسی پشتہ پر بنی تھی جس کی بلندی ۲۵ فٹ تھی اور آدھے میل کا گھیر تھا اس کے اندر چاروں طرف دیوار کے پاس بہت خوشنما برآمدے بنے تھے ان برآمدوں میں لوگ ٹہلتے اور انہیں میں صراف اور کبوتر فروش بیٹھتے تھے جو ہیکل کی نذر و نیاز والوں کے لیے چیزیں فروخت کرتے تھے اور اسی جگہ ایک مکان تھا کہ جہاں بیٹھ کر یہودی معلم جو ربی کہلاتے تھے مسائل تعلیم کیا کرتے تھے اسی جگہ ربیوں کو مسیح نے لاجواب کیا تھا (لوقا ۲ باب ۴۶)۔ پہلے عیسائی بھی یہاں جمع ہوا کرتے تھے (اعمال ۲ باب ۴۶)۔

اس احاطہ کی دیواریں نو پھاٹک تھے اور ان میں داخل ہونے کے لیے بڑے بڑے زینے پشتہ پر بنے ہوئے تھے یہ سب پھاٹک بڑے خوشنما تھے خصوصاً پورب کی طرف کا پھاٹک جو زیتون کی پہاڑی کے سامنے تھا یہ پھاٹک عمدہ پیتل کا تھا اس کی بلندی سینتیس ہاتھ تھی اور اس کے پاس کے برآمدہ کو سلیمان کا برآمدہ کہتے تھے۔ باہر والا احاطہ عام لوگوں کے لیے تھا اس کے اندر ایک اور احاطہ تھا کہ جہاں صرف یہودی عورتیں جا سکتی تھیں وہ بھی اس وقت جب کہ قربانیاں لاتی تھیں اس کے آگے اسرائیلیوں کا احاطہ تھا اور اس کے آگے لاویوں کا جہاں قربان گاہ اور پیتل کا حوض خاص ہیکل کے سامنے رکھا تھا خاص ہیکل بہت بلند اور نہایت خوشنما تھی اس کے سامنے ایک برآمدہ ڈیڑھ سو فٹ بلند اور اتنا ہی چوڑا تھا۔ ہیکل کے اندر دو دالان یا کمرے تھے ایک جو قدوس کہلاتا تھا ساٹھ فٹ لمبا اور اتنا ہی اونچا اور بیس فٹ چوڑا تھا اس میں نذر کی روٹیاں رکھنے کی میز اور بخور جلانے کی قربان گاہ اور سونے کے

ہیکل ان رکھے ہوئے تھے اس کے آگے دوسرا کمرہ قدس الاقداس کہلاتا تھا جس کی فٹ چوڑا اور اتنا ہی لمبا اور اتنا ہی اونچا کمرہ تھا پہلی ہیکل کے وقت اسی کمرہ میں صندوق رہتا تھا کہ جس میں شریعت کی دو لوحیں اور من کا مرتبان اور ہارون کا عصا تھا اس میں بجز سردار کاہن کے اور کوئی نہیں جا سکتا تھا وہ بھی سال میں ایک بار۔ ان دونوں کمروں کے درمیان کتان کا ایک باریک پردہ پڑا لٹکتا رہتا تھا خاص ہیکل کے چاروں طرف سہ منزلہ بہت سے کمرے کاہنوں کے رہنے کے لیے بنے تھے۔ اور احاطہ میں بہت سی اسی قسم کی عمارات تھیں۔ یہ سب عمارات سنگ مرمر سے بنائی گئی تھیں۔ (تفسیر پادری اسکاٹ)۔

جو ہیکل کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں تھی وہ وہی تھی اسی کے کمرہ میں حضرت مریمؑ نے زکریا علیہ السلام کے پاس پرورش پائی تھی۔ اسی ہیکل میں حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواری عبادت کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔

ہیرودس شہر بدر ہو کر مر گیا اس کے ظلم و ستم سے بنی اسرائیل سخت ناراض تھے اس کے بعد اس کا بیٹا ہیرودیس ثانی اپنے باپ کا جانشین ہوا اسی کے خوف سے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ مصر کی طرف بھاگ گئے تھے اور اسی کے عہد میں اسی کے حکم سے حضرت یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک اس کی جورو از بیٹی کے کہنے سے کاٹ کر ایک طشت میں اس کے سامنے لایا گیا تھا۔

ہیرودیس اول کے تین بیٹے تھے۔ اس لیے اس کے بعد اس کے ملک کے بھی تین حصہ ہو گئے۔ ملک یہودیہ ایدادومیہ اور سامریہ ارکلاؤس کو ملا۔ اور بیت صیدا اور تراخونیتس وطیرہ فلپس کو گلیلیہ اور بدریہ انتپاس کو۔

اور سب کو ہیرودیس ہی کہتے تھے۔ یہ ارکلاؤس اپنے باپ کی طرح بڑا ظالم اور سفاک دل تھا اسی لیے اس کی حکومت کے نو دس برس بعد اس کو آسٹس قیصر روم نے بے دخل کر کے ملک گال (فرانس) میں بھیج دیا اور وہ وہیں جا کر مر گیا۔

انہیں دنوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور ہوا اور جا بجا انہوں نے وعظ و پند و معجزات دکھانے شروع کیے۔ گو یہودی انبیاء سابقین کی پیشین گوئی سے منتظر تھے کہ کوئی لاالعدم رسول پیدا ہونے والا ہے مگر جلالی و اقبالی اور ریاست سے اپنے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے دشمن جانی ہو گئے۔ آخر حضرت مسیح کو گرفتار کر کے پانطوس کے پاس لے گئے جو قیصر روم کی طرف سے حاکم تھا اس کے پاس الزام بغاوت لگا کے سولی دینے لے گئے تھے اس نے ان کی خاطر سے ان کو سولی دینا چاہا مگر خدا نے حضرت مسیح کو اوپر اٹھا لیا اور ان کی صورت میں کسی اور کو کر دیا جو وہ سولی دیا گیا۔ حضرت مسیح کے بعد حواریوں پر بھی بڑا ظلم و ستم ہوتا رہا نہ صرف یہودیوں کی طرف سے بلکہ شاہان روم کی طرف سے بھی۔

حضرت مسیح نے اثناء وعظ میں بارہا یہود کو ایک آسمانی بلا سے ڈرایا تھا کہ عن قریب تم پر آفت آنے والی ہے اور ہیکل اور شہر کو برباد کرنے والی ہے مگر وہ اس کا کب باور کرتے تھے؟ چنانچہ حضرت مسیح کے بعد جب کہ ملک یہودیہ میں خاندان ہیرودیس کی بدنظمیوں کے سبب قیصر کی طرف سے ایک مستقل گورنر اس ملک میں قائم ہوا اور پر و شلم میں رومی لشکر رہنے لگا تو یہودی ادھر تو رومیوں کی سخت حکومت سے بے دل تھے ادھر کچھ ان کے دل میں بھی اپنی قوم کے بادشاہوں اور ان کے اقبال کے اثر نے اس طرح کشش رکھی تھی کہ کسی طرح رومیوں کی حکومت سے آزادی حاصل ہو۔ انبیاء کا فرمودہ اور

اعمال بد کا نتیجہ کب ٹلتا ہے یہ تدبیر الٹی ان کی ہلاکت کا باعث ہوگئی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہود نے ملک میں بغاوت شروع کی اور آخر کار فوج یروشلم کو بھی محاصرہ کر کے قتل کر ڈالا اور بھی بہت سے رومی ان کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور یروشلم میں یہود کا پھر عمل دخل ہوگیا لیکن عیسائی اس فساد میں شریک نہ تھے بلکہ اسی لیے وہ وہاں سے مسیح کی خبر کے بموجب (لوقا ۲۱ باب ۲۱) باہر بھاگ گئے تھے۔ پچاسی رومی سردار ایک لشکر مہیب لے کر یروشلم پر چڑھ آیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ بہت دنوں تک باہم لڑائیاں ہوتی رہیں رومی سردار نے بارہا اطاعت کے پیغام بھی بھیجے مگر یہود نے نہ مانا

اور پھر جب وہ قیصر ہوگیا تو اس کی جگہ شہر کا محاصرہ اس کے بیٹے ٹیطس نے اپنے ذمہ لیا۔

یروشلم اور ہیکل پر چھٹا حادثہ

شہر کا سخت محاصرہ کیا اور یوسفس مؤرخ کو کئی بار یہود کے پاس بھیجا کہ بغاوت سے باز آؤ اور شہر میرے حوالہ کر دو تاکہ تم امن میں رہو مگر یہود کو اپنی شہر پناہ پر گھمنڈ اور نافرمانی کے بدلہ میں خدا تعالیٰ کی مدد پر بڑا بھروسہ تھا، نہ مانا اور حتی المقدور دل توڑ کر مقابلہ کیا آخر غلہ نہ ہونے کی وجہ سے مردار خوری کی نوبت پہنچی اور آپس میں بھی فساد پڑ گیا۔ رومی لشکر شہر میں گھس پڑا اور جو سامنے آیا اس کو قتل کیا۔ مرد و عورت چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہ تھی اور شہر میں آگ لگا دی۔ رومی سپہ سالار نے بہت چاہا کہ ہیکل نہ جلنے پاوے مگر اس ہلڑ میں کون سنتا تھا خصوصاً جب کہ چھ ہزار یہودی اس میں پناہ گزیں تھے آخر وہاں بھی آگ کے شعلے اٹھنے لگے اور ہر طرف سے آگ بھڑکنے لگی اور ہر جانب شہر میں خون کی دھاریں بہنے لگیں شہر کی بنیادیں تک اکھاڑ دی گئیں اور ہیکل کی بھی اینٹ سے اینٹ بج گئی شہر اور ہیکل پر ہل چلا دیا گیا اور تر جمہ پیشوا جنت بھی ساتھ ہی جل گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کو ٹیطس شہر روما میں لے گیا تھا۔ (مفتاح الکتاب صفحہ ۲۱) اس حادثہ میں تخمیناً گیارہ لاکھ بنی اسرائیل قتل ہوئے اور لاکھ کے قریب غلام بنائے گئے۔ (اس میں کسی قدر مبالغہ ہے)۔

اس حادثہ سے پہلے چند آثار عجیبہ بھی ظہور میں آئے تھے۔ (۱) ایک ستارہ تلوار کی صورت شہر کے اوپر نمودار ہوا (۲) ایک دُم دار ستارہ تمام سال دکھائی دیتا رہا۔ (عید فصح کی شب میں قربان گاہ کے پاس آدھے گھنٹے تک

ف یہود کی شان و شوکت رخصت ہونے کے بعد ان میں مذہب اور قومیت کا خون بھی باقی نہ رہا تھا اپنی بیٹیوں کی طمع مال سے ان لوگوں سے شادی کر دیتے تھے جن سے مذہباً سخت ممانعت تھی یعنی نامختون اور بت پرست لوگوں سے۔ اور ان پر فاتح قوموں کا یہاں تک اثر پڑ گیا تھا کہ وہ اپنے نام بھی انہیں جیسے رکھنے لگے تھے۔ عبرانی زبان کی جگہ سریانی شاہان انطاکیہ کے عہد حکومت اور یونانی شاہان اٹالیہ کے عہد میں اور رومی جس کو لاطینی بھی کہتے ہیں شاہان رومہ کے عہد میں مایۂ فخر ہو گئی تھی اور کوئی بھی ان میں قومی نشان تک لباس سے لے کر عادات تک بلکہ مذہب تک باقی نہ رہ گیا تھا جو کوئی ان کو کسی طرف لے جانا چاہتا تھا تو وہ اس پر چلنے کو تیار تھے۔ مقابیس وغیرہ حامیان قوم نے بہت کچھ کوشش کی کہ کہیں پھر اس قوم کے دن پھریں مگر ان میں تو کوئی حس و ادراک قومی باقی نہ رہا تھا۔ وہ سب کوششیں بے کار گئیں۔ مسلمان بھی یہود کے واقعہ کو چاہیے کہ بچشم عبرت دیکھیں۔

ایسی روشنی چمکتی رہی کہ گویا دن ہو گیا۔ (۳) ہیکل کا شرقی دروازہ جو پیتل کا تھا اور بیس آدمیوں سے بمشکل بند ہوتا تھا ایک رات آپ سے آپ کھل گیا۔ (۴) عید فصح کے تہوار کے دنوں بعد غروب آفتاب کے بعد بادلوں میں لڑائی کی گاڑیوں اور رتھیار بند سپاہیوں کی شکل نمودار ہوتی رہی (تفسیر الکبیر صفحہ ۸۷)۔

یہ حادثہ ثورنین کے نزدیک سنہ ۷۰ عیسوی میں ہوا یعنی حضرت مسیح کے صعود کے پچیس برس بعد۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے صرف یوحنا شمعون اور یعقوب زندہ تھے (ہندی تاریخ کلیسا صفحہ ۲۰۷)۔

اس کے بعد بھی یہودی شرارت کم نہ ہوئی چنانچہ اس حادثہ کے چوالیس برس بعد آدریان قیصر روم نے یہودیوں پر سخت تشدد کا شروع کیا اور حکم دیا کہ جو کوئی تختہ کے قتل ہوگا اسی دن سے عیسائیوں نے بھی قدرت و حواریوں کو بلکہ کلیسیا پر وسلم کو بالائے طاق رکھ کر یہودیوں کے نقشے پر مسلم نقشہ کو ترک کیا تاکہ یہودیوں کے شبہ میں نہ آئے۔

پھر اس قیصر نے یروسلم پر اور ہیکل کی بنیادوں پر دوبارہ ہل چلوائے اور اس شہر کا نام بول کر اپنے خاندان کے نام پر دوسرا نام ایلیا رکھا۔ یہ بادشاہ سنہ ۱۳۸ میں فوت ہوا۔ اس کے بعد روم میں اور بھی بادشاہ ہوئے جو اکثر مذہب عیسائی بلکہ یہودی دونوں کے سخت دشمن تھے اور ان کے ہاتھ سے

عیسائیوں کو وہ تکالیف پہنچیں کہ جن کا بیان نہیں ہو سکتا آخر سنہ ۳۳۰ میں قسطنطین اول قیصر روم جو بڑا حکام اور سنگ دل تھا اپنے ملک کے مستقر کو بدلنے کے لیے عیسائی ہوا۔ اس نے اور پھر اس کے بعد قسطنطین ثانی نے لوگوں کو زبردستی عیسائی بنانا شروع کیا لیکن اس کے بیٹے کا جانشین جولین قیصر عیسائی مذہب کے برخلاف ہو گیا۔ اور اس نے صرف مسیح کی اس پیشین گوئی کی تکذیب کرنے کے لیے جو انجیل لوقا کے ۲۱ باب ۲۴ آیت میں ہے یروسلم میں ہیکل کی تعمیر نو کا ارادہ کیا۔ اس چلے اس نے کاریگر بھیجے جب مزدور ہیکل کی بنیاد کھودنے لگے تو زمین سے آگ کے ایسے شعلے نکلے کہ کوئی مزدور بچ نہ سکا۔ دوسرا گروہ پھر بار بار قصد کیا مگر ہیکل کی تعمیر پھر نہ ہو سکی یہ ماجرا سنہ ۳۶۳ کے کچھ پہلے کا ہے۔ اس کے بعد پھر اور بھی قیاصرہ آتے رہے ہیں لیکن کسی نے ہیکل کو تعمیر نہ کیا۔ تھیوڈوسیس کے عہد سے لے کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد تک یروسلم آباد ہوا اور عیسائیوں نے وہاں اپنے معبد بنائے یہودی بھی اس میں رہنے لگے مگر ہیکل اس عرصہ تک جو تین سو سال کا ہوتا ہے ویسی ہی تباہ شدہ پڑی رہی کچھ بنیادوں کے نشان باقی تھے اور کچھ نہ تھا۔

ہیکل کی تعمیر چوتھی بار

سنہ ۱ مفتاح التواریخ میں ہے صفحہ ۱۔ اس عیسوی کا روز حضرت مسیح کے پیدا ہونے کے چار سال سات روز بعد ہے یہ حضرت مسیح نے تیس برس کی عمر میں دعوت دین کی یعنی سنہ ۳۰ عیسوی۔ اور ۳۶ برس کی عمر میں چھ مہینے کے اندر ہو کے روز عید اول سنہ ۳۳ میں وفات پائی۔ اس روز عید کی عید فصح کا دن تھا انتہی۔ اس کے بموجب سنہ ۷۰ تک صلیب مسیح سے پچیس برس بیس گزر چکے بلکہ تیس کم پچیس۔ پھر عیسائی ہونے پچیس جانے کیا سمجھ کر کہتے ہیں اور تیس بھی ہو سکتے ہیں مرتبا عمل کو تو ہیں نا فہم ہوتے

سنہ مسیح کا قول تھا کہ جب تک قوموں کا وقت پورا نہ ہو یروسلم غیر قوموں سے روندی جائے گی اور اس عہد میں مطلب عیسائیوں نے سمجھا ہے کہ یہ گھر روم ہیکل یروسلم کو تعمیر نو ہونے کی بنا پر جیسے قیصر روم کا غیر قابل بت پرست وکا فرہ آباد نہ ہو سکا۔ سب ہم اس کے یہی معنی تسلیم کرتے کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر نے اس کو تعمیر کیا تو وہ غیر قوم نہ ہونے بلکہ اسلام کے مقبول۔ یہی ایک دلیل (باقی در صفحہ آئندہ)

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو از سر نو تعمیر کیا جس کی تفصیل یہ ہے۔ گرچہ ہمارے مؤرخین واقدیؒ وغیرہ نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن ہم مخالفوں کے سکوت کے لیے عیسائی مؤرخوں سے ہی نقل کرتے ہیں وہو ہذا:۔

فصل ۵

حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ ہو کر ایک لشکر جمع کیا اور ۶۳۲ء میں ملک شام کے لینے کا ارادہ کیا اور یزید بن ابی سفیانؓ کو امیر لشکر بنا کر اور بہت سی نصیحتیں کر کے روانہ کیا۔ ہرکلیس (ہرقل) نے اپنی رعیت کو لڑائی کے لیے بھڑکایا مگر کچھ کارگر نہ ہوا۔ یزید کے پاس سے متواتر خلیفہ کے پاس فتح یابی کی خبریں آتی تھیں۔ ادھر ایک اور لشکر تسخیر بیت المقدس کے لیے تیار کیا آخر شہر بصرہ کو فتح کیا اس کے چار دن بعد قوم سراسین (اہل اسلام) دمشق کی دیواروں تلے آپہنچے یہ شہر شام کا قدیم تخت گاہ ہے۔ اہل اسلام سے مقابلہ ہوا سراسین کی وہ فوجیں جو شام اور بیت المقدس کی فتح کے لیے پھیل گئی تھیں ایزناڈن کے میدان میں جمع ہوئیں (اجنادین)

یونان کے ستر ہزار عمدہ سپاہی ان کے مقابلہ کو آئے خالدؓ نے صلح کے پیغاموں کو اس شرط پر کہ عرب اپنے وطن کو پھر جاویں منظور نہ کیا اور اپنے لشکر کو جنگ کی ترغیب دے کر مقابلہ پر آمادہ کیا۔ طرفین میں مقابلہ ہوا یونانی حملہ کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے بہت سے عیسائی مارے گئے باقی تتر بتر ہو گئے اور جو بچے تھے وہ قیصریہ و اینتی اوک اور دمشق کو بھاگ گئے اہل اسلام نے سونے چاندی کی صلیبوں اور ان کے عمدہ ہتھیاروں سے اپنے تئیں آراستہ کیا۔ اس جنگ میں پچاس ہزار عیسائی مارے گئے اور چار سو ستر مسلمان شہید ہوئے یونانیوں کے سپاہ گری کے فن سے واقف ہونے کی وجہ سے محاصرہ نے طول کھینچا جب مسلمانوں نے رومیوں پر سخت محاصرہ کیا اور غلہ اور گھاس بند کر کے ان کو تنگ کیا تو انہوں نے سوا ابی ابوعبیدہؓ کے پاس بھیجے۔ چوں کہ ابوعبیدہ نرم دل اور نیک نیت تھے اور اہل اسلام امیر کی آدمیت اور خلق پر اعتماد تھا اس لیے صلح ہو گئی اور یہ قرار پایا کہ جو باہر جانا چاہیں چلے جاویں اور یہاں کا امیر خلیفہ کو محصول دیا کرے۔

ابوبکر صدیقؓ نے دمشق فتح ہونے سے پہلے ماہ جولائی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اسلام کو سن جانب اسد ہونے پر کافی ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عیسائی اللہ کی قوم نہیں یعنی پسندیدہ جماعت نہیں کس لیے کہ اسی برس پر گئی سو برس تک عیسائیوں نے جمع ہو کر بیت المقدس لینے کا قصد کیا مگر بجز ایک عارضی قبضہ کے ان کا قبضہ نہ ہوا برخلاف اس کے کہ آج ساڑھے بارہ سو برس سے زیادہ ہوئے مسلمان نہ صرف یروشلم بلکہ اس کل ملک کے مالک ہیں کہ جس کا وعدہ خدا نے ابراہیمؑ اور ان کی نسل کے لیے اب تک کیا تھا۔ آں حضرت علیہ السلام کے عہد سے آگے روم کے قیصروں نے پھر یروشلم کی عمدہ شہر پناہ اور اس میں برج اور خندق بنائے تھے جس کا محاصرہ آخر خلافت عمرؓ میں ابوعبیدہؓ نے کیا اور چار مہینے کے محاصرہ کے بعد حضرت عمرؓ کے آنے پر شہر مسلمانوں کے حوالہ کیا گیا ۱۲ منہ

ھ یعنی آدریان قیصر نے ۱۳۰ء میں شہر کی آبادی شروع کی پھر ۲۰۳ء میں کوتن بروا کشیا نے شہر پناہ بنائی مگر ہیکل ایسی ہی خراب رہا حضرت عمرؓ تک پڑی رہی (ان اس کے متصل قسطنطین کے گرجے بنے ہوئے تھے ۱۲

(ف متعلقہ صفحہ ہذا) ان قیصروں کے عہد میں پھر ایران کی سلطنت بڑے زور کے ساتھ قائم ہو گئی تھی۔ ایرانیوں اور قیصروں کی باہم لڑائیاں ہوا کرتی تھیں کبھی یہ غالب کبھی وہ۔ اور قیصروں کی سلطنت عرب کے کناروں سے لے کر انگلستان تک پھیل گئی تھی۔ اخیر میں قیصروں کی سلطنت کے دو حصہ ہو گئے تھے روم غربی جس کا پایہ تخت شہر روم تھا جو ملک اٹلی میں ہے جس کو (باقی بر صفحہ آئندہ)

۱۳ھ میں وفات پائی اور مرنے سے پہلے وصیت کی کہ میرے بعد عمرؓ کو خلیفہ کرنا۔ عمرؓ نے اس عہدہ سے انکار کیا تھا کہ مجھے اس کی آرزو نہیں مگر ابوبکر صدیقؓ کے فرمانے سے قبول کیا۔ حضرت عمرؓ نے خلافت کے بعد خالدؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ ابو عبیدہؓ کو سردار کیا۔ خالد بن ولید سیف اللہ نے کہا میں جانتا ہوں کہ عمرؓ مجھ سے محبت نہیں رکھتے لیکن وہ میرے آقا ہیں میں ان کا تابع دار ہوں میں پہلے کی طرح ہر کام میں تن دہی کروں گا لو ہم نہیں کریں جہاں فتحمندی میں جو خدا کی راہ میں لڑتا تھا مقصود ہوں۔ اب میں ان واقعات فتح بلاد شام کو مختصراً بیان کرتا ہوں۔

لشکر اسلام نے شہر ایلیا یعنی رملہ اور سیلیو پولس یعنی بعلبک کو ۱۳ھ میں فتح کیا۔ نیز یرموک یعنی یہ دمشق بار حوبجرۃ تبریاس دطبریہ جھیل اس کو گرتی ہے اس کے کنارہ پر شام استنبول کے طرف والوں کا اسی ہزار کا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کو جمع ہوا اور اپنی بیاہ گری سے ڈرایا۔ لوگوں نے خلیفہ کے پاس اس امر کے مطلع ہونے کو قاصد بھیجے۔ خلیفہ نے آٹھ ہزار کی جمعیت اور بھیجی۔ ابو عبیدہ نے خالد کو فوج کے تمام اختیارات دیے۔ خالد نے لوگوں کو کہا کہ جنت تمہارے آگے ہے اور شیطان پیچھے دوزخ پیچھے۔ اور ابو عبیدہ نے فرمایا زخم اور تکلیف میں تم اور دشمن دونوں برابر ہیں لیکن انعام اور خوشی ان کو نصیب نہیں (فانتم یالمون کما تالمون و ترجون من اللہ ما لا یرجون) اس کہنے سے بہادرانِ اسلام کے دل پھر تر و تازہ ہو گئے اور اپنے سے بہت زیادہ لشکر کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ رومی سواروں کے حملوں سے قریب تھا کہ مسلمان بھاگ اٹھیں مگر قوم حمیر کی عورتوں کی لعنت و ملامت سے جو پہلی صف میں کھڑی تھیں پھر رعب کو جیت آئی پھر تو رومیوں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا بہت سے رومی مارے گئے۔ بہت سے دریا میں ڈوب مرے باقی پہاڑوں اور جنگلوں میں جا چھپے یہ مژدہ خلیفہ کے پاس گیا۔ چوتھا باب جلد اول پیر مسلم اور اسی اوکٹ کا نشان بجز اس منصوب لشکر کے اور کوئی نہ تھا

بیت المقدس کا محاصرہ

اس لیے خلیفہ کے حکم سے بیت المقدس کا محاصرہ کیا گیا جب پانچ ہزار مسلمانوں نے حکم کیا اور کامیاب رہے تو ابو عبیدہ نے اپنے تمام لشکر کے ساتھ اس شہر کو گھیر لیا اور ایلیا یعنی یروشلم کے بڑے بڑے سرداروں کو یہ

خط لکھا

صحت اور خوشی ان لوگوں کو ہے جو راہ راست پر چلتے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں تم سے ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ایک ارمغوں جاہل قوموں نے فتح بھی کر لیا تھا۔ دوسرا روم شہر قدیم جس کا پایہ تخت قسطنطنیہ تھا۔ تا حضرت عیسیٰ اشرف و سلم کے عہد میں ۳۰۰ء میں ایران کے بادشاہ خسرو نے یروشلم کو فتح کیا صدہا ہزار کفن کے مسلمانوں کے گروں کو اور پھر اس کے چند روز بعد ہرکلیوس رومی نے شکست کھا کر اپنا قبضہ کیا اسی کی بابت قرآن میں الم غلبت الروم فی ادنی الارض کے نزول ہوا حضرت عمرؓ نے فتح کیا۔ اور ایران کی سلطنت تمام عالم کفر پر حاوی تھی گویا اس عہد میں یہ دونوں سلطنتیں تھیں جن کو مسلمانوں نے چند روز میں علیاء

(حاشیہ صفحہ آئندہ) ۱۲ھ ۱۳ھ ۱۴ھ ۱۵ھ ۱۶ھ ۱۷ھ ۱۸ھ ۱۹ھ ۲۰ھ ۲۱ھ ۲۲ھ ۲۳ھ ۲۴ھ ۲۵ھ ۲۶ھ ۲۷ھ ۲۸ھ ۲۹ھ ۳۰ھ ۳۱ھ ۳۲ھ ۳۳ھ ۳۴ھ ۳۵ھ ۳۶ھ ۳۷ھ ۳۸ھ ۳۹ھ ۴۰ھ ۴۱ھ ۴۲ھ ۴۳ھ ۴۴ھ ۴۵ھ ۴۶ھ ۴۷ھ ۴۸ھ ۴۹ھ ۵۰ھ ۵۱ھ ۵۲ھ ۵۳ھ ۵۴ھ ۵۵ھ ۵۶ھ ۵۷ھ ۵۸ھ ۵۹ھ ۶۰ھ ۶۱ھ ۶۲ھ ۶۳ھ ۶۴ھ ۶۵ھ ۶۶ھ ۶۷ھ ۶۸ھ ۶۹ھ ۷۰ھ ۷۱ھ ۷۲ھ ۷۳ھ ۷۴ھ ۷۵ھ ۷۶ھ ۷۷ھ ۷۸ھ ۷۹ھ ۸۰ھ ۸۱ھ ۸۲ھ ۸۳ھ ۸۴ھ ۸۵ھ ۸۶ھ ۸۷ھ ۸۸ھ ۸۹ھ ۹۰ھ ۹۱ھ ۹۲ھ ۹۳ھ ۹۴ھ ۹۵ھ ۹۶ھ ۹۷ھ ۹۸ھ ۹۹ھ ۱۰۰ھ ۱۰۱ھ ۱۰۲ھ ۱۰۳ھ ۱۰۴ھ ۱۰۵ھ ۱۰۶ھ ۱۰۷ھ ۱۰۸ھ ۱۰۹ھ ۱۱۰ھ ۱۱۱ھ ۱۱۲ھ ۱۱۳ھ ۱۱۴ھ ۱۱۵ھ ۱۱۶ھ ۱۱۷ھ ۱۱۸ھ ۱۱۹ھ ۱۲۰ھ ۱۲۱ھ ۱۲۲ھ ۱۲۳ھ ۱۲۴ھ ۱۲۵ھ ۱۲۶ھ ۱۲۷ھ ۱۲۸ھ ۱۲۹ھ ۱۳۰ھ ۱۳۱ھ ۱۳۲ھ ۱۳۳ھ ۱۳۴ھ ۱۳۵ھ ۱۳۶ھ ۱۳۷ھ ۱۳۸ھ ۱۳۹ھ ۱۴۰ھ ۱۴۱ھ ۱۴۲ھ ۱۴۳ھ ۱۴۴ھ ۱۴۵ھ ۱۴۶ھ ۱۴۷ھ ۱۴۸ھ ۱۴۹ھ ۱۵۰ھ ۱۵۱ھ ۱۵۲ھ ۱۵۳ھ ۱۵۴ھ ۱۵۵ھ ۱۵۶ھ ۱۵۷ھ ۱۵۸ھ ۱۵۹ھ ۱۶۰ھ ۱۶۱ھ ۱۶۲ھ ۱۶۳ھ ۱۶۴ھ ۱۶۵ھ ۱۶۶ھ ۱۶۷ھ ۱۶۸ھ ۱۶۹ھ ۱۷۰ھ ۱۷۱ھ ۱۷۲ھ ۱۷۳ھ ۱۷۴ھ ۱۷۵ھ ۱۷۶ھ ۱۷۷ھ ۱۷۸ھ ۱۷۹ھ ۱۸۰ھ ۱۸۱ھ ۱۸۲ھ ۱۸۳ھ ۱۸۴ھ ۱۸۵ھ ۱۸۶ھ ۱۸۷ھ ۱۸۸ھ ۱۸۹ھ ۱۹۰ھ ۱۹۱ھ ۱۹۲ھ ۱۹۳ھ ۱۹۴ھ ۱۹۵ھ ۱۹۶ھ ۱۹۷ھ ۱۹۸ھ ۱۹۹ھ ۲۰۰ھ ۲۰۱ھ ۲۰۲ھ ۲۰۳ھ ۲۰۴ھ ۲۰۵ھ ۲۰۶ھ ۲۰۷ھ ۲۰۸ھ ۲۰۹ھ ۲۱۰ھ ۲۱۱ھ ۲۱۲ھ ۲۱۳ھ ۲۱۴ھ ۲۱۵ھ ۲۱۶ھ ۲۱۷ھ ۲۱۸ھ ۲۱۹ھ ۲۲۰ھ ۲۲۱ھ ۲۲۲ھ ۲۲۳ھ ۲۲۴ھ ۲۲۵ھ ۲۲۶ھ ۲۲۷ھ ۲۲۸ھ ۲۲۹ھ ۲۳۰ھ ۲۳۱ھ ۲۳۲ھ ۲۳۳ھ ۲۳۴ھ ۲۳۵ھ ۲۳۶ھ ۲۳۷ھ ۲۳۸ھ ۲۳۹ھ ۲۴۰ھ ۲۴۱ھ ۲۴۲ھ ۲۴۳ھ ۲۴۴ھ ۲۴۵ھ ۲۴۶ھ ۲۴۷ھ ۲۴۸ھ ۲۴۹ھ ۲۵۰ھ ۲۵۱ھ ۲۵۲ھ ۲۵۳ھ ۲۵۴ھ ۲۵۵ھ ۲۵۶ھ ۲۵۷ھ ۲۵۸ھ ۲۵۹ھ ۲۶۰ھ ۲۶۱ھ ۲۶۲ھ ۲۶۳ھ ۲۶۴ھ ۲۶۵ھ ۲۶۶ھ ۲۶۷ھ ۲۶۸ھ ۲۶۹ھ ۲۷۰ھ ۲۷۱ھ ۲۷۲ھ ۲۷۳ھ ۲۷۴ھ ۲۷۵ھ ۲۷۶ھ ۲۷۷ھ ۲۷۸ھ ۲۷۹ھ ۲۸۰ھ ۲۸۱ھ ۲۸۲ھ ۲۸۳ھ ۲۸۴ھ ۲۸۵ھ ۲۸۶ھ ۲۸۷ھ ۲۸۸ھ ۲۸۹ھ ۲۹۰ھ ۲۹۱ھ ۲۹۲ھ ۲۹۳ھ ۲۹۴ھ ۲۹۵ھ ۲۹۶ھ ۲۹۷ھ ۲۹۸ھ ۲۹۹ھ ۳۰۰ھ ۳۰۱ھ ۳۰۲ھ ۳۰۳ھ ۳۰۴ھ ۳۰۵ھ ۳۰۶ھ ۳۰۷ھ ۳۰۸ھ ۳۰۹ھ ۳۱۰ھ ۳۱۱ھ ۳۱۲ھ ۳۱۳ھ ۳۱۴ھ ۳۱۵ھ ۳۱۶ھ ۳۱۷ھ ۳۱۸ھ ۳۱۹ھ ۳۲۰ھ ۳۲۱ھ ۳۲۲ھ ۳۲۳ھ ۳۲۴ھ ۳۲۵ھ ۳۲۶ھ ۳۲۷ھ ۳۲۸ھ ۳۲۹ھ ۳۳۰ھ ۳۳۱ھ ۳۳۲ھ ۳۳۳ھ ۳۳۴ھ ۳۳۵ھ ۳۳۶ھ ۳۳۷ھ ۳۳۸ھ ۳۳۹ھ ۳۴۰ھ ۳۴۱ھ ۳۴۲ھ ۳۴۳ھ ۳۴۴ھ ۳۴۵ھ ۳۴۶ھ ۳۴۷ھ ۳۴۸ھ ۳۴۹ھ ۳۵۰ھ ۳۵۱ھ ۳۵۲ھ ۳۵۳ھ ۳۵۴ھ ۳۵۵ھ ۳۵۶ھ ۳۵۷ھ ۳۵۸ھ ۳۵۹ھ ۳۶۰ھ ۳۶۱ھ ۳۶۲ھ ۳۶۳ھ ۳۶۴ھ ۳۶۵ھ ۳۶۶ھ ۳۶۷ھ ۳۶۸ھ ۳۶۹ھ ۳۷۰ھ ۳۷۱ھ ۳۷۲ھ ۳۷۳ھ ۳۷۴ھ ۳۷۵ھ ۳۷۶ھ ۳۷۷ھ ۳۷۸ھ ۳۷۹ھ ۳۸۰ھ ۳۸۱ھ ۳۸۲ھ ۳۸۳ھ ۳۸۴ھ ۳۸۵ھ ۳۸۶ھ ۳۸۷ھ ۳۸۸ھ ۳۸۹ھ ۳۹۰ھ ۳۹۱ھ ۳۹۲ھ ۳۹۳ھ ۳۹۴ھ ۳۹۵ھ ۳۹۶ھ ۳۹۷ھ ۳۹۸ھ ۳۹۹ھ ۴۰۰ھ ۴۰۱ھ ۴۰۲ھ ۴۰۳ھ ۴۰۴ھ ۴۰۵ھ ۴۰۶ھ ۴۰۷ھ ۴۰۸ھ ۴۰۹ھ ۴۱۰ھ ۴۱۱ھ ۴۱۲ھ ۴۱۳ھ ۴۱۴ھ ۴۱۵ھ ۴۱۶ھ ۴۱۷ھ ۴۱۸ھ ۴۱۹ھ ۴۲۰ھ ۴۲۱ھ ۴۲۲ھ ۴۲۳ھ ۴۲۴ھ ۴۲۵ھ ۴۲۶ھ ۴۲۷ھ ۴۲۸ھ ۴۲۹ھ ۴۳۰ھ ۴۳۱ھ ۴۳۲ھ ۴۳۳ھ ۴۳۴ھ ۴۳۵ھ ۴۳۶ھ ۴۳۷ھ ۴۳۸ھ ۴۳۹ھ ۴۴۰ھ ۴۴۱ھ ۴۴۲ھ ۴۴۳ھ ۴۴۴ھ ۴۴۵ھ ۴۴۶ھ ۴۴۷ھ ۴۴۸ھ ۴۴۹ھ ۴۵۰ھ ۴۵۱ھ ۴۵۲ھ ۴۵۳ھ ۴۵۴ھ ۴۵۵ھ ۴۵۶ھ ۴۵۷ھ ۴۵۸ھ ۴۵۹ھ ۴۶۰ھ ۴۶۱ھ ۴۶۲ھ ۴۶۳ھ ۴۶۴ھ ۴۶۵ھ ۴۶۶ھ ۴۶۷ھ ۴۶۸ھ ۴۶۹ھ ۴۷۰ھ ۴۷۱ھ ۴۷۲ھ ۴۷۳ھ ۴۷۴ھ ۴۷۵ھ ۴۷۶ھ ۴۷۷ھ ۴۷۸ھ ۴۷۹ھ ۴۸۰ھ ۴۸۱ھ ۴۸۲ھ ۴۸۳ھ ۴۸۴ھ ۴۸۵ھ ۴۸۶ھ ۴۸۷ھ ۴۸۸ھ ۴۸۹ھ ۴۹۰ھ ۴۹۱ھ ۴۹۲ھ ۴۹۳ھ ۴۹۴ھ ۴۹۵ھ ۴۹۶ھ ۴۹۷ھ ۴۹۸ھ ۴۹۹ھ ۵۰۰ھ ۵۰۱ھ ۵۰۲ھ ۵۰۳ھ ۵۰۴ھ ۵۰۵ھ ۵۰۶ھ ۵۰۷ھ ۵۰۸ھ ۵۰۹ھ ۵۱۰ھ ۵۱۱ھ ۵۱۲ھ ۵۱۳ھ ۵۱۴ھ ۵۱۵ھ ۵۱۶ھ ۵۱۷ھ ۵۱۸ھ ۵۱۹ھ ۵۲۰ھ ۵۲۱ھ ۵۲۲ھ ۵۲۳ھ ۵۲۴ھ ۵۲۵ھ ۵۲۶ھ ۵۲۷ھ ۵۲۸ھ ۵۲۹ھ ۵۳۰ھ ۵۳۱ھ ۵۳۲ھ ۵۳۳ھ ۵۳۴ھ ۵۳۵ھ ۵۳۶ھ ۵۳۷ھ ۵۳۸ھ ۵۳۹ھ ۵۴۰ھ ۵۴۱ھ ۵۴۲ھ ۵۴۳ھ ۵۴۴ھ ۵۴۵ھ ۵۴۶ھ ۵۴۷ھ ۵۴۸ھ ۵۴۹ھ ۵۵۰ھ ۵۵۱ھ ۵۵۲ھ ۵۵۳ھ ۵۵۴ھ ۵۵۵ھ ۵۵۶ھ ۵۵۷ھ ۵۵۸ھ ۵۵۹ھ ۵۶۰ھ ۵۶۱ھ ۵۶۲ھ ۵۶۳ھ ۵۶۴ھ ۵۶۵ھ ۵۶۶ھ ۵۶۷ھ ۵۶۸ھ ۵۶۹ھ ۵۷۰ھ ۵۷۱ھ ۵۷۲ھ ۵۷۳ھ ۵۷۴ھ ۵۷۵ھ ۵۷۶ھ ۵۷۷ھ ۵۷۸ھ ۵۷۹ھ ۵۸۰ھ ۵۸۱ھ ۵۸۲ھ ۵۸۳ھ ۵۸۴ھ ۵۸۵ھ ۵۸۶ھ ۵۸۷ھ ۵۸۸ھ ۵۸۹ھ ۵۹۰ھ ۵۹۱ھ ۵۹۲ھ ۵۹۳ھ ۵۹۴ھ ۵۹۵ھ ۵۹۶ھ ۵۹۷ھ ۵۹۸ھ ۵۹۹ھ ۶۰۰ھ ۶۰۱ھ ۶۰۲ھ ۶۰۳ھ ۶۰۴ھ ۶۰۵ھ ۶۰۶ھ ۶۰۷ھ ۶۰۸ھ ۶۰۹ھ ۶۱۰ھ ۶۱۱ھ ۶۱۲ھ ۶۱۳ھ ۶۱۴ھ ۶۱۵ھ ۶۱۶ھ ۶۱۷ھ ۶۱۸ھ ۶۱۹ھ ۶۲۰ھ ۶۲۱ھ ۶۲۲ھ ۶۲۳ھ ۶۲۴ھ ۶۲۵ھ ۶۲۶ھ ۶۲۷ھ ۶۲۸ھ ۶۲۹ھ ۶۳۰ھ ۶۳۱ھ ۶۳۲ھ ۶۳۳ھ ۶۳۴ھ ۶۳۵ھ ۶۳۶ھ ۶۳۷ھ ۶۳۸ھ ۶۳۹ھ ۶۴۰ھ ۶۴۱ھ ۶۴۲ھ ۶۴۳ھ ۶۴۴ھ ۶۴۵ھ ۶۴۶ھ ۶۴۷ھ ۶۴۸ھ ۶۴۹ھ ۶۵۰ھ ۶۵۱ھ ۶۵۲ھ ۶۵۳ھ ۶۵۴ھ ۶۵۵ھ ۶۵۶ھ ۶۵۷ھ ۶۵۸ھ ۶۵۹ھ ۶۶۰ھ ۶۶۱ھ ۶۶۲ھ ۶۶۳ھ ۶۶۴ھ ۶۶۵ھ ۶۶۶ھ ۶۶۷ھ ۶۶۸ھ ۶۶۹ھ ۶۷۰ھ ۶۷۱ھ ۶۷۲ھ ۶۷۳ھ ۶۷۴ھ ۶۷۵ھ ۶۷۶ھ ۶۷۷ھ ۶۷۸ھ ۶۷۹ھ ۶۸۰ھ ۶۸۱ھ ۶۸۲ھ ۶۸۳ھ ۶۸۴ھ ۶۸۵ھ ۶۸۶ھ ۶۸۷ھ ۶۸۸ھ ۶۸۹ھ ۶۹۰ھ ۶۹۱ھ ۶۹۲ھ ۶۹۳ھ ۶۹۴ھ ۶۹۵ھ ۶۹۶ھ ۶۹۷ھ ۶۹۸ھ ۶۹۹ھ ۷۰۰ھ ۷۰۱ھ ۷۰۲ھ ۷۰۳ھ ۷۰۴ھ ۷۰۵ھ ۷۰۶ھ ۷۰۷ھ ۷۰۸ھ ۷۰۹ھ ۷۱۰ھ ۷۱۱ھ ۷۱۲ھ ۷۱۳ھ ۷۱۴ھ ۷۱۵ھ ۷۱۶ھ ۷۱۷ھ ۷۱۸ھ ۷۱۹ھ ۷۲۰ھ ۷۲۱ھ ۷۲۲ھ ۷۲۳ھ ۷۲۴ھ ۷۲۵ھ ۷۲۶ھ ۷۲۷ھ ۷۲۸ھ ۷۲۹ھ ۷۳۰ھ ۷۳۱ھ ۷۳۲ھ ۷۳۳ھ ۷۳۴ھ ۷۳۵ھ ۷۳۶ھ ۷۳۷ھ ۷۳۸ھ ۷۳۹ھ ۷۴۰ھ ۷۴۱ھ ۷۴۲ھ ۷۴۳ھ ۷۴۴ھ ۷۴۵ھ ۷۴۶ھ ۷۴۷ھ ۷۴۸ھ ۷۴۹ھ ۷۵۰ھ ۷۵۱ھ ۷۵۲ھ ۷۵۳ھ ۷۵۴ھ ۷۵۵ھ ۷۵۶ھ ۷۵۷ھ ۷۵۸ھ ۷۵۹ھ ۷۶۰ھ ۷۶۱ھ ۷۶۲ھ ۷۶۳ھ ۷۶۴ھ ۷۶۵ھ ۷۶۶ھ ۷۶۷ھ ۷۶۸ھ ۷۶۹ھ ۷۷۰ھ ۷۷۱ھ ۷۷۲ھ ۷۷۳ھ ۷۷۴ھ ۷۷۵ھ ۷۷۶ھ ۷۷۷ھ ۷۷۸ھ ۷۷۹ھ ۷۸۰ھ ۷۸۱ھ ۷۸۲ھ ۷۸۳ھ ۷۸۴ھ ۷۸۵ھ ۷۸۶ھ ۷۸۷ھ ۷۸۸ھ ۷۸۹ھ ۷۹۰ھ ۷۹۱ھ ۷۹۲ھ ۷۹۳ھ ۷۹۴ھ ۷۹۵ھ ۷۹۶ھ ۷۹۷ھ ۷۹۸ھ ۷۹۹ھ ۸۰۰ھ ۸۰۱ھ ۸۰۲ھ ۸۰۳ھ ۸۰۴ھ ۸۰۵ھ ۸۰۶ھ ۸۰۷ھ ۸۰۸ھ ۸۰۹ھ ۸۱۰ھ ۸۱۱ھ ۸۱۲ھ ۸۱۳ھ ۸۱۴ھ ۸۱۵ھ ۸۱۶ھ ۸۱۷ھ ۸۱۸ھ ۸۱۹ھ ۸۲۰ھ ۸۲۱ھ ۸۲۲ھ ۸۲۳ھ ۸۲۴ھ ۸۲۵ھ ۸۲۶ھ ۸۲۷ھ ۸۲۸ھ ۸۲۹ھ ۸۳۰ھ ۸۳۱ھ ۸۳۲ھ ۸۳۳ھ ۸۳۴ھ ۸۳۵ھ ۸۳۶ھ ۸۳۷ھ ۸۳۸ھ ۸۳۹ھ ۸۴۰ھ ۸۴۱ھ ۸۴۲ھ ۸۴۳ھ ۸۴۴ھ ۸۴۵ھ ۸۴۶ھ ۸۴۷ھ ۸۴۸ھ ۸۴۹ھ ۸۵۰ھ ۸۵۱ھ ۸۵۲ھ ۸۵۳ھ ۸۵۴ھ ۸۵۵ھ ۸۵۶ھ ۸۵۷ھ ۸۵۸ھ ۸۵۹ھ ۸۶۰ھ ۸۶۱ھ ۸۶۲ھ ۸۶۳ھ ۸۶۴ھ ۸۶۵ھ ۸۶۶ھ ۸۶۷ھ ۸۶۸ھ ۸۶۹ھ ۸۷۰ھ ۸۷۱ھ ۸۷۲ھ ۸۷۳ھ ۸۷۴ھ ۸۷۵ھ ۸۷۶ھ ۸۷۷ھ ۸۷۸ھ ۸۷۹ھ ۸۸۰ھ ۸۸۱ھ ۸۸۲ھ ۸۸۳ھ ۸۸۴ھ ۸۸۵ھ ۸۸۶ھ ۸۸۷ھ ۸۸۸ھ ۸۸۹ھ ۸۹۰ھ ۸۹۱ھ ۸۹۲ھ ۸۹۳ھ ۸۹۴ھ ۸۹۵ھ ۸۹۶ھ ۸۹۷ھ ۸۹۸ھ ۸۹۹ھ ۹۰۰ھ ۹۰۱ھ ۹۰۲ھ ۹۰۳ھ ۹۰۴ھ ۹۰۵ھ ۹۰۶ھ ۹۰۷ھ ۹۰۸ھ ۹۰۹ھ ۹۱۰ھ ۹۱۱ھ ۹۱۲ھ ۹۱۳ھ ۹۱۴ھ ۹۱۵ھ ۹۱۶ھ ۹۱۷ھ ۹۱۸ھ ۹۱۹ھ ۹۲۰ھ ۹۲۱ھ ۹۲۲ھ ۹۲۳ھ ۹۲۴ھ ۹۲۵ھ ۹۲۶ھ ۹۲۷ھ ۹۲۸ھ ۹۲۹ھ ۹۳۰ھ ۹۳۱ھ ۹۳۲ھ ۹۳۳ھ ۹۳۴ھ ۹۳۵ھ ۹۳۶ھ ۹۳۷ھ ۹۳۸ھ ۹۳۹ھ ۹۴۰ھ ۹۴۱ھ ۹۴۲ھ ۹۴۳ھ ۹۴۴ھ ۹۴۵ھ ۹۴۶ھ ۹۴۷ھ ۹۴۸ھ ۹۴۹ھ ۹۵۰ھ ۹۵۱ھ ۹۵۲ھ ۹۵۳ھ ۹۵۴ھ ۹۵۵ھ ۹۵۶ھ ۹۵۷ھ ۹۵۸ھ ۹۵۹ھ ۹۶۰ھ ۹۶۱ھ ۹۶۲ھ ۹۶۳ھ ۹۶۴ھ ۹۶۵ھ ۹۶۶ھ ۹۶۷ھ ۹۶۸ھ ۹۶۹ھ ۹۷۰ھ ۹۷۱ھ ۹۷۲ھ ۹۷۳ھ ۹۷۴ھ ۹۷۵ھ ۹۷۶ھ ۹۷۷ھ ۹۷۸ھ ۹۷۹ھ ۹۸۰ھ ۹۸۱ھ ۹۸۲ھ ۹۸۳ھ ۹۸۴ھ ۹۸۵ھ ۹۸۶ھ ۹۸۷ھ ۹۸۸ھ ۹۸۹ھ ۹۹۰ھ ۹۹۱ھ ۹۹۲ھ ۹۹۳ھ ۹۹۴ھ ۹۹۵ھ ۹۹۶ھ ۹۹۷ھ ۹۹۸ھ ۹۹۹ھ ۱۰۰۰ھ ۱۰۰۱ھ ۱۰۰۲ھ ۱۰۰۳ھ ۱۰۰۴ھ ۱۰۰۵ھ ۱۰۰۶ھ ۱۰۰۷ھ ۱۰۰۸ھ ۱۰۰۹ھ ۱۰۱۰ھ ۱۰۱۱ھ ۱۰۱۲ھ ۱۰۱۳ھ ۱۰۱۴ھ ۱۰۱۵ھ ۱۰۱۶ھ ۱۰۱۷ھ ۱۰۱۸ھ ۱۰۱۹ھ ۱۰۲۰ھ ۱۰۲۱ھ ۱۰۲۲ھ ۱۰۲۳ھ ۱۰۲۴ھ ۱۰۲۵ھ ۱۰۲۶ھ ۱۰۲۷ھ ۱۰۲۸ھ ۱۰۲۹ھ ۱۰۳۰ھ ۱۰۳۱ھ ۱۰۳۲ھ ۱۰۳۳ھ ۱۰۳۴ھ ۱۰۳۵ھ ۱۰۳۶ھ ۱۰۳۷ھ ۱۰۳۸ھ ۱۰۳۹ھ ۱۰۴۰ھ ۱۰۴۱ھ ۱۰۴۲ھ ۱۰۴۳ھ ۱۰۴۴ھ ۱۰۴۵ھ ۱۰۴۶ھ ۱۰۴۷ھ ۱۰۴۸ھ ۱۰۴۹ھ ۱۰۵۰ھ ۱۰۵۱ھ ۱۰۵۲ھ ۱۰۵۳ھ ۱۰۵۴ھ ۱۰۵۵ھ ۱۰۵۶ھ ۱۰۵۷ھ ۱۰۵۸ھ ۱۰۵۹ھ ۱۰۶۰ھ ۱۰۶۱ھ ۱۰۶۲ھ ۱۰۶۳ھ ۱۰۶۴ھ ۱۰۶۵ھ ۱۰۶۶ھ ۱۰۶۷ھ ۱۰۶۸ھ ۱۰۶۹ھ ۱۰۷۰ھ ۱۰۷۱ھ ۱۰۷۲ھ ۱۰۷۳ھ ۱۰۷۴ھ ۱۰۷۵ھ ۱۰۷۶ھ ۱۰۷۷ھ ۱۰۷۸ھ ۱۰۷۹ھ ۱۰۸۰ھ ۱۰۸۱ھ ۱۰۸۲ھ ۱۰۸۳ھ ۱۰۸۴ھ ۱۰۸۵ھ ۱۰۸۶ھ ۱۰۸۷ھ ۱۰۸۸ھ ۱۰۸۹ھ ۱۰۹۰ھ ۱۰۹۱ھ ۱۰۹۲ھ ۱۰۹۳ھ ۱۰۹۴ھ ۱۰۹۵ھ ۱۰۹۶ھ ۱۰۹۷ھ ۱۰۹۸ھ ۱۰۹۹ھ ۱۱۰۰ھ ۱۱۰۱ھ ۱۱۰۲ھ ۱۱۰۳ھ ۱۱۰۴ھ ۱۱۰۵ھ ۱۱۰۶ھ ۱۱۰۷ھ ۱۱۰۸ھ ۱۱۰۹ھ ۱۱۱۰ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۲ھ ۱۱۱۳ھ ۱۱۱۴ھ ۱۱۱۵ھ ۱۱۱۶ھ ۱۱۱۷ھ ۱۱۱۸ھ ۱۱۱۹ھ ۱۱۲۰ھ ۱۱۲۱ھ ۱۱۲۲ھ ۱۱۲۳ھ ۱۱۲۴ھ ۱۱۲۵ھ ۱۱۲۶ھ ۱۱۲۷ھ ۱۱۲۸ھ ۱۱۲۹ھ ۱۱۳۰ھ ۱۱۳۱ھ ۱۱۳۲ھ ۱۱۳۳ھ ۱۱۳۴ھ ۱۱۳۵ھ ۱۱۳۶ھ ۱۱۳۷ھ ۱۱۳۸ھ ۱۱۳۹ھ ۱۱۴۰ھ ۱۱۴۱ھ ۱۱۴۲ھ ۱۱۴۳ھ ۱۱۴۴ھ ۱۱۴۵ھ ۱۱۴۶ھ ۱۱۴۷ھ ۱۱۴۸ھ ۱۱۴۹ھ ۱۱۵۰ھ ۱۱۵۱ھ ۱۱۵۲ھ ۱۱۵۳ھ ۱۱۵۴ھ ۱۱۵۵ھ ۱۱۵۶ھ ۱۱۵۷ھ ۱۱۵۸ھ ۱۱۵۹ھ ۱۱۶۰ھ ۱۱۶۱ھ ۱۱۶۲ھ ۱۱۶۳ھ ۱۱۶۴ھ ۱۱۶۵ھ ۱۱۶۶ھ ۱۱۶۷ھ ۱۱۶۸ھ ۱۱۶۹ھ ۱۱۷۰ھ ۱۱۷۱ھ ۱۱۷۲ھ ۱۱۷۳ھ ۱۱۷۴ھ ۱۱۷۵ھ ۱۱۷۶ھ ۱۱۷۷ھ ۱۱۷۸ھ ۱۱۷۹ھ ۱۱۸۰ھ ۱۱۸۱ھ ۱۱۸۲ھ ۱۱۸۳ھ ۱۱۸۴ھ ۱۱۸۵ھ ۱۱۸۶ھ ۱۱۸۷ھ ۱۱۸۸ھ ۱۱۸۹ھ ۱۱۹۰ھ ۱۱۹۱ھ ۱۱۹۲ھ ۱۱۹۳ھ ۱۱۹۴ھ ۱۱۹۵ھ ۱۱۹۶ھ ۱۱۹۷ھ ۱۱۹۸ھ ۱۱۹۹ھ ۱۲۰۰ھ ۱۲۰۱ھ ۱۲۰۲ھ ۱۲۰۳ھ ۱۲۰۴ھ ۱۲۰۵ھ ۱۲۰۶ھ ۱۲۰۷ھ ۱۲۰۸ھ ۱۲۰۹ھ ۱۲۱۰ھ ۱۲۱۱ھ ۱۲۱۲ھ ۱۲۱۳ھ ۱۲۱۴ھ ۱۲۱۵ھ ۱۲۱۶ھ ۱۲۱۷ھ ۱۲۱۸ھ ۱۲۱۹ھ ۱۲۲۰ھ ۱۲۲۱ھ ۱۲۲۲ھ ۱۲۲۳ھ ۱۲۲۴ھ ۱۲۲۵ھ ۱۲۲۶ھ ۱۲۲۷ھ ۱۲۲۸ھ ۱۲۲۹ھ ۱۲۳۰ھ ۱۲۳۱ھ ۱۲۳۲ھ ۱۲۳۳ھ ۱۲۳۴ھ ۱۲۳۵ھ ۱۲۳۶ھ ۱۲۳۷ھ ۱۲۳۸ھ ۱۲۳۹ھ ۱۲۴۰ھ ۱۲۴۱ھ ۱۲۴۲ھ ۱۲۴۳ھ ۱۲۴۴ھ ۱۲۴۵ھ ۱۲۴۶ھ ۱۲۴۷ھ ۱۲۴۸ھ ۱۲۴۹ھ ۱۲۵۰ھ ۱۲۵۱ھ ۱۲۵۲ھ ۱۲۵۳ھ ۱۲۵۴ھ ۱۲۵۵ھ ۱۲۵۶ھ ۱۲۵۷ھ ۱۲۵۸ھ ۱۲۵۹ھ ۱۲۶۰ھ ۱۲۶۱ھ ۱۲۶۲ھ ۱۲۶۳ھ ۱۲۶۴ھ ۱۲۶۵ھ ۱۲۶۶ھ ۱۲۶۷ھ ۱۲۶۸ھ ۱۲۶۹ھ ۱۲۷۰ھ ۱۲۷۱ھ ۱۲۷۲ھ ۱۲۷۳ھ ۱۲۷۴ھ ۱۲۷۵ھ ۱۲۷۶ھ ۱۲۷۷ھ ۱۲۷۸ھ ۱۲۷۹ھ ۱۲۸۰ھ ۱۲۸۱ھ ۱۲۸۲ھ ۱۲۸۳ھ ۱۲۸۴ھ ۱۲۸۵ھ ۱۲۸۶ھ ۱۲۸۷ھ ۱۲۸۸ھ ۱۲۸۹ھ ۱۲۹۰ھ ۱۲۹۱ھ ۱۲۹۲ھ ۱۲۹۳ھ ۱۲۹۴ھ ۱۲۹۵ھ ۱۲۹۶ھ ۱۲۹۷ھ ۱۲۹۸ھ ۱۲۹۹ھ ۱۳۰۰ھ ۱۳۰۱ھ ۱۳۰۲ھ ۱۳۰۳ھ ۱۳۰۴ھ ۱۳۰۵ھ ۱۳۰۶ھ ۱۳۰۷ھ ۱۳۰۸ھ ۱۳۰۹ھ ۱۳۱۰ھ ۱۳۱۱ھ ۱۳۱۲ھ ۱۳۱۳ھ ۱۳۱۴ھ ۱۳۱۵ھ ۱۳۱۶ھ ۱۳۱۷ھ ۱۳۱۸ھ ۱۳۱۹ھ ۱۳۲۰ھ ۱۳۲۱ھ ۱۳۲۲ھ ۱۳۲۳ھ ۱۳۲۴ھ ۱۳۲۵ھ ۱۳۲۶ھ ۱۳۲۷ھ ۱۳۲۸ھ ۱۳۲۹ھ ۱۳۳۰ھ ۱۳۳۱ھ ۱۳۳۲ھ ۱۳۳۳ھ ۱۳۳۴ھ ۱۳۳۵ھ ۱۳۳۶ھ ۱۳۳۷ھ ۱۳۳۸ھ ۱۳۳۹ھ ۱۳۴۰ھ ۱۳۴۱ھ ۱۳۴۲ھ ۱۳۴۳ھ ۱۳۴۴ھ ۱۳۴۵ھ ۱۳۴۶ھ ۱۳۴۷ھ ۱۳۴۸ھ ۱۳۴۹ھ ۱۳۵۰ھ ۱۳۵۱ھ ۱۳۵۲ھ ۱

ایمان لاؤ۔ اور جب تم ایمان لاؤ گے تو ہمیں حرام ہے کہ تمہیں ماریں یا تمہارے بال بچوں کو ہاتھ لگائیں اور اگر تم ایمان نہیں لاتے تو خراج دو اور ہماری حمایت میں رہنا اختیار کرو اور جو اس کو بھی نہیں مانو گے تو ہمیں تمہارے مقابلہ میں ایسے لوگ لاؤں گا جو اللہ کی راہ میں شہید ہونے کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں تمہارے شراب پینے اور سور کھانے سے (یعنی جس طرح تم شراب اور سور کو عزیز رکھتے ہو وہ شہید ہونے کو اس سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں) اور ہم بغیر فتح کے یہاں سے نہیں ٹلیں گے۔ شدتِ سرما میں مسلمان چار مہینے تک شہر کو گھیرے رہے آخر پادری سوفرونیس نے صلح کی شرط کو منظور کیا اور کہا کہ یہ پاک جگہ ہے اس کو میں خلیفہ کے سوا اور کسی کو سپرد نہیں کرنے کا۔ مسلمانوں نے خلیفہ کو لکھا کہ شہر کا دینا آپ کے آنے پر موقوف کیا آخر حضرت علیؓ کے مشورے سے خلیفہ کا جانا ہی قرار پایا[عہ]۔ ان کا سفر باوجودیکہ دنیا کے بڑے مقاصد کے حاصل کرنے کے لیے تھا مگر سادگی اور پاس داری مذہب اور حقیر سمجھنے اسباب و سامانِ دنیا پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ قدرے بیان کرنا مناسب ہے۔

میں اوکلی صاحب کے بیان کے موافق لکھتا ہوں جو صاف صاف ہے۔ خلیفہ نے اول مسجد میں نماز پڑھی اور بعد زیارت کرنے مزارِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علیؓ کو اپنی جگہ پر مقرر کیا اور چند رفیقوں کے ساتھ باہر نکلے جو تھوڑی سی دور سے آئے پھر آئے ایک سرخ رنگ کے اونٹ پر سوار ہوئے اور دو تھیلے ساتھ لیے ایک میں جو کے ستو دوسرے میں کھجوریں تھیں اور کاٹھ کا طباق اونٹ کے پیچھے باندھ لیا اور پانی کی مشک آگے رکھ لی۔ جس جگہ رات کو اترتے وہاں سے صبح کی نماز پڑھ کر چلتے اور ہم راہیوں کو مخاطب کر کے خدا کی حمد و ثنا کرتے کہ اس نے ہم کو راہِ راست پر چلایا اور گمراہی سے بچایا اور باہم محبت دی اور مخالفوں پر غالب کیا۔ تم اس کا شکر کرو، جو شکر کرتا ہے وہ خدا کی نعمتیں زیادہ پاتا ہے۔ پھر طباق ستوؤں سے بھر کر بڑی فیاضی کے ساتھ اپنے مصاحبوں کے ساتھ کھاتے۔ اسی سفر میں ایک مسلمان کا مقدمہ پیش ہوا جس نے دو بہنوں سے شادی کر رکھی تھی آپ نے ایک کو ترک کرنے کا حکم دیا۔ پھر ایک شخص حریر پہنے ہوئے پیش کیا گیا اس کو عیاشی کے لباس سے منع کیا۔ اور کئی ایک باج گزاروں کو دھوپ میں بیٹھا دیکھا ان پر رحم کھا کر رہائی دی اور رحم دلی اور سہل کاری کی عاملوں کو تاکید کی۔ جب شہر کے قریب پہنچے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا گیا اور ایک موٹی اون کے خیمہ میں زمین پر بیٹھ گئے۔ رئیسِ قوم (نصاریٰ) نے اپنے سرداروں سے کہا ان لوگوں سے بغیر دو آسمانی مقابلہ کرنا

عہ بطریق کا حضرت عمرؓ کے آنے پر شہر یروشلم کا سپرد کرنا بجز اس کے اور کوئی وجہ نہیں رکھتا کہ اس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت کے خلیفہ عمرؓ کے اوصاف اور ان کا اس شہر کو فتح کرنا اپنی کتابوں میں دیکھا ہوگا۔ سو وہ سمجھ گیا کہ اگر یہ وہی شخص برگزیدۂ الٰہی ہے تو لڑنا بے فائدہ ہے اور شہر سپرد کرنے میں امن و عافیت ہے اس لیے اس نے حضرت عمرؓ کو بلایا۔ ہمارے مورخین اسی کے قائل ہیں۔ اور لوگوں کا خاص کر بطریق کا پیشتر شہر پناہ سے حضرت عمرؓ کو دیکھنا اور کلام کرنا اس کا موید ہے۔ ان چاروں انجیلوں کے سوا عیسائیوں کے ہاں اور بھی بہت سی اناجیل ہیں کہ جن کو گو وہ اس درجہ میں تو نہیں سمجھتے مگر تاہم ان کو بمنزلہ کتبِ حدیث کے اور متبرک جانتے تھے۔ غالباً ان میں یہ اوصاف اس نے دیکھے ہوں گے۔ گو زبور و دیگر کتب عہدِ عتیق سے بھی حضرت عمرؓ کا بیت المقدس کو فتح کرنا اور ان کا برگزیدہ ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ کتاب ملاکی علیہ السلام کے ۳ باب ۱-۲ جملہ و زبور ۱۱۰ کا ۲ جملہ اور کتاب حزقیل کا ۲۱ باب ۲۷ درس۔ اُس زمانہ کے عیسائی خصوصاً ان کے مذہبی پیشوا اور علما ایسے متعصب بھی نہ تھے جیسا کہ آج کل فرقہ پراٹسٹنٹ کے پادری اور ان کے مؤیدین ہیں۔ اُن میں ایک قسم کی سادگی اور درویشی بھی تھی ۱۲

بے فائدہ ہے ان کے رسول نے حکم دیا ہے کہ عمل و دعا تا بعد اس کو عمل میں لاؤ اور ان اوصاف سے ان کی ترقی ہوتی تھوڑے دنوں میں سب قانون بدل کر شرع کو غلبہ ہوگا اور ان کی حکومت مشرق سے مغرب تک پھیل جاوے گی۔ ان کے بعد شرائط صلح منظور ہوگئیں اور شہر کے دروازے کھول دیئے گئے۔ خلیفہ اور رئیس نصاریٰ اپنی کہتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اور عبادت گاہ سلیمانی پر خلیفہ کے حکم سے ایک نہایت عمدہ مسجد تعمیر کرائی گئی۔ خلیفہ دس روز مقام کر کے وہاں سے مدینہ کو واپس آئے۔ (خلصۃ از سیر الاسلام یہ کتاب انگریزی سے ترجمہ ہو کر طبع ہوئی ہے)۔

فصل ششم

حضرت عمرؓ کی بنوائی ہوئی مسجد وقتوں تک قائم رہی اور ملک شام اور شہر یروشلم بھی اس دن سے آج تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے اور ان شاء اللہ ہمیشہ رہے گا اتنی مدت اس ارض مقدسہ پر نہ تو بنی اسرائیل کی حکومت رہی نہ کسی اور کی۔ خلفاء راشدین کے بعد خاص ملک شام میں شہر دمشق امیر معاویہؓ کا پایۂ تخت قرار پایا اور عرصہ تک یکے بعد دیگرے بنی امیہ کے بادشاہ ہوتے رہے۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اولاد میں سلطنت آئی۔ خلفاء عباسیہ ہارون رشید، مامون رشید وغیرہ نے اپنے عہد میں یورپ کے اور ملک بھی فتح کر لیے تھے ان کے عہد میں شہر بغداد دار السلطنت تھا۔ ایران عرب مصر شام وغیرہ بلاد سب ان کے ماتحت تھے۔ ۲۹۶ھ میں ملک مصر میں ایک شخص مہدی نے خلفاء عباسیہ کے برخلاف اپنی خلافت قائم کی تھی۔ یہ مہدی اپنے آپ کو امام حسینؓ کی اولاد میں سے شمار کرتا تھا اور یکے بعد دیگرے ان کے خاندان میں بھی جو وہ خلیفہ قائم ہوئے ان کی سلطنت پانسو سرسٹھ ہجری تک رہی۔ ان کا آخر خلیفہ عاضد لدین اللہ ابو محمد عبداللہ تھا اس دولت علویہ کا خاتمہ سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب کے ہاتھ سے ہوا جو ان کے ہاں آکر وزیر ہوا تھا۔ سلطان مذکور اپنے چچا شیر کوہ کے ساتھ سلطان نور الدین محمود شاہ شام کی طرف سے مع متعلقین سلاطین سلجوقیہ میں سے تھا اور یہاں آیا تھا اور اپنے آپ کو خلفاء عباسیہ کا ماتحت شمار کرتا تھا۔ خلفاء عباسیہ کے عہد میں بخارا و خراسان و ایران وغیرہ بلاد میں نئے بادشاہ تمام پیدا ہو گئے تھے جو اپنے تئیں برائے نام خلفاء عباسیہ کا ماتحت سمجھتے تھے اور ان کے ہاں سے خطاب اور سند حاصل کرنے کے لیے نذریں اور تحائف بھیجا کرتے تھے۔ من جملہ ان کے ایک دولت سامانی تھا جس بڑے زور شور کے ساتھ تھی، جن کے متعلقین میں سے سبکتگین اور اس کا بیٹا سلطان محمود بھی ہے جس نے ہندوستان کو فتح کیا۔ ترکوں کے حملے متواتر فتوحات سے بڑھ گئے تو ان میں سے اقبال مند لوگ بھی ظاہر ہونے لگے چنانچہ ان میں سے ایک شخص دقاق ترکوں کا سپہ سالار تھا اس کا بیٹا سلجوقی سلطان ہیلو شاہ ترکستان کا سپہ سالار منتسب ہو کر فوجی جنڈیں کر رہا اور کافر ترکوں سے جہاد کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد اس کے تین بیٹے دلستان موتی میکائیل بھی اسی طرح جہاد کرتے رہے میکائیل شہید ہو گیا اس نے ہیلو طغرل بیگ جغرہ بیگ داؤد چار اولاد چھوڑے۔ داؤد اور طغرل بطور امان شاہ ترکستان کے ہاں مخفی ہوئے اس نے دغا کی اس سے بھاگ کر یہ پھر ہندوستان آئے۔ یہاں تک کہ دولت سامانیہ کا

ملہ اس کا نام ابو القاسم محمد بن عبداللہ ہے اس نے تیونس کو لے لیا اور مہدیہ شہر بسایا اس کے معتقد اس کو مہدی سمجھتے تھے۔ ان کے مقابلے میں ایک جماعت یہ بھی اٹھا تھا جس کو یہ لوگ دجال کہتے تھے مگر خلفاء عباسیہ ان کو امام اور مہدی فاطمی سے کہتے تھے ۱۲

خاتمہ ہوگیا اور ایلک خان بخارا کا بادشاہ ہوا اس کے مصاحبوں میں ارسلان بن سلجوق داخل ہوگیا یہاں تک کہ جب سلطان محمود نے ایلک خان کو بھگایا تو اس کی رفاقت میں ارسلان بھی بھاگا تھا ارسلان کی جماعت آذربیجان تک پہنچی ادھر طغرل آس پاس کے بادشاہوں سے لڑنے بھڑنے لگا، اس کے ہاتھ سے مسعود بن محمود نے شکستیں پائیں اور آخر کو ملک خوارزم کے بادشاہ بن بیٹھے ۴۳۴ھ ہجری میں۔ پھر رفتہ رفتہ ان کی سلطنت زور پکڑتی گئی یہاں تک کہ ملک شام اور ایشیاء کوچک پر بھی اس کا تسلط ہوگیا قسطنطنیہ میں اس کا خطبہ پڑھا گیا اور اس نے اپنے اقارب میں سے کسی کو شام کا کسی کو دیگر صوبجات کا حاکم اور بادشاہ مقرر کردیا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مصر میں المستنصر باللہ علوی خلیفہ ہے اور بغداد میں القائم باللہ عباسی ہے ایران میں شاہان بنی بویہ تھے جو خلفاء بغداد پر قابض ہوگئے تھے۔ انہیں کے عہد میں یہ خاندان تمام ہوا۔ طغرل خلیفہ بغداد کا نائب گنا جاتا تھا۔ طغرل لاولد مرگیا۔ اس کے بعد ۴۵۵ھ ہجری میں اس کی جگہ اس کا بھتیجا الپ ارسلان ابن داؤد بن سلجوق وارث سلطنت ہوا اس نے بھی بڑی بڑی فتحیں پائیں اور اس کے وزیر نظام الملک نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ قائم کیا ۴۶۵ھ ہجری میں الپ ارسلان مرگیا اور ملک شاہ اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سلطان سنجر ہوا اور قائم کی جگہ اس کا پوتا مقتدی بامر اللہ ہوا ۴۶۷ھ ہجری میں الغرض سلجوقی خاندان کے متعدد بادشاہ ہوگئے تھے جن میں باہم لڑائیاں بھی ہوا کرتی تھیں اور شام کا ملک خصوصاً بیت المقدس کبھی خلفاء مصر کے نوابوں کے قبضہ میں آجاتا تھا کبھی خلفاء عباسیہ کے برائے نام مطیعوں شاہان سلجوقیہ کے قبضہ میں رہتا تھا۔ مسلمانوں کی اس باہمی خوں خوار لڑائیوں اور طوائف الملوکی نے عیسائیوں خصوصاً فرنگستان اور یورپ کے بادشاہوں کے دلوں میں مسلمانوں سے لڑنے اور بیت المقدس کے لینے کا حوصلہ پیدا کردیا، اس کی ابتدا یوں ہوئی۔

حرب الصلیب

اوّل حملہ

یروشلم پر پہلا حملہ بیت المقدس کے حج کو ہر طرف کے عیسائی جوق جوق آیا کرتے تھے ان میں ایک شخص پیٹر نامی ایمس صوبہ پکارڈی ملک فرانس کا رہنے والا بھی آیا جو کوتاہ قد حقیر صورت تھا۔ شاید اس نے وہاں مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ تکلیف پائی ہو اس نے وہاں کے بڑے پادری سے شکایت کرکے یہ کہا کہ تم شاہان یونان سے مدد کیوں نہیں مانگتے اس نے کہا وہ عیش و غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ان سے کیا ہوسکتا ہے۔ پیٹر نے کہا تو میں شاہان یورپ کو آمادہ کرتا ہوں۔ پیٹر وہاں سے چلا اور اربن ثانی اس زمانہ کے پوپ سے ملا۔ پوپ نے وعدہ کیا کہ میں مجلس علم میں اس کی تحریک کروں گا مگر اتنے عرصہ میں تم منادی کرتے پھرو۔ یہ حضرت مجنونانہ صورت بنا کے ایک گدھے پر سوار ہوکر اور بھاری سی صلیب لے کر تمام ممالک فرانس اور اطالیہ میں منادی کرتے پھرنے لگے۔ شاہ راہوں گرجا گھروں میں جہاں کہیں وعظ کرتے زوّاروں کی تکالیف بیان کرتے لوگ سن کر رو دیتے اس پر حضرت واعظ کی ہچکیاں اور آہیں اور لمبے لمبے آنسو اور حضرت عیسیٰ اور مریم کی دُہائی دینا اور بھی غضب کرتا تھا۔ آخر ملک فرانس میں نومبر ۱۰۹۵ء میں ایک مجلس جمع ہوئی جس میں بہت سے نام ور سردار اور مشہور امیر بھی آئے آٹھ روز مجلس رہی لوگ پہلے ہی سے

بھرے ہوئے تھے اور اس جماعت کا ثواب سنتے ہی جوش اٹھے کہ ہاں یہی مرضی خدا کی ہے ہاں یہی مرضی خدا ہے۔ پیٹر کے ساتھ ایک انبوہ کثیر جمع ہو گیا جس میں رؤسا، اور شہزادے بھی تھے اس لشکر کا سرخ لباس اور صلیب نشان تھا یہ لشکر جس کی تعداد لاکھ سے زیادہ تھی اور جوق جوق لوگ اس میں شامل ہوتے گئے ہنوز ملک شام میں پہنچنے نہ پایا تھا کہ سلطان سلیمان نے مار مار کر ان کے چھتر سے اڑا ڈالے، لاکھوں آدمیوں کی جانوں کا ڈھیر اس جنگ کی بازگاری میں لگا دیا۔ مگر ایک دوسرا لشکر اور بھی تیار ہوا تھا جس کا سپہ سالار فرانسیسی شہزادہ سمی گاڈ فرے یوں تھا اس لشکر نے جا کر بیت المقدس کا محاصرہ کیا آخر فتح کی۔ سانے اور بچھیں شہر میں گھس آئیں اور گلی کوچوں میں مسلمانوں کے زن و فرزند کو تیغ بے دریغ شروع کیا۔ صرف مسجد مقدس میں جو کئی ہزار مسلمان پناہ گزیں تھے قتل کیے گئے ہر چند مسلمان رو رو کر امان امان پکارتے تھے مگر ان دین دار عیسائیوں کی رحم دلی کب امان دیتی تھی۔ آخر صلیب کا نشان اڑنے لگا۔ یہ واقعہ ایک ہزار اناسی عیسوی میں ہوا۔ اگرچہ تخمیناً ستر ہزار مسلمان شہید ہوئے مگر بے چارے یہودی بھی اپنی عبادت گاہوں میں قتل کیے گئے۔ گاڈ فرے اول ہی سال میں مر گیا مگر تخمیناً تو سو برس تک نہ صرف بیت المقدس پر بلکہ اس کے پاس کے ملک پر بھی عیسائیوں کا قبضہ رہا۔

واضح ہو کہ ۴۹۲ھ ہجری میں آقسنقر ابن اتابک خوارزمی نے جو ملک شاہ بن الپ ارسلان کا امیر تھا ملک شام میں جا کر شورش کی اور بیت المقدس کو مستنصر عبیدی مصر کے نواب سے چھین لیا تھا پھر ۴۸۸ھ میں خلیفہ مصر نے اتیق کے دنوں ایلغازی اور سقمان سے چھین لیا پھر اس جنگ تک مصریوں کے پاس رہا (ابو الفدا) سلیمان جس نے پیٹر کے لشکر کو تہ تیغ کیا تھا خطوط سلجوقی کا بیٹا ہے جو قونیہ و دیار بکر اور روم کا بادشاہ تھا دو سو ہجری میں اپنے چچا زاد بھائی سلطان تاج الدولہ تتش ابن الپ ارسلان کی جنگ میں مارا گیا (ابو الفدا) اس حادثے کے دنوں میں مستظہر باللہ عباسی خلیفہ بغداد تھا اور سلجوقیوں میں سے سلطان محمد ابن ملک شاہ بڑی شان و شوکت سے ملک پر بھائیوں سے تخت کر رہا تھا

دوبارہ حملہ

اول جنگ کے تخمیناً ۱۴۰ برس بعد جب عیسائیوں نے یہ سنا کہ ذات کے اس طرف جو عیسائیوں نے ایک بڑا قلعہ مسلمانوں کے روکنے کے لیے بنایا تھا اس کو زنگی امیر موصل نے لے لیا تو ان کے دلوں میں پھر جہاد کی آگ بھڑکا اور اب پیٹر کی جگہ بیرنارڈ نامی ہرنے کا آخر اس نے اوسیں گفت و شنید کی اور کان ڈھر جرمنی کو مقصد کر لیا۔ یہ دونوں بادشاہ تین لاکھ کا لشکر لے کر جرمنی کے رستے سے قسطنطنیہ پہنچے۔ مگر اول شاہ قسطنطنیہ کی بدسلوکی سے ان کی طاقت گھٹ گئی۔ آخر کیدوشیا کے پہاڑوں میں مغلوں نے سخت ہزیمت مسلمانوں سے اٹھائی اور بڑی بڑی مصیبتیں اٹھا کر واپس آئے۔

تیسرا حملہ

۵۸۱ھ ہجری میں سلطان صلاح الدین یوسف ابن ایوب نے ان عیسائیوں کے مقابلہ کا ارادہ کیا جو نو سے برس تک ان ممالک پر حاکم اور مسلط تھے اول طرح پر بلغنہ کے

لے (ابو الفدا) اس کو ۴۹۹ھ کا واقعہ لکھتے ہیں ۱۰

روز پانچویں ربیع الاول کو لڑائی ہوئی عیسائیوں نے شکست کھائی جس میں فرنگستان کا ایک بادشاہ اور ایک گرجستان کا عیسائی بادشاہ گرفتار ہوا۔ اس کے بعد شہر عکہ کا محاصرہ کیا اس کو بھی فتح کیا پھر بیروت اور قیساریہ اور صفوریہ اور نملہ بیت لحم وغیرہ شہروں کو فتح کرتا ہوا خاص بیت المقدس کی شہر پناہ کا بھی آکر محاصرہ کر لیا سرنگیں لگادیں اور شہر پناہ کو اکھیڑ کر پھینک دیا فرنگیوں نے امن چاہا۔ سلطان نے کہا جس طرح تم نے اس شہر کو بزور شمشیر فتح کیا تھا میں بھی اس کو اسی طرح فتح کروں گا۔ پھر فرنگیوں نے ایلچی بھیجا کہ ہم بہت ہیں تم تھوڑے، امن دو ورنہ مرتا کیا نہ کرتا ہم دل توڑ کر لڑیں گے۔ سلطان نے فرمایا ایک شرط پر امن دیتا ہوں وہ یہ کہ ہر ایک مرد تم میں سے دس دس دینار (اشرفی) اور ایک عورت پانچ دینار اور بچہ دو دینار دیوے تو شہر سے باہر چلا جاوے ورنہ قید ہوگا۔ چنانچہ فرنگیوں نے اس شرط کو منظور کیا اور بروز پنج شنبہ ۲۷ رجب کو بادشاہ شہر میں داخل ہوا اور سلطانی لوگوں نے عیسائیوں کے دروازوں پر جزیہ وصول کرنا شروع کیا اشرفیوں کے ڈھیر لگ گئے ادھر فصیل پر اسلام کا جھنڈا کھڑا کر دیا گیا تھا عیسائیوں نے الصخرہ کے قبہ پر ایک صلیب سونے کی کھڑی کر دی تھی مسلمانوں نے نعرۂ اللہ اکبر بلند کر کے اس کو جب اکھیڑ کر پھینکا تو عجب خوشی کا شور و غل تھا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا ہوگا اور عیسائیوں میں رونے پیٹنے کا غل تھا

شہر فتح کر کے سلطان نے پھر مسجد کو اسی طور سے تعمیر کرا دیا اور جانب غربی میں جو ایک کمرہ بنایا تھا اس کو گرا دیا۔ نورالدین محمود بن زنگی نے ایک منبر حلب میں اس نیت سے بنوایا تھا کہ اس کو بیت المقدس میں رکھوں گا سلطان نے اس کو منگا کر مسجد میں رکھا۔ اس بادشاہ نے عیسائیوں کا نہ صرف بیت المقدس اور ملک شام سے استیصال کیا بلکہ حوالی مصر سے بھی۔

جب یورپ میں یہ خبر پہنچی تو پھر جوش پیدا ہوا اور انگلستان کا بادشاہ رچرڈ اول اور فرانس کا فلپ اگسٹس جرمن کا فریڈرک بڑی خوں خوار فوجیں لے کر بیت المقدس پر چڑھ آئے مگر یروشلم میں جانا نصیب نہ ہوا صرف عکا میں رہ گئے کہ جہاں ایک عیسائی بادشاہ کا صلاح الدین نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ طرفین میں بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ آخر سب پسپا ہو کر بھاگ گئے اور تھوڑے دنوں کے بعد عکہ بھی سلطان نے فتح کر لیا۔ اس جنگ میں صلاح الدین نے وہ فیاضی کی ہے کہ آج تک کوئی اپنے مقابل کے ساتھ نہ کرے گا وہ یہ کہ یورپ کے بادشاہ اور ان کے لشکری جو بیمار ہو گئے تھے ان کے لیے برف اور انار اور دیگر سامان ضروری بھیجا اور یہ کہا کہ تن درست ہو کر مجھ سے لڑو کہیں تمہارے دلوں میں ارمان باقی نہ رہ جائے۔ آخر سب شکست کھا کر پریشان ہو کر اپنے ملکوں میں واپس گئے۔ اسی سال شہاب الدین غوری نے ہندستان پر بڑے زور شور سے حملہ کیا تھا۔ صلاح الدین غازی کے مرنے کے بعد پھر عیسائی دین داروں کے دلوں میں جہاد کے ثواب نے جوش مارا۔

چوتھا حملہ

سن گیارہ سو پچانوے سے لے کر ستانوے عیسوی تک اس لڑائی کا خاتمہ ہوا ششم ہنری نے اپنے لشکر کے تین حصے کر کے ارض مقدسہ کی طرف روانہ کیے اور سب نے جمع ہو کر بڑا زور لگایا مگر صلاح الدین کے جانشینوں سے شکست کھا کر نہایت بدحواسی کے ساتھ پسپا ہوئے۔

پانچواں حملہ

سنہ ۱۱۹۸ء سے لے کر سنہ ۱۲۰۳ء میں اور حملہ ہوا۔ پاپا

اور سنت کے احکام بھیجے اور فرنگ پادری نے وعظ سے ترغیب دی ویس کے بیس سے جہاز کرایہ کیے مگر جب اس کی اجرت نہ دے سکے تو اس نے ان سے اس کے عوض میں شہر شارلیمنٹ کرا دینا چاہا چنانچہ فتح کرا دیا۔ اس کے بعد قسطنطنیہ کے عیسائی بادشاہ سے الجھ پڑے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا سب اور یہیں تمام ہو گیا اور واپس چلے آئے ۱۱۰۰ء میں تک فرانس میں سٹیفن نامی ایک چرواہے کا لڑکا بھی وعظ اور الہام اور تائید غیب کا مدعی ہو کر نکل جاتا پھر نے لگا۔ اس کے وعظ سے بیس ہزار لڑکے بارہ بارہ برس کے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کو آمادہ ہو گئے اور نعرے مارتے ہوئے بیت المقدس کی طرف چل اٹھے جو راستہ میں کچھ ڈوب گئے اور کچھ غلام بنا کر فروخت کیے گئے اسی طرح جرمن میں سے بھی لڑکوں کے دو لشکر چلے تھے جو راستہ ہی میں منتشر و الجھ ہوئے۔

چھٹا حملہ

۱۱۲۶ء میں اور ہوا۔ پوپ یوجینیوس کے حکم سے فریڈرک دوم فوج لے کر نکلا اس نے سلطان ملک کامل یا ملک کو دس برس کے لیے یہ شرط لکھوائی کہ یافہ سے لے کر یمن تک کا فریڈرک مالک رہے۔ مگر پادری اس سے ناخوش ہو گئے اس لیے بے چارہ بہت جلد اٹلی واپس چلا آیا۔

ساتواں حملہ

فرانس کے بادشاہ لوئیس نہم نے پہل کیا اس نے دمیاط کا محاصرہ کر لیا تھا مگر انجام کار ۱۲۵۰ء میں مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا جو چار لاکھ سکہ طلائی دے کر چھوٹا اور چار برس حاقریں پڑا رہا لاچار ہو کر فرانس میں آیا۔

آٹھواں آخری حملہ

فرانس کے بادشاہ اور انگلستان کے بادشاہ ایڈورڈ اول نے کیا ۱۲۷۰ء میں مصر اور حبش فتح کرنے کے لیے۔ ٹونس تو حبش ہی میں مر گیا اور ایڈورڈ خاموش تک آیا۔ ناصرہ کے مسلمانوں کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کیا مگر حاقریں زخم کھا کر پچھلے پاؤں انگلستان بھاگ آیا۔ پھر حاقریں عیسائیوں کا مرکز ہو گیا تھا اس کو سلطان خلیل نے انگلیا آخر فتح کر کے ساٹھ ہزار عیسائیوں کو قتل کیا باقی کو غلام بنا لیا۔

واضح ہو

کہ مسلمان اُن دنوں باہمی قتال و جدال میں مصروف تھے جس لیے عیسائیوں کو بڑھ چڑھ کی جرأت ہوئی اور تھوڑا دو سو برس تک بار بار حملے کرتے رہے وہ بھی ایک ایک نہیں بلکہ کئی کئی بادشاہ متفق ہو کر۔ خصوصاً صلاح الدین کے بعد مشرقی جانب سے تاتاری کافروں چنگیز خانیوں کے دو زور شور تھے کہ الامان الامان۔ ادھر مغرب کی طرف سے عیسائی بادشاہ زور آزمائی کرتے تھے ایسے موقع پر اسلامیوں کا نیست و نابود اور یہود کی طرح متبدل ہو جانا قرین قیاس تھا مگر یہ اسی وعدہ الٰہی کا اثر ہے کہ ان زلزلوں کے بعد پھر اسلام نے کروٹ لی۔ ادھر چنگیز خان کے پوتے کے ہوتے اس کی نسل میں اسلام آیا ادھر سلاطین عثمانیہ کا ستارہ بلند ہوا جس نے یورپ کو نیچا دکھایا اور ان کے دلوں سے حملوں کی ہوس نکال دی فللہ الحمد۔

لہ اگرچہ ۱۲۹۰ء اور ۱۳۰۰ء میں چند دن کے لیے فرانس کے بادشاہ فیلپس نے بھی قبضہ کر لیا تھا مگر خود چھوڑ کر بھاگ گیا۔ جزیرۃ زادہ ۱۲ منہ۔

صلاح الدین کے قبضہ کے بعد سے پھر بیت المقدس مسلمانوں کے ہی قبضہ میں ہے آج کل گو عیسائیوں کا پھر اقبال نصف النہار پر ہے اور صنعت و حرفت اور عیاری اور ہوشیاری میں بھی طاق ہیں آلاتِ حرب و ضرب میں بھی ضرب المثل ہیں اور سب کے دلوں میں بیت المقدس لینے کا ارمان بھی ہے باوجود سے کہ مسلمان ان سب باتوں میں ان سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں مگر پھر بھی بیت المقدس اس کے حقیقی وارثوں اہل اسلام ہی کے قبضہ میں ہے یہ بھی ایک قدرت کا کرشمہ اور اسلام کے من جانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ
بے شک یہ قرآن وہ رستہ بتلاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے
وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ
اور ایمان داروں کو جو اچھے کام کرتے ہیں خوش خبری
الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ﴿٩﴾
دیتا ہے کہ البتہ ان کے لیے بڑا ہی اجر ہے۔
وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ
اور یہ بھی کہ جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے
أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٠﴾ وَيَدْعُ
ان کے لیے ہم نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور انسان
الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ۖ وَكَانَ
برائی مانگتے مانگتے ہے جیسا کہ وہ بھلائی مانگتا ہے اور
الْإِنسَانُ عَجُولًا ﴿١١﴾ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَ
انسان بڑا ہی جلد باز ہے اور ہم نے رات اور
النَّهَارَ آيَتَيْنِ ۖ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَ
دن کو دو نمونے بنائے ہیں پس رات کے نمونہ کو دھندلا کر دیا اور
جَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا
دن کا نمونہ نظر آنے کے لیے روشن کر دیا تاکہ تم اپنے رب کے

ع ۱۰

فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ
فضل (روزی) کو ڈھونڈو اور تاکہ تمہیں برسوں کی
السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ
گنتی اور حساب معلوم رہے اور ہم نے ہر چیز
فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا ﴿١٢﴾
کی تفصیل کر دی ہے۔

ترکیب

للتی لے للحالۃ او الطریقۃ التی ہی اقوم الحالات او الطرق یہ یہدی کا مفعول ثانی ہے ان اسے بان مفعول مبشر کا یا اس کی تفسیر دعاءہ اسے یدعو بالشر دعاءہ مثل دعاءہ بالخیر والمصدر مضاف الی الفاعل والتقدیر یطلب الشر فالباء للحال او بمعنی السبب وکل شئ فصلناہ محذوف کا مفعول ہے جس کی تفسیر یہ فصلنا کر رہا ہے اور حال بھی ہے کل انسان کا۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا وآتینا موسی الکتاب کہ ہم نے موسیٰ کو توریت دی تھی اس کے بعد حصیر تک توراۃ کے اوپر عمل نہ کرنے سے جو کچھ بنی اسرائیل پر دینی و دنیاوی مصیبتیں آئیں ان کا ذکر فرمایا کہ بطور پیشین گوئی کے ان کو مطلع کر دیا تھا کہ تم ایسا کرو گے تو یوں برباد ہو گے مگر انہوں نے نہ مانا اب یہاں سے امت محمدیہ اور اخیر دور کی کتاب قرآن مجید کا ذکر فرماتا ہے۔ ان ہذا القرآن الخ کہ اس قرآن میں دو باتیں ہیں اول یہدی کہ تمام دینی و دنیاوی دستورات میں جو کچھ اچھے دستور اور منزل مقصود کا سیدھا رستہ ہے یہ وہی بتلاتا ہے اس نے کوئی بات انسان کی سعادت و شقاوت کی باقی نہیں چھوڑی چنانچہ انہیں آیات میں آخر میں جا کر فرمایا وکل شئ فصلناہ تفصیلا۔ دوم بشر کہ یہ

نیک و بد کاموں کے اس نتیجہ سے بھی خبر دیتا ہے کہ جس کا ظہور عالم آخرت میں ہوگا اور تورات میں یہ بات وضاحت اور صراحت تو بہت کم آئی ہے کوئی اس کے بعد نیک کام کرے گا ایمان لائے گا اس کے لیے قرآن اجر عظیم کی بشارت دیتا ہے دنیا میں بھی وہ لوگ بنی اسرائیل کی طرح ذلیل و خوار نہ ہونگے آخرت میں بھی حیات ابدی پاویں گے۔ اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ دنیا ہی کے عیش و کام رانی کو تو زالمرام جانتے ہیں پھر نفس سرکش کی بالکل تمام ہو لذات و شہوات فانیہ سے اچانک ضرر ایمان لاکر نیک کاموں میں تکلیف اٹھانا کیا ان کے لیے دردناک سزا کا مژدہ دیتا ہے کہیں وہ دنیا میں بھی واقع ہوتی ہے جیسا کہ بنی اسرائیل پر واقع ہوئی اور اس عالم باقی میں تو لازمی ہے مگر انسان جلد باز ہے وہ یہ نہیں سمجھتا کہ نیک پیرا ہونے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ وہ چاہتا ہے جو کچھ جواب ہو اس کے لیے آخرت کی نعمتوں کی بدولت دنیا کے دنیاوی لذت پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور دلیل اس کی جلد بازی کی یہ ہے کہ جب کبھی کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے تو جس طرح آرام میں زندگی کی دعا کیا کرتا ہے اور مال کی مراد مانگتا ہے اسی طرح اس حالت میں مرنے کی دعا مانگتا ہے اولاد کو بھی کوسنے لگتا ہے صبر نہیں کرتا حالانکہ دنیا میں رہا ہے وہ نمونہ قدرت میں ان کو ثبات نہیں۔ رات جاتی ہے تو دن آتا ہے پھر انسان اپنے رنج و راحت کو انقلاب زمانہ دیکھ کر بھی کیوں دائمی سمجھ لیتا ہے جس میں کوسنے لگتا ہے اور نیز رات جو بری حالت سے مشابہ ہے جاگ کر دن ہو جاتا ہے جو فضل و کرم اور کشود کاری سے مشابہ ہے جس میں اشارہ ہے کہ یہ مصیبت کے بعد راحت ہے اور ہم ظلمت کو دیتے ہیں جس میں نیک و بد کی تمیز نہیں۔ اس کے بعد دوسری زندگی کا دن روشن ہونے والا ہے جس میں سب امور کی حقیقت کھل جائے گی وجعلنا الیل والنہار میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ موسوی کے منقضی ہو کر عیسوی کے قائم ہونے پر اور تورات جا کر قرآن آنے پر تعجب نہ کرو ہم عالم میں یوں ہی تصرف کیا کرتے ہیں اس کی مصلحتیں ہم ہی خوب جانتے ہیں۔ اب روزہ رات دن کا انقلاب دیکھو کہ رات کو شاکر دن بناتے ہیں جس کے خواہ سے شمار ہیں۔ اس جملہ دن میں رزق روزی کا ہم پہنچاتا اور برسوں کی گنتی ہے اور یکساں رات ہی رہتی یا دن رہتا یہ بات کب حاصل ہوتی۔

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَٰهُ طَٰٓئِرَهُۥ
اور ہم نے ہر آدمی کا عمل اس کی گردن میں
فِى عُنُقِهِۦ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ
لازم کر دیا ہے اور قیامت کے دن اس کو کتاب
كِتَٰبًا يَلْقَىٰهُ مَنشُورًا ﴿١٣﴾ ٱقْرَأْ
نکال کر دیں گے جس کو وہ کھلی ہوئی پائے گا۔ اپنی
كِتَٰبَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ ٱلْيَوْمَ
کتاب پڑھ آج اپنا حساب لینے کے لیے
عَلَيْكَ حَسِيبًا ﴿١٤﴾ مَّنِ ٱهْتَدَىٰ
تو کافی ہے جو کوئی ہدایت پر چلتا ہے
فَإِنَّمَا يَهْتَدِى لِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن ضَلَّ
تو اپنے ہی لیے ہدایت پر چلتا ہے اور جو کوئی بہکتا ہے
فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ
تو اپنی ہی خرابی کے لیے بہکتا ہے اور کسی کا بوجھ کوئی
وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ
اور نہیں اٹھاتا اور ہم ایسے نہیں تھے کہ کوئی رسول
حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ وَإِذَآ أَرَدْنَآ
بھیجے عذاب اپنے لئے اور ہم جب کسی
أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا
بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے آسودہ لوگوں کو کوئی حکم دیتے ہیں

فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ
پھر وہ تو وہاں بدکاری کرنے لگتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے
فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ
پھر تو ہم اس کو غارت ہی کر ڈالتے ہیں　اور　نوح
اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ
کے　بعد　ہم　کتنے ایک قرنوں کو ہلاک
نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ
کر چکے ہیں　اور　آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں
عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾
کی　خبرداری　اور　دیکھنے کو بس ہے

ترکیب

یلقاہ جملہ کتابا کی صفت جو حال ہے مفعول محذوف سے و ہو ضمیر الطائر یا مفعول ہے امرنا جواب ہے اذا کا۔ کم اس جگہ خبریہ ہے محل نصب میں اہلکنا سے بربک میں ب زائدہ ہے جیسا کہ بنفسک میں اور جس طرح حسبتہا تمیز ہے من نفسک کی اسی طرح خبیرا بصیرا تقدیم خبیرا کی اس کے متعلق کے تقدم سے ہے۔ قال الفراء انما یجوز ادخال الباء فی المرفوع اذا زیدم او یمدح بہ صاحبہ مثل کفاک بہ والحرم بہ رجلا ولا یقال قام باخیک دانت تریدقام اخوک۔

تفسیر

ہر شے کی تفصیل کے بعد انسان کی آنے والی حالت کا بیان کرنا اس دعوے کی دلیل بیان کر دینا ہے کیونکہ یہ ایک بڑی اہم بات ہے جو کتب سابقہ میں بھی نہ تھی۔ وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ عرب میں اپنے ہر کام کا نیک و بد انجام طائر یعنی پرندوں کی پرواز سے معلوم کرتے تھے اگر دائیں سے اڑا تو خیر اور بائیں سے اڑا تو شر وغیرہ ذلک۔ پھر جب اس کا استعمال زیادہ ہوا تو ہر خیر و شر کو طائر کہنے لگے تسمیۃ الشئی باسم لازمہ اس کی نظیر سورۂ یٰسین میں ہے قالوا طائرکم معکم پس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ ہر ایک آدمی کا عمل نیک یا بد اس کی گردن میں باندھ دیا ہے جو کچھ یہ کرتا ہے وہ اس کے ساتھ لازم ہو رہا ہے یا جو کچھ نیکی بدی سعادت نحوست اس کی تقدیر میں ہے اس کے لیے لازم ہو رہی ہے ضرور پیش آ کر رہے گی اور پھر قیامت کے دن نخرج لہ یوم القیٰمۃ کتابا یلقاہ منشورا یہی نیک و بد عمل جو دنیا میں اس کے گلے کا ہار تھا ایک کتاب بن کر ظاہر ہوگا جو اس کے تمام اعمال نیک و بد کا ایک روزنامچہ ہوگا۔ حکم ہوگا کہ اس کو پڑھ، دیکھ تو نے دنیا میں کیا کیا تھا؟ اس میں ہر ہر بات ہوگی۔ اسی کو قرآن میں اور احادیث میں اکثر بلفظ کتاب ذکر کیا ہے پھر اس کی تفصیل ہے کہ اہل خیر کو یہ کتاب دائیں طرف سے اور بدوں کو بائیں طرف سے ملے گی۔ مگر اس سے مراد دنیا کی طرح کوئی مجلد کتاب شیرازہ بندی پٹھے لگی ہوئی نہیں بلکہ اس کے اعمال کا صحیح اندازہ جو ہر ایک پر واضح کیا جاوے گا اس کے پڑھنے سے یہی مراد ہے پھر جب یہ حالت ہے تو من اہتدی الخ ہر ایک کو ہدایت کی طرف توجہ کرنی چاہیے کیوں کہ اس کی برائی بھلائی کا یہی ذمہ دار ہے، اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھاوے گا اپنی کرنی آپ ہی بھرنی اور اسی لیے حجت تمام کرنے کے لیے دنیا میں رسول بھیجے گئے کسی کو عذاب نہ ہوگا جب تک کہ رسول کی معرفت اس پر حکم نہ ظاہر کیا جاوے۔

وما کنا معذبین الخ احکام شرعی کے لیے تو رسول انسانی ضرور ہیں اور توحید و خدا پرستی کے لیے رسول عقل بھی کافی ہے۔

واذا اردنا سے دنیا میں جو بلائیں رسولوں کے خلاف کرنے سے آئی ہیں ان کا ذکر کرتا ہے کہ جب قضاء قدر میں کسی قوم یا شہر کے برباد ہونے کے دن[1] نزدیک آ جاتے ہیں تو

[1] حاشیہ بر صفحہ آئندہ

پیشتر امرا متنعمین و دولت مند لوگوں کے سرداروں اور دولت مندوں کو رسول اللہ
یا ان کے نائبوں کی معرفت کہا جاتا ہے کہ اپنی دولت و نافرمانی کو چھوڑ
دیں تو مراد ہو جاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ امر کے معنی یہیں
کہ ان کو نوشتہ کے موافق دوزخ کی طرف سے برائی کا حکم ہو چکتا
ہے اس کے بعد فرماتا ہے کہ نوح کے عہد سے لے کر اب تک
دیکھ کس قدر قرون اعم یعنی قومیں ہلاک ہوئی ہیں۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا
جو کوئی دنیا چاہتا ہے ہم اس کو دیتے ہیں
مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ
دنیا میں جو کچھ ہم چاہتے ہیں پھر اس کو کر دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں پھر بنا دیتے ہیں
يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا ﴿١٨﴾ وَ
جس میں وہ داخل ہوا ذلیل ہو کر نکالا گیا اور
مَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَ
جو آخرت چاہتا ہے اور اس کے لیے اس کی کوشش کرتا ہے
هُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم
وہ مومن ہے تو انہیں لوگوں کی کوشش
مَّشْكُورًا ﴿١٩﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَ
مقبول ہوگی ہم ہر ایک کو پہنچاتے ہیں ان کو بھی اور
هَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ
ان کو بھی اپنی عطا سے اور تیرے رب کی
عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ﴿٢٠﴾ انْظُرْ كَيْفَ
کی بخشش کسی پر بند نہیں ہے دیکھ ہم نے کیسا کیسا کس کو

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ وَلَلْآخِرَةُ
دوسرے پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت کے
أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ﴿٢١﴾
تو بڑے درجے اور بڑی فضیلت ہے
لَّا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ
(اے انسان) اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود نہ بنا ورنہ
مَذْمُومًا مَّخْذُولًا ﴿٢٢﴾
تو بیٹھا رہے گا ذلیل و خوار ہو کر

ترکیب

مَنْ مبتدا اور یشترط ہے اور نجعل اس کا جواب
لمن نرید جوں ہے لہ سے باء اور جار صلہ حال ہے جہنم
سے یصلہا ضمیر سے مذموما حال ہے داخل جیسے ہے جو ضمیر
ہے اور اسی طرح مدحورا ہے لہ متعلق ہے یدل سے لہا سے دھرہ
یعنی عرہ من باب ضرب، محظورا ممنوعا یقال حظرہ یحظرہ
حظرا منعہ

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ ہم خبیر و بصیر ہیں ہر ایک کی نیت
جانتے اور اس کے ظاہر حال کو دیکھتے ہیں اس کے بعد دنیا
میں جو کچھ لوگ کر رہے ہیں اور جس جس چیز پر مرتے ہیں

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۱۲ جتنے عہد میں جو اسلامی حکومتیں زائل ہوئیں اور جو بری حالت میں ہیں اسی آیت کے موافق وہ اپنے
کے امراء عیاش شراب خواری سے بے دینی غفلت میں مست ہو رہے اور ہلاک ہو گئے۔ شرح ۱۲ سلطنت عادت الانسان الاسباب ۱۲ منہ
(حاشیہ صفحہ ۱۲) ۱۲ کیوں کہ عوام انہیں کے تابع ہوتے ہیں اور اکثر یہی زیادہ بدکار اور احمق اور عیاش ہی ہوتے ہیں ۱۲ منہ
ان کا بھلا مقدم ہوا ۱۲ منہ

ف الظفر الحرم و یضم الحاء حظرہ نہ حظرہ، الحظر تحمل علی من خیر لقب الحرم ۱۲ عثمانی

اس کا بیان اور انجام بیان فرماتا ہے تاکہ خبیر و بصیر ہونے کی تصریح ہو جائے۔ دنیا میں دو قسم کے آدمی ہیں ایک وہ کہ جن کا دارِ آخرت پر یقین نہیں اور جو کچھ ہے بھی تو اس کے نزدیک دنیا ہی مقدم ہے اسی کے حاصل کرنے کو وہ اصلی مقصد جانتا ہے اس کے مقابلہ میں اس کو دارِ آخرت کی ذرا بھی پروا نہیں جیسا کہ فرماتا ہے من کان یرید العاجلۃ یعنی جو عاجلہ دنیا اور اس کے فوائد ہی چاہتا ہے تو ہم بھی اس کو جلد یہیں بدلا دیتے ہیں عجلنا لہ فیہا مگر یہ نہیں کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہی اس کو مل جاتا ہے بلکہ ما نشاء جس قدر ہم کو دینا منظور ہوتا ہے اور یہ بھی سب کے لیے نہیں بلکہ لمن نرید جس کو ہم چاہتے ہیں ورنہ سیکڑوں نے بے دینی اختیار کی کوئی برا کام دنیا کے حاصل کرنے میں اٹھا نہیں رکھا مگر پھر بھی وہی افلاس وہی تنگ دستی۔ بے دینوں کے لیے یہ بڑی تہدید ہے۔ مگر اس چند روزہ عیش کے بعد تو ثم جعلنا لہ جہنم یصلٰہا مذموما مدحورا وہ جہنم میں جائے گا اور دنیا میں عمر اکارت کرنے پر ندامت اٹھائے گا ذلیل ہوگا۔

دوم وہ کہ جن کو مدنظر دارِ آخرت ہے ومن اراد الآخرۃ مگر اس میں دو شرط ہیں اول وسعٰی لہا سعیہا کہ اس کے موافق کوشش بھی کرے یہ نہیں کہ ارادہ کر کے چپ بیٹھ رہے اور کوشش اسی کے مطابق ہو کیوں کہ بہت سے لوگ دارِ آخرت کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن عناصر اور ستاروں اور بزرگوں کی عبادت کو آخرت کا ذریعہ جانتے ہیں اور اسی طرح کئی ریاضتیں بھی کرتے ہیں کوئی رات دن گنگا میں رہتا ہے کوئی پہاڑ پر سے گرتا ہے کوئی حلال چیزیں کھانی چھوڑ کر جسم کو ہلاک کرتا ہے سو یہ کوشش اور یہ رستہ دارِ آخرت کا نہیں ؎

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو می روی بہ ترکستان ست

بلکہ پیغمبر علیہ السلام کے فرمودہ کے مطابق ہونا چاہیے دوم یہ کہ وہو مؤمن اس کو ایمان بھی ہو اللہ اور اس کے رسول کی دل سے تصدیق ہو کیوں کہ یہ اصل اور بنیاد ہے یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں وہ خدا کی جماعت میں داخل نہیں۔ پس اولٰئک کان سعیہم مشکورا ان کی کوشش کارآمد ہوگی ان کو دارِ آخرت اور حیاتِ ابدی نصیب ہوگی۔ رہی دنیا سو کلا نمد ہٰؤلاء وہٰؤلاء من عطاء ربک ہم اپنی عنایت سے ہر ایک فریق کو دنیا میں دیتے ہیں دین و تقویٰ سے دنیا فوت نہیں ہوتی اور زیادہ دنیا ملنے سے خدا کے ہاں کوئی زیادہ عزت بھی حاصل نہیں ہوتی ع

چہ دشمن بریں خوانِ یغما چہ دوست

انظر کیف فضلنا الخ دیکھو دنیا میں ایک کو دوسرے پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے۔ بہت سے احمق و جاہل مال دار اور دانا خوار اور بہت سے کفار محتاج، اہلِ ایمان اہلِ ثروت اور کہیں بالعکس۔ باعثِ فضیلت آخرت کے درجات ہیں، انہیں کی زیادہ رغبت کرنی چاہیے۔ وہیں کی فضیلت فضیلتِ حقیقی ہے۔ وللآخرۃ اکبر درجات واکبر تفضیلا چونکہ دارِ آخرت کے لیے اصلِ اصول توحید ہے اس لیے حکم دیتا ہے لا تجعل الخ کہ خدا کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بنانا ورنہ ذلیل و خوار ہوگا۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ

اور آپ کے رب نے قطعی حکم دے دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ

اور ماں باپ سے نیک سلوک کرنا　اگر تیرے سامنے

عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا

ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا

تو نہ ان کو ہوں کہنا　اور نہ ان کو جھڑکنا

وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ
اور ان سے ادب سے باتیں کرنا اور ان کے
لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ
آگے مہربانی سے جھکے رہنا
وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ
اور ان کے واسطے دعا کرنا کہ اے رب جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا
صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ
اے رب تم کو خوب معلوم ہے جو کچھ
نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ
تمہارے دلوں میں ہے اگر تم سعادت مند ہو (ان کی خدمت کرو) تو
كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿٢٥﴾ وَاٰتِ
وہ درگزشت کرنے والا ہے رجوع ہونے والوں کو بخشنے والا ہے اور دے
ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَ
رشتہ دار کو حق اور مسکین کو حق
ابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿٢٦﴾
اور مسافر کو اور مال کو بے جا نہ اڑا
اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ
بیجا اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں
وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿٢٧﴾ وَ
اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے اور
اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ
جو تجھے ان لوگوں سے پھیرنا پڑے اپنے رب کے فضل
مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ
کی امید کے انتظار میں جس کی تجھے امید ہو تو ان سے
قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿٢٨﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ
نرم بات کہنا اور نہ تو اپنے ہاتھ کو

مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا
سکیڑ کر گردن میں باندھ اور نہ اس کو
كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿٢٩﴾
بالکل کھول ہی دے کہ تو پشیمان ہو کر کھڑا رہ جائے
اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
بے شک تیرا رب جس کے لئے چاہتا ہے روزی
يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ
فراخ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے
خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿٣٠﴾
حال سے خبردار اور دیکھ رہا ہے۔

ترکیب

الف مضیف ان لا یہ تفسیریہ ہے مضمر کی وبالوالدین متعلق ہے الاحسان سے یہ لئے محذوف بالوالدین احسانا وبالوالدین احسانا۔ اما یبلغن قرآن ماضافت ان شرطیہ مازائدہ تاکید کے لیے یبلغن فعل شرط فلا اقل جواب۔ اف اسم بالفعل الذی بمعنی التضجر وہو مبنی علی الکسر لالتقاء الساکنین وتنوینہ فی قراءۃ نافع وحفص للتنکیر ومن مسح طلب التخفیف مثل رب ومن کسر اتبع وہن لم ینون اراد التعریف۔ جناح الذل بالضم ضد العز وبالکسر ضد الصعوبۃ ہو الانقیاد و جعل الذل جناحا کما فی قول الہذلی

وحدثا رمح قد کشفت وقرۃ
اذا اصبحت بہ الشمال زماما
فاثبت للشمال یدا وعقرۃ زماما

تفسیر

دار آخرت کی سعی کا محرک ذکر ہوا اصحاب یہاں اس کی تفصیل کرتا ہے کہ دار آخرت کا

لہ یقول رب ہذا رمح وقرۃ موصوف بالکف الصلف کشفت کو بیاد وکسرت اذا باعلی الحاد لکن بان فی ضم وکسر ہم ہو صفت لہم ثانیا

لہ اسطلاب۔ بخلاف جراثیم

یہ رشتہ ہے اور اس کی کوشش اصلی یہ ہے۔ سب سے اول بات دار آخرت کے لیے یہ ہے کہ منعم کا شکر کرے اور اپنے محسن کے ساتھ ادب اور سلوک سے پیش آوے اور منعم حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اسی نے تم کو پیدا کیا ہے اسی نے بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں اور پھر اس جہان میں بھی اسی سے امید ہے وہ کسی کے احسان اور خدمت کا تو محتاج نہیں اس کی شکر گذاری اور لحاظ اور حق پرورش یہ تو یہی ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو خدائی میں شریک نہ کرے خالص عبادت اسی کی کرے۔

سب سے اول حکم یہی دیا وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ۔ اب لطف کلام دیکھو کہ ربک کا لفظ فرمایا حق تربیت جتلانے کے لیے اور امر کی جگہ قضی تاکید کا کلمہ فرمایا۔ یعنی حکم قطعی دے دیا اور نیز اسی حکم کو اس سے پہلی آیت میں لا تجعل مع اللہ الٰہا آخر کے ساتھ بھی ذکر کر دیا تھا اب یہاں اور بھی تاکید فرما دی۔

خدا تعالیٰ کے بعد دنیا میں اس کے وجود کا سبب مجازی اور منعم اور محسن ماں باپ ہیں جو اس کی بے چینی سے بے تاب ہو جاتے ہیں اور کھانے پینے میں اپنے نفس سے اس کو زیادہ عزیز رکھ کر آپ نہیں کھاتے اس کو کھلاتے ہیں اور اس کے بچپن میں اس کی پرورش میں بلا غرض جان و مال کو صرف کرنا اپنی راحت سمجھتے ہیں۔

اس لیے دوسرا حکم وبالوالدین احسانا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو۔ احسان کا لفظ ایسا وسیع المعنی ہے کہ جس میں سب کچھ آگیا مگر اس کی کسی قدر شرح بھی فرماتا ہے (۱) اما یبلغن عندک الکبر کہ اگر تیری زندگی میں تیرے ماں باپ بڑھاپے کو پہنچیں تو یہ زمانہ بڑی بے کسی کا ہوتا ہے اور نیز ان کے سب اقتدار اور زور و قوت بھی جاتے رہتے ہیں اور نیز بڑھاپے میں ان سے بچوں کی سی بے معنی باتیں بھی سرزد ہونے لگتی ہیں پس تجھ کو ان سے ہوں یا اُف کہنا نہ چاہیے نہ جھڑکنا چاہیے۔

ف دلالۃ النص کے طریق پر اس سے ہر ایک قسم کی ایذا اور تکلیف دینا ماں باپ کو حرام سمجھا گیا وعلیہ الجمہور۔ (۲) وقل لہما ان سے نرم اور ادب سے کلام کر۔ (۳) واخفض ان کے آگے جھک یعنی ہر قسم کی دل سے فرماں برداری و تواضع کر (۴) وقل رب ان کے لیے دعاء خیر کر۔

بارہا تجربہ میں آیا ہے کہ جس نے ماں باپ کو ستایا وہ دنیا میں بھی ناشاد و نامراد رہا جوانا مرگ مرا ہے اور جس نے عزت و توقیر و احسان کیا ہے اس کو شاد و خرم دیکھا ہے۔

ف ماں باپ کی ان باتوں میں فرماں برداری نہیں کہ جن سے خدا کی گناہ گاری ہوتی ہے کیوں کہ ماں باپ سے اللہ کا حق اور مرتبہ مقدم ہے۔ پھر یہ نہیں کہ تم یہ سب باتیں ظاہر داری کے طور پر کرو بلکہ دل سے اور اخلاص سے کیونکہ ربکم اعلم بما فی نفوسکم الخ تمہارا رب تمہارے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے کہ اگر تم نیک بختی اختیار کرو گے اور ایسی حالت میں بشریت سے اگر تم سے کچھ خدمت گزاری میں کبھی فروگذاشت ہو جاوے گی اور اپنی دلی نیک بختی سے تم اس کی طرف رجوع کرو گے تو وہ رجوع کرنے والوں کے لیے معاف کرنے والا ہے۔

ف اوّاب بروزن فعال اوب بمعنی رجوع سے ہے مبالغہ کا صیغہ۔

تیسرا حکم۔ وآت ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل کہ اور جس قدر قرابت دار ہیں بھائی بہن ماموں چچا خالہ پھوپی وغیرہم ان کا حق بھی ادا کر۔ حق ادا کرنا بھی بڑا عام لفظ ہے جس میں ہر ایک قسم کا حق آگیا اگر محتاج ہیں تو ان کی مال سے مدد کر اور نہیں ہیں تو ادب اخلاص ہمدردی صلہ رحمی کر اور انہیں پر منحصر نہ رکھ بلکہ ہر ایک مسکین یعنی محتاج کے ساتھ نیک سلوک کر خواہ قرابت دار ہو خواہ کوئی غیر ہو۔ بلکہ پردیسیوں مسافروں کا بھی تجھ پر حق ہے ان کے ساتھ بھی نیک سلوک کر ضیافت کر نقد دے اترنے کو آرام سے جگہ دے نرم کلام کر۔ اس تیسرے حکم میں تین حکم ہیں۔

نحن نرزقهم وإياكم إن قتلهم
ہم ہی روزی دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ بے شک ان کا قتل کرنا

كان خطأ كبيرا ﴿٣١﴾ ولا تقربوا
بڑا گناہ ہے۔ اور نہ جاؤ پاس

الزنى إنه كان فاحشة وساء
بھی زنا کے۔ کیونکہ وہ بے حیائی (کا کام) ہے۔ اور برا ہے

سبيلا ﴿٣٢﴾ ولا تقتلوا النفس
راستہ۔ اور مت مارو جان کو

التي حرم الله إلا بالحق ومن
کہ حرام کیا ہے اللہ نے ناحق۔ اور جو کوئی

قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه
مارا جاوے ظلم سے ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا

سلطانا فلا يسرف في القتل إنه
پھر چاہے قصاص لے یا معاف کرے پس نہ زیادتی کرے قتل میں بے شک

كان منصورا ﴿٣٣﴾ ولا تقربوا
قصاص لینے میں مدد کیا ہوا ہے۔ اور جب تم سے یتیم کا مال

مال اليتيم إلا بالتي هي أحسن
نہ پہنچے اس کے مال کے پاس مگر جس طرح پہنچنا چاہیے اس

حتى يبلغ أشده وأوفوا بالعهد
طریق سے کہ وہ پہنچ جاوے جوانی کو اور پورا کرو

إن العهد كان مسئولا ﴿٣٤﴾ وأوفوا
کیونکہ عہد سے پوچھ گچھ ہوگی۔ اور پورا کرو

الكيل إذا كلتم وزنوا
ناپ کو جب تم ناپو اور تولو

بالقسطاس المستقيم ذلك خير
ٹھیک ترازو سے یہ بہتر ہے

وأحسن تأويلا ﴿٣٥﴾ ولا تقف ما
اور اچھا ہے انجام بھی اچھا ہے۔ اور مت پیچھے پڑ

یہ سب خوبیاں گذاری مال سے ہوا کرتی ہیں اس لیے مال کی اہمیت کو بتا دیا ہے۔

چوتھا حکم و اجتناب کو کہ جو ہمنے اے کار خیر دوں میں صرف کرنے کو کہا ہے اڑا دینے کا حکم نہیں دیا ہے لغو بات میں مال برباد نہ کرو۔ بے ضرورت مکانات بنانا اسباب عمدہ گھوڑے وغیرہ اشیاء بے ضرورت مول لینا سب میں تبذیر ہے۔ اسی طرح بیاہ شادی دعوت مہمانی کھانے پینے میں بھی اعتدال سے بڑھنا تبذیر ہے اور ناچ رنگ آتش بازی وغیرہ تو اور بھی ممنوع ہے۔ سائلوں اور غلاموں کو دینے کا حکم دیا تھا۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ پاس کچھ نہیں ہوتا وہ طلب کرتے ہیں سخت سست بھی کہنے لگتے ہیں اس وقت آدمی کو غصہ آجاتا ہے برا بھلا کہنے لگتا ہے، سوال سے بھی منع کرتا ہے اور ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے اس کی تعلیم دیتا ہے۔ وامّا تعرضن الخ اگر تمہارے پاس کچھ دینے کو نہیں اور تم کو خدا سے امید ہے کہ آئندہ ایسی حالت میں ان سے تو خوش ہو جیو سے تو ان کو سخت بات نہ کہو نرم بات کہہ کر بھلائی اللہ کا فضل بیشمار رکھتا ہے یا وعدے کا خوبیوں کا اشارہ تھا یہ معنی ہے۔

پانچواں حکم۔ والاصل یک ہاتھ میانہ روی کو۔ نہ تو ہاتھ کو اس قدر مضبوط مٹھی بند کر کے کھلے میں ہاتھ کھلے رہنے کے معنی میں کھاوے ہے اصلہ ہاتھ کو باکل کھول کر سب کچھ ایک دفعہ دے کر خود محتاج ہو جاوے آپ مانگتا پھرے کیوں کہ دنیا میں فقیر بھی خدا نے پیدا کیے ہیں تیرا کام نہیں کہ سب کو غنی کرے۔ غنی اور فقیر دونوں کو تو اس کی مصلحت وہی جانتا ہے۔ اگر ان کا بھلا ہو تو بعض ایسے فقیر بھی ہیں کہ اگر ان کے پاس دولت ہو تو آفت برپا کریں۔

ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق
اور مت مارو اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے

لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ
جس کا تمہیں علم بھی نہ ہو کیونکہ کان اور آنکھ
وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ
اور دل ہر ایک سے
مَسْـــُٔوْلًا ۝۳۶ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ
پرسش ہوگی اور زمین پر اکڑتا ہوا
مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ
نہ چلنا کیونکہ نہ تو زمین کو پھاڑ ہی ڈالے گا اور
لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝۳۷ كُلُّ
نہ بلندی میں پہاڑوں کو پہنچے گا ان میں سے
ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ
ہر ایک بات تیرے رب کے نزدیک
مَكْرُوْهًا ۝۳۸ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى
ناپسند ہے یہ بیان اس حکمت میں سے ہے کہ
اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا
جس کو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اور
تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ
اللہ کے ساتھ اور کسی کو معبود نہ ٹھہرانا ورنہ تو ملزم
جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝۳۹ اَفَاَصْفٰىكُمْ
بارگاہ بنا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا اے مشرکو کیا تم کو
رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ
تمہارے رب نے بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر لیا ہے اور آپ فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا
اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝۴۰
ہے یہ تو تم بہت ہی بڑی بات کہتے ہو۔

ترکیب

خشیۃ املاق مفعول لہٗ۔ املاق فقر۔ الخطأ بکسر الخاء وسکون الطاء والہمز مصدر خطئ وجاء بکسر الخاء وفتح الطاء من غیر ہمز ہو الاثم یقال خطئ خطأ کاثم اثما۔ لاتقف الماضی منہ قفا اذا تتبع ویقرء بضم القاف واسکان الفاء مثل تقم وماضیہ قاف یقوف اذا تتبع کل اولئک مبتدأ واولئک اشارۃ الی السمع والبصر والفؤاد وان کان الاشارۃ باولئک فی الاکثر لمن یعقل ولکن قد جاء لمن لایعقل۔ سیئہ بضم الہاء والہمزۃ بالاضافۃ الی سیئ بعض المذکور للنہی عنہ مکروہ عند اللہ۔ پس سیئہ کان کا اسم مکروہا خبر جملہ خبر کل ذلک۔ نافع ابن کثیر ابو عمرو نے سیئۃ پڑھا ہے۔

تفسیر

چھٹا حکم۔ ولاتقتلوا اولادکم اپنی اولاد کو افلاس کے خوف سے قتل نہ کرو۔ عرب میں دستور تھا کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالا کرتے تھے یہ سمجھ کر کہ لڑکیاں کچھ کما نہیں سکتیں لڑکے کما سکتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ لوٹ مار میں شریک ہوتے تھے اور نیز مفلسی میں اہل کفو اس لڑکی سے نکاح نہیں کرتے تھے غیر کفو میں دی جاتی تھی۔ یہ بڑی عار کی بات تھی۔ اس بدرسم کو کس لطف کے ساتھ منع فرماتا ہے۔ اول تو لفظ اولادکم کے شفقت دلائی۔ دوم نحن نرزقہم کہ تم کیوں رزق کی فکر کرتے ہو رزق تو ہم دیتے ہیں ان کو بھی اور تم کو بھی سوم ان قتلہم

لہ وکل ذلک ای الاشیاء الاخیرۃ المنہی عنہا من قولہ تعالیٰ ولاتقف الا سیئہ مکروہ عند اللہ۔ قال فی الکشاف السیئۃ فی حکم الاسماء بمنزلۃ الذنب والاثم زال عنہ حکم الصفات فلا اعتبار بتانیثہ ولا فرق بین من قرأ السیئۃ الا تری انک تقول الزنا سیئۃ کما تقول السرقۃ سیئۃ فلا تفرق بین اسناد ما الی مذکر ومؤنث انتہی ۱۲ منہ

مہ المرح شدۃ الفرح والنشاط۔ مختار الصحاح۔ حقانی

کہ ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔

ساتواں حکم۔ ولا تقربوا الزنی کہ زنا کے پاس بھی نہ جاؤ۔ زنا کی قباحت میں سلف سے خلف تک متفق کہ اتفاق ہے۔ اس میں یہ چند قباحتیں ہیں (۱) انساب کا خلط ملط ہونا یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کس کا بیٹا ہے پھر باپ کی حصہ ترکہ میں خرابی آتی ہے (۲) عورت کو شرعی یا عرفی طور پر اگر ایک شخص خاص سے تعلق نہ ہو جس کو نکاح کہتے ہیں تو اس کے پاس تنسلہ والوں میں باہمی قتال و جدال کی نوبت آوے گی جیسا کہ مشاہدہ میں آتا ہے اور یہ بات تخریب عالم کا باعث ہو۔ (۳) عورت سے مقصود صرف شہوت رانی ہی نہیں بلکہ امر خانہ داری کے امور میں ایک دوسرے کا معین ہونا۔ مرد کھا کر لاوے عورت روندی اور کھانیت کے ساتھ مل کر گھر میں انعام دے دونوں کی محبتوں کی تعلیم و تربیت میں کوشش کریں اور نیز باہمی اور بچوں کی تعلیم میں ایک دوسرے کا ساتھ دے۔ جو ایک کو دوسرے کے ساتھ کمال درجے کی دروندی ہو اور یہ بات جب تک ممکن نہیں کہ عورت کی نظر ایک ہی شخص پر رہے اور وں سے علاقہ نہ رکھے اور یہ ضمیر اس کے کرنا کو حرام کیا جاوے ممکن نہیں (۴) اگر زنا کا دروازہ کھل جاوے تو انسان اور بہائم میں کیا فرق رہے۔ جس عورت کو چاہے رکھے اور نیز باہم الفت و محبت بھی پیدا نہ ہو۔ ان سب باتوں کے لحاظ سے شرع نے زنا کو حرام کیا۔ اور یہاں تک تاکید کے لفظ استعمال کیے کہ اس کے پاس جانے کی بھی ممانعت کر دی یعنی اس کے اسباب سے بھی روکا اور اس کی ان قباحتوں کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا انہ کان فاحشۃ و ساء سبیلا۔

آٹھواں حکم۔ ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ کہ کسی جان کو قتل کرنا شرع نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو۔ انسان نفس اتفاقی کا مظہر اور اس کی خدائی کا آئینہ ہے اس کے قتل کا ارادہ کرنا خدائی کا مقابلہ کرنا ہے پس یہ نہایت سنگین جرموں پر قتل کیا جاتا ہے بضرورت اور وجوہ مخصوص ہیں۔ لیکن یہ کہ خدائی جرم کا ارتکاب کرے مرتد ہو جاوے، بغاوت کرے اس عام میں قتل انداز ہو یا نکاح کرنے کے بعد بھی حرام کاری کرے ان صورتوں میں انسان کی عزت جاتی رہتی ہے اس کی طرف الحق حرم اللہ میں اشارہ کر دیا وہ احادیث صحیحہ جن میں مرتد اور باغیوں اور رجم کا ذکر ہے گویا اسی جملہ کی شرح ہیں۔ دوسری یہ کہ یہ کسی کو مار ڈالے اس کے وارث اس کو مار جاوے جس کو قصاص کہتے ہیں یوں کہ یہ بات قتل عمد ہی میں ہے جو عرب میں کثیر الوقوع تھا اس لیے الا بالحق اس کی طرف اشارہ کیا۔ پھر دشمن مقتولہ ناحق قتلہ فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل میں اس کی صراحت کر دی کہ جو مظلوم مارے جاویں اس کے وارث کو شرع نے قدرت دی ہے کہ اس قاتل کو مار سکتا ہے یہی قتل بالحق ہے مگر اس میں اسراف نہ ہو اس کے عوض اس کی قوم کے سردار کو نہ مارے، نہ اس کو جلا کر یا اور کسی طرح کا قتل کرے جو اس کے ورثہ میں اشتعال کا باعث ہو۔

ف شرع میں انسان کا قتل ان چند صورتوں میں جائز ہے (۱) یہ کہ مرتد ہو (۲) باغی ہو الفاظ ہیں الفرقۃ الباغیۃ میں اس حکم کی تصریح ہے (۳) یہ کہ نکاح کرنے کے بعد زنا کرے۔ اس کا حکم احادیث مشہورہ سے ثابت ہے (۴) کفار و مشرکین کا قتل کرنا نہ مطلقاً بلکہ اس وقت کہ ان کو

آٹھواں حکم

ساتواں حکم

سلہ زنا کے بہت سے اسباب ہیں (۱) حرام عورتوں کے تجویز کرنا، (۲) بے جا زنا کرنا، (۳) بے رحم کا حکم پڑھنا، (۴) نگاہوں کی بازی کرنا، (۵) فحش تصاویر دیکھنا، (۶) فساق کے حق آمیز افسانے سننا، (۷) حرام کی تعلیم دینا کا ہونا، (۸) تھیٹروں اور ناچ گانے کی مجالس میں جانا، (۹) گانے بجانے سننا، (۱۰) دیکھنا وغیرہ وغیرہ

قاعدۂ شرعیہ کے موافق جنگ قائم ہو کما قال قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر۔ وقال اقتلوہم حیث وجدتموہم۔ (۵) قصاص میں۔ ائمہ مجتہدین نے احادیث و قیاس سے تارک الصلوٰۃ۔ اغلامی۔ ساحر۔ چارپائے سے مباشرت کرنے والے کا بھی قتل جائز رکھا۔ توریت میں بھی قتل انسان بہت سی صورتوں میں جائز قرار دیا گیا ہے۔

نواں حکم۔ مال یتیم سے بچنا۔ ولا تقربوا مال الیتیم مگر جائز طریقہ سے لینا درست ہے مزدوری میں تجارت میں۔ اجرت نگرانی میں اگر محتاج ہو۔

دسواں حکم۔ واوفوا بالعہد ہے۔ عہد جس سے کہ واس پر قایم رہو۔ وہ عہد ہی خلط ہیں جن کو شرع نے معتبر نہیں رکھا یعنی معصیت پر عہد کرنا۔

گیارہواں حکم۔ واوفوا الکیل کہ ناپ تول کو لیتے دیتے وقت کم زیادہ نہ کرو۔ معاملات میں دغابازی نہ کرو۔

بارہواں حکم۔ ولا تقف اس کے معنی میں مفسرین کے چند اقوال ہیں۔ (۱) اس میں ان باطل خیالات کی پیروی سے ممانعت ہے جو عوام میں غلطی سے مشہور ہو جاتے ہیں۔ (۲) محمد بن حنفیہ سے منقول ہے کہ اس کے معنی جھوٹی گواہی کے ہیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ

اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا

لِيَذَّكَّرُوْا ۭ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾

تاکہ وہ سمجھیں حالانکہ ان کو تو اس سے نفرت ہی بڑھتی جاتی ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ

اے نبی کہہ اگر اس کے ساتھ اور بھی معبود ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں

اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

تب تو انہوں نے عرش کے مالک تک کوئی رستہ نکال لیا ہوتا

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا

وہ پاک ہے اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اس سے (اس کی ذات)

كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ

بہت ہی بالاتر ہے ساتوں آسمان اور زمین اور جو

السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَ

کچھ ان میں ہے سب اسی کی پاکی بیان کر رہے ہیں اور

اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ

ایسی کوئی بھی چیز نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو

لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ

لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

بے شک وہ بڑا تحمل کرنے والا اور بڑا ہی بخشنے والا ہے

ترکیب

صرفنا اے بینا ضربنا من کل مثل۔ ویکون ان تکون فی زائدۃ کما فی قولہ تعالیٰ واصلح لی فی ذریتی۔ لو کان شرط۔ اذا لابتغوا الجواب والمعنی لطلبوا الی من ہو مالک الملک سبیلاً بالمغالبۃ کما یفعل الملوک بعضہم مع بعض او بالتقرب الیہ والطاعۃ لہ تعالیٰ لعلمہم بقدرتہ تعالیٰ و عجزہم کقولہ اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربہم الوسیلۃ (بیضاوی)

تفسیر

ابن عباسؓ کہتے ہیں جس کو آنکھ سے نہ دیکھے کان سے نہ سنے دل میں یاد نہ رکھے اس کی گواہی نہ دے (۳) بعض

ف تسبیح خدا تعالیٰ کا جملہ عیوب اور خصائص حدوث و مکان سے پاک اور منزہ ہونا بیان کرنا خواہ زبان سے خواہ دلالۃ حال سے (باقی بر صفحہ آئندہ)

کہتے ہیں کہ اس میں کسی پر تہمت لگانے کی ممانعت ہے کیونکہ تہمت میں بلا تحقیق باتیں ہوا کرتی ہیں (۴) بعض کہتے ہیں کسی کی غیبت اور طوفانی و شیطانی باتوں سے ممانعت ہے مگر سب معنی صحیح ہیں۔ مآل کار سب کا یہ ہے کہ جو بات اچھی طرح معلوم نہ ہو اس پر کوئی حکم نہ لگا دے اس میں سب اقوال آگئے۔

تیرہواں حکم۔ ولا تمش فی الارض مرحا۔ کہ تکبر نہ کر۔ زمین پر اکڑ کر نہ چل کیوں کہ تو عاجز ہے کچھ زمین کو پھاڑ نہ ڈالے گا، بلند ہو کر پہاڑوں کے برابر نہ ہو سکے گا۔ ان میں سے ان مکروہ چیزوں کو سیئہ فرماتا ہے اور جو اوامر ہیں ان کی نسبت فرماتا ہے ذٰلک مما اوحی الیک ربک من الحکمۃ یا یہ جملہ سب باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ ان احکام میں جو کچھ اسرار رکھے گئے ہیں جن سے انسان کی روح اور اس کے اخلاق کی صفائی اور تدبیر منزل اور انتظام عالم کی خوبی وابستہ ہے اور پھر ان کے بیان اور ترتیب میں جو کچھ لطف رکھا گیا ہے اگر اس پر کوئی مطلع ہو جاوے گا تو اس کو حکمت الٰہیہ کے جواہر اور الہام ربانی کے وہ نادر موتی ملے گا جو بنی اسرائیل کے احکام عشرہ سے بدرجہا بہتر ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لوحوں پر کندہ کر کے عطا ہوئے تھے۔ ان احکام کی ابتدا بھی توحید سے ہوئی تھی اور اخیر میں بھی اسی بات کی تاکید کے لیے اعادہ فرمایا ولا تجعل مع اللہ الٰہا آخر اور اس کے بعد اس بات سے بھی منع کیا جو عرب کے مشرکین کرتے تھے وہ یہ کہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر ان کو کار بار خدائی میں شریک جانتے تھے اس بات کو کس لطف کے ساتھ رد کرتا ہے افاصفاکم ربکم بالبنین واتخذ من الملائکۃ اناثا کہ کیا تم کو خدا نے بیٹے دیے اور اپنے لیے بیٹیاں پسند کیں۔ بھلا یہ کیسی لغویات ہے؟ ان سب باتوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے ولقد صرفنا فی ھذا القرآن میں ہم نے ہر ایک قسم کی بات وعظ و پند احکام دنیا و آخرت بیان کر دیے تاکہ وہ سمجھیں اور غور کریں مگر ان ازلی بدبختوں کو تو اس سے اور زیادہ نفرت ہوتی ہے۔ اس کے بعد پھر شرک کا رد اور توحید کا اثبات کرتا ہے اور اس بات کو قرآن میں بار بار اس لیے ذکر کیا گیا کہ اس عہد میں شرک و بت پرستی کا دریا موجیں مار رہا تھا۔ پس فرماتا ہے لو کان معہ آلہۃ کما اگر اس کے ساتھ تمہارے قول کے موافق اور بھی خدا ہوتے تو عرش والے تک یعنی مالک اصلی تک لڑنے کے لیے کوئی رستہ نکالتے مقابلہ کرتے جیسا کہ متعدد بادشاہوں میں ہوتا ہے یا یہ معنی کہ خود ان کو اس تک رسائی کرنے کے لیے حاجت پڑتی پھر وہ تمہیں کیا لیتے دیتے۔

سبحانہ وتعالیٰ الخ میں اپنی پاکی بیان فرماتا ہے اور تسبح لہ السمٰوٰت میں یہ ظاہر کرتا ہے کہ آسمان اور زمین اور ان کے اندر کی ہر چیز اس کی تسبیح یعنی پاکی اور کبریائی بیان کرتی ہے ذی روح تو زبان سے اور جمادات زبان حال سے کہ ان کا وجود اور ان کی ہر حالت اس کی یکتائی پر دلیل ہے مگر تم غور نہیں کرتے ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ تمہارا یہ جرم اس قابل تھا کہ دنیا میں تمہیں ہلاک کیا جاتا مگر وہ علیم و غفور ہے۔

تیرہواں حکم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تحمید اس کے کمال اور اوصاف حمیدہ کو بیان کرنا سبحان اللہ و بحمدہ کہنا۔ مومن اور ملائکہ تو قال اور حال سے اس کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں کفار اور دیگر اشیاء آسمانوں اور زمین کی علویات و سفلیات نباتات و جمادات دلالۃ حال سے تسبیح و تحمید بیان کر رہے ہیں ان کی بناوٹ باوازِ بلند کہہ رہی ہے کہ ان کا بنانے والا سب عیبوں سے پاک اور سب خوبیوں سے موصوف ہے مگر اس بات کو وہی سمجھتا ہے جو مخلوق کی آفرینش اور اس کی تراش اور حالات وجود و بقا میں تامل کرتا ہے اسی لیے وہ لوگ جو لذات و شہوات میں غرق ہیں غور و تامل کا دروازہ ان پر بند ہے وہ اس بات کو کیا جانیں لا سنہ

ع صحیح بخاری میں عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں پانی نہ تھا ایک برتن لائے جس میں کسی قدر پانی تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (پانی پر صلی اللہ علیہ وسلم

الربع

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ
اور اے نبی) جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان کے

بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک

حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى
گاڑھا پردہ ڈال دیتے ہیں اور ہم نے ان کے

قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْ
دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ قرآن نہ سمجھ سکیں اور ان کے

اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ
کانوں میں بھی گرانی ڈال دی ہے (تاکہ اس کو نہ سن سکیں) اور جب آپ قرآن میں

رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى
اپنے رب کا تنہا ذکر کرتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کر

اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا
نفرت سے بھاگ پڑتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں جس لیے

يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ
وہ اس کو سنتے ہیں جب کہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں

وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ
اور جب کہ وہ سرگوشی کرتے ہیں جب کہ ظالم کہتے ہیں

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾
کہ ہیں، تو ایک جادو کے مارے ہوئے کے پیچھے چلے جا رہے ہو

ع ۵ ۱۲ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ
دیکھو آپ کی کیسی کیسی صفتیں بیان کرتے ہیں

فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾
سو وہ تو گمراہ ہو گئے پھر وہ رستہ نہیں پا سکتے

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا
اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مر کر ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے

ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾
تو کیا ہم نئے سرے سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟

قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ
(سو اے نبی ان کو) کہہ دو تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا اور

خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ
کوئی شے جو تمہارے دلوں میں بڑی ہو (تب بھی زندہ کیے جاؤ گے)

فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ
اس پر وہ کہیں گے کہ ہم کو کون دوبارہ جلائے گا کہہ دو وہی جس نے

فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ
تم کو اول بار پیدا کیا ہے پھر تو آپ کے آگے سر

اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ
ہلا ہلا کر یہ کہیں گے کہ وہ کب ہوگا

قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ
کہہ شاید وہ وقت بھی بہت ہی قریب آ گیا ہو جس روز کہ

يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ
وہ تمہیں بلائے گا تو تم (خوف کے مارے) اس کی حمد کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور

تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾
گمان کرو گے کہ بہت ہی کم ٹھیرے تھے

ترکیب

مستورا ساترا بما یستمعون به لے بسببه من الهزء
اذ بدل من اذ هم نجوی یوم یدعوکم ظرف یکون بحمده لے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس میں ہاتھ ڈال دیا تو آپ کی انگلیوں سے پانی نکلتا تھا جیسا کہ چشمہ سے نکلتا ہے تمام لشکر نے وضو کیا اور ہم کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے اور وہ کھایا جاتا تھا جمادات میں بھی خدا تعالیٰ نے ایک طرح کا علم رکھا ہے جس کو وہی جانتا ہے ۱۲ منہ

لے الرفت کسر الشیٔ بالید والرفات الاجزاء المتفتتة من کل شیٔ یکسر ۱۲ منہ

موضع الحال۔

تفسیر

آسمانوں اور زمین کی چیزوں کی تسبیح تو تم اے مشرکین سمجھتے ہی نہ تھے تمہاری سمجھ میں تو یہ قرآن مجید بھی نہیں آتا جو خاص تمہاری زبان فصیح میں نازل ہوا ہے۔ واذا قرأت الخ اور یہ نہ سمجھنا قرآن کا اس لیے ہے کہ جب تم اے نبی قرآن پڑھتے ہو تو ان کی ازلی گمراہی کے پردے بیچ میں حائل ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے مضامین میں غور و تامل نہیں کر سکتے اور جو کوئی ان کو دوسرا سمجھائے تو سنتے بھی نہیں اور ان کے حواس باطنیہ کے ماؤف ہونے پر یہ دلیل ہے کہ جب قرآن میں توحید کا ذکر اور شرک کی برائی سنتے ہیں تو بدک کر بھاگ جاتے ہیں۔ یہ مکہ کے مشرکوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ جب انسان پر گمراہی اور بدبختی سوار ہوتی ہے تو نہ اس کا دل و دماغ درست رہتا ہے نہ عقل، کتنا ہی سمجھاؤ نہیں سمجھتا اور اسی کو پردے اور حجاب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اوّل تو مکہ کے مشرک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سننے ہی نہ تھے اور جو کبھی مجلس میں ٹھہر گئے تو اس غرض سے کہ کچھ اس میں سے یاد کریں تاکہ پھر اس پر تمسخر اور ہنسی کریں اور پھر آپس میں دس دس پانچ پانچ جمع ہو کر سرگوشیاں کرتے اور یہ کہتے تھے کہ یہ لوگ جو اس نبی کے تابع ہو رہے ہیں احمق ہیں۔ یہ تو خود جادو کا مارا ہوا ہے کسی نے اس پر سحر کر دیا ہے اس لیے ایسی ایسی نئی نئی باتیں کرتا ہے دیوانہ ہو گیا ہے۔ نحن اعلم سے لے کر رجلا مسحورا تک میں یہی ذکر ہے اس پر خدا تعالیٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ دیکھو یہ بدنصیب تم پر کیا بے اصل عیب لگاتے ہیں۔ اور کوئی بات تو عیب کی ملتی نہیں، انظر الخ وقالوا سے ان کی دوسری بات اور بیان فرماتا ہے کہ جس پر وہ جرکتے تھے وہ یہ کہ جب حضرتؐ فرماتے تھے کہ مر کر پھر قیامت میں زندہ ہوں گے تو وہ کہتے کہ جب ہم مٹی میں مل جاویں گے ہڈیوں کا چورا ہو جاوے گا تو پھر کیوں کر زندہ ہو سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ تمہارے نزدیک جو چیز قابل حیات نہیں لوہا یا پتھر یا کوئی اور چیز اگر تم وہ بھی ہو جاؤ جس نے تم کو اوّل بار پیدا کیا وہ دوبارہ پھر پیدا کرنے پر قادر ہے۔ پھر جب وہ قیامت میں بارگاہِ عدالت میں طلب کرے گا تو تم زندہ ہو کر اس کے خوف کے مارے تسبیح و تہلیل کرتے ہوئے جرم کا انکار و بت پرستی سے برات ثابت کرتے ہوئے فوراً حاضر ہو جاؤ گے اور یہ سمجھو گے کہ دنیا میں یا مرنے کے بعد حشر تک قبروں میں بہت ہی کم ٹھیرے تھے۔ وہ عرصۂ دراز اس عدالتِ آسمانی کے خوف سے بہت ہی کم معلوم ہوگا اور یہ انسان کی جبلی بات ہے کہ مصیبت کے وقت راحت کا زمانہ دراز بہت ہی کم معلوم ہوا کرتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ جس دنیاوی سامان و عیش پر آج فدا ہو اس کی یہ حقیقت ہے۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ

اور اے رسول (میرے بندوں کو کہہ دو کہ وہ بات کہا کریں جو

اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ

بہتر ہو کیونکہ شیطان آپس میں لڑوا دیتا ہے

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا

اس لیے کہ شیطان تو انسان کا کھلا

ف یعنی ان میں غور و فکر کا مادہ قدرت نے نہیں دیا اس لیے جب اے نبی قرآن پڑھتے ہیں وہ سمجھتے اور غور نہیں کرتے اس حالت کو پردہ ڈالنے سے تعبیر کیا ہے اور اسی کو ان کے دلوں پر حجاب ڈالنے اور کان میں ثقل پیدا کر دینے سے ۱۲ منہ

مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۚ
دشمن ہے تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے

اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ
اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو

يُعَذِّبْكُمْ ۚ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ
تمہیں عذاب دے اور آپ کو ہم نے ان کا ذمہ دار بنا کر تو

وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ
بھیجا نہیں اور آپ کا رب خوب جانتا ہے جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَلَقَدْ
آسمانوں اور زمین میں رہتے ہیں اور البتہ

فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ
ہم نے ایک نبی کو دوسرے پر فضیلت دی

وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا
اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔ (ان سے) کہدو جن کا

الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا
تمہیں اس کے سوا گمنڈ ہے (ان کو بلاؤ تو سہی) وہ نہ

يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا
تمہاری تکلیف دور کر سکیں گے اور نہ

تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
اسکو بدل سکیں گے جن کو یہ مشرکین پکارتے ہیں ان میں سے

يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ
جو اوروں کی نسبت زیادہ مقرب ہے وہ خود اپنے لئے رب کے تقرب کے

اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ
وسیلے تلاش کرتے رہتے ہیں اور اسکی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے

عَذَابَهٗ ۗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ
ڈرتے ہیں کیوں کہ آپ کے رب کے عذاب سے

مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا
ڈرنا ہی چاہیے اور ایسی کوئی بستی نہیں کہ جس کو

نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں

اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۗ كَانَ
یا اس کو کسی سخت عذاب میں مبتلا نہ کریں یہ

ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾
کتاب میں لکھا جا چکا ہے

ترکیب

ایہم مبتدا اقرب خبرہ وہو استفہام والجملۃ فی موضع نصب بیدعون۔ وقیل اولئک مبتدا الذین یدعون ای یدعونہم الکفار صفت یبتغون خبر ایہم بدل من واو یبتغون فعلی الاول معناہ ان اہتم اولئک یبتغون الوسیلۃ و ہی القربۃ الی اللہ تعالیٰ وایہم بدل اے یبتغی من ہو اقرب منہم واز لف الوسیلۃ تخفیف بغیر الاقرب او ضمن یبتغون معنی یحرصون ای یحرصون ایہم یکون اقرب الی اللہ

لہ یبتغون اے یطلبون الی ربہم الوسیلۃ اے القربۃ وقیل الوسیلۃ الدرجۃ العلیا ایہم اقرب معناہ ینظرون ایہم اقرب الی اللہ لیتوسلون بہ وقال الزجاج ایہم اقرب یبتغی الوسیلۃ الی اللہ تعالیٰ ویتقرب الیہ بالعمل الصالح۔ (از معالم) ۱۲ منہ

ہ یعنی کفار و منکرین کا ہر ایک بستی کو ان کی نافرمانی سے قیامت سے پہلے دنیا ہی میں غارت کرے گا۔ یا کسی سخت عذاب میں مبتلا کرے گا ۱۲ منہ

ف بندہ اور اس کے مالک میں جو بڑا رابطہ اور قوی وسیلہ ہے وہ بندے کا نیاز اور عبادت ہے ۱۲ منہ

بالطاعۃ والصلاح۔

تفسیر

ثبوتِ معاد پر حجت قائم کر کے مسلمانوں کو تعلیم کرتا ہے کہ تم مخالفوں سے نرم اور اچھی باتیں کیا کرو کیوں کہ سختی سے شیطان باہم عداوت و نفرت پیدا کرا دیتا ہے وہ انسان کا دشمن ہے اور وہ اچھی بات یہ ہے کہ تمہارا رب تم سے خوب واقف ہے اگر چاہے تم پر مہربانی کرے چاہے عذاب کرے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اچھی بات سے مراد نرمی سے کلام کرنا ہے۔ پھر حضرت کو فرماتا ہے کہ آپ ان کے ذمہ دار نہیں کہ وہ ہدایت پر آ ہی جاویں۔ مکہ میں جب یہ آیات نازل ہو رہی تھیں تب یہ حال تھا کہ غریب مسلمانوں پر چاروں طرف سے حملہ تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کا گھر گھر چرچا ہو رہا تھا۔ مشرکین مکہ یہود کے بہکانے سکھانے سے یہ بھی کہا کرتے تھے کیا خدا نے ہدایت کے لیے انہیں غریب مفلس لوگوں کو پسند کر لیا ہے اور پھر ہم سے محمد میں کیا فضیلت ہے جو اس پر کتاب اتارتا ہے اور اس کو نبی کیا ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے وربک اعلم الخ کہ ہر ایک بات کی مصلحت و حکمت خدا خوب جانتا ہے آسمان و زمین کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں تمہارے حال سے بھی واقف ہے وہ مختار ہے جس کو چاہے فضیلت دے۔ خود انبیاء میں اس نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ داؤد کو زبور عطا کی۔ داؤد اور زبور کے ذکر میں یہود کو یہ بات بھی جتلانا مقصود ہے کہ یہ وہی نبی ہے جس کی داؤد علیہ السلام نے خبر دی کہ جس کو شوکت و سلطنت بھی دی جاوے گی۔ مشرکین دلائل توحید سن کر اپنے معبودوں کے فضائل بیان کیا کرتے تھے کہ وہ یوں کر سکتے ہیں اور یہ دے سکتے ہیں اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اچھا ان کو پکارو تو سہی۔ دیکھیں وہ تمہاری کون سی مصیبت میں کام آتے ہیں۔ مشرکین ہمیشہ ملائکہ یا انبیاء علیہم السلام یا صالحین کو پوجتے تھے اور انہیں کے نام کی مورتیں بنا رکھی تھیں۔ فرماتا ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو ان کا خود یہ حال ہے کہ وہ اپنے رب کے لیے وسیلہ ڈھونڈتے ہیں ایکم اقرب ان میں سے جو زیادہ قریب ہے اس کا یہ حال ہے اوروں کا تو کیا ذکر ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار، عذاب سے ڈرتے ہیں پھر ان کو پکارنا عبث ہے مشرکین مکہ اس پر یہ کہتے تھے کہ اچھا اگر یوں ہے تو پھر ہمارے شہر پر خدا بلا کیوں نہیں بھیجتا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اتنے اشہر کی کیا خصوصیت ہے ہر ایک بستی قیامت سے پہلے ہلاک ہو جاوے گی اپنے اپنے موقع پر نیک موت سے یا برے عذاب سے۔ یا یہ معنی کہ جن بستیوں کا قیامت سے پہلے ہلاک ہونا لکھا ہے وہ کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں درج ہے اپنے وقت پر ہوگا گناہ کرنے سے ہم جلدی نہیں کرتے واللہ اعلم۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ

اور ہم کو ان معجزات کے بھیجنے سے اسی بات نے منع کر رکھا ہے کہ پہلے

اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ

لوگوں نے ان کو جھٹلا دیا تھا (چنانچہ) ثمود کو ہم نے

النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا

اونٹنی کا کھلا ہوا معجزہ دیا تھا پھر ہی انہوں نے اس پر ظلم کیا اور یہ

نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝ وَاِذْ

نشانیاں جو ہم بھیجتے ہیں تو محض خوف دلانے کو۔ اور (یاد کرو) جب کہ

قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ

ہم نے تم سے کہہ دیا تھا کہ تمہارے رب نے سب کو قابو میں کر رکھا ہے

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا

اور وہ خواب جو ہم نے تم کو دکھایا اور

فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ

وہ پیڑ خبیث کہ جس کا قرآن میں ذکر ہے الخ ہم نے لوگوں کے لیے

فِی الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا یَزِیْدُهُمْ

فتنہ ہی بنا دیا اور ہم تو انکو خوف دلاتے ہیں سو اس سے ان کی

اِلَّا طُغْیَانًا كَبِیْرًا ﴿۶۰﴾

اور بھی شرارت بڑھتی جاتی ہے۔

ترکیب

ان کذب فی موضع رفع فاعل منعنا وفیہ حذف مضاف تقدیرہ الا ایلاک المکذبین ونحن ما نرید ایلاک قریش فلذالم نرسل بالآیات المسئولۃ بہا۔

تفسیر

مشرکین مکہ جواب سے عاجز آکر یہ بھی کہا کرتے تھے اگر آپ نبی ہیں تو کوہ صفا کو سونے کا بنا دیں اور مکہ کے پہاڑوں کو ہٹا دیں تاکہ کھیتی کیا کریں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی وما منعنا الخ کہ ہم یہ بھی کر سکتے ہیں مگر یوں نہیں کرتے کہ پہلی امتوں میں بھی لوگوں نے انبیاء سے سوال کر کے معجزات طلب کیے تھے اور پہلے وعدہ کر لیا تھا کہ اگر ہماری خواہش کے مطابق معجزہ آوے گا تو ہم ایمان لاویں گے مگر پھر بھی ایمان نہ لاتے اور عادت الٰہی جاری ہے کہ جو ہٹ کر کے معجزات طلب کرتے ہیں اور پھر بھی ایمان نہیں لاتے تو ہلاک ہوتے ہیں چنانچہ قوم ثمود نے صالح علیہ السلام سے اونٹنی کا سوال کیا ان کے کہنے کے موافق اونٹنی پیدا ہوئی آخر ایمان نہ لائے بلکہ اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تب ہلاک ہوئے۔ اس قسم کے معجزات خطرناک ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے وما نرسل بالآیات الا تخویفا[1] اور ہم کو اہل مکہ کا ہلاک کرنا مقصود نہیں اس لیے ان کی یہ خواہشیں پوری نہیں کی جاتیں اس تفسیر پر سلف سے خلف تک جمہور مفسرین متفق ہیں۔ پھر جو کوئی پادری اس آیت سے یہ ثابت کرے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا جیسا کہ پادری فنڈر نے کتاب میزان الحق میں لکھا ہے اور پھر اس کی تقلید نیچری مفسر نے کی ہے بڑی غلطی ہے۔ الآیات سے بواسطۂ الف لام وہی آیات یعنی معجزات مقصود ہیں کہ جن کا مشرکین سوال کرتے تھے نہ کہ کل۔ مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے۔ اور ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے جب مشرکین مکہ کی خواہش کے موافق معجزات کے بھیجنے سے صاف جواب ہو گیا تو ان کو اور بھی دلیری ہوئی اور کہنے لگے کہ آپ نبی نہیں اور ڈرانے بھی لگے اور ظلم و ستم کرکے چاہتے تھے کہ آپ وعظ نہ بیان فرمایا کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی یا یوں کہو اس آیت میں آپ کی تسلی کر دی گئی۔ واذ قلنا الخ اور یاد کرو جب کہ ہم تم سے کہہ چکے ہیں کہ تمہارے رب کے قابو میں سب لوگ ہیں تو پھر تمہیں کسی کا کیا خوف ہے آپ بے خوف ہو کر حکم الٰہی بیان کیا کریں۔ اس کے بعد وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج پر اور بھی مضحکہ کرتے تھے کہ ہمارے کہنے سے معجزہ کو دکھایا نہیں گیا آسمانوں پر چلے گئے شبا شب بیت المقدس پہنچ گئے۔ جنت و دوزخ دیکھ آئے اور نیز قرآن پر ہنسی کرتے تھے کہ عجب کلام ہے جس میں دوزخیوں کے لیے آگ میں رہنا اور زقوم کا درخت کھانا مذکور ہے (اس چیز کو تلخ و بدمزہ ہونے کی وجہ سے شجرۂ ملعونہ کہتے تھے اور قدیم عرب ایسی بری چیزوں کو ایسے ہی الفاظ سے تعبیر کیا کرتے تھے) اس کے جواب میں فرماتا ہے وما جعلنا الرؤیا التی الخ کہ ہم نے اس رؤیا کو اور اس شجرۂ ملعونہ کو بھی ان کے لیے فتنہ یعنی آزمائش کی چیز

[1] وما نرسل بالآیات المقترحۃ الا تخویفا لمن ارسلت ہی علیہم مما یعقبہا من العذاب المستاصل (ابو السعود)۔

ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ

لوگوں کے اس کی نسل کو قابو میں کر کے رہوں گا　فرمایا　جا دفع ہو

فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ

پھر جو　ان میں سے تیری پیروی کرے گا　تو　ان کی　اور تیری

جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾

سب کی　جہنم　پوری　سزا ہے

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ

اور　تو　اپنی آواز سے جس کو ان میں سے ڈگمگا سکے　تو

بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ

ڈگمگا دینا　اور　ان پر　اپنے سوار　اور پیادے

وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ

بھی چڑھا دینا　اور　ان کے　مال　اور　اولاد میں　بھی

وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ

ساتھ لگا لینا　اور ان سے وعدے بھی کرنا　اور　شیطان کے

الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ

وعدے ہی کیا ہیں　مگر　محض فریب　بے شک

عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ

میرے بندوں پر　تو تیرا　کچھ بھی قابو　نہ چلے گا

وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾

اور آپ کا رب کارسازی کے لیے بس ہے

بحر دیا۔ کم عقل بد اعتقاد اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ رؤیا اور شجرۂ ملعونہ سے کیا مراد ہے؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ مکہ میں تھے ایک خواب دیکھا تھا کہ میں مکہ چھوڑ کر ایک نئے شہر میں سکونت پذیر ہوا ہوں وہاں سے میرے دین کو ترقی ہوئی اور عالم میں آفتاب کے نور کی طرح بہت جلد پھیل گیا چوں کہ یہ خواب مکہ میں مشہور ہو گیا تھا اس پر قریش مکہ تمسخر کرتے تھے کہ یہی ان کے حق میں فتنہ یعنی گمراہی کا باعث ہو گیا جس کو خدا نے بچا کر دیا اور شجرۂ ملعونہ سے مراد زقوم کا پیڑ ہے چوں کہ قرآن میں آ چکا تھا کہ جہنمیوں کی یہ غذا ہو گا اس پر بھی قریش مکہ بہت تمسخر کیا کرتے تھے کہ آگ میں پیڑ ایک خلاف قیاس بات ہے تو (آپ) دلوانے ہیں۔ حالاں کہ وہ پیڑ بھی آگ کا ہو گا۔ اور لوں بھی آگ میں ایک کیڑا رہتا ہے جس کو سمندل کہتے ہیں۔ نباتات کیا بلکہ حیوانات بھی آگ میں ہوتے ہیں یہ بھی ان کے لیے فتنہ ہو گیا۔ اور ملعونہ اس لیے اس کو کہتے ہیں کہ ہر مزہ ہے عرب بری چیز کو خبیث اور ملعون کہا کرتے ہیں بعض نے رؤیا سے معراج مراد لی ہے واللہ اعلم۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا　کہ　آدم کو　سجدہ کرو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ قَالَ ءَاَسْجُدُ

پھر سب نے سجدہ کیا　مگر　ابلیس نے　وہ کہنے لگا کیا میں اپنے مخلوق کو سجدہ

لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ

کروں کہ جس کو تو نے مٹی سے بنایا　کہا　دیکھو تو سہی

هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ

یہی　وہ ہے　کہ جس کو تو نے مجھ پر فوقیت دی ہے　اگر

اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ

تو نے مجھے قیامت تک رہنے دیا تو میں بھی بجز تھوڑے سے

ترکیب

ہٰذا منصوب بارأیت　الذی نعت لہٗ والمفعول الثانی محذوف تقدیرہٗ تفضیلہ۔ لاحتنکن جواب لئن۔ طینا منصوب بنزع الخافض اے من طین۔ قال الواحدی لاحتنکن اصلہ من احتناک الجراد الزرع وہو ان تستاصلہ باحناکہا ثم استعمل علی الاستیلاء علی شیء وقیل ماخوذ من حنک الدابۃ اذا جعل الرسن فی حنکہا والحنک ما تحت الذقن منہ التحنیک۔

الاستفزاز والازعاج والاستخفاف یقال افزہ واستفزہ اے ازعجہ واجلب قال الفراء وابوعبیدۃ من الجلبۃ وقال الزجاج الاجلاب الجمع اے اجمع علیہم العساکر وقال ابن السکیت الاجلاب الاستعانۃ اے استعن علیہم بکل ماتقدر والامر للتہدید۔

تفسیر

اب ان کی سرکشی کا سبب بیان فرماتا ہے کہ یہ شیطان کا اثر ہے جو بنی آدم پر چلا آتا ہے اور نیز اس قصہ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح شیطان آدم کے مقابلہ میں مردود ہوا اب تم جو بنی آدم ہو کر شیطان کے بہکانے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتے ہو گویا اپنے جدِ اعلیٰ کی نسل سے نکل کر شیطانی لشکر میں داخل ہوتے ہو جو تمہارے مردود ہونے کا قوی سبب ہے۔ اس مناسبت سے اس قصہ کو یہاں ذکر کیا۔ گو اور مناسبتوں سے یہ قصہ سورۂ اعراف، بقرہ، حجر میں بھی مذکور ہو چکا ہے۔

خدا نے آدم کے لیے فرشتوں کو سجدۂ تعظیمی کا حکم دیا۔ سب نے سجدہ کیا۔ شیطان نے سجدہ سے انکار کیا آدم کو کمتر اور اپنے آپ کو بہتر سمجھ کر، اس لیے کہا، ءاسجد لمن خلقت طینا اس کے بعد خدا تعالیٰ سے کہا کہ میں اس کی اولاد کو کہ جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اپنے قابو میں کر لوں گا اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی۔ شیطان کو بنی آدم کی طینت معلوم ہو گئی ہو گی کہ وہ گمراہی کی طرف بہت جلد دوڑیں گے جو اس نے اس زعم سے خدا تعالیٰ کے روبرو حسد میں بھر کر یہ بات کہی، الا قلیلا اس نے یہ سمجھ کر کہا کہ ان میں کچھ نیک بھی ہوں گے جن پر میرا قابو نہ چلے گا۔ احتناک کے معنی ستیاناس کر دینا۔ کہتے ہیں احتنک فلان ماعند فلان۔ یہ بھی معنی ہیں قابو میں کر لینا لگام دینا۔ ڈھٹی دینا تب یہ آلۂ آبہ یکھنا سے مشتق ہے مطلب یہ کہ ان کو بالکل قابو میں کر لوں گا۔ چوں کہ علمِ ازلی میں یہی تھا بھی اس لیے خدا تعالیٰ نے بھی فرما دیا اذہب اچھا کر مگر تیری اور تیرے متبعین کی کافی سزا جہنم ہو گی اور اس پر اس کو اجازت دی کہ تو ان کو جس طرح چاہے بس میں کر لینا۔

خدا تعالیٰ نے چند چیزیں فرمائیں۔ اول استفزز یقال افزہ الخوف واستفزہ اے ازعجہ واستخفہ۔ بصوتک یعنی اپنی آواز سے انہیں پھسلا لینا۔ شیطان کی آواز دل میں برے خیالات پیدا کرنا ہے۔ بعض کہتے ہیں جس قدر شہوت انگیز آوازیں ہیں راگ باجا، عورتوں کے زیلور کی آواز سب شیطانی آواز ہے۔

دوم واجلب علیہم بخیلک ورجلک ان پر اپنا لشکر چڑھا لے جانا سوار بھی اور پیدل بھی۔ شیطان کے سوار اور پیدل یا تو انسانی سوار اور پیدل ہیں جو معصیت میں کوشش کرتے ہیں یا خود اس کے لشکر میں سوار و پیدل ہوں۔ یہ بطور تمثیل کے ہے یعنی خوب زور لگا لینا۔

سوم شارکہم ان کے مال و اولاد میں شریک ہو جانا۔ مال کی شرکت گناہ میں، فضول خرچی میں خرچ کرنا، اچھی باتوں میں صرف کرنے سے روکنا، برے طور سے مال لینا، چوری سے زنا سے، غصب سے، سود سے فریب سے۔ اسی طرح اولاد میں بھی شریک ہوتا ہے۔

لہ بس میں کر لوں گا ۱۲ منہ　لہ یہ اجازت تہدید ہی ہے کہ جس طرح چور کو کہتے ہیں کہ تجھ سے جو کچھ ہو سکے کر لے کمند لگا کو مل دے پھر تو کیا کر سکتا ہے۔ یہ ایک محاورے کی بات ہے ۱۲ منہ　لہ ناجائز طور سے اولاد حاصل کرنا یعنی زنا سے یہ بھی شیطانی شرکت ہے۔ نیز اولاد کے برے نام رکھنا اس کے ناک کان چھیدنا، اس کے سر پر غیر اللہ کے نام کی چوٹی رکھنا، بیڑیاں پہنانا وغیرہ ذلک سب شرکت شیطانی ہے اسی طرح ان کو معبودوں پر چڑھانا، مار ڈالنا، برے کام سکھانا بھی شرکت شیطانی ہے ۱۲ منہ

چہارم وعدہم شیطانی وعدے۔ دل میں لمبی چوڑی ناجائز آرزوئیں پیدا کرنا، دنیا پر رغبت، آخرت سے نفرت دلانا کہ میاں جو کچھ مزہ ہے یہیں ہے کیسی آخرت؟ اس کے رد میں فرمایا کہ شیطانی وعدے دھوکے کی ٹٹیاں ہوتے ہیں ارمان دل میں ہی رہتے ہیں کہ موت آلیتی ہے۔ اس کے بعد یہ بھی خدا تعالیٰ نے شیطان سے کہہ دیا کہ ان عبادی میرے خالص بندوں پر تیرا کوئی قابو نہ ہوگا اور ان کی کارسازی کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کارساز کافی ہوگا۔ توفیق و عنایتِ الٰہی ہمیشہ ان کے سر پر سایہ فگن رہے گی، ان کی قوتِ بہیمیہ کا غلبہ نہ ہونے پائے گا۔ اس میں کفار پر تعریض بھی ہے۔

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي
تمہارا رب وہ ہے جو دریا میں تمہارے جہاز چلاتا
الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ
ہے تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو کیونکہ وہ
بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٦٦﴾ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ
تم پر بڑا مہربان ہے اور جب کہ دریا میں تم پر کوئی مصیبت
فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ
آجاتی ہے تو اس کے سوا جس کو تم پکارتے ہو وہ سب کھوئے جاتے ہیں
فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَ
پھر جب کہ وہ تم کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اس سے پھر بیٹھتے ہو اور
كَانَ الْإِنسَانُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾ أَفَأَمِنتُمْ
انسان بڑا ہی ناشکر ہے پھر کیا تم اس بات سے نڈر ہو گئے
أَن يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ
کہ وہ تم کو خشکی کی طرف لاکر زمین میں دھنسا دے یا
يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا
تم پر آندھی کا پتھراؤ بھیج دے پھر اس وقت تم

لَكُمْ وَكِيلًا ﴿٦٨﴾ أَمْ أَمِنتُمْ أَن
کسی کو بھی اپنا مددگار نہ پاؤ کیا تم کو اس کا بھی خوف نہیں کہ وہ
يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ
بار دیگر تم کو پھر دریا میں لوٹا لائے پھر تم پر
عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُم
ہوا کا سخت طوفان بھیج دے پھر تمہاری ناشکری کے
بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا
نہیں غرق کر دے پھر تم کو ہم پر کوئی دعویٰ کرنے والا
بِهِ تَبِيعًا ﴿٦٩﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ
بھی نہ ملے اور البتہ بنی آدم کو ہم نے ہی عزت دی ہے
وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم
اور خشکی اور دریا میں اس کو سوار کیا اور اچھی
مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ
چیزیں کھانے کو دیں اور اپنی بہت سی مخلوقات پر
مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴿٧٠﴾ ع ۱۰
ان کو فضیلت عطا کی۔

ترکیب

الا ایاہ استثناء منقطع وقیل متصل ان یخسف مفعول امنتم بکم حال ہے یا یخسف کا صلہ جانب البر مفعول بہ۔ الازجاء السوق والاجراء والتیسیر بمعنی راندن۔ الحصب قال ابو عبیدۃ والقتیبی ہو الرمی بالحاصب شدیدا الحاصبۃ التی ترمی بالحصا الصغار وقال الزجاج الحاصب التراب الذی فیہ حصباء وقیل الحصا حاصب حجارۃ من السماء تارۃ مصدر یجمع علی تیرۃ وتارات والفہا واو لیلۃ القاصف الریح الشدیدۃ التی تکسر شدۃ من قصف الشیء یقصف من ضرب یضرب تبیعا نصیرا او من یتبعنا بانکار ما نزلنا۔

تفسیر

یہاں سے پھر دلائل توحید شروع کرتا ہے۔ اور مشرکین کی عادات ناپسندیدہ کی برائی اور نیز یہ بات بھی بتلاتا ہے کہ خدا کے احسان یاد رکھا کرو اور پہلے جو فرمایا تھا کہ وہ بندوں کا کارساز ہے اب اس کارسازی کا جو نہایت بے بسی کی حالت میں ظہور پذیر ہوتی ہے اظہار فرماتا ہے۔

ربکم الذی انسان کے اوپر جو کچھ اس کے احسانات ہیں وہ بے انتہا ہیں ان میں سے وہ احسانات موقع بموقع بندوں کو یاد دلا کر اپنا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونا ثابت کیا کرتا ہے جو ان کے نزدیک زیادہ تر قابل التفات ہوتے ہیں اس موقع پر عرب کو ان کے سفر و حضر کے انعامات یاد دلاتا ہے۔ عرب یا دریا میں سفر کرتے تھے یا خشکی میں اور اب بھی یہی حال ہے۔ دریا کا سفر کشتی کے ذریعہ ہوتا ہے خواہ وہ ہوائی ہو خواہ دخانی جو اس زمانے میں ایجاد ہوئی ہیں۔ اب سمندر کی ایسی پہاڑ سی موجوں میں ایک تنکے کے برابر یہ جہاز یا کشتی جو مسافروں یا تجارتی مال کو لے کر آتی جاتی ہے اس کو اسی کا یہ قدرت چلاتا ہے رحیما تک کا یہی مضمون ہے۔

واذا مسکم الضر یہ وہ حالت اضطراب بیان فرماتا ہے جو دریا میں کبھی کبھی پیش آجاتی ہے وہ یہ کہ طوفان میں مبتلا ہو جاتے ہیں سو ایسے موقع پر انسان اپنی فطری قاعدہ سے پھر اسی معبود برحق کی طرف التجا کرتا ہے اور سب فرضی معبودوں کو بھول جاتا ہے (مگر جن کی فطرت میں فتور آگیا وہ اس حالت میں بھی اس کی طرف رجوع نہیں کرتے) مگر عرب کے مشرک ایسا نہیں کرتے تھے وہ اس وقت خاص اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے مگر فلما نجٰکم الخ جب خشکی پر آتے تھے تو پھر جاتے تھے پھر اپنے معبودوں کی طرف رجوع کرتے تھے۔

اس بات پر خدا تعالیٰ الزام دیتا ہے وکان الانسان کفورا کہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

افسوس ہے کہ آج کل عام لوگ اس بلا میں مبتلا ہیں مصیبت کا وقت بھول جاتے ہیں جب مصیبت خدا دور کر دیتا ہے اور نعمت دیتا ہے تو بجائے شکریہ کے یہ ناشکری کرتے ہیں کہ فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں بھانڈ رنڈیوں کے ناچ کرتے ہیں۔ اب اس بات پر تہدید فرماتا ہے افامنتم الخ کیا تم کو اس بات سے پورا اطمینان ہو گیا کہ اس حالت میں خدا تم پر اور دوسری قسم کی بلا نہیں بھیج سکے گا، زمین میں غرق نہیں کر سکتا یا آسمان سے پتھر نہیں برسا سکتا؟ یا تم کو پھر دریا کا سفر آئے اور پھر تم کو اسی بلا میں پھنسا کر ہلاک کر دے۔ بنی آدم کا تو یہ حال ہے اور ہمارا یہ حال ہے کہ ولقد کرمنا بنی آدم الخ کہ ہم نے ذات میں جسم میں صورت میں اوصاف میں، علم میں اس کو مخلوقات پر عزت دی۔ وحملناہم اور دریائی اور خشکی کے سفر میں سواری دی، دریا میں کشتی پر اور خشکی میں اونٹ گھوڑے گاڑی پر سوار ہوتے ہیں اور رزقناہم، سفر و حضر میں عمدہ چیزیں کھانے کو دیں، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو بزرگی بخشی۔

یوم ندعوا کل اناس بامامھم

(یاد کرو اس دن کو کہ) جس دن ہم ہر ایک شخص کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے

فمن اوتی کتبہ بیمینہ فاولئک

پھر جن کو ان کی کتاب دائیں ہاتھ میں دی جائے گی سو وہ اپنی

یقرءون کتبھم ولا یظلمون فتیلا ﴿۷۱﴾

کتاب کو (خوشی سے) پڑھیں گے اور ان پر تاگے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔

لہ یہی بزرگی تو ہے جو دن بھر حضرت انسان گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں اور بیلوں کو گاڑی میں جوتتے ہیں۔ اسی طرح اور چیزوں پر آپ حکومت کر رہے ہیں قوی باطنیہ کے زور سے جن اور فرشتوں سے بڑھ جاتے ہیں ۱۲ منہ

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي

اور جو کوئی اس جہان میں اندھا رہا تو وہ

الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾ وَ

آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور بہت ہی بڑا گمراہ ثابت ہوگا اور

اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ

جو کچھ ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے مشرکین آپ کو

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ

اس سے بچلانے ہی لگے تھے تاکہ آپ ہمارے اقرآن کے سوا کچھ اور بنا لائیں

وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ

تو اور جب تو وہ آپ کو دلی دوست بنا لیتے اور اگر ہم نے

اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ

آپ کو ثابت قدم نہ کیا ہوتا تو آپ کسی قدر ان کی

اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ

طرف جھک ہی چلے تھے جب تو ہم آپ کو

ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ

زندگی اور موت میں دوہرا مزہ بھی چکھاتے پھر

لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ وَاِنْ

آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار بھی نہ ملتا اور وہ تو

كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ

آپ کو زمین (مکہ) سے دھکیل دینے کو تھے

لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ

تاکہ آپ کو وہاں سے باہر کریں پھر تو وہ بھی آپ کے بعد

خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ

بہت ہی کم ٹھیرنے پائے تم سے پہلے

قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا

ہم نے جس قدر نبی بھیجے ہیں ان میں ہمارا یہی دستور رہا ہے

وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾

اور ہمارے دستور میں آپ کچھ بھی فرق نہ پاویں گے۔

ترکیب

یوم ندعوا مفعول اونصب اذکر محذوف کا اے اذکر یوم نحشر یوم ندعوا نصب باضمار اذکر یا ظرف ولا یظلمون۔

تفسیر

انسانوں کا باہمی فرق مراتب بیان فرما کر آخرت کا فرق مراتب جو حقیقی تفصیل سے بیان فرماتا ہے یوم ندعوا کل اناس بامامہم یعنی یاد کرو اس دن کو کہ جس دن ہر ایک شخص اپنے پیشوا کے ساتھ بلایا جاوے گا۔ امام لغت میں اس کو کہتے ہیں کہ جس کی پیروی اور اقتدا کی جاتی ہے ہدایت میں خواہ گمراہی میں پس نبی امت کا امام ہے اور خلیفہ رعیت کا۔ اور قرآن مسلمانوں کا امام ہے اور نمازیوں کا امام نماز پڑھانے والا ہے اور اسی طرح انسان کا دلی منشاء جو اس کو نیک یا بد کام پر تحریک کرتا ہے وہ بھی اس کا امام ہے اور اسی طرح گمراہی کے امام ہیں۔ ہر ایک معنی کے لحاظ سے امام سے علماء نے مختلف مراد لی ہیں۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نبی مراد لیتے ہیں کہ قیامت کو ہر ایک امت ان کے نبی کے نام سے پکاری جاوے گی اور اسی طرح ائمہ کفر سے بھی کہیں گے۔ یا امت محمدؐ یا امت موسیٰ یا امت فرعون وغیر ذلک۔ پس ہر ایک امت کو اس کے پیشوا کے ساتھ حاضر کیا جاوے گا۔ اہل جنت کے ساتھ جنت میں اور دوزخی کے ساتھ دوزخ میں جاویں گے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد کتاب ہے۔ حسن و ابوالعالیہ اعمال مراد لیتے ہیں قتادہ نامۂ اعمال پھر نامۂ اعمال کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ جن کو دائیں طرف سے ملے گا وہی اس کو خوشی سے پڑھیں گے گرچہ بائیں طرف والے بھی پڑھیں گے مگر جوں کہ وہ اعمال برے دیکھ کر حسرت و رنج میں ہوں گے خوشی سے نہ پڑھیں گے یہ خوش ہو کر پڑھیں گے درحقیقت انہیں کا پڑھنا ہے۔ پھر جو آخرت میں

ع ۸

غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ اِنَّ قُرْاٰنَ

نماز پڑھا کرو اور نماز فجر پڑھا کرو البتہ فجر کے

الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ

پڑھنے میں مجمع ہوتا ہے اور رات کے ایک

فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۡ عَسٰٓى اَنْ

حصہ میں تہجد بھی پڑھا کرو قرآن کے لیے فائدہ مند ہے امید ہے کہ آپ کا

يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ

رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا اور دعا کیا کرو کہ

رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ

اے رب مجھے خیر سے (مدینہ میں) داخل کر اور

اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ

خیر ہی سے نکال (مکہ سے) اور میرے لیے

مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ

اپنی طرف سے غلبہ و شوکت عطا کر اور اے رسول ان کو

جَاۗءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ

کہہ دو کہ حق (اسلام) آگیا اور باطل (کفر) مٹ گیا بے شک باطل

كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا

مٹ ہی جانے والا تھا اور قرآن میں ہم وہ چیزیں نازل کرتے ہیں جو

هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ

ایمان داروں کے لیے شفا اور رحمت ہیں اور نافرمانوں کو

الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

تو اس سے اور بھی نقصان زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

ترکیب

محروم رہیں گے ان کی محرومی کا سبب بیان فرماتا ہے ومن کان اعمٰی کہ جو اس دنیا میں اندھا رہا اس نے حق نہ دیکھا صراط مستقیم نہ پایا وہ آخرت میں بھی نعماء الٰہی نہ دیکھے گا۔ اندھے ہونے سے مراد دل کا اندھا ہونا ہے نہ کہ ظاہری آنکھوں کا سو دل کے اندھے وہاں بھی الطاف الٰہی سے اندھے رہیں گے کبھی خوشی اور حیات ابدی کا منہ نہ دیکھیں گے نہ اس تک پہنچیں گے راہ گم کردہ ہوں گے۔

اس کے بعد دنیا میں دل کے اندھوں نے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو بار پھسلانا چاہا تھا سو اس کا بیان فرماتا ہے اول۔ وان کادوا الخ اس کے شان نزول میں مفسرین نے مختلف روایتیں لکھی ہیں جن سے یہ نکلتا ہے کہ کفار نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اپنی خواہش پر مجبور کرنا چاہا تھا کہ آپ ہمارے بتوں کی مذمت نہ کریں یا کچھ اور۔ اس پر آپ نے قدرے سکوت کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ کو بہکانا چاہتے تھے اگر آپ بہکتے تو آپ کو ہم دنیا و آخرت میں دو چند عذاب دیتے خدا نے آپ کو محفوظ رکھا۔

دوم وان کادوا لیستفزونک۔ اس کا صحیح شان نزول یہی ہے کہ مشرکین مکہ کچھ فریب کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے پیشتر مکے سے نکال دینا چاہتے تھے۔ آپ نہ نکلے۔ فرماتا ہے اگر وہ ایسا کرتے تو آپ کے بعد ان کو بھی وہاں زیادہ رہنا نصیب نہ ہوتا۔ انبیاء قدیم کا یہی دستور چلا آتا ہے کہ نبی کے نکالنے کے بعد اس قوم کو بھی وہاں امن نصیب نہیں ہوا۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى

آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک

ف الدلوک الدلک ایک جگہ سے ٹلنا چونکہ ٹلنے میں ہاتھ ایک جگہ نہیں ٹھیرتا اس لیے اس کو دلک کہتے ہیں اور اسی وجہ سے اس کے معنے غروب کے بھی لیے ہیں کیونکہ اس میں بھی ٹلنا ہے مگر یہاں زوال ہی کے معنی مراد ہیں اور اسی کو جمہور نے اختیار کیا ہے۔

لہ اس میں مختصر مغرب عشا چار نمازیں آگئیں پانچویں صبح کی نماز قرآن الفجر میں مذکور ہوئی ۱۲ منہ

الی غسق الیل متعلق ہے اقم کے قرآن الفجر معطوف ہے الصلوٰۃ پر یا اس کا نصب علی الاغراء ہے اے علیک قرآن الفجر نافلۃ مصدر بمعنی تہجد اے تنفل نفلا و فاعلہ ہنا مصدر کا لعافیۃ مقاماً منصوب ہے ظرف ہو کر۔

تفسیر

اقم الصلوٰۃ۔ الٰہیات و معاد و نبوت کے مباحث کے بعد طاعت الٰہی کا حکم دیتا ہے اور نیز شیطان کی گمراہی اور بندے کی ناشکری اور قیامت میں نامۂ اعمال کے دیے جانے اور کفار کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قصد بد کرنے کا اور آپ کو محفوظ رکھنے کا ذکر کر کے وہ عمل تعلیم فرماتا ہے جو شیطان کی گمراہی اور بندے کی ناشکری کی رسوائی سے اور کفار کے فریبوں سے بچاوے (یعنی نماز) اور نیز تیرہ سو برس کی تکمیل نماز بغیر ممکن نہیں۔ یہی وہ عمل ہے کہ جو انسان کی روح اور قوی ملکیہ کو روشنی دے کر بندے کو دار آخرت کا مشتاق کرتا ہے۔ تمام تفسیریں متفق ہیں کہ اس آیت میں نماز فرض مراد ہے یعنی نماز پنج گانہ۔ مگر دلوک کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن مسعودؓ اور نخعی و مقاتل اور ابن حبان و ضحاک و سدی کہتے ہیں غروب آفتاب مراد ہے۔ اور ابن عباسؓ و ابن عمرؓ و جابرؓ و عطاء و مجاہد و حسن اور اکثر تابعین بلکہ جمہور اس کے معنی دن ڈھلنے کے لیتے ہیں یہ لفظ دونوں معنوں کے لیے آیا ہے اخیر معنی بہت قوی قیاس اور مناسب مقام ہے۔ اس تقریر پر جیسا کہ امام زہری کہتے ہیں یہ معنی ہوں گے کہ دن ڈھلنے سے شب کی سیاہی چھانے تک نماز قائم کر۔ پس اس میں ظہر عصر مغرب عشا چار نمازیں آگئیں اور صبح کی نماز جو کہ ایک مہتم بالشان نماز تھی اس لیے اس کو قرآن الفجر سے بیان فرمایا اور چوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد بھی فرض تھی (گو ابتدائے اسلام میں امت پر بھی فرض تھی جیسا کہ سورۂ مزمل میں ہے) مگر امت پر نماز پنج گانہ سے فرضیت جاتی رہی استحباب رہ گیا جیسا کہ اخیر سورۂ مزمل سے سمجھا جاتا ہے فاقرءوا ما تیسر من القرآن اس لیے آپ کو فرمایا ومن الیل فتہجد بہ نافلۃ لک (کہ رات میں تہجد بھی پڑھو) نافلۃ لک زیادۃ لک یعنی یہ نماز تم پر زائد ہے یا یہ معنی کہ اس کا تم کو زائد نفع ہے۔ کس لیے کہ آپ معصوم ہیں گناہ سب بخشے گئے اب اس کا نفع ترقی درجات و مزید تقربات کا آپ کو ہے۔ برخلاف امت کے کہ وہ گناہوں سے پاک نہیں اس کے بدلے میں ان کے گناہ معاف ہوں گے۔

مجاہد و قتادہ کہتے ہیں نافلۃ کا لفظ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی نفلی رہ جانے پر دلالت کرتا ہے مگر آپ ہمیشہ تہجد پڑھا کرتے تھے۔ یہاں تک رات کو عبادت و نماز میں کھڑے رہتے تھے کہ پائے مبارک ورم کر آئے تھے چنانچہ ترمذی نے روایت کیا ہے کہ قیام شب سے آپ کے پاؤں ورم کر آئے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے گناہ معاف کیے گئے ہیں پھر آپ اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں فرمایا افلا اکون عبدا شکورا۔ کیا میں اس کی شکر گذاری نہ کروں شکر گذار بندہ نہ ہوں؟۔

تہجد کی کیفیت

صحیح احادیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی پوری کیفیت مذکور ہے کہ کبھی آدھی رات کے بعد اٹھ کر وضو کر کے نماز میں مصروف ہوتے۔ دو دو رکعت کی نیت باندھتے کبھی چار چار کی۔ اخیر میں وتر پڑھتے صبح صادق سے قدرے پہلے۔ اور کبھی دو رکعت پڑھ کر پھر لیٹ جاتے پھر اٹھ کر دو رکعت پڑھتے۔ اسی طرح رات گزار دیتے تھے۔ پھر اس کی کیفیت اور درد و سوز کا تو کچھ بیان ہی نہیں ہو سکتا کہ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں ہوتا تھا، آنکھوں سے آنسو جاری اور دل سے عشق الٰہی کا دھواں اٹھتا تھا جس کا اثر نہ صرف گھر کے لوگوں پر پڑتا تھا بلکہ عرب اور عجم پر بھی پڑا

تہجد کی نماز تمام انبیاء و صالحین کا قدیم دستور ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شب کو نماز پڑھتے یادِ الٰہی کرتے تھے ان کے پاک باز حواریوں کا یہی دستور رہا ہے بعد میں یہ آزادی و بے قیدی پیدا ہوگئی پھر یورپ کے ملحدوں نے اس کو اور بھی ترقی دی افسوس۔

مالکؒ نے عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ چار چار نفلوں کی نیت باندھتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے۔ اور ایک روایت میں تیرہ رکعت بھی آئی ہیں چنانچہ مالکؒ نے اس کو زید بن خالد جہنی سے روایت کیا ہے۔

ف (۱) غسق اللیل رات کی سیاہی اور اندھیرا۔ قال الکسائی غسق اللیل غسوقاً الغسق بفتح السین اسم جس کے معنی سیلان کے ہیں۔ کہتے ہیں غسقت العین تغسق جب کہ آنکھ پانی سے بھر جاوے۔ بہنے والے کو غاسق کہتے ہیں۔ اس لیے جہنمیوں سے جو پیپ بہے گی اس کو غساق کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ سے نافع بن ازرق نے اس کے معنی پوچھے فرمایا رات کا اندھیرا چھا جانا۔ ازہری کہتے ہیں جب شفق غائب ہو جائے غسق اللیل پایا گیا۔

(۲) قرآن الفجر سے مراد نماز صبح ہے کبھی جزو سے کل تعبیر ہوا کرتا ہے اس لیے نماز کو کبھی رکوع کبھی سجود کبھی تسبیح کہتے ہیں۔ نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے خصوصاً صبح کی نماز میں اس کا زیادہ تر اہتمام ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو قرآن الفجر سے تعبیر کیا۔

پھر قرآن الفجر کی نسبت فرماتا ہے ان قرآن الفجر کان مشہودا۔ مشہود کے معنی حاضر کیا گیا۔ یا جس کے پاس لوگ جمع ہوں یا گواہی دیا گیا ان معنی کے لحاظ سے اس کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں اور سب ٹھیک ہیں ایک گروہ مفسرین کہتا ہے کہ صبح کی نماز میں ملائکہ رحمت آتے ہیں اور جمع ہوتے ہیں۔ رات کے فرشتے جو انسان کے محافظ اور اس کے اعمال کے نگران رہتے ہیں صبح کو جاتے ہیں اور دن کے آتے ہیں اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اور نمازوں کی نسبت صبح کی نماز میں صالحین زیادہ جمع ہوتے ہیں کیوں کہ اس وقت کاروبارِ دنیا بھی کم ہوتا ہے فرصت کا وقت ہوتا ہے اور نیز خوابِ شیریں سے بیدار ہو کر خدا پرستوں کی جماعت میں شامل ہونا اور خدا سے دعا مانگنا اس کی نعمتوں کا شکر یہ بجا لانا بڑی عبادت ہے جس لیے اہتمام کیا جاتا ہے۔ بعض نے یہ فرمایا ہے کہ اس جماعت کے لوگوں کے لیے ملائکہ خدا کے آگے جا کر ان کے حاضرِ دربار ہونے کی گواہی دیا کرتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ یہ نماز اس کے کمال و قدرت کی شہادت ہے کیوں کہ رات کا جانا دن کا آنا ظلمتِ شب دور ہونا نور کا ظہور ہونا، انسان جو عالمِ خواب میں اس جہان سے غافل تھا اس کا بیدار ہونا گویا خوابِ عدم سے بیدار ہونا صبح کو اٹھنا حشر کا نمونہ ہے اس لیے بالخصوص اس نماز کو جماعت سے ادا کرنا اور اس میں زیادہ قرآن پڑھنا جس کے سننے کو ملائکہ حاضر ہوتے ہیں مسنون اور امرِ مؤکد ہے۔

(۳) تہجد شبِ اخیر کی نماز کو کہتے ہیں۔ فتہجد بہ اے بالقرآن کما قال قم اللیل الا قلیلا الی قولہ ورتل القرآن ترتیلا۔ ہجود لغت میں سونے کو کہتے ہیں اور ہاجد سونے والا چوں کہ یہ نماز سو کر پڑھی جاتی ہے اس لیے اس کو تہجد کہتے ہیں۔ اور مصلی یا لیل کو ہاجد و متہجد کہتے ہیں۔ نماز تہجد کا وقت باتفاق جمہور علماء آدھی رات کے بعد سے لے کر صبح صادق تک ہے۔ غالباً اول شب میں انسان سو جاتا پھر بیدار ہو کر یہ نماز پڑھتا ہے۔ اس میں یہ شرط نہیں کہ ضرور اول شب میں سوئے اور جو نہ سوئے گا تو نمازِ تہجد نہ ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالخصوص نمازِ تہجد کا حکم

دینے کی وجہ بیان فرماتا ہے عسٰی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً کہ خدا تعالیٰ عن قریب آپ کو شافع محشر بنا کر مقام محمود میں کھڑا کرنے والا ہے۔ یہ وہ کرامت و عزت ہے جو بنی آدم میں بجز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو نصیب نہیں اس لیے سب سے زیادہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عبادت اور شب کا سوز و گداز بھی فرض ہوا ؎

دلا بسوز کہ سوزے تو کارہا بکند
دعائے نیم شبی دفع صد بلا بکند

مقام محمود

ف مقام محمود یحمدہ القائم فیہ وکل من عرفہ وہو مطلق فی کل مقام یتضمن کرامۃ (بیضاوی) یعنی مقام محمود وہ عمدہ جگہ ہے کہ جہاں کھڑا ہونے والا اور اس کو جاننے والا اس کی حمد اور تعریف کرے۔ مطلقاً مقام محمود ہر عزت کی جگہ کو کہتے ہیں۔ مقام کو محمود اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی حمد کی جاتی ہے۔ گو حمد اختیاری خوبیوں پر ہوتی ہے اور مقام کی خوبیاں اختیاری نہیں لیکن یا تو شرط اختیاری ہر جگہ نہیں یا حمد بمعنی مدح ہے یا یہ کہ وہ محمود فیہ ہے یعنی اس جگہ حمد کی جاتی ہے وہاں کھڑے ہونے والے کی یا کھڑا ہونے والا خدا تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ

عرف شرع میں مقام محمود سے اس آیت میں کہ جہاں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا کرنے کا اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے باتفاق تمام مفسرین وہ مقام مراد ہے کہ جہاں حضرت قیامت کے روز عاصیوں کے لیے شفاعت کرنے کو کھڑے ہوں گے جس روز کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہما السلام تک سب انبیاءؑ نفسی نفسی کہیں گے، اور کسی کو مجال نہ ہوگی کہ شفاعت کی کرسی پر بیٹھے صحیح بخاری و دیگر کتب حدیث میں جو مختلف راویوں سے مروی ہے شفاعت کبریٰ کے بیان میں یوں وارد ہے کہ قیامت کے روز لوگوں پر سختی ہوگی تو آدمؑ کے پاس آئیں گے مگر وہ عذر کریں گے یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے سب انبیاء اولوالعزم کے پاس آویں گے ابراہیم، موسیٰ، داؤد علیہم السلام مگر سب ہی تو عذر کریں گے اور کہیں گے کہ محمدؐ کے پاس جاؤ جن کے خدا نے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے آج بجز ان کے اور کوئی اس لائق نہیں۔ تب وہ میرے پاس آکر مجھ سے درخواست کریں گے پھر میں خدا تعالیٰ کے پاس جاکر اس کے آگے سجدہ میں گر پڑوں گا اور بہت عرصہ تک سجدہ میں حمد و ثنا کرتا رہوں گا۔ حکم ہوگا اے محمد! سر اٹھا قل تسمع واشفع تشفع وسل تعط کہ کہہ تیرا کہا سنا جائے گا شفاعت کر کہ تیری شفاعت قبول ہوگی، مانگ دیا جائے گا تب میں اس کی ثنا و صفت کر کے شفاعت کروں گا۔ پھر ایک تعداد معین ہوگی کہ وہ جہنم سے میری شفاعت سے نکلیں گے۔ بار دگر پھر آکر اسی طرح سجدہ میں گروں گا۔ پھر اسی طرح حکم ہوگا، پھر ایک جماعت کثیر بخشی جاوے گی۔ الغرض اسی طرح تین بار کروں گا کہ پھر تو وہی جہنم میں رہ جاویں گے کہ جو مطابق قرآن کے جہنم کے لیے سدا سدی کے لیے مقرر ہو چکے ہیں یعنی کافر و مشرک ؎

نماند بعصیاں کسے در گرو
کہ دارد چنیں سید پیش رو

پہلے فرمایا تھا کہ وہ تم کو مکہ سے نکالنا چاہتے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اقم الصلوٰۃ نماز پڑھا کرو ان جاہلوں کی باتوں کی طرف التفات نہ کرو اللہ آپ کا حامی و ناصر ہے۔ اب پھر اس واقعہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لیے فرماتا ہے یعنی جو اصلی کام ہے یعنی نماز و عبادت اس کو بجا لاؤ۔ اس سے

غافل نہ رہو دین دنیا میں اس سے سرسبزی اور برتری ہے۔ رہا مکہ سے نکلنا اور قریش کا اس بات کے درپے ہونا یہ ایک امر مقدر ہے جس پر قضا و قدر نے اسلام کی ترقی وابستہ کر رکھی ہے اس کے لیے اے نبی یہ دعا کیا کرو وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق یعنی تو اے اللہ مجھے مکہ سے بھائی سے نکال کہ پھر میرے دل میں حب وطن نہ رہے اور ان مشرکوں کی طرف سے پھر تکالیف برداشت نہ کرنی پڑیں اور نیز سچائی کے ساتھ نکالنے سے یہ بھی مراد ہے کہ خاص تیرے ہی لیے اور تیری ہی راہ میں ہجرت ہو کسی دنیاوی غرض یا کسی جرم پر جلاوطنی نہ ہو۔ اور مدینہ میں مجھے سچائی سے داخل کر۔ اور چونکہ اس دین کا تمام دنیا پر پھیلنا ٹھیر چکا ہے اور پردیس میں قوت ہی نہیں رہتی اور نیز مدینہ کے متصل کسریٰ و قیصر کی حکومتیں اور دیگر قبائل شریر و سرکش بھی ہیں اس لیے یہ بھی دعا کرو، واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا کہ مجھے اپنے ہاں کی قوت و شوکت بھی عطا کر چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں حسب بشارت زبور خدا تعالیٰ نے وہ قوت و شوکت عطا کی کہ جس سے دنیا میں آسمانی سلطنت قائم ہوئی اور کسریٰ و قیصر کو مٹا دیا گیا کوئی شخص خدا کے دین کا مقابل نہ ہو سکا۔ ادخلنی مدخل صدق الخ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مجھے دنیا سے سچائی کے ساتھ نکال اور دار الخلد میں سچائی کے ساتھ داخل کر اور یہ بھی کہ خواص بشریہ سے نکال کر خواص ملکیہ میں داخل کر، وغیر ذلک من الاسرار۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرما کر ارشاد فرماتا ہے وقل جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا کہ اب تاریکی کفر و بدکاری کا زمانہ گیا، نور و صداقت کا زمانہ آگیا۔ حق سے مراد اسلام ہے اور باطل سے کفر و بت پرستی و دیگر قبائح جو دنیا میں مروج تھے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ فتح مکہ کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے پاس جو تین سو ساٹھ بت رکھے تھے ان میں سے جس کی طرف لکڑی سے یہ آیت پڑھ کر اشارہ کرتے تھے وہ منہ کے بل گر پڑتا تھا، فرماتا ہے کہ یہ باطل کا مٹنا اور حق کا آنا قرآن کے سبب سے ہے جس کو ہم نازل کر رہے ہیں ونزل من القرآن الخ کہ جس میں ایمان داروں کے لیے امراض باطنیہ و ظاہریہ سے شفا ہے اور ان کے لیے رحمت ہے اور بے انصافوں کو اس سے اور بھی نقصان ہوتا ہے۔ جوں جوں وہ انکار کرتے ہیں خسارہ بڑھتا جاتا ہے۔

وَإِذَآ أَنْعَمْنَا عَلَى ٱلْإِنسَٰنِ أَعْرَضَ

اور جب ہم انسان پر کرم کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا

وَنَـَٔا بِجَانِبِهِۦ وَإِذَا مَسَّهُ ٱلشَّرُّ كَانَ

اور اکڑنے لگتا ہے اور جب اس پر مصیبت آتی ہے تو ناامید

يَـُٔوسًا ﴿٨٣﴾ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ

ہو جاتا ہے　کہدو ہر ایک اپنے اپنے طریقے پر

شَاكِلَتِهِۦ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ

عمل کر رہا ہے　پھر آپ کے رب ہی کو خوب معلوم ہے

أَهْدَىٰ سَبِيلًا ﴿٨٤﴾ وَيَسْـَٔلُونَكَ

کہ کون راہ راست پر ہے　اور آپ سے (ماہیت) روح

عَنِ ٱلرُّوحِ قُلِ ٱلرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّى

کی بابت سوال کرتے ہیں (اس) کہدو　روح خاص میرے رب کے حکم سے ہے

وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ ٱلْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٥﴾

اور تم کو علم جو دیا گیا ہے　تو بہت ہی تھوڑا ہے

وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِٱلَّذِىٓ أَوْحَيْنَآ

اور اگر ہم چاہیں　تو جو کچھ آپ کی طرف وحی کیا ہے (قرآن) اس کو

إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِۦ عَلَيْنَا

اٹھا لے جاویں　پھر تو آپ کو اس کی بابت کوئی ہم سے مطالبہ

ف روح کو ایک جوہر وہ عقلاء صرف یہی کہتا ہے کہ وہ خون کی لطیف بھاپ ہے جس کے زور سے ذی روح کی کل چل رہی ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

ع ۹ ۹

وَكِيْلًا ﴿٨٦﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ

کرنے والا بھی نہ ملے گا　مگر یہ صرف آپ کے رب کی رحمت ہے

اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿٨٧﴾

(جو اپنا نہیں کرتا) بے شک اس کی آپ پر بڑی عنایت ہے

ترکیب

تا بالف بعد الہمزۃ لے بعد عن الطاعۃ ویقرء بہمزۃ بعد الالف وفیہ وجہان احدہما ہو مقلوب تأی والثانی ہو بمعنی نہض۔ الا رحمۃ مفعول لہٗ والتقدیر حفظنا وعلیک للرحمۃ من ربک رحمۃ کی صفت یا حال۔

تفسیر

قرآن سے ان ظالموں کو زیادہ خسارہ ہونے کا یہ سبب نہیں کہ قرآن میں کوئی نقص ہے بلکہ یہ سبب ہے کہ اذا انعمنا علی الانسان الخ انسان کی جبلی عادت ہے کہ جب اس پر انعام الٰہی ہوتا ہے دولت و راحت ملتی ہے تو بجائے شکر گذاری و فرماں برداری کے اکڑنے لگتا ہے متکبر ہو جاتا ہے نبی اور خدا تعالیٰ کی کتاب کو نہیں مانتا اس لیے خسارہ میں پڑتا ہے اور جب مصیبت آتی ہے تو بجائے صبر کے ناامید ہو جاتا ہے مگر خدا تعالیٰ اس پر بھی انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ ہر ایک نیک و بد کو خواہ وہ کسی طریق پر کیوں نہ ہو مہلت دیتا ہے اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے قل کل یعمل الخ کہ کہدو ہر ایک ہم میں سے اور تم میں سے اپنے اپنے طریقہ پر عمل کر رہا ہے کیے جاوے لیکن ان میں سے دراصل کون نیک ہے اس کو خدا ہی جانتا ہے مرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا۔ من جملہ اسباب خسران کے ایک یہ بھی تھا کہ وہ قرآن مجید پر ہمیشہ بیہودہ نکتہ چینیاں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار باہم مشورہ کیا کہ یہود اہل کتاب ہیں ان سے دریافت کر کے کوئی ایسی بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنی چاہیے کہ جس کا جواب نہ آسکے اس لیے یہود سے دریافت کیا انہوں نے کہا تین باتیں پوچھو اگر ان میں سے دو کا بھی جواب دے دیا تو جاننا کہ نبی ہے ورنہ نہیں۔ اور یہ تین باتیں بتلائیں۔ اول روح کی بابت سوال کرو، دوم اصحاب کہف کا حال پوچھو، سوم ذی القرنین کا حال پوچھو کہ وہ کون تھا اور کہاں کہاں گیا اور اس نے کیا کیا؟

سب سے اول ویسئلونک عن الروح الخ انہوں نے روح کی بابت سوال کیا۔ فرماتا ہے کہ اے نبی آپ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں وہ کیا ہے۔ چوں کہ یہ بے کار سوال تھا، اور نیز حقائق اشیاء بالخصوص روح کی حقیقت کا ادراک کما ہی ان کے فہم و استعداد سے باہر تھا اس لیے جواب میں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) جب وہ نہیں تو سب کام بگڑ جاتا ہے اس ذی روح کے مرنے کے بعد پھر کچھ بھی باقی نہیں رہتا چنانچہ یورپ کے دہریہ اور مادی لوگ اسی کے قائل ہیں جس لیے وہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان پر نہ کوئی ثواب ہے نہ عذاب ہے کیوں کہ وہ باقی تو رہی نہیں اگرچہ یہ خیال محض مغالطہ ہے جس کی غلطی کا اب یورپ کے حکماء پر بھی انکشاف ہوتا چلا ہے کیوں کہ ایک جماعت حکماء قائل ہو گئی ہے کہ مرنے کے بعد روح ایک نورانی پیکر میں ہو جسم اول سے مناسبت رکھتا ہے قائم رہتی ہے۔ ہم کو پچھلی باتیں سب یاد رہتی ہیں وہ رنج و راحت بھی پاتی ہے۔ حکماء یونان کا بھی یہی خیال ہے اور اکثر اہل ہند بھی اسی کے قائل ہیں۔ جزئیات احوال روح میں البتہ بڑا اختلاف ہے ہنود کا ایک گروہ اس کو قدیم ذاتی کہتا ہے اسی طرح اس کے بقا کی بابت بھی کلام ہے بعض ابدی ذاتی کہتے ہیں آریہ وغیرہ بعض زمانہ دراز تک بقا مانتے ہیں۔ ہنود یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک بدن کو چھوڑ کر جدا دوسرا پہننے کے لیے دوسرے جسم میں آتی ہے اور اس علم عنصری کے میدان میں ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہے ان کے نزدیک گویا یہی علم قدس ہے۔ اسلام نے قرآن و احادیث میں روح کے متعلق دوسرے عالم میں ثواب و عذاب کی بہت تصریح

(باقی اس حالت کو آگے پڑھیے)

فرمادیا قل الروح من امر ربی کہہ دو روح ایک امر رب ہے اس کے حکم سے بنی ہے حادث ہے قدیم ذاتی نہیں نہ وہ خدا ہے نہ اس کا کوئی جزو ہے بلکہ از قسم مخلوق ہے جس پر اور مخلوق کی طرح خدا کو اختیار و قدرت ہے۔ من امر ربی سے یہ سب باتیں سمجھی جاتی ہیں اس قدر علم کافی ہے جواب شافی ہوگیا باقی رہا اس کی حقیقت کا ادراک کلی سو روح کا تو کیا اور بھی لاکھوں چیزوں کا انسان کو ادراک کلی نہیں، خاک، پانی کی بھی حقیقت پوری نہیں بتلا سکتے کیوں کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ کہ تم کو اے انسان یا اے سوال کرنے والو حقائق الاشیاء سے ادراک کا بہت ہی کم حصہ ملا ہے۔ روح کی حقیقت میں حکما کا مباحثہ چلا آتا ہے اور ہر ایک قوم نے دور از کار خیالی گھوڑے دوڑائے ہیں اور اب تک بھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ بھلا عرب کے جاہلوں سے بجز اس قدر جواب کے اور کیا کہا جاتا۔ اب اس بات کے ثبوت کے لیے کہ پیغمبر علیہ السلام جو کچھ فرماتے ہیں وہ الہام اور وحی کے ذریعے سے، ان کی خانہ ساز اس میں کوئی بات بھی نہیں۔ فرمایا جاتا ہے ولئن شئنا لذہبن الخ کہ اگر ہم چاہتے تو قرآن مجید کو جو سرچشمہ علوم ہے محو کر دیتے مگر ہمارا فضل ہے جو ایسا نہیں کیا یعنی یہ ہماری طرف سے ہے جس کے اٹھا لیے جانے پر ہم قادر ہیں۔

لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ
لوگوں کے لیے ہر ایک قسم کی مثال بھی کھول کھول کر
مَثَلٍ فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿٨٩﴾
بیان کر دی پھر اس پر بھی اکثر لوگ انکار کیے بغیر نہ رہے
وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا
اور کہہ دیا کہ ہم کبھی ہرگز نہ مانیں گے جب تک کہ ہمارے لیے
مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا ﴿٩٠﴾ أَوْ تَكُونَ
زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کر دو یا تمہارے لیے
لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ
کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو کہ پھر تم
الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ﴿٩١﴾ أَوْ تُسْقِطَ
اس میں سے نہریں بھاڑ کر نکالا کرو یا جیسا کہ تم
السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ
گمان کرتے ہو ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا نہ گرا دو یا
تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ﴿٩٢﴾
تم اللہ اور فرشتوں کو روبرو نہ لا کھڑا کر دو
أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ
یا تمہارے لیے کوئی سنہری مکان نہ ہو یا
تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ ۖ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ
تم آسمان میں نہ چڑھ جاؤ اور ہم تو تمہارے منتر کو ہرگز نہیں مانیں گے
حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ ۗ
جب تک تم ہم پر کوئی ایسی کتاب نازل نہ کرا دو کہ جس کو ہم خود پڑھ لیا کریں
قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا
کہہ دو سبحان اللہ میں کیا ہوں مگر
بَشَرًا رَّسُولًا ﴿٩٣﴾
ایک آدمی اس کا بھیجا ہوا۔

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ
(اے نبی) کہہ دو اگر سب آدمی اور سب جن مل کر بھی ایسا
أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا
قرآن بنا لانا چاہیں تو ایسا
يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ ع ۱۰ ۹ ۱۰
قرآن بنا نہ سکیں گے اگرچہ ان میں سے ایک دوسرے کی
لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴿٨٨﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا
پشتی ہی پر کیوں نہ ہوں اور ہم نے اس قرآن میں

ترکیب لایاتون جواب لئن اسے جواب قسم محذوف دل علیہ اللام الموطئۃ ولولا ہی لکان جواب

الشرط بلا جزم لکون الشرط ماضیا، بیضاوی۔

تفسیر

من جملہ ان باتوں کے کہ جن سے قرآن مجید پر اعتراض کیا کرتے تھے ایک یہ بات بھی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ اس قرآن میں کون سی خوبی ہے؟ اگر چاہیں تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہ بھی ہے کہ قرآن کی بابت فرمایا تھا کہ وہ ہماری طرف سے ہے اگر ہم چاہیں تو واپس لے جائیں پھر تمام مخلوق مل کر بھی زور لگائے تو ایسا قرآن نہ بنا سکے کما قال قل لئن اجتمعت الخ کہ تم کیا اگر تمہارے ساتھ تمہارے وہ جن بھی شریک ہوں کہ جن سے تم مدد مانگا کرتے ہو اور جن کے ذریعہ سے تمہارے کاہن غیب کی باتیں بتلا کر بڑے بڑے دعوے کیا کرتے ہیں وہ بھی شریک ہوں تو اس کا مثل نہ بنا سکیں گے۔ بلاغت و فصاحت کے معجزہ کے علاوہ اس میں روح کو زندہ کرنے والی انسان کے دل پر چوٹ مارنے والی اور سب علوم الہامیہ کے متعلق وہ وہ باتیں ہیں کہ جن کو کوئی نہیں بتا سکتا۔ مقدمۂ تفسیر میں اس مسئلہ کی خوب شرح ہو چکی ہے۔

ابن اسحاق و ابن جریر نے سعید یا عکرمہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں یوں بھی نقل کیا ہے کہ سلام بن مشکم چند یہود کو ساتھ لے کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ نے ہمارا قبلہ ترک کر دیا اور یہ قرآن توریت کے برابر نہیں ایسا ہم بھی کہہ سکتے ہیں پھر آپ کا اتباع کیوں کر کریں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ شیبہ و عتبہ ربیعہ کے بیٹے اور ابو سفیان اور ولید بن المغیرہ و ابو جہل وغیرہم کفار قریش نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر تو خدا کا سچا رسول ہے تو مکہ خشک جگہ ہے یہاں کوئی پانی کا چشمہ جاری کر دے یا کوئی ایسا تر و تازہ باغ انگوروں اور کھجوروں کا لگا دے کہ جس میں سے بڑی نہریں چلا کریں جیسا کہ عراق و شام میں ہے۔ یا تو جیسا کہتا ہے کہ قیامت کو آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرے گا تو اس کا کوئی ٹکڑا ہم پر ابھی گرا دے یا ہمارے سامنے اللہ اور فرشتوں کو لا کہ ہم ان کو آنکھ سے دیکھیں اور ان سے پوچھیں کہ محمدؐ کو تم نے رسول بنا کر بھیجا ہے یا کوئی سونے چاندی کا بنا ہوا مکان موجود کر کے دکھا دے یا تو ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جا اور وہاں سے کوئی لکھی ہوئی کتاب لا کر جس کو ہم پڑھ لیں تب تو ہم تجھے مانیں گے ورنہ ہم تجھے نہیں مانتے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی و قالوا لن نؤمن الخ اس میں تعلیم کر دی کہ ان سے کہہ دو سبحان اللہ! یہ کیا لغو باتیں ہیں تم نے کیا مجھ کو قادر مطلق سمجھ لیا ہے یا مجھے اس بات کا دعویٰ ہے تاکہ پھر تمہارے کہنے سے یہ باتیں کر دوں۔ میں تو آدمی ہوں خدا تعالیٰ کے حکم بغیر کچھ نہیں کر سکتا ہاں رسول ہوں احکام پہنچانے والا ہوں۔ قرآن کو رقیہ یعنی منتر بتلایا۔ ان پہلی باتوں کو اگر یہ سب کچھ بھی ہو جائے تو یہ تمہارے جادو منتر کا اثر سمجھا جاوے گا بلکہ آسمان سے ہمارے اوپر بھی کوئی کتاب اتروا کہ ہم خود اس کو پڑھ لیں۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ

اور لوگوں کو ایمان لانے سے جب کہ ان کے پاس ہدایت آگئی

جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ

صرف یہی بات مانع آئی کہ کہنے لگے کیا اللہ نے

اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي

آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ اے نبی کہہ اگر زمین پر

الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ

رہتے بستے ہوتے کہ اطمینان سے چلتے پھرتے

لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾

تو ہم ان پر آسمان سے فرشتے ہی رسول بنا کر بھیجتے

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ

(اور) کہدو میرے اور تمہارے درمیان اللہ بس ہے گواہی کے لیے

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾

کیونکہ وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا دیکھتا ہے

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ

اور جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پر ہے اور جن کو

يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ

وہ گمراہ کرے پھر ان کے لیے اس کے سوا تم کو کوئی چارہ گر

دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى

نہ ملے گا اور ہم ان کو قیامت کے دن منہ

وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ

کے بل اندھے گونگے بہرے کر کے چلائیں گے

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ

ان کا ٹھکانا جہنم ہے جب آگ بجھنے لگے گی تو ہم اور

سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ

بھڑکا دیں گے یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا

کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہدیا کہ جب ہم

عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو کیا پھر نئے سرے سے پیدا

خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾

کر کے اٹھائے جائیں گے؟

ترکیب

الا ان قالوا جملہ فاعل منع۔ فی الارض خبر کان ملائکۃ موصوف یمشون ذی الحال مطمئنین حال سب اسم۔ لنزلنا جواب لو۔

تفسیر

عرب کے مشرکوں اور کافروں کا نبوت میں ایک یہ بھی بڑا شبہ تھا کہ نبی تو ہم جیسا ہی انسان ہے رسالت اور نبوت کے لیے تو ہم سے بالاتر اشخاص ہونے چاہییں جو کھانے پینے زن و فرزند کے جملہ علائق سے پاک و صاف ہوں اور وہ فرشتے ہیں۔ خدا نے اگر اپنے پیغام پہنچانے تھے تو فرشتوں کو کیوں رسول بنا کر نہ بھیجا۔ یہی وہ ایک بات ان کے دل میں کھٹکتی تھی جس سے وہ ایمان نہیں لاتے تھے۔ شبہ کا جواب دیتا ہے وما منع الناس الخ کہ رسول تو اسی قوم کا شخص ہونا چاہیے کہ جس کی طرف وہ بھیجا جاتا ہے کیوں کہ ان کے تمام مفاسد اور موجود خرابیوں کو جن کی اصلاح کے لیے یہ بھیجا گیا ہے یہی خوب جان سکتا ہے اور نیز باہم موانست غیر جنس سے ممکن نہیں اور رسول کے لیے یہ بات ضروری ہے جس پر ہدایت کا مدار ہے۔ اور نیز فرشتے بھی آتے تو انسان کی صورت میں ہی ہو کر آتے تاکہ ان سے کلام کریں دکھائی دیں سو ان پر بھی شبہ ہوتا کہ جانے یہ کون ہیں؟ اس لیے فرماتا ہے لو کان فی الارض الخ کہ اگر زمین پر فرشتے بستے ہوتے تو ان کے پاس البتہ فرشتے رسول ہو کر آتے اس کے بعد فرمایا کہو میری رسالت کی خدا گواہی دے رہا ہے سو یہ کافی ہو رہی ہدایت سو یہ اس کے ہاتھ ہے جس کو وہ چاہتا ہے وہی ہدایت پر آتا ہے اور جس کو ازل سے گمراہی نصیب ہے اس کو کون ہدایت کر سکتا ہے نہ انسان نہ فرشتہ مگر ان گمراہوں کا حشر میں یہ حال ہوگا ونحشرہم یوم القیامۃ الخ کہ وہ منہ کے بل جائیں گے اندھے گونگے بہرے ہوں گے۔

ف چنانچہ ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت میں تین طرح سے لوگ چلیں گے ایک پاپیادہ دوم سوار ہو کر سوم منہ کے بل۔ پوچھا منہ کے بل کیونکر چل سکیں گے؟ فرمایا جس نے پاؤں کے بل چلایا کیا وہ منہ کے بل چلانے پر قادر نہیں؟ ۱۲ منہ

منہ کے بل چلنا محاورہ ہے سرنگوں اور ذلیل ہو کر چلنے سے ان کے دنیا میں تکبر کرنے کے بدلے میں۔ اور حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے کیوں کہ اللہ اس طرح چلانے پر بھی قادر ہے جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے۔ دوزخیوں کا اور آیات سے دیکھنے والا سننے والا کہنے والا ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہاں اس کے خلاف ہے پس اس بھرے اندھے گونگے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ خوشی کی چیزیں دیکھنے میں نہ آئیں گی نہ سننے میں نہ کہنے میں۔ یا یہ حالت ان کی ابتدا حشر کے وقت ہو پھر حساب کے وقت یہ قوتیں دی جاویں۔ فرماتا ہے یہ سزا ان کے کفر اور انکار حشر کے سبب سے ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ
کیا وہ نہیں جانتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو

وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ
بنایا ہے وہ ان جیسے اور بھی بنا سکتا ہے

وَجَعَلَ لَهُمْ أَجَلًا لَا رَيْبَ فِيهِ فَأَبَى
اور ان کے بار بار پیدا کرنے کے لیے اس نے ایک میعاد مقرر کر دی جس میں کوئی شک نہیں اس پر

الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُورًا ﴿٩٩﴾ قُلْ لَوْ أَنْتُمْ
بھی ظالم انکار کیے بغیر نہ رہے کہہ اگر تم

تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي إِذًا
رب کی رحمت کے خزانے تمہارے ہاتھ میں ہوتے تو

لَأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ ۚ وَ
خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم ان کو بند کر کے ہی رکھتے اور

كَانَ الْإِنْسَانُ قَتُورًا ﴿١٠٠﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا
انسان بڑا تنگ دل ہے اور البتہ موسیٰ کو

مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَسْأَلْ بَنِي
ہم نے نو نشانیاں کھلی ہوئی دی تھیں پھر بنی اسرائیل سے

إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ
بھی پوچھ دیکھو جب کہ موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون نے

فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَىٰ مَسْحُورًا ﴿١٠١﴾
کہہ دیا کہ اے موسیٰ میں تو تجھے جادو کا مارا ہوا جانتا ہوں۔

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَنْزَلَ هَٰؤُلَاءِ
(موسیٰ نے کہا) یہ تو تجھ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ (معجزات) آسمانوں

إِلَّا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
اور زمین کے مالک ہی نے لوگوں کے سمجھانے کو

بَصَائِرَ ۖ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ
اتارے ہیں اور میں تو اے فرعون تجھ کو ہلاک ہوا

مَثْبُورًا ﴿١٠٢﴾ فَأَرَادَ أَنْ يَسْتَفِزَّهُمْ
جانتا ہوں پس اس نے چاہا کہ ان کو زمین سے

مِنَ الْأَرْضِ فَأَغْرَقْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ
اکھیڑ دے تب تو ہم نے اس کو اور اس کے ساتھ والوں

جَمِيعًا ﴿١٠٣﴾ وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِي
سب کو ڈبو دیا اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے

إِسْرَائِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ
کہہ دیا کہ (اب) زمین پر (آرام سے) بسو

ترکیب

انتم مرفوع ہے فعل محذوف سے جس کی تفسیر تملکون ہے اذا لامسکتم جواب لو خشیۃ منصوب ہے مفعول لہٗ امسکتم کا

ع ۱۱ / ۱۱

عہ ترمذی نے روایت کیا ہے کہ دو یہودیوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ موسیٰ کو وہ نو نشانیاں کون سی دی تھیں آپ نے جواب شافی دیا ان کو بیان کر دیا انہوں نے ہاتھ پاؤں چوم لیے اور کہا تو بے شک نبی ہے۔ خضر کہتا ہے کہ ان نشانیوں سے مراد جو یہود نے پوچھی تھیں احکام عشرہ تھے جو توریت میں موجود ہیں جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرک نہ کرو الخ۔ اور یہاں تو معجزات مراد ہیں ۱۲

عہ قتور نقفہ بر میاں تنگ بخردن ۱۲ صافی

ہو کر نہ ہو تو اشارہ ہے آیات کی طرف۔ الثبور الھلاک والخسران ان یستفزھم لے یستفھم ویستاصلھم۔ جمیعا لے فرعون ہذا الزمان و من کان معہ فی عسکرہ لاجمع القوم۔

تفسیر

ملکر حشر تعجب سے کہتے تھے کہ جب ہڈیاں ہو کر چورا چورا ہو جاویں گے بھلا پھر کیوں کر بار دیگر زندہ ہوں گے۔ اس شبہ کا جواب مختلف طور سے قرآن میں دیا گیا ہے۔ یہاں اپنی قدرت کاملہ کے اثبات سے دیتا ہے اور مسئلہ نبوت کے بعد اسی مناسبت سے مسئلہ حشر میں کلام ہوتا ہے۔ فقال اولم یروا۔ کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کو بنایا ہے پھر کیا وہ قادر تم کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا اس پر بھی وہ ظالم نہیں مانتے اس کے بعد دوسری دلیل بیان فرماتا ہے جس سے حشر کا مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے اور نبوت کا بھی جس میں پہلے سے کلام تھا۔ فقال لو انتم کہ ان سے کہدو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں دیکھو ہماری کیسی فیاضی ہے کہ ان کو وجود اور ان کے اندر کے رہنے والوں کو شب و روز بے شمار چیزیں عطا کرتے ہیں پھر مرنے کے بعد دوبارہ وجود عطا کرنا معاد باقیہ دینے کے لیے ہماری فیاضی سے کیا بعید ہے۔ تم اپنے حال پر قیاس کرتے ہو ہاں تمہاری فطرت میں یہ بخل ہے کہ اگر تمہارے ہاتھ میں رحمت کے خزانے بھی آجاویں تو مارے خوف کے کہ مبادا کم ہو جاویں صرف کرنے سے ہاتھ روکو بند کر کے رکھو اور ہمارے ہاں کس چیز کی کمی ہے ہماری فیاضی ہمارے خزائن میں کمی نہیں کرتی نہ کسی فعل کے کرنے سے ہماری قوت کم ہوتی ہے۔ اپنے حال پر ہم کو قیاس نہ کرو۔ مسئلہ نبوت کا ثبوت اس طور پر ہے کہ ہم فیاض ہیں انسان کی روحانی اور دار آخرت کی تعلیم کے بارے میں ہماری قدیم فیاضی ہے دیکھو ولقد آتینا موسیٰ تسع آیات الخ موسیٰ کو ہم نے نو نشانیاں یعنی معجزات عطا کیے تھے۔ یدیضا وغیرہ [illegible] سب سے پھر موسیٰ اور فرعون کے قصہ کا بار دیگر ذکر کرنے کا موقع آیا اور اس ذکر میں یہ اشارہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نئے رسول نہیں ہیں جو تم کہتے ہو فرشتہ رسول کیوں نہ ہوا ان سے پہلے رسول موسیٰ ہو چکے ہیں اور چوں کہ تم ان سے معجزات ایمان لانے کے لیے نہیں مانگتے بلکہ محض عناد و سرکشی سے، سو یہ ہماری عادت نہیں ورنہ ہم نے پہلے کو کیا نو معجزے کھلے کھلے نہیں دیے تھے۔ اور جس طرح تم محمدؐ سے مقابلہ کرتے ہو یہ بھی کچھ نئی بات نہیں موسیٰ سے فرعون اور اس کے سرداروں نے کیا کچھ نہیں کیا ہے۔ پھر دیکھو کیا انجام ہوا کہ سب غرق ہوئے اور بنی اسرائیل کو زمین شام پر بسنے کا حکم ہوا چنانچہ وہ بسے اور حاکم ہوئے اشارہ ہے کہ جس طرح اس جبار سے چشمۂ نبوت بند نہ ہو سکا تم سے بھی نہ ہو سکے گا اور اسی طرح اس نبی کے پیرو بھی ملک کے مالک ہوں گے۔ حضرت موسیٰؑ کو ان کی پیشین گوئی کے مطابق جیسا کہ تورات استثنا کے اٹھارہویں باب میں ہے حضرتؐ سے کمال مشابہت ہے اس لیے موسیٰ کا ذکر آیا اور نیز مکہ والے یہود سے پوچھ کر سوال کرتے تھے، اس لیے ان باتوں کی تصدیق کے لیے فرمایا فسئل بنی اسرائیل کہ ان سے ہی پوچھ دیکھو۔ اس کے بعد اصل قصہ کو تمام کرتا ہے کہ فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر کے ہم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا تھا کہ لو اب آرام سے زمین پر بسو ملک میں سیل عافیت سے رہو۔

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ
پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر
لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ
لے آویں گے اور ہم نے اس (قرآن) کو سچائی سے نازل کیا اور وہ سچائی ہی
نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا
سے نازل [illegible] ہم نے بھیجا ہے تو خوشی

وَّنَذِيْرًا ﴿١٠٥﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ

اور ڈر سنانے کو اور قرآن کے پارے پالنے ہم نے اس لیے کہ تم پڑھو

عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ

لوگوں کو ٹھیر ٹھیر کر سنا دیں اور اسی لیے اس کو تھوڑا

تَنْزِيْلًا ﴿١٠٦﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا

تھوڑا کر کے نازل بھی کیا ہے کہدو تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ

تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

لاؤ (مگر) جن کو اس سے پہلے سے علم

مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ

دیا گیا ہے تو جب ان کو قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ منہ

لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿١٠٧﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ

کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں

سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا

پاکی ہے ہمارے رب کو بے شک ہمارے رب کا وعدہ

لَمَفْعُوْلًا ﴿١٠٨﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ

پورا ہو کر رہے گا اور منہ کے بل (بھرّا میں) گر کے

يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿١٠٩﴾ السجدة

روتے جاتے ہیں اور وہ ان کو عاجزی میں اور بڑھاتا ہے

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ

کہدو اللہ کو پکارو خواہ رحمٰن کو پکارو

اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ

جس نام سے پکارو سب اسی کے عمدہ نام ہیں

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ

اور اپنی نماز نہ تو چلّا کے پڑھا کرو اور نہ چپکے سے ہی

بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿١١٠﴾

پڑھو بلکہ درمیانی طریقہ اختیار کر لو

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ

کہو سب خوبیاں اللہ کو سزاوار ہیں نہ جس نے کوئی اولاد

وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي

بنائی اور نہ اس کی حکومت میں اس کا کوئی شریک

الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ

ہے اور نہ اس لیے کہ وہ کمزور ہے اس کا کوئی

الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿١١١﴾ ع ۱۲

مددگار ہے اور اس کی بڑائی بیان کرتے رہو۔

ترکیب

یخرون حال ہے ضمیر کے سے اے جمیعا و قرآنا منصوب بفعل مقدر اے اقرأ تم قرآنا و قیل مضم یفسرہ ما بعدہ و ہو فرقناہ بالتخفیف عند الجمہور و قرئ مشددا یکون حال من یخرون۔

تفسیر

فاذا جاء الخ مگر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے لے آئیں گے۔ وعد الآخرۃ سے بعض کہتے ہیں وہ دوسرا وعدہ مراد ہے جس کا ذکر اول سورۃ میں تھا یعنی تم دو بار سرکشی کرو گے اور دو بار تم پر آفت آئے گی۔ اب یہاں بتلایا جاتا ہے کہ بربادی کے بعد تم کو پھر ہم ایک جگہ جمع کریں گے چنانچہ بابل کی اسیری کے بعد پھر بنی اسرائیل مجتمع ہوئے بعض مفسرین کہتے ہیں یہاں سے جداگانہ کلام مسئلہ حشر کی بابت

لہ اہل کتاب کے باانصاف اور باعلم لوگ جن کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا کتب سابقہ سے معلوم تھا ان کا یہ حال تھا کہ جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو خوف خدا سے روتے اور سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ یہ نجاشی حبشہ کے عیسائی بادشاہ کی طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ

شروع ہے وہ کہتے تھے کہ جب ہڈیوں کا چورا ہو جائے گا ہم کیوں کر زندہ ہوں گے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو تمہارے مختلف اجزاء کو جمع کر کے لے آئیں گے اور تم تو کیا تمہارے اگلے پچھلوں کو بھی سمیٹ لے آئیں گے۔

وبالحق انزلناہ الخ یہاں سے پھر ان کے شبہات کا جواب ہے جو وہ قرآن مجید کی بابت کیا کرتے تھے۔ اس قرآن کو سچائی سے ہم نے نازل کیا ہے کسی اور نے نہیں نہ اس کو محمدؐ نے آپ بنا لیا ہے اور سچائی ہی سے نازل ہوا ہے نہ اس میں کوئی بات غلط اور جھوٹ ہے نہ اس کے نازل ہونے میں کوئی آمیزش وہم وشیطان ہوئی ہے پھر جو ایسی کتاب کو بھی نہ مانے تو وہ محض بدنصیب ہے۔ اے پیغمبر آپ ایسے بدنصیبوں ازلی اندھوں پر کیا غم کھاتے ہیں وما ارسلناک الا مبشرا ونذیرا آپ کو تو صرف ہم نے اسی لیے بھیجا ہے کہ نیکوں کو ان کی حیات ابدی کا مژدہ سنا دیں اور بدوں کو ان کے انجام بد سے ڈرا دیں اور اس قرآن کو ہم نے یک بارگی اسی لیے نازل نہیں کیا کہ انپڑ بار نہ ہو جائے بلکہ وقرآنا فرقناہ خود ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اس مصلحت سے نازل کیا ہے کہ لتقرأہ علی الناس علی مکث الخ آپ لوگوں کو ٹھیر ٹھیر کر ان کی حاجات و ضروریات دینیہ کا لحاظ کر کے سنا دیں، یک بارگی نازل کرنے میں یہ بات کہاں۔ عرب کے لوگ بیشتر بے پڑھے لکھے تھے ایک بارگی اتنی بڑی کتاب کی ان سے محافظت بھی نہ ہو سکتی لامحالہ اس میں تحریف وتبدیل ہو جاتی اور نیز ان کو تدریجاً نیکی کی طرف لانا مصلحت اور اثر پذیر تھا۔ سب احکام کی دفعۃً تعمیل کا حکم دینا ان پر شاق ہو جاتا۔ اور حضرات انبیاء علیہم السلام پر اگلے بھی جو کچھ کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے اس کے یہی معنی ہیں کہ حسب ضرورت عباد وقتاً فوقتاً الہام ہوا اس کو جمع کر لیا وہ ایک کتاب یا صحیفہ ہو گیا یہ نہیں کہ لکھی لکھائی کوئی کتاب آسمان پر سے نبی پر آ پڑی ہو یا فرشتہ نے لا کر دی ہو جیسا کہ مشرکین طلب کرتے تھے۔ تھوڑا تھوڑا الہام ہونے میں یہ مصلحتیں ہیں۔ اس پر یہ شبہ کرنا کہ اور مصنفوں کی طرح سوچ سوچ کر تصنیف کرتے تھے، محض نادانی ہے کیوں کہ ایک بار لکھی ہوئی کتاب آنے میں تو اور بھی صدہا شبہات پیش آتے۔ اور نیز الہام کے معنی بھی پائے نہ جاتے کیوں کہ الہامی وہ حالت ہے کہ بشر بشریت کے خواص سے علیحدہ ہو کر ملکیت کے سلسلہ میں منسلک ہو جائے اور حجاب جسمانی اٹھ جانے کے بعد یا بذریعہ ملک مقرب کہ جس کو ناموس اکبر کہتے ہیں یا بلا ذریعہ اس نبی کے دل پر صرف مطالب مع الفاظ القاء ہوں۔

ان شبہات کا جواب دے کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے اور شان بے نیازی بھی ظاہر فرمائی جاتی ہے قل آمنوا بہ او لا تؤمنوا الخ کہ آپ ان سے کہہ دیں تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ تمہارے ایمان لانے سے اس کی شان نہیں بڑھ جانے کی اور تمہارے ایمان نہ لانے سے اس کی خوبی میں کوئی فرق نہ آئے گا تم جاہل بے عقل ہو۔ ہاں جو اہل علم ہیں جن کو پہلے سے علم دیا گیا (یعنی کتاب جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل اور سلمان وابوذر وغیرہم جو انبیاء سابقین کی خبروں کی وجہ سے منتظر تھے کہ کب اخیر نبی آتا ہے۔ یا یہ مراد کہ جن کی روحانیت میں ازل سے علم وادراک ودیعت رکھا گیا ہے) وہ اس کی بے انتہا خوبیاں دیکھ کر اس پر ایمان ہی لاتے ہیں اور جب اس کو سنتے ہیں تو روح کو حرکت دینے والے مضامین سن کر روکر سجدے میں گر پڑتے ہیں اور سجدہ میں اللہ کی تسبیح کر کے کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے رب نے قرآن میں (خصوصاً دار آخرت کی بابت) وعدے کیے ہیں وہ قطعاً ہو کر رہیں گے

قرآن کے یکبارگی نازل نہ ہونے کی وجہ

اور یہ کیفیت ان کی قرآن کے سننے سے اور زیادہ ہوتی ہے، ویزیدہم القرآن خشوعا وتضرعا رہم اعتبار ان کا ہے اور جو ازلی گمراہ ہیں انہوں نے نہ مانا تو کیا۔ ہمیشہ ازلی بدنصیب انبیاء کی کتابوں کا انکار ہی کرتے آئے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس آیت کو سن کر سجدہ کرنا چاہیے۔ اس جگہ علماء کے نزدیک سجدہ واجب ہے۔ قرآن نازل کرنے اور نبی کے مبعوث کرنے سے مقصود اصلی اللہ کی عبادت ہے اور عبادت کا لب لباب ہے جس میں بندہ اپنے مالک کے آگے دل سے گریہ وزاری کرتا ہے کبھی زمین پر سر نیاز رکھتا ہے کبھی ہاتھ اٹھاتا ہے کبھی دل کو اس طرف لگا کر مراقبہ کرتا ہے اور زبان سے بھی کلمات حمد وثناء باری ذکر کرتا جاتا ہے اس مجموعہ کو شرع اسلام میں نماز کہتے ہیں۔ اس کے ادا کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس کا طریقہ بھی تعلیم فرماتا ہے۔

فقال قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن الخ کہ اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو خواہ اللہ کے لفظ سے دعا کرو یا رحمٰن کہے، اللہ کہو یا رحمٰن کہہ کے دعا مانگو جس نام سے اس کو پکارو گے سب اس کے اچھے نام ہیں۔ اللہ کے نام میں جو اسم ذاتی ہے اس کے جلال وجبروت کی تجلی ہے محض ذات کی طرف بلا لحاظ صفات متوجہ ہونا اعلیٰ درجہ کے عرفا کا مرتبہ ہے اور یہ مشکل ہے اور یہ مرتبہ نصیب نہ ہو تو اس کی صفات کے ساتھ اس کو پکارو۔ اور صفات میں صفت رحمت تمہارے حال کے زیادہ تر مناسب ہے اور لفظ رحمٰن سے وہ زیادہ سمجھی جاتی ہے اس لیے جس طرح لفظ اللہ عرب میں اسی کے لیے مخصوص تھا اسی طرح لفظ رحمٰن بھی بلا اضافہ اسی کو اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس جملہ کی بابت ایک روایت بھی مروی ہے کہ ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ یا رحمٰن کہہ رہے تھے مشرکین میں سے کسی نے یہ اعتراض کیا کہ ہم کو تو دو خداؤں کی عبادت سے منع کرتے ہیں آپ دو کے نام پکار رہے ہیں اور کسی نے یہ کہا رحمٰن جو یمامہ میں کاہن ہے اس کو پکارتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ سب اللہ ہی کے نام ہیں اس کے ہر نام سے اس کو پکارو۔ یہ ممکن ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حمقاء کے جواب میں یہ آیت پڑھی ہو جس کو نازل ہونے سے تعبیر کر دیا گیا۔

خدا تعالیٰ کے باعتبار اس کی صفات کے بہت سے نام ہیں جیسا کہ ترمذی نے روایت کی ہے۔ اللہ الذی لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن العزیز الجبار المتکبر الخالق البارئ المصور الغفار القہار الوہاب الرزاق الفتاح العلیم القابض الباسط الخافض الرافع المعز المذل السمیع البصیر الحکم العدل اللطیف الخبیر الحلیم العظیم الغفور الشکور العلی الکبیر الحفیظ المقیت الحسیب الجلیل الکریم الرقیب المجیب الواسع الحکیم الودود المجید الباعث الشہید الحق الوکیل القوی المتین الولی الحمید المحصی المبدئ المعید المحی المیت الحی القیوم الواجد الماجد الواحد الصمد القادر المقتدر المقدم المؤخر الاول الآخر الظاہر الباطن الوالی المتعالی البر التواب المنتقم العفو الرؤف مالک الملک ذوالجلال والاکرام المقسط الجامع الغنی المغنی المانع الضار النافع النور الہادی البدیع الباقی الوارث الرشید الصبور الستار۔ یہ ننانوے نام ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی نام قرآن واحادیث سے ثابت ہیں جیسا کہ رب العالمین المبین۔

انسان کی فطری عادت ہے کہ جس کو اس نے نہ آنکھ سے دیکھا ہو نہ ہاتھ سے چھوا ہو نہ زبان سے چکھا ہو نہ ناک سے سونگھا ہو جب کبھی خیال کرتا ہو تو اس کو انہیں چیزوں پر قیاس کرتا ہے جو اس کے دیکھنے میں آئی ہیں لیکن یہ ادراک ناقص خدا تعالیٰ اور اس کی صفات تک بھی نہیں پہنچتا۔ اسی لیے عوام اپنی خیالی صفات اس میں ثابت کر کے ان صفات سے اس کو موسوم کرنے لگتے ہیں۔

اور درحقیقت وہ صفات اس کے لیے عیب اور اس کے تقدس کے منافی ہوتے ہیں اس لیے اسماء کے ساتھ حسنیٰ کی قید بھی آیت میں بڑھا دی گئی کہ اچھے نام۔ اور ناموں کا اچھا ہونا اس کے اوصافِ حمیدہ کے لحاظ سے انبیاء علیہم السلام کے فرمانے پر موقوف ہے۔ اس لیے اہلِ اسلام کے علماء متفق ہیں کہ خدا پاک کے نام توقیفی ہیں یعنی اسی قدر ناموں سے اس کو موسوم کرنا چاہیے جو شرع سے ثابت ہیں ان کے علاوہ اور ناموں سے پکارنا ممنوع ہے۔

ہاں اگر اس کے اسماء مبارک عرب کے سوا اور زبانوں میں وہی نام ہیں جو اس کے ان اسماء حسنیٰ کا ترجمہ ہیں تو شاید ان سے پکارنے کی یا ان کے اطلاق کرنے کی اس پر بوقتِ ضرورت اجازت ہو جیسا کہ فارسی کا لفظ خدا جو اللہ کا ترجمہ ہے علماء اسلام اس کا استعمال کرتے آئے ہیں۔ اس کے بعد اس کو اس کے ناموں سے کس طرح پر پکارا جائے اس کا بھی ذکر کرتا ہے۔

فقال ولا تجہر بصلاتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذٰلک سبیلا کہ نہ نماز پکار کر پڑھو نہ آہستہ بلکہ درمیان درمیان۔ مگر اس میں کلام ہے کہ صلوٰۃ سے کیا مراد ہے؟ جلالین وغیرہ تفسیروں میں لوں لکھا ہے بقرائت فیہا فیسمعک المشرکون فیسبوک ویسبوا القرآن ومن انزلہ کہ مراد یہ ہے کہ نماز میں جو قرآن پڑھا جاتا ہے (جس کا بیشتر حصہ دعا ہے جیسا کہ سورۂ فاتحہ) اس کو نہ پکار کر پڑھ کہ مشرکین سن کر گالیاں دینے لگیں نہ آہستہ بلکہ درمیان درمیان۔ اور اس تفسیر کی بخاری کی روایت بھی تائید کرتی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا یہ سبب ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مخفی رہتے تھے مگر جب صحابہؓ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو قرآن کو بلند آواز سے پڑھتے تھے جس کو سن کر مشرکین آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن اور اس کے نازل کرنے والے کو گالیاں دیا کرتے تھے[1]۔ اور بخاری کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ابن جریر نے بھی ابن عباسؓ سے اس کو دعا کے باب میں نازل ہونا بتلایا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں دونوں روایتوں میں خلاف نہیں۔ کیوں کہ دعا سے وہی دعا مراد ہے جو نماز کے اندر ہے چنانچہ ابن مردویہ نے ابوہریرہؓ کی روایت میں اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔ الحاصل نماز میں جو قرآن پڑھا جاتا ہے یا اور کچھ ادعیہ وغیرہ اس کو متوسط درجہ کی آواز سے پڑھنا چاہیے۔

بعض کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ نہ سب نمازوں کو مخفی آواز سے پڑھو جیسا کہ صبح و مغرب و عشاء کی نماز کیوں کہ ان وقتوں میں مشرکین اپنے کاروبار میں مصروف یا سونے کھانے میں مشغول رہتے ہیں نہ سب کو ظاہر کر کے جیسا ظہر و عصر کی نماز پس بعض کو پکار کر بعض کو آہستہ سے پڑھو۔

اس کو آیت ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ اور اذکر ربک فی نفسک سے منسوخ کہنا غلطی ہے۔ اس کے بعد حمد کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس آیت میں اپنا اوصاف رذیلہ سے پاک ہونا بھی بتلاتا ہے، بقولہ وقل الحمد للہ الذی الخ

---

[1] ترمذی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پوشیدہ رہتے تھے اور جب صحابہؓ کے ساتھ نماز پڑھتے تو قرآن مجید کو پکار کر پڑھتے مشرکین سن کر قرآن کو اور اس کے نازل کرنے والے کو اور جو اس کو لے کر آیا سب کو گالیاں دیتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ نہ تو اے نبی قرآن کو بلند آواز سے پڑھ کہ مشرکین سن کر گالیاں بکیں نہ آہستہ تر کہ تیرے اصحاب کو بھی سنائی نہ دے اس کے درمیان درمیان پڑھ۔ اس روایت کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے ۱۲ منہ

کہ ستائش اللہ کو زیبا ہے جو نہ اولاد رکھتا ہے جیسا کہ مشرکین و نصاریٰ کہتے ہیں، نہ اس کا کوئی خدائی میں شریک ہے، جیسا کہ لوگوں کا انبیاء و اولیاء و ملائکہ و صالحین وغیرہ کی نسبت خیال ہے۔ نہ اس کو کسی کی مدد و اعانت کی حاجت ہے جیسا کہ مشرکین اپنے معبودوں کو اس کا کارکن سمجھتے ہیں اور اس کی بڑائی بہت بڑھ کر بیان کر۔ وہ سب بُری باتوں سے پاک اور برتر ہے۔ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا سبحان اللہ بکرۃ واصیلا۔ کس لطف کے ساتھ کلام تمام کیا ہے، سبحان اللہ۔

سُوْرَۃُ کَہْفٍ

مکیہ ہے اس کی ایک سو دس آیات بارہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ

سب خوبی اللہ ہی کے لیے ہے کہ جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر کتاب

الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ ①

نازل کی اور اس میں کچھ بھی کجی نہیں رکھی

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ

اس کو ٹھیک کر دیا تاکہ لوگوں کو (کفار کو) اس سخت عذاب سے جو اس کے پاس سے ہے ڈرائے

وَّيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

اور ایمان داروں کو جو اچھے کام کرتے ہیں (اس بات کا) مژدہ

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ②

دے کہ ان کے لیے اچھا بدلا ہے

مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ③ وَّيُنْذِرَ

جس میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے اور تاکہ ان کو بھی خوف دلائے

الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ④ مَا

کہ جو (یہ) کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے نہ تو

لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ

اس بات کی ان کو ہی کچھ خبر ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ

بڑی بھاری بات ہے جو ان کے منہ سے

اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا

نکلتی ہے وہ سراسر جھوٹ

كَذِبًا ⑤ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى

کہتے ہیں پھر کیا آپ اس افسوس میں کہ وہ اس

اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا

بات پر ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو

الْحَدِيْثِ اَسَفًا ⑥ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى

ہلاک ہی کر ڈالیں گے جو کچھ زمین پر ہے اس کو

الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ

ہم نے زمین کی زینت بنا دیا ہے تاکہ امتحان کریں کہ ان میں سے

اَحْسَنُ عَمَلًا ⑦ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا

کون اچھے کام کرتا ہے اور ہم کو جو کچھ اس پر ہے

عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ⑧

سب کو چٹیل میدان کر دیں گے۔

ترکیب

قیما صاحب الکشاف کہتے ہیں کہ یہ الکتاب سے حال نہیں ہو سکتا بلکہ یہ منصوب ہے مضمر سے والتقدیر لم یجعل لہ عوجا و جملہ قیما صاحب حل العقد کہتے ہیں کہ یہ بدل ہے لم یجعل لہ عوجا سے کیوں کہ اس کے معنی ہیں جعلہ مستقیما لینذر انزل کو متعلق ہے

لہ قال الفراء الجرز الارض التی لا نبات فیہ یقال جرزت الارض فھی مجروزۃ وجرزہا الجراد والشاۃ والابل اذا اکلت ما علیہا وامرأۃ جروز اذا کانت اکولا وسیف جراز اذا کان مستاصلا ۱۲ منہ

انذر متعدی ہوتا ہے دو مفعولوں کی طرف کقولہ انا انذرناکم عذابا قریبا مگر یہاں صرف باسا ایک مفعول پر کفایت کی گئی وبشر معطوف ہے ینذر پر ان لہم اے بان لہم جملہ بشر کے متعلق یا اس کا بیان۔ ماکثین مکث بمعنی قیام سے مشتق ہے، جس کے معنی ٹھیرا رہنا یہ حال ہے ضمیر لہم سے ابداً منصوب ہے ظرف ہو کر من علم من زائدہ اور علم مرفوع علی الابتداء والفاعلیۃ الاعتماد والظرف والجملۃ حالیۃ او مستانفۃ لبیان حالہم فی مقام کلمۃ منصوب ہے تمیز ہو کر ضمیر مبہم سے جو کبرت کی فاعل ہے کبرت رجلا مخصوص بالذم محذوف ہے اسے ہی فاعلیت الخ جملہ دال بر حزار شرط ان لم یؤمنوا اسفا مفعول لہ ہے باخع کا۔ قال اللیث بخع الرجل نفسہ اذا قتلہا۔

تفسیر

اس سورۃ کو سورۂ کہف اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ان لوگوں کا حیرت انگیز حال بیان ہے جو کہف یعنی غار میں تین سو نو برس تک سو کر جاگے تھے۔ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے اس کے فضائل میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ازاں جملہ وہ ہے کہ جس کو بخاری و مسلم وغیرہما نے براء بن عازب سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رات کو گھر میں اس سورت کو پڑھ رہا تھا اور گھوڑا بھی وہیں بندھا ہوا تھا، گھوڑا بدکنے لگا اس نے اوپر جو سر اٹھا کر دیکھا تو ایک نور دکھائی دیا بادل کی طرح سایہ کئے ہوئے تھا۔ صبح کو اس نے یہ ذکر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو پڑھا کر یہ سکینۃ (نور اطمینان) ہے جو اس کے پڑھنے سے نازل ہوئی تھی۔ (اور جمعہ کے روز اس کے پڑھنے کے فضائل بھی احادیث میں بکثرت ہیں۔) سورۂ اسراء کے اخیر میں یہ تھا قل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل اس جگہ اس کی حمد میں تین صفات سلبیہ مذکور ہوئے تھے کہ ستایش خدا کو ہے کہ جو اولاد اور شریک اور حامی مددگار بنانے سے پاک ہے اور اس کے خاتمہ میں یہ صفات سلبیہ لانا کمال بلاغت تھا۔ کس لیے کہ ابتداء سورۃ میں سبحان الذی تھا اور تسبیح صفات سلبیہ سے ہی ہوا کرتی ہے تاکہ ابتداء کلام کو خاتمہ سے مناسبت تامہ رہے مگر حمد ضرور کسی خوبی اور نعمت محمود پر ہوتی ہے تو اس جگہ سورۃ کو پھر حمد کے ساتھ شروع کیا اور جس پر اس کی حمد و ستائش ہونی چاہیے ان میں سے اس کی بڑی خوبی اور نعمت بندوں پر اس کا ایک ایسی کتاب نازل کر دینا ہے جس میں اس کے بھی بہت سے صفات کمال مذکور ہیں اور بندوں کے لیے نجات ابدی کا باعث ہو جس لیے ایک جگہ قرآن کو روح کے ساتھ تعبیر کیا ہے اس سے بڑھ کر بندوں پر اور کیا نعمت ہوگی۔ پھر کتاب بھی کیسی کہ جس میں کوئی بھی کجی نہیں نہ باعتبار الفاظ کے نہ باعتبار معانی کے بلکہ سراسر راست۔

فقال الحمد للہ کہ جملہ ستائش اور تمام خوبیاں اللہ کو ہیں الذی انزل علی عبدہ الکتاب کہ جس نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب یعنی قرآن نازل کیا۔ اور کتاب کے دو وصف ذکر فرمائے۔ اول لم یجعل لہ عوجا اس میں کتاب کے کمال ذاتی کی طرف اشارہ ہے۔ دوم قیما جس میں غیر کے لیے مکمل ہونے کی طرف اشارہ ہے یعنی سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں کہ جس نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی کتاب یعنی قرآن نازل فرمایا کہ جس میں کچھ کجی اور ٹیڑھ پن نہیں۔ ہر ایک بات اس کی عقل سلیم تسلیم کرتی ہے اور نہ صرف اس میں یہی وصف ہے بلکہ وہ کتاب قیم بھی ہے یعنی بنی آدم کی سعادت دارین کی کسوٹی اور راہ راست اور ان کے تمام مصالح اخروی و دنیوی کی متکفل کیوں کہ قیم اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی کی مصالح کا متکفل ہو۔ قیم کے لیے دو باتیں ضرور ہیں اول یہ کہ جس کا یہ قیم ہو اس کو پیش آنے والی ہلاکتوں سے مطلع کرے اور خوف دلاوے۔ دوم اس کے

فوائد اور ثمرات اعمالِ حسنہ اور تدابیرِ حسنہ کا مژدہ بھی دے تاکہ بری باتوں سے نفرت اور ان تدابیرِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کی طرف کامل رغبت ہو اس لیے پہلی بات پوری کرنے کے لیے یہ فرمایا لینذر باساً شدیداً من لدنہ کہ قرآن لوگوں کو خدا تعالےٰ کی طرف سے بندوں کے برے اعمال پر جو ہلاکتیں اور عذاب پیش آتے ہیں خواہ دنیا میں جیسا کہ عاد و ثمود وغیرہ قوموں پر دنیاوی بلائیں آئیں خواہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں پیش آنے والی ہوں سب سے بندوں کو متنبہ کرتا ہے اور خواب گاہِ دنیا کی گہرانی نیند سے سونے والوں کو جگاتا ہے۔

دوسری بات بلوری کرنے کے لیے ویبشر المؤمنین فرمایا کہ ایمان والوں کو مژدہ دیتا ہے پھر مومنین کا وصف ذکر کرتا ہے وہ کون؟ کہ الذین یعملون الصالحات جو نیک کام کرتے ہوں نہ صرف ایمان لانے پر بس کر بیٹھے ہوں کیوں کہ ایمان بغیر اعمالِ صالحہ کے سعادتِ آخرویہ تک نہیں پہنچاتا۔ اب ایک تو ان کا ایمان تھا دوم اعمالِ صالحہ ان دونوں باتوں کے لیے دو انعام کا وعدہ فرمایا جاتا ہے۔ اول ان لھم اجراً حسناً کہ ان کے لیے اچھا بدلہ ملے گا یعنی حیاتِ ابدی بہشت۔ دوم ماکثین فیہ ابداً کہ وہ اس اجرِ حسن یعنی بہشت میں ہمیشہ رہا بھی کریں گے یہ نہیں کہ وہ چند روزہ ہو۔ پھر خوف دلانا، ایک تو عام لوگوں کو عام باتوں پر ہوتا ہے جیسا کہ لینذر باساً شدیداً میں ذکر ہوا۔ ایک خاص امر پر خوف دلانا ہوتا ہے جیسا کہ جس گناہ میں کوئی شخص مبتلا ہو اسی کا نتیجہ بیان کیا جاوے۔ عرب کے مشرکین فرشتوں اور ارواحِ غیر مرئیہ کو خدا کی اولاد سمجھ کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے نذر و نیاز کرتے تھے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے بلکہ اب تک کہتے ہیں اور بعض یہود عزیر علیہ السلام کی نسبت بھی یہ اعتقاد رکھتے تھے، اس لیے ان تینوں فرقوں کی طرف عنانِ کلام کو پھیرا اور سب ہی پر سرزنش کی۔ فقال وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولداً مالھم بہ من علم الخ اس میں یہ بھی بتلا دیا کہ اس اعتقادِ باطل پر ان کے پاس تو کیا ان کے باپ دادا کے پاس بھی کوئی یقین دلانے والی سند نہیں محض توہم فاسد ہے یہ ایک تمہید تھی۔ دوم کبرت کلمۃ کہ یہ بری اور سخت بات منہ سے نکال رہے ہیں۔ سوم ان یقولون الخ وہ جھوٹ بکتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کی اصلاح کے لیے آئے تھے تمام مخلوق کے لیے مجسم رحمت تھے باوجود اس خوف دلانے کے پھر بھی لوگوں کو اس اعتقادِ باطل پر اڑے رہتے دیکھ کر ان کے نتیجۂ مر کے لحاظ سے مشفقانہ طور پر بہت ہی رنج و غم کھاتے تھے جیسا کوئی شفیق باپ اپنی اولاد کی خراب کن حرکات پر برے نتائج کا خیال کر کے کڑھا کرتا ہے اور رنج کیا کرتا ہے یہی حال آپ کا تھا۔ اس پر وہ بے نیاز خدا جو رحیم اور رحمٰن ہونے کے ساتھ جبار و قہار و منتقم بھی ہے اپنے رسولِ پاک کی تسلی کرتا ہے کہ لعلک باخع الخ کہ کیا آپ ان ناہنجاروں پر کڑھ کڑھ کر مر جائیں گے، اپنے آپ کو اس غم میں ہلاک کر ڈالیں گے۔ یعنی ایسا نہ کرو تمہارا جو کام تھا تم کر چکے۔

اب ایک بات اور تھی جو ایمان داروں نیکوکاروں کو بسا اوقات خلجان میں ڈالتی ہے بلکہ بعض سست اعتقاد حق پرستی سے پہلو تہی کرنے لگتے ہیں وہ یہ کہ جو قومیں نہ قیامت پر ایمان رکھتی ہیں نہ خدا پر اور اسی طرح وہ بھی جو خدا کے لیے اولاد تجویز کرتے ہیں اور ان کے بھروسے پر طرح طرح کی بدکاری کرتے ہیں کہ یہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں یا خواہ مخواہ ہم کو اپنے باپ سے کہہ کے بخشوا دیں گے باوجود اس کے دنیا میں وہ خوب سرسبز ہیں ان کے پاس دولت حشمت ہر طرح کی کامرانی موجود ہوتی ہے بڑے مزے اڑاتے پھرتے ہیں لاکھوں روپیوں کے مالک عمدہ باغ اور کوٹھیوں اور گاؤں اور سلطنتوں کے حاکم پھر شراب کباب رنڈی ناچ گانا بجانا اس پر موٹے تازے عزت دار بنے گاڑیوں پر سوار پھرتے ہیں اور ہم خدا پرستی کی بدولت اس حالت میں مبتلا ہیں۔ اس لیے جس طرح اپنے رسولِ پاک کی تسلی کی تھی اسی طرح ایمان داروں کی بھی

تسلی فرماتا ہے فقال انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا کہ جو کچھ یہ سامان ہم نے پیدا کیا ہے یہ دنیا کی زینت کے لیے بنایا ہے جو چند روزہ ہے اور دنیا بغیر اس کے مزین نہیں ہوتی۔ دنیا اسی کا نام ہے یہ آخرت اور نئی زندگانی کی زینت نہیں جو ہمیشہ کے لیے ہے اور یہ سب کچھ اسی لیے بنایا ہے کہ لنبلوہم ایہم احسن عملا اچھے بروں کا اس میں امتحان ہو جائے اور ہاں تو ایک روز یعنی اس دن کہ نئی زندگانی کا جس سے آغاز ہوگا آغاز ہی میں ہم اس سب سامان کو صعیدا جرزا کر دیں گے سب نیست و نابود ہو جائے گا نہ وہ عمارات عالیہ رہیں گی نہ وہ باغ جن کو کہ خلد منزل کہتے تھے نہ وہ گھوڑے نہ وہ آرائش کا باقی سامان پھر نئی زندگی میں تو ان میں سے کوئی چیز بھی کارآمد نہ ہوگی۔

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ
کیا آپ غار اور کتبہ والوں کو ہماری قدرت کی
وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾
نشانیوں میں سے تعجب کی چیز سمجھتے ہیں
إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا
جب کہ چند جوان اس غار میں آ بیٹھے پھر مانگنے لگے
رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ
اے ہمارے رب ہم پر اپنی جناب سے رحمت نازل کر اور بہتر
لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾ فَضَرَبْنَا
کام کا سر انجام کر دے تب ہم نے
عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ
سال ہا سال تک غار میں ان کے کان تھپک دیے
عَدَدًا ﴿١١﴾ ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ
(سلا دیا) پھر ہم نے ان کو جگایا تاکہ ہم دیکھیں کہ
الْحِزْبَيْنِ أَحْصَى لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا ﴿١٢﴾
دونوں فرقوں میں سے ان کی مدت قیام کو کس نے خوب یاد رکھا

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ
ہم آپ کو ان کی صحیح صحیح خبر سناتے ہیں
إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَ
وہ چند جوان تھے کہ جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور
زِدْنَاهُمْ هُدًى ﴿١٣﴾ وَرَبَطْنَا عَلَى
ان کو ہم اور زیادہ ہدایت دیتے گئے اور ان کے دلوں پر استقلال
قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا
کی مہریں لگا دیں جب کہ وہ (دربار بادشاہ بت پرست کے) یہ کہتے ہوئے
رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ
اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہمارا رب تو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے ہم
نَدْعُوَ مِنْ دُونِهِ إِلَٰهًا لَقَدْ قُلْنَا
اس کے سوا اور کسی معبود کو ہرگز نہ پکاریں گے الخ ایسا کیا تو
إِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾ هَٰؤُلَاءِ قَوْمُنَا
بڑا ہی جھک مارا (ایسا) یہ ہماری قوم ہے کہ
اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً ۖ لَوْلَا
جنہوں نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں ان کے
يَأْتُونَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ ۖ
معبود ہونے پر کوئی کھلی ہوئی دلیل کیوں پیش نہیں کرتے
فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ
پھر اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم ہے جو اللہ پر
كَذِبًا ﴿١٥﴾ وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ
جھوٹ بناوے۔ (باہر آ کے آپس میں کہنے لگے کہ) جب تم نے ان بت پرستوں کو
وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأْوُوا إِلَى
اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب کو چھوڑ دیا تو چلو غار میں
الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ
جا بیٹھو تمہارا خدا تم پر اپنی رحمت برسا دے گا
وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مِرْفَقًا ﴿١٦﴾
اور تمہارے کام کو بھی آسان کر دے گا۔

ع ۱ ۱۳

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزٰوَرُ

(الحاصل) وہ غار میں ایسے موقع پر آ گئے (کہ جب) آفتاب طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار کے

عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا

دائیں طرف سے (اے مخاطب) تجھ کو بٹا ہوا دکھائی دے گا اور جب

غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ

ڈوبتا ہے تو ان کے بائیں طرف سے کترا تا ہوا گذر جاتا ہے اور

هُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذٰلِكَ مِنْ آيَاتِ

وہ ہیں کہ اس کے ایک گوشہ میں پڑے ہوئے ہیں یہ اللہ کے عجائبات قدرت میں

اللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ

سے ہے جس کو اللہ نے ہدایت دی وہی ہدایت یافتہ ہے

وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ ع ۲/۵/۱۴

اور جس کو اس نے گمراہ کر دیا تو پھر اس کے لیے آپ کو کوئی بھی کارساز راہ بتلانے والا نہیں ملے گا

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَ

اور (اے مخاطب) تو جانے گا کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ پڑے سوتے ہیں اور

نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ

ہم ہی ان کو دائیں بائیں کروٹ بدلواتے رہتے ہیں

وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ

اور ان کا کتا ہے کہ دروازہ پر بازو پھیلائے ہوئے پڑا ہے

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ

(اے مخاطب) اگر تو انہیں دیکھ پائے تو تجھے الٹے پاؤں

فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾ وَ

بھاگتے ہی بن پڑے اور تجھ میں ان کی دہشت بھر جائے اور

كَذٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۚ

یونہی ہم نے (اپنی قدرت کا ایک نمونہ) ان کو جگا بھی دیا تھا تاکہ باہم پوچھ گچھ کریں

قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ

(جب) ان میں سے ایک نے پوچھا کہ (بھلا) تم کس قدر (یہاں) ٹھیرے رہے

قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ

انہوں نے کہا کہ ہم ایک دن یا کچھ کم رہے ہیں

ترکیب

ام منقطعہ مقدر ہے بل کے ساتھ جو ایک بات سے دوسری بات کی طرف انتقال کے لیے آتا ہے۔ جمہور کے نزدیک ہمزہ استفہام اور وں کے نزدیک صرف بل مقدر ہے اے بل اعجبت۔ عجبا خبر ہے کا نوا کی و من آیاتنا حال ہے اس سے۔ اذ متعلق ہے اذکر محذوف سے فضربنا کا مفعول بجا یا محذوف۔ عددا منصوب ہے سنین کی نعت ہو کر المعنی سنین ذات عدد۔ اقوال الفراء اور ممکن ہے کہ مفعول مطلق ہو والمعنی تعد عددا۔ احصی مرفوع ہے مبتدا ہونے کے سبب اور احصی اس کی خبر ہے اور یہ سب جملہ متعلق ہے نعلم سے۔

تفسیر

زینت دنیا جس میں منہمک ہو کر انسان عقبیٰ کو کھو بیٹھتا ہے اور خدا پرستوں کو اپنا ہم خیال نہ سمجھ کر برا جانتا بلکہ ان کو ستاتا بھی ہے اس کی نظیر اصحاب کہف کا واقعہ ہے۔ اس مناسبت سے اصحاب کہف کے واقعہ حیرت خیز کا ذکر شروع ہوا جس کو قریش نے پوچھا تھا جواب کس عمدہ موقعہ پر اور کس عمدہ پیرایہ میں دیا جاتا ہے کہ اس آرائش و سامان چند روزہ کی محبت جس میں انبیاء کے تکرار اور غرباء کے صبر کا امتحان ہوتا ہے اصحاب کہف کا واقعہ ہے

محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ نضر بن حارث قریش میں بڑا شیطان تھا اکثر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں دیا کرتا تھا اور وہ حیرہ وغیرہ اطراف عرب میں بھی جایا کرتا تھا وہاں سے رستم و اسفندیار و دیگر ایشیائی بادشاہوں کے قصے سن کر آتا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ

اس کے بعد سب یہی کہنے لگے کہ تمہارا خدا ہی خوب جانتا ہے کہ جس قدر یہاں ٹھیرے ہو

فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ

اب اپنے میں سے کسی ایک کو یہ روپیہ دے کر شہر کو

اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى

تو بھیجو اور اس کو چاہیے کہ وہ اچھا

طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ

کھانا دیکھ کر اس میں سے تمہارے پاس کچھ لاوے

وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾

اور چاہیے کہ چپکے سے آئے جائے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے

ترکیب

وتری الشمس جملہ ان کے حال بیان کرنے کے لیے تزاور اصل میں تتزاور تھا، ایک تے حذف ہوگئی من الزور بمعنی المیل۔ ذات الیمین اسے جہۃ الیمین ذات صفت ہے موصوف کے قائم مقام واقع ہوئی کیوں کہ یہ ذو کا مؤنث ہے تقدیر یہ تزاور عن کھفہم جہۃ ذات الیمین۔ فجوۃ مکان کا صحن یا گوشہ اس کی جمع فجوات آتی ہے۔ ایقاظ جمع یقظ ویقظان۔ رقود مصدر سمی المفعول ہے اور جس نے جمع راقد کہا غلطی کی کیوں کہ فاعل کی جمع فعول نہیں آتی۔

تفسیر

مقابلہ میں لوگوں کو سنانا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روکتا تھا۔ ایک بار وہ اور عتبہ بن ابی معیط دونوں علماء اہل کتاب کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا تم حضرت سے یہ چند باتیں پوچھو جو بمنزلہ اسرار کے ہیں۔ باوجود اُمّی ہونے کے اگر انہوں نے ان واقعات کو تم سے بیان کر دیا تو جانیو کہ وہ نبی ہے ورنہ جھوٹا مدعی۔ اول یہ کہ وہ چند آدمی جو غار میں چھپے تھے کون تھے۔ دوم وہ بادشاہ کون تھا جو شہر ثغر کا مالک ہو گیا تھا۔ سوم روح کیا ہے۔ چنانچہ وہ آئے اور آخر قریش کے مشورہ سے حضرت سے سوال کیا۔ روح کے سوال کا جواب تو ہو چکا۔ اب اصحاب کہف کا حال بیان ہوتا ہے۔

کہف غار کو کہتے ہیں اور رقیم بمعنی المرقوم اے المکتوب۔ پتھر یا سیسے کی وہ لوح کہ جس پر کچھ کتبہ ہو۔ لوگوں نے اصحاب کہف کا مختصر سا حال ایک لوح پر کندہ کر کے اس غار کے دروازے پر لگا دیا تھا۔ بعض کہتے ہیں رقیم اس پہاڑ کا نام ہے جس میں وہ غار ہے۔

اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ

کیوں کہ اگر وہ تم پر قابو پا جاویں گے تو تمہیں سنگسار کر ڈالیں گے

اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ

یا تمہیں اپنے مذہب میں اُلٹا پھیر لاویں گے اور تب تو

تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذٰلِكَ

تم کبھی فلاح نہ پاؤ گے اور ہم نے ان کو اُن

اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ

لوگوں پر یوں ظاہر کر دیا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اس کا

اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ

وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک

فِيْهَآ ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ

نہیں (ان کے ظاہر ہونے بعد) جب کہ لوگ ان کے امر میں آپس میں جھگڑنے لگے

ف یہ کتبہ اس غار پر کب لگایا گیا قرینہ یہی جانتا ہے کہ جب بیدار ہو کر وہ شہر میں آئے اور چرچا ہوا پھر اس غار میں جا کر غائب ہو گئے۔ تب لوگوں نے اس غار کے منہ پر یہ کتبہ لگایا ہوگا تاکہ آئندہ نسلوں کو ان کا حال معلوم رہے ۱۲ منہ

فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ
بعضوں نے کہا کہ ان کے غار پر ایک عمارت بناؤ (اور ان کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ) ان کا رب
أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا
ہی انہیں خوب جانتا ہے۔ جن کی بات زور تھی انہوں نے کہا
عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم
کہ ہم ان پر ضرور ایک مسجد
مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ
بنائیں گے (اے نبی جب ان کے اصحاب کہف کا حال بیان کر چکے تو ابھی کیا اختلاف کرتے ہیں) ابھی
كَلْبُهُمْ ۖ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ
کہتے ہیں کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا تھا اور بعض اٹکل پچو یہ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا
كَلْبُهُمْ ۚ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۖ وَيَقُولُونَ
ان کا کتا تھا　اور بعض کہیں گے
سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُل
کہ وہ سات تھے اور　آٹھواں ان کا کتا تھا (سو اے نبی ان سے) کہو
رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ
کہ ان کی تعداد تو میرے رب کو ہی خوب معلوم ہے ان کا اصلی حال تو بہت
إِلَّا قَلِيلٌ ۗ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً
ہی کم لوگ جانتے ہیں　پس اے نبی ان کے بارے میں ان لوگوں سے گفتگو نہ کرو مگر
ظَاهِرًا ۖ وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿٢٢﴾
سرسری　اور ان کا حال بھی ان میں سے کسی سے　دریافت نہ کرو

ترکیب

ان یظہروا اشرط پر جمہور یعیدو جواب شرط ولن تفلحوا اذا ابدا اے ان رجعتم الی دینہم لن تسعدوا فی الدنیا ولا فی الآخرۃ اعثرنا اے اطلعنا غیرہم علی احوالہم یقال عثرت علی کذا اے علمتہ لیعلموا کا فاعل ضمیر راجع الناس کی طرف۔ اذ ظرف ہے اعثرنا کا۔

تفسیر

اس لیے ان لوگوں کو اصحاب الکہف والرقیم کہتے ہیں فرماتا ہے کہ اے پیغمبر کیا آپ ان کو ہماری آیات قدرت میں سے عجیب تر خیال کرتے ہیں؟ یہ کچھ زیادہ عجیب نہیں۔ اس سے بڑھ کر ہماری نشانیاں ہر روز تمہارے سامنے موجود ہیں وہ کیا؟ آسمان و زمین کا پیدا کرنا ان میں چاند و سورج کا حرکت کرنا ہواؤں کا بدلنا انسان و حیوان و نباتات و جمادات کی پیدائش وغیرہ وغیرہ۔ یہ قصہ کی تمہید تھی۔ اذ اوی الفتیۃ سے ان کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ فتیۃ فتی کی جمع ہے جس کے معنی جوان کے ہیں اور جمع کی صورت میں چند جوان جیسا کہ صبی کی جمع صبیۃ آتی ہے۔ یعنی وہ چند جوان اس غار میں آ بیٹھے تو وہاں خدا سے یہ دعا کرنے لگے کہ ہم پر رحمت کر اس سختی اور تنگی کے وقت ہماری کار سازی کر۔ فضربنا علی آذانہم خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان کے کانوں پر پردے ڈال دیے۔ یہ عرب میں سلانے کے لیے محاورہ ہے کیوں کہ خواب[1] میں کانوں پر پردہ پڑا ہوتا ہے جس سے وہ کسی کی بات نہیں سنتا۔ ثم بعثنٰہم پھر ان کو ہم نے اٹھایا یعنی بیدار کیا۔ لنعلم ای الحزبین تاکہ ان دونوں جماعتوں میں سے کہ جو ان کی مدت خواب میں اختلاف کرتے تھے ہم کو معلوم ہو کہ کس کو ٹھیک مدت معلوم ہے۔ یا تو بیدار ہونے کے بعد خود انہیں میں اختلاف تھا کہ کوئی ان میں ایک روز اور کوئی آفتاب کو خیال کر کے ایک روز سے کم کہتا تھا۔ یا اس عہد میں لوگوں میں اختلاف تھا کوئی دو سو برس کہتا تھا کوئی تین سو۔ چنانچہ آج تک عیسائی اور اہل اسلام کے مورخوں میں اختلاف ہے جیسا کہ آپ کو آگے چل کر معلوم ہوگا اگرچہ خدا تعالیٰ کو

[1] اور نیز جب بچہ کو سلاتے ہیں تو اس کے کان چھپتے ہیں اس لیے یہ محاورہ ہو گیا۔ منہ

ع ۵ ۱۵

ازل میں ہر چیز کا علم تھا اور ہے مگر امتحان کرنا اور اپنا علم حاصل ہونا بندوں کے لحاظ سے فرماتا ہے یا علم اجمالی کے بعد علم تفصیلی مراد ہے جو صدور وقوع حوادث ہوتا ہے اس کو علم تفصیلی کہتے ہیں۔

نحن نقص الخ سے اجمالاً بیان کر کے پھر اس قصہ کی تفصیل فرماتا ہے جیسا کہ فصحاء و بلغاء کا قاعدہ ہے۔ انھم فتیۃ آمنوا بربھم کہ وہ چند لوگ تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے بت پرستی سے جو اس عہد میں عام وبا کی طرح پھیلی ہوئی تھی بیزار ہو گئے تھے۔ زدنا ھم ھدی وہ ایمان پر نہایت ثابت قدم اور ایمان داروں میں مخصوص تھے۔ وربطنا علی قلوبھم ان کے دلوں کو صبر و استقلال بھی ہم نے دیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اس بادشاہ نے ان کو اپنے بتوں کے لیے سجدہ کرنے اور ان کی قربانی کرنے پر مجبور کیا تو انہوں نے علی رؤس الاشہاد صاف کہدیا کہ ربنا رب السموٰت والارض الخ کہ یہ بت ہمارے خدا نہیں ہمارا خدا تو وہ ہے کہ جو آسمان و زمین کا خدا ہے اگر ہم اس کے خلاف کہیں تو ہم نہایت غلط بات منہ سے نکالیں گے اور ہم کو کبھی فلاح نہ ہوگی اور تم جو ان بتوں کو خدا کہتے ہو ان کی خدائی پر کوئی روشن دلیل کیوں نہیں لاتے یہ تو تمہارے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بت ہیں اگر تم ان کو یا وہ جن کی یہ صورتیں ہیں خدائی کا حصہ دار یا اس کے رشتہ دار بناتے ہو (یا ہنود کی طرح اس کی تصویر قرار دے کر جہت عبادت کہتے ہو) تو یہ سب باتیں خدا تعالیٰ پر افترا و بہتان ہیں کیوں کہ نہ اس کا کوئی رشتہ دار ہے نہ شریک خدائی، نہ اس بے چون و بے چگون کی کوئی صورت ہے۔

جب اس تقریر پر بادشاہ جابر ان پر خفا ہوا اور حکم دیا کہ یا تو سجدہ کرو ورنہ قتل کیے جاؤ گے روئی میں لپیٹ کر جلائے جاؤ گے جیسا کہ اس عہد میں ایمان داروں کی نسبت روم کے قیصر کرتے تھے تب انہوں نے کچھ مہلت طلب کی بادشاہ نے مہلت دی تو اپنے مقام پر آکر آپس میں یہ مشورہ کیا کہ اذ اعتزلتموھم وما یعبدون الا اللہ فاووا الی الکھف الخ کہ جب تم نے اس قوم اور ان کے معبودوں کو جو اللہ کے سوا ہیں ترک ہی کر دیا اور ان سے کنارہ کشی کر لی تو چلو اس غار میں جا چھپو خدا تعالیٰ وہاں تم کو مصیبت میں نہ ڈالے گا بلکہ تم پر رحمت کرے گا اور تمہارے کام میں آسانی اور کارسازی کرے گا۔ ان کو اپنے ایمان کامل کی وجہ سے اس بات پر یقین ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے ان کے ساتھ ایسا ہی کیا، اس کی مدد غیبی ایمان داروں پر ہمیشہ اسی طرح ہوا کرتی ہے) اب آئندہ قصہ کو حذف کر دیا کہ وہ غار میں آچھپے اور وہاں ان کو ایسی نیند آئی جو کئی سو برس تک سوتے رہے۔ ادھر بادشاہ اور اس کے ارکان دولت تلاش کرنے لگے اور جب یہ معلوم ہوا کہ اس کئی میل کے تنگ و تاریک غار میں گھس گئے ہیں جس میں جا کر تلاش کرنا مشکل ہے اور غرض ان کا قتل کرنا تھا سو غار کے منہ پر ایک مستحکم دیوار چن دی کہ بن آئے آپ مر رہیں گے اور دفتر میں یہ حال درج کرا دیا گیا۔ یہ بات اگلے بیان سے سمجھی جاتی ہے اور فصحاء بلغاء ہمیشہ اس طرح حذف کر دینا جزء بلاغت سمجھتے ہیں۔ اب ان کے غار میں سونے کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔

وتری الشمس الی قولہ لملئت منھم رعبا۔ کہ غار میں وہ اس موقعہ پر سوئے کہ طلوع کے وقت آفتاب یعنی دھوپ ان کے دائیں طرف سے ہو کر گزر جاتی تھی اور غروب کے وقت یعنی پچھلے پہر بائیں طرف رہتی تھی ان پر دھوپ نہیں آتی تھی اور وہ کھوہ میں کروٹیں بدلتے رہتے تھے اس قسم کے مکان کی تصویر (کہ جہاں اول دن دھوپ دائیں طرف رہے اور اخیر دن بائیں طرف) علماء کرام نے کئی طور پر کی ہے۔

اول یہ کہ غار کا منہ شمال کی جانب تھا طلوع کے وقت دھوپ ان کے دائیں سے اور غروب کے وقت

بائیں سے ہو کر گزر جاتی تھی جیسا کہ شمال رویہ مکانوں میں ہوتا ہے۔ بیضاوی نے کہف کے دروازہ کو بنات النعش ستاروں کے نیچے قرار دیا ہے اور قاعدۂ ہیئت پر تقریر کی ہے جس کو سامعین کے تصورِ فہم کی وجہ سے ترک کرنا پڑا۔ بعض کہتے ہیں کہ خواہ کسی رُخ غار کا منہ ہو اور کسی برج کے مقابلہ میں ہو مگر خدائے تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے ان کو آفتاب کی شعاع کو بچاتا تھا اس لیے اس کے بعد ذٰلک من آیات اللہ فرمایا کہ یہ خدا کے عجائباتِ قدرت میں سے ہے۔ پھر نکتہ چینوں اور کوتاہ بینوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ من یھدی اللہ فھو المھتد ومن یضلل فلن تجد لہٗ ولیا مرشدا۔ یہ زجاج کا قول ہے۔

دیگر مفسرین کہتے ہیں ان کے اس قدر باقی رہنے کو ذٰلک من آیات اللہ سے تعبیر کیا ہے اور ان کی ہدایت وایمان کے لیے من یھدی اللہ الخ آیا ہے، واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے تحسبھم ایقاظا کہ اسے دیکھنے والے تو ان کو دیکھے تو بیدار جانے ان کے کروٹیں بدلنے اور آنکھیں کھلی رہنے سے حالانکہ وہ خواب میں تھے اور اپنی قدرت سے ہم تقلبھم ذات الیمین وذات الشمال ان کی دائیں بائیں کروٹیں بدلتے رہتے تھے تاکہ ایک طور پر پڑے رہنے سے زمین ان کو نہ کھا جاوے اور اسی حالت سے ان کا کتا بازو پھیلائے غار کی دہلیز پر پڑا ہوا تھا اور ان کے اس تنگ وتاریک مکان میں بالوں اور ناخنوں کے بڑھ جانے سے ایسی مہیب شکل ہو رہی تھی کہ جو کوئی دیکھے تو ڈر کر بھاگ جائے۔ انسان کی فطرت ہے کہ مہیب شکلوں اور تنگ وتاریک مکانوں سے وحشت اور دہشت ہوتی ہے کیوں کہ اس کی روح منوّر گھبراتی ہے۔ ان الفاظ میں گو خطاب کے صیغے ہیں مگر مراد انسان ہیں عموماً جیسا کہ فصحا ایک طرف خطاب کرتے ہیں اور مراد عام لیا کرتے ہیں پس یہ اعتراض کرنا کہ آں حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ڈر رہے تھے جس طرح بچے اور عورتیں ایسے مکانات اور اشکال سے ڈر کر بھاگتے ہیں آپ بھی ایسے ہیں محض حماقت ہے۔

اس مقام پر بیضاوی وغیرہ مفسرین نے نقل کیا ہے کہ جب امیر معاویہؓ نے روم پر چڑھائی کی اور اس شہر اور غار کے پاس پہنچے تو عبداللہ بن عباسؓ نے منع کیا کہ آپ اندر آدمی بھیج کر ان کی شکل وصورت دیکھنے کے درپے نہ ہوں کیوں کہ خدا تعالیٰ نے خاص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا ہے جو آپ سے بھی بہتر ہیں لو لیت منھم فرارا۔ مگر امیر معاویہؓ نے نہ مانا اور کچھ لوگ بھیجے جو لو سے جل کر مر گئے۔

اصحابِ کہف بیدار ہوتے ہیں

جب ان لوگوں کے خواب پر جو موت سے مشابہ ہے تین سو نو برس گزر گئے اور اس عہد کے لوگ مر کھپ گئے اس کے بعد اور بھی قرن مر کھپ گئے اور اب ایک ایسا زمانہ آیا کہ جس کا بادشاہ بت پرستی چھوڑ کر عیسائی اور حواریین کے مذہب پر تھا مگر اس عہد میں مرکز زدہ ہونے پر باہم بحث تھی۔ ایک فریق منکر تھا ایک فریق قائل۔ خود بادشاہ کو تردد تھا۔ خدا تعالیٰ سے التجا کرتا تھا کہ اس امر میں اس کو کوئی نشانی دلیل دکھا دے۔ خدا کی قدرت کو دیکھو کہ اس غار کی دیوار کو مکان بنانے کے لیے کسی نے ڈھانا شروع کیا یہاں تک کہ بالکل ڈھا کر غار کا منہ کھول دیا۔ ادھر دیوار کا گرنا ادھر کھلنا تھا کہ ادھر خدا نے ان کو بیدار کیا۔ وکذٰلک بعثنٰھم، کہ جس طرح اپنی قدرت کاملہ سے ہم نے ان کو اس قدر عرصہ تک محفوظ رکھا اسی طرح اپنی قدرت سے اٹھا بھی دیا گویا کہ از سرِ نو زندگی عطا کی۔ اب جو انگڑائیاں لیتے آنکھیں ملتے ہوئے اٹھے تو باہم پوچھنے لگے کم لبثتم، کہ کس قدر سوئے؟ جواب دیا کہ یوما او بعض یوم، ایک روز یا کچھ کم۔ کیونکہ سونے والے کو تخمینی مدت معلوم ہوا کرتی ہے۔ غار میں صبح کے وقت داخل ہوئے تھے جب بیدار ہوئے تو پچھلا پہر تھا

اس لیے سمجھا کہ ایک دن یا کچھ کم مگر جب اپنے سر کے بال اور ناخن بڑھے دیکھے تو سمجھے کہ ہفتوں تک سوئے ہیں۔ اس لیے کہہ دیا ربکم اعلم بما لبثتم کہ خدا ہی کو خوب معلوم ہے کہ کس قدر سوتے رہے مگر ابھی یہ معلوم نہیں ہے کہ تین سو نو برس گزر گئے ہیں بھوک پیاس معلوم ہوئی تو کہا اپنے میں سے کسی کو شہر کی طرف روپیہ دے کر بھیجو (غار سے تقریباً تین میل یہ شہر طرسوس کہ جس کو آفسوس کہتے ہیں واقع تھا) کہ جہاں سے یہ بھاگ کر آئے اور یہاں چھپے تھے) چاہیے کہ وہ پاک یا عمدہ کھانا لاوے اور اس طرح چھپ کر جاوے کہ کسی کو معلوم نہ ہو ورنہ خرابی آجاوے گی کیوں کہ ان یظھروا علیکم اگر وہ قابو پاجاویں گے تو یا مار ڈالیں گے یا اپنے مذہب میں لشکر کریں گے جس میں سراسر خرابی ہے۔ یہ سمجھ سے ہیں کہ دقیانوس موجود ہے وہی زمانہ ہے وہی لوگ ہیں۔ پس ایک شخص ان میں سے چلا اور لوگوں سے بچتے ہوئے شہر کے دروازہ پر آیا تو اس کی ہیئت بدلی ہوئی پائی حیرت ہوئی کہ یہ کیا ہوگیا۔ اسی طرح دوسرے دروازہ پر گیا تو اس کا نقشہ بھی بدلا ہوا پایا۔ شہر میں آیا تو بازار کی صورت نئی دوکان دار نئے۔ لوگ نئے مذہب بھی نیا۔ یعنی انہیں کے خیالات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قائل۔ حیران تھا کہ انہی اس غار کے پاس تو کوئی شہر نہ تھا مگر یہ بھی وہ شہر نہیں نہ اس کے وہ آدمی ہیں۔ آخر ایک دکان دار کو روپیہ دیا کہ بھئی ہمیں اس کی فلاں فلاں چیزیں دے دو۔ وہ روپیہ ہاتھ میں لیتے ہی حیران رہ گیا کہ یہ کس عہد کا سکہ ہے۔ پاس والے کو دکھایا اس نے اور کو۔ پھر کیا تھا بازار میں بھیڑ لگ گئی پوچھنے لگے کہ سچ بتاؤ تم کون ہو اور یہ روپیہ تم کو کہاں سے ملا؟ ضرور پرانا دفینہ پایا ہے سچ بتلاؤ نہیں تو پولیس کے حوالے ہوتے ہو۔ یہ کہہ رہے تھے کہ پولیس آن پہنچی آخر بادشاہ زماں کے روبرو پیش ہوئے۔ اس نے پوچھا کہ سچ بتاؤ تم کون ہو کہاں کے ہو یہ روپیہ کہاں سے لائے ہو؟ آخر الامر اس نے سب سرگذشت بیان کی کہ ہم دقیانوس کے ڈر کے مارے اس غار میں جا چھپے تھے ہمارے یہ نام ہیں۔ آج سوتے ہوئے آنکھ کھلی ہے میں کھانا خریدنے آیا تھا لوگوں نے میری ہیئت اور سکہ دیکھ کر مجھے پکڑ کر آپ تک پہنچایا۔ اس بادشاہ نے تسلی دی کہ دقیانوس کے زمانے کو کئی سو برس گزر گئے اب میں بادشاہ عیسائی مذہب رکھتا ہوں۔ ارکان دولت اور بادشاہ نے ان کے نام و نسب کے مطابق پاکر اور دیگر قرائن سے بھی معلوم کرلیا کہ وہی لوگ ہیں سب کو مرکر دوبارہ زندہ ہونے پر یقین آیا۔ پھر بادشاہ مع ارکان دولت اسکو لے کر غار میں گئے وہاں جاکر اس نے کہا پہلے مجھے جانے دو تاکہ وہ بھیڑ دیکھ کر نہ گھبرائیں۔ وہ غار میں گیا پھر باہر نہ آیا۔ بادشاہ نے بہت کوشش کی کہ اندر جاکر تلاش کرے مگر قضا و قدر نے رستہ بھلا دیا اور کوئی اندر تک نہ جاسکا۔ بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ مع چند مصاحبوں کے اندر ان کے پاس گیا اور ان سے مل کر آیا اور پھر ان کے کہنے سے غار کا منہ بند کرا دیا (عرائس)۔

اس قصہ کی طرف مجملاً ان جملوں میں اشارہ فرماتا ہے کذلک اعثرنا علیھم یعنی جس طرح اپنی قدرت کاملہ سے انہیں اٹھایا اسی طرح ان کو ان لوگوں پر ہم نے ظاہر کر دیا لیعلموا ان وعد اللہ حق وان الساعۃ لا ریب فیھا تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ حق اور قیامت کا آنا سچ ہے کیونکہ ان کا اس قدر عرصہ تک سو کر جاگنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی مرکر جی اٹھے سو اس بات کا انہوں نے مشاہدہ کرلیا۔ اور جو تین سو نو برس بعد ان کی روح ان کے جسم کے ساتھ متعلق کر سکتا ہے وہ تمام عالم کو ایک مدت کے بعد اسی طرح کھڑا

ف اصحاب کہف کے اسماء مختلف کتابوں میں مختلف لکھے ہیں مگر صحیح وہی ہیں جو سید نا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہیں ۱۲ منہ

کر سکتا ہے۔

اذ یتنازعون بینہم امرہم یعنی ان کو اس وقت اٹھایا جب کہ وہ باہم اپنے دین کے امر میں جھگڑتے تھے بعض کہتے تھے حشر ابدان کے ساتھ ہوگا، بعض صرف روح کا مبعوث ہونا مانتے تھے تاکہ ان کا خلاف دور ہو جائے۔ یا یہ مراد کہ جب وہ غار میں پھر جاگ کر غائب ہوتے اور وہاں جا کر مر گئے تو بعض کہتے تھے پہلے کی طرح پھر سو گئے۔ یا مراد کہ بعض اس غار پر ایک ایسی عمارت بنانا چاہتے تھے جس میں ہر کوئی آکر رہے اور بعض وہاں عبادت گاہ بنانا چاہتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فقالوا ابنوا علیہم بنیانا ربہم اعلم بہم الخ۔ ربہم اعلم بہم خدا کی طرف سے جملہ معترضہ ہے ان کے رد میں جو اس عہد میں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ان کے حالات پر زیادہ بحث کرتے تھے کوئی ان کی کچھ تعداد بتلاتا تھا کوئی کچھ جس کی تصریح خود کرتا ہے سیقولون ثلثۃ رابعہم کلبہم کہ بعض ان کو تین شخص کہتے ہیں اور چوتھا کتا بتلاتے ہیں۔ یہ یہود کا یا نجران کے نصاریٰ کا قول تھا۔ ویقولون خمسۃ سادسہم کلبہم، یہ بھی بعض نصاریٰ عرب کا قول تھا کہ وہ پانچ شخص تھے چھٹا کتا تھا۔ ان دونوں قولوں کو رد کرتا ہے۔ رجما بالغیب کہ یہ محض قیاسی اور بے تکی باتیں ہیں۔ ویقولون سبعۃ وثامنہم کلبہم کہ وہ سات شخص تھے اور آٹھواں کتا تھا یہ اہل اسلام کا قول تھا۔ حضرت نبی علیہ السلام کے بتلانے سے اس قول کی تائید فرماتا ہے قل ربی اعلم بعدتہم ما یعلمہم الا قلیل کہ ان کی تعداد تو خدا ہی جانتا ہے اور تھوڑے سے بندے اس کے بتلانے سے جانتے ہیں جن میں اہل اسلام ہیں۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے یہ نام بتلاتے تھے یملیخا۔ مکشلینا۔ مشلینا بادشاہ کے دائیں طرف والوں میں سے تھے، اور مرنوش، دبرنوش، شاذنوش بائیں طرف والوں میں سے اور ساتواں ایک چرواہا تھا جو راستہ میں ان کے ساتھ ہو لیا تھا اور ان کے کتے کا نام قطمیر تھا اور شہر کا افسوس (بیضاوی)

جب کہ خدا تعالیٰ نے حضرت کو ان کے حال سے بخوبی مطلع کر دیا تو اب اوروں سے پوچھنے اور ان کے امر میں جھگڑا کرنے سے منع فرماتا ہے فلا تمار فیہم الا مراء ظاہرا کہ ان کے امر میں زیادہ جھگڑا نہ کرو صرف قرآن کے واقعہ سے خبر دینے کی تکمیل ورد نہ کرو ولا تستفت فیہم منہم احدا اور نہ کسی سے ان کا زیادہ حال دریافت کرو جس میں ان کی لاعلمی اور جہالت ثابت ہونے لگے کیونکہ مکارم اخلاق نبوت سے یہ بھی بعید ہے

واضح ہو کہ شہر افسوس یا افسس جس کو طرطوس بھی کہتے ہیں ایشیائے کوچک کا ایک شہر ہے اس میں ارتمیس دیوی کا ایک ایسا مندر تھا جو دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا تھا۔ جس کو ایک شخص نے اپنی شہرت کے لیے اس رات میں جلا دیا کہ جس رات سکندر رومی پیدا ہوا تھا۔ پھر دوبارہ یہ مندر اسی طرح بنایا گیا۔ اس شہر سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے جس میں وہ غار ہے کہ جہاں اصحاب کہف غائب ہوئے تھے یہ غار کئی میل تک کا ہے اور اس کی کئی شاخیں ہیں ہیبت ناک درے ہیں یہ شہر قیاصرۂ روم کے عہد میں بڑی رونق پر تھا اب اس کے خرابات پڑے ہیں ایک قصبہ سا ہے یہاں حضرت سلطان خلد اللہ ملکہ کی عملداری ہے۔

اس غار پر ایک خانقاہ ہے جس کی عیسائی اور مسلمان دونوں تعظیم کرتے ہیں۔ غالباً یہ وہی خانقاہ ہے جو اصحاب کہف کے برآمد ہونے کے بعد بنائی گئی تھی یا وہی عمارت نہ ہو مگر اس کی جگہ پر عمارت قائم ہے۔

ف افسس و معروف آبہای صغیر ست و مسافت میان او و دار میر تخمیناً ہفت میل ست و افسس قریب بجانب جنوب از میر واقع شدہ است و او را الآن ایا سلوک می گویند جغرافیہ فرہاد مرزا ص ۴۳۲ ۱۲ منہ

یہ واقعہ اصحاب کہف کا ڈیشیش (دقیانوس) قیصر کے عہد میں ہوا ہے ۲۴۹ء کے بعد جب قیصر فیلپوس کی جگہ جو عیسائیوں پر بڑا مہربان تھا، ڈیشیش بیٹھا تو یہ پہلے قیصروں سے بھی بڑھ کر عیسائیوں کے حق میں ظالم اور سفاک تھا۔ ان قیصران روم کے عہد میں نیرو قیصر سے لے کر قسطنطین تک وہ ظلم و زیادتی ہوتی تھی کہ جس کا بیان نہیں۔ یہ روم کے بادشاہ جن کا پایۂ تخت ملک اٹلی میں شہر روم تھا اور ان کا لقب قیصر۔ بت پرست تھے بتوں کی پرستش خصوصاً جوپیٹر کی عبادت ان کے ہاں قانوناً فرض تھی جو عدول حکمی کرتا تھا اول اس کو فہمائش ہوتی تھی پھر کوئی قتل کیا جاتا تھا اور کوئی درندوں کے آگے ڈالا جاتا تھا، کوئی آگ میں ڈال دیا جاتا تھا، کسی کو لوہے کے گرم ستون سے باندھتے تھے جیسا کہ عیسائیوں کی کتب تواریخ کلیسیا میں مصرحاً مذکور ہے۔

یہ واقعہ اس قیصر کے عہد میں گذرا ہے جیسا کہ لارڈ ولیم میور اپنی تاریخ کلیسیا کے چھٹے باب ص۲۴۶ کے حاشیہ میں لکھتا ہے قولہ:۔

"کہتے ہیں افسس کے رہنے والے سات جوان ڈیشیش کے ظلم کی سختی سے شہر چھوڑ کر پاس ہی کسی غار میں جا چھپے تھے اور وہاں دو سو برس تک برابر سوتے رہے اور پھر جب جاگے اور ان میں سے ایک شہر میں گیا تو وہ وہاں تمام حاکم و محکوم کو پورا عیسائی دیکھ کر نہایت تعجب میں آیا۔ یہ نقل اصحاب کہف کی قرآن میں بھی بہت سی خیالی باتوں کے ساتھ مل کر مذکور ہوئی ہے اس میں اس خواب کے ایام بجائے دو سو کے تین سو نو برس لکھے ہیں پس اس کو جس طرح سمجھے مبالغہ صاف ہے گبن کی کتاب کے ۳۳ باب کا آخر دیکھو انتہیٰ۔"

الغرض ولیم میور صاحب اور گبن صاحب کو جو نئی روشنی کے عہد کے مورخ ہیں اس قصہ کی بابت جو قرآن مجید میں مذکور ہے بجز تسلیم کے چارہ نہ ہوا تو ایک مبالغہ کا اتہام لگایا کہ خواب کی مدت میں قرآن نے مبالغہ کیا ہے۔ ولیم میور صاحب اگر ان کی بیداری کا زمانہ متعین بہ دلائل کرتے تو یہ اتہام پادریانہ زیبا تھا اور نہ اس بے تکی رائے کو کتاب الٰہی کے مقابلہ میں کون سنتا ہے خصوصاً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے نصاریٰ جن سے تخمیناً ستر برس پیشتر یہ واقعہ گذرا ہے آں حضرتؐ پر غلط بیانی کی صورت میں کیسے کیسے الزام لگاتے اور پھر قریش مکہ کے ہاتھ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تغلیط کے لیے ایک بڑی سند ہاتھ آجاتی حالانکہ وہ شب و روز ایسی ہی باتوں کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔

فوائد

(۱) **سوال** ان آیات سے اصحاب کہف کی ایمانداری اور مدح ثابت ہوتی ہے اور اس کا سبب بظاہر دین عیسوی قبول کرنا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس عہد تک دین عیسوی غیر محرف تھا اور جہاں تک تاریخ کی کتابوں کو دیکھا گیا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کے عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ تھا جو آج کے زمانہ کے عیسائیوں کا ہے جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ آج کل جو مذہب عیسائیت پر الزام

ؔ قرآن مجید میں تین سو نو برس قمری ہیں جس میں نو برس بحساب شمسی گئے باقی تین سو رہے اور یہ واقعہ ہوا دو سو انچاس عیسوی میں اور تین سو برس سوتے رہے اب بیداری ان کی پانچ سو انچاس عیسوی میں ہوئی اور ولادت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تخمیناً پانسو ستر عیسوی میں ہے۔ اس حساب سے اصحاب کہف کی بیداری تخمیناً اکیس برس پیشتر حضرتؐ کی ولادت سے ہوئی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت تخمیناً ستر برس کا زمانہ گذرا تھا ۱۲ منہ

تحریف لگایا کرتے ہیں محض تعصب ہے۔

جواب

جس نے مذہب عیسوی کی تاریخیں دیکھی ہیں اس پر یہ بات ہرگز مخفی نہیں کہ حضرات حواریوں کے زمانہ ہی میں اختلاف کی بنیاد قائم ہو گئی تھی۔ پولوس اور شمعون اور دیگر لوگوں میں جو کچھ اختلاف پڑا وہ خود حواریوں کی تاریخ یعنی کتاب اعمال حواریین ہی سے ثابت ہے جس کو عیسائی انجیل کہتے ہیں۔ اور پولوس کے ناموں سے بھی جو انجیل مانے جاتے ہیں اور پھر بعد میں جو کلیساؤں میں اختلاف ہوا اور مختلف فرقے اول اور دوسری صدی عیسوی میں پیدا ہوئے ان کا بیان بکثرت طوالت ہے۔ چوتھی صدی عیسوی میں جب روم کے قیصروں میں سے سب سے اول قسطنطین عیسائی ہوا۔ اس نے انہیں اختلافات دور کرنے کے لیے اور نیز الوہیت مسیح و دیگر اصول مذہب قائم کرنے کے لیے شہر نائس میں بڑے زور شور سے ایک انجمن منعقد کی اور پھر برسوں تک انجمنیں منعقد ہوتی رہیں مگر تاہم بہت سے فریق جدا ہی رہے عیسائیوں میں الوہیت مسیح کے منکر بھی باقی رہے اور اب تک عیسائیوں میں ان مخالف فریقوں کے پیرو باقی ہیں پس جب یہ ہے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ افسوس کے عیسائیوں کا مذہب آج کل کے فرقہ پروٹسٹنٹ یا فرقہ رومن کیتھولک کا مذہب تھا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ملکوں میں پھیلا ہوا تھا جس میں بے شمار تحریفات ہیں اور جن کی اصلاح کے لیے نبی آخر الزمان علیہ السلام بھیجے گئے۔ حق یہ ہے کہ اصحاب کہف حواریوں کے اصلی مذہب پر تھے تثلیث و الوہیت مسیح سے ان کے کان بھی آشنا نہ تھے۔

ان پر پولوس کی تعلیم کا اثر نہ پڑا تھا۔

(۲) اس بات کا کہ اصحاب کہف اس غار میں اب تک سوتے ہیں اور قیامت تک وہیں سوتے رہیں گے، یا یہ کہ وہ بیدار ہونے کے بعد غار میں جا کر مر گئے اور نیز یہ کہ آں حضرت علیہ السلام کے پاس ایک چادر آئی اس کے چاروں کونے خلفاء اربعہ نے پکڑے اور بیچ میں آں حضرت بیٹھے اور اٹھا کر فرشتے اصحاب کہف کے پاس لے گئے ان سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات کر کے ان کو اسلام تلقین فرمایا، قرآن و احادیث سے پتہ نہیں لگتا۔ یہ مورخین کی رائیں اور ان کے اقوال ہیں، واللہ اعلم۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ

(اے نبی) اور آپ کسی کام کے لیے یہ نہ کہا کرو کہ اس کو میں کل

غَدًا ﴿٢٣﴾ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُر

کر دوں گا (بلکہ یوں کہا کرو) اگر اللہ چاہے گا تو کر دوں گا) اور جب آپ

رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن

(اپنے موقع پر انشاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو یاد کر لیا کرو اور کہہ دیا کرو شاید

يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا

میرا رب مجھے اس سے بھی کوئی اور بہتر

رَشَدًا ﴿٢٤﴾ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ

بات بتلا دے۔ اور وہ اپنے غار میں

ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ﴿٢٥﴾

تو اوپر تین سو برس رہے۔ (اس پر بھی ۹ برس

قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۖ لَهُ غَيْبُ

تو کہہ دو اللہ تم سے خوب تر جانتا ہے کہ کس قدر رہے (کیونکہ) اسی کے پاس

ف۱ یعنی ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جب یاد آئے کہہ لیا کرو ۱۲ منہ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ

آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا علم ہے وہ کیا ہی بینا

وَاَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ

اور کیا ہی شنوا ہے اس کے سوائے ان کا کوئی کارساز

وَّلِیٍّ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے

وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتٰبِ

اور تلاوت کرتے رہیے جو کچھ آپ پر وحی کی گئی ہے اس کو

رَبِّكَ ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ

پڑھتے رہیے کوئی اس کی باتوں کو بدل نہیں سکتا

وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

اور نہ آپ کے سوائے آپ کو کوئی بھی پناہ نہ ملے گی

ترکیب

الا استثناء ہے نہی سے اے لاتقولن لاجل شیٔ تعزم علیہ انی فاعلہ فیما یستقبل الا بان یشاء اللہ اے الا متلبسا بمشیۃ اللہ تعالیٰ قائلا ان شاء اللہ۔ ابصر بہ واسمع صیغہ تعجب ہیں بہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور محل اس کا رفع ہے فاعلیت سے اور رب زائد ہے سیبویہ کے نزدیک۔

تفسیر

ولاتقولن الخ مفسرین کہتے ہیں اس آیت کے نازل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب قریش نے نبی علیہ السلام سے اصحاب کہف و ذوالقرنین اور روح کا حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کل بیان کروں گا اور اس کے ساتھ ان شاء اللہ نہ کہا اس لیے پندرہ دن تک بقول بعض چالیس روز تک وحی بند رہی تب یہ آیت نازل ہوئی کہ کسی کام کے کرنے کا وعدہ بغیر ان شاء اللہ کے نہ کیا کرو کیوں کہ بندہ کا ایسا کہنا گویا کارخانۂ قضا و قدر میں اپنا استقلال ظاہر کرنا ہے جو عبدیت کے خلاف ہے اور ہدایت فرمائی کہ جب ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جس وقت یاد آئے کہہ لو۔ اس پر امام شافعیؒ نے یہ بات نکالی کہ اگر کسی کام کی قسم کھائی اور عرصہ کے بعد ان شاء اللہ کہہ لیا تو حانث نہ ہوگا۔ مگر عام فقہاء کہتے ہیں ملا کر کہے گا تو معتبر ہوگا کس لیے کہ اذکر ربک سے ان شاء اللہ کہنا مراد نہیں بلکہ عموماً یاد الٰہی مراد ہے یا ان شاء اللہ کہنا مراد ہے تو متصلاً۔ اور جب قریش کو اصحاب کہف کا حال سن کر تعجب ہوا تو فرمایا کہ دو عیسیٰ ان یہودیوں، کہ اس سے بھی زیادہ اور خبریں ابھی میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے بتائے گا چنانچہ صدہا غیب کے اسرار بتائے

ولبثوا فی کہفہم الخ اس قصہ کا تتمہ ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس جملہ میں ولبثوا فی کہفہم لوگوں کے قول کو نقل کرتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ غار میں تین سو نو برس تک سوتے رہے اس لیے بعد میں فرماتا ہے قل اللہ اعلم بما لبثوا الخ کہ اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ وہ کس قدر ٹھیرے (لو پادری صاحب اب تو کچھ بھی خلاف باقی نہیں رہا) مگر دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ اپنی طرف سے خبر دیتا ہے اور قل اللہ اعلم بما لبثوا سے اس کی تائید کرتا ہے کہ وہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس قدر سوئے کیوں کہ وہ آسمانوں اور زمین کی سب چھپی ہوئی باتیں جانتا ہے وہ بڑا سمیع و بصیر ہے نہ کہ تم جو قیاس سے کہتے ہو۔

مالھم من دونہ من ولی الخ وہی ان کا یعنی اصحاب کہف کا کارساز ہے جس نے ان کو اس قدر مدت تک سالم رکھا اور اپنے حکم میں کسی کو شریک نہ کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں اپنا جلال و حشمت ظاہر کرتا ہے تاکہ مخالفین اس کے خلاف کرنے سے ڈریں کہ ان کا کوئی حمایتی نہ پیدا ہوگا اس لیے اس کے بعد حضرتؐ کو بے دھڑک قرآن سنانے کا حکم دیتا ہے۔ واتل ما اوحی الخ کسی کا کچھ خوف

وخطرنہ کرو کوئی اس کی بات بدل نہیں سکتا جو وہ کہتا ہے وہی حق ہے وہی ہوگا وہی ہوا ہے آپ اس کی دی ہوئی کتاب کو پڑھا کرو اور لوگوں کو سنایا کرو کسی کے اختلاف کی کچھ پروا نہ کرو۔

بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ ۭ بِئْسَ

ط

اس پانی کی جگہ جو پگھلے ہوئے لوہے کی مانند ہوگا منہ کو جھلس ڈالے گا　کیا ہی برا

الشَّرَابُ ۭ وَسَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ

ط

پانی ہوگا　اور کیا ہی بری آرام کی جگہ ہے گی　بے شک

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ　الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور اے نبی جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں (اور)　جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے

رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ　اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾

اس کی رضامندی چاہتے رہتے ہیں آپ انہیں کے ساتھ اپنے آپکو　تو ہم بھی جس کسی نے نیک کام کیے ہیں اس کا اجر ضائع نہیں کرتے

وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ　اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ

ٹھیرائے رکھیے اور ان سے آنکھیں نہ پھیریے کہ　یہی لوگ ہیں کہ جن کے لیے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں　جن کے

تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا　مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا

آپ دنیا کی زندگانی کی آرائش کا پاس کرنے لگیں اور اس کا　نیچے بڑی نہریں بہہ رہی ہوں گی　ان کو وہاں سونے

تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا　مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ

ط

کہنا ہرگز نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا　کے کنگن پہنائے جائیں گے　اور سب

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾　ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ

اور جو اپنی خواہش کے تابع ہو گیا اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہو　باریک ریشم اور دبیز ریشم کا پہنیں گے

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَمَنْ شَاۗءَ　مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَاۗىِٕكِ ۭ

اور کہہ دو حق تو تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے پھر جو چاہے　وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے

فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ ۭ اِنَّآ　نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾

ع ۹/۱۶

مانے　اور جو چاہے نہ مانے　ہم نے بھی　کیا ہی اچھا بدلہ ہے　اور کیا ہی خوب آرام گاہ ہے

اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ

ستم گاروں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس کی قناتیں

سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا

انہیں گھیر لیں گی　اور اگر فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی

ترکیب

یریدون حال ہے ضمیر پر عون سے تریدکا فاعل ضمیر ہے جو عینین کی طرف راجع ہے جملہ حال ہے کُ سے

ط اصل الحدید المذاب وقیل الرصاص　المذاب او الفضۃ وقیل دردی الزیت اذا بلغ فی الغلی کالمہل　ط یشوی الوجوہ ای ما بلغ فی الحر وہو کالمہل　ط الاذیب من جواہر الارض من حدید ورصاص ونحاس ۱۲ منہ　ط مرتفقا متکأ　والمرتفق مرتفق تحت الحد اقال القتیبی ہو المنزل والمجلس ۱۲ منہ　ط اساور قال الزجاج جمع اسورۃ وہی زینۃ تلبس فی الید من زینۃ الملوک ۱۲　ط السندس ہو الرقیق من الحریر والاستبرق منہما وہما جنسان واحد ہما سندسۃ والاستبرقۃ وقیل مفردان وقیل استبرق الدیباج المنسوج بالذہب ۱۲ منہ

یا فاعل لاقعد سے۔ اما لا جملہ خبریہ ہے ان کی۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں فرمایا تھا کہ جو کچھ اسباب تجمل دنیا پر ہیں وہ صرف دنیا کی زینت ہے کہ آخرت کی اور وہ فانی اور سریع الزوال ہیں غرور اور دل بستگی ان سے نچاہیے کیوں کہ وہ اسباب دار آخرت کے لیے حجاب ہیں پھر اس کے متعلق اصحاب کہف کا دل چسپ واقعہ بیان فرمایا تھا جو دنیا کی بے ثباتی پر دلالت کرتا تھا۔ کفار قریش ایسے کہاں کے تھے جو اس سے عبرت ناک نتیجہ حاصل کرتے۔ بلکہ اس کو بھی ایک دل چسپ داستان سمجھ کر آں حضرت علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے مگر اپنے اسباب دنیا کے غرور میں ان کو فقرا مسلمین کے ساتھ آں حضرتؐ کے پاس بیٹھنا ناگوار معلوم ہوا جس پر انہوں نے حضرتؐ سے درخواست کی کہ یہ لوگ ہمارے وقت میں آپ کے پاس نہ آیا کریں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

واصبر نفسک الی قولہ الدنیا کہ آپ انہیں غربا مسلمین کے ساتھ رہا کریں جو صبح و شام اپنے اللہ کو خاص اسی کی رضا کے لیے پکارتے ہیں (صبح و شام سے یا تو ہمہ وقت مراد ہے جو صبح و شام ان کی اطراف سے تعبیر کیے گئے یا صبح و شام سے نماز فجر و مغرب مراد ہے یا بیدار ہونے اور سونے کا وقت کیوں کہ سوکر بیدار ہونا گویا مر کر جینا اور رات کو سونا گویا مرنے کا سامان ہے سو ایسے وقتوں میں باخدا لوگ ضرور متنبہ ہوتے اور اس کی شکر گزاری اور یاد کرتے ہیں) اور ان سے آنکھیں نہ پھیرنا کہ امرا کفار کی آرائش و تجمل آپ کی آنکھوں میں کھبے اور ان کفار کا کہنا نہ ماننا کہ جن کے دل ہماری یاد سے غافل ہو گئے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیرو ہیں اور حد سے گزر گئے ہیں اور کہہ دو امر حق اللہ کی طرف سے آچکا خواہ تم مانو یا نہ مانو۔ پھر آگے نہ ماننے والوں کی سزا جہنم اور آگ کی قنات اور پینے کو کھولتا پانی بیان فرمایا اور ماننے والوں کی جنات عدن اور وہاں کے تجملات اور حقیقی زینت بیان فرمادی سونے کے کنگن اور لباس حریر اور تختوں پر تکیہ لگا کر بیٹھنا۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا

اور ان کو دو شخصوں کی مثل بھی سنا دو کہ جن میں

لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّ

سے ایک کے لیے ہم نے انگور کے دو باغ تیار کیے اور ان

حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾

کے گرداگرد کھجوریں لگائیں اور ان کے درمیان کھیتی بھی لگائی

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ

دونوں باغ ہیں کہ اپنے پھل لاتے ہیں اور پھل

تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا

لانے میں کچھ کمی بھی نہیں کرتے اور ان باغوں کے بیچ میں ایک نہر

نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ

بھی جاری کی اور اس شخص کے پاس بہت پھل تھے پھر اس نے اپنے

لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَنَا أَكْثَرُ

ساتھی سے باتیں کرتے ہوئے یہ کہا کہ میں تجھ سے مال میں

مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ

بھی زیادہ ہوں اور آدمیوں کے لحاظ کی بھی زیادہ عزت ہے میں۔ اور اپنے

جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ

جان پر ستم ڈھاتا ہوا اپنے باغ میں گیا جا کر کہنے لگا

ف کہ میرا کنبہ تو بھرا پرا یار و احباب بہت ہیں اور دنیا میں مال کی طرح یہ بھی ایک عزت و شوکت کا سامان ہے ۱۲ منہ

ف یکاد و یراجعہ فی الکلام من حار اذا رجع۔

مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ

کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی برباد ہوگا جس سے وہ چٹیل میدان ہو جائے گا یا اس کا پانی

مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ

خشک ہو جاوے گا کہ جس کو تو ہرگز نہ پا سکے گا اور اگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ قیامت برپا ہوگی

رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ

میں اپنے رب کے پاس پہنچایا بھی گیا تو اس سے بھی بہتر جگہ پاؤں گا۔ (اس وقت) اس کے رفیق نے اس سے (اثناء

وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ

کلام میں) کہا کہ کیا تو اس کا منکر ہوگیا کہ جس نے تجھے مٹی سے پھر نطفہ سے بنایا

ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۴۳﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۴﴾

پھر تجھے پورا آدمی بنا دیا۔ لیکن میرا تو اصل رب اللہ ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا

وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ

اور تو نے کیوں نہ اپنے باغ میں داخل ہوتے وقت یہ نہ کہا جو اللہ نے چاہا سو ہوا اور مجھ میں تو اس کے بغیر کچھ بھی قدرت نہیں اگرچہ تو مجھے

اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۴۵﴾ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ

اپنے سے مال اور اولاد میں کم دیکھتا ہے تو امید ہے کہ مجھے میرا رب تیرے باغ سے بھی بہتر باغ دے اور

يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ

اس باغ پر ایک آسمانی جھونکا بھیجے گا

ع ۵ ۱۳

تفسیر

پھر دنیا کی بے ثباتی (اور اس کے اسباب و تجمل پر غرور کر کے خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور اکاد کا پر نتیجہ جو کبھی دنیا ہی میں ظاہر ہوتا ہے) دو شخصوں کی تمثیل سے بیان فرمائی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ صرف ایک تمثیل ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ دراصل ایسے دو شخص تھے بھی کہ جن کا یہ واقعہ ہے۔ پھر بعض کہتے ہیں کہ یہ دو شخص بنی اسرائیل میں سے دو بھائی تھے کہ ایک نے

عہ حسبان جمع حسبانۃ وہی الصواعق وقیل مخصص بمعنی الحساب (بیضاوی)
الحسبان بالضم العذاب والبلاء والشر والمجانیق والجراد والسہام الصغار والحسبانۃ واحدہا الصاعقۃ۔ قاموس ۱۲ منہ

شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ
قادر ہے　مال　اور　اولاد تو
زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ
زندگی دنیا کی آرائش ہے　اور باقی رہ جانے والی
الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا
نیکیاں　آپ کے رب کے نزدیک بلحاظ ثواب اور
وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿٤٦﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ
توقع آخرت کے بہت ہی بہتر ہیں　اور جس دن کہ ہم پہاڑوں کو اڑا دینگے
وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ
اور اے مخاطب، تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا　اور ہم ان سب کو جمع کر دینگے
فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿٤٧﴾ وَعُرِضُوْا
پھر تو ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے ف۲　اور سب آپ کے
عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا
رب کے سامنے صف باندھ کر پیش کیے جاوینگے، ان کو کہا جاوے گا، اب تو تم ہمارے پاس

اپنا مال اللہ کی راہ میں صرف کیا تھا۔ دوسرا دنیادار اور مشرک اور دار آخرت کا منکر تھا۔ اس نے دو باغ اپنے تمام مال سے ایسے تیار کرائے تھے کہ ان میں نہر بھی جاری تھی اور بیچ میں انگور اور آس پاس کھجور کے درخت بھی تھے اور وقت پر پھل بھی عمدہ آتے تھے اس پر اس کی اولاد اور خدمت گار نوکر چاکر بھی زیادہ تھے۔ ایک روز وہ اپنے غریب مومن بھائی کے ساتھ باغ میں گیا اور وہاں بجائے شکر گذاری کے تکبر کیا اور دنیا کی ترقی پر قیاس کر کے آخرت میں بھی تجمل و آسائش پانے کا استحقاق ظاہر کیا اور آخرت کا انکار بھی اس کے کلام سے ثابت ہوا۔ اس کے بھائی نے سمجھایا تلقین کی لیکن نہ مانا۔ آخر اس پر آسمانی بلا نازل ہوئی کہ تمام باغ اجڑ گیا جس پر وہ ندامت و حسرت کرنے لگا۔ تب معلوم ہوا کہ اللہ ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
اور اے نبی، ان سے زندگی دنیا کی مثال بیان کرو
كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ
کہ وہ ایسی ہے کہ جیسا کہ بارش کا پانی جسکو ہم نے اوپر سے برسایا پھر اس سے زمین کا
بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا
سبزہ گھنا ہو کر اگا　پھر وہ چورا چورا ہو کر رہ گیا
تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ
اس کو ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں　اور اللہ تو ہر چیز پر

كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ بَلْ
اس طرح ہم نے تم کو پیدا کیا تھا اول بار پیدا کیا تھا اے لوگو تم نے تو
زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿٤٨﴾
یہ بھی سمجھ لیا تھا کہ تمہارے لیے ہم کوئی وعدہ کا وقت مقرر نہیں کریں گے
وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ
اور نامہ اعمال بھی لا کر دھرا جاوے گا پھر اے مخاطب تو گناہگاروں کو دیکھے گا
مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ
ترس کھا رہے ہوں گے اس کے اندر جو کچھ ہے اور کہہ رہے ہوں گے

ف۱ یعنی جس طرح پیدائش کے وقت خالی ہاتھ ننگ دھڑنگ پیدا ہوئے ہیں اسی طرح اس عالم حشر میں بھی جو تجمل دنیا کا تو لدا ہے خالی ہاتھ ہوں گے یہ مال و دولت جاہ و حشم جس پر آج غرور ہے کچھ بھی ساتھ نہ ہوگا۔ ۱۲ منہ

ف۱ فاختلط اے تکاثف و تلف حتی استوی والتف بعضہ علی بعض او امتزج الماء بالنبات فروی ۱۲ منہ

ف۲ ہشیما یبسا متفرقا والہشیم الکسیر واصلہ ہشیمۃ وہی من النبات ما تکسر بالیبس وتفرقت ۱۲ منہ

ف۳ فلم نغادر اے لم نترک ومنہ الغدر لان الغادر یترک الوفاء بالعہد ومنہ الغدیر لان الماء یذہب من الترکۃ ومنہ غدائر المرأۃ لانہا تجعلہا خلفہا وتترکہا ۱۲ منہ

يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا
کہ وائے خرابی یہ کیسی کتاب ہے جو نہ کسی
يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا
چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے اور نہ بڑی کو مگر
اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ
سب کو تو گھیر لیا ہے انہوں نے جو کچھ کیا تھا سب ہی کو تو موجود پائیں گے
وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾
اور آپ کا رب کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا

ترکیب

مثل الحیات مفعول ہے اضرب کا کمار موصوف انزلناہ الخ جملہ صفت مجموعہ خبر ہے مبتدا محذوف کی اے ہو کماء مثل للخروج من کلام الی آخر۔

تفسیر

یہ دوسری تمثیل ہے دنیا کی بے ثباتی کے لیے۔ صرف بارش سے دنیا کی زندگی کو تشبیہ نہیں دی بلکہ اس کی تمام کیفیت سے کہ جس طرح بارش سے زمین کے نباتات ہرے بھرے لہلہاتے ہوئے نکلتے ہیں جن کو دیکھ کر انسان خوش ہوتے ہیں ان کی تھوڑی سی عمر طبعی ہے چند روز کے بعد خشک ہو جاتے ہیں پھر ان کا چورا چورا ہو کر ہوا میں اڑتا پھرتا ہے اسی طرح انسان و دیگر حیوانات کا حال ہے کہ لڑکے ہیں پھر جوان رعنا ہیں ٹھوکریں مارتے چلتے ہیں پھر بڈھے ہوئے مر گئے چند روز کے بعد وہ سر پر غرور اور اس کا وہ جسم پر نور ذرہ ذرہ ہو کر خاک کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے۔ اللہ ہر شے پر قادر ہے بناتا بھی ہے مٹاتا بھی ہے پھر حشر کو بھی اٹھائے گا۔

اب اس کے بعد اس کے مال و اولاد کی کیفیت بیان فرماتا ہے جو اس کے غرور کا سرمایہ ہے کہ یہ چیزیں صرف حیات دنیا کی آرائش ہیں ان کا قیام اسی قدر ہے کہ جس قدر باغ میں پھول کی بہار۔ برخلاف اس کے جو فقرا باخدا کا سرمایہ ہے وہ کیا الباقیات الصالحات سو وہ اللہ کے نزدیک ثواب اور توقع کے لیے بہتر ہے یہی چیزیں اس کے ساتھ جاتی ہیں جو اس عالم باقی میں اس کی فرحت دائمی کا سامان ہو جاتی ہیں۔ باقیات الصالحات سے مراد کیا ہیں خواہ سبحان اللہ الحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کا ذکر ہو یا معرفت و استغراق ہو یا کوئی اور نیکی ہو۔ صدقہ و خیرات و ذکر کی خدمت وغیرہ اب ان باقیات کا اثر کب نمودار ہوگا یوم نسیر الجبال کہ جس روز ہم پہاڑوں کو جن کی بقا و حیات انسانوں کی نظر میں مسلم ہے روئی کے گالوں کی طرح اڑائیں گے یعنی اس عالم عنصری کو فنا کر کے عالم باقی کو کہ جس کو حشر سے تعبیر کیا جاتا ہے ظاہر کریں گے باقیات الصالحات وہاں کی زینت ہوگی۔ وترى الارض بارزة اور زمین میدان دکھائی دے گی اس کے سب نشان مٹ جائیں گے پھر اس روز اگلے پچھلے سب جمع کیے جاویں گے صف بستہ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے نامۂ اعمال دیئے جاویں گے اس میں جو کچھ دنیا میں کیا تھا چھوٹا یا بڑا کام سب لکھا ہوا پاویں گے۔ گنہگار اس کو دیکھ کر ڈریں گے پچھتاویں گے مگر یہ سب کچھ انہیں کا بویا ہوا ہوگا جس کو کاٹیں گے۔ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
اور یاد کرو جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے جھکو
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ
پس ابلیس کے سوا سب جھکے وہ تو جن سے تھا
فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ
سو اپنے رب کے حکم سے نافرمان ہو گیا پھر کیا تم اس کو اور اس کی

ع ۸

وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ

ذریت کو مجھے چھوڑ کر رفیق بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تو

لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾

تمہارے دشمن ہیں ستمگاروں کے لیے کیا ہی برا بدل ہے (جن کو

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ

پوجتے ہیں ہم نے) نہ تو ان کو آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اپنی

الْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۠ وَمَا

موجود کے لیے (بلایا) نہ خود ان کے بنانے میں اور

كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾

میں بہکانے والوں سے کام لینے والا تھا

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ

اور جس دن (اللہ) مشرکوں کو فرمائیگا کہ میرے ان شریکوں کو پکارو

زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا

کہ جن کو تم نے گھڑ رکھا ہے سو وہ پکاریں گے پھر وہ تو انہیں کچھ بھی جواب

لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَ

نہ دیں گے اور ہم ان سب کے لیے ہلاکت کر دیں گے۔ اور

رَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا

گنہگار آگ کو دیکھیں گے اور سمجھیں گے کہ اس میں ہم ابھی گر پڑنے ہیں

وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ ع ۱۹

اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پاویں گے

تفسیر

یہ بھی کلام سابق کا تتمہ ہے۔ انسان کو عالم آخرت سے غافل کرنے والی دو ہی چیزیں ہیں۔ اول مال و اسباب و اولاد کہ جس کے نشہ میں یہ ایسا سرشار ہوتا ہے کہ اس کو اس عالم سے جانے کی فکر نہ وہاں کے لیے زادِ راہ حاصل کرنے کی مہلت اس کا بے ثبات اور سریع الزوال ہونا تو بیان فرما چکا۔ دوم شیطان اور اس کی ذریت اولاد یا اس کے متبع لوگ جو مجازاً ذریت کہلاتے ہیں انسان کے دل پر ان کے خطرات ایسا برا اثر پیدا کرتے ہیں کہ جو اس کے دل میں نہایت راسخ ہو کر اس کو بری باتوں پر ہمیشہ تحریک کرتے ہیں۔ پھر یہ وسواس رسوم ہو جانے کے سبب اور پشت در پشت متواتر ہو جانے کی وجہ سے دین و مذہب اور نہایت خوش نما اور باعثِ فلاح دارین خیال کیے جاتے ہیں جن کے ترک کرنے کو نہایت شاق و عار جان کر خدا تعالیٰ کے فرستادوں سے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں شیطان رجیم کی ذریت انسان کے توہمات باطلہ بھی ہیں جو اس کے قائم مقام ہو کر کام دیتے ہیں۔ اس لیے ان آیات میں پھر کچھ شیطان کا حال بیان فرمانا پڑا کہ اس کا علاقہ بنی آدم کے ساتھ اس واقعہ کی وجہ سے ہے جو انسان کے جدِ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو

۱؎ یعنی اصر کے بدلے میں شیطان کو کارساز بنا لیا ۱۲ منہ　۲؎ یعنی جب وہ نہ آسمانوں اور زمین کے بنانے کے وقت نہ خود اپنی پیدائش کے وقت موجود تھے اور نہ اس میں شریک تھے تو اب ان کا خدائی میں کیا حصہ ہے۔ پھر کیوں ان کو شریک بنایا جاتا ہے ۱۲ منہ　۳؎ یعنی سب ایک ہلاکت میں شریک ہوں گے وہ کیا ہے آتش جہنم موبق ہلاکت موبق ظرف مکان ہے یا یہ معنی کہ ان کی باہمی محبت دنیا موبق یعنی ہلاکت کا باعث ہوگی تب۔ بین بمعنی وصل ہے اے جعلنا تواصلہم فی الدنیا ہلاکا یوم القیامۃ (بیضاوی) ۱۲ منہ

ف موبقا قیل اسم وادٍ من جہنم وقیل ہی نار وقیل برزخ فعلی ہذا ہو اسم مکان وقال ابن الاعرابی کل حاجز بین الشیئین فہو موبق فعلی ہذا تفسیرہ جعلنا بین المشرکین وبین الہتہم حجابا حاجزا لا یصل احدہم الی احد وقال الفراء الموبق المہلک وبہ قال مجاہد وابن عباس والمعنی جعلنا تواصلہم فی الدنیا مہلکہم فی الآخرۃ یقال وبق یبق ۱۲ منہ

سجدہ نہ کرنے سے پیدا ہوا ہے وہ دشمنی اور عداوت کا علاقہ ہے جس کو حضرت آدم کی اولاد ناخلف اپنا دوست سمجھ کر دل سے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ لہٰذا واذ قلنا للملائکۃ سے وہی بیان شروع ہوتا ہے کہ ہمارے حکم سے فرشتوں نے تو باوجود نورانی ہونے کے حضرت آدم کو سجدہ کیا ان کی تعظیم بجا لائے مگر ابلیس نے انکار کیا کیوں کہ وہ قوم جن سے تھا جس کی اصالت میں سرکشی اور تکبر ہے جیسا کہ بنی آدم میں سے اس کے پیرو ذکا شیوہ مال وجاہ حسب ونسب کا غرور ہے اس لیے اس نے نافرمانی کی پھر اے بنی آدم تمھیں شرم نہیں آتی جو ہمارے خلاف میں جو تمہارے قدیم محسن وخالق ہیں تم شیطان اور اس کی ذریت کو رفیق بناتے ہو۔ ان ظالموں نے کیا برا بدل حاصل کیا ہے خدا تعالیٰ کے بدلہ میں شیطان کو مالک وکارساز بنایا ہے۔ اطاعت کے بدلہ میں خلاف اختیار کیا ہے پھر جو تم شیطان اور اس کی ذریت کو مانتے اور ان کے بہکانے سے بتوں کو پوجتے ہو اور تم خدا تعالیٰ پر نئے نئے حکم صادر کرتے ہو کہ مجلس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں غربا نہ آویں وغیر ذلک، یہ تو کہو ان کو میری خدائی میں کیا استحقاق ہے۔ میں نے آسمانوں اور زمین پیدا کرتے وقت ان کو حاضر کر کے شامل کیا تھا نہ خود ان لوگوں کے پیدا کرنے میں۔ اور میں ان سے کیوں مدد لینے لگا تھا، اب ان کو خدائی میں کیا حق ہے اور تم پر ان کا کون سا استحقاق ہے جو ان کو پوجتے ہو اپنے مثل کو پوجنا کتنی فرومائگی ہے۔ ما اشھدتھم الی عضدا میں یہی مراد ہے

ویوم یقول الخ سے حشر کے دن ان بتوں اور شیاطین کا کام نہ آنا بیان فرماتا ہے کہ جس امید پر سیکڑوں جاہل انہیں مانتے ہیں ان سے کہا جاوے گا لو اب انہیں پکارو دیکھیں تمہارے کیا کام آتے ہیں۔ مشرکین حسب عادت انہیں پکاریں گے مگر کام آنا تو درکنار جواب بھی نہ دیں گے ان پر مصیبت الٰہی طاری ہوگی پھر عابد معبود سب جہنم کی طرف ہانکے جاویں گے۔ جہنم جو آگ کا ایک عمیق گڑھا ہے اس کے کنارے پر آ کے دیکھیں گے کہ آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور چاہیں گے کہ کسی طرح اس سے ٹل جائیں مگر کہاں ٹل سکتے ہیں تب یقین ہو جائے گا کہ ہم اس میں گرنے والے ہیں۔ اس وقت کی کیفیت بھی بڑی جاں گداز ہوگی آخر اس میں گرا دیے جائیں گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وجعلنا بینھم موبقا کے یہ معنی ہیں کہ ان کے معبودوں اور ان میں ایک حجاب حاجز ہو جائے گا پھر وہ دکھائی بھی نہ دیں گے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ
اور البتہ ہم نے قرآن میں لوگوں کے سمجھانے کو ہر طرح
لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ
کی مثالیں بیان کر دیں مگر
الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَ
انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے اور
مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ
جب کہ لوگوں کے پاس ہدایت آ چکی تو پھر ان کو
الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ
ایمان لانے اور اپنے رب سے معافی مانگنے سے اس کے سوا اور
اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ
کس چیز نے ان کو روکا کہ یا تو ان کو بھی اگلوں جیسا ماجرا پیش آئے
يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا
عذاب ان کے سامنے موجود ہو اور ہم
نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ
رسولوں کو تو صرف خوش خبری دینے اور ڈر سنانے کے
وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لیے بھیجا کرتے ہیں اور بے سمجھی ہدایت پر لانا انکا فرض نہیں اور کافر بیہودہ شبہات سے
بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ
جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو ڈگمگا دیں

وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

اور انہوں نے تو میری آیتوں کو اور جس کو ان کو ڈرایا گیا ہے ہنسی بنا لیا ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے کہ جس کو اس کی آیتوں سے سمجھایا جائے

فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ

پھر وہ ان سے منہ پھیرے اور اپنے کیے کو بھول

يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً

جاوے ہم نے بھی ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں

اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَ

حق بات کے سمجھنے میں اور ان کے کانوں میں قفل کر دیا (بہرے ہو گئے ہیں)

اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ

اور اگر آپ ان کو ہدایت کی طرف بھی بلائیں تو بھی وہ ہرگز

يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ

کبھی راہ پر نہ آویں گے اور آپ کا رب

الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ

بڑا بخشنے والا رحمت والا ہے اگر ان کے کیے پر

بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ

ان کو پکڑنا چاہتا تو فوراً ہی عذاب بھیج دیتا

بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ

بلکہ ان کے لیے ایک میعاد مقرر ہے جس سے ادھر انہیں بچنے کا

دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى

موقع نہ ملے گا اور یہ ہیں وہ بستیاں

اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا

کہ جن کو ہم نے ہلاک کیا جبکہ انہوں نے ظلم کیا تھا اور ان کی

لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع ۸ ۱۰ ۲۰

ہلاکت کا بھی ہم نے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا[1]

تفسیر

یہاں تک انسان کی بدی کا یقینی نتیجہ نہایت پُراثر اور عمدہ پیرایہ سے بیان فرمایا گیا اور مسئلہ میعاد کی پوری تشریح کر دی گئی اور دنیا کے اسباب اور اس کی بقا کا بھی پورا نقشہ کھینچ دیا گیا مثالیں بھی پیش کی گئیں مگر کج رو کج طبع اس پر بھی نہیں مانتے۔ اس مضمون کو ولقد صرفنا کے شروع کیا تھا اور یہ بھی فرمایا کہ وکان الانسان اکثر شیٔ جدلا کہ انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے اس کی طبیعت میں حجت و تکرار ہے جس کی وجہ سے اتنی تفصیل سے سمجھانے پر بھی ایمان نہیں لاتے۔

وما منع الناس ان یؤمنوا، اب ان کو ایمان لانے سے اسی بات نے روک رکھا ہے کہ یا تو جو اگلی قوموں کے ساتھ برتاؤ ہوا تھا ان کے ساتھ بھی وہی ہو۔ دنیا میں کوئی سخت ہلاکت پیش آئے یا عذاب آخرت ان کے سامنے آموجود ہو تب یہ ایمان لائیں۔ یعنی اب بھی جو ایمان نہیں لاتے تو بجز اس کے اور کیا ہوگا کہ قدیم لوگوں کے موافق ان پر عذاب آئے گا یا مرتے ہی جہنم میں جائیں گے ہدایت آچکی رسول نے پیغام پہنچا دیا اور انبیاء کا یہی کام ہے ان کے دلوں سے کفر نکال کر پھینک دینا یہ ان کا کام نہیں ایمان نہ لانا تو ایک جرم تھا اس پر مزید یہ ہے وجادلوا الذین کفروا بالباطل کہ وہ منکرین غلط اور لغو دلیلیں پیش کر کے جھگڑا مچاتے ہیں لیدحضوا بہ الحق، تاکہ اس سے حق کو پست کریں اسلام پر غالب آجائیں اس کو مٹا ڈالیں اور اس پر بھی طرہ یہ ہے کہ واتخذوا آیاتی وما انذروا ہزوا، کہ میری نشانیوں کو جو ان میں بھی موجود ہیں تغیر جوانی و طفلی، ظہور پیری، مرگ احباء و اعزہ، بیماری و

[1] یعنی اس وعدے کو اس کے آنے سے پہلے کوئی کسی تدبیر سے ٹال نہیں سکتا بعض نے من دونہ کی ضمیر اللہ کی طرف پھیری ہے اب یوں معنی ہوں گے کہ ان کے لیے عذاب کا ایک وقت مقرر ہے جس کے دور کرنے کے لیے خدا کے سوائے اور کوئی پناہ نہیں عذاب موعود بھی اس کی جناب عالی میں پناہ لینے سے ٹل جاتا ہے ۱۲ منہ

حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِىَ

دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ لوں یا سال ہا سال نہ چلا چلوں اپنے

حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا

ارادہ کو کبھی نہ ٹلوں گا۔ پھر جب کہ وہ دونوں دریاؤں کے ملنے کے موقع پر پہنچے تو اپنی اپنی

حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ

ہوئی مچھلی (وہیں چھوڑ) پھر مچھلی نے دریا میں سرنگ کی طرح کا

سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ

بنا رستہ بنا لیا۔ پھر جب وہ دونوں آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا

اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا

کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ۔ ہم کو اپنے اس سفر (منزل) میں

هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا

بڑی تکان پہنچی۔ اس نے کہا اے دیکھو جب کہ ہم

اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ

اس پتھر کے پاس ٹھیرے تھے تو مچھلی کو میں وہیں بھول آیا

وَمَاۤ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ

اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا آپ سے ذکر کرتا

وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿۶۳﴾

اور (عجب کہ) اس نے دریا میں اپنا رستہ عجب طرح سے بنایا تھا

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا

(موسیٰ نے کہا) یہی تو وہ جگہ ہے کہ جس کی ہم کو تلاش تھی۔ پھر وہ دونوں اپنے

عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا

قدموں کے نشانوں پر تلاش کرتے ہوئے واپس چلے۔ اس موقع پر پہنچ کر ان کو

عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً

بندوں میں سے ایک ایسا بندہ ملا کہ جس کو ہم نے اپنی خاص

مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾

رحمت دی تھی اور اس کو اپنے یہاں کا خاص علم سکھایا تھا۔

تندرستی غنا۔ و تنگ دستی وغیرہ اور دنیا میں بھی ہیں تغیر عالم تغیر لیل و نہار، حوادث دہر، یا قرآن کی آیات کو اور جن جن چیزوں کا ان کو ڈر سنایا گیا تھا دنیاوی ہلاکت و ادبار، مرنے کے بعد جہنم سب کو ہنسی دل لگی بنا لیا ہے ان باتوں پر مسخر کرتے ہیں ٹھٹھوں میں اڑاتے ہیں۔ اب و من اظلم الخ ان سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا ان کی اس بختی کا اصلی سبب یہ ہے انا جعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان کے دلوں پر حق سمجھنے سے حجاب اور پردے پڑے ہوئے ہیں اور دوسروں کا حال سن کر بھی عبرت نہیں پکڑتے کس لیے کہ کانوں میں بھی ثقل پیدا کر دیا ہے ایسی باتیں سنتے ہی نہیں۔ انسان جب حق کو نہیں مانتا اور عبرت و نصیحت سن کر نہیں قبول کرتا تو اس کی اس حالت کو اس سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ خدا نے ان کے دلوں پر پردے، کانوں میں ٹیٹیاں ڈال دی ہیں یعنی قضا و قدر سے ان میں ہدایت پذیر ہونے کی جو قابلیت دی گئی تھی وہ انہوں نے زائل کر دی اس لیے ان ترغم الی الہدیٰ اے پیغمبر آپ ان کو کتنا ہی کیوں نہ ہدایت کی طرف بلائیں یہ کبھی بھی ہدایت قبول نہ کریں گے ان کی سزا تو یہی ہے کہ یہ بے کار گھانس باغ ہستی سے اکھیڑ کر پھینک دی جائے مگر وربک الغفور ذو الرحمۃ آپ کا خدا بخشدینے والا رحیم ہے اگر وہ لوگوں کے گناہوں پر گرفت کرنے پر آئے تو تو فوراً مزہ چکھا دے بلکہ ہر کام کے لیے اس نے وقت مقرر کر رکھا ہے ان کے لیے بھی ایک وقت مقرر ہے جس سے پہلے یہ کوئی اس کا بندوبست نہ کر سکیں گے اور اس پر بھی انکو باور نہ ہو تو ابھی ظاہری بینائی تو موجود ہے عاد و ثمود و لوط کی الٹی اور برباد شدہ بستیوں کو دیکھ لیں وہ بھی ان کے جرموں پر دفعۃً ہلاک نہیں ہوئے بلکہ ان کے لیے ایک وقت مقرر تھا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ

اور جب کہ موسیٰ نے اپنے جوان[1] سے کہا کہ جب تک میں دونوں

[1] جوان سے مراد خادم ہے جو غالباً یوشع بن نون تھے ۱۲ منہ

[2] علم لدنی ۱۲ منہ

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى

اس سے موسیٰ نے کہا فرمائیں تو میں آپ کے ساتھ رہا کروں بشرطیکہ

اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾

جو کچھ علم لدنی آپ کو سکھایا گیا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھائیں

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾

انہوں نے کہا تم تو ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھیر سکو گے

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ

اور جو بات تمہاری سمجھ سے باہر ہے تم اس پر

تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾

کیوں کر صبر کر سکتے ہو؟

ترکیب

اذ قال ظرف ہے اذکر محذوف کا۔ لا ابرح اس کی خبر اسیر محذوف ہے لدلالۃ حالہ و ہو السفر اور ممکن ہے کہ اصل کلام یوں ہو لا یبرح مسیری حتی ابلغ تب حتی ابلغ خبر ہوگا پس مسیر مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ مسیری متکلم کو اس کی جگہ قائم کر دیا۔ لا ابرح تامہ بھی ہو سکتا ہے پھر خبر کی ضرورت نہیں۔ مجمع بینہما ظرف کی طرف مجمع کو علی الاتساع مضاف کر دیا گیا۔ ان اذکرہ بدل ہے ضمیر منصوب سے جو انسانیہ میں ہے اے ما انسانی ذکرہ الا الشیطان خبرا بالضم العلم بالشیء یہ تمیز ہے یا مصدر ہے لم تحط کا کس لیے کہ لم تحط بمعنی لم تخبرہ ہے۔

تفسیر

یہاں سے پھر مسئلہ نبوت میں کلام شروع ہوتا ہے۔ یہ دوسرا واقعہ ہے۔ اول اصحاب کہف کا تھا اس میں یہود پر تعریض ہے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جملہ انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیتے تھے اور جملہ علوم کا انہیں کو سرچشمہ خیال کرتے تھے اس میں اشارہ ہے کہ دنیا میں ان سے بھی بڑھ کر باکمال تھے۔ اب یہ کیا ضرور ہے کہ جو کچھ ان کی کتاب میں نہ ہو وہ غلط ہے علوم الٰہی کا خاتمہ نہیں ہو گیا اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

اس قصہ کا مجملاً بیان صحیح بخاری کی اس روایت کے بموجب جو اُبی بن کعب سے مروی ہے یوں ہے کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل میں وعظ فرما رہے تھے کہ کسی نے پوچھا سب میں زیادہ عالم کون ہے۔ آپ نے فرمایا میں۔ یہ بات خدا کو ناگوار معلوم ہوئی کیوں کہ سب میں زیادہ عالم ہونا اللہ کے لیے کیوں نہ کہا۔ تب خدا تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ مجمع البحرین کے موقعہ پر تم کو ہمارا ایک بندہ ملے گا جو تم سے بھی زیادہ عالم ہے۔ موسیٰ نے عرض کیا کہ ان تک پہنچنے کی کیا صورت ہے؟

قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا

موسیٰ نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر ہی پاویں گے

وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ

اور میں کسی بات میں بھی آپ کے خلاف نہ کروں گا　اس نے کہا اچھا اگر تو

اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى

میرے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہے تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا جب تک

اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَانْطَلَقَا

کہ میں خود ہی تجھ سے اس کا ذکر نہ کر دوں　پھر وہ دونوں چلے

حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا

یہاں تک کہ جب دریا میں کشتی پر سوار ہوئے تو اس نے اس میں شگاف کر دیا

قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ

موسیٰ نے کہا کیا کشتی کے لوگوں کو ڈبونے کے لیے اس کو پھاڑ ڈالا البتہ

جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

تم نے ایک عجیب کام کیا ہے　اس نے کہا میں نہیں کہہ چکا ہوں

ع ۹ ۱۱ ۲۱

إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾

کہ تو ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھیر سکے گا

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ

موسیٰ نے کہا آپ بھول چوک پر مجھ سے مواخذہ نہ کیجیے

وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ﴿٧٣﴾

اور مجھ سے زیادہ سخت گیری نہ کیجیے

فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ

پھر وہ آگے چلے یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا تو اس کو اس نے مار ڈالا

قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ

موسیٰ نے کہا آپ نے کیوں ایک بے گناہ کو ناحق مار ڈالا؟

لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ﴿٧٤﴾

البتہ آپ نے بری بات کی

فرمایا اپنے تھیلے میں ایک تلی ہوئی مچھلی رکھ لو پھر جہاں وہ مچھلی گم ہو جاوے وہ شخص وہیں ملیں گے۔ پس موسیٰ مچھلی تھیلے میں ڈال کر یوشع بن نون کو ہمراہ لے کر چلے۔ چلتے چلتے ایک موقع پر اسمندر کے کنارے پہنچے تو ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئے مچھلی اس تھیلے میں سے تڑپ کر دریا میں جا گری اور جہاں تک وہ جاتی تھی پانی میں ایک سوراخ سا ہو جاتا تھا حکم الٰہی سے پانی اوپر ٹھہرے ملنے نہیں پاتا تھا۔ پھر بیدار ہوئے تو یوشع کو یاد دلایا۔ وہ ڈرا کہ اس مقام پر مچھلی گم ہو گئی ہے۔ اس رات دن تک چلا کیے یہاں تک کہ جب اگلے روز صبح کا وقت آیا تو موسیٰ نے اپنے جوان یعنی مرید یوشع سے کھانا مانگا۔ اس سے پہلی منزلوں میں موسیٰ نہ تھکے تھے لیکن اس منزل میں تھک گئے جو مقام مطلوب کو چھوڑ کر چلے تھے۔ مچھلی کو دیکھا تو ندارد۔ یوشع نے عذر کیا کہ کم بخت شیطان نے مجھے یاد دلانا بھلا دیا۔ یہ اس پتھر کے پاس گم ہوئی تھی۔ تب دونوں اُلٹے پھرے اور اس پتھر کے پاس آئے تو موسیٰ کو وہ شخص ملا کہ جس کو علم لدنی دیا گیا تھا۔ موسیٰ نے اسلام علیکم کہا۔ انہوں نے جواب دے کر پوچھا کون ہو؟ کہا موسیٰ بنی اسرائیل، اس لیے آیا ہوں کہ آپ سے کچھ علم لدنی سیکھوں۔ خضر نے فرمایا اے موسیٰ تجھ کو خدا نے جو علم دیا ہے اس کو میں نہیں جانتا اور جو علم مجھے عطا ہوا ہے اس کو تو نہیں جانتا۔ تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے۔ موسیٰ نے کہا ان شاء اللہ میں برداشت کروں گا اور کسی بات میں آپ کے خلاف نہ کروں گا۔ پھر تمام قصہ مروی ہے کہ دریا میں ان کو ایک کشتی ملی اس پر سوار ہوئے تو خضر نے ایک تختہ نکال دیا۔ موسیٰ نے کہا واہ بغیر کرایہ سوار کیا اس پر آپ نے یہ سلوک کیا؟ خضر نے کہا لو رخصت۔ موسیٰ نے عذر کیا کہ بھول کر سوال کیا آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ پس کشتی سے نکل کر چلے تو ایک جوان لڑکا ملا جو لڑکوں میں کھیل رہا تھا۔ خضر نے اس کو مار ڈالا۔ موسیٰ نے کہا اس بے گناہ کو تم نے ناحق قتل کیا یہ بری بات کی۔ خضر نے اب کی بار نہایت برہم ہو کر کہا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تم ہرگز میرے ساتھ نہ رہ سکو گے۔ اس لیے اول کے بعد تاکید کے لیے ایک لام و کاف زیادہ کیا۔ پھر موسیٰ نے عذر کیا اور شرط کر لی کہ اگر اب کے باوجود تو اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ آگے چلے تو ایک گاؤں میں پہنچے۔ چند انہوں نے دستور کے موافق گاؤں والوں سے کھانا مانگا ضیافت چاہی مگر انہوں نے صاف جواب دے دیا۔ اسی گاؤں میں ایک دیوار تھی جو گرا ہی چاہتی تھی خضر علیہ السلام نے اس کو سیدھا کر دیا۔ اب تو حضرت موسیٰ کو تاب نہ رہی اور خود جان کر سوال کیا کیوں کہ ان کے پاس رہنا مقصود ہی نہ تھا کہ اٹھے کہ ان سے اس دیوار کے سیدھا کرنے کی اجرت لے لینی چاہیے تھی انہوں نے ہمارا حق مہمانی بھی ادا نہیں کیا۔ خضر نے کہا لو اب مجھ میں اور تم میں جدائی ہے مگر میں تم کو ان تینوں باتوں کا سر بتلائے دیتا ہوں کہ جن پر تم سے صبر نہ ہو سکا۔ کشتی کی سنیے وہ بے چارے غریبوں کی کشتی تھی جو اس کے ذریعہ سے محنت مزدوری کر کے

بسر اوقات کرتے تھے اور آگے ایک بادشاہ بیگار میں زبردستی کشتیاں پکڑ رہا تھا میں نے اس کا تختہ نکال کر عیب دار کر دیا تاکہ بادشاہ اس کو نہ پکڑے چنانچہ اس نے نہ پکڑا اور تختہ لگا کر کشتی کو انہوں نے درست کر لیا۔ اب بتلایئے یہ کام اچھا تھا یا برا؟ اور وہ جو لڑکا تھا وہ نہایت شریر اور سرکش تھا اس کے ماں باپ نیک تھے خوف تھا کہ اس کی محبت میں آ کر کہیں وہ بھی کفر و سرکشی میں مبتلا نہ ہو جاویں اس لیے خدا کو منظور ہوا کہ یہ مر جاوے اور اس کے بدلے ان کو اور اولاد ملے۔ جو خیراً منہ زکوٰۃ تقویٰ و صلاح میں اس سے بہتر ہو اور اقرب رحماً جو صلہ رحمی اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی اس سے بہتر ہو چنانچہ اس کے بعد ان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جو نہایت نیک تھی جس کے پیٹ سے ایک نبی پیدا ہوا۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ وہ جوان تھا لیکن نوعمر ہونے کی وجہ سے اس کو لڑکا کہا اور چوں کہ خوب صورت تھا اس لیے اس کو ستھرا کہا۔ کلبی کہتے ہیں کہ وہ جوان تھا راہ زنی کر کے مال اپنے ماں باپ کے ہاں لاتا تھا۔ ضحاک کہتے ہیں لڑکا تھا مگر فساد کیا کرتا تھا جس سے اس کے والدین کو ایذا ہوتی تھی (معالم التنزیل) کہو اس میں ارادۂ الٰہی کے بموجب کیا برائی ہے؟۔

اب رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جس کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا اور ان کا باپ نیک مرد تھا جس کی برکت سے خدا کو اس کے اولاد کے ساتھ احسان کرنا منظور تھا کہ جوان ہو کر وہ اپنا خزانہ نکالیں اگر اس دیوار کو درست نہ کیا جاتا اور یہ گر پڑتی تو اور لوگ خزانہ لے لیتے اس لیے اس کو درست کر دیا کہ ان کی جوانی تک نہ گرے۔ کہیے اس پر کیا اجرت لینی مناسب تھی؟

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام خضرؑ سے جدا ہو کر پھر بنی اسرائیل میں آ گئے۔ لیکن معلوم ہو گیا کہ دنیا میں خدا کے بعض بندے مجھ سے بھی زیادہ عالم ہیں۔

ابحاث

(اول) یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کب گزرا ہے؟ حال کے اہل کتاب کہتے ہیں کہ توریت میں اس کا کہیں ذکر نہیں اس لیے وہ اس کے منکر ہیں۔ علماء اسلام میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں تھے اسی لیے مجمع البحرین یعنی دو سمندروں کے ملنے کے موقع میں اختلاف کیا ہے۔ قتادہ بحر فارس و بحر روم مشرقی جانب کا کہتے ہیں۔ محمد بن کعب طنجہ بتلاتے ہیں۔ ابی بن کعب افریقیہ کہتے ہیں (معالم) مگر صحیح یہی ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر قلزم کو عبور کر کے ملک عرب کے شمالی و مغربی کناروں میں آ رہے تھے اور بحرین سے مراد بحر قلزم کی وہ دو شاخیں ہیں جو شمالی جانب میں دور تک جا کر دو شاخ ہو گئی ہیں جہاں سے وہ دو شاخ جدا ہوتی ہیں گویا وہ ان دو شاخوں کا مجمع یعنی جمع ہونے کی جگہ ہے انہیں دو شاخوں کے بیچ میں کوہ سینا اور حورب اور وہ مقامات ہیں کہ جہاں بنی اسرائیل برسوں رہے ہیں۔ چنانچہ جغرافیہ فرہاد صفحہ ۴۳۵ کے حاشیہ میں یہ ہے" و باعتقاد من مجمع البحرین کہ در قرآن مجید است کما قال اللہ عزوجل حتی ابلغ مجمع البحرین محل ملتقائے خلیج عقبہ و خلیج سویس است و اکثر مفسرین باشتباہ افتادہ مجمع البحرین را ملتقائے بحر عمان و ہند گرفتہ اند و حضرت موسیٰ با ایں صفحات عبور نفرمودہ و ایم قدیم عقبہ ایلہ است و اکثر شے ایلہ را نہ دانستہ اند و ایلہ بصرہ خوانندہ اند۔ ببیں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا انتہیٰ"۔ توریت موجودہ میں اس قصہ کا درج نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ قصہ واقع نہیں ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہت سی کتابیں تھیں کہ جن کو سب اہل کتاب کہتے ہیں مفقود ہو گئیں ان میں بھی اگر اس کو نہ پاتے

تو پھر کچھ مجال گفتگو تھی۔

دوم۔ اکثر اہل اسلام اس کے قائل ہیں کہ موسیٰ سے مراد ان آیات میں حضرت موسیٰ بن عمران، ہارون (علیہما السلام) کے بھائی ہیں۔ مگر کعب احبار کی بیوی کا بیٹا نوف بکالی یہ کہتا تھا کہ یہ اور موسیٰ ہیں جو میشی بن یوسف بن یعقوب علیہم السلام کے بیٹے تھے لیکن خود حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تکذیب کر دی کہ وہ غلط کہتا ہے۔

تحقیقِ خضر

وہ شخص کہ جس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام علم لدنی کی تعلیم پانے گئے تھے کون تھے؟ علماء اسلام کہتے ہیں کہ وہ حضرت خضر تھے کہ جن کو بعض نے ولی اور بعض نے نبی کہا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں جس جگہ وہ نماز پڑھتے تھے وہ جگہ سبز اور ہریالی ہو جاتی تھی اس لیے ان کو خضر کہتے ہیں جس کے معنی سبز کے ہیں۔ یہ بات کسی صحیح حدیث سے دریافت نہیں ہوتی کہ خضر کس ملک میں پیدا ہوئے اور کس قوم کے تھے اور کس زمانے میں پیدا ہوئے تھے؟۔ توریت سفر پیدائش کے چودھویں باب کے اخیر میں "ملک صدق" کا ذکر آیا کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برکت دی اور وہ خدا کا کاہن تھا۔ پھر اسی ملک صدق کی نسبت عیسائیوں کی انجیل میں یعنی نامہ عبرانیوں کے ساتویں باب میں یہ لکھا ہے "کیوں کہ یہ ملک صدق سالیم کا بادشاہ تھا خدا کا کاہن تھا جس نے ابرہام کا جب کہ وہ بادشاہوں کو مار کے پھر آتا تھا استقبال کیا اور اس کے لیے برکت چاہی جس کو ابرہام نے سب چیزوں کی دہ[1] یکے دی۔ وہ پہلے اپنے نام کے معنوں کے موافق راستی کا بادشاہ اور پھر شاہ سالیم یعنی سلامتی کا بادشاہ یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر مگر خدا کے بیٹے (عیسیٰ) سے مشابہ ٹھیر کے ہمیشہ کاہن رہتا ہے"۔

اگرچہ ملک صدق کی بابت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں تھا اور جس کی نسبت ہمیشہ زندہ رہنا لکھا ہے، اہل کتاب کے مختلف قول ہیں لیکن صحیح تر یہی ہے کہ ملک صدق وہی شخص ہے کہ جس کو اہل اسلام خضر سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب ان کی عظمت اسی سے ظاہر ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جد امجد اور اب الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برکت دی تھی۔ شاید پولوس کا یہ کہنا کہ ان کی نہ ماں تھی نہ باپ نہ اس کی عمر کی ابتدا ہے مبالغہ پر محمول ہو جو اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تشبیہ کے لیے یہ بات کہی ہو۔ واللہ اعلم عند اللہ۔

خضر علیہ السلام

(اول) اس کے بارے میں علماء اسلام کے دو قول ہیں۔ ایک جماعت صرف اس حدیث سے استدلال کر کے جس کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار عشا کی نماز پڑھ کر یہ فرمایا تھا کہ آج کی رات جو زمین پر زندہ ہے سو برس کے اخیر تک مر چکے گا، یہ کہتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت خضر بھی بموجب حدیث مذکور مر گئے۔ مگر اکثر علماء فرماتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔ جس طرح کہ حضرت الیاس۔ اور سال بھر میں دونوں ایک بار ملاقات بھی کرتے ہیں۔ حدیث مذکور میں جو سو برس کے بعد مرنا آیا ہے وہ اکثر لوگوں کی عمر طبعی کا لحاظ کر کے فرمایا ہے عموم مراد نہیں کہ جن کی زندگی محض اس کی قدرت کاملہ کے طور پر ہو

---

[1] پیشوا امام۔ بحاورۂ اہل کتاب ۱۲ منہ　　[2] ہر چیز میں سے دسواں حصہ ۱۲ منہ

وہ بھی اس میں شامل ہو جاویں۔

دوم۔ خضر کی زندگی کی بابت یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ وہ سکندر ذوالقرنین کے ساتھ ظلمات میں گئے اور ذوالقرنین آب حیات کے چشمہ کا رستہ بھول گئے اور خضر نے وہاں پہنچ کر وہ پانی پی لیا جس لیے ان کی زندگانی ہمیشہ تک ہو گئی، اور نیز یہ کہ خضر دریاؤں پر رہتے ہیں وہاں کے کاروبار انہیں سے متعلق ہیں یہاں تک کہ عوام کنوؤں تالابوں نہروں پر بھی خضر کے نام کا چراغ جلاتے اور دلیہ پکا کر فاتحہ دلاتے ہیں اور ان کے نام کی دہائی دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ، نہ قرآن سے اس کا ثبوت ہے نہ پیغمبر علیہ السلام کے کسی قول سے اور ان کی پرستش کرنا اور دہائی دینا تو صریحاً ممنوع ہے۔

سوم۔ باوجودے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے اولوالعزم رسول تھے ان کو توریت دی گئی تھی خدا تعالیٰ سے کلام کرتے تھے پھر وہ کون سا علم ہے جو انہیں حاصل نہ تھا جس کی خضر علیہ السلام کے پاس تعلیم پانے گئے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انسانوں میں سے بعض نفوس ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے قوائے خیالیہ وحسیہ انوار وملمعات روحانی کی وجہ سے ضعیف ہو جاتے ہیں اور ان کی قوت ملکیہ ان پر یہاں تک غالب ہوتی ہے کہ اگر ان کو طبقۂ ملائکہ میں شمار کیا جاوے تو کچھ بعید نہ ہو اور ان کی روح علوم ومعارف الٰہیہ کے لیے ایک آئینہ پر جلا ہوتی ہے تب ان پر بلا توسط غیرہ عالم غیب کے اسرار فائض ہوتے اور اسی کو علم لدنی کہتے ہیں۔ اگرچہ سب انبیاء علیہم السلام ایسے ہیں مگر ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است، ہر ایک کے مراتب متفاوت ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعلیم خلق کی طرف زیادہ توجہ تھی ان پر اسی قسم کے علوم فائض ہوتے تھے ملائکہ کے سلسلہ میں داخل ہونا ان کے حق میں ان کے مقاصد کے منافی تھا۔ برخلاف حضرت خضر علیہ السلام کے کہ وہ ملکیت غالب آ جانے کی وجہ سے رجال الغیب اور ملائکہ میں مل گئے تھے اس لیے نظر سے غائب ہو جانا اور ہزاروں کوس دم مارنے میں چلا جانا سمندروں پر سے پار اتر جانا ان کے نزدیک کچھ مشکل نہ تھا۔ خدا تعالیٰ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ دکھانا تھا کہ ہمارے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو ملائکہ کی طرح جو کچھ کرتے ہیں اسی کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں گو بظاہر ان کے افعال کسی سر کی وجہ سے کسی کی سمجھ میں نہ آویں۔ اسی لیے حضرت موسیٰ سے خضر نے کہا تھا کہ تم کو اور علوم مجھے اور علوم دیے گئے ہیں تم میرے ساتھ نہ رہ سکو گے۔ آخر موسیٰ نے بھی دیکھا کہ ان علوم سے مجھے کچھ فائدہ نہیں وہاں سے چلے گئے۔

چہارم۔ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بھی خضر صفت آدمی ہر زمانہ میں موجود ہوتے ہیں جن کو ابدال واوتاد واقطاب کہتے ہیں۔ مگر جاہل صوفیوں کا اس قصہ سے یہ سمجھ لینا کہ باوا شریعت اور ہے طریقت اور ہے، نماز روزہ حرام وحلال کے ہم پابند نہیں، ہم عالم غیب کے مختار ہیں جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں پھر اس اعتقاد سے جہلاء کا ان سے حاجات طلب کرنا اور ان لوگوں کا شراب پینا بھنگ نوشی کرنا اور معترض کو یہ کہنا کہ بابا موسیٰ نے بھی خضر پر ایسے ہی اعتراض کیے تھے یہ علم لدنی کی باتیں ہیں جو مرشدوں (یعنی تجیہ میں بھنگ گھوٹنے والوں) کو حاصل ہوتی ہیں وغیرہ ذلک من الخرافات محض وسوسۂ شیطانی اور دام تزویر ہے۔ معاذ اللہ اقطاب وابدال ایسے منہیات کے کب مرتکب ہوتے ہیں۔ خضر علیہ السلام کی تینوں باتوں کو غور کرو ان میں سر مو قباحت نہ تھی دیوار کا بنانا تو ظاہر ہے۔ رہا کشتی کا تختہ توڑنا کہ جس سے وہ غرق نہ ہوئے اور ان کی کشتی بچ گئی۔ ایسی ہی بات ہے کہ جس طرح سر کے بال مونڈ دینے سے کسی کا مرض دفع کر دیا جائے۔ ہاں اس بدبخت لڑکے کا قتل کرنا سو وہ بھی ٹھیک بات تھی۔ خصوصاً جب کہ وہ جوان قزاق تھا۔ یوں تو ملک الموت کے

بھی سیکڑوں قتل کے ہر کوئی الزام لگا سکتا ہے۔

ہنود کے معارضہ کا جواب

ف ہندوؤں کی کتابوں سے جب کہ ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ کرشن نے گوپیوں سے ایسا کیا۔ مہادیو جی نے اور فلاں فلاں بزرگوں نے ذرا سی بات پر اتنے لوگوں کو بے رحمی سے قتل کر ڈالا تو ہنود کے رئیس المناظرین لالہ اندرمن نے حضرت موسیٰ کا قبطی کو مکا مارنا اور خضر علیہ السلام کا کشتی کا تختہ اکھیڑنا۔ لڑکے کو قتل کرنا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا بھول کر گندم کے درخت کو کھانا گنوا دیا۔ اور سیکڑوں وہ بے اصل قصے جو ہمارے خوش اعتقاد ہندوؤں نے اہل کتاب سے لیے تھے بیان کر دیے کہ لو دیکھو تمہارے مسلم بزرگوں نے کیا کم کیا ہے؟ اس جواب سے ناواقف ہنود تو شاید خوش ہو گئے ہوں گے مگر منصف مزاجوں کے نزدیک یہ جواب سننے کے بھی قابل نہیں کیوں کہ کہاں حضرت خضرؑ و موسیٰؑ و آدمؑ کا یہ فعل اور کہاں ان کے بزرگوں کے وہ حیرت انگیز ماجرے جو ان کی کتابوں[1] میں بھرے پڑے ہیں جس کی تشریح سوط اللہ الجبار وغیرہ کتابوں میں علماء اسلام نے خوب کی ہے۔

ف

قرآن مجید میں جو خضر علیہ السلام کے جو تین فعل بیان ہوئے ہر ایک امت کے لیے عجب رموز ہیں۔ اول کشتی کا تختہ توڑ کر بادشاہ ظالم کے ہاتھ سے بچانا اس بات کی تعلیم ہے کہ تھوڑے سے نقصان پر ناصبر نہ ہونا چاہیے اس میں جانے کیا فوائد رکھے ہوتے ہیں اور نیز یہ کہ کسی غریب کو مدد کشتی میں سوار کرنا یا اس کے ساتھ اور کوئی سلوک کرنا آسمانی بلاؤں سے بچنے کا سبب ہو جاتا ہے (۲) نیک آدمی پر صدمہ آنا کسی مصلحت الٰہیہ کی دلیل ہے جیسا کہ اس بدبخت لڑکے کا مرنا جو دنیا و آخرت میں ان کے ننگ کا باعث تھا جس کے بدلہ میں نیک اولاد ملی۔ (۳) نیک آدمی کے بعد پشتوں تک خدا تعالیٰ اس کی اولاد کو نیک صلہ دیا کرتا ہے جیسا کہ دیوار کے قصہ سے ظاہر ہے۔

[1] پورانوں میں ۱۲ منہ

تفسیر حقانی

پارہ ۱۶

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ
انھوں نے کہا کیا تم سے میں نہیں کہہ چکا ہوں کہ تم ہرگز میرے ساتھ

مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ
نہ ٹھہر سکو گے (موسیٰ نے کہا) اگر اس کے بعد میں آپ سے

شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ
کوئی بات پوچھوں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا آپ کو

بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا
میری طرف سے عذر پہنچ چکا پھر وہ آگے چلے

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨ اسْتَطْعَمَاۤ
یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس آئے تو ان سے کھانا

اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا
مانگا پر انھوں نے ان کی ضیافت کرنے کو انکار کیا پھر ان کو وہاں

فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ
ایک ایسی دیوار ملی کہ جو گرا ہی چاہتی تھی تب اس نے اسکو سیدھا کر دیا

قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾
(موسیٰ نے کہا) اگر آپ چاہتے تو اس کام پر کچھ اجرت لے لیتے

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ
اس نے کہا اب یہ میرے اور تمہارے نیچ جدائی ہے

سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ
اب میں تم سے ان باتوں کا راز بھی بتلائے دیتا ہوں کہ جن پر

عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ
تم صبر نہ کر سکے وہ جو کشتی تھی سو وہ

لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ
محتاج لوگوں کی تھی جو دریا میں مزدوری کرتے پھرتے تھے

فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ
پھر میں نے اس میں عیب کر دینا چاہا کیونکہ ان

وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ
محتاجوں کے آگے ایک بادشاہ ہر ایک کشتی کو

سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ
زبردستی پکڑ رہا تھا اور رہا لڑکا سو اس کے

وَرَآءَ کے معنی آگے کے ہیں جیسا کہ تفسیر میں حضرت علی و ابن عباس رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے اور اس کے معنی پیچھے کے بھی ہیں دونوں ہو سکتے ہیں ۱۲ منہ

أَبَوَاهُ مُؤْمِنِينَ فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا
ماں باپ ایمان دار تھے سو ہم کو ڈر ہوا کہ ان کو بھی کفر اور

طُغْيَانًا وَكُفْرًا ﴿٨٠﴾ فَأَرَدْنَا أَنْ يُبْدِلَهُمَا
کفر میں مبتلا نہ کرے [1] پھر ہم نے چاہا کہ ان کو خدا اس کے بدلہ

رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ
میں ان کو ایسی اولاد دے جو ستھرائی میں اس سے بہتر اور محبت میں اس سے

رُحْمًا ﴿٨١﴾ وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ
اقرب ہو اور وہ دیوار جو تھی سو وہ

لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَ
اس شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور

كَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا
اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ

صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا
نیک مرد تھا پس تمہارے رب نے یہ چاہا کہ وہ جوان

أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا
ہو کر اپنا خزانہ تمہارے رب کی

رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ
عنایت سے نکالیں اور یہ میں نے از خود نہیں

أَمْرِي ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ
کیا تھا یہ ہے تیسرا اس کا کہ جس پر تم

عَلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾ وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ
صبر نہ کر سکے اور (اے رسول) آپ سے ذوالقرنین کا

ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ
حال پوچھتے ہیں (ان سے) کہہ کہ اب میں تمہیں اس کا

مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾ إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي
کچھ حال سناتا ہوں ہم نے اس کو مملکت میں بڑی قوت

الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
دی تھی اور اس کو ہر ایک طرح کا ساز و سامان

سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَأَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتَّىٰ إِذَا
عطا کیا تھا۔ سو اس نے ساز و سامان تیار کر کے (سفر کا ارادہ کیا) یہاں تک کہ جب

بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ
وہ آفتاب غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو اس کو وہ ایک تلاؤ (یا سیاہ)

فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِنْدَهَا
چشمہ میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا اور وہاں اس نے ایک قوم

قَوْمًا ۗ قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا
کو پایا ہم نے کہا اے ذوالقرنین (تجھے اختیار ہے) یا

أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ
ان کو سزا دے اور یا ان سے نیک

حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ أَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ
سلوک کر اس نے (لوگوں کو) کہا کہ جو ان میں ظالم ہو اس کو تو میں

نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ
سزا دوں گا پھر وہ اپنے رب کے پاس روانہ ہوگا پھر تو وہ اسے اور بھی

عَذَابًا نُكْرًا ﴿٨٧﴾ وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ
سخت سزا دے گا اور جو کوئی ایمان لایا ہوگا اور اس نے

صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَىٰ ۖ وَسَنَقُولُ
نیکی بھی کی ہوگی تو اس کو (خدا کے پاس بھی) نیک بدلہ ملے گا اور ہم بھی اپنے

لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾
معاملہ میں اس کو آسان ہی حکم دیں گے۔

ع ۱۰ ۱۲

ف رحما بسکون الحاء وقرئ بضمها الرحمة یقال رحمه الله رحمة ورحما والالف للتانیث ۱۲

[1] اس جملہ کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ یہ لڑکا یعنی نوجوان ناہنجار بے کافر بھی ہے رہ زنی بھی کرتا ہے کہیں ماں باپ اس کی محبت میں آکر اس کا ساتھ نہ دیں اور اس کے سبب وہ بھی کفر و ظلم میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ دوسرے یہ کہ کہیں یہ ان سے کفران نعمت اور سرکشی کر کے ایذائیں نہ دے۔ اول معنی زیادہ مناسب ہیں ۱۲ منہ

ترکیب

عن یسئلونک سے متعلق ذکرا اتلوا کا مفعول مکنا مفعول امرہ محذوف وجدہا جواب ہے اذا بلغ کا تغرب جملہ حال ہے ضمیر وجدہا ہے یا مفعول وجد حمئۃ ذات حمأ۔ الحمأ الطین الاسود وقرأ ابن عامر وحمزۃ حامیۃ اے حارۃ اما تخیر کے لیے جزاء کو حمزہ کسائی حفص بالنصب والتنوین پڑھتے ہیں اور باقی بالرفع والاضافۃ۔ اول تقدیر پر فلہ الحسنی جزاء جیسا کہ کہتے ہیں لک ہذا الثوب ہبۃ۔ دوسری صورت میں الحسنی کا موصوف الفعلۃ مقدر مانا جاوے گا یا المثوبۃ پس جزاء موصوف ہوگی المثوبۃ الحسنی کی واضافۃ الموصوف الی الصفۃ کثیرۃ۔

تفسیر

ذوالقرنین کا حال اور اس کا سفر

یہ تیسرا قصہ ذوالقرنین کا ہے جو اہل کتاب کے کہنے سے قریش نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ انا مکنا سے تمہید کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے کہ ہم نے ذوالقرنین کو دنیا پر قابو دیا تھا اور ہر ایک قسم کا ساز و سامان اس کو ملا تھا جس سے وہ مشرق و مغرب تک فتوحات حاصل کرتا ہوا چلا گیا۔ (اگرچہ جب سے علم تاریخ مدوّن ہوا ہے تب سے ایسے ساز و سامان جو اب ہیں ریل و خانی جہاز پائے نہیں جاتے مگر تواریخ سے پتے غیر معلوم زمانے میں جانے کیا کیا صنعتیں تھیں جو مٹ گئیں جن کے بعض آثار قدیم خرابات کے کھودنے سے برآمد ہوتے ہیں) فاتبع سببا کہ ذوالقرنین نے سفر کا ساز و سامان تیار کیا اور پہلے مغرب کی سمت کو روانہ ہوا یہاں تک کہ ان کو آفتاب سمندر کے گرم اور سیاہ پانی میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا۔ گرچہ آفتاب آسمان پر ہے مگر غروب کے وقت پانی کے کنارہ پر کھڑے ہونے والے کو پانی میں اور پہاڑ کے سامنے والے کو پہاڑ میں غروب ہوتا ہوا معلوم ہوا کرتا ہے۔ اور جس نے حمئۃ پڑھا ہے اس کے نزدیک ذوالقرنین کے سامنے سیاہ دلدل ہوگی جس میں آفتاب کو غروب ہوتے دیکھا ہوگا۔ القصہ وہاں ایک بت پرست قوم ملی جس کی نسبت خدا نے ذوالقرنین کو بالہام یا بواسطۂ نبی یہ حکم دیا کہ خواہ ان کو سزا دے خواہ ان سے کوئی نیک سلوک کر۔ ذوالقرنین نے لوگوں سے کہا وہ جو ان میں ظالم و سرکش ہیں میں انہیں سزا دوں گا، یعنی مار ڈالوں گا جو اس کے بعد وہ اپنے رب کے ہاں جاکر اور بھی سخت عذاب پاویں گے۔ یا یہ مراد کہ سزا دوں گا، کوئی سزا ہو پھر مرنے کے بعد وہ وہاں اور بھی سزا پاویں گے۔ اور جو ان میں ایمان دار اور نیک ہو جاویں گے ان کو اچھا بدلہ اور انعام و اکرام دوں گا اور اپنی حکومت و ریاست کے امر میں بھی ان سے نرمی برتوں گا چنانچہ ذوالقرنین نے ایسا ہی کیا۔

پھر وہاں سے بلاد مشرقیہ کی طرف توجہ کی اور مشرق میں ایسی قوم تک پہنچے کہ جن کے پاس آفتاب کی تپش سے بچنے کے لیے کوئی خیمہ یا مکان نہ تھا زمین اور پہاڑوں کی کھوہ میں رہتے تھے۔ فرماتا ہے کذلک الخ یعنی ہم علام الغیوب ہیں۔ ذوالقرنین کا پورا حال کہ کس قدر سپاہ تھی اور اس کے ساتھ کون کون تھے جو ہم کو معلوم ہے اور کوئی کیا جان سکتا ہے اور الحق یوں ہی ہے۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ

پاس وہ اس نے تیاری کی　یہاں تک کہ جب آفتاب نکلنے کی جگہ (یعنی

مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ

مشرق میں) پہنچا تو اس نے آفتاب کو ایک ایسی قوم پر طلوع کرتے ہوئے پایا کہ

مشرق کا سفر

لَمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾

جن کے لیے ہم نے آفتاب کے بچنے کے لیے کوئی اوٹ نہ بنائی تھی

كَذٰلِكَ ۚ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

بات یوں ہی ہے اور اس کے حال کی پوری پوری خبر ہمارے ہی پاس ہے

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ

اس نے پھر تیاری کی یہاں تک کہ وہ جب پہاڑ کے دو

السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ

درّوں میں پہنچا تو ان کے پار ایک ایسی قوم ملی

لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا

جو بات نہ سمجھ سکتی تھی۔ انہوں نے (اشارۃً کی صورت)

يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ

کہا اے ذوالقرنین یاجوج ماجوج نے تو ملک میں

مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ

فساد ڈال رکھا ہے پھر اگر آپ کہیں تو

لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ

آپ کے لیے ایک محصول قائم کریں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے

سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ

بیچ کوئی مضبوط دیوار بنائیں۔ اس نے کہا کہ جو کچھ میرے رب نے مجھے مقدور دے رکھا ہے

خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ

وہی کافی ہے پھر تم اپنے (ہاتھ پاؤں) طاقت سے میری مدد کرو کہ میں تمہارے اور ان کے درمیان

وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ

ایک آڑ بنا دوں مجھے لوہے کے تختے لا دو (وہ لائے اور

الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ

کام شروع ہوا) یہاں تک کہ جب پہاڑ کے دونوں کناروں کو (برابر کر

الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا

برابر کر دیا تو کہا اس کو دھونکو (دھونکنے لگے) یہاں تک

جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ

کہ جب اس کو سرخ انگارا کر دیا تو اس نے کہا کہ اب تم میرے پاس تانبا لاؤ کہ پگھلا کر

قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ

اس پر ڈال دوں (پس انہوں نے حکم اور بلند دیوار تیار ہو گئی) کہ یاجوج ماجوج نہ

وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ

اس پر چڑھ سکتے ہیں نہ اس میں نقب لگا سکتے ہیں (ذوالقرنین نے

هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ ۚ فَاِذَا جَآءَ

کہا کہ یہ میرے رب کی عنایت ہے پھر جب میرے

وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ

رب کا وعدہ آئے گا تو اس کو ڈھا کر برابر کر دے گا اور میرے

وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا ﴿۹۸﴾

رب کا وعدہ برحق ہے۔

ترکیب

السدین ای الجبلین المبنی بینہما سدۃ وہما جبلان منیفان فی آخر الشمال فی منقطع ارض الترک من وراء یاجوج وماجوج وبین ہہنا مفعول بہ وہو من الظروف المتصرفۃ۔ خرجا جعلا نخرجہ من اموالنا۔ ردما حاجزا حصینا وہو اکبر من السد من قولہم ثوب مردم اذا کان رقاع فوق رقاع۔ الصدفین الصدف محرکۃ کل شیء مرتفع من حائط ونحوہ ای جانبی الجبلین فما اسطاعوا بحذف التاء حذرا من تلاقی متقاربین اے التاء والطاء۔

تفسیر

ثم اتبع سببا یہ تیسرا سفر ہے اس کی کوئی اہمیت بیان نہیں کی۔ غالباً شمالی رخ کا دھاوا ہے کیوں کہ آبادی زمین کی اسی حصہ میں بیشتر ہے۔ شمال میں فتح کرتے کرتے

دو پہاڑوں کی گھاٹی میں پہنچے اور اس کے متصل ایسی قوم ملی جو بات نہ سمجھ سکتی تھی، ترجمان کے ذریعہ سے انہوں نے ذوالقرنین سے قوم یاجوج وماجوج کی سرکشی اور فساد کا حال بیان کیا اور اس گھاٹی کے بند کرنے کی درخواست کی کہ جس سے گھر رکر یہ دونوں قومیں ان کے ملک میں قتل و غارت کرتی تھیں اور اس پر انہوں نے کچھ روپیہ یا پیداوار دینے کا بھی وعدہ کیا۔ ذوالقرنین نے کہا خدا نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے تم صرف جسمانی مدد دو کہ لوہے کے تختے میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ لائے پس جب پہاڑوں کی چوٹیوں تک درّے کو لوہے اور پتھروں سے چن دیا تو گرم کر کے یعنی پگھلا کر اس پر کسی حکمت سے تانبہ یا سیسہ ڈال دیا جس سے وہ دیوار ایک ذات ہو گئی سب جوڑ مستحکم ہو گئے کہ نہ تو اس کی بلندی کی وجہ سے یاجوج وماجوج اس پر چڑھ سکتے تھے نہ اس میں سوراخ کر سکتے تھے۔ ذوالقرنین نے کہا یہ تم پر رحمت الٰہی ہے اس کے گرنے کا ایک وقت مقرر خدا نے کر رکھا ہے جب وہ وقت آوے گا تو گر جاوے گی۔ یہ اس لیے کہا کہ شکر گزاری کرتے رہیں ڈرتے رہیں۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ

اور اس روز ہم نے ان کو ایسا کر چھوڑا کہ ایک دوسرے پر

فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ

دھکا پیل کرتا تھا اور صور پھونکا جاوے گا پھر ہم ان سب کو

جَمْعًا ﴿٩٩﴾ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ

جمع کر لیں گے اور ہم اس روز کافروں کے سامنے جہنم کو

لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا ﴿١٠٠﴾ الَّذِينَ كَانَتْ

لا دیں گے اُن کے کہ جن کی

أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي وَ

آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا اور

كَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾ ع ۱۱ ۱۹ ۲

وہ کچھ سن بھی نہ سکتے تھے۔

ترکیب

بعضھم مفعول اول ترکنا بمعنی جعلنا یموج جملہ مفعول ثانی و ترکنا جملہ مستانفہ ہے یومئذ یموج سے متعلق ہے۔ کانوا معطوف ہے کانت اعینھم پر، جز صلہ میں داخل ہے معطوف اور معطوف علیہ کا مجموعہ ہے صلہ الذین کا یہ موصول اپنے صلہ سے مل کر الکٰفرین کی صفت یا نعت ہے۔

تفسیر

یہ تتمہ ہے ذوالقرنین کے قصہ کا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُس روز یعنی وقت موعود پر جب کہ دیوار ٹوٹے گی اور قوم یاجوج ماجوج اس میں سے ادھر کے ملکوں میں آوے گی تو یہ اژدحام ہوگا کہ دھکم دھکا ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ٹڈی دل کی طرح امڈے چلے آویں گے آکر زمین میں فساد کریں گے قتل کریں گے کھیتوں کو اجاڑیں گے۔ چوں کہ دیوار کا ٹوٹنا یاجوج ماجوج کا باہر آکر فساد کرنا بلحاظ زمانہ ذوالقرنین کے ہزاروں سیکڑوں برس کے بعد ہوگا اور یہ زمانہ اس زمانہ کے خیال سے یقیناً قیامت کے قریب ہے اس لیے اس مناسبت سے حشر کا مسئلہ شروع ہوا ونفخ فی الصور صور پھونکا جاوے گا دنیا نیست و نابود ہو جاوے گی پھر دوسری بار صور پھونکے گا جس سے ہر شخص زندہ ہوگا وعرضنا جھنم الخ اس روز کافروں کے سامنے جہنم کو لا کھڑا کر دیں گے تاکہ وہ اس میں ڈالے جاویں۔ وہ کافر کون لوگ ہیں؟ آپ ہی بتاتا ہے الذین الخ وہ کہ جن کی آنکھوں پر دنیا میں پردے پڑے ہوئے تھے کہ خدا کی نشانیوں اور

اور آیاتِ قدرت کو دیکھ کر اس کو یاد نہیں کرتے تھے اور جب خود یہ بات حاصل نہ تھی تو ان کے وعظ و نصیحت کو بھی نہیں سنتے تھے۔ وترکنا الخ کے جو معنی ہم نے بیان کیے ہیں انھیں معنی کی تائید سورۂ انبیاء کی اس آیت سے ہوتی ہے حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون یہاں تک کہ جب یاجوج وماجوج کو کھول دیں گے تو وہ ہر بلندی سے دوڑتے چلے آویں گے۔ پھر واقترب الوعد الحق سے حشر کا برپا ہونا بیان فرماتا ہے جیسا کہ یہاں عرضنا سے فرمایا مگر بعض مفسرین یومئذ مراد وہ دن لیتے ہیں کہ جس روز دیوار قائم ہوئی تھی اور ترکنا ماضی کے صیغہ کو اپنے اصلی معنوں پر رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کے یہ معنی ہوئے کہ جس روز دیوار قایم ہوگی تو یاجوج ماجوج وہیں ایک دوسرے پر باہر آنے کے لیے گرتے پڑتے اور اژدحام کرتے رہ گئے کہ ایک دوسرے پر دیوار کی طرف آنے کے لیے گرا پڑتا تھا جیسا کہ اژدحام میں ہوتا ہے واللہ اعلم۔ ویسئلونک عن ذی القرنین الخ جمہور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ قریش نے احبار یہود کے کہنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتیں بطور امتحان کے پوچھی تھیں من جملہ ان کے ایک یہ بات بھی ہے۔ اس بات کو محدثین نے صحیح سند سے ثابت کر دیا ہے اور قرآن مجید کے الفاظ بھی اس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اس میں کچھ بھی شبہ نہ کرنا چاہیے کہ ذی القرنین کا قصہ یہود میں متعارف تھا اب خواہ وہ ان کے طالموت میں ہو یا کمرا میں جو ان کی کتاب مقدس کی شرح یا تفسیر ہے یا ان کی ان روایات میں جو زبانی یکے بعد دیگرے ان کے ہاں متوارث چلی آتی تھیں ہر چہ باشد۔ مگر وہ ذی القرنین کے قصہ سے واقفیت رکھتے تھے اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ اس قصہ کو ہر ایک نہیں بتلا سکتا۔ اور اسی غرض سے بطور امتحان کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ قرآن مجید نے صرف یہی بتلایا کہ وہ ایک ایسا بادشاہ تھا کہ جس کو ہم نے زمین پر زور آور کیا تھا اس کو ہر ایک طرح کے اسباب عطا کیے تھے پھر اس نے مغرب کے رخ سفر کیا اور وہاں تک پہنچا کہ جہاں اس کو آفتاب سیاہ اور گدلے چشمہ میں ڈوبتا ہوا معلوم ہوا پھر وہاں سے لوٹ کر مشرق کی طرف رجوع کیا اور آخر ایک ایسی قوم پر پہنچا کہ جن پر آفتاب بغیر کسی حجاب کے طلوع کرتا تھا پھر وہاں سے اس نے ایک اور سفر کیا (جو غالباً سمت شمالی میں تھا اور قرائن سے بھی یہی سمجھا جاتا ہے) اور ایک ایسی قوم تک پہنچے کہ جو ان کی زبان نہ سمجھ سکتے تھے (بغیر ترجمان کے)، ان لوگوں نے ذوالقرنین سے کسی خاص خراج دینے پر یہ درخواست کی کہ یاجوج ماجوج مفسد لوگ ہیں ہمارے ملک پر شورش برپا کیا کرتے ہیں آپ ان کا رستہ بند کر دیجیے۔ ذی القرنین نے خراج لینے سے تو انکار کیا، اور لوہے کے تختے ان سے مانگے کہ جن سے دو پہاڑوں کے

لہ چنانچہ ابن جریر نے بسند ابن اسحاق عکرمہ سے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں قریش نے نضر بن حارث و عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ میں احبار یہود کے پاس بھیجا تاکہ ان سے پوچھ کر بطور امتحان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کریں چنانچہ انہوں نے یہ تین سوال تعلیم کیے اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر ان میں سے دو کا بھی جواب دے گا تو جانیو کہ برحق ہے اول اصحاب کہف کا حال پوچھو۔ پھر اس بادشاہ کا جو مشرق و مغرب تک فتح کرتا چلا گیا تھا، یعنی ذوالقرنین کا پھر روح سے سوال کرو۔ ۱۲ منہ

درمیان کوئی درہ تھا اس کو بند کر دیا اور دیوار چن کر اس کو گرم کیا اور پگھلا ہوا تانبا یا سیسہ اس پر ڈال کر ایسا مستحکم کر دیا کہ جس پر نہ وہ چڑھ سکتے تھے نہ اس میں نقب لگا سکتے تھے۔ نہ قرآن مجید میں اس بات کا ذکر ہے کہ ذی القرنین کس ملک کا بادشاہ تھا اور کس عہد میں تھا؟ اور نہ یہ بات بتلائی کہ اس کو ذی القرنین کیوں کہتے تھے۔ نہ اس بات کا ذکر ہے کہ ذی القرنین مشرق و مغرب میں انتہی تک پہنچ گئے تھے نہ یہ بات بتلائی گئی ہے کہ وہ قوم کہ جس نے سد یعنی دیوار بنانے کی درخواست کی تھی کون قوم تھی اور کہاں تھی؟ نہ یہ بتلایا کہ یاجوج ماجوج کون قوم تھی اور کہاں رہتی تھی اور اب بھی ہے کہ نہیں اور ہے تو کہاں ہے اور وہ کیسی قوم ہے ان کے قد کیسے ہیں اور مردم خور ہیں یا نہیں؟ اور نہ دیوار کا موقع بتلایا کہ وہ کس جگہ بنی تھی اور اب بھی ہے کہ نہیں؟ یہ سب باتیں سوال سے زائد تھیں اس لیے ان سے اعراض کر کے اصل قصہ بتلایا جو ان کی غرض سے تعلق رکھتا تھا اور انبیاء علیہم السلام اور وحی کا مقصد اصلی بھی یہی تھا تفصیل وار قصے کہانی بیان کرنا مؤرخوں کا کام ہے۔ اب ان باتوں میں علماء اسلام نے غور کرنا شروع کیا۔ اور جہاں تک ہو سکا ان کا پتہ نکالا اور ان باتوں کے دریافت کرنے میں انہوں نے کہیں قرآن مجید کے اشاروں سے کہیں روایات سلف سے کہیں مؤرخین اہل کتاب و اہل اسلام و دیگر تواریخ سے اور ہر زمانہ کے اہل تحقیق اور اہل جغرافیہ سے مدد لی اور یہی وجہ ہے کہ ان باتوں کے ٹھیک ٹھیک دریافت کرنے میں ان سے باہم اختلافات بھی ظہور میں آئے اور کچھ عجب نہیں کہ ان سے کسی موقع میں اصلی بات رہ گئی ہو اور بعض نے اس کو ٹھیک سمجھا ہو۔ اور ایسی باتوں میں کہ جہاں نہ کوئی نص قطعی رہنمائی کرتی ہو نہ کوئی اس وقت کی صحیح تاریخ ملتی ہو اختلاف ہونا ایک معمولی بات ہے نہ ان امور مبحوثہ کا ان کی تحقیق کے موافق ہر ہر بات میں صحیح مان لینا فرض و واجب ہے نہ ان پر کوئی وجہ انکار ہے۔

سب سے پہلی بات کہ ذوالقرنین کون تھا اور کہاں کا تھا اور کب تھا؟

اس کا ثبوت اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ یہ دیوار کس نے بنائی؟ پس جو اس کا بنانے والا ہے وہی شخص ذوالقرنین ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ اب ہم کو اس سد کی تلاش کرنی پڑی کہ کہاں ہے؟ ہمارے سامنے حال کے بھی متعدد جغرافیے اور کرۂ زمین کے صحیح نقشے دھرے ہیں جو سرکاری مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں ان میں کسی جگہ یاجوج ماجوج قوم کا ذکر تک نہیں اور یہ ممکن ہے کیونکہ حال کے جغرافیوں میں قوموں اور ملکوں کے وہی نام ذکر کیے جاتے ہیں جو آج کل متعارف ہیں اور ایسا بہت واقع ہوا ہے کہ زمانے کے گزرنے سے ملکوں اور شہروں اور قوموں کے اور ہی نام ہو گئے پہلے نام بدل گئے۔ ہو سکتا ہے کہ یاجوج ماجوج کو آج کل کسی اور نام سے تعبیر کرتے ہوں اس لیے یاجوج ماجوج کا نام نہ ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں نہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کوئی قوم نہیں یا پہلے تھی اب بالکل نیست و نابود ہو گئی اسی طرح اس سد کا بھی ذکر نہیں اور یہ بھی قرین قیاس ہے کس لیے کہ جغرافیوں اور نقشوں میں شہروں اور پہاڑوں اور بڑے بڑے نشانوں کو ذکر کیا کرتے ہیں اور یہ دیوار جیسا کہ ہم اسلام کے مورخ کہتے ہیں نہ صرف تھوڑا سا حصہ کی ایک مرتفع اور مستحکم دیوار دو پہاڑوں کے درمیان ہے اس سے بھی بڑی بڑی صدہا چیزیں مذکور نہیں ہوتیں۔

اب ہم کو مسلمانوں کے قدیم جغرافیے دیکھنے چاہییں کہ جنہوں نے بطلیموس کے جغرافیہ کو لے کر اس کے ساتھ اپنے سفرنامہ اور اپنے دیکھے ہوئے مقامات کو بھی نہایت تشریح کے ساتھ بیان کیا ہے اور گویا حال کے جغرافیوں کی انھیں پر تقسیم اقالیم و جزائر و ممالک وغیرہ امور میں بنیاد ہے اور یہ بھی درست ہے کہ آج کل سامان سفر جیسے

مہیا ہیں اور جس آسان طریقہ سے ہر ایک ملک کی خبر دریافت ہو سکتی ہے پہلے یہ بات نہ تھی اور اسی لیے حال میں اس فن میں بہت کچھ چھان بین کی گئی مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دوسری تیسری صدی میں جب کہ مسلمانوں کی فتوحات مشرق و مغرب تک پھیل گئی تھیں اور وہ باوجود صعوبت سفر کے اندلس اور جبل الطارق سے لے بحر چین کے کناروں تک ایسے امور کی تحقیقات کے لیے سفر کیا کرتے تھے اور پھر ہر ایک سیاح نہایت صحت و احتیاط کے ساتھ ان مقامات و بلاد و ممالک کے احوال قلم بند کیا کرتا تھا چنانچہ اس قسم کے بہت سے جغرافیے اب تک موجود ہیں جن میں سے اکثر کو اہل فرنگستان نے طبع بھی کیا ہے ان میں سے میرے پاس اس وقت یہ کتابیں موجود ہیں جن سے ایشیا اور افریقہ کے ملکوں کا اور ان کے شہروں اور مشہور مقاموں کا بڑی تشریح کے ساتھ حال معلوم ہو سکتا ہے۔ (۱) کتاب المسالک والممالک تالیف ابی القاسم بن حوقل مطبوعہ لیڈن مطبع بریل ۱۸۷۳ء (۲) الآثار الباقیۃ عن القرون الخالیۃ تالیف ابوریحان محمد ابن احمد بیرونی خوارزمی مطبوعہ جرمن ۱۸۷۸ء بیرون سندھ میں کوئی قریہ یا شہر تھا شاید اب بھی ہو۔ یہ شخص بڑا حکیم و منجم سلطان محمود غزنوی کے عہد میں تھا (۳) نزہۃ المشتاق فی ذکر الامصار والاقطار والبلدان والبحور والمدائن والآفاق اس کا مصنف علوی ادریسی چھٹی صدی ہجری میں تھا۔ یہ جغرافیہ یونانی اور اس کے جغرافیوں سے ملخص بحر کے جزیرہ صقلیہ کے عیسائی بادشاہ کے لیے تصنیف کیا تھا۔ (۴) مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع تالیف یاقوت حموی مطبوعہ فرانس (۵) کتاب البلدان تالیف ابی بکر احمد بن محمد الہمذانی المعروف بابن الفقیہ مطبوعہ لیڈن بمطبع بریل ۱۳۰۲ھ ہجری (۶) احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم تالیف شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر البناء الشامی المقدسی المعروف بالبشاری مطبوعہ لیڈن بمطبع بریل ۱۸۷۷ء اس کا مصنف شہاب الدین غوری سے بھی پہلے تھا۔ (۷) المسالک والممالک تالیف ابن اسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی الاصطخری، المعروف بالکرخی مطبوعہ مطبع بریل واقع شہر لیڈن ۱۸۷۰ء (۸) تقویم البلدان تالیف السلطان عماد الدین اسماعیل بن الملک الافضل یعنی ابوالفداء مطبوعہ پیرس ۱۸۴۰ء (۹) مقدمۃ ابن خلدون۔ یہ شخص جو آٹھویں صدی میں گزرا ہے بڑا حکیم تھا۔ اس نے اپنے جغرافیہ میں حکیم بطلیموس کے جغرافیہ سے لیا ہے۔ جو حضرت مسیح سے تھوڑے دنوں بعد گزرا ہے اور نیز رجار و ابن مسعودی و ابن حوقل و قدری و ابن اسحاق منجم و نزہۃ المشتاق سے بھی لیا ہے اور اقالیم کا اس صحت و خوبی کے ساتھ حال بیان کیا ہے جو آج کل کے جغرافیوں سے سرمو تفاوت نہیں رکھتا صرف ناموں کا فرق ہے۔ اس نے اپنے مقدمہ میں تین جگہ اس دیوار کا ذکر کیا ہے۔ صفحہ ۱۰ میں کہتا ہے:۔

اوّل دیوار

وفی الجزء التاسع من ھذا الاقلیم السابع فی الجانب الغربی منہ بلاد خفشاخ وھم قفچق یجری ھا جبل قوقیا حین ینعطف من شمالہ عند البحر المحیط ویذھب فی وسط الی الجنوب بانحراف الی الشرق فیخرج فی الجزء التاسع من الاقلیم السادس ویمر معترضا فیہ وفی وسطھا سد یاجوج وماجوج وقد ذکرناہ وفی الناحیۃ الشرقیۃ من ھذا الجزء ارض یاجوج وراء جبل قوقیا علی البحر قلیلۃ العرض مستطیلۃ احاطت بہ من شرقہ وشمالہ، اھ

کہ اس اقلیم کے نویں حصہ میں ایک گوشہ میں خفشاخ کے بلاد ہیں کہ جن کو خنخاق کہتے ہیں کہ جن پر سے قوقیا پہاڑ گزرتا ہے جب کہ وہ بحر محیط کے پاس سے ہو کر شمال کی طرف مڑتا ہے قدرے شرق کو مائل ہو کر تب وہ پہاڑ اقلیم سادس کے نویں حصہ تک نکل جاتا ہے اور یہیں سے وہ موڑ کھا کر نکلتا ہے اور اسی جگہ اس کے وسط میں یاجوج ماجوج والی دیوار ہے کہ جس کو ہم ذکر کر چکے ہیں اور اس حصہ کے شرقی کنارہ میں یاجوج کا ملک ہے جبل قوقیا کے پرے سمندر کے رخ مستطیل ٹکڑا ہے۔ قوقیا غالباً کوہ الطای کو کہتے ہیں اور اسی کے موڑ میں ایک جگہ وہ دیوار ہے۔ اور کوہ الطای کے پرلی طرف منچوریا اور منگولیا مغلوں کی قومیں ہیں جن کو یاجوج سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ لوگ سخت خونخوار درندے اور وحشی اور سفاک کافر تھے جن کا پیشہ شکار ہے۔ پہلے زمانے میں یہ لوگ ادھر تو چین کے ملک پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے جن کے روکنے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً ۲۳۵ برس پیشتر فغفور چین نے دیوار بنائی تھی جس کی لمبائی کا اندازہ بارہ سو میل سے لے کر پندرہ سو میل تک کیا گیا ہے یہ مستحکم دیوار کہ جس کی پوری کیفیت تاریخ چین سے معلوم ہوتی ہے اب تک موجود ہے جو عجائب روزگار میں شمار کی جاتی ہے ادھر یہ سفاک قوم اس پہاڑ کے درہ میں سے گزر کر ترکستان پر تاخت و تاراج کرنے آیا کرتی تھی۔ اب ہم یہ بتلاتے ہیں کہ دنیا میں اس قسم کی دیواریں کئی جگہ ہیں

(۱) ملک چین کے شمالی حصہ میں ایک دیوار ہے جس کو دیوار چین کہتے ہیں جس کو بقول مورخین "چی وانگتی" فغفور چین نے بنایا تھا۔

دیوار دوم

(۲) دوسری وہ دیوار جو جبل الطای کے کسی درہ کو بند کیے ہوئے ہے جس کا ابن خلدون نے بھی ذکر کیا اور اسی کو اکثر مورخین اسلام سد یاجوج کہتے ہیں جس کی تحقیق خلفائے عباسیہ کے عہد میں کی گئی تھی۔ چنانچہ ابوریحان بیرونی اپنی کتاب آثار باقیہ مطبوعہ جرمن ۱۸۷۸ء کے صفحہ ۴۱ میں لکھتے ہیں:۔

فاما الردم المبنی بین السدین فان ظاهر القصة فی القرآن لا ینص علی موضعه من الارض وقد نطقت الکتب المشتملة علی ذکر البلاد والمدن بجغرافیا وکتب المسالک والممالک علی ان هذه الامة اعنی یاجوج وماجوج هم صنف من الاتراک المشرقیة الساکنة فی مبادئ الاقالیم الخامس والسادس ومع هذا حکی محمد بن جریر الطبری فی کتاب التاریخ ان صاحب اذربیجان ایام فتحها وجه انسانا الیه من ناحیة الخزر فشاهده ووصفه ببناء باسق سامر اسود وراء خندق وثیق منیع۔ وحکی عبد الله بن خرداذبة عن الترجمان بباب الخلیفة ان المعتصم رأی فی المنام ان هذا الردم قد فتح فوجه بخمسین نفرا الیه لیعاینوه فسلکوا من طریق باب الابواب واللان والخزر حتی بلغوا الیه وشاهدوه معمولا من لبن حدید مشدد بالنحاس المذاب وعلیه باب مقفل وحفظه من اهل البلدان القریبة منها وانهم رجعوا فاخرجهم الدلیل الی البقاع المحاذیة لسمرقند انتهی۔

کہ اس دیوار کا قرآن نے کوئی موقع و محل نہیں بتلایا کہ کس جگہ ہے۔ ہاں کتب تواریخ و جغرافیہ میں تو ہے کہ یاجوج ماجوج ترکوں میں سے ایک قوم کا نام ہے جو اقلیم خامس و سادس کے مشرق میں رہتے ہیں۔ اور

محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں بھی لکھا ہے کہ والی آذربیجان نے جب اس ملک کو فتح کیا تو کسی کو اس دیوار کے دیکھنے کو بھیجا جو بحیرۂ خزر کی راہ سے دیکھنے گیا اور دیکھ کر آیا۔ اور ابن خرداذبہ نے نقل کیا ہے کہ خلیفہ معتصم نے خواب میں اس دیوار کو ٹوٹا ہوا دیکھا تب اس کی تحقیق کے لیے پچاس آدمیوں کو روانہ کیا باب الابواب اور لان اور خزر کی راہ سے گئے اور اس کو دیکھ کر آئے اور بیان کیا کہ ایک دیوار مستحکم ہے جو لوہے کے تختوں یا اینٹوں سے بنائی گئی ہے نہایت بلند و مستحکم اور اس میں دروازہ بھی ہے جس پر قفل لگا ہوا ہے پھر جو اس جماعت کو راہبر نے وہاں سے نکالا تو سمرقند کے محاذی آنکلے۔ اور کتاب احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم میں اسی بات کو بڑی تفصیل سے نقل کیا ہے مگر معتصم کی جگہ واثق باللہ عباسی خلیفہ کا معاملہ بتایا ہے اور یہی صحیح ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ واثق نے اس جماعت کا افسر محمد بن موسیٰ خوارزمی منجم کو بنایا تھا اور سامان سفر بہت کچھ دیا تھا اور بادشاہوں کے نام نامے بھی لکھ دیے تھے پھر یہ جماعت طرخان کے ملک سے ہو کر اس مقام پر پہنچی کہ جہاں یہ دیوار ہے۔ آخر انہوں نے سب تفصیل بیان کی ڈیڑھ سو گز کا دو پہاڑوں میں ایک درہ ہے جس کو دو پائے چن کر (کہ جن کا عرض پندرہ پندرہ گز ہے جو لوہے کی اینٹوں سے بنے ہیں اور پھر پگھلے ہوئے تانبے سے ان کی درزیں ملائی گئی ہیں ایک مستحکم دروازہ بنا کر بڑے مستحکم آہنی کواڑوں سے بند کر دیا ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۱ میں شہر صغانیان کی مسافت یوں بیان کرتا ہے کہ یہاں سے شومان تک دو دن کا رستہ ہے پھر آندیان تک ایک روز کا پھر واشجرد تک ایک روز کا اور وہاں سے ایلاق ایک روز کا اور وہاں سے دربند ایک روز اور یہاں سے چاؤگان ایک روز کا انتہی۔ غالباً دربند ایک دوسری عمارت ہے جو آذربیجان کی طرف موجود ہے۔ کتاب المسالک والممالک تالیف ابی القاسم بن حوقل کے صفحہ ۳۹۹ میں ترمذ اور بخارا کی مسافت یوں بیان کی ہے کہ ترمذ سے قراجون ایک مرحلہ اور وہاں سے میان کال ایک مرحلہ اور وہاں سے بلیرغ ایک مرحلہ اور وہاں سے نسف ایک مرحلہ اور وہاں سے سونج ایک مرحلہ اور وہاں سے دیز کی ایک مرحلہ اور وہاں سے کندک ایک مرحلہ اور وہاں سے باب الحدید ایک مرحلہ۔ اس کے علاوہ تاریخ تیموری میں تیمور بادشاہ کا اس باب الحدید تک ایک جنگ میں پہنچنا مذکور ہے اور اس کے بعد اور اور سیاحوں نے بھی اس پہاڑ میں اس دربند کا معاینہ کیا ہے اور یہ بات نقشہ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ جبل الطای منگولیا اور منچوریا میں حائل ہے اور اس کا انہیں حدود میں ایک موڑ معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی پہاڑ کے بیچ میں ایک درہ کشادہ تھا جس کو ذی القرنین نے بند کر دیا جو اب تک موجود ہے اور ٹھیک ٹھیک یہی وہ سد ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے پھر اسی کتاب کا مصنف صفحہ ۳۶۷ میں شہر سمرقند کی بابت لکھتا ہے وبزعم بعض الناس ان تبعا مدینتها وان ذی القرنین اتم بعض بنائها و رأیت علی بابها الکبیر صحیفة من حدید وعلیها کتابة زعم اهلها انها بالحمیریة و انهم یتوارثون علم ذلك انتہی کہ لوگوں کا خیال ہے کہ تبع نے شہر سمرقند کو آباد کیا اور اس کی بعض عمارات کو ذی القرنین نے تمام کیا اور میں نے اس کے بڑے دروازے پر لوہے کی تختی دیکھی کہ جس پر کچھ لکھا ہوا ہے وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ حمیریہ خط میں ہے (جو شاہان حمیریہ والیان یمن کا خط تھا)

اور یہ بات وہ اپنے باپ دادا سے سنتے چلے آتے ہیں اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ذی القرنین حمیری بادشاہ تھا اور اس نے اس نواح میں عمل داری بھی کی ہے اور اپنے ملک کی حفاظت کے لیے جبل الطی کا یہ درہ بھی بند کیا تھا کہ جس کو سد ذی القرنین کہتے ہیں۔ اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کس لیے کہ شاہان یمن مصر پر بھی عمل داری کر چکے ہیں جو گلہ بانوں کی عملداری کے نام سے مشہور ہے اور ان کے آثار قدیمہ جیسا کہ قصر غمدان وغیرہ یمن میں یادگار تھے اور اب بھی ہیں جو ان کی عظمت کی گواہی دے رہے ہیں پھر کیا تعجب ہے کہ مشرق وشمال میں بھی ان کی فتوحات ہوئی ہوں۔

دیوار سوم

تیسری دیوار یا ایک نہایت مستحکم بنا ہے جو غیر قوموں کے لیے بنائی گئی تھی۔ مراصد الاطلاع کے صفحہ ۱۱۱ میں ہے: وباب الابواب فهو دربند شيروان و باب الابواب مدينة على البحر بحر طبرستان وبحر الخزر الخ وسميت باب الابواب لانها افواه شعاب في جبل القبق فيها حصون كثيرة ولها حائط بناه انوشيروان بالصخر و الرصاص وعلاها ثلثمائة ذراع وجعل عليه ابوابا من حديد لان الخزر كانت تغير في سلطان فارس حتى تبلغ همذان والموصل فبناه ليمنعهم الخ وجرمنه انتهى باب الابواب دربند بحر خزر پر ایک شہر ہے اور اس کو باب الابواب اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں جبل قبق کی بہت سی گھاٹیاں ہیں جہاں بہت سے قلعے ہیں اور وہاں ایک دیوار ہے جو پتھر اور سیسے سے بنائی گئی ہے جس کی بلندی تین سو گز ہے اور جس میں لوہے کے دروازے ہیں اور اس کو انوشیروان نے اس لیے بنایا تھا کہ قوم خزر اس کے ملک میں آکر ہمذان اور موصل تک غارت گری کرتی تھی ان کے روکنے کے لیے اس کو بنایا تھا۔

کتاب البلدان کا مصنف ابن الفقیہ اس دیوار کا کئی جگہ ذکر کرتا ہے ایک جگہ کہتا ہے (ص ۲۸۸) وبنى الحائط بينه وبين الخزر بالصخر والرصاص و عرضه ثلثمائة ذراع حتى الحقه برؤس الجبال ثم قاده في البحر وجعل عليه ابواب حديد۔ پھر ص ۲۹۱ میں کہتا ہے الباب والابواب حائط بناه انوشيروان وان طرفا منه في البحر الخ وسبعة فراسخ الى موضع اشب وجبل عرلا يتهيأ سلوك وهو مبني بالحجارة المنقورة المربعة لايقل الحجر الواحد منها خمسون رجلا وقد بقيت هذه الحجارة وانفذ بعضها الى بعض بالمسامير وجعل في هذه السبعة الفراسخ سبعة مسالك الخ وغلق على كل مسلك باب وعرض السور في اعلاه ما يسير عليه عشرون فارسا لا يتزاحمون انتہی کہ خزر کے روکنے کے لیے پتھر اور سیسے کی انوشیروان نے ایک دیوار بنائی کہ جس کا عرض تین سو گز ہے جس کو پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچا دیا اور اس کا ایک سرا دریا میں ملا دیا۔ اس کی لمبائی سات فرسخ ہے ہر ایک فرسخ پر ایک آہنی دروازہ لگا دیا ہے اور یہ دیوار گھڑے ہوئے مربع پتھروں سے بنی ہوئی ہے کہ سوراخ کر کے ایک پتھر کو دوسرے سے میخ سے ملحق کر دیا ہے۔ ان میں سے ایک ایک پتھر ایسا بڑا ہے کہ پچاس آدمی بھی اس کو اکھیڑ نہیں سکتے اور اوپر جا کر اس کی اتنی چوڑان ہے کہ جس پر بلا مزاحمت بیس سوار چلے جاویں۔ اور ایک جگہ یہاں کے قلعوں کو قباد اکبر کی تعمیر بتایا ہے۔ یہ دیوار بھی اب تک قائم ہے

اور بیضاوی وغیرہ بعض علماء اسلام نے اسی کو وہ دیوار بتلایا ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے۔

دیوار چہارم

(۴) یہ دیوار تبت کے شمالی پہاڑوں میں بمقام راست بنائی گئی ہے اس کی نسبت نزہۃ المشتاق میں یہ لکھا ہے والراست اقصی خراسان من ذلك الوجه وهي مدينة بين جبلين كان هنا مدخل للترك الى الغارة فاغلق الفضل بن يحيى بن خالد بن برمك هناك بابا۔ کہ یہ شہر راست جو دو پہاڑوں کے درمیان میں ہے اس سمت سے خراسان کا اخیر کنارہ ہے یہاں ایک رستہ ہے جہاں سے ترک دھاوا کیا کرتے تھے اس کو فضل بن یحییٰ برمکی نے دروازہ لگا کر بند کر دیا۔ یہ دیوار بالاتفاق وہ دیوار نہیں کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے کیونکہ یہ نزول قرآن کے بعد بنائی گئی ہے۔

دیوار پنجم

(۵) بحر شامی یا بحر روم کا مشرقی کنارہ جو شام سے ملا ہوا ہے اس میں چند جزائر ہیں ایشیائے کوچک سے ملتے ہوئے جن میں سے ایک جزیرہ روڈس ہے اور ایک جزیرہ بلونس ہے کہ جس کو ہزار میل کے دورے سے دریا گھیرے ہوئے ہے اس کا خشکی کی طرف ایک رستہ ہے چھ میل کے فاصلہ کا سو اس کو کسی قیصر روم نے دیوار بنا کر بند کر دیا ہے۔ چنانچہ نزہۃ المشتاق میں لکھا ہے الجزء الرابع من الاقليم الرابع تضمن قطعة من البحر الشامي فيها اعداد جزائر من جزائر الرمانية و جزيرة بليونس جزيرة يحيط بها البحر الف ميل و لها منفذ الى البر الا فم ضيق مقدارة ستة اميال وقد كان احد القياصرة من الروم بنى عليه سورا طول هذه المسافة وهي ستة اميال انتهى یہ معلوم نہیں کہ یہ دیوار اب بھی قائم ہے کہ نہیں مگر یہ بھی بالاتفاق وہ دیوار نہیں کہ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ اور نہ وہ دیوار مراد ہو سکتی ہے کہ جس کو بعض علماء نے ملک اندلس کے پہاڑوں میں بتلایا ہے۔ اب صرف اول و دوم و سوم دیوار میں کلام ہے۔ اخبار علی گڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۷ رجون ۱۸۹۰ء میں ہمارے کسی نام ور معاصر نے ایک مضمون طبع کیا ہے جس کی سرخی یا عنوان "ازالۃ الغین عن قصۃ ذی القرنین" ہے۔ اس میں امام فخر رازیؒ پر بہت کچھ لے دے کی ہے۔ اول تو ذی القرنین کی وجہ تسمیہ میں جو امام صاحبؒ نے لوگوں کے چند اقوال نقل کیے تھے حالانکہ نہ ان کی صحت کا ذمہ لیا تھا نہ ان کو اپنا قول بتلایا تھا مگر معزز معاصر نے امام صاحب جیسے جلیل القدر شخص پر اعتراض جما کر شہرت حاصل کرنے کی غرض سے سب کو امام صاحب کی طرف منسوب کر کے قہقہہ اڑایا ہے۔ اس کے بعد امام صاحب نے ذی القرنین کے بارے میں جو لوگوں کے قول نقل کیے ہیں کہ کسی نے سکندر بن فیلقوس مراد لیا ہے اور کسی نے کوئی حمیری بادشاہ بتلایا ہے وہاں بھی آپ سکندر رومی کا ذی القرنین قرار دینا امام صاحب ہی کا عقیدہ سمجھ گئے اور ابو ریحان بیرونی کا جو امام صاحب نے قول نقل کیا تھا کہ وہ حمیری بادشاہ مراد لیتے ہیں وہاں اس کی بھی تغلیط کر دی نہ جس پر کوئی دلیل لائے نہ برہان، پھر عموماً مفسرین پر عتاب فرمایا ہے اور ان کو غلطی میں پڑنے کا الزام دے کر از خود سد کے پتے سے ذی القرنین کی تعیین کرنی شروع کی ہے۔ پھر جب آپ ادھر ادھر دیکھا اور آپ کو بجز دیوار چین کے اور کسی دیوار کا پتہ نہ لگا تو اسی کو وہ دیوار قرار دیا کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور جب تاریخ چین کو دیکھا تو اس دیوار کا بانی چی وانگ تی فغفور کو پایا اس لیے اسی کو ذی القرنین قرار دیا

اور قرنین سے اس کے دو زمانے مراد لیے ایک اسباب و سامان جمع کرنے کا دوسرا فتوحات کا اور اس کا مغربی سفر برہما اور ملایا تک پہنچنا اور غربی سمت میں خلیج بنگالہ میں آفتاب کو چشمۂ سیاہ میں ڈوبتے پانا قرار دیا اور ایمان لانا جو قرآن میں مذکور ہے اکہ ذی القرنین نے کہا تھا جو ایمان لاوے گا اور اچھے کام کرے گا اس کو اچھا بدلہ ملے گا اس کے معنی فرماں برداری کرنا بتلایا اور مشرقی سفر گاہ چین کا مشرقی کنارہ مانا یہ تو سب کچھ کیا مگر بین الصدفین کی کچھ توجیہ نہ بن سکی گو ساوی کی توجیہ کر دی کہ سیدھا پن مراد ہے نہ کہ دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں تک بلند ہونا کس لیے کہ قرآن مجید کی عبارت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ دیوار دو پہاڑوں کے درمیان تھی جو بیشتر پہاڑوں کی گھاٹیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے اور یہ دیوار چین تو تخمیناً پندرہ سو میل تک ہے اور پہاڑوں میں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور میدانوں میں اور دریاؤں پر برابر بنتی چلی گئی ہے اور وہ دیوار تو صرف دو پہاڑوں کے درمیان بنی تھی جیسا کہ معلوم ہوا۔ کاش ہمارا معاصر یوں کہتا کہ ذی القرنین نے سب سے اول دو پہاڑوں کے درمیان اس دیوار کو چن کر ایک در بند کر دیا تھا پھر فغفور چین نے ادھر ادھر سے دیوار کو اور بڑھا کر پندرہ سو میل لمبا کر دیا تھا تب تو ایک وجہ معقول ہو سکتی تھی۔ اور یہ بھی سہی مگر اس پر بھی ایک تاریخی خدشہ باقی رہتا وہ یہ کہ اگلے زمانے میں بسبب دشوار گزاری رستوں کے آس پاس کے ملکوں کا تو حال معلوم ہوتا رہتا تھا دور دراز کے ملک جیسا کہ اہل عرب و اہل شام سے چین ہے کہ ہمیشہ چیز خفا اور پردۂ لاعلمی میں رہتا تھا پھر یہود کو چی و انگچی فغفور کا قصہ کس سبب سے معلوم ہوا۔ اور جب کہ وہ باخدا اور موحد نہ تھا تو ذی القرنین یا اس کے ہم معنی لفظوں سے اس کا تذکرہ ان کی زبانوں پر جاری ہونے کی کیا وجہ؟ اس کے علاوہ قرآن مجید کے متعدد لفظوں سے ذی القرنین کا باخدا ہونا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس کا یہ کہنا کہ جو ایمان لائے گا اور نیک کام کرے گا اس کو اچھا بدلہ ملے گا۔ اب عام ہے کہ یہ شخص نبی ہو یا اس کا پیرو مرد باخدا جو اس کی شہرت کا قرنوں تک باعث ہوا۔

دوسری دیوار کی نسبت جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ یہی وہ دیوار ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے چنانچہ تفسیر کبیر اور دیگر تفاسیر میں موجود ہے اور اس کا بانی کوئی فغفور چین نہیں اہل تاریخ سب متفق ہیں کہ یہ دیوار کسی حمیری بادشاہ نے بنائی تھی پس ثابت ہوا کہ ذی القرنین حمیری بادشاہ تھا نہ سکندر رومی جیسا کہ بعض اہل علم کا خیال ہے۔ اس کے سوا ایک اور بھی وجہ ہے کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذی القرنین عرب کا رہنے والا تھا وہ یہ کہ ذی القرنین عربی لفظ ہے اور ذو کے ساتھ زمانہ قدیم میں اکثر یمن کے بادشاہ ملقب ہوا کرتے تھے جیسا کہ ذی نواس، ذوالنون، ذو رعین، ذو یزن، ذو جدن۔ اسی طرح ذوالقرنین بھی ہے۔ ابو ریحان بیرونی اس کا نام ابو کرب بن عمیر بن افریقس حمیری بتلاتے ہیں اور اپنی سند میں اسعد حمانی کے یہ اشعار لاتے ہیں ؎

قد کان ذوالقرنین جدی مسلما
ملکا علا فی الارض غیر معجز
بلغ المشارق والمغارب یبتغی
اسباب امر من حکیم مرشد

ابوالفداء اپنی تاریخ کی چوتھی فصل میں ابن سعید مغربی کو نقل کرتے ہیں کہ اول قحطان بن عابر ملک یمن میں آ کر بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا یشجب کہ جس کو سبا کہتے ہیں اسی نے شہر سبا بنایا اور مارب کی

زمین میں ملک کو شاداب کرنے کے لیے پختہ بند بندھوایا اس کے بعد اس کا بیٹا حمیر بادشاہ ہوا اس نے ثمود کو یمن سے نکال دیا اس کے بعد اس کا بیٹا واثل بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا اسکسک پھر اس کا بیٹا یعفر۔ پھر حمیر کے خاندان میں سے ذو ریاش عامر بادشاہ ہوگیا مگر یعفر کے بیٹے نعمان نے پھر غلبہ پایا اور اس کے بعد اس کا بیٹا اشرح بادشاہ ہوا اور اس خاندان کی سلطنت اس پر تمام ہوگئی اور شداد بن عاد بن الماطاط بن سبا بادشاہ ہوا جو بڑا جبار بادشاہ تھا اس کے بعد اس کا بھائی لقمان ابن عاد اور اس کے بعد دوسرا بھائی ذو سدد بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا حارث الرایش بادشاہ ہوا یہی تبع اول ہے اس کے بعد اس کا بیٹا صعب بادشاہ ہوا یہی "ذوالقرنین" ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اس کے بعد اس کا بیٹا ذو المنار ابرہہ بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا افریقس اس کے بعد اس کا بھائی ذوالاذعار، اس کے بعد اس کا بھائی شرحبیل اس کے بعد اس کا بیٹا الہدہاد بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کی بیٹی بلقیس بادشاہ ہوئی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئی تھی، انتہیٰ ملخصاً۔

قرآن عربی زبان میں سینگ کو بھی کہتے ہیں اور زمانہ کو بھی جس کا تثنیہ قرنین ہے ذوالقرنین کے معنی دو سینگ یا دو زمانہ والا۔ قرآن مجید میں اور احادیث میں اس بادشاہ کو ذوالقرنین کہنے کی کوئی وجہ بیان نہیں ہوئی، البتہ علماء نے لفظوں کے معنی پر خیال کرکے متعدد وجہ بیان فرمائی ہیں اب یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہ سب صحیح ہوں یا سب غلط۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اس کے تاج پر دونوں طرف کلغیاں لگی رہتی تھیں۔ عام بادشاہوں کے تاج پر ایک ہوتی ہے ان کے دو تھیں اس لیے اسی لقب سے شہرت پاگئے جو ان کی شہنشاہی اور فتوحات کثیرہ پر دلالت کرتا ہے۔ یا یہ کہو کہ اس کو دو زمانے پیش آئے تھے ایک فتوحات کا دوسرا ان پر قابض و مسلط ہوکر حکمرانی کرنے کا۔ یہ بات بھی ہر بادشاہ کو نصیب نہیں ہوتی۔ سکندر مقدونی فیلقوس نے فتوحات کے بعد کچھ زمانہ نہیں پایا۔ ہندستان سے مراجعت کے وقت ۳۲ برس کی عمر میں بابل میں مرگیا۔

قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ قریش نے خواہ از خود خواہ یہود کے کہنے سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذی القرنین کا حال بطور امتحان کے دریافت کیا تھا جیسا کہ فرماتا ہے ویسئلونک عن ذی القرنین اس کے جواب میں فرماتا ہے قل سأتلوا علیکم منہ ذکرا کہ ہم اس کا تجھ سے کچھ حال بیان کرتے ہیں۔ پھر اس کا حال بیان کرتا ہے انا مکنا لہ فی الارض وآتینہ من کل شیٔ سببا کہ اس کو ہر ایک قسم کے اسباب اور قوت دی تھی فاتبع سببا حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ ووجد عندھا قوما کہ اس نے سامان و ساز سفر درست کرکے سفر کیا اور فتح کرتا ہوا وہاں تک پہنچا کہ جہاں آفتاب غروب کرتا ہے سو اس کو ایک سیاہ یا گرم چشمہ میں ڈوبتے ہوئے پایا اور وہاں ایک قوم بھی اس کو ملی۔

مغرب الشمس کے یہ معنی نہیں کہ زمین پر کوئی آفتاب غروب ہونے کی جگہ ہے اور وہاں کوئی سیاہ دلدل یا گرم چشمہ ہے کہ جہاں آفتاب غروب ہوا کرتا ہے۔ کس لیے کہ آفتاب چوتھے آسمان پر ہے اور زمین گول ہے ہر وقت آفاق بعیدہ کے لحاظ سے اس کا طلوع غروب ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ جہاں اب دن ہے ان کے مقابلہ میں رات ہے کہیں اب نصف النہار ہے تو دوسری جگہ غروب کا وقت معلوم ہوتا ہے علیٰ ہذا القیاس اور جو کسی نے یہ معنی سمجھے ہوں تو یہ اس کی غلطی ہے نہ کلام اللہ کی

بلکہ یہ کلام محاورہ اور عرف عام کے دستور پر صادر ہوا ہے دیکھو ہمارے محاورہ میں نہایت دور دراز کے مشرقی اور مغربی ملکوں کے لحاظ سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ فلاں بادشاہ کی وہاں تک سلطنت ہے کہ جہاں سے آفتاب طلوع کرتا ہے اور جہاں غروب ہوتا ہے یعنی مشرق میں دور دراز تک کہ جہاں ان کے افق کا دائرہ سطح ارض کو مس کرتا ہے اور اسی طرح مغرب میں بہت دور دراز تک۔ یہ معنی ہیں مغرب الشمس اور مطلع الشمس کے۔ اور امام رازی وغیرہ محققین نے یہ مراد لیا ہے اپنی تفاسیر میں۔ پھر ذوالقرنین جب مغرب کے رخ بہت دور تک پہنچا کہ جہاں بحر سمندر کے اور کوئی آبادی نہ تھی تو آفتاب ان کو اس میں ڈوبتا ہوا معلوم ہوا اور سب کو یوں ہی معلوم ہوا کرتا ہے جنہوں نے جہاز پر سفر کیا ہے یا جن کے مغرب میں سمندر ہے وہ ہر روز اس بات کا معائنہ کرتے ہیں۔

مغربی سفر

قرآن مجید نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ وہ مغرب میں کہاں تک پہنچے تھے اور وہاں ان کو کون قوم ملی تھی؟ اب اس کی تعیین و تحقیق جو کچھ ہوگی تاریخ سے ہوگی۔ عرب کے تمام غربی کنارہ کو بلکہ تمام جنوب اور قدرے شمال کو بحر عرب اور قلزم احاطہ کیے ہوئے ہے اگر یہ مراد نہ لیا جائے کیوں کہ یہ ان سے کچھ بہت دور نہیں ہے تو قلزم کو عبور کرکے ملک مصر اور بربر کو طے کرتے ہوئے بحر اعظم تک پہنچنا مراد لیا جاوے گا اور وہیں وہ قوم ملی تھی جس کی بابت خدا تعالیٰ نے بذریعہ الہام یا نبی کی معرفت ذوالقرنین سے یہ فرمایا قلنا یاذا القرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیھم حسنا کہ تجھ کو ان کے بارے میں اختیار ہے خواہ سلوک کر خواہ ان کو سزا دے۔ جس کے جواب میں ذوالقرنین نے عرض کیا قال اما من ظلم فسوف نعذبہ ثم یرد الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا واما من امن وعمل صالحا فلہ جزاء الحسنی وسنقول لہ من امرنا یسرا کہ ظالموں کو ہم سزا دیں گے اور وہ اپنے رب کے ہاں جاکر بھی سزا پاویں گے اور ایماندروں نیک بختوں کو خدا کے ہاں بھی اچھا بدلہ ملے گا اور ہم بھی اس کو آسان بات کہیں گے یعنی اس پر رعایت و مروت کریں گے ثم اتبع سببا پھر ساز و سامان مہیا کیا یہ ان کا

دوسرا سفر مشرقی ہے ہر سفر پر خدا تعالیٰ ثم اتبع سببا کا اطلاق کرتا ہے حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع علی قوم لم نجعل لھم من دونھا سترا کہ مشرق میں وہاں تک پہنچے کہ جہاں سے آفتاب طلوع کرتا ہے اور وہاں اس کو ایک ایسی قوم ملی کہ جن پر آفتاب کے لیے کوئی آڑ نہ تھی۔ مطلع الشمس کے وہی معنی ہیں جو مغرب الشمس کے تحت میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ یہاں بھی قرآن مجید میں کچھ بیان نہیں کہ مشرق میں کس ملک تک ذوالقرنین پہنچا تھا؟ غالباً چین کا اخیر ہوگا کہ جہاں سمندر کے سوا اور کوئی چیز آفتاب کے لیے حائل نہیں یا ہندستان کا اخیر مراد ہوگا بحر چین تک کہ آفتاب سمندر سے طلوع کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور کوئی پہاڑ یا ملک درمیان میں حائل نہیں۔ اس کے بعد اس بیان کی صداقت قائم کرنے کے لیے فرماتا ہے کذلک وقد احطنا بما لدیہ خبرا کہ اس کا حال ہم کو خوب معلوم ہے اور صحیح بیان ہوں ہی ہے ثم اتبع سببا پھر ساز و سامان سفر مہیا کیا۔

یہ تیسرا سفر ہے اس کی کوئی سمت بیان نہیں کی،

غالباً یہ شمالی ملک کا سفر ہے کس لیے کہ آبادی کا اکثر حصہ اسی طرف ہے جنوب میں بحر یا بعض جزائر ہیں حتی اذا بلغ بین السدین وجد من دونہما قوما لا یکادون یفقہون قولا کہ فتح کرتے ہوئے دو پہاڑوں کے درہ تک پہنچا اور ان کے پرلی طرف ایک ایسی قوم ملی کہ جو بات نہ سمجھ سکتے تھے ان کی زبان بالکل غیر تھی۔ یہ تاتار اور چینی تاتار کا پہاڑ ہے اسی کو جبل الطائی کہتے ہیں یہ پہاڑ تاتار اور چینی تاتار کے درمیان سے گزرا ہے اور منگولیا اور منچوریا کے درمیان حد فاصل ہے پھر اس کی ایک شاخ مغرب کے رخ سیکڑوں کوس تک تاتار کو جنوبی و شمالی حصہ میں تقسیم کرتی ہوئی چلی گئی ہے اور ایک شاخ مشرق و شمال کو ہوتی ہوئی سائبیریا کو گھیرتی ہوئی بحر اعظم تک جا ملی ہے۔ چینی تاتار کے لوگ اس پہاڑ کے اس درہ میں گزر کر کہ جس کو ذوالقرنین نے بند کیا تھا تاتاریوں کے ملک پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے انہوں نے ذوالقرنین سے کہا ان یاجوج و ماجوج مفسدون فی الارض فہل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا و بینہم سدا کہ چینی تاتار کے لوگ یاجوج و ماجوج زمین میں آکر فساد کیا کرتے ہیں آپ اگر ہمارے اور ان کے درمیان دیوار بنا دیں تو ہم آپ کے لیے اس پر خراج مقرر کر دیں۔ قال ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم و بینہم ردما آتونی زبر الحدید۔ ذوالقرنین نے کہا خدا کا دیا میرے پاس سب کچھ ہے تم صرف مجھے مزدور اور لوہے کے ٹکڑے لاؤ کہ تمہارے اور ان کے درمیان دیوار بنا دوں۔ اب اس سے عام ہے کہ لوہے کے ٹکڑوں سے وہ دیوار چنی تھی یا پتھروں سے لوہے کی ان میں میخیں لگائی تھیں بہر طور دیوار چن کر دونوں پہاڑوں کے سرے تک لے گئے تو پھر اس کو آگ سے گرم کر کے اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دیا، یا یوں کہو ان درزوں میں پلا کر سب کو ایک ذات کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حتی اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا حتی اذا جعلہ نارا قال آتونی افرغ علیہ قطرا۔ یہ درہ اس مضبوطی سے بند ہوا فما اسطاعوا ان یظہروہ و ما استطاعوا لہ نقبا کہ نہ بلندی کی وجہ سے اس پر چڑھ سکتے تھے نہ اس میں لوہے اور تانبے کے لگانے سے نقب لگا سکتے تھے۔ جب یہ دیوار تیار ہوئی تو ذوالقرنین نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے یہ کہا قال ہذا رحمۃ من ربی کہ یہ تم پر ایک انعام الٰہی ہے اس نعمت پر تم کو خدا تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے یہ نعمت عرصہ دراز تک باقی رہے گی مگر فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء و کان وعد ربی حقا جب میرے رب کا وعدہ یعنی اس کے گرنے کا وقت آئے گا تو یہ دیوار ٹوٹ جائیگی میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین نبی یا کوئی باخدا آدمی تھے جن کو بطور الہام کے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ایک وقت معین پر یہ دیوار ٹوٹے گی اس کا ذوالقرنین سے وعدہ خدا نے کر لیا تھا۔ اس وعدہ کا کوئی وقت خاص یہاں بیان نہیں ہوا کہ کب یہ دیوار ٹوٹے گی؟ علماء اسلام احادیث سے استدلال کر کے کہتے ہیں کہ یہ دیوار قریب قیامت کے ٹوٹ جائے گی اور یہ تاتار اور چینی تاتاری قومیں کہ جن کو یاجوج و ماجوج کہا ہے شام وغیرہ ملکوں پر حملہ آور ہوں گے اور آن کر ملکوں میں سخت فساد برپا کریں گے پھر خدا تعالیٰ کی ایک بلاء آسمانی سے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ احادیث صحیحہ میں یہ مضمون موجود ہے۔ اور نیز کتاب حزقیل علیہ السلام کی ۳۸۔ ۳۹ فصل میں لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج شمال کی طرف بے شمار تعداد کے ساتھ حملہ آور ہوں گے (شام کے ملک پر) اور لوگوں کو مغلوب و مقتول کر کے یہ کہیں گے کہ زمین

والوں کو تو ہم نے ہلاک کر دیا اب آسمان والوں کو بھی زیر کرنا چاہیے اس لیے آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اور وہ تیر ان کے کمان کو تصحیح کرنے کے لیے خون آلود ہو کر گریں گے آخر خدا کی بھیجی ہوئی بلا سے یہ سب ہلاک ہوں گے کہ ان کی لاشوں سے زمین بھر جاوے گی اور لوگ سات برس تک ان کے تیر و کمان کا ایندھن جلاویں گے یہ پیشین گوئی اب تک ظاہر نہیں ہوئی بلاشک قرب قیامت میں ظاہر ہوگی۔ گو خلیفہ واثق باللہ کے خواب کے موافق جو اس نے دیکھا تھا کہ دیوار ٹوٹ گئی ان تاتاریوں نے بسر کر دگی چنگیز خان و ہلاکو خان شام اور ایران وغیرہ ملکوں پر حملہ کیا اور لاکھوں آدمیوں کو تہ تیغ کیا اور ملک میں زلزلہ ڈال دیا کسی کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہ رہی اور اسی وجہ سے بعض علماء نے اس واقعہ کو خروج یاجوج ماجوج کا واقعہ کہا ہے مگر دراصل یہ اور واقعہ تھا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشین گوئی کے مطابق ہوا اور خروج یاجوج ماجوج کا ایک اور واقعہ ہے جو ہوگا۔

اب ہم یاجوج ماجوج پر بحث کرتے ہیں کہ وہ کون قوم ہے اور کیسی ہے؟ باتفاق محققین یہ دونوں عجمی نام ہیں دو قوموں کے کہ جو یافث بن نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے فقیل انہما من الترک وقیل یاجوج من الترک وماجوج من الجیل والدیلم کہ بعض کہتے ہیں کہ یاجوج ماجوج دونوں ترکوں کے قبیلے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یاجوج ترکوں میں سے ہیں اور ماجوج جیل اور دیلم سے۔ بیضاوی اور ابو السعود و دیگر مفسرین ان کو یافث کی نسل سے کہتے ہیں۔ مطلب ایک ہی ہے۔ کتاب المسالک والممالک میں چین کا حال بیان کر کے لکھتا ہے یکون یاجوج وماجوج ما وراء ھو الی البحر المحیط کہ چین سے متصل بحر اعظم کے کنارے کنارے یاجوج ماجوج قوم ہے۔ جبل الطائے کے پرلی طرف منچوریا منگولیا کوریا چین سے ملے ہوئے ہیں دریا کی حد تک وہ ان سب کو یاجوج ماجوج بتلاتا ہے انہیں کے روکنے کے لیے فغفور چین نے اپنے ملک کی حفاظت کے لیے دیوار چین بنائی تھی[1] اور انہیں کے لیے ذوالقرنین نے اس درہ کو بند کر دیا تھا۔ اور ایک جگہ لکھتا ہے واما یاجوج فھو فی ناحیۃ الشمال اذا قطعت ما بین الکیماکیۃ الخ اور اسی کے مطابق اور قدیم جغرافیہ والوں نے بھی بیان کیا ہے جس سے منچوریا اور منگولیا کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ یہ لوگ دیو بھوت نہیں ہمارے جیسے آدمی ہیں ہاں کسی زمانہ میں وحشی درندے سفاک جاہل کافر ضرور تھے اور کچھ اب بھی ہیں جغرافیہ جام جم جو انگریزی کتابوں کا ترجمہ ہے مرزا فرہاد نے ایسا ہی لکھا ہے۔ اس تقدیر پر منگول و من جیوا جو چینی تاتار کے باشندے ہیں

[1] ترمذی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا لا تقوم الساعۃ حتی تقاتلوا قوما کان وجوھھم المجان المطرقۃ۔ اور پھر ترمذی کہتے ہیں ہذا حدیث حسن صحیح۔ یعنی قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم اے مسلمانو ایک ایسی قوم سے نہ لڑو گے کہ جن کی بالوں کی جوتیاں ہوں گی۔ اور ایسی قوم سے نہ لڑو گے کہ جن کے چہرے ڈھالوں کے جیسے چوڑے چکلے ہوں گے۔ یعنی قیامت سے پیشتر تم کو ایسی قوموں سے لڑنے کا اتفاق ضرور ہوگا۔ اور اس قوم سے مراد اتراک اور تاتاری لوگ ہیں۔ مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ وہی یاجوج ماجوج ہیں جو چنگیز خان اور اس کے بیٹے کے عہد میں خروج کر آئے تھے واللہ اعلم عنہ ۱۲ منہ

انہیں کو اگلے زمانے میں یاجوج ماجوج کہتے تھے۔ اور یاجوج ماجوج کے لفظ کو منگول و من جیو اکر لیا یا اس کے برعکس ہوا۔ اور صدیوں کے بعد الفاظ میں اس قسم کے تغیرات ہوجاتے ہیں کہ جس کا اصل پہچاننا مشکل ہوجاتا ہے۔ انگریزی میں یعقوب کا جیکب اور اسکندر کا الگزنڈر اور یوسف کا جوزف بن گیا۔ اور اسی طرح یونانی الفاظ کا عربی میں آکر ایسا ہی حال ہوا اور زبانوں کے الفاظ کو قیاس کرلینا چاہیے۔ جب یہ مان لیا گیا کہ یہ یاجوج ماجوج عربی نہیں بلکہ عجمی لفظ ہیں اب نہیں کہہ سکتے کہ کس ملک کے لفظ اور عربی میں آکر ان میں کیا تغیر کیا اور پہلے یہ اپنی اصلی زبان میں کیا تھے اور اب وہاں یہ کس طرح پر ہیں۔

توریت کتاب پیدائش کے دسویں باب میں یوں آیا ہے (۲) یافث کے بیٹے یہ ہیں جمر اور ماجوج اور مادی اور یاوان اور توبل اور مسک اور تیراس۔ اس یاجوج کی بابت ہمارا معزز معاصر لکھتا ہے کہ یہ ماکوک سے معرب ہوا جس کو عبرانی میں ماغوغ کہتے تھے اور آگے چل کر یہ ثابت کیا ہے کہ گاگ میگاگ جس کا یاجوج ماجوج بنایا ہے ایک ہی قوم پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسا ہو مگر اس کی دلیل بیان نہیں کی اس میں کوئی شک نہیں کہ یاجوج ماجوج ابتدا میں کسی شخص کے نام تھے پھر ان کی اولاد میں مستعمل ہونے لگے۔ کتاب حزقیل کے ۳۸ باب میں یوں آیا ہے۔" اور خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا اور اس نے کہا اے آدم زاد! تو جوج کی طرف کی سرزمین کا ہے اور روش اور مسک اور توبال کا سردار ہے اپنا منہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر۔"

یہاں جوج کو ماجوج کی سرزمین کا رہنے والا اور روش اور مسک اور توبال قوموں کا سردار کہا۔ بظاہر ماجوج اس ملک اور اس قوم کو کہا جو ماجوج بن یافث کی اولاد سے ہیں اور جو انہیں بلاد شمالیہ میں رہتے تھے جن کو آج کل تاتار اور چینی تاتار و ترکستان کہتے ہیں اور انہیں کی نسل کے لوگوں سے یہ ملک آباد ہیں اور جوج یعنی یاجوج ان میں سے کسی خاص فرقے کا نام تھا جو روس و توبال اور مسک قوموں کا ان دنوں میں حاکم ہوگا۔

یہاں سے بعض صاحبوں کا یہ خیال کرلینا کہ جوج سے انگریز اور ماجوج سے روسی لوگ مراد ہیں محض غلط ہے نہ اس کی کوئی سند ہے نہ اس کا کوئی عاقل قائل ہے۔

سوال۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج ہر روز اس دیوار کو توڑا اور ڈھایا کرتے ہیں جب شام ہوجاتی ہے تو کہتے ہیں کل ڈھائیں گے ذرا سی رہ گئی۔ مگر ان کے ان شاء اللہ نہ کہنے سے پھر صبح کو خدا تعالیٰ اس دیوار کو ویسا ہی کر دیتا ہے۔ پھر جب اس کا وقت آئے گا تو انشاء اللہ کہیں گے پھر اس کو توڑ کر باہر نکل آئیں گے اور لوگ ان سے بھاگ جاویں گے الخ اس حدیث کو ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج وقت معہود سے پہلے ان ملکوں میں نہیں آسکتے اور جس قوم کو تم نے یاجوج ماجوج بتلایا وہ ان ملکوں میں بارہا حملہ کرکے آئے ہیں اور اب بھی وہاں کے لوگ آتے ہیں اور ان کے قریب چین کی عمل داری ہے اور روس کی مملکت بھی ہے

جواب قرآن مجید سے صرف اسی درہ کا بند کرنا ثابت ہوتا ہے جس کو ذوالقرنین نے بند کیا تھا نہ یہ کہ ان کے چاروں طرف کے رستے بند کردیے تھے۔ پھر یہ ممکن ہے کہ اور دور دراز کے رستوں سے اس قوم کے لوگ ان ملکوں میں آتے جاتے ہوں گے مگر اس عہد میں بجز اس رستہ کے

اور کوئی آسان رستہ ان کے ہاتھ میں نہ ہوگا۔ خصوصاً ان لوگوں پر حملہ آوری کے لیے کہ جن کے کہنے سے ذوالقرنین نے دیوار چنی تھی اور جو لوگ یاجوج ماجوج چنگیز خانیوں کو کہتے ہیں ان کے نزدیک دیوار ٹوٹنے کا وقت کئی سو برس آگے آچکا اور بہ نسبت اگلے زمانے کے وہ بھی قیامت کے قریب ہے۔ قرب قیامت سے مراد نفخ صور سے متصل زمانہ نہیں اور ان کا اس دیوار پر نہ چڑھنا نہ نقب لگانا اس زمانہ تک تھا نہ ہمیشہ کے لیے یہ ہزاروں برس کا واقعہ ہے صدیوں تک وہ دیوار ان کے خروج کو مانع رہی اب کیا ضرور ہے کہ ہمیشہ کے لیے یہی مانع رہے۔ قرآن میں کوئی بھی لفظ ایسا نہیں جو اس مطلب پر دلالت کرتا ہو۔ احادیث خبر آحاد ہیں جن کے ثبوت میں بھی یقین کامل نہیں اہل کتاب کی کتابیں قابل احتجاج نہیں۔ ہاں یہود میں یاجوج ماجوج اور دیوار کی بابت عجائب افسانے مشہور تھے جن کو بعض خوش اعتقاد مسلمانوں نے بھی روایت کر دیا۔ چنانچہ معالم التنزیل میں وہب وغیرہ کے چند اقوال یاجوج ماجوج کی نسبت منقول ہیں کہ وہ ایک کان بچھا کر ایک اوڑھ کر سوتے ہیں اور ان میں سے کسی کا قد سو گز سے زیادہ ہے اور ان کے درندوں کی طرح چنگل اور کچلیاں ہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب وہی روایات ہیں جو اہل کتاب سے لے کر قرآن مجید سے چسپاں کی گئی ہیں۔

تیسری دیوار جو باب الابواب کے پاس ہے جس کا ہم بیان کر آئے ہیں بعض مفسروں نے اسی کو دیوار ذی القرنین قرار دیا ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے جیسا کہ بیضاوی نے لکھا ہے وقیل باذربیجان الخ کہ بعض نے اس کو آذربیجان اور آرمینیہ کے پہاڑوں میں بتلایا ہے اور یہ بالاتفاق ہے کہ اس دیوار کا بنانے والا ایران کا کوئی بڑا جلیل القدر بادشاہ ہے پھر کوئی اس کا نام انوشیروان بتلاتا ہے کوئی قباد کہتا ہے اگر انوشیروان ہے تو یہ اخیر انوشیروان نہیں بلکہ پہلے بادشاہوں میں سے کوئی ہوگا کیخسرو کیقباد کہ جس کی سلطنت بھی مشرق و مغرب میں بہت دور تک پہنچی تھی اور اس نے بڑی بڑی مستحکم عمارتیں بھی بنائی تھیں جیسا کہ تاریخ شاہان ایران سے ظاہر ہے اس قول کے مطابق تو یہی بادشاہ "ذوالقرنین" قرار پاتا ہے اور اس کی سند بھی کتاب دانیال علیہ السلام کے آٹھویں باب سے ملتی ہے۔

اس کتاب کے ۸ باب میں لکھا ہے بیلشفر بادشاہ (بخت نصر کے بیٹے) کی سلطنت کے تیسرے سال میں مجھے ہاں مجھ دانی ایل کو ایک رویا نظر آئی بعد اس کے جو شروع میں مجھے نظر آئی تھی اور میں نے عالم رویا میں دیکھا اور جس وقت میں نے دیکھا ایسا معلوم ہوا کہ میں سوسن[1] کے قصر میں تھا جو صوبہ عیلام میں ہے پھر میں نے رویت کے عالم میں دیکھا کہ میں اولائی ندی کے کنارے پر ہوں تب میں نے اپنی آنکھیں اٹھا کے نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ ندی کے

[1] یہ شہر شوستر کا قدیم نام ہے۔ یہ شہر اگلے زمانوں میں شاہان کیانیہ کا پایہ تخت رہ چکا ہے۔ جو دارا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کے عہد میں تھا اور جس کے ہاں حضرت دانیال مامور ہو کر گئے تھے اور جس نے بابل شہر سے بخت نصر بادشاہ کلدانی کی سلطنت کا خاتمہ کیا تھا، اسی شہر میں تھا۔ حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کی قید میں بابل پہنچے تھے پھر بخت نصر اور اس کے بیٹے کے دربار میں آپ کو بڑی عزت دی گئی تھی۔ انہیں کے روبرو بابل کی سلطنت کا خاتمہ ہو کر شاہان ایران کا غلبہ ہوا، انہیں کو دو سینگ کا مینڈھا آپ خواب میں دیکھتے ہیں ۱۲ منہ

آگے ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ تھے اور وے دو سینگ اونچے تھے لیکن ایک دوسرے سے بڑا تھا میں نے اس مینڈھے کو دیکھا کہ پچھم اتر دکھن طرف سینگ مارتا تھا۔ یہاں تک کہ کوئی جانور اس کے سامنے کھڑا نہ ہو سکا وہ جو چاہتا تھا سو کرتا تھا یہاں تک کہ وہ بہت بڑا ہو گیا اور میں اس سوچ میں تھا کہ دیکھا ایک بکرا پچھم کی طرف سے آ کے تمام روئے زمین پر ایسا پھرا کہ زمین کو بھی نہ چھوا اور اس بکرے کی دونوں آنکھوں کے بیچوں بیچ ایک عجیب طرح کا سینگ تھا اور وہ اس دو سینگ والے مینڈھے پر بڑے زور سے دوڑ پڑا اور اس کو مارا اور اس کے دونوں سینگ توڑ ڈالے اور اس کو زمین پر دے مارا اور لتھاڑ دیا اور کوئی اس کو نہ چھڑا سکا پھر وہ بکرا نہایت بڑا ہوا اور جب پُر زور ہوا تو اس کا سینگ ٹوٹ گیا اور اس کی جگہ اور چار سینگ نکلے۔ جب میں دانی ایل یہ خواب دیکھ چکا تو اس کی تعبیر کی فکر میں تھا پھر میں نے اپنے سامنے کوئی شخص کھڑا دیکھا اور آواز آئی کہ اے جبرئیل اس کو رؤیا کے معنی سمجھا دے۔ اس نے میرے پاس آ کے کہا اے آدم زاد! سمجھ کیوں کہ یہ رویت آخری زمانہ میں انجام ہو گی۔ وہ مینڈھا کہ جس کے دو سینگ تھے وہ مادی اور فارس کے بادشاہ ہیں اور وہ بکرا یونان کا بادشاہ اور اس کے چار سینگ سو یہ چار سلاطین ہیں جو اس قوم کے درمیان برپا ہوں گے انتہیٰ ملخصاً۔ اس بنا پر ذوالقرنین فارس کے بادشاہوں میں سے کوئی بادشاہ ہے قباد وغیرہ جو دو سینگ والے سے یہود میں مشہور تھا جس کا ترجمہ عربی میں ذوالقرنین ہوا اور وہ بکرا ایک سینگ والا سکندر فیلقوس یونانی بادشاہ ہے جس نے اس دو سینگ والے مینڈھے یعنی ایران کے اس بادشاہ کو جو اس کے عہد میں تھا "دارا" جو انہیں بادشاہوں کے ذیل میں باعتبار حشمت و وسعت و غلبہ کے دو سینگ والا مینڈھا تھا لتاڑا اور اس کی سلطنت چھین لی اور پھر سکندر کے بعد اس کے چار سرداروں میں اس کا ملک تقسیم ہوا اور یہ چاروں ایک ایک حصۂ ملک کے بادشاہ ہو گئے۔ دانیال علیہ السلام کے کئی سو برس بعد یہ واقعہ ہوا۔ حضرت دانیال علیہ السلام کا یہ خواب کتاب دانیال میں یہود کے ہاں ایک معما سا چلا آتا تھا جس کے معنی یا تعبیر وہی جانتے تھے۔ اس لیے انہوں نے قریش کو بطور امتحان کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوالقرنین کے حال سے سوال کرنے کو کہا کہ وہ ذوالقرنین کو کوئی بادشاہ بتلاتے ہیں یا کوئی جانور دو سینگ والا؟ کیونکہ بظاہر لفظوں میں پورا ابہام ہے مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بموجب وحی متلو اس کا ان آیات میں پورا حال بیان کر دیا اور اس کی دیوار بنانے اور قوم خزر کے روکنے کا تذکرہ بھی کیا جو یاجوج ماجوج کی قوم میں سے تھے اور شاہ فارس کے ملک میں آخر فتور برپا کیا کرتے تھے۔ اس خواب دانیال کے مطابق بھی سکندر رومی ذوالقرنین نہیں ہو سکتا۔ عوام میں جو سکندر ذوالقرنین مشہور ہو گیا ہے اس غلطی کا باعث بعض مورخوں کی لاعلمی اور پھر سکندر نامہ میں مولانا نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی غلطی ہے۔

بعض لوگوں نے ایرانی بادشاہوں میں سے ذوالقرنین فریدون کو قرار دیا ہے جیسا کہ تفسیر ابو السعود و تاریخ ابو الفدا میں مذکور ہے مگر جمہور محققین کا اسی پر اتفاق ہے کہ ذوالقرنین تبع حمیری ہے اور وہ دیوار جو اس نے بنائی وہی ہے جو جبل الطاق میں واقع ہے نہ دربند اور یاجوج ماجوج وہی تاتاری اور چینی تاتار کے لوگ ہیں کہ جن کے بزرگوں کے روکنے کے لیے ذوالقرنین نے دیوار بنائی تھی اور یہی قومیں اخیر زمانے میں ملکوں پر یورش کریں گی یا کر چکیں، واللہ اعلم۔

یہ ہے ذوالقرنین کے قصہ کی تحقیق کہ جس میں توہمات

باطلہ اور داستان گوئی کو کچھ بھی دخل نہیں اور جس پر حال کے جغرافیہ اور تاریخوں کے بموجب کوئی خدشہ نہیں پڑتا نہ کوئی شبہ باقی رہتا ہے اور جو محققین کے اقوال سے لی گئی، محض اپنی رائے سے تاریخی واقعات میں زمین و آسمان کے قلابے نہیں ملائے گئے ہیں جیسا کہ ہمارے بعض معاصرین کی عادت ہے۔ بااین ہمہ اگر ہماری اس تحقیق میں کوئی غلطی ہو تو مجھے اس پر کچھ بھی اصرار نہیں۔

لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ
کے دن ان کے (نیک) اعمال کا کچھ بھی وزن قائم نہ کریں گے۔ یہی جہنم
جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَ
ان کی سزا اس لیے ہے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں
اتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾
اور میرے رسولوں کو ٹھٹھے میں اڑایا
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
البتہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا
پھر کیا کافر یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر
عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّآ
میرے بندوں ہی کو کارساز بنا بیٹھیں گے ہم نے بھی
اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾
کافروں کے اترنے کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے
قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ
(اے نبی) کہہ دو کہ میں تم کو بتاؤں کہ کون لوگ اعمال کے لحاظ سے خسارہ
اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ
میں پڑے ہوئے ہیں وہ جن کی دنیاوی کوششیں سب گئی
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ
گزری ہوئیں اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں
اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِكَ
کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں یہ وہی
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ
لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا اور اس کے سامنے جانے کا
لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ
انکار کیا ان کی کمائی بھی اکارت ہو گئی سو ہم قیامت

لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ
کے دن ان کے (نیک) اعمال کا کچھ بھی وزن قائم نہ کریں گے۔ یہی جہنم
جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَ
ان کی سزا اس لیے ہے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں
اتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾
اور میرے رسولوں کو ٹھٹھے میں اڑایا
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
البتہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے

كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ
ان کے لیے جنت فردوس
نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ
ٹھیرنے کی جگہ ہے وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے وہاں سے
عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ
نہ ٹلیں گے۔ (اے نبی) کہہ دو اگر میرے رب کی
مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ
باتیں لکھنے کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے
الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ
رب کی باتیں تمام ہونے سے پہلے سمندر تمام ہو جائے
وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ
اور گو اس کی مدد کو ہم ایسا ہی اور بھی دریا لاویں (اور) کہہ دو
اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى
کہ میں بھی تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں یہی سنتے کہ میری طرف
اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ
یہی وحی کیا جاتا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پھر جو کوئی
كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ
اپنے رب سے ملنے کی توقع رکھے تو اس کو چاہیے

عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ

کہ اچھے کام کیے چلا جائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو

رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

بھی شریک نہ کرے ۔

ع ۱۲ ۹ ۳

تفسیر

ذوالقرنین کے قصہ کے خاتمے پر فرمایا تھا کہ کافر قابل جہنم وہ ہیں کہ جن کی آنکھوں پر اور کانوں پر غفلت کے پردے پڑے ہیں نہ خدا تعالیٰ کو اس کی آیات قدرت دیکھ کر یاد کرتے ہیں نہ حق بات سنتے ہیں۔ اب یہاں سے ان پردوں کا اثر بیان فرماتا ہے فقال افحسب الذین الخ کہ کیا ان کافروں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مجھے چھوڑ کر میری مخلوق کو کارساز حاجت روا بنانا ان کے لیے بس کرتا ہے حالانکہ یہ بڑی نادانی ہے اول تو یوں کہ مالک کے مقابلہ میں اس کے بندے اور مخلوق جنہیں حاجت روا سمجھ بیٹھے ہیں ان کے کام آویں گے وہ کیا کام آسکتے ہیں جب کہ وہ خود ہی ہمارے محتاج اور دست نگر ہیں۔ دوم بڑا کام آنا اس جہان کے لیے ہوتا ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے سوانا اعتدنا جہنم للکفرین نزلا ہم نے وہاں ان کے لیے بجائے نجات کے جہنم تیار کر رکھا ہے یہ ان کی وہاں مہمانی اور ضیافت ہے۔ دنیا میں جو کچھ ان معبودوں کی عبادت میں کوششیں کی تھیں مال صرف کیے تھے اس طریقہ باطل کو غالب کرنے کے لیے اہل حق سے لڑتے تھے، حق کے مٹانے میں مال وجان صرف کی تھی اور اس کو دنیا و آخرت کی فلاح سمجھے ہوئے تھے اور دراصل یہ زیاں کاری اور خسارۂ دارین تھا اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جاتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ میں تم کو بتلاؤں کہ کون زیاں کار اور خسارے میں ہیں؟ پھر آپ ہی بتلایا الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا الخ کہ جن کی سب کوششیں بے کار گئیں اس پر یہ غضب کہ وہ اس کو نیکوکاری سمجھے ہوئے تھے یہ جہل مرکب مرض لاد واجس کا نتیجہ موت روحانی یعنی دارین کی خسارت ہے انسان اگر برائی کو جانے تب بھی امید ہے کہ کبھی راہ راست پر آجائے گا اس کے برعکس کوشش دنیا میں کارگر اور راست ہوئی ان کا حال بھی بیان فرماتا ہے بقولہ ان الذین امنوا الخ کہ ان کو دار آخرت میں جنات الفردوس رہنے کو ملیں گی جہاں وہ سدا رہا کریں گے۔

قل لو کان البحر الخ یہاں سے یہ بات بیان فرماتا ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے اس میں جو انسان کی سعادت ونحوست اس قدر مشرح بیان ہے کہ جس کو کوئی سمندروں کی سیاہی بنا کر بھی لکھے تو سمندر خشک ہو جاویں اور تمام نہ ہوں۔ بعض مفسرین کلمات ربی سے عام مراد لیتے ہیں ان کے شرائع اور عجائب قدرت جو ہر ہر مخلوق میں بے شمار ہیں ہر ایک مخلوق اس کی عجائب قدرت کا بے انتہا دفتر ہے اس عالم حسی کی مخلوق پھر عالم ملکوت اور پھر دار آخرت کی کیفیات پھر عالم لاہوت اور شیون باری تعالیٰ جن کے لکھنے کو ہزار سمندر بھی کافی نہیں کس لیے کہ وہ متناہی اور یہ غیر متناہی۔

ابحاث

(۱) عبادی سے مراد بعض کہتے ہیں حضرت عیسیٰؑ بعض کہتے ہیں ملائکہ بعض کہتے ہیں شیاطین بعض کہتے ہیں اصنام ان کو بھی باعتبار ان اشخاص کے کہ جن کی یہ فرضی صورتیں بنائی گئی ہیں عباد کہا چاہیے جیسا کہ ایک جگہ قرآن میں آیا ہے عباد امثالکم۔ فقیر کہتا ہے عموم مراد ہے اس میں سب آگئے۔

(۲) نزل زجاج کہتے ہیں ماوی اور منزل کو نزل کہتے ہیں۔ اور جو کچھ مہمان کے لیے کہ جس کو عربی میں ضیف و نزیل کہتے ہیں تیار کیا جاتا ہے یعنی مہمانی اس کو بھی نزل کہتے ہیں۔

(۳) بالاخسرین اعمالاً سے بعض کہتے ہیں رہبان کی طرف اشارہ ہے۔ مجاہد کہتے ہیں اہل کتاب کی طرف، مگر یہاں بھی عموم مراد لینا چاہیے یعنی ہر ایک قوم اور ہر ایک شخص جو پیغمبر علیہ السلام کے برخلاف طریقہ کو نجات کا سبب جان کر اس میں کوشش کرتا ہے جیسا کہ ہندو گنگا اشنان اور گائے بیل کی پرستش اور بتوں کے آگے خودکشی و دیگر بے فائدہ مجاہدات کرتے ہیں اور اسی طرح دوسرے مذاہب کو سمجھنا چاہیے بلکہ اہل اسلام میں بھی جو لوگ کتاب و سنت کے برخلاف خانہ ساز باتوں کو دین اور نجات کا باعث سمجھ کر ان میں سعی کرتے ہیں مال و جان صرف کرتے ہیں بدعات میں ہزارہا روپیہ اٹھاتے ہیں جیسا کہ محرم کی تعزیہ داری اور بے جا تعمیرات اور دیگر دستورات ان کو بھی الذین ضل سعیھم میں علیٰ قدر مراتب شمار کرنا چاہیے نفع کی امید میں کام کیا وہاں الٹا نقصان عائد ہوا۔ ؎

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست

الٰہی ہماری چشم باطن کو بینا کر تاکہ ہم کو ہر چیز اس کی اصلی حالت پر نظر آوے برے کو اچھا اور اچھے کو برا نہ سمجھیں اس جہل مرکب کے ورطہ میں نہ پڑیں آمین۔

(۴) ولقائہ سے مراد خدا تعالیٰ کے سامنے ہونا، اس سے ملنا جو مرنے کے بعد یا قیامت میں ضرور ہوگا۔ خواہ مجرمانہ حالت میں جیسا کہ قیدی اور مجرم بادشاہ کے سامنے حاضر کیے جاتے ہیں یا اکرام و اعزاز کی صورت میں بہرطور اس سے ایک روز ملنا ضرور ہے جو اس کا منکر ہے خسارہ میں پڑا ہے۔

(۵) فلا نقیم لھم یوم القیٰمۃ وزنا یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ حقارت و ذلت میں ان کے اعمال ہوں گے تولنے میں ان کا کچھ بھی وزن نہیں یعنی عزت نہیں کہ قیامت میں جو ترازو کے اعمال قائم ہونا دوسری آیت میں آیا ہے تو اس سے یہ مراد کہ ترازو اہل ایمان کے لیے قائم ہوگی ان کو اعمال حسنہ و سیئہ کی مقدار معلوم کرانے کے لیے نہ کفار کے لیے پس دونوں آیتوں میں تعرض نہیں جس طرح کافروں کے لیے جہنم مہمانی میں ملنا بیان ہوا تھا اسی طرح ان کے مقابلہ میں جو کوئی ایمان لاوے اور اچھے کام کرے اس کی مہمانی میں جنات الفردوس کا ملنا بیان فرماتا ہے۔

قتادہ کہتے ہیں فردوس وسط جنت اور ان میں سے اعلیٰ کو کہتے ہیں۔ فردوس کے معنی رومی زبان میں باغ کے ہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں حبشی زبان میں۔ ضحاک کہتے ہیں گھن کے درختوں کو فردوس کہتے ہیں۔ اصل اس لفظ کی خواہ رومی ہو خواہ حبشی مگر یہ بوقت نزول قرآن عرب العرباء کی زبان میں مستعمل تھا۔ جنت الفردوس کی تشریح احادیث میں بہت کچھ آئی ہے کہ یہ تمام جنتوں میں اعلیٰ ہے وغیرہ۔ اور کفار کو ان کے اعمال بد سے دائماً جہنم میں محبوس رکھنا اور ایمان داروں نکوکاروں کو ہمیشہ جنت الفردوس میں رکھنا اس کی ایک شان اور صفت ہے۔ من جملہ ان صفات کے کہ جن کو سمندر کی سیاہی بنا کر جو کوئی لکھنا چاہے تو سمندر تمام ہو جائے اور وہ سب نہ لکھی جائیں۔

(۶) چونکہ اس سورہ میں اصحاب کہف اور ذی القرنین اور موسیٰ اور خضر کا حال بیان ہوا ہے جس سے ان کی بزرگی اور خرق عادات معجزات ظاہر ہوتے ہیں

اور دنیا میں بزرگوں اور عباد اللہ کو جو لوگوں نے خدائی میں شریک کیا ہے تو بیشتر ان کے خارق عادات کاموں کی وجہ سے تو اس لیے آپ کی امت کو تنبیہ کرنے کے لیے سورۃ کا خاتمہ اس پر کیا قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہہ دو میں بھی تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں خدا نہیں نہ خدائی کا شریک ہوں مجھے یہ مؤکد حکم وحی کیا گیا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے کوئی دوسرا معبود نہیں۔

فمن کان یرجوا لقاء ربہ الخ پھر جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی توقع رکھتا ہو کہ اپنے رب کے پاس جا کر حیاتِ جاودانی پاؤں تو اس کو یہ دو کام کرنے چاہئیں (۱) نیک کام کیے جائے اور نیک وہی کام ہیں جن کو نبی علیہ السلام نے نیک بتایا ہے اس میں مالی بدنی اور اخلاقی سب نیکیاں آگئیں۔ (۲) لا یشرک الخ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ حسنات کے یہی دو اصول ہیں۔ توحید جس کو ایمان سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور اعمال صالحہ تمام صحفِ انبیاء کا یہی خلاصہ ہے جس پر سورۃ کو تمام کیا ہے۔

فائدہ لا یشرک بعبادۃ الخ میں صرف شرک ہی کی نفی نہیں بلکہ ریاکاری کی بھی ہے اس لیے کہ ریاکار جب غیر کے دکھانے یا سنانے کو عبادت کرتا ہے تو گویا اس نے اس کی یا اس کے لیے عبادت کی ان کو بھی خدا کے ساتھ شریک کیا اس کو شرع میں شرکِ خفی کہتے ہیں، واللہ اعلم۔

سورۂ مریم

مکیہ ہے اس میں اٹھانوے آیات اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝۱ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ

(یہ) ذکر ہے آپ کے رب کی رحمت کا

عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝۲ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ

جو اس کے بندے زکریا پر ہوئی　جب کہ اس نے اپنے رب کو خفیہ

نِدَآءً خَفِيًّا ۝۳ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ

آواز سے پکارا　کہا　اے میرے رب (بدن کی)

وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ

ہڈیاں سست ہوگئیں　اور سر میں　بڑھاپا

شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝۴

چمکنے لگا اور تجھ سے مانگ کر اے رب میں کبھی محروم نہیں رہا

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ

اور میں اپنے بعد اپنے اقارب سے ڈرتا ہوں　اور میری

امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ

بیوی　بانجھ ہے　پس تو اپنی طرف سے مجھے ایک وارث

وَلِيًّا ۝۵ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ

عطا کر　جو میرا وارث ہو اور یعقوب کے خاندان کا

ف انما انا بشر مثلکم الخ محض الوہیت و عبودیت کے امتیاز کے لیے ہے یعنی پیغمبر علیہ السلام میں الوہیت کا کوئی بھی حصہ نہیں اس سے کمالاتِ نبوت کی نفی مراد نہیں پھر اس آیت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور انسانوں جیسا معمولی انسان خیال کرنا سخت نادانی ہے ۱۲ منہ

ا یعنی ایسا کوئی جانشین فرزند عطا کر کہ میرے بعد انتظام ملت و قوم کرے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ میرے بعد میرے اقارب جو اس مسند امامت پر بیٹھیں گے قوم و ملت کو برباد نہ کر دیں کس لیے کہ حضرت زکریا کو ان کے آثار اچھے نہ دکھائی دیتے تھے ۱۲ منہ

يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾

بھی　اور اس کو اے رب پسندیدہ بنا

يَٰزَكَرِيَّآ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَٰمٍ ۨ اسْمُهُۥ

(ہم نے کہا) اے زکریا ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشی سناتے ہیں جس کا نام

يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَل لَّهُۥ مِن قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٧﴾

یحییٰ ہوگا　اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی بھی نہیں پیدا کیا۔

قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِى غُلَٰمٌ وَكَانَتِ

زکریا نے کہا اے رب میرے لیے کہاں سے لڑکا پیدا ہوگا　حالانکہ میری

ٱمْرَأَتِى عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ ٱلْكِبَرِ

بیوی　بانجھ ہے　اور میں بڑھاپے میں آکر اینٹھ گیا

عِتِيًّا ﴿٨﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ ۖ قَالَ رَبُّكَ

ہوں　کہا یوں ہی ہوگا　تمہارے رب نے فرمایا

هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن

کہ یہ میرے نزدیک آسان بات ہے اور ہم نے اس سے پہلے تمہیں بھی پیدا

قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ

کیا ہے　اور تم کچھ بھی نہ تھے　(زکریا نے) کہا اے رب

ٱجْعَل لِّىٓ ءَايَةً ۖ قَالَ ءَايَتُكَ أَلَّا

میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دیجیے　فرمایا　تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم

تُكَلِّمَ ٱلنَّاسَ ثَلَٰثَ لَيَالٍ

لوگوں سے　تین رات دن تک کلام نہ کر سکو گے بھلا چنگا

سَوِيًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِۦ مِنَ

ہو کر　پس زکریا حجرے سے نکل کر اپنی قوم

ٱلْمِحْرَابِ فَأَوْحَىٰٓ إِلَيْهِمْ أَن

کے پاس آئے　اور ان کو اشارہ سے کہا تم کو صبح و

سَبِّحُوا۟ بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿١١﴾

شام خدا کی تسبیح کیا کرو (زبان سے بول نہ سکے)

ترکیب

ذکر مرفوع بانہ خبر مبتدء محذوف اے ہذا ثم الخبر مضاف الی رحمت وہی الی ربک عبدہ منصوب بانہ مفعول رحمۃ وقیل مفعول لذکر اذ نادی ظرف زمان لرحمۃ اے رحمۃ اللہ ایاہ وقت ان ناداہ قال رب الخ الجملۃ مفسرۃ لقولہ نادی والوھن الضعف یقال وھن یھن وھنا من باب وعد یعد و لا یتعدی فی لغۃ اشتعل الراس الاشتعال انتشار شعاع النار فشبہ بہ انتشار بیاض شعر الراس بجامع البیاض ثم اخرج مخرج الاستعارۃ بالکنایۃ بان حذف المشبہ بہ واداۃ التشبیہ شقیا اے خائبا من الاجابۃ خفت بصیغۃ المتکلم وقرئ بکسر

---

۱ بنی اسرائیل میں اس نام کا اس سے پہلے کوئی نہیں گزرا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں سمی بمعنی مثل ہے یعنی اس صفت کا کوئی نہیں گزرا گو ان سے پہلے حضرت موسیٰ وغیرہ بنی اسرائیل میں بڑے بڑے بلند مرتبہ رسول ہو گزرے ہیں مگر ان میں ایک وصف خاص تھا اور "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" یعنی بڑا لائق فرزند عطا کریں گے ۱۲ منہ

۲ بڑھاپے میں انسان کی وہ حالت نہیں رہتی جو جوانی میں ہوتی ہے قد بھی کبڑا ہو جاتا ہے ہاتھ پاؤں بھی سکڑ جاتے ہیں ۱۲ منہ

۳ بعض مفسرین کہتے ہیں زکریا کا قول ہے جو بشارت فرزند سن کر تعجب سے بولے کہ کیا ایسا ہوگا؟ ۱۲ منہ

۴ ان کی زبان بند ہو گئی تھی اشارہ سے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتا تم خود حسب دستور صبح و شام اپنی نماز پڑھ لو۔ یہ دو نمازیں بنی اسرائیل میں زیادہ مؤکد تھیں اور ان کی نماز تسبیح و تقدیس تھی ۱۲ منہ

۵ عتیا مشتق ہے عتو سے معناہ از حد در گزشتن و بہ پیری رسیدن ۱۲ منہ

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ

(جب یحییٰ پیدا ہو چکے تو ان کو کہا گیا) اے یحییٰ کتاب کو مضبوط ہو کر لو اور ہم نے لڑکپن

الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ

ہی میں اس کو حکمت عطا کی اور اس کو اپنے ہاں سے رحم دلی اور پاکیزگی

زَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ

عنایت کی تھی اور وہ پرہیزگار تھے اور اپنے والدین کے ساتھ بہت نیکی کرنے

وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ

والے تھے اور وہ سرکش نافرمان نہ تھے اور اس پر

عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَ

سلام ہو جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن کہ وہ مریں گے اور

يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ وَاذْكُرْ فِي

جس دن کہ زندہ ہو کر اٹھیں گے اور کتاب میں مریم کا

الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ

ذکر کرو جب کہ وہ اپنے لوگوں سے کنارہ

اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ

کر کے شرقی مکان میں جا بیٹھی پس لوگوں کی طرف

مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۡ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا

سے بیچ میں ایک پردہ ڈال لیا پھر اس کے پاس ہم نے اپنے

رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾

فرشتے کو بھیجا تب وہ اس کے روبرو پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا

قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ

مریم نے کہا میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں

اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا

اگر تو پرہیزگار ہے اس نے کہا میں تو

الثناء وفاعلہ الموالی ای قلّوا وماتوا والمراد بالموالی جمیع الموالے ہنا الاقارب۔ یرثنی ویرث بالرفع فی الفصلین علی انہما صفتان للولی وقرئ بالجزم علی انہما جواب للدعاء سویًا فعیل بمعنی المفعول قال اکثر المفسرین لم یسم احد اقبلہ یحییٰ وقال ابن عباس ومجاہد وجماعۃ معناہ لم یکن لہ نظیر اولا مثلا من المساماۃ او السمو وقیل معناہ لم تلد عاقرا مثلہ قبلہ۔

تفسیر

اس سورہ میں بھی چند بزرگوں کے تذکرے ہیں جن سے خدا تعالیٰ کی رحمت و قدرت کا کامل اظہار ہوتا ہے۔ اور مقصود ان تذکروں سے یہ ہے کہ خدا پرستوں پر ہمیشہ دنیا و آخرت میں اس کی مہربانی اور عنایت ہوا کرتی ہے وہ اپنے مخلصین کی ہر موقع میں دست گیری کیا کرتا ہے اسی پر توکل چاہیے۔

پہلا تذکرہ حضرت زکریا پیغمبر علیہ السلام کا ہے۔ یہ حضرت شہر یروشلم کے باشندے بنی اسرائیل میں ہیکل یعنی بیت المقدس کے ایک کاہن یعنی امام تھے جن جملہ اور کاہنوں کے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ یہود کی سلطنت قائم نہ رہی تھی شاہان روم ان پر حکومت کرتے تھے اور ان کا ایک نائب یا گورنر یہاں رہا کرتا تھا جن کو ہیرودیس کہا کرتے تھے۔ یہ ان کا خاندانی نام تھا۔ اور ہیرودیس یہود میں سے نہیں بلکہ غیر تھا۔ بیت المقدس کئی ہزار برسوں کے بعد حال میں از سر نو بطرز سابق تعمیر ہوا تھا اس میں متعدد کمرے اور کئی درجے تھے اور دو منزلہ مکانات بھی تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی بیوی الیسابات جو حضرت مریم کی خالہ تھیں بانجھ تھیں۔ زکریا کو اولاد نہ ہونے سے بعد میں اقارب کا کھٹکا تھا کہ ان سے سرانجام ملت نہ ہو سکے گا۔

ع ۱۵ — ع ۲ — ع ۱۶

لہ توریت ۱۲ منہ — لہ یعنی اس کی ولادت اور موت اور بار دگر زندگی ہر حالت مبارک ۱۲ منہ

رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا
تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ تم کو پاکیزہ لڑکا
زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ
دوں (مریم نے) کہا میرے کہاں سے لڑکا ہوگا
وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾
حالانکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں
قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ
کہا یوں ہی ہوگا تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھ پر
هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ
آسان ہے اور (اس طرح یوں پیدا کیا) تاکہ ہم لوگوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی
رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾
اور لوگوں کے لیے اپنی مہربانی بنائیں اور یہ بات ٹھیر چکی تھی
فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا
پس مریم کو (خود کو) حمل ہو گیا اور وہ حمل کو لے کر کسی دور
قَصِيًّا ﴿۲۲﴾
گوشہ میں رہنے لگی۔

ترکیب

وحنانا معطوف علی الحکم مشتق من الحنان مخففا الرحمۃ والرقۃ ومشددا من صفات اللہ عزوجل وزکوۃ معطوف علی ماقبلہ والزکوۃ التطہیر والتزکیۃ والتنمیۃ اے جعلناہ مطہرۃ وقیل زکیناہ بحسن الثناء علیہ کتزکیۃ الشہود و قیل صدقۃ تصدقنا بہا علی ابویہ سلم علیہ قال ابن جریر معناہ امان علیہ من اللہ وقال ابن عطیۃ التحیۃ المتعارفۃ مکانا شرقیا اے من جانب الشرق والنصب علی الظرفیۃ او مفعول بہ علی ان معنی انتبذت اتت مکانا ومن اجل ذلک اتخذت النصاری المشرق قبلۃ والبغی ہی الزانیۃ التی تبغی الرجال قال المبرد اصلہ بغوی علی فعول وقال ابن جنی فعیل ولما کان البغاء غالبا فی النساء دون الرجال اجری مجری حائض وحامل لجعلہ متعلق بمحذوف اے خلقنا ورحمۃ معطوفۃ علی آیۃ وکان اسمہ محذوف اے خلقہ امرا مقضیا خبر کان۔

تفسیر

آخر ایک روز عین نماز میں دل بھر آیا، اللہ سے مناجات و دعا کی (ندا خفیا) کہ اے رب میں کبھی تجھ سے سوال کر کے محروم نہیں رہا ہوں میں تجھ سے اب التجا کرتا ہوں کہ مجھے ایک پسندیدہ فرزند عطا کر کہ امامت میں میرا وارث ہو اور اسرائیل کی نسل کا بھی وارث ہو نبوت اور بزرگی اور برکت میں بھی جو اسرائیل سے وعدہ کی گئی تھی کہ تیری نسل میں برکت دوں گا۔ فرشتہ نے خدا کی طرف سے زکریا کو مژدہ دیا کہ تیری دعا قبول ہوئی تجھ کو ایک فرزند نیک ملے گا، جس کا نام یحییٰ (یوحنا) ہوگا اور اس سے پہلے اس نام کا کوئی نہیں ہوا ہے۔ زکریا کو مژدہ سن کر اپنی پیرانہ سالی اور بیوی کے بانجھ ہونے کا خیال کر کے تعجب ہوا فرشتہ نے کہا کیا تعجب ہے خدا نے انسان کو معدوم سے موجود

ع یعنی مریم کو بغیر باپ کے بچہ دینے میں اظہار قدرت کاملہ اور لوگوں پر رحمت مقصود تھی۔ رحمت اس لیے کہ ماں ہی کا اثر مولود میں ظاہر ہوا اور عورت کی ذات میں قدرت نے نرمی اور شفقت رکھی ہے۔ حضرت موسیٰ کے جلال کے بعد جن کے عہد میں بنی اسرائیل پر سخت سخت احکام فرض ہوئے ایک ایسا ہی رحم دل اور نرم نبی مبعوث کرنا عین حکمت تھا تاکہ بنی اسرائیل کو ان سخت احکام سے سبک دوش کرے ۱۲ منہ

کر دیا بغیر اسباب کے پیدا کر سکتا ہے اور اسباب بھی پیدا کر سکتا ہے۔ پھر جب زکریا کا اطمینان ہو گیا تو فرشتہ سے اس کی علامت پوچھی فرشتہ نے کہا جب وقت آئے گا تو خود بخود تین رات دن تک تیری زبان بند ہو جاوے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ زکریا کچھ بات نہ کر سکتے تھے۔ امامت کے روز لوگ حسب دستور منتظر تھے کہ زکریا محراب یعنی خاص اپنی عبادت گاہ سے باہر آکر نماز پڑھاویں، ان کے دستور کے موافق۔ پس باہر نکل کر لوگوں سے اشارہ کر کے کہا کہ تم بطور خود صبح و شام خدا کی حمد و ثنا کرو۔ اس علامت کے چند عرصہ بعد یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ یہ لڑکپن ہی میں وعظ و تلقین کیا کرتے تھے اور بچوں کی طرح کھیل کود میں کبھی مصروف نہیں ہوئے۔ توراۃ پر عمل کرنے کا ان کو حکم ہوا تھا۔ اس بات کو خذ الکتٰب بقوۃ سے تعبیر کیا یعنی مضبوطی سے کتاب یعنی توریت کو پکڑ کر اس پر عمل کرو اور ممکن ہے کہ ان کو کوئی خاص صحیفہ عطا ہوا ہو جو مصائب میں گم ہو گیا۔ اور آپ کو لڑکپن ہی میں حکم یعنی حکمت اور فہم و دانائی اور حنان یعنی نرم دلی اور محبت اور دل دردمند اور زکوٰۃ یعنی طہارت ظاہری و باطنی عطا کی گئی تھی۔

قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ

کہنے لگی اے کاش کبھی کی میں اس سے پہلے مر چکتی اور

كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا

بھولی بسری ہو جاتی پھر اس کے پاؤں سے

مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ

(فرشتے نے) آواز دی کہ غم نہ کرو تمہارے رب نے تمہارے

رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ

پاؤں میں ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے اور اپنی طرف

بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا

کھجور کے پیڑ کو جھکاؤ تم پر پکی تازہ کھجوریں

جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ

گر پڑیں گی سو تم کھاؤ اور پیو اور آنکھ

عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ

ٹھنڈی کرو پھر جو تم کسی آدمی کو دیکھو

فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا

تو کہہ دیجیو کہ میں نے رحمن کے لیے روزہ مانا ہے

فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾ فَاَتَتْ

اب میں آج کے دن کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔ پھر وہ عیسیٰ کو

بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ

گود میں اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائیں وہ کہنے لگے اے مریم البتہ تو تو ایک

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ

پھر دردِ زہ کے مارے کھجور کے پیڑ کی طرف آئی

ف ناجاء یقال جاء واجاء لغتان بمعنی واحد اے الجاء واضطرہا المخاض مصدر وہو وجع الولادۃ عند الجمہور بفتح المیم وقرئ بکسرہا من تحتہا بفتح المیم وکسرہا والضمیر المؤنث راجعۃ الی مریم وقیل الی النخلۃ ان لا تحزنی تفسیر للنداء سریا اسری النہر الصغیر والجدول لان الماء یسری فیہ والجمع سریان واسری الرئیس والجمع سراۃ وہذا من التحریک یقال ہزہ فاہتز تساقط اصلہ تتساقط مجزوم بانہ جواب امر ترین اصلہ تراین مثل تسمعین ۔ فرباً بھجیا نادرا ۱۲

ف یعنی پانی اور کھانے کا سامان خدا نے غیب سے پیدا کر دیا ۱۲

ف اس عہد میں روزہ میں بات نہ کرتے تھے ۱۲

جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ

عجوبہ چیز لائی ہے　　اے ہارون کی بہن

مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ

نہ تو تیرا باپ ہی برا آدمی تھا　　اور نہ تو تیری

اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾

ماں ہی بدکار تھی۔

یہ حضرت یحییٰ کے چند اوصاف حمیدہ بیان فرمائے تاکہ وعدۂ الٰہی کہ اس سے پہلے کوئی اس کا ہم نام یا مثل نہیں پیدا ہوا صادق آئے اور وہ اوصاف یہ ہیں جوان کو لڑکپن ہی میں دیے گئے تھے، باحکمت تھے، نہایت مہربان رقیق القلب تھے، ظاہر و باطن میں پاک اور بابرکت تھے، نہایت پرہیزگار خداترس تھے، ماں باپ کے فرماں بردار تھے، جبار و سرکش نہ تھے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ حضرت یحییٰ کی نسبت فرماتا ہے وسلٰم علیہ۔ کہ ہمارا سلام یا سلامتی اور رحمت ہو ان پر پیدا ہونے اور مرنے اور مرکے جینے کے دن یعنی سخت اوقات میں۔ یہ ایک محاورہ ہے جیسا ہماری زبان میں کہتے ہیں مرحبا ہے اس کے پیدا ہونے پر یا مبارک ہے اس کا پیدا ہونا۔ ان حضرت یحییٰ کو اس وقت کے ہیرودس نے ایک عورت کے کہنے سے ناحق قتل کیا، ان کا سر قلم ہو کر طشت میں لگا کر بادشاہ مذکور کے سامنے لایا گیا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی وعظ و نصیحت کرتے پھرتے تھے۔

دوسرا تذکرہ حضرت مریم کا ہے۔ اس قصہ کی ابتداء یہاں نہیں بیان کی بلکہ ان آیات میں ہے اذ قالت امرأۃ عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا بنی اسرائیل میں سے ایک شخص عمران نامی تھا (یہ عمران موسیٰ علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ اور شخص تھے) اس کی بیوی حنہ بڑی نیک بیوی تھی جو حضرت زکریا علیہ السلام کی سالی تھی اس نے خدا تعالیٰ سے نذر مانی تھی کہ الٰہی یہ جو مجھے حمل رہا ہے اس کے لڑکا پیدا ہوگا تو میں تیری نذر کردوں گی۔ یہود میں ایسی نذروں کا قدیم دستور تھا۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد سے ذرا پیشتر صموئیل علیہ السلام کو بھی ان کی ماں نے خدا کے لیے نذر مانا تھا اور اسی لیے عبادت خانہ میں چڑھائیں۔ لیکن عمران کی بیوی نے لڑکی جنی یعنی مریم جس پر ان کو افسوس ہوا کہ لڑکا ہوتا تو بیت المقدس کی خدمت کرتا کیونکہ جن کو خدا کے لیے نذر مانا کرتے تھے ان کو بیت المقدس میں لاکر چھوڑ جاتے تھے وہیں ان کی پرورش ہوتی تھی اور وہ عمر بھر وہیں خدمت کیا کرتے تھے، لڑکی کیا کرے گی۔ لیکن حضرت مریم کو بھی ان کی ماں بیت المقدس میں چھوڑ گئیں ان کے خالو زکریا علیہ السلام جو بیت المقدس کے امام تھے ان کی پرورش کے لیے مقرر ہوئے۔ زکریا علیہ السلام نے مریم کے لیے بیت المقدس کے مکانات میں سے ایک جدا مکان تجویز کردیا اور یہی ان کے پاس کھانا پانی پہنچایا کرتے تھے۔

لہ ہارون سے حضرت ہارون موسیٰ علیہ السلام کے بھائی مراد نہیں کیونکہ مریم میں اور ان میں سیکڑوں برس کا فاصلہ ہے یہ ان کی بہن نہیں ہوسکتیں بلکہ ان کے نام پر کوئی دوسرا ہارون تھا جو مریم کا رشتہ کا بھائی تھا جس کی نیک بختی بنی اسرائیل میں مشہور تھی یعنی تم ایسے شریف اور نیک خاندان کی ہو کر یہ کیا کر بیٹھیں۔ اور اگر ہارون سے وہی حضرت ہارون مراد ہوں تو اخت کے معنی بہن کے ہیں بلکہ ابن اخت اخ عرب میں نسبت کے لیے بھی مستعمل ہوتے ہیں ابن السبیل چاند کو ابن السبیل مسافر کو، اخ العرب عربی کو کہتے ہیں یعنی ہارون والی۔ چوں کہ عہدۂ امامت حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں چلا آتا تھا اور حضرت مریم بھی اس مقدس و معزز خاندان میں سے تھیں اس لیے ان کو اخت ہارون کہہ کر اس مولود سعید پر ملامت کی۔ حقانی

چنانچہ ایک بار جو یہ ان کے پاس گئے تو ان کے پاس بے موسم کے پھل دیکھے تعجب سے پوچھا کہ یہ کہاں سے آئے مریم نے کہا اللہ نے بھیجے ہیں اس سے زکریا کو اور بھی امید ہوئی اور خدا تعالیٰ سے لڑکے کا سوال کیا جس پر حضرت یحییٰ پیدا ہوئے۔ جن کا قصہ گزرا۔

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۖ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ
تب گئے لڑکے کی طرف اشارہ کیا وہ کہنے لگے ہم گود کے بچے سے

مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّيْ
کیوں کر بات چیت کر سکتے ہیں　بچہ بول اٹھا کہ میں

عَبْدُ اللّٰهِ ۛ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ
اللہ کا بندہ ہوں　مجھ کو اللہ نے کتاب دی　اور نبی

نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠
بنایا　اور مجھے بابرکت کیا　جہاں کہیں بھی میں ہوں

وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ
اور مجھ کو　نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کی جب تک کہ میں

حَيًّا ﴿٣١﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ
زندہ ہوں اور ماں کے ساتھ نیکی کرنے والا (بنایا) اور مجھے سرکش

جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ
بدبخت نہیں بنایا　اور مجھ پر خدا کی رحمت　جس دن کہ

وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ
میں پیدا ہوا اور جس دن کہ میں مروں گا اور جس دن کہ پھر زندہ کر کے

حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ
اٹھایا جاؤں گا　یہ ہے　عیسیٰ مریم کا بیٹا　یہ ہے سچی

الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٣٤﴾ مَا
بات　کہ جس میں وہ جھگڑ رہے ہیں　اللہ کی

كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ
یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو　بیٹا بناوے

اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ
جب وہ کوئی کام کرنا ٹھیراتا ہے تو صرف اس کو　کن　کہتا ہے

فَيَكُوْنُ ﴿٣٥﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ
سو ہو ہی جاتا ہے　اور (یہ بھی کہا) بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے

فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٣٦﴾
سو اسی کی عبادت کیا کرو　یہ　سیدھا رستہ ہے

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ
پھر لوگ آپس میں　جھگڑنے لگے

ف حضرت مریم کا خود کلام نہ کرنا گود کے بچے کی طرف اشارہ کرنا کہ یہ خود اپنا حال بیان کر دے گا اپنی برأت کا اظہار مقصود تھا کس لیے کہ حرامی بچے میں یہ کمال و کرامت کہاں کہ وہ کلام کرے اور کلام بھی ایسا پُر معنی چنانچہ آپ نے کہا کہ میں خدا کا بندہ ہوں خدا نہیں (کیونکہ آنے والا حال خدا نے ان پر منکشف کر دیا تھا کہ میرے معتقدوں میں سے بہت سے لوگ مجھے ابن اللہ یا خدا کہیں گے) اس میں ضمناً نصاریٰ پر تعریض بھی ہے کہ وہ تو اپنے کو خدا کا بندہ کہتے تھے تم ان کو ابن اللہ اور خدا کہتے ہو یہ کیا اتباع عیسیٰ ہے۔ دوئم یہ کہ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔ گو اس وقت نہ کتاب انجیل ملی تھی نہ نبوت مگر یقیناً ہونے والی چیز کو ہوئی سمجھنا اپنے وثوق کا اظہار ہے چنانچہ انہیں انجیل بھی ملی اور نبی بھی ہوئے۔ سوئم یہ کہ گو لوگ یہود اب تم مجھ پر اور میری ماں پر لعنت کر رہے ہو مگر بجائے اس کے مجھے خدا نے بابرکت کیا ہے جہاں کہیں کیوں نہ ہوں دنیا میں بھی اور آسمان پر جانے کے بعد بھی۔ چہارم جامۂ بشریت سے باہر نہیں ہوں مجھ پر بھی خدا کے احکام فرض ہیں اور میں ان کی بسر و چشم (باقی بر حاشیہ صفحۂ آئندہ)

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن مَّشْهَدِ

پس　منکروں　کے لیے　بڑے دن کی عہ

يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٣٧﴾

پیشی سے خرابی ہے۔

آخر جب مریم جوان ہوگئیں تو ایک بار ان کو خوبصورت آدمی کی شکل میں خدا کا فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) نظر آیا۔ مریم گھبرا گئیں اور کہا میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خدا ترس ہے۔ فرشتہ نے کہا میں انسان نہیں خدا کا فرستادہ ہوں، اس لیے آیا ہوں کہ تجھ کو پاک فرزند دوں۔ مریم نے کہا یہ کیوں کر ہوگا میرا اب تک کسی سے نکاح نہیں ہوا اور نہ میں حرام کار ہوں۔ فرشتہ نے کہا خدا اولوں ہی اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کر سکتا ہے تب فرشتہ نے ان کے کرتے کے گریبان میں دم کر دیا یعنی پھونک دیا اس کے بعد سے ان کو حمل معلوم ہونے لگا۔ مریم لوگوں سے گوشہ اور کنارہ کے مکان میں جا رہیں (غالباً یوسف کے ساتھ وہاں سے بیت اللحم میں آ رہی ہوں گی جو وہاں سے کئی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں تھا جو آج کل شہر ہے یا اپنی خالہ کے گھر آ رہی ہوں گی اور ان کی خالہ کو بھی حمل تھا چھٹے مہینے کا جس سے یحییٰ پیدا ہوئے) پس جب خاص بننے کا وقت آیا اور درد لگے تو ایک افتادہ مکان میں آئیں جہاں ایک کھجور کا خشک درخت تھا اور پانی نہ تھا اور ولادت کے وقت ان چیزوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے ادھر تنہائی ادھر درد ہر قسم کی بے سروسامانی کھانا نہ پانی ایسی حالت میں انسان کا مقتضائے طبعی ہے کہ گھبرا گئیں اور کہنے لگیں کہ کاش میں اس دن سے پیشتر مر چکتی اور نیست و نابود ہوگئی ہوتی کہ لوگ نام و نشان بھی بھول جاتے۔ ایسے سخت وقتوں میں خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی دست گیری کیا کرتا ہے پس ان کے پائین[1] سے فرشتے نے آواز دی کہ کچھ غم نہ کرو دیکھو تمہارے پاؤں کی طرف خدا نے چشمہ جاری کر دیا جس قدر پانی درکار ہو لو اور اس کھجور کے درخت کو ہلاؤ تر و تازہ کھجوریں اس میں سے جھڑیں گی اور جو کوئی شخص تمہیں کچھ کہے تو اشارہ سے کہہ دینا کہ میں کلام نہیں کر سکتی روزہ[2] نذر مانا ہے۔

پس پاک ہونے کے بعد فتنہ کے لیے شریعت موسوی کے موافق مریم عیسیٰ کو بیت المقدس میں لائیں فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ یہاں ان پر لوگوں کا ہنگامہ ہوا اور طعن و تشنیع شروع ہوئی کہ تیرے ماں باپ تو ایسے نہ تھے تو یہ حرام کار کہاں سے پیدا ہوئی؟ سچ بتا کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ مریم نے حضرت مسیح کی طرف اشارہ کیا کہ خود اسی سے دریافت کرلو لوگوں نے کہا کہ ہم بچے سے کیوں کر بات چیت کر سکتے ہیں اتنے میں حضرت مسیح علیہ السلام گود میں سے آپ بول اٹھے کہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعمیل کرنے والا ہوں اس لیے اپنی ماں کا تابعدار ہوں سرکش اور نافرمان نہیں جیسا کہ حرامی بچے ہوتے ہیں اور میری ہر حالت پر خدا کی امان ہے پیدا ہونے مرنے اور زندہ ہونے میں اور مجھے خدا نے نماز اور خیرات کا موکد حکم دیا ہے جب تک کہ میں زندہ رہوں ۱۲ منہ

(حاشیہ صفحہ ہذا) عہ ایک گروہ ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگا دونوں کی بڑے دن میں یعنی قیامت میں خرابی ہے ۱۲

[1] من تحتہا کے معنی بعض نے یہ بیان کیے ہیں کہ مسیح نے ان کے نیچے سے آواز دی تھی۔ مگر صحیح مطلب آیت کا یہ ہے کہ مریم جو بوقت ولادت لیٹی ہوئی تھیں ان کے پاؤں کی طرف سے کہ جس کو تحت یا نیچے کی جانب کہتے ہیں جس طرح سرہانے کو بالیں یا اوپر کی جانب کہتے ہیں فرشتہ نے آواز دی ۱۲ منہ　[2] اگر روزہ میں یہ نذر مانی ہو کہ کسی سے کلام نہ کروں گا اس عہد میں اس نذر کا پورا کرنا ضروری تھا اس لیے مریم نے یہ عذر کیا اور غرض یہ تھی کہ لوگوں کو آپ جواب دینا نہ پڑے خود لڑکا ہی جواب دیوے تاکہ اس کا اعجاز و کرامت معلوم ہو ۱۲ منہ

اللہ کا بندہ ہوں سب سے پہلے یہ جملہ یوں کہا کہ ان کے بغیر باپ کے پیدا ہونے اور عجائب معجزات دکھانے سے لوگ ان کو کہیں خدا کا بیٹا نہ سمجھ لیں جیسا کہ نصاریٰ سمجھ بیٹھے) مجھ کو کتاب دی ہے یعنی انجیل گو اس وقت تک نہ ملی تھی بلکہ تیس برس کی عمر میں جب کہ نبی ہوئے اور اسی طرح نبوت بھی جب ہی ملی اور صلوٰۃ و زکوٰۃ کی وصیت بھی اسی وقت میں ہو سکتی ہے لیکن یہ سب باتیں ہونے والی تھیں اور عالم غیب میں قرار پا چکی تھیں گو ظہور اس وقت تک نہ ہوا تھا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معلوم کرایا گیا تھا اس لیے ان سب باتوں کو بلفظ ماضی اس طفولیت کے وقت میں بیان فرمایا تھا۔ شیر خواری کی حالت میں اپنی ماں کی برأت کے لیے مسیح نے ایک ہی بار کلام کیا تھا پھر نہیں کیا بلکہ پھر اسی وقت بولے جب اور لڑکے بولا کرتے ہیں۔ جب لوگوں نے یہ کلام سنا تو حیرت میں رہ گئے اور اس لیے مریم پر زنا کی سزا جو قتل تھی قائم نہ کی ورنہ سزا سے بری رکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی مگر اس بات کو یہود نے مخفی کر دیا تاکہ لوگ ان کے معتقد نہ ہو جائیں اور حضرت زکریا علیہ السلام پاک دامن پر بہتان دھر دیا۔

تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریم کا چچا زاد بھائی ایک شخص یوسف نامی تھا جو حضرت مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کو یہود اور ہیرودس کے خوف سے مصر لے گیا تھا اور اس کے مرنے تک وہ وہیں رہے۔ پھر ہیرودس کے مرنے کے بعد[1] آخر ناصرہ گاؤں میں رہے اسی لیے ان کے متبعین کو نصاریٰ کہتے ہیں اور پھر وعظ و پند میں مصروف ہوئے اور معجزات دکھانے شروع کیے لوگ جوق جوق ان کی طرف متوجہ ہونے لگے آخر یہود کو حسد ہوا اس عہد کے حاکم کو بدگمان کر کے ان کو گرفتار کرایا کہ یہ قیصر سے باغی ہے قید کر کے سولی دینے لے چلے مگر خدا نے ان کو زندہ و سالم اوپر اٹھا لیا اور ان کی شکل میں ایک کو انھیں میں سے کر دیا جس کو سولی دی گئی۔ ان کے بعد حضرت مریم کا انتقال ہوا حضرت یحییٰ علیہ السلام ان کے روبرو ہی ہیرودس کے ہاتھ سے شہید ہو چکے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ کے قصہ کو تمام کر کے فرماتا ہے ذٰلک عیسی ابن مریم الخ کہ اصل حقیقت عیسیٰ بن مریم کی یہ ہے سچا واقعہ جس میں وہ جھگڑتے ہیں یہ ہے نہ وہ جو کہ یہود کہنے لگے کہ معاذ اللہ وہ زنا سے پیدا ہوئے تھے اور مکار اور فریبی تھے اور نہ وہ جو کہ عیسائی کہنے لگے کہ وہ خدا کے بیٹے تھے خدا ان کی شکل میں ظاہر ہوا تھا یہود کا قول تو از حد بدیہی البطلان تھا ان کی طرف توجہ نہیں کی گئی اس لیے عیسائیوں کے قول کو باطل کرتا ہے ما کان للہ ان یتخذ من ولد سبحٰنہ الخ کہ خدا کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنا دے وہ اس سے پاک ہے اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون بیٹا ان کے لیے ہوتا ہے جن کو احتیاج ہے اور اس کے حکم میں تو ہر چیز ہے کن کہتے ہی ہو جاتی ہے اسی طرح بغیر سبب ظاہری یعنی باپ کے بغیر عیسیٰ کو پیدا کر دیا خود عیسیٰ نے کہہ دیا تھا انی عبد اللہ الخ وان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم کہ اللہ میرا اور تمہارا دونوں کا پالنے والا ہے اسی کی عبادت کرو، سیدھا رستہ یہی ہے نہ یہ کہ مجھے خدا یا اس کا بیٹا سمجھو۔

ابحاث

(۱) زکریا علیہ السلام کا قصہ انجیل لوقا میں موجود ہے۔ ہاں قرآن مجید میں تین روز تک اور انجیل مذکور میں ایک روز تک گونگا رہنا مذکور ہے۔ اور مریم کے قصہ میں اس قدر تفاوت ہے کہ مریم کا ان کی والدہ کی طرف سے خدا کی نذر میں چڑھایا جانا

[1] تخمیناً بارہ برس کی عمر میں مسیح مصر سے واپس آئے ۱۲ منہ

اور زکریا کی نگرانی میں پرورش پانا اور اسی طرح تولد مسیح علیہ السلام کے وقت خرمے کے درخت کا تر و تازہ ہونا اور چشمہ جاری ہونا اور پھر شیر خوارگی میں مسیح کا کلام کرنا ان کی اناجیل اربعہ میں موجود نہیں قرآن میں ہے البتہ ان کی اور اناجیل میں ہے جیسے کہ انجیل طفولیت وغیرہ اور اسی طرح رضاعت کے زمانہ میں یحییٰ کا کلام کرنا انجیل میں ہے قرآن مجید میں نہیں سو یہ کچھ اختلاف ایسا نہیں کہ جس سے ایک کو غلط ایک کو صحیح کہنے کی نوبت پہنچے۔ خود چاروں انجیلوں میں اس قسم کی کمی زیادتیاں ہیں ایک میں ہے کہ مجوسی ستارہ کے اشارہ سے مسیح کے پاس آئے دوسری میں نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور جو اختلاف ہے بھی تو اس میں قرآن مجید کا ہی عقلاً و نقلاً اعتبار ہونا چاہیے نہ کہ ان کی کتب محرفہ کا۔

(۲) تمام اہل اسلام اور تمام عیسائی اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے محض قدرت کاملہ سے پیدا ہوئے تھے برخلاف یہود کے کہ وہ ان کو انسان کے نطفہ سے بطور عادت پیدا ہونا کہتے ہیں اور معاذ اللہ ناجائز تولد قرار دیتے ہیں مگر آج کل برائے نام مسلمان ایک گروہ جو اس زمانہ میں علوم حسیہ کی ترقی اور علوم روحانیہ کے مفقود ہو جانے اور حسن باطن اور نور قلبی کے مٹ جانے سے پیدا ہوا ہے وہ فریق قدم بہ قدم حکماء یورپ کے چلتا اور قرآن و احادیث کو ان کے خیالات کے مطابق کرتا ہے غلط تاویلات کے ذریعہ سے وہ بھی یہود کی طرح بطور عادت انسان کے نطفہ سے پیدا ہونا کہتا ہے کیوں کہ خوارق عادات امور ان کے نزدیک محال ہیں اس بات کے امکان پر دلائل لانے کی یہاں گنجائش نہیں مقدمہ تفسیر میں بیان ہو چکے۔

اب ہم قرآن مجید کے وہ الفاظ بتاتے ہیں جو اسی بات پر دلالت کرتے ہیں۔ اول ان آیات میں فتمثل لہا بشرا سویا سے لے کر قال کذلک قال ربک ھو علی ھین تک صاف صاف کہہ رہا ہے کہ مریم کو فرشتہ کے کہنے سے کہ تجھ کو فرزند دینے آیا ہوں تعجب آیا اس لیے کہ نہ وہ حرام کار تھیں نہ کسی سے نکاح ہوا تھا اس پر فرشتہ کا یہ کہنا کہ تیرا رب یوں ہی کر سکتا ہے اور یہ اس پر کچھ مشکل بات نہیں تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ کا تولد بغیر باپ کے ہوا ہے۔ وآیۃ للناس بھی اسی کی تصریح کرتا ہے کس لیے کہ تولد مسیح اگر معمولی طور سے ہوتا پھر خواہ اس میں لوگوں کے لیے کتنے ہی برکات کیوں نہ ہوتے جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے تولد میں اس پر آیۃ کا اطلاق نہیں ہوتا کس لیے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں بجز آیات قرآنیہ کے اور چیزوں پر لفظ آیۃ کا اطلاق ہوا ہے تو انہیں پر ہوا ہے کہ جہاں کوئی بات اس کی قدرت کی بابت عادت و اسباب ظاہری کے بغیر پائی گئی ہو جیسا کہ اصحاب کہف پر اور صالح علیہ السلام کی ناقہ پر وغیرہا۔

سوم ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الآیۃ میں اس امر کی صاف تصریح ہے کیوں کہ آدم کے ساتھ مسیح علیہ السلام کو تشبیہ دینا اگر اس بات میں نہیں کہ جس طرح وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اسی طرح یہ بھی تو پھر اور کون سی خصوصیت آدم کے ساتھ مسیح کو ہے؟ اور نیز اس آیت کا نزول انہیں کے دفع خیال کے لیے ہے جو مسیح کو بغیر باپ کے پیدا ہونے سے خدا کا بیٹا سمجھتے تھے۔

اس کے علاوہ اسی قصہ میں اور تعنی ایک باتیں خارق عادت مذکور ہیں جیسا کہ کھجور خشک سے تر خرموں کا پیدا ہونا، پانی کا چشمہ نمودار ہونا، مسیح کا گود میں کلام کرنا جس کی بابت یہود نے کہا تھا کہ ہم گود کے بچے سے کیوں کر بات کر سکتے ہیں۔ اور فرشتہ کا مجسم ہو کر مریم کو نظر آنا پھر ان بھی شاید تاویل باطل کریں گے۔ اسی طرح عیسائیوں کی اناجیل اربعہ میں بھی اس امر کی صاف تصریح ہے حالانکہ مولوی صاحب اپنی کتاب تبیین الکلام میں اناجیل مذکورہ کو غیر محرف

اور کلام الٰہی مان چکے ہیں۔ انجیل متی کے اول باب میں ۱۸ ورس سے لے کر آخر تک اس کی تصریح ہے جس کا ایک جملہ یہ ہے کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی تو ان کے اکٹھے آنے سے پہلے "وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی"۔ پھر انجیل لوقا کے اول باب میں ۲۶ ورس سے لے کر کئی جملوں تک قرآن مجید کے موافق مریم کو فرشتہ سے حمل ہونا اور مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا مذکور ہے۔ پھر نہیں معلوم کہ ماؤل صاحب کس سند سے انکار کرتے ہیں اور آسمان و زمین کے قلابے ملاتے ہیں۔

(۳) یا اخت ھرون، اخت کے معنے حقیقی بہن کے ہیں لیکن یہاں یہ مراد نہیں۔ بلکہ کلام عرب میں اخ اور اخت اور ابن سے مواقع میں محض نسبت کے لیے آتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں یا اخا العرب، یا اخا ہمدان لے واحد امنہم۔ یعنی لے عرب والے لے قبیلہ ہمدان والے۔ نہ یہ کہ اے عرب اور ہمدان کے بھائی۔ اسی طرح مسافر کے لیے ابن السبیل اور چاند کے لیے ابن اللیل آتا ہے وغیرہ چونکہ حضرت مریم ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں اس لیے ان کو شرمندہ کرنے کے لیے ان کے جد اعلیٰ ہارون کی طرف منسوب کر کے کلام کیا کہ اے ایسے بزرگ کی اولاد! تجھے ایسا کرنا تھا؟ بعض کہتے ہیں کہ مریم کے حقیقی بھائی کا نام ہارون تھا، جو بڑے نیک مرد تھے۔ ایک پادری نے اخت کے حقیقی معنی سمجھ کر پھر ہارون اور مریم میں فاصلہ دراز خیال کر کے اعتراض جڑ دیا کہ قرآن میں غلطی ہے۔ فہم سلیم اسی کو کہتے ہیں۔

أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا

جس روز کہ وہ ہمارے پاس حاضر ہوں گے اس دن تو کیا ہی سنتے دیکھتے ہونگے

لٰكِنِ الظّٰلِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلٰلٍ

لیکن　ظالم　آج تو　کھلی گمراہی میں

مُّبِينٍ ﴿۳۸﴾ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ

پڑے ہوتے ہیں　اور ان کو حسرت کے دن سے ڈراؤ

إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَّهُمْ

جب کہ اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ ہیں کہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور

لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۹﴾ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ

ایمان نہیں لاتے　ہم ہی زمین کے وارث

الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿۴۰﴾

ہونگے اور ان کے بھی جو اس پر ہیں اور سب ہمارے ہی پاس لوٹ کر لائے جائیں گے

ترکیب

اسمع بھم وابصر معناً دونوں تعجب کے صیغے۔ لفظاً امر کے صیغے ہیں بمعنی ما اسمعہم و ما ابصرہم۔ بھم موضع رفع میں ہے کقولک احسن بزید ای احسن زید لفظوں میں امر اور معنیً خبر ہے ای حسن زید، ولکن ان یقال انہ امر لکل احد بان یحسن بزید والباء زائدۃ۔ یوم ظرف والعامل فیہ اسمع وابصر۔ اذ قضی یوم الحسرۃ سے بدل یا حسرت کا ظرف۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا فاختلف الاحزاب کہ عیسیٰ کے بارے میں قومیں مختلف ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ یہود کچھ کہتے ہیں نصاریٰ کچھ اور پھر باہم نصاریٰ کے فرقوں میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے اور تھا جن کی نسبت فرماتا ہے فویل للذین کفروا من مشھد یوم عظیم کہ منکروں کو بڑے دن کی حضوری اور اس کی شدت سے خرابی ہے بڑا دن قیامت کا دن ہے۔ یعنی اس دن کا سامنا ہونا ہے اور اس دن میں بڑی مصیبت ہے ان کے اختلاف کا ثمرہ اس روز ظاہر ہو جاوے گا۔

اسمع بہم یوم عظیم کی کچھ کیفیت بیان ہے کہ جس روز یہ کافر ہمارے پاس آئیں گے اس روز ان کی بینائی اور شنوائی عجب ہوگی یعنی جس طرح آج اندھے اور بہرے، نہ باطن کی آنکھوں سے حق دیکھتے ہیں نہ کسی سے سنتے ہیں، اس روز یہ حال نہ ہوگا بلکہ خوب آنکھیں کھل جاویں گی، کان بھی کھل جاویں گے۔ یہی مضمون سورۂ قٓ میں بھی آیا ہے لقد کنت فی غفلۃ من ھذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید۔

اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ان غافلوں کو حسرت کے دن سے مطلع کر دو تاکہ خوف کریں۔ پھر یوم الحسرۃ کی کچھ اور تشریح فرماتا ہے اذ قضی الامر وھم فی غفلۃ وھم لا یؤمنون کہ یکایک ان کے لیے عذاب کا حکم دیا جائے گا اور وہ دنیا میں غفلت میں پڑے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ بظاہر یوم الحسرت قیامت کا دن ہے کیوں کہ جنہوں نے دنیا میں نیکی نہ کی ہوگی وہاں ان کی حسرت کا کیا ٹھکانا ہے۔ مگر آیت کو عام رکھا جاوے تو اور بھی تخویف پیدا ہوتی ہے یعنی حسرت کا دن عام ہے قیامت کے دن کو بھی شامل ہے اور موت کے دن کو بھی کہ انسان غفلت میں پڑا ہوا ایمان وحسنات سے بے خبر ہے ادھر یکایک اس کی موت کا حکم ہو جاوے اس کا کام تمام ہو چکے اب اس کو ساتھ لے جانے کے لیے توشۂ آخرت حاصل کرنے کی مہلت کہاں۔ پس اس دن سے زیادہ بھی اس کی حسرت کا دن اور کوئی کیا ہوگا؟ یہ مضمون بھی قرآن مجید کی متعدد آیات میں آیا ہے لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصٰلحین اور احادیث میں بھی وارد ہے کہ انسان اپنی آرزوؤں کے پورا کرنے میں لگا ہوا ہوتا ہے کہ یکایک اجل آجاتی ہے۔ حسرت وارمان دنیا کی جگہ دل میں آخرت کے لیے کوتاہی کرنے کی حسرتیں ساتھ ہو جاتی ہیں۔

دنیا میں جو کچھ مال وزر زمین وباغات اس نے بڑی محنت سے حاصل کیے تھے وہ سب یہیں پڑے رہ گئے ان سب کا اللہ ہی وارث اور اخیر مالک رہے گا اور سب ایک روز خدا تعالیٰ کے پاس حاضر ہو جاویں گے۔ انا نحن نرث الارض ومن علیھا والینا یرجعون کا یہی مطلب ہے، واللہ اعلم۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۭ اِنَّهٗ
اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو بیشک وہ
كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ
وہ ایک نبی صادق تھے جب کہ اس نے
لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ
اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ آپ اس چیز کی کیوں عبادت کرتے ہیں کہ جو
وَّلَا يُبْصِرُ وَّلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـــًٔا ﴿۴۲﴾
نہ سنتی ہے اور نہ دیکھ سکتی ہے اور جو نہ آپ کے کسی کام آسکتی ہے۔
يٰٓاَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَاۗءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ
اے میرے باپ بے شک مجھے وہ علم حاصل ہوا ہے
مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا
جو آپ کو حاصل نہیں ہوا سو آپ میرے کہنے پر چلیے تاکہ میں آپ کو سیدھا رستہ
سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ
دکھاؤں اے میرے باپ شیطان کی عبادت نہ کرو[1]
اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾
کیوں کہ شیطان تو خدا کا نافرمان ہے
يٰٓاَبَتِ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ
اے میرے باپ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تم پر خدا تعالیٰ کا

[1] یعنی بت۔

عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ
عذاب نہ آپڑے — پھر تم بھی شیطان کے ساتھی

وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ
ہو جاؤ — اس نے کہا اے ابراہیم — کیا تو میرے معبودوں

اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ
سے پھرا ہوا ہے — اگر تو باز نہ آئے گا

لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ
تو میں تجھے سنگسار کر ڈالوں گا اور غیر سے میرے پاس سے جا دور ہو (ابراہیم نے کہا)

سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ
بہتر تو میرا آپ کو سلام ہے (میں آپ کے لیے میں اپنے پروردگار سے مغفرت کی طلب کروں گا)

اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ
کیونکہ وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے ف۲ — اور میں تمہیں بھی چھوڑتا

وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا
اور تمہارے ان معبودوں کو بھی کہ جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو اور میں تو اپنے رب

رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ
ہی کو پکاروں گا امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہ

شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ
رہوں گا — پھر ابراہیم نے ان سے اور ان کے معبودوں سے کہ جن کو وہ لوگ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ
کے سوا پوجا کرتے تھے کنارہ کیا تو ہم نے ان کو اسحٰق اور یعقوب

يَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَ
عطا کیا — اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا — اور

وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا
اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے بہت کچھ بخشا — اور ان کے لیے ہم نے ذکر خیر کا آوازہ

لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾
بلند کیا (کہ ابد تک لوگ ان کو عزت سے یاد کریں گے)۔

یہ تیسرا تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ یہ ان کی اس وقت کی ثابت قدمی اور خدا پرستی مذکور ہے کہ جب ابتداء شباب میں انہوں نے بت پرستی کو حقیر جان کر اپنے باپ کو اس سے منع کیا اور آخر کار محض اللہ کے لیے اپنے پیارے باپ کو چھوڑا کہ جس کی محبت نے ابراہیم کو اس لیے خدا سے معافی مانگنے پر آمادہ کیا اور اس کے لیے ابراہیم نے وعدہ بھی کر لیا پھر مہاجرت کے بعد خدا تعالیٰ نے اس کو اسحاق اور اسحاق کو یعقوب برگزیدہ پیغمبر فرزند عطا کیا یہ نتیجہ ہے خدا کی فرماں برداری کا۔

یعقوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں لیکن ایسا اولوالعزم پوتا بھی دادا کا نام روشن کرنے والا گویا دادا کو فرزند ارجمند عطا کرنا ہے اس لیے وهبنا لہ اسحٰق و یعقوب فرمایا اسحٰق کے بعد اس کے لیے علاوہ اور صدہا چیزیں خدا نے یعقوب و اسحٰق و ابراہیم کو عطا کی تھیں اور سب سے بڑھ کر لسان صدق علیا عطا کی یعنی ان کی ثناء و صفت لوگ ان کے پیچھے کرتے رہیں گے۔ لسان صدق ثناء حسن، ذکر جمیل۔ چوں کہ یہ زبان سے پایا جاتا ہے اس لیے اس کو زبان سے تعبیر کیا گیا جیسا کہ جو احسان ہاتھ سے کیے جاتے ہیں ان کو ید سے تعبیر

ف۱ ملیا زمانا طویلا قال الکسائی ھو من الملاوۃ یقال ھجرتہ ملوۃ وملاوۃ اے زمانا طویلا وقال ابن جریر وھو المروی عن ابن عباس معناہ اعتزلنی سالم العرض لا تصبک منی مضرۃ عقوبۃ۔

ف۲ حفیا قال الکسائی یقال حفی بی حفاوۃ وحفوۃ اے اعتنی بی وبالغ فی اکرامی وقد یجیٔ بمعنی المستقصی فی السؤال ومنہ قولہ تعالیٰ کانک حفی عنہا۔

کرتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی واجعل لی لسان صدق فی الآخرین خدا تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرلی جس کا اثر یہ ہے کہ آج تک حضرت ابراہیم تینوں ثلث سے زائد بنی آدم کے پیشوا مانے جاتے ہیں یہود عیسائی وغیرہم ان کو بڑائی سے یاد کرتے ہیں اہل اسلام پنج وقتہ نماز میں ان پر درود بھیجتے ہیں۔ اپنے نبی خاتم المرسلین علیہ السلام کے ساتھ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید کہتے ہیں۔ آل ابراہیم میں اسحاق و اسمٰعیل و یعقوب علیہم السلام کی طرف اشارہ ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں خدا تعالیٰ عرب کے مشرکوں کو یہ سمجھاتا ہے کہ تم جو باپ دادا کی تقلید کرکے بت پرستی کرتے ہو ایسا نہ چاہیے کیونکہ ابراہیم کہ جس کو تم بھی بزرگ مانتے ہو انہوں نے باپ کا کہنا نہ مانا ان کی تقلید نہ کی اور نیز یہ بھی ہے کہ اگر باپ دادا کی تقلید کرنی ہے تو ابراہیم کی اور ان کی اولاد کی کیوں نہیں کرتے؟ ملیا مرۃ طویلۃ وقیل سالما۔ ابراہیمؑ نے باپ کے لیے استغفار کا وعدہ کیا تھا اس کے بموجب استغفار کیا مگر جب معلوم ہوا کہ اللہ کی مرضی نہیں پھر اس سے بری ہو گئے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ
اور کتاب میں موسیٰ کا بھی ذکر (یاد) کرو　کیوں کہ وہ

مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَادَيْنٰهُ
خاص بندے اور نبی صاحب کتاب تھے　اور ہم نے اس کو

مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ
کوہ طور کے دائیں طرف سے پکارا　اور رازداری کے لیے

نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ
پاس بلایا　اور اس کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو

اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾ وَاذْكُرْ فِي
نبی بنا کر عطا کیا　اور کتاب میں اسمٰعیل کا

الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ
بھی ذکر (یاد) کرو　کیوں کہ وہ وعدہ

صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا
کے بڑے سچے　اور نبی بنا کر بھیجے گئے

نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ
تھے　اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم

وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾
دیا کرتے تھے　اور اپنے رب کے نزدیک بڑے پسندیدہ تھے

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ
اور کتاب میں ادریس کا بھی ذکر (یاد) کرو　بے شک وہ

كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّرَفَعْنٰهُ
بڑے سچے (اور) نبی تھے　اور ہم نے ان کو

مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
بلند جگہ بٹھایا　یہ ہیں　وہ انبیاء کہ

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ
جن پر اللہ نے کرم کیا تھا

ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ
آدم کی نسل سے　کہ جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار

نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ
کیا تھا　اور ابراہیم　اور اسرائیل کی

اِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَ
نسل میں سے　اور یہ ان لوگوں میں سے تھے کہ جن کو ہم نے

اجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ
راہ راست دکھائی اور برگزیدہ کیا تھا جب ان کے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی

الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿٥٨﴾ السجدة

جایا کرتی تھیں تو سجدہ میں گر پڑتے تھے اور روتے جاتے تھے۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا

پھر ان کے بعد وہ ناخلف پیدا ہوئے کہ جنہوں نے نمازیں

الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ

غارت کر دیں اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے پھر ان کی گمراہی بھی

يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ

بہت جلد ان کے آگے آئے گی مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا

وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

اور اچھے کام کیے سو یہی وہ لوگ ہیں کہ جو جنت میں داخل ہونگے

وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿٦٠﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ

اور ان کا کوئی حق تلف نہ کیا جائے گا اور وہ باغ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں

الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ

جن کا رحمن نے غائبانہ اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے

اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ

بے شک اس کا وعدہ پیش آکر رہے گا وہ بہشت کہ جس میں کوئی

فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ

خراب بات سننے میں نہ آئیگی مگر باہمی سلام کی آوازیں اور وہاں صبح و شام ان کے

فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ

لیے کھانا تیار ملے گا یہ ہے وہ جنت

الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ

کہ جس کا ہم اپنے بندوں میں سے اس کو وارث کرتے ہیں جو

تَقِيًّا ﴿٦٣﴾

پرہیزگار ہوتا ہے۔

یہ چوتھا قصہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے کہ خدا نے ان کو کوہ طور کی جانب سے پکارا یعنی انی انا اللہ الخ

کے ساتھ موسیٰ کو خطاب کر کے کلام کیا اور اس شرف کے بعد دوسرا شرف یہ بخشا کہ ان کے بھائی ہارون کو بھی ان کی مدد کے لیے نبی بنایا۔

واذکر فی الکتٰب اسمٰعیل' یہ پانچواں تذکرہ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کا ہے جو حضرت ابراہیم کے بڑے بیٹے تھے چوں کہ یہ ایک مستقل رتبہ کے شخص تھے اس لیے ان کو ان کے باپ کے ذیل میں ذکر نہ کیا بلکہ جداگانہ۔ ان کا پہلا وصف یہ ہے کہ کان صادق الوعد وعدے کے بڑے سچے تھے۔ مروی ہے کہ ایک شخص سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارا فلاں جگہ انتظار کرونگا، وہ اتفاقاً ایک برس تک نہ آیا آپ وہیں کھڑے رہے یہ تو ان کے صادق الوعد ہونے کی ادنیٰ بات ہے۔

دوم کان رسولا نبیا، یعنی صرف نبوت ہی حاصل نہ تھی بلکہ صاحب شریعت بھی تھے اور اسی لیے کان یامر اپنے اہل و عیال کو جس میں علماء کے نزدیک ان کی امت بھی شامل ہے نماز روزہ کی تاکید کیا کرتے تھے کامل و مکمل تھے اور اسی لیے کان عند ربہ اپنے خدا کے نزدیک پسندیدہ بھی تھے پس اے قوم عرب تم کو اسمٰعیل کی اقتداء لازم ہے جو تمہارا جد امجد تھا، نہ اور یہودہ جاہل باپ دادا کا۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا

(ملائکہ نے کہا) اور ہم آپکے رب کے حکم بغیر اتر کر نہیں آیا کرتے اسی کا ہے جو کچھ

بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ

کہ ہمارے سامنے اور ہمارے پیچھے اور اس کے درمیان

ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾

ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ان

بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ۚ

چیزوں کا بھی جو ان کے بیچ میں ہیں سو اسی کی عبادت کرو اور اسکی عبادت کی تکلیف

هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾

برداشت کیا کرو بھلا تمہارے علم میں اس جیسا کوئی اور بھی ہے۔

تفسیر

واذکر فی الکتٰب اور یہ چھپا قصہ حضرت ادریس کا ہے جو نوح علیہ السلام کے پردادا تھے (نوح بن لمک بن متوشلخ بن خنوک) یا اخنوخ ان کا نام اور ادریس لقب تھا بوجہ کثرت درس صحف آسمانی کے۔ وہ صدیق نبی تھے یعنی بہت برگزیدہ اس لیے ورفعناہ مکانا علیا اس کے معنی بعض مفسرین کے نزدیک یہ ہیں کہ ان کو بلند مرتبہ کیا و رفعت منزلت مراد لیتے ہیں جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت آیا ہے ورفعنا لک ذکرک اور ایک گروہ کہتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو بلند مکان میں اٹھا لیا۔ اول تقدیر میں یوں کہا جاوے گا کہ خدا نے ادریس کا بلند مرتبہ کیا تیس صحیفے ان پر نازل کیے بہت سے علوم اور صنعتیں ان کے ہاتھ سے ایجاد ہوئیں۔

دوسری صورت پر بعض کہتے ہیں کہ خدا نے ان کو زندہ آسمان پر بلا لیا اور جنت میں داخل کر دیا بعض کہتے ہیں کہ صرف آسمانوں پر بلایا اور حضرت عیسیٰ اور ادریس زندہ آسمانوں پر ہیں واللہ اعلم عند اللہ۔

توریت سفر پیدائش کے ۵ باب ۲۳ ورس میں یہ ہے اور حنوک کی ساری عمر تین سو پینسٹھ برس کی ہوئی (۲۴) اور حنوک خدا کے ساتھ چلتا تھا اور غائب ہو گیا۔ اس لیے کہ خدا نے اسے لے لیا۔ ان ورسوں کی شرح میں علماء اہل کتاب کے بھی ایسے اقوال ہیں کہ جیسا اوپر بیان ہوا۔ ان سب بزرگواروں کا ذکر خیر کر کے فرماتا ہے اولٰئک

الذین انعم اللہ علیہم کہ یہ انبیاء وہ لوگ ہیں کہ جن پر خدا نے کرم و فضل کیا تھا آدم اور ابراہیم اور نوح کے ساتھ والے اور اسرائیل کی نسل اور دیگر لوگ کہ جن کو خدا نے ہدایت دی اور برگزیدہ کیا ان کا یہ حال تھا کہ اللہ کی آیتیں سن کر سجدہ میں روتے ہوتے گر پڑا کرتے تھے اور خدا کے نہایت فرماں بردار نیک کردار بندے تھے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو لوگ ان کو خدا جانتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں اور جو لوگ ان کی نسبت فسق و فحش کی باتیں منسوب کرتے ہیں جیسا کہ کتب یہود و نصاریٰ میں ہے وہ بھی غلطی پر ہیں ان کا یہ مرتبہ خدا کی طاعت سے ہوا پھر ان کے بعد ناخلف پیدا ہوئے جو نماز و عبادت چھوڑ کر خواہش نفسانی کے درپے ہو گئے۔ بجز کھانے پینے جماع کرنے کے اور کوئی بات ان میں نہ رہی انہوں نے طریق بگاڑ دیا سو وہ اپنے کیے کا برا نتیجہ دیکھیں گے اور جو توبہ کر گئے اور نیک ہو گئے وہ جنت میں رہیں گے جس کے یہ اوصاف ہیں کہ وہاں کوئی خراب بات دل شکن رنج دہندہ ان کی یا ان کے اعزہ و احبہ کی موت یا وہاں سے نکالے جانے کی یا کسی نعمت کے زوال ہونے کی خبر یا گالی گلوچ بدکلامی نہیں بدگوئی سنائی نہ دے گی سلام سلام کی آوازیں سنائی دیں گی آپس کا تحیہ سلام یا فرشتوں کی طرف سے سلامتی کا مژدہ یعنی تعظیم و تکریم کے کلمات۔ دویم بلا محنت و مشقت ہمہ وقت بالخصوص صبح و شام انکو تیار روزی ملے گی روحانی و جسمانی۔ پھر یہ بہشت ہر ایک کا حصہ اور ورثہ نہیں بلکہ ہمارے بندوں میں سے صرف انہیں کا جو پرہیزگار ہیں در اصل وہی آدم کے حقیقی فرزند ہیں اور جنت آدم کو مل چکی ہے یہی اپنے جد کا ورثہ پانے کے مستحق ہیں۔

وما نتنزل الا بامر ربک یہاں سے ایک جداگانہ کلام شروع ہوتا ہے جس کے شان نزول میں بخاری نے ابن عباس

لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾

الخ جہنم کے کنارہ حاضر کریں گے وہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے۔

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ

پھر ہر گروہ میں سے ہم ان کو کھینچ لائیں گے　جو

أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ

خدا سے بہت اکڑتے تھے　پھر

لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا

ہم کو خوب معلوم ہوگا کہ ان میں سے کون جہنم میں گرنے کے

صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ

قابل ہے　اور تم میں سے ایسا کوئی بھی نہ ہوگا کہ جو اس پر سے ہو کر نہ گذرے

كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ

آپ کے رب نے اس کا پورا کرنا　لازمی کر دیا ہے　پھر

نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا

ہم پرہیزگاروں کو تو بچا لیں گے　اور ظالموں کو اس میں پڑا اوندھا گرنے

جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا

دیں گے　اور جب ان کو ہماری کھلی ہوئی آیتیں سنائی

بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ

جاتی ہیں　تو کافر ایمان داروں سے کہتے ہیں

آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَقَامًا وَ

کہ بتاؤ کون سا فریق ہم میں اور تم میں سے مرتبہ میں بہتر

أَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا

اور مجلس کے لحاظ سے عمدہ ہے　حالانکہ ان سے پہلے ہم بہت سی ایسی

قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا

جماعتیں ہلاک کر چکے ہیں کہ جو اسباب اور نمود میں ان سے

سے یوں روایت کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے فرمایا کہ آپ میرے پاس جلدی جلدی کیوں نہیں آیا کرتے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی گویا خدا تعالیٰ نے جبرئیل کی طرف سے یہ جواب دیا کہ خود نہیں آتے بلکہ تمہارے رب کے حکم سے آیا کرتے ہیں وہ مصلحتِ وقت سے خوب واقف ہے اس کو آگے اور پیچھے کا سب حال معلوم ہے یعنی ابتدا اور انتہا اور حال سب جانتا ہے وہ جب مصلحت جانتا ہے ہم کو بھیجتا ہے دیر کر کے آنے میں کوئی یہ خیال نہ کرے کہ خدا تعالیٰ آپ کو بھول گیا کیونکہ وہ بھولنے والا نہیں وہ رب ہے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کا اور رب وقتاً فوقتاً پرورش کیا کرتا ہے جس کو علم ہمہ وقت لازم ہے پس اے نبی اس کی عبادت کرو اور ہمارے دیر کر کے آنے سے ملول نہ ہو نا بلکہ اس کے لیے عبادت میں تکالیف برداشت کرتے رہو کیوں کہ وہ یکتا ہے اس کا کوئی ہم نام بھی نہیں یعنی ایسا دوسرا نہیں جو اس بے قراری کو دفع کر سکے۔ جنت عالم قدس کے بعد یہ جملہ جبرئیل کی طرف سے بیان ہونا جو عالم قدس میں رہتے اور وہاں کی خبریں لایا کرتے ہیں ایک عمدہ مناسبت رکھتا ہے۔

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ

اور انسان (منکر) کہا کرتا ہے کہ کیوں جی جب میں مر جاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے

أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا

قبر سے باہر نکالا جاؤں گا　کیا وہ انسان اس بات کو یاد نہیں کرتا کہ پہلے

خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾

بھی اس کو ہم نے ہی پیدا کیا تھا اور وہ کچھ بھی نہیں تھا

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ

(اے رسول) ہمیں قسم ہے آپ کے رب کی کہ ہم ان کو اور ان کے شیطانوں کو جمع کرتے ہیں پھر

لہ یعنی ہم تم سے بہ لحاظ اعوان و انصار کے بہتر ہیں ہماری مجلسیں اعزہ و انصار سے بھری رہتی ہیں تم ذلیل و بے کس ہو پھر آخرت میں کیا تم ہم سے بڑھ کر ہو گے۔ اور یہ معنی بھی ہیں کہ ہمارے مکانات عمدہ اور مجلسیں شان دار ہماری ہیں یا تمہاری ہو منہ

وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ

کہیں بہتر تھے　کہہ دو جو کوئی　گمراہی میں پڑا ہوا ہے

فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا

سو خدا بھی اس کو (دنیا میں) ڈھیل ہی دیتا جاتا ہے یہاں تک کہ جس کا

رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ

انہیں وعدہ دیا گیا ہے جب اسکو دیکھیں گے　یا تو　عذاب کو

اِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ

یا　قیامت کو　تب معلوم ہو جاوے گا کہ کون

شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيْدُ

برے درجہ میں ہے اور کس کی فوج　کمزور ہے　اور جو راست پر ہیں

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ

اللہ　ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا جاتا ہے　اور باقی رہنے

الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا

والی نیکیاں　آپ کے رب کے نزدیک ثواب اور انجام

وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾

کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں [1]

تفسیر

ویقول الانسان یہاں سے اُن ناخلفوں کے عقائد بیان فرماتا ہے کہ جن کا اوپر ذکر ہوا تھا۔ انسان سے کسی شخص خاص کی طرف اشارہ نہیں بلکہ عموماً حشر کے منکر مراد ہیں وہ تعجب سے کہتے تھے کہ کیا ہم جب مر جائیں گے تو پھر زندہ ہوں گے؟ اس بات کو محال اور خدا کی قدرت سے باہر جانتے تھے اس لیے رسول کی تکذیب کرتے تھے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ ابن آدم کو یہ بات یاد نہیں کہ وہ کچھ بھی نہ تھا ہم نے اس کو موجود کر دیا پس جو ذات محض کو موجود کر دیتا ہے اس کے نزدیک دوبارہ زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔ اس دلیل کے بعد قسم کھا کر وعدہ مستحکم کرتا ہے کہ ہم ان کو مرنے کے بعد ضرور جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی جو انہیں گمراہ کر رہے ہیں اس کے بعد ان سب کو جہنم کے کنارے پر حاضر کریں گے اور یہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے جس طرح غم و فکر میں بیٹھتے ہیں پھر کفار کے ہر فریق میں سے متکبر و گمراہ کنندوں کو چھانٹ چھانٹ کر بہت خواری کے ساتھ جہنم میں داخل کریں گے (شیعۃ فعلۃ کفرقۃ وفسقۃ الطائفۃ التی شاعت)۔

وان منکم الا واردھا الی قولہ جثیا بعض مفسرین کہتے ہیں کہ منکم سے مراد کفار ہیں ان کو اولاً غائب کے صیغوں سے یاد کیا تھا پھر حاضر کے صیغوں سے خطاب کیا کیوں کہ اہل ایمان دوزخ میں وارد یعنی داخل نہ ہوں گے۔ لقولہ تعالیٰ اولئک عنھا مبعدون وقولہ لا یسمعون حسیسھا لیکن اکثر کہتے ہیں کہ مؤمن و کفار سب کے لیے خطاب عام ہے مگر اہل ایمان کا ورود اس میں داخل ہونا نہیں بلکہ اس کا ملاحظہ اور معائنہ کرنا اور اس کے پاس سے ہو کر گزر جانا ہے جیسا کہ جملہ ثم ننجی الذین اتقوا ۔ دلالت کرتا ہے اور بہت سی روایات صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے اور یہ اس لیے کہ اہل ایمان جنت میں اس تکلیف کے مکان کو یاد کر کے زیادہ شکریہ ادا کریں اور تاکہ جنت کی لذت بھی ان کو خوب معلوم ہو کیوں کہ راحت کا مزہ تکلیف کے مقابلہ میں معلوم ہوا کرتا ہے۔ واذا یتلیٰ ۔ حشر کے ان دلائل کے بعد مشرکین عرب یہ کہا کرتے تھے کہ اگر

[1] یعنی وجاہت اور سامان جس پر کافروں کو ناز ہے کچھ بھی نہیں چند روزہ ہے ہاں نیک اعمال ہی تادیر باقی رہتے ہیں اور خدا کے پاس جزاء اور بدلہ کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں نیکوں کو آخرت میں نیک بدلہ اور عمدہ مرتبہ اور بہتر مکان ملے گا جو سدا رہے گا ۱۲ منہ

ایسا بھی ہوا تو وہاں بھی ہم ہی اچھے رہیں گے جس طرح کہ یہاں مسلمانوں سے زیادہ ہم کو راحت و ثروت ہے وہاں بھی ہوگی اس کے جواب میں فرماتا ہے وکم اھلکنا الخ کہ دنیا میں ان سے بھی زیادہ دولت مند قومیں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کیا جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ دولت دنیا کچھ عند اللہ عزت کی بات نہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ دنیا میں ہمارا طریق خالقیت یہ ہے کہ مجرموں کو جلدی نہیں پکڑتے بلکہ فلیمدد لہ الرحمن (یہ صیغہ امر وجوب تحقیق کے لیے بمعنی مضارع ہے) اس کو اور ترقی دیتے ہیں یہاں تک کہ یا تو دنیا میں یا قبر میں مصیبت دیکھ لیتے ہیں یا قیامت میں۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى

(اے نبی) کیا تم نے اس کو نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو چھوڑ رکھا

الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ

ہے کہ وہ ان کو ابھارتے رہتے ہیں پس آپ ان کے لیے عذاب کی

عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ

جلدی نہ کیجیے ہم خود ان کی مدت گن رہے ہیں جس روز

نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾

کہ ہم پرہیزگاروں کو رحمن کے پاس مہمان بنا کے جمع کریں گے

وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾

اور گنہگاروں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانکیں گے

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ

وہ سفارش کی قدرت نہ رکھیں گے مگر وہ شخص کہ جس نے

عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ

رحمن کے پاس سے اجازت حاصل کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ رحمن

الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا

نے بیٹا بنا لیا ہے (کہو) یہ تو تم ایسی سخت بات گھڑ کر

إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ

لائے ہو کہ جس سے ابھی آسمان پھٹ

مِنْهُ وَتَنشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ

پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر

هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَن دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾

گر پڑیں اس بات پر کہ انہوں نے رحمن کے لیے بیٹا ثابت کیا

وَمَا يَنبَغِي لِلرَّحْمَٰنِ أَن يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾

اور رحمن کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنا دے

إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ

بھلا تم نے اس کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کا منکر ہو گیا اور کہتا ہے کہ مجھے ضرور

مَالًا وَوَلَدًا ﴿٧٧﴾ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ

مال اور اولاد ملے گی کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا اس نے اللہ

عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ

سے اقرار لے رکھا ہے ہرگز نہیں ہم لکھتے جاتے ہیں جو کچھ کہتا ہے

وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَنَرِثُهُ

اور اس کے لیے عذاب بڑھاتے جاتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتا ہے

مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوا

اس کے ہم وارث ہو جائیں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا اور مشرکوں نے اور

مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ

کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے حامی و مددگار

عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ

ہوں ہرگز نہیں وہ بہت جلد ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے

وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ ع ٥ ٨

اور وہ ان کے مخالف ہو جاویں گے

إِلَّا آتِي الرَّحْمَٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَّقَدْ أَحْصَاهُمْ

ان سب میں ایسا کوئی نہیں جو رحمٰن کا بندہ بن کر نہ آوے　　اللہ نے ان کو شمار کر رکھا ہے

وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ

اور ان کی گنتی گن رکھی ہے　　اور ہر ایک ان میں سے قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا

اس کے پاس تن تنہا آوے گا　　بے شک جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ

اور انہوں نے اچھے کام کیے ہیں عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت پیدا

وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ

کر دے گا　　سو ہم نے قرآن کو آپ کی زبان میں اس لیے آسان کر دیا ہے کہ آپ

بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾

پرہیزگاروں کو مژدہ سنا دیں اور جھگڑالو قوم کو خوف دلائیں

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هَلْ

اور ان سے پہلے کتنے ایک قرن ہلاک کر چکے ہیں بھلا

تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ

ان میں سے کوئی بھی نہیں دکھائی دیتا ہے یا کسی کی کچھ آواز بھی

رِكْزًا ﴿٩٨﴾

سنائی دیتی ہے؟

پہلے فرمایا تھا کہ ان بزرگواروں کے بعد ناخلف پیدا ہوئے۔ اب یہاں ایک ناخلف کی کیفیت بیان فرماتا ہے جس کو اقرایت سے شروع کرتا ہے جس کی بابت بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے کہ خبابؓ بن ارت کہتے ہیں کہ میں عاص بن وائل سہمی کے پاس تقاضے کے لیے گیا اس نے کہا تو محمدؐ کا منکر ہو جائے تو تیرا قرضہ دیدوں۔

میں نے کہا ہرگز نہ ہوگا یہاں تک کہ تو مر کر بھی جی اٹھے۔ اس نے کہا میں مر کر جب زندہ ہوں گا تو وہاں بھی میرے پاس مال و اولاد سب کچھ ہوگا وہاں تجھ کو دیدوں گا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ جو یہ کہتا ہے کیا اس کو علم غیب ہے یا خدا سے اس نے عہد لے لیا ہے سو یہ ہرگز نہیں ہم اس کے گناہ لکھتے جاتے ہیں اور دنیا کا مال و اسباب چھوڑ کر تنہا ہمارے پاس حاضر ہوگا اور جس طرح یہاں اس کو مال پر مال دیا جاتا ہے اس کی ناشکری میں عذاب پر عذاب دیا جائے گا اور اس افزائش اولاد و مال کو بتوں اور غیر اللہ کی پرستش کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور اس لیے آخرت کی بھلائی کی بھی ان سے امید رکھتے ہیں اور وہاں کی عزت کے ان سے جو یاں ہیں کلا یہ ان کا غلط خیال ہے جس طرح دنیا میں غیر خدا کوئی بھی عالم پر تصرف نہیں کر سکتا اسی طرح اس عالم میں عزت دینا تو درکنار ان کے وہ فرضی معبود ان کی عبادت ہی کا انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نہیں جانتے بلکہ ان کے مخالف بن جائیں گے یہ محض شیطانی خیالات ہیں جو ان مشرکوں کے دلوں میں شیطان ڈالتے ہیں اور ان کو بت پرستی کی طرف اکساتے رہتے ہیں اس نمک حرامی کی سزا کا ان کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اسے ہی اس کی جلدی نہ کیجیے اور وہ جزا و سزا کا اصلی وقت قیامت ہے۔ اب قیامت کا اجمالی حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ پرہیزگار جوق جوق خدا کی طرف انعام و اکرام کے لیے بلائے جائیں گے اور خدا کے مجرم، اس کے سوا دوسروں کو پوجنے والے اس کی حکم عدولی کرنے والے جوق جوق جہنم کی طرف ہانکے جاویں گے اور وہاں کوئی بھی کسی کے لیے سفارش کرنے میں لب کشائی نہ کر سکے گا مگر جس کے لیے خدا کے ہاں اقرار ہو چکا ہے حضرات انبیاء

ع ۵ الصف

لہ وہ محبوب خلائق ہو جائیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اولیاء و صلحاء لیکن وہ بھی کس کے لیے صرف انہیں کے لیے جنہوں نے دنیا میں خدا پرستی و ایمان کے سبب اپنے خدا کے پاس عہد مغفرت قائم کرالیا ہے وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سے اور دیگر ناخلفوں کا بیان فرماتا ہے جو خدا تعالیٰ کے لیے بیٹا ثابت کرتے ہیں جیسا کہ نصاریٰ وغیرہ۔ فرماتا ہے یہ بڑی سخت بات ہے کہ جس سے آسمان پھٹ پڑے اور زمین شق ہو جائے کیوں کہ یہ اس کی شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو بھی بیٹا بنائے یہ اس کے تقدس اور وجوب وجود کے سراسر خلاف ہے کس لیے کہ آسمان و زمین کی سب مخلوق اس کے آگے غلاموں کی طرح دست بستہ ہے پھر اس کو بیٹا بنا کر اپنا پشت و پناہ بنانا فضول ہے اس پر عتاب کرتا ہے کہ ہم نے ان سب کو شمار کر رکھا ہے مجرم ہماری نگاہوں میں ہیں روز بار قیامت میں ہر ایک تن تنہا حاضر ہوگا اولاد و مال اور ان کے معبود کوئی بھی ساتھ نہ ہوگا۔ اس کے بعد ایمان و اعمال صالحہ کی خوبی بیان فرماتا ہے ان الذین امنوا کہ اے ایمان دارو! نیکوکاروں میں خدا باہمی محبت پیدا کرے گا دنیا میں بھی ایک دوسرے سے محبت رکھتا ہے اور آخرت میں بھی رکھے گا کس لیے کہ سب کا مقصد خدائے واحد ہے۔ برخلاف بت پرستوں بدکاروں کے کہ ان کے اغراض مخالف ہیں اس لیے وہاں بھی ان میں محبت حقیقی نہ ہوگی ایک دوسرے پر لعنت کرے گا۔ اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ خدا ان لوگوں سے محبت کرے گا اور مشرکوں کو بنظر قہر دیکھے گا۔ اور یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ ان کی محبت مخلوق کے دل میں ڈالے گا۔

اہل مکہ کہتے تھے کہ عربی میں کیوں قرآن اترا اس کے جواب میں فرماتا ہے اس لیے کہ ان جھگڑالوؤں کو سمجھایا جاوے، اگر عربی زبان نہ ہوتی تو عرب کچھ بھی نہ سمجھتے۔ اس کے بعد ان کے غرور حشم پر تازیانہ مارتا ہے کہ ہم نے ان سے بھی بڑھ بڑھ کر قومیں غارت کر دی ہیں بھلا ان کا کوئی بھی نام و نشان باقی ہے؟

سُوْرَۃُ طٰہٰ

مکیۃ ہے اس میں ایک سو پینتیس آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طٰہٰ ۝۱ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ

(اے نبی) ہم نے تم پر اس لیے قرآن نازل نہیں کیا کہ

لِتَشْقٰٓی ۝۲ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی ۝۳

تم زحمت اٹھاؤ　بلکہ وہ تو ایک نصیحت ہے اس کے لیے جو خدا سے ڈرتا ہے

تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ

(اور یہ) اس کی طرف سے نازل ہوا ہے کہ جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو

الْعُلٰی ۝۴ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝۵

پیدا کیا　رحمٰن نے جو عرش پر جلوہ گر ہے

ف استوٰی قال ثعلب والزجاج والفراء الاستواء الاقبال علی الشئ وقیل ہو کنایۃ عن العز والملک والسلطان واما الاستواء بمعنی استقر فلم یثبت۔ والارجح استواء لیق بہ فانہ من صفاتہ تعالیٰ و کیفیتہ مجہول ۱۲ منہ

ف علی العرش استوٰی پر فرقۂ آریہ وغیرہ بابت کچھ اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے خدا کا مجسم اور متمکن ہونا ثابت ہے جو اس کے تقدس کے خلاف ہے۔ مگر اس گروہ نے اور ان لوگوں نے کہ جن کی تقلید سے یہ اعتراض کیا ہے مفسرین کے اقوال پر نظر نہیں کی نہ علماء کی ان تحقیقات کو سنا جو اس مسئلہ کی بابت ہوئی ہے۔ قدماء کہتے ہیں کہ اس لفظ پر ہمارا ایمان ہے اور استوٰی سے وہی استوٰی مراد ہے جو اس کی شان کے لائق ہے نہ وہ جو اس کے خلاف ہے۔ متاخرین کہتے ہیں کہ عرش سے مراد کوئی لکڑی یا سونے چاندی کا تخت نہیں کہ خدا اس پر بیٹھا ہو وہ اس سے منزہ پاک ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَ

اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور

مَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝٦ وَاِنْ

جو کچھ کہ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ کہ تحت الثریٰ میں ہے۔ (اور اے مخاطب) اگر تو

تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ

پکار کر بات کہے (تو کیا) وہ تو مخفی اور اس سے بھی مخفی بات

اَخْفٰى ۝٧ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ

جانتا ہے وہی اللہ ہے کہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اس کے

الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝٨

سب نام اچھے ہیں۔

ترکیب

الا تذکرۃ استثناء منقطع ہے لٰے لکن انزلناہ للتذکرۃ وقیل ہو مصدر اے لکن ذکر نا بتذکرۃ۔ تنزیلا بدل من اللفظ بفعلہ الناصب لہٗ۔ العلی جمع علیا تانیث اعلیٰ۔ الرحمٰن بالجر بھی پڑھا جاتا ہے صفۃ لمن خلق فیکون علی العرش استوی خبرا محذوفا اے ہو۔ وکذا ان رفع علی المدح دون الابتداء۔

تفسیر

ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ مکہ میں ابتداء نزول قرآن کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں کبھی اس پاؤں پر کبھی اس پاؤں پر کھڑے ہو کر اس قدر طویل قیام کرتے تھے کہ قدم مبارک ورم کر آتے تھے جس کو دیکھ کر کفار قریش کہتے تھے کہ اس پر قرآن کیا نازل ہوا زحمت میں پڑ گیا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ قرآن سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس قدر وعظ و پند فرماتے تھے کہ نفس کے سب آرام جاتے رہے تھے اس پر کفار کے جھگڑے مزید برآں تھے تب کفار کہنے لگے کہ قرآن کیا اترا یہ شخص مشقت و مصیبت میں پڑ گیا۔ طٰہٰ حروف مقطعات ہیں جن کی بحث مقدمۂ تفسیر میں ہو چکی۔

فرماتا ہے کہ اے نبی میں نے قرآن اس لیے نہیں نازل کیا کہ آپ مصیبت میں پڑ جاؤ بلکہ خدا ترس لوگوں کے لیے نصیحت کرنے کے لیے۔ اور یہ کسی ایسے ویسے کا نازل کیا ہوا نہیں ہے بلکہ اس کا کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس نے تخت حکومت پر بیٹھ کر تمام عالم کی تدبیر کی سب کا بندوبست وافی کر دیا الرحمٰن علی العرش

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بلکہ یہ کنایہ ہے جس سے مراد تخت حکومت ہے۔ استوی سے مراد اس پر اس کا متصرفانہ و دراثتہ تسلط ہے مخلوق کو پیدا کیا آسمان و زمین سب کچھ بنایا پھر ان پر حکومت و تصرف اور ان کی تدبیر و ترتیب کی۔ عرش سے مراد ایک ایسا آسمان لیا جاوے جو سب کے اوپر ہے اور سب کو محیط ہے جس نے عالم ناسوت کا احاطہ کر لیا ہے پھر اس کے اوپر عالم ملکوت و ناسوت اور لاہوت بھی ہے جہاں ملائکہ مقربین اور سب سے ورا۔ الورا۔ ذات پاک ہے اس بات کو شرع نے بطور کنایہ کے بادشاہوں کے تخت پر بیٹھنے اور حضوری میں ملائکہ کے کھڑے رہنے سے اور تخت کو آٹھ فرشتوں کے سر پر اٹھائے رکھنے سے تعبیر کیا ہے اور ایسے باریک اسرار استعاروں اور کنایوں اور تشبیہوں سے بیان کیے جاتے ہیں پھر اس کو ظاہر پر محمول کر کے اعتراض کرنا معترض کے خود فہم کا قصور ہے اور سمجھا ہے تو اسی کی نفسی ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) ف الثریٰ التراب الندی فان لم یکن ندیا فھو تراب المراد مرکز الارض فانہ تحت حقیقی من کل جہۃ وقیل المراد بہ الثریٰ الذی تحت الصخرۃ التی علیھا ثور فانہ من الاسرائیلیات لا تلتفت الیہ الجہر رفع الصوت والسر خلافہ واخفی ما اخطر ببالہ وقیل السر اخفی الانسان فی نفسہ الاخفی اخفی علی ابن آدم ۱۲ منہ

أَنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيٓ أٰتِيكُم مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ
آگ دکھائی دی ہے شاید کہ میں اس میں سے تمہارے پاس کوئی چنگاری لاؤں
أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾ فَلَمَّآ أَتٰىهَا
یا وہاں کسی راہبر کو پاؤں پھر جب اس کے پاس آئے
نُودِيَ يٰمُوسٰٓى ﴿١١﴾ إِنِّيٓ أَنَا رَبُّكَ
تو آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں ہوں تمہارا رب
فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۖ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ
پس تم اپنی جوتیاں اتار لو کیونکہ تم پاک وادی میں ہو جو
طُوًى ﴿١٢﴾ وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا
طوی ہے اور میں نے تم کو برگزیدہ کیا پس جو کچھ وحی کی جاتی ہے اس کو
يُوحٰى ﴿١٣﴾ إِنَّنِيٓ أَنَا اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا
غور سے سنو کہ میں ہی تو اللہ ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں
فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي ﴿١٤﴾
پس میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کے لیے نماز پڑھا کرو
إِنَّ السَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزٰى
بے شک قیامت آنے والی ہے ہم اسکو مخفی رکھنا چاہتے ہیں تاکہ ہر ایک کو
كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿١٥﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ
اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے پھر یہ نہ ہو کہ جو شخص اس کا یقین
عَنْهَا مَن لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ
نہیں کرتا اور وہ اپنی خواہش پر چلتا ہے تم کو اس کے خیال سے باز رکھے
فَتَرْدٰى ﴿١٦﴾ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ
پھر تم تباہ ہو جاؤ اور اے موسیٰ! تمہارے داہنے ہاتھ میں یہ
يٰمُوسٰى ﴿١٧﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۖ أَتَوَكَّؤُا
کیا چیز ہے؟ کہا یہ میرا عصا ہے اس پر سہارا لگاتا
عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِي وَلِيَ
ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے واسطے پتے جھاڑا کرتا ہوں اور میرے لیے

استویٰ چونکہ وہ رحمٰن ہے اس کی رحمت کا مقتضیٰ یہ بھی ہوا کہ اس نے اپنے بندوں کی اصلاح آخرت اور تزکیۂ ارواح و نفوس کے لیے قرآن نازل کیا وہ ان کی تدبیر سے کیوں ساکت رہتا کیوں کہ ما فی السمٰوٰت زمین و آسمانوں میں جو کچھ ہے سب اسی کی مخلوق اسی کی ملک ہے سب پر اس کی نظر رحمت ہے ہر چیز کی حاجت روا کرتا ہے انسان کی حاجت معلم روحانی و صحیفہ آسمانی کی طرف اشد ہے۔ الثریٰ زمین کے نیچے کے طبقہ کو کہتے ہیں۔

ان آیات میں جس طرح اس کی قدرت و ارادے کا ثبوت ہے اسی طرح اس کی رحمت کا بھی کہ جس کی وجہ سے قرآن نازل ہوا مگر قدرت و ارادہ علم بغیر ممکن نہیں اس لیے صفت علم کے ثبوت کے لیے فرماتا ہے وان تجھر بالقول فانہ یعلم السر واخفیٰ (بیضاوی) اگر تو دعا و ذکر کا رکھ کر کرے تو اس کو اس کی حاجت نہیں کیونکہ اس کو پوشیدہ بات جو بہت آہستہ کہی جاتی ہے اور وہ جو اس سے بھی مخفی ہو یعنی دل کی بات سب معلوم ہے۔

اور جب کہ یہ ثابت ہو گیا کہ وہ تمام صفات الوہیت کو جامع ہے تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خدائی خاص اسی کا حصہ ہے اس لیے فرمایا اللہ لا الٰہ الا ھو اور چونکہ رحمٰن کے نام سے وہ چونکتے تھے تو فرمایا کہ لہ الاسماء الحسنیٰ کہ اس کے سب نام نیک اور عمدہ ہیں رحمٰن کسی اور کا نام نہیں یہ بھی اسی کا نام ہے جو مقام رحمت پر استعمال کیا گیا ہے، واللہ اعلم۔

وَهَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ مُوسٰى ﴿٩﴾ إِذْ
اور کیا تمہیں موسیٰ کی بات بھی پہنچی (معلوم ہوئی) جب کہ
رَأَى نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوٓا إِنِّيٓ
اس نے آگ دیکھی تو اپنی گھر والی سے کہا کہ ٹھیرو مجھے

ع ۱

فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ ﴿١٨﴾ قَالَ أَلْقِهَا

اس میں اور بھی فائدے ہیں　فرمایا　اے موسیٰ

يَٰمُوسَىٰ ﴿١٩﴾ فَأَلْقَىٰهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ

اس کو ڈال دو　پھر اس کو موسیٰ نے ڈال دیا تو جب ہی وہ سانپ بن کر

تَسْعَىٰ ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ

دوڑنے لگا　فرمایا　اس کو پکڑ لو　اور مت　ڈرو

سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا ٱلْأُولَىٰ ﴿٢١﴾ وَ

ہم اس کو ابھی اس کی پہلی حالت پر کیے دیتے ہیں　اور

ٱضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ

اپنا ہاتھ　اپنی بغل میں　رکھ لو　تو نکلے اس کے کہ

بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوٓءٍ ءَايَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾

اس میں کوئی عیب ہو ایک اور دوسری نشانی ہو کر چمکتا ہوا نکلے گا

لِنُرِيَكَ مِنْ ءَايَٰتِنَا ٱلْكُبْرَى ﴿٢٣﴾

تاکہ ہم تمہیں اپنی بڑی نشانیوں میں سے (اور بھی کچھ) دکھائیں

ع ۱۰

ٱذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُۥ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾

فرعون کے پاس　جاؤ　وہ سرکش ہو گیا ہے۔

ترکیب

اذ ظرف ہے حدیث کا یا مفعول اذکر ھدی اسی ہادیا یدلنی علی الطریق۔ نودی کا مفعول مالم یسم فاعلہ محذوف ای نودی یا موسیٰ الصبیان مدار طوی اسم علم للوادی وھو بدل منہ لذکری متعلق ہے اقم سے لتجزی لام متعلق ہے آیۃ سے سیرتھا منصوب بنزع الخافض ای الی حالتہا بیضاء حال ہے من غیر سوء متعلق ہے تخرج سے۔

تفسیر

قرآن کے نازل ہونے سے کفار سخت متعجب تھے۔ اس لیے اس کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سبب قرار دیتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہونے کے یہود و نصاریٰ اور ان کے اتباع کفار عرب بھی قائل تھے اس لیے یہاں سے موسیٰ کا قصہ بیان فرماتا ہے کہ دیکھو ان کو کس طرح سے الہام ہوا آگ لینے گئے تھے نبوت مل گئی یہ اس کے فضل کی بات ہے پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا نے تمام عالم کو تاریکی کے پردوں سے نکالنے کے لیے قرآن نازل کیا تو کیا تعجب ہے؟ یہ ہے موسیٰ کے بیان کرنے کا باعث۔

اذ رای ناراً الخ اس وقت کا ذکر ہے کہ جب موسیٰ مدین سے اپنی بیوی کو لے کر مصر کو جا رہے ہیں راستہ میں رات میں بیوی کو سردی معلوم ہوئی موسیٰ کو دور سے ایک آگ کا شعلہ نظر آیا یہ آگ لینے وہاں گئے اور یہ بھی سمجھے کہ ضرور یہاں کوئی آدمی ہوگا اس سے رستہ بھی ملے گا مگر جب وہاں پہنچے تو ایک سبز درخت سے شعلہ نظر آیا پس وہ بھی تعجب ہوا دراصل وہ آگ نہ تھی نور الٰہی تھی تب موسیٰ کو آواز دی گئی فرشتے نے آواز دی یا خدا تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوئی جیسی ندا کہ اس کی ذات کے لائق ہو تب خدا سے کلام اور الہام شروع ہوا پھر آیات میں آخر تک اسی کا ذکر ہے جو موسیٰ اور خدائے تعالیٰ سے باہم کلام ہوا۔ جوتیاں نکالنے کو فرمایا ادب کے لحاظ سے کیوں کہ وہ مقام وادی مقدس میں طوی ہے جو کوہ طور کے پاس ہے۔ ثابت ہوا کہ مقامات مقدسہ میں جوتیاں اتار لینا گو پاک ہوں ادب کی بات ہے۔ بعض کہتے ہیں جوتیوں میں ناپاکی تھی یا گدھے کے کچے چمڑے کی تھیں اس لیے اتارنے کو فرمایا۔ حضرت موسیٰ کو اس موقع پر خدا تعالیٰ نے یہ اصول دین تعلیم فرمائے اول انی انا اللہ کہ میں ہی ایک الٰہ ہوں

میرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ یہ توحید ہے۔ اس لیے فرمایا فاعبدنی کہ میری ہی عبادت کرنا، یہ دوسری بات تھی۔ عبادت عام ہے ذکر ہو مراقبہ ہو دعا ہو حاجات میں پکارنا ہو مدد مانگنا ہو زکوٰۃ و خیرات ہو یہ احکام شریعت انہیں میں احکام عشرہ بھی آگئے جن کی بابت کوہ طور پر تاکید ہوئی پھر اس میں سے اقم الصلوٰۃ لذکری بالخصوص موکد فرمایا۔ تیسری بات ان الساعۃ کہ قیامت ضرور قائم ہونے والی ہے جس کو میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں وقت اور سال مقرر نہیں کرتا تاکہ خدا پرستوں کو ہر وقت کھٹکا لگا رہے۔ شریعت و عبادت کے حکم کے بعد قیامت کی خبر دینا اس بات پر تنبیہ ہے کہ یہ عبث کام نہیں اس کے ثمرات نئی زندگانی میں جو جاودانی ہوگی ضرور ملیں گے۔ چوتھی بات فلا یصدنک اس پر قائم رہنا کسی جبار منکر نفس کے مرید کے اثر اور روک سے اس سے باز نہ آنا یہ استقامت اور ثابت قدمی ہے جو دین کے لیے ضروری ہے اور اس لیے بھی تاکید کی کہ انہیں ایک جبار دنیا پرست کے پاس پیغام لے کر جانا تھا۔ اس کے بعد اس کے پاس پہنچنے کی تمہید شروع ہوتی ہے۔ فقال وما تلک کہ تمہارے ہاتھ میں یہ کیا ہے۔ خدا کو معلوم تھا مگر اس پر ایک معجزہ دینا تھا اس لیے پوچھا۔ موسیٰ نے کہا میرا عصا ہے جس سے یہ یہ کام لیتا ہوں بے کار لٹھ لیے نہیں پھرتا ہوں۔ حکم دیا کہ اس کو زمین پر ڈال دے، ڈالا تو سانپ بن کر پھن پھنانے لگا۔ موسیٰ ڈر گئے۔ فرمایا مت ڈرو۔ اس کو اٹھایا تو پھر وہی عصا تھا۔ یہ ایک معجزہ عطا ہوا۔ پھر فرمایا اپنی بغل میں ہاتھ دبا کر باہر نکالو تو آفتاب کی طرح چمکنے لگا۔ یہ دو معجزے ان کو ان کی صداقت کے نشان میں عطا ہوئے۔ پہلے میں جبروت الٰہی کا اظہار تھا جو فرعون جیسے سرکش کے لیے ضروری بات تھی دوسرے میں رہ نمائی اور روشنی کی طرف اشارہ تھا جو مقصود انبیاء

علیہم السلام ہے اس کے بعد حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور یہ کہو اس لیے کہ وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَ

عرض کیا کہ اے رب　میرا دل　کھول دے　اور

يَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً

میرے کام کو آسان کر دے　اور میری زبان سے گرہ

مِّن لِّسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾

کھول دے　تاکہ وہ میری بات سمجھیں

وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ﴿٢٩﴾

اور میرے کنبہ میں سے کسی کو وزیر بھی کر دے

هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿٣١﴾

میرے بھائی ہارون کو　اس سے میری کمر مضبوط کر دے

وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ

اور اس کو میرے کام میں شریک کر　تاکہ ہم تیری تقدیس

كَثِيرًا ﴿٣٣﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾

بہت کیا کریں　اور تجھ کو بہت یاد کیا کریں

إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ

تو ہی تو ہے جو ہم کو خوب دیکھ رہا ہے　فرمایا

قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾ وَ

اے موسیٰ تیری درخواست منظور　اور

لَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿٣٧﴾

ہم تو تم پر　بار بار احسان کر چکے ہیں

إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿٣٨﴾

جب کہ تمہاری ماں کی طرف ہم نے جو کچھ الہام کرنے کا تھا الہام کیا تھا

أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ

وہ یہ کہ اس کو (موسیٰ کو) صندوق میں بند کر کے دریا میں

فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ

ڈال دے پھر دریا آپ اس کو کنارہ پر ڈال دے گا کہ اس کو میرا

عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ

اور اس کا دشمن پکڑ لے گا (فرعون)۔ اور اے موسیٰ تجھ پر ہم نے اپنی محبت

مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿٣٩﴾

ڈال دی تھی (تاکہ جو دیکھے تجھ کو پیار کرے) اور تاکہ میرے سامنے پرورش پائے۔

إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ

جب کہ اے موسیٰ تمہاری بہن کہتی جا رہی تھی کہ کہو تو میں تم کو ایسی آنا بتاؤں جو

عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ

اس کو اچھی طرح پرورش کرے پس اس طور سے اے موسیٰ ہم نے تم کو تمہاری ماں

كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ

کے پاس پہنچا دیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائے اور اے موسیٰ تم نے

نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ

ایک شخص کو مار ڈالا تھا پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی اور ہم نے تم کو بار بار

فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ

آزمائش میں ڈالا پھر تو تم برسوں مدین کے لوگوں میں

مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ ﴿٤٠﴾

رہے پھر تم اے موسیٰ وقت معین پر پھر آئے

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ﴿٤١﴾ اذْهَبْ

اور تم کو میں نے خاص اپنے لیے پسند کر لیا ہے تم اور تمہارا بھائی

أَنتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي

دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی

ذِكْرِي ﴿٤٢﴾ اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

نہ کرنا تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ

إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٤٣﴾

کیونکہ اس نے سر اٹھا رکھا ہے۔

تفسیر

جب موسیٰ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہو کر شرف نبوت پا چکے تھے تو یہ چار چیزیں طلب کیں (۱) اشرح لی صدری نبی کو عالم کی اصلاح کرنی پڑتی ہے طرح طرح کی سختیاں اٹھانی پڑتی ہیں روحانی احکام کی تعلیم اور اخلاق حمیدہ کی ترغیب دینا اور اس کے تحمل کی آنکھوں میں حقارت پیدا کر دیتا ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں جب ہوتی ہیں کہ جب خدا دل کو کھول دے اس کے دل سے حجابات ظلمانیہ جو اس کی بستگی کا باعث ہیں اٹھ جاویں۔ اس کو شرح صدر کہتے ہیں دیسرلی اسی کی تشریح ہے۔

(۲) واحلل یہ ظاہری اصلاح کی دعا تھی جیسا کہ اول باطن سے متعلق تھی۔ حضرت موسیٰ کی زبان پر لکنت تھی بعض کہتے ہیں پیدائشی بعض کہتے ہیں لڑکپن میں جب کہ کھیلتے ہوئے فرعون کو لکڑی مار بیٹھے یا اس کی داڑھی نوچ تھی تو اس نے مارنے کا قصد کیا تھا اس کی بیوی آسیہ نے سفارش کی کہ نادان بچہ ہے۔ اس نے امتحان کے لیے ایک طرف آگ اور ایک طرف یاقوت رکھ دیے۔ موسیٰ نے آگ منہ میں ڈال لی جس سے زبان پر لکنت پیدا ہو گئی۔ اور ممکن ہے کہ امراض دماغ ان بیماریوں کے سامنے انسان کی زبان پر ہیبت میں آکر گرہ لگ جایا کرتی ہے صاف صاف نہیں کہہ سکتا اس گرہ کے کھولنے کی دعا کی ہو۔

(۳) واجعل لی کہ ہارون کو میرا وزیر یعنی کارکن کر دے اشدد بہ اس کی تشریح ہے۔

(۴) واشرکہ فی امری اس کو بھی کر دے۔ ان باتوں کو خدا تعالیٰ نے منظور کر لیا اور فرمایا کہ ہم نے تجھ پر اے موسیٰ دوبارہ احسان کیا ایک بار یہ اور ایک بار وہ جس کا بیان اذ اوحینا الی سے لے کر واصطنعتک لنفسی تک ہے۔

یہ احسانات موسیٰ کی ولادت اور فرعون کے گھر میں پرورش پانے اور قبطی کو مار کر مدین جا کر برسوں رہنے کے متعلق ہیں جن کی تفسیر ہم تفسیر سورۂ بقرہ میں کر آئے ہیں۔ و القیت علیک محبۃ منی ای محبۃ منی قد ذرعتھا فی القلوب بحیث لا یکاد یصبر عنک من رآک (بیضاوی) یعنی تجھ کو محبوب کر دیا فرعون بھی تجھ پر شیفتہ ہو گیا تھا۔ معنی القیت سے متعلق ہو گا تو یہ معنی ہوں گے کہ میں نے تجھ سے محبت کی۔ ولتصنع علی عینی لترفی ویحسن الیک وانا راعیک ومراقبک ای تربی بحفظی والعطف علی علک مضمرۃ مثل لیتعطف علیک لوجدت علی قدر قدر کے دو معنی ایک قدرت کے کہ اے موسیٰ ہماری قدرت سے تو اس جگہ آیا یعنی ہم تجھ کو یہاں کلام کرنے کے موقع میں لائے۔

دوم مقدار معین کے یعنی مدت معین کے بعد تو آیا تو میں نے تجھ کو اپنے لیے منتخب کر لیا ہے۔ اب تم دونوں بھائی فرعون کے پاس جاؤ اور ہماری آیات یعنی معجزات تمہاری شہادت کے لیے تمہارے ساتھ ہیں اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ ذکر الٰہی میں ایک بڑی قوت ہے جس سے ہیبت اور وقار پیدا ہوتا ہے گردن کشوں کی گردنیں سامنے جھک جاتی ہیں دل میں قوت اور کام میں سہولت پیدا ہوتی ہے روحانیت کا غلبہ رہتا ہے جس سے بڑے بڑے کام سرانجام پاتے ہیں۔

کلام تمام کر کے فرماتا ہے اذھب انت واخوک کہ اے موسیٰ تم اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لے کر فرعون کے پاس جاؤ اور

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ

پس اس سے (جا کر) نرمی سے بات کرنا شاید وہ سمجھ جائے

أَوْ يَخْشَىٰ ﴿٤٤﴾ قَالَا رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَافُ أَن

اور خدا سے ڈرے۔ ان دونوں نے عرض کی کہ اے رب ہمیں خوف ہے کہ کہیں

يَفْرُطَ عَلَيْنَا أَوْ أَن يَطْغَىٰ ﴿٤٥﴾ قَالَ

وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا سرکشی کرنے لگے فرمایا کہ

لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ﴿٤٦﴾

ڈرو مت میں تو تمہارے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہوں

فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ

پس تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کے رب کی طرف سے پیغام لے کر آئے ہیں

فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا

کہ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دیجئے اور ان کو کسی طرح

تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِّن

کی تکلیف نہ دو البتہ ہم آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے نشانی

رَّبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ ﴿٤٧﴾

لے کر آئے ہیں اور سلامتی اس کے لیے ہے جو راہ راست پر چلے

إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ

بے شک ہم پر حکم سنایا گیا ہے کہ عذاب اسی پر نازل ہو گا جو اللہ کے حکم کو

مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٤٨﴾ قَالَ فَمَن

جھٹلاوے اور منہ پھیرے (فرعون نے کہا اے موسیٰ

رَّبُّكُمَا يَا مُوسَىٰ ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِي

پھر تمہارا رب کون سا ہے؟ (موسیٰ نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے

أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ ﴿٥٠﴾

کہ جس نے ہر چیز کو اس کی صورت خاص عطا کی پھر رہنمائی کی

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ ﴿٥١﴾

(فرعون نے کہا پھر پہلے قرن والوں کا کیا حال ہے؟

ف ہر مخلوق کو ایک مناسب شکل دی ہے جو اس سے بہتر یا دوسری نہیں ہو سکتی تکمیل پیدائش کر کے ہر ایک کو اس کے مناسب اغراض کی رہنمائی کی۔

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ

(موسیٰ نے کہا) اس کی خبر تو میرے رب کے پاس کتاب میں ہے۔

لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِيْ

نہ میرا رب بہکتا ہے اور نہ بھولتا ہے وہ ہے کہ جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ

تمہارے لیے زمین کو فرش کر دیا اور اس میں

لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

تمہارے لیے رستے چلائے اور آسمان سے پانی

مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ

برسایا پھر اس سے ہر قسم کی مختلف نباتات

شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ

پیدا کیں۔ (اور اجازت دی کہ) کھاؤ اور اپنے چارپایوں کو بھی چراؤ

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۵۴﴾

بے شک عقل مندوں کے لیے تو اس میں بڑی نشانیاں ہیں۔

تفسیر

فقولا له قولا لینا اس سے نرمی سے بات کرنا۔ کیوں کہ عموماً نرمی نصیحت کے لیے ایسی ہے کہ جیسا جسم کے لیے روح۔ سختی سے دل پر اثر نہیں ہوتا خصوصاً جبار اور بھی بگڑ جاتے ہیں اس لیے فرمایا کہ لعله یتذکر او یخشیٰ موسیٰ نے از خود اپنے بھائی کی طرف سے بھی (کیوں کہ اس وقت ان کے بھائی ہارون مصر میں تھے) عذر کیا کہ ہمیں ان کے ظلم و سرکشی کا خوف ہے قال لا تخافا الخ خدا تعالیٰ نے ان کی تسلی کی لا تخافا الخ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں فاتیاه پس اس کے پاس جا کر فقولا یہ کہو انا رسولا ربك الخ یہاں سے لے کر من کذب و تولیٰ تک اسی پیغام کی تقریر ہے پھر قال فمن ربکما سے فرعون

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کا بیان ہے جو انہوں نے فرعون کے دربار میں کی تھی۔ اول فرعون نے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے؟ فرعون فرقہ صابیہ میں تھا جو ستاروں کی پرستش کیا کرتے تھے اور اہل مصر کا بھی غالباً یہی مذہب تھا وہ خدا تعالیٰ کے قائل تھے۔ پھر جو وہ انا ربکم الاعلیٰ کہتا تھا اور موسیٰ سے رب کے بارے میں سوال کرتا تھا غالباً اس کی یہ وجہ تھی کہ وہ اپنی شوکت و دولت اور ان طلسمات کے زور پر جو اس عہد میں تھے رعیت پر رعب جمانے کے لیے اپنے آپ کو رب کہتا تھا۔ جیسا کہ قدیم زمانے میں بعض بادشاہوں کا دستور تھا۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ ہمارا رب تو وہ ہے جس نے ہر ایک چیز کو اس کی مناسب صورت پر پیدا کیا۔ انسان اور اس کے ہر عضو کو خیال کیجیے جس موقع پر آنکھوں کا لگانا مناسب تھا وہاں آنکھیں لگائیں، کان کی جگہ کان ہر چیز میں یہی کاری گری ملحوظ ہے اعطیٰ کل شیء خلقه کے یہی معنی ہیں اور اسی لیے اس کی جگہ خلق کل شیء نہ کہا۔ پھر جسم کے اندر تو یہ صنعت کی ہی تھی لیکن ان کے مصالح دنیا و آخرت کے لیے ان کو قویٰ ظاہرہ و باطنہ بھی دیے کما قال ثم هدیٰ یہاں تک کہ مکھی اور مچھر بھی اپنی تدابیر سے غافل نہیں پھر یہ باتیں بجز مدبر عالم کے اور کون کر سکتا ہے؟ فرعون کو اس کا تو کچھ جواب نہ آیا مگر جاہلانہ طور پر یہ سوال کیا فما بال کہ پہلے لوگ صدہا برس سے اسی مذہب پر تھے بت پرستی کیا کرتے تھے پھر ان کا کیا حال ہوا ہوگا وہ تو سب گمراہ ٹھیرتے ہیں اور قابل عذاب۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا بھلا جواب دیا کہ ان کا حال تو خدا کو معلوم ہے۔ پھر آگے اور چند اوصاف اللہ تعالیٰ کے ایسے بیان کیے کہ جن سے فرعون کو یہ معلوم

ع ۲ / ۱۱

لے کل کا پرورش کرنے والا میں ہوں نہ کہ خدا۔ جبار بادشاہوں کا ایسا خیال کچھ بعید نہیں قوم ہنود کے اجاآوتار کہلاتے ہیں پوجے جاتے ہیں نمرود کا بھی یہی حال تھا۔

ہو جائے کہ دراصل رب اور ہی کوئی ہے جس نے زمین بنائی
رستے نکالے پانی برساتا ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا
ہم نے تم کو زمین ہی سے پیدا کیا اور پھر تم کو اسی میں لے جاویں گے اور اسی

نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ
سے تم کو بار دگر نکالیں گے　اور البتہ ہم نے فرعون

اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ
کو اپنی سب ہی نشانیاں تو دکھائیں پر وہ جھٹلاتا اور انکار ہی کرتا رہا کہنے لگا

اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ
اے موسیٰ تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو

يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ
کے زور سے نکال دے پھر ہم بھی تیرے مقابلہ میں ویسا ہی جادو لاتے ہیں

فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا
پس تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر کہ جس سے

نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾
نہ ہم خلاف کریں　اور نہ　تو ایک کھلے میدان میں (مقابلہ ہو)

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ
(موسیٰ نے) کہا تمہارا وقت　جشن کا دن ہے　اور لوگوں کو

يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ
دن چڑھے جمع کر لینا چاہیے　پھر فرعون نے اپنی جگہ پر

فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ
جا کر اپنے مکر کا سامان فراہم کیا اور وقت مقرر پر سب کو لے کر آیا　موسیٰ نے

مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ
(ان جادوگروں سے) کہا اور تم پر بختو!　خدا پر　بہتان　نہ

كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ
باندھو ورنہ وہ کسی عذاب سے تمہارا ستیاناس کر دے گا اور بے شک

خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْٓا
جس نے جھوٹ بنایا وہ غارت ہوا　پس جادوگروں کا باہم

اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾
اختلاف ہوا　اور چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے لگے

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ
کہنے لگے　یہ　دونوں　جادوگر ہیں　تم کو تمہارے

اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا
ملک سے اپنے جادو کے زور سے　نکالا چاہتے ہیں

وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا
اور تمہارے عمدہ طریق (مذہب کو بھی) مٹایا چاہتے ہیں　پھر تم اپنی تدبیریں

كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ
جمع کر کے (میدان میں) صف باندھ کر آؤ　اور جو آج دور رہا

الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى
وہی　بازی لے گیا　وہ بولے اے موسیٰ

اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ
یا تو اول تو ہی عصا ڈال　اور　یا یہ کہ　اول　ہم

مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا
ڈالیں　(موسیٰ نے کہا) بلکہ تم ہی ڈالو　پھر تو

حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ
ان کی رسیاں　اور لکڑیاں　ان کے جادو سے موسیٰ کو

لہ انتصاب مکانا سوی بفعل دل علیہ المصدر او بانہ بدل من موعدا علی تقدیر مکان مضاف الیہ ۱۲ منہ

ٹہ وہذان اسم ان حارث بن کعب کے محاورہ میں وہ مثنی کا اعراب تقدیری مانتے ہیں اور ممکن ہے کہ اسم ان ضمیر شان ہو و ہذان لساحران خبر۔ اور بعض کہتے ہیں ان بمعنی نعم وما بعد اس کا مبتدا و خبر ہے اور ابو عمرو نے ہذین پڑھا ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَاَوْجَسَ

دوڑتی ہوئی معلوم ہونے لگیں　جس سے

فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا

موسیٰ کو دل میں ڈر سا معلوم ہونے لگا　ہم نے کہا

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَ

ڈرو مت　تم ہی ڈر رہو گے　اور

اَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا

جو کچھ تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے اسے　زمین پر

صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ

ڈال　وہ جو کچھ جادوگروں نے (سانگ) بنایا ہے سب کو ہڑپ کر جائیگا

وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾

جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ تو صرف جادوگروں کا شعبدہ ہے اور جادوگر کو جہاں کہیں جائے

فلاح نہیں ہوتی۔

باہمی گفتگو کے بعد فرعون نے جب کہ دربار میں موسیٰ کے معجزے دیکھے یہ کہہ دیا کہ جادوگر ہے جادو کے زور سے لوگوں کو یہاں سے باہر لے جانا چاہتا ہے سو ہم بھی اس کے مقابلہ میں ایسا ہی سحر لا دیں گے۔ موسیٰ سے مقابلہ کی ٹھیری اور وقت مقرر کرایا موسیٰ نے کہا یوم الزینۃ جشن کا دن مصریوں کے ہاں سال بھر کے بعد ایک بڑا جشن ہوتا تھا جس طرح ہندوؤں کے میلے ہوتے ہیں بتوں کی پرستش کے لیے، یہ اس لیے کہ اس روز مجمع عام ہوگا سب لوگوں کو امر حق معلوم ہو جائیگا۔ فرعون نے جا بجا بڑے بڑے جادوگروں کے پاس آدمی بھیجے اور ان کو انعام کا وعدہ دیا۔ اس عہد میں طلسم و نیرنجات کا از حد چرچا تھا جیسا کہ مصر کی تاریخ اور فراعنہ کے تعمیر کردہ مکانات سے معلوم ہوتا ہے بڑے بڑے جادوگر جمع ہوئے اور آپس میں مشورے کرنے لگے۔ کوئی کہتا تھا یہ مقدس شخص ہے اس کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ یہ بھی ہمارے علم کا بڑا ماہر ہے۔ موسیٰ نے مقابلہ کے وقت انہیں سمجھایا کہ بدنصیبو! ایسی باتیں نہ کرو اور اس بت پرستی کو خدا کی طرف منسوب نہ کرو کہ اس نے حکم دیا ہے کیونکہ خدا پر جھوٹی باتیں بنانے والا فلاح نہیں پاتا۔ آخر کار مجمع عام میں جادوگروں نے موسیٰ سے کہا یا تو اول آپ اپنے عصا کا کچھ کرشمہ دکھائیے (کیونکہ معلوم ہو چکا تھا کہ فرعون کے دربار میں موسیٰ نے ہاتھ سے جب عصا ڈالا تو اژدہا بن گیا تھا) یا ہم ڈالیں۔ موسیٰ نے کہا تمہیں ڈالو۔ ان کے ڈالنے سے ان کی وہ رسیاں اور لکڑیاں طلسم یا کسی شعبدہ کی وجہ سے موسیٰ کو حرکت کرتی ہوئی دکھائی دینے لگیں اور موسیٰ دل میں ڈر گئے خدا تعالیٰ نے فرمایا مت ڈر تو ہی تو غالب رہے گا اور اپنا عصا تو بھی ہاتھ سے ڈال دے چنانچہ ڈالتے ہی اژدہا بن گیا اور ان کے سب سانپوں کو لقمہ کر گیا۔ فرماتا ہے کہ ساحر کو کہیں حق کے مقابلہ میں کامیابی اور فلاح ہوتی ہے جادوگروں نے جب یہ دیکھا کہ موسیٰ کا یہ کام جادو اور طلسم کی قوت سے بڑھ کر ہے (اور ہر فن کو اس کا اہل ہی خوب جانا کرتا ہے اور اسی لیے

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا

پھر تو جادوگر سجدہ میں گر کر کہنے لگے کہ ہم ہارون و موسیٰ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تب کچھ دقت نہیں اور حفص اور ابوبکر نے آن مخففہ پڑھا ہے ۱۲ منہ

لہ کید ساحر بالرفع علی ان ما موصولۃ و بالنصب علی ان ما کافۃ ۱۲ ابو محمد

بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿٥٠﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ
رب پر ایمان لائے (فرعون نے کہا کیا تم میری

لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ
اجازت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے بیشک یہ تو تمہارا بڑا

الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ
(استاد) ہے کہ جس نے تم کو جادو سکھایا ہے سو میں اب ضرور تمہارے ہاتھ

اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ
اور پاؤں کٹواتا ہوں ایک دایاں ایک بایاں اور

لَاُوَصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ
تم کو کھجور کے پیڑوں پر لٹکائے دیتا ہوں اور تم کو معلوم ہو

اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿٧١﴾ قَالُوْا لَنْ
کہ ہم میں کس کا عذاب سخت اور دیرپا ہے وہ بولے ہم تجھ کو

نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ
ہرگز ترجیح نہ دیں گے ان کھلی نشانیوں کے مقابلہ میں جو ہمارے پاس آچکیں

وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ
اور نہ اس کے مقابلہ میں کہ جس نے ہمیں بنایا ہے جو تجھ کو ناحق کرنے

اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾
تو تو صرف اسی زندگی دنیا پر حکم چلا سکتا ہے

اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ
بیشک ہم تو اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور

مَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ
اس کو بھی جو تو نے ہم سے زبردستی سے جادو کروایا ہے اور اللہ

خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿٧٣﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ
ہی بہتر اور باقی ہے جو کوئی اپنے رب کے پاس مجرم

مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا
ہو کر آوے گا سو اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ وہ مرے گا

وَلَا يَحْيٰى ﴿٧٤﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا
اور نہ زندہ ہی رہے گا اور جو اس کے پاس مؤمن ہو کر آئے گا

قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ
حالانکہ اس نے اچھے کام بھی کیے ہوں گے تو ان کے لیے

الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿٧٥﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ
بلند مرتبے ہوں گے (وہ کیا) ہمیشہ رہنے کے باغ

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہا

فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾
کریں گے اور یہ بدلہ ہے اس کا جو (آلایش گناہ سے) پاک ہو گیا

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ
اور ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ شب بیچ

بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي
بندوں کو (تو) اس لیے نکل پھر ان کے لیے دریا پر عصا مار کر سوکھا

الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا
رستہ بنا دو کہ جس میں نہ تعاقب کا اندیشہ تمہیں رہے گا اور نہ

تَخْشٰى ﴿٧٧﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ
ڈوبنے کا ڈر ہو گا پھر تو فرعون بھی اپنا لشکر لے کر ان کے پیچھے چل دیا

فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾
پھر تو ان کو یہ دریا کی موج نے جو ڈھانک لینا چاہیے تھا ڈھانک لیا

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿٧٩﴾
اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا تھا اور راہ پر نہ لایا۔

ع ۱۲

۱ بہت کر گیا ہاتھ پاؤں کٹوا ڈالیگا یا مروا ڈالیگا سو یہ چند روزہ ہی حیات ابدی کی کوئی سزا بھی تیرے اختیار میں نہیں۔ ۲ یعنی اس کی بخشش اور عطا تیرے انعام سے کہیں بہتر ہے اور اس کا عذاب بھی حیات جاودانی کے لحاظ سے بڑا دیرپا ہے ۱۲ منہ ۳ یعنی بنی اسرائیل کو جن کو فرعون نے مبتلائے مصائب

اس زمانہ کے موافق حضرت موسیٰ کو اس قسم کے معجزات دیے گئے تھے) تو سجدہ میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ موسیٰ اور ہارون کے رب پر ہم ایمان لائے۔ رب ہارون اس لیے کہا کہ وہ معبود حقیقی کو جھوٹے معبودوں سے امتیاز کر دیں کس لیے کہ ان کے عقائد میں بہت سے رب ٹھیرے ہوئے تھے فرعون بھی مصریوں کا رب کہلاتا تھا۔ اس بات پر فرعون سخت ناخوش ہوا کہ میری اجازت بغیر تم کیوں ایمان لائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری اور موسیٰ کی باہم سازش ہے وہ بڑا جادوگر تمہارا استاد معلوم ہوتا ہے۔ میں اول تو تمہارے ہاتھ پاؤں کٹواؤں گا من خلاف کہ دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں یا برعکس تاکہ دونوں طرف نکمی ہو جاویں۔ شاید اس زمانہ میں مجرموں کے ہاتھ پاؤں اسی طریق سے کاٹے جاتے تھے چنانچہ چور کی سزا میں شریعت محمدیہ میں بھی مکرر چوری کرنے پر ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد میں تمہیں کھجور کے بلند درختوں سے لٹکا دوں گا کہ تڑپ تڑپ کر وہیں جان نکلے۔ ساحروں نے کہ جن کے دل میں حلاوت ایمان اثر کر گئی تھی کہا اس کی ہم کو کچھ پروا نہیں، یہ دنیا کی سزا ہے جو تھوڑی سی دیر میں تمام ہو چکے گی مگر اس کے ڈر سے ہم اپنے پیدا کرنے والے کو اور ان دلائل قویہ یعنی معجزات موسیٰ اور اس کے دین کو نہ چھوڑیں گے ہم اللہ پر ایمان لا چکے ہیں ہمیں امید ہے کہ وہ ہمارے گناہ معاف کرے اور اس کو بھی جو تو نے زبردستی سے ہم سے جادو کرایا ہے اللہ کا انعام بہتر ہے وہ بندہ پر بے شمار انعام کرتا ہے اور ابقیٰ بھی ہے وہ ابدی ہے بخلاف تیرے عذاب کے کہ جس کو تو ابقیٰ اور اشد کہتا ہے یہ چند روزہ قصہ ہے۔

فانہ من یات سے لے کر ذلک جزاء من تزکی تک اللہ تعالیٰ ان ایمان داروں کی تائید میں فرماتا ہے اور ممکن ہے کہ یہ انہیں ایمان داروں کا قول ہو اور یہ بات کچھ تعجب کی نہیں کہ ایمان لاتے ہی ان جادوگروں پر دار آخرت کا یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ تجھ خدا کے پاس مجرم ہو کر آوے گا اس کی سزا جہنم ہے کہ جہاں نہ موت ہے نہ لطف حیات ہے۔ اور جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ خدا کے پاس جاوے گا ان کے لیے بڑے درجے ہوں گے جنت عدن کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی کس لیے کہ ان پر عالم غیب کا نور اور اس کا ازلی فیض پرتو افگن ہو گیا تھا اور ایسی حالت میں یہ بات معلوم ہو جانی کچھ مشکل بات نہیں۔ یا موسیٰ علیہ السلام سے سنا ہو گا۔

القصہ جب یہ ہو چکا اور جادوگروں کو فرعون نے اذیت سے قتل کیا تو اس کے بعد اور بھی موسیٰ نے معجزات دکھائے۔ آخر کار اس موذی نے بنی اسرائیل کو عید کرنے کی اجازت دی اس بہانہ سے بنی اسرائیل مرد و زن مع مال و اسباب بلکہ فرعونیوں کے زیور

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ

اے بنی اسرائیل البتہ ہم نے تم کو تمہارے دشمن

عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ

سے نجات بھی دی اور تم کو کوہ طور کی دائیں جانب سے وعدہ بھی

الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ

دیا تھا (توریت کا) اور تم پر من و سلویٰ بھی

السَّلْوٰى ۝٨٠ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا

اتارا تھا (اور فرمایا) کہ ہماری دی ہوئی پاک چیزوں میں سے

رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ

خوب کھاؤ (پیو) اور اس میں حکم عدولی نہ کرنا کہ تم پر میرا

عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ
غصہ اترے اور جس پر کہ میرا غصہ

غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ
اترا تو وہ گیا گزرا ہوا اور میں اس کے لیے غفار بھی ہوں

لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ
کہ جو توبہ کرے اور ایمان لاوے اور اچھے کام کرے پھر ہدایت

اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ
پر قائم بھی رہے اور (اے موسیٰ) تم کس لیے اپنی قوم سے

قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ
جلدی کر آئے موسیٰ نے کہا وہ بھی میرے پیچھے

عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ
یہ آرہے ہیں اور میں جلدی کر کے آپ کے پاس اس لیے آیا کہ

لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ
آپ خوش ہوں فرمایا کہ تمہارے پیچھے تمہاری قوم کو آزمائش میں ہم نے

مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾
ڈال دیا ہے اور اوہ یہ ہے کہ ان کو سامری نے گمراہ کر دیا ہے

فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ ع ۱۳
پھر موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے افسوس کرتے ہوئے

اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ
پھر گئے (آکر) کہا اے قوم کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ

رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ
نہیں کیا تھا پھر کیا تم پر بہت زمانہ

الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ
گزر گیا تھا یا تم نے یہ چاہا تھا کہ تم پر تمہارے رب کا

غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ
غصہ اترے پھر تم نے مجھ سے (کیوں)

مَّوْعِدِيْ ﴿٨٦﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا
وعدہ خلافی کی انہوں نے کہا ہم نے اپنے اختیار سے تم سے

مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا
وعدہ خلافی نہیں کی ولیکن قوم (قبط) کے زیوروں میں

مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ
سے جو کچھ (ہمارا تھا) ہم پر لاد دیا گیا تھا (سامری کے کہنے سے) اس کو ہم نے

اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ
آگ میں ڈال دیا تھا پھر سامری نے بھی اسی طرح ڈال دیا (اس سب زیور کو) سامری نے

عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ
ایک بچھڑے کا پتلا ڈھالا جس میں بچھڑے کی سی آواز بھی تھی تب (بعض) کہنے لگے

اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۙ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾
کہ یہی تو تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے پھر موسیٰ بھول گیا۔

اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ
انہیں یہ بھی نہ سوجھا کہ وہ پھر ہم نہ تو ان کی بات کا جواب

قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا
دے سکتا تھا اور نہ ان کے لیے نفع و نقصان کا

وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾
مالک تھا۔

بھی مانگ کر دور کے میدان میں نکلے وہاں موسیٰ کو حکم پہنچا کہ اب ان کو شبا شب ملک شام کی طرف لے نکل چنانچہ وہ سب چلے ادھر فرعون کو خبر ملی تو وہ بڑا لشکر لے کر پیچھے سے تعاقب کرتا ہوا آیا دریائے قلزم پر آگیا۔ بنی اسرائیل گھبرائے۔ خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ دریا پر عصا مار

لہ اور جب موسیٰ سبقت کر کے کوہ طور پر چڑھ آئے تو ہم نے کہا وما اعجلک کہ تم کس لیے آگے آئے

مارا تو پانی کی دونوں طرف دیوار سی کھڑی ہوگئیں حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل صاف نکل گئے ان کے پیچھے سے فرعون اور اس کا لشکر جو اسی رستہ سے آیا ان پر دریا مل گیا پانی نے ڈھانک لیا وہ سب غرق ہوگئے اور موسیٰ اور بنی اسرائیل کہ جن کی تعداد لاکھوں کی تھی قلزم کے اس پار صحیح و سلامت اتر آئے اور اس بیابان میں پڑے جو عرب کے مغرب و شمال اور شام کے جنوب میں واقع ہے جس کو تیہ کہتے ہیں اور یہیں کوہ طور بھی ہے۔

اب خدا تعالیٰ اس تیہ کے وقائع سے بنی اسرائیل کو متنبہ کرتا اور اپنے احسان یاد دلاتا ہے (۱) انجیناکم من عدوکم کہ اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اس کو غرق کیا تم کو صحیح و سلامت قلزم سے نکال دیا۔

(۲) وواعدنکم جانب الطور الایمن بنی اسرائیل کا ڈیرہ جب کوہ طور کے پاس پڑا تو وہاں خدا تعالیٰ نے موسیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ تو اس پہاڑ کی دائیں چوٹی پر جو سب میں بلند مقام ہے ہم سے آکر مل اور یہیں احکام عشرہ اور الواح ملنے کا وعدہ ہوا تھا جس کے لیے اول تیس رات پھر چالیس رات پہاڑ پر ٹھیرنے کا حکم ہوا تھا۔ یہ بھی بنی اسرائیل پر خدا کا احسان تھا کہ ان کے لیے توریت و الواح و دیگر نعمار دینیہ عطا ہوئیں۔

(۳) ونزلنا علیکم المن والسلوی جب ان لق دق بیابانوں میں کھانے کو کچھ نہ ملا تو خدا نے بنی اسرائیل پر من کو (جو ایک قسم کی شیرینی اور خوش مزہ چیز ترنجبین کی مانند تھی جس کی توؤں پر روٹیاں پکا پکا کر کھاتے تھے) اور سلوی کو (یعنی بٹیریں جو از خود رات کو ان کے خیموں میں آگرتی تھیں) نازل کیا اور یہ کہہ دیا کہ شوق سے کھاؤ مگر حد سے تجاوز نہ کرنا یعنی دن کا کھانا رات کے لیے اور رات کا دن کے لیے جمع نہ کرنا۔ بعض کہتے ہیں یہ مراد کہ ناشکری نہ کرنا کیوں کہ نعمت کے بعد شکر نہ کرنا حد سے تجاوز کرنا اور سرکشی کرنا ہے اگر ایسا کروگے تو تم پر میرا غضب نازل ہوگا۔ مگر بنی اسرائیل نے اس پر بھی ناشکری کی اور مورد عتاب ہوئے۔ اسی منزل میں خدا تعالیٰ نے موسیٰ کو پہاڑ پر بلایا اور ان کی قوم کو بھی حکم دیا کہ نہا دھو کر خدا کا جلال دیکھنے کے لیے پہاڑ کے قریب آجاویں جیسا کہ سفر خروج کے ۱۹ باب میں ہے۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ

حالانکہ ان سے ہارون پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ اے قوم

اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ

اس سے تو تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور رب تو تمہارا

الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا

رحمٰن ہے میری پیروی کرو اور میرا کہا

اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ

مانو وہ بولے ہم تو اس پھرے (کی عبادت) پر

عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾

اس وقت تک جمے بیٹھے رہیں گے جب تک کہ ہمارے پاس لوٹ کر موسیٰ نہ آجائے

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ

(موسیٰ نے آکر) کہا اے ہارون! جب تم نے ان کو گمراہ ہوتے

ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ

دیکھا تھا تو کس لیے میرے پیچھے نہ چلے آئے پھر کیا تم نے میری

اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ

عدول حکمی کی اس نے کہا اے میرے ماں جائے (بھائی) میری داڑھی

بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ

اور سر کے بال تو نہ پکڑو میں اس بات سے ڈر گیا کہ

أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ
کہ یہ کہنے لگنے کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا

وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ
اور میری بات کا انتظار بھی نہ کیا (پھر موسیٰ نے سامری سے کہا) کہ اے سامری

يَا سَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ
تجھے کیا ہوا تھا اس نے کہا مجھے وہ بات سوجھی جو ان کو

يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ
نہ سوجھی تھی پھر میں نے رسول کے نقش قدم کی ایک مٹھی مٹی

أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَٰلِكَ
کی لے کر (اس بچھڑے میں) ڈال دی میرے جی میں

سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ
ایسا ہی آیا تھا موسیٰ نے کہا جا دور ہو

فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَنْ تَقُولَ لَا
زندگی میں تو تیرے لیے یہی سزا ہے کہ تو کہتا پھرے کہ مجھے

مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهُ
کوئی نہ چھوئے اور تیرے لیے (عذاب کے) ایک اور بھی عذر ہے کہ جس کو تو ٹال نہ سکے گا

وَانظُرْ إِلَىٰ إِلَٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ
اور اپنے اس خدا کو بھی دیکھ لے کہ جس کی عبادت پر تو آس لگائے

عَاكِفًا لَّنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنسِفَنَّهُ فِي
ہوئے تھا کہ ہم اس کو ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بکھیر

الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ إِنَّمَا إِلَٰهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي
دیتے ہیں۔ (اے لوگو!) تمہارا معبود تو صرف اللہ ہی ہے کہ جس کے

لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾
سوا اور کوئی معبود نہیں جس کے علم میں ہر چیز ہے۔

اور موسیٰ سب سے آگے تنہا خدا کے پاس آئے جس پر خدا نے پوچھا کہ وما اعجلک عن قومک یا موسیٰ۔ اور خدا تعالیٰ کے پاس کوہ طور پر موسیٰ چالیس دن رات رہے (سفر خروج ۲۴ باب) اتنی دیر لگنے سے بنی اسرائیل نے غل مچایا کہ موسیٰ کہاں گئے کسی نے کہا مر گئے کسی نے کچھ کہا۔ اس میں ایک شخص نے کہ جس کا نام سامری تھا لوگوں سے کہا کہ آؤ میں تمہیں تمہارا معبود دکھاؤں کہ جو تمہیں مصر سے نکال لایا ہے تم میرے پاس سونے کا زیور لاؤ چنانچہ وہ اس کے پاس لائے اس نے اس کو ڈھال کر ایک بچھڑا بنایا اور اس میں ایک ایسا رستہ ہوا کے آنے جانے کا رکھا کہ جس سے گائے بیل کی آواز جیسی آواز پیدا ہوتی تھی یہ دیکھ کر بنی اسرائیل جو مصر میں مصریوں کو گائے بیل پوجتے دیکھا کرتے تھے اس پر گرویدہ ہو گئے قربانیاں چڑھانے اس کی عبادت کرنے لگے حضرت ہارون علیہ السلام نے ہر چند سمجھایا مگر وہ کب مانتے تھے۔ اس بات سے خدا تعالیٰ نے کوہ طور پر موسیٰ کو خبردار کیا کہ دیکھ تیرے پیچھے تیری قوم گمراہ ہو گئی سامری نے ان کو گمراہ کر دیا۔ یہ سن کر موسیٰ غصہ سے بھرے ہوئے ان کے پاس آ کر ان کو ملامت کرنے لگے قال یقوم الم یعدکم الخ قولہ فاخلفتم موعدی لوگوں نے عذر کیا کہ ہم کو سامری نے گمراہ کیا ہے ہم قوم قبط سے زیور مانگ لائے تھے جس طرح ہم

لہ جو چھوئے گا اس کو تپ چڑھ جائے گی جذامیوں کی طرح لوگوں سے دور رہا کرے گا۔ کوئی بھی تیرے پاس نہ پھٹکے گا۔ یہ بڑی سزا تھی ۱۲ منہ

سہ بعض روایات میں ہے کہ سامری نے کہا کہ تم پر قبط کا زیور حرام ہے آؤ سب مل کر اپنا اپنا زیور آگ میں ڈال دیں۔ انہوں نے بھی ڈالا سامری نے بھی پھر اس نے اس کا بچھڑا بنا دیا ۱۲ منہ

اس کو آگ میں ڈالا کرتے ہیں اور چیزیں ڈھال کر بنانے کے لیے اسی طرح سامری نے بھی ڈھال کر بچھڑا بنا دیا جس کی آواز تھی اور کہہ دیا یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے موسیٰ اس کو بھول گیا جو کوہ طور پر خدا سے ملنے گیا ہے۔

یہ جملہ خدا کی طرف سے ہے کہ وہ عجب احمق تھے صرف آواز سے ایمان لائے اور یہ نہ دیکھا کہ وہ نہ کچھ نفع دے سکتا ہے نہ ضرر پھر معبود کیوں کر ہو سکتا ہے، یا موسیٰ کی طرف سے یہ جملہ تھا۔

ولقد قال لھم ھٰرون　خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ موسیٰ کے آنے سے پیشتر ہارون نے سمجھا دیا تھا مگر نہ مانا پھر موسیٰ ہارون پر خفا ہوئے کہ تو نے جب ان کو گمراہ ہوتے دیکھا تھا تو تو ان کو چھوڑ کر میرے پیچھے کیوں نہ چلا آیا۔ ہارون نے عذر کیا کہ میں اس بات سے ڈر گیا کہ تم آکر یہ کہتے کہ بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا میرے آنے کا انتظار کیوں نہ کیا۔ پھر موسیٰ سامری کی طرف متوجہ ہوئے اس نے کہا میں نے رسول کے پاؤں کی مٹی لے کر اس میں ڈال دی تھی جس سے وہ بولنے لگا۔ موسیٰ نے فرمایا دنیا میں تیری یہ سزا ہے کہ تو سب سے دور راندہ ہوا رہے گا جو تیرے پاس آوے گا اس کو بھی اور تجھے بھی بخار چڑھ آوے گا تو کہا کرے گا کہ چھونا مت کوئی میرے پاس نہ آوے اور آخرت کی سزا تیرے لیے اور مقرر ہے جو ہرگز نہ ٹلے گی اور اس تیرے معبود کو توڑ واکر اس کے ذرہ ذرہ دریا میں بہائے دیتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا تمہارا معبود تو اللہ ہے جس کے علم میں ہر ایک چیز ہے۔ یہ کلام الٰہی کے لفظوں کی شرح تھی۔ اب ہم چند فوائد بیان کرتے ہیں:۔

(۱) فقبضت قبضة من اثر الرسول　عام مفسرین کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ جبرئیل خاص مجھ ہی کو دکھائی دیتے تھے اوروں کو نہیں پس میں نے اس کے گھوڑے کے پاؤں تلے کی مٹی میں سے ایک مٹھی بھر لی، پھر اس کو ڈھلے ہوئے بچھڑے میں ڈال دیا جس کی تاثیر سے وہ آواز دینے لگا۔ اس تقدیر پر کئی باتیں ماننی پڑتی ہیں۔ اوّل یہ کہ رسول سے مراد جبرئیل لیے جاویں۔ دوم اس پر بھی حذف ماننا پڑتا ہے اے من تراب اثر فرس الرسول۔ سوم اس بدمعاش سامری کی بات کو بھی سچ تسلیم کیا جاوے حالانکہ یہ تینوں باتیں نہ قرآن مجید کی کسی آیت سے ثابت ہوتی ہیں نہ کسی صحیح حدیث سے۔ ہاں مفسرین کے اقوال ہیں ابو مسلم ان معنی کو نہیں مانتے اور ایک جدید توجیہ کرتے ہیں کہ رسول سے مراد موسیٰ اور اثر سے اس کا طریقہ و دستور۔ کہتے ہیں فلان یقفو اثر فلان ویقبض اثرہ اذا کان ممتثل رسمہ یعنی جو کسی کے طریقہ کا متبع ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں کہ یہ اس کے اثر پر قابض ہے۔ سامری کہتا ہے کہ اول میں رسول یعنی موسیٰ کا پیرو تھا پھر اس کو چھوڑ دیا اور بت پرستی کا یہ سامان بہم پہنچایا۔ اس توجیہ کی امام فخر الدین رازیؒ نے بھی تائید کی ہے اور اسی میں اعتراضات سے امن ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سامری نے جو قبطیوں سے اس وقت کے علوم اور صنعت سیکھے ہوئے تھا، ایسی صنعت سے بچھڑا بنایا ہو جس میں ہوا کے دخول و خروج کے ایسے رستے رکھے ہوں کہ جن سے بچھڑے کی آواز پیدا ہوتی تھی۔ باقی اس نے جھوٹا فقرہ بنا لیا۔

(۲) سفر خروج کے ۳۲ باب میں ہے کہ ہارون نے بچھڑا بنا کر پجوایا تھا اور سامری کا نام تک بھی وہاں نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ یہ توریت وہ اصلی توریت نہیں یہ نسخہ بھی صدہا تحریفات سے خالی نہیں جس کا علماء اہل کتاب کو اقرار ہے یہاں غالباً نام میں سہو ہو گیا یا سامری کا نام ہارون بھی ہو اور اس سے مراد ہارون علیہ السلام نہ ہوں۔ کیوں کہ اخیر میں سب کے اسی فعل کے مرتکب سب مبتلاء بلا ہوئے تلوار سے کٹے وبائے مرے خدا تعالیٰ اور موسیٰ کا غصہ ان پر از حد بھڑکا

ہر ایک کو حکم دیا کہ اپنے قرابتی کو اس جرم پر قتل کرے پھر تعجب ہے کہ ہارون پر کہ جس نے یہ فساد کھڑا کیا کوئی بھی سزا قائم نہ ہو۔ اور نیز ہارون نبی تھے ان کو کیا ہوا تھا جو وہ ایسا کام کرتے؟۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ
(اے نبی) ہم اس طرح سے آپ کو گزشتہ لوگوں کی کچھ خبریں سناتے

سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾
ہیں اور آپ کو ہم نے اپنے ہاں سے ایک سمجھانے والی چیز بھی دی ہے (قرآن)

مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
جس نے اس سے منہ پھیرا سو وہ قیامت کے دن اس (گناہ) کا بوجھ آپ

وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ
اٹھائے گا　جس میں سدا رہیں گے اور ان کا یہ قیامت کے دن

الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ
بہت ہی برا بوجھا ہے　جس دن کہ صور پھونکا جائے گا

وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾
اور ہم سب گنہگاروں کو اس دن جمع کر لیں گے (اور) ان کی دہشت سے نیلی تکھیریاں ہوں گی

يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾
پیچھے پیچھے آپس میں کہتے ہوں گے کہ تم دنیا میں کیا ٹھیرے ہو مگر یہی دس دن

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ
ہم خوب جانتے ہوں گے جو کچھ کہ وہ کہتے ہوں گے جب کہ ان میں کا ایک

اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۴
بڑا سمجھ دار کہے گا　کہ تم صرف ایک ہی روز ٹھیرے ہو

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا
اور (اے نبی) آپ سے پہاڑوں کا حال پوچھتے ہیں (سو) کہو ان کو تو میرا رب

رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾
ریتا کر کے اڑا دے گا　پھر زمین کو چٹیل میدان کر چھوڑے گا کہ

لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾
جس میں (اے مخاطب) تجھے نہ کوئی پستی دکھائی دے گی نہ بلندی

يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ
اس روز پکارنے والے کے پیچھے سب ہی تو ہو لیں گے

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا
اور (دہشت سے) رحمٰن کے آگے سب کی آوازیں پست ہو جاویں گی پھر (اے مخاطب)

تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ
تجھے کچھ سنائی نہ دیگا بجز پاؤں کی آہٹ کے اس روز کسی کی سفارش فائدہ

الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ
نہ بخشے گی　مگر اس کی کہ جس کو رحمٰن نے اجازت دی ہو گی

وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ
اور اس کا بولنا پسند کر لیا ہو گا　جو کچھ ان کے روبرو ہے اور جو

اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ
کچھ ان کے پیچھے ہو گا وہ سب کو جانتا ہے　اور اس کو کسی کا علم بھی

بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ
احاطہ نہیں کر سکتا　اور حی و قیوم کے آگے سب کے منہ جھک

الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾
گئے ہوں گے اور جو ظلم کی گٹھڑی اٹھائے ہو گا وہ تباہ ہو گیا ہو گا

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
اور جس نے اچھے کام کیے ہوں گے　اور وہ مومن بھی ہو گا

فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾
تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہو گا　نہ حق تلفی کا [۲]

[۱] حی زندہ قیوم پائندہ ہمیشہ رہنے والا سب کا آسرا اور سب کی ہستی کی اصل اور پناہ ۱۲ منہ

[۲] یعنی اس کو اس بات کا کچھ بھی خوف نہ ہو گا کہ اس پر بار گناہ کبیرہ میں کوئی ظلم ہو گا یا اس کی کوئی حق تلفی ہو گی (باقی بر صفحہ آئندہ)

اس قصہ کو تمام کر کے فرماتا ہے کہ اے محمدؐ گزشتہ لوگوں کے تذکرے ہم یوں سناتے ہیں ہم نے تجھے ذکر یعنی قرآن دیا ہے پھر جو قرآن سے منہ پھیرے گا قیامت میں اس کا یہ حال ہوگا کہ قیامت میں اپنے گناہوں کی گٹھڑی آپ اٹھاوے گا۔ اور جس روز صور پھونکے گا دوبارہ زندہ ہونے کے لیے تو یہ لوگ ایسی دہشت میں ہوں گے کہ آنکھوں کی رنگت پلٹ جائے گی نور اور سیاہی جا کر نیلی ہو جاویں گی اور دنیا میں جو سال ہا سال عیش کیے ہیں وہاں کے مصائب کے آگے اس کو دس روز سمجھیں گے اور جو ان میں زیادہ دانا ہے وہ تو ایک دن سمجھے گا۔ قیامت کے ذکر میں کسی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کیا ہوں گے ویسئلونک الخ فرمایا فقل ینسفہا ربی کہ خدا ان کو ریتا کر کے اڑا دے گا اور زمین کو صاف میدان کر دے گا پھر آگے اور قیامت کے حالات بیان کرتا ہے کہ اس روز بجز اس کے کہ جس کو شفاعت کی اجازت ملی ہوگی اور اس کی بات بھی پسندیدۂ خدا ہوگی اور کسی کی شفاعت کارگر نہ ہوگی نہ ان فرضی معبودوں کی جن کو وہ اس امید پر پوجتے ہیں۔ اور اس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جس کے لیے رحمٰن اجازت دے گا اور اس کے حق میں بولنا پسند کرے گا اس کے لیے شفاعت کارگر ہوگی نہ ہر کسی کے لیے کس لیے کہ یعلم ما بین ایدیہم الخ اس کو ہر ایک کا اگلا پچھلا سب حال معلوم ہے اس کا علم بہت وسیع ہے جس کو کوئی احاطہ نہیں کر سکتا کسی کا علم اس کے علم کے برابر نہیں۔ قابلِ شفاعت اس کو معلوم ہیں اور اس روز بڑے بڑے متکبروں کی اس کے آگے گردنیں جھک جائیں گی اور ظالم تباہ ہوں گے اور ایمان داروں نیکوکاروں کا ان کی دنیاوی کوشش کا پورا بدلہ ملے گا۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا

اور جس طرح کہ معنی میں اس کی خوبی کہی ہے اسی طرح لفظوں کے لحاظ سے بھی ہم نے اس کو عربی

فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ

زبان میں نازل کیا ہے اور اس میں طرح طرح کی خوف دلانے والی باتیں بھی بیان کی ہیں کہ لوگ ڈریں یا

يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ

کہ ایسے سمجھ پیدا کرے (اس میں) اللہ کا کوئی ذاتی نفع نہیں) کیونکہ وہ بادشاہ برحق بلند

الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ

برتر ہے اور (اے نبی) آپ اس کی وحی تمام ہونے سے پیشتر جلدی

يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ

نہ کیا کرو اور دعا کیا کرو کہ اے رب مجھے اور

عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ

زیادہ علم دے اور ہم نے پہلے آدم سے بھی عہد لیا تھا

قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ ع وَ

پھر وہ بھول گیا اور ہم نے اس کو کچھ مضبوط نہ پایا اور

اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کے آگے جھکو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا

تو سب ہی جھکے مگر ابلیس کہ اس نے انکار کیا پھر ہم نے آدم سے

ع ۱۱ ۱۵

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کس لیے کہ وہ بارگاہ عدالت ہے حاکم علیم و خبیر ہے کسی کی کوئی چالاکی اور جھوٹا دعوے کسی پر نہ چلے گا نہ اس پر کسی کا دباؤ ہوگا نہ وہ کسی سے رشوت لیتا ہے کہ اس سبب سے کسی کی حق تلفی ہو جائے نہ وہاں امیر و فقیر شریف و رذیل کا لحاظ ہوگا نہ اس کی ذات میں غضبانی جذبات ہیں نہ وہ متلون المزاج ہے۔ اس ایک تھوڑے سے جملہ میں دربارِ حشر کی سب کیفیت بیان فرما دی ۱۲ منہ

يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ

کہا کہ یہ (شیطان) تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے

فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ

پھر یہ نہ ہو کہ وہ تم کو جنت سے نکال دے کہ پھر تو خراب ہو جائے تو اس

لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَ

بہشت میں نہ بھوکا رہے گا اور نہ ننگا اور

اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

تو اس میں پیاسا بھی نہ رہے گا اور نہ دھوپ اٹھاوے گا

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ

پھر شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہا اے آدم تو کہے تو

اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾

میں تجھے ایک ایسا درخت بتلاؤں کہ جس کے کھانے سے تو ہمیشہ جیتا رہے اور بے زوال

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ

سلطنت ہے پھر آدم و حوا نے اس درخت میں سے کچھ کھا لیا تو ان پر ان کی

طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ز

برہنگی ظاہر ہو گئی اور اپنے اوپر باغ کے پتے چپکانے لگے

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ

اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی سو بہک گیا آخر کار

اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾

اس کو اس کے خدا نے سرفراز کیا پھر اس کی توبہ قبول کی اور اس کی رہنمائی کی

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

حکم دیا کہ تم دونوں یہاں سے چل جاؤ کہ تم میں ایک دوسرے کا

عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ

دشمن ہے پھر جو کبھی تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾

پس جو میری ہدایت پر چلے گا تو وہ گمراہ نہ ہوگا اور نہ خراب ہوگا

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ

اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی

مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

تنگ ہوگی اور اس کو قیامت میں اندھا کر کے

اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى

اٹھائیں گے وہ کہے گا تو نے اے رب مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا

وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾

اور حالانکہ میں تو بینا تھا

وکذلک عطف ہے کذلک نقص پر یعنی جس طرح ہم نے اے نبی تم سے پہلوں کے راستی آمیز ہدایت خیز قصے بیان کیے اسی طرز پر تمام قرآن نازل کیا ہے جس کے دو وصف ہیں اول وہ عربی میں ہے جس کا سمجھنا قوم عرب کو آسان ہے دوم صرفنا اس میں طرح طرح سے خوفناک باتیں بیان کی ہیں تاکہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں یا ان کو سمجھ بوجھ پیدا ہو۔ کلمہ او منافات کے لیے نہیں ہے اور یہ قرآن اس خوبی کے ساتھ اس نے اس لیے نازل کیا ہے کہ جو بخل و جہل وغیرہ اوصاف سے بری ہے اس میں اس کا کوئی نفع و نقصان نہیں وہ ان باتوں سے پاک ہے اور حق ہے اس کا ملک اور اس کی ذات دائم و قائم ہے اس لیے اس نے ان کی بہبودی کے لیے ایسا قرآن نازل کیا۔ چوں کہ قرآن رحمت آسمانی ہے اور تدریجاً نازل ہوا تھا ادھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کی تبلیغ اور اس کے یاد کرنے اور اس کے مطالب واضح کرنے کا مقتضاء نبوت

بہت شوق اور از حد ولولہ تھا اس لیے فرمایا ولا تعجل بالقرآن الخ کہ وحی تمام ہو جانے سے پہلے قرآن کے پڑھنے یا لوگوں کے پڑھانے سمجھانے میں جلدی نہ کیا کرو، جب ایک مضمون کی وحی جو فرشتہ لاتا ہے تمام ہو چکے تب آپ پڑھیں (اسی طرح کا مضمون اور جگہ بھی آیا لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرآنہ) اور رب سے دعا کرتے رہو کہ میرا علم زیادہ کرتا کہ وقتاً فوقتاً وحی آتی رہے آپ کا علم زیادہ ہوتا رہے اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خزانہ ہمارے پاس ہے اس میں سے جس قدر ہم جس کو چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں بندہ علام الغیوب نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد یہ چھٹی بار حضرت آدمؑ کا قصہ ایک آیندہ جملہ کے لیے بطور تمہید کے ذکر ہوا اور وہ جملہ مقصود بالذات یہ ہے فاما یاتینکم منی ھدی اس کی شروع تمہید یہ ہے واذ قلنا للملئکۃ الخ کہ اس وقت کو یاد کرو جب کہ اے بنی آدم ہم نے تمہارے جد امجد کے لیے فرشتوں کو سجدۂ تعظیم کا حکم دیا اور تاج خلافت ان کے سر پر رکھا گیا اس وقت سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر اس ابلیس نے (جس کے کنبے پر اکثر بنی آدم چل رہے ہیں قدیمی حاسد اور دشمن کو دوست بنا رکھا ہے) انکار کر دیا پھر اس کے بعد ہم نے تمہارے جد امجد کو ایک ایسے باغ میں رہنے کو جگہ دی کہ جہاں کھانے پینے لباس کا ہم نے انتظام کر دیا تھا اور ان مشقتوں سے نجات دیدی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا تھا کہ خبردار رہنا یہ شیطان تیرا اور تیری بیوی دونوں کا دشمن ہے اس کے کنبے میں آ کر مصیبت میں نہ پڑنا کہ یہاں سے نکالے جاؤ اور خراب و خستہ مارے مارے پھرو مگر وہ مردود وہاں بہروپ بدل کر جا ہی پہنچا اور ناصح مشفق بن کر آدم کے دل میں خطرہ ڈالا اور کہنے لگا کہ اے آدم یہ تو تم پر بڑی مہربانی ہوئی مگر تمہاری حیات اور یہاں باوشاہانہ طور پر سدا رہنے کا کوئی بھی انتظام نہیں ہوا اس تمہید کے بعد کہا لو میں تمہیں اس باغ میں ایک ایسا پیڑ بتلاتا ہوں کہ جس کے کھانے سے ہمیشہ جیتے رہو اور بے زوال سلطنت تمہیں ملے۔ اس کا نام شجرۃ الخلد ہے تمہارے خدا نے اسی لیے تم کو اس کے کھانے سے منع کیا ہے حالانکہ ہم نے آدم سے اول ہی عہد لے لیا تھا مگر آدم اس کو بھول گئے اور اس کو کھا لیا ولم نجد لہ عزما اور ہم نے تمہارے دادا کی کوئی استقامت اور مضبوطی نہیں پائی نہ ہمارے عہد کی حفاظت کی، نہ قدیمی دشمن کو خیال کیا (اس میں بنی آدم کی کمزوری طبیعت کی طرف اشارہ بلکہ تعریض ہے) پھر ان پر بھی باوجود اس مقبولیت کے نافرمانی کا لازمی نتیجہ پیش ہی آیا کپڑے تن سے اتارے گئے برہنگی ظاہر ہونے پر درختوں کے پتے بدن پر چمٹانے لگے اور آدم و حوا، اور شیطان سب کے سب اس باغ سے نکالے گئے اور کہہ دیا گیا کہ ایک دوسرے کا دشمن رہے گا۔ لیکن آدم روئے اور توبہ کی خدا نے اس کی توبہ قبول کی اور بار دگر سرفرازی بخشی۔ جب باغ سے نکالے گئے تھے یا جب توبہ کی تھی تو آدم سے ہم نے کہہ دیا تھا کہ دنیا میں تمہارے پاس یعنی تمہاری اولاد کے پاس ہدایت آیا کرے گی رسول اور آسمانی کتابیں، پھر جو اس ہدایت پر چلے گا تو وہ اس سیدھے رستہ سے جو انسان کو دار الخلد تک پہنچاتا ہے نہ بھٹکے گا نہ خراب ہوگا۔ ولا یشقی یعنی شقاوت و بدبختی سے محفوظ رہے گا۔ شقاوت کی دو قسم ہیں ایک دنیاوی دوسری اُخروی۔ ہدایت الٰہی کے طفیل ان دونوں سے محفوظ رہتا ہے اور جو اس ہدایت سے منہ

لہ اول بار سورۂ بقرہ میں پھر اعراف میں پھر حجر میں پھر اسراء میں پھر کہف میں پھر اس جگہ ذکر ہوا (ک) یہاں صرفانیہ من الوعید کی وضاحت کے لیے آیا ۱۲ منہ

پھیرے گا اس کی دو سزائیں ہوں گی ایک دنیاوی فان لہ معیشۃ ضنکا (فالضنک اصلہ الضیق والشدۃ و ہو مصدر ثم یوصف بہ فیقال منزل ضنک وعیش ضنک کبیر) کہ اس کی زندگی تنگ ہو گی۔ عام مفسرین کے نزدیک زندگی دنیا کی تنگی مراد ہے کیونکہ کافر مال وجاہ پر حریص ہوتا ہے گو باعتبار قید حلال وحرام ہونے کے وہ جنت میں ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے الدنیا سجن المؤمن و جنۃ الکافر مگر وہ کون ہے کہ جس کو تمام باتیں حسب دل خواہ حاصل ہو گئی ہوں اس کی پریشانی میں کٹتی ہے اور مومن کی نظر دار آخرت پر ہوتی ہے اس کو کسی تکلیف میں تکلیف معلوم نہیں ہوتی۔

اور یوں بھی ہے کہ خدا کی ہدایت چھوڑنے سے دنیا میں بلائیں نازل ہوتی ہیں سیکڑوں قومیں ایسی ہیں کہ اسی سبب سے برباد ہو گئیں جیسا کہ اسی کی تائید کے لیے اگلی آیت میں فرماتا ہے افلم یھد لھم کم اھلکنا من قبلھم من القرون کہ کیا ان کو اس بات سے بھی رہنمائی نہیں ہوتی کہ ان کفار قریش سے پہلے ہم کتنی قوموں کو نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کر چکے ہیں کہ جن کے اجڑے ہوئے مکانوں پر سے آج یہ چلتے پھرتے ہیں۔ عاد وثمود بنی اسرائیل وفیاصرہ وشاہان بابل وشاہان مصر وغیرہ نے نافرمانی کی۔ نافرمانی کر کے کوئی قوم اخیر تک سرسبز نہیں رہتی۔ بعض کہتے ہیں قبر کی تنگی، بعض کہتے ہیں آخرت کی تنگی مراد ہے۔

دوسری یہ کہ اس کو قیامت میں اندھا کر کے اٹھاویں گے وہ کہے گا میں آنکھوں والا تھا آج اے رب اندھا کر کے کیوں اٹھایا۔ جواب ملے گا تو بھی دنیا میں ہماری آیتوں سے اندھا ہو گیا تھا۔ آخرت میں اندھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ جسمانی تاریکی میں مبتلا ہوں گے نور روحانی نصیب نہ ہو گا پس اس سے ان کے لیے ظاہری آنکھیں ہوتی

اور ہیبت سے اوپر دیکھنے میں کچھ منافات نہیں۔

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ

فرمائے گا تو نے بھی اسی طرح ہماری آیتوں کو جو تیرے پاس آئی تھیں فراموش کر دیا

وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ

اور اسی طرح آج تو بھی بھلایا گیا　　اور جو کوئی حد سے

نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ

گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانے تو اس کو ہم ایسا ہی بدلہ

رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ

دیا کرتے ہیں اور البتہ آخرت کا عذاب تو سخت تر اور بہت ہی

اَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا

دیر پا ہے　　پھر کیا ان کو اس بات نے بھی رہنمائی نہ کی کہ ہم نے

قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ

ان سے پہلے کتنے ایک قرنوں کو غارت کر دیا ہے کہ جن کے مکانوں پر سے

مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

وہ چلتے پھرتے ہیں بے شک اس میں تو عقل مندوں کے لیے بڑی

لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

بڑی نشانیاں ہیں　　اور اے نبی اگر تمہارے رب کی طرف سے

سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ

ایک بات قرار نہ پا چکی ہوتی اور وعدہ مقرر نہ ہوا ہوتا تو عذاب

ع ۱۶

ف تیری طرف نظر عنایت نہ رہی۔ یعنی جس طرح تو نے دنیا میں آیات اللہ سے بے اعتنائی کی آج اسی طرح تجھ سے بھی بے اعتنائی کی گئی ازاں جملہ یہ کہ اس جہان میں تجھے بینائی عطا نہ کی کیوں کہ دنیا میں بینائی دی تھی تو اس سے تو نے آیات قدرت کو نہ دیکھا تھا ۱۲ منہ

أَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ

لازم ہو چکا ہوتا　پھر جو کچھ وہ بکتے ہیں اس پر صبر کرو

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ

اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی

وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۖ وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ

حمد ثنا کے ساتھ تقدیس کیا کرو　اور رات کے وقتوں میں بھی تسبیح کیا کرو

فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ﴿١٣٠﴾

اور دن کے اول و آخر میں بھی تاکہ تم کو خوش کیا جاوے۔

پہلی قوموں کی ہلاکت بیان فرما کر یہ بات فرماتا ہے کہ اگر نوشتۂ ازلی (کہ چند روز ہم ان کو دنیا میں رکھیں گے) مانع نہ آتا تو ان لوگوں پر بھی عذاب دنیا ہی میں آچکتا اس پر بھی اے نبی جو ہدایت پر نہیں آتے اور ستاتے ہیں تو صبر کرو اور اپنے لیے دار آخرت کی تیاری کرو تاکہ تم وہاں خوش وقت رہو۔

فقال فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس لہ تسبیح سے مراد اکثر علماء کے نزدیک نماز پنج گانہ ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں قبل طلوع الشمس سے مراد نماز فجر ہے اور قبل غروبہا سے ظہر و عصر و من آنائی الیل سے مغرب و عشاء اور قولہ واطراف النہار دونوں نمازوں کے لیے جو دن کے اول و آخر ہوتی ہیں یعنی فجر و مغرب تاکید کا جملہ ہے جیسا کہ الصلوٰۃ الوسطیٰ عصر کے لیے۔ گرچہ دن کی دو طرف ہوتی ہیں مگر ہر دن کے لحاظ سے اطراف جمع کا صیغہ آیا۔ بعض کہتے ہیں اوقات مذکورہ میں جو تقرب کے اوقات تھے انسان کو مشاغل دنیاویہ سے غفلت ہو جاتی ہے عموماً اس کی تسبیح و تقدیس کرنا مراد ہے جو نماز کو بھی شامل ہے۔

ف فنسی ولم نجد لہ عزما سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آدم کا گناہ سہواً تھا وقت پر ممانعت یاد نہ رہی لیکن احتیاط نہ کی اس لیے عتاب ہوا۔

(۲) آدمی کی جبلی عادت ہے کہ وہ اپنے باپ دادا کے کمالات پر نازاں ہوا کرتا ہے اور بسا اوقات اسی پر تکیہ کر لیتا ہے کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں ہمیں کیا غم ہے اس لیے آدم کے قصہ میں متنبہ کر دیا کہ اس پر نازاں نہ ہونا خود تمہارے بزرگ سے نافرمانی پر کیا سلوک ہوا باوجودیکہ مسجود ملائکہ تھے اور پھر کس خواری سے نکالے گئے بجز توبہ کے ان کو چارہ نہ ہوا۔ یہ ہے وعید شدید۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ

اور اے نبی) آپ ان چیزوں کی طرف نظر بھی نہ ڈالیے جو طرح طرح کے

أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

سامان زندگی و دنیا کی آرائش ہم نے ان کو اس لیے دے رکھے ہیں

لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾

کہ اس میں ان کی آزمائش کریں اور تمہارے رب کا عطیہ بہتر اور دیرپا ہے

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ

اور اپنے کنبہ کو نماز کا حکم دیا کرو۔ اور خود بھی اس پر قائم رہو　ہم تم سے کچھ روزی تو نہیں مانگتے روزی تو

لہ قبل طلوع الشمس سے مراد صبح کی نماز و قبل غروبہا سے ظہر و عصر کی و من آنائی الیل سے مغرب و عشاء و تہجد کی و اطراف النہار سے عصر و صبح کی نماز مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں تسبیح سے گو نماز مراد ہوتی ہے مگر یہاں سبحان اللہ والحمد للہ یا سبحان اللہ وبحمدہ کہنا ان اوقات میں مراد ہے ۱۲ منہ　لہ یعنی عطیۂ آخرت ان دنیاوی سامانوں اور آرائشوں سے بہتر ہے اس لیے کہ اس کے مقابلہ میں یہ چیزیں بے حقیقت ہیں اور باقی یہی ہے کس لیے کہ یہ چند روزہ ہے وہ دائمی ہے ۱۲ منہ

نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾ وَ

ہم نہیں دیتے ہیں اور عاقبت (بخیر تو) پرہیزگاروں کی ہے　اور

قَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۗ

وہ کہتے ہیں کہ تو اپنے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لاتا

اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ

کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کی شہادت نہیں

الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ

پہنچی ؟　اور اگر ہم اس سے پہلے ان کو کسی

بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ

عذاب سے ہلاک کر دیتے　تو ضرور کہتے کہ اے رب تو نے

اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ

کس لیے ہمارے پاس اپنا رسول　نہیں بھیجا　کہ ہم رسوا اور ذلیل

مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ

ہونے سے پہلے ہی تیری آیتوں پر چلتے　ان سے کہہ دو

كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ

کہ ہر ایک انتظار کر رہا ہے　سو تم بھی انتظار کرو پھر تم کو خود معلوم ہو جائیگا

مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ

کہ سیدھے رستہ پر کون (اور غلط راہ والا کون ہے) اور ہدایت پانے والا

اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع

کون (اور گمراہ کون ہے ۔

ع ۸ ۱۷

ان میں ان کی خدا تعالیٰ آزمائش کرتا ہے سو وہ ان میں ایسے مصروف ہوتے ہیں کہ دارِ آخرت اور اس کے توشہ کا ان کے دل میں خیال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ جب اس جہان سے جاتے ہیں تو خالی ہاتھ جاتے ہیں اور اس تجمل کے چھوڑتے وقت ان کی روح پر صدمۂ عظیم ہوتا ہے چشم نگران است کہ ملکش با دگران است۔ اس چند روزہ عیش کے مقابلہ میں وہ عذابِ دائمی بڑا فتنہ ہے اور نیز اس دولت کی وجہ سے ظلم و ستم طرح طرح کے گناہوں میں بھی مبتلا ہوتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں یہ سب ہیچ تھا مگر حضرتؐ سے خطاب کر کے اوروں کو سنایا جاتا ہے کہ اس طرف نظر پھیر کر بھی نہ دیکھنا حرص و رغبت تو دوسری چیز ہے اس لیے کہ تمہارے درجاتِ آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی چیز ہے۔ ایسے عارف تارک الدنیا کے متعلقین غالباً نان و نفقہ اور دنیاوی سامان سے خالی رہا کرتے ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ ان کے دل پر دوسروں کے ساز و سامان دیکھ کر کچھ حسرت بھی پیدا ہوتی ہو اس لیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا وامر اھلک بالصلوٰۃ کہ ان کو توشۂ آخرت نماز کی تاکید کر اور خود بھی اس پر جمے رہو۔ ہم آپ کو رزق دینے کا حکم نہیں دیتے کیونکہ روزی ہم دیتے ہیں اور عاقبت کی بہتری پرہیزگاری سے حاصل ہوتی ہے اس لیے پرہیزگاری میں کوشش کرو وقالوا لولا ایسی ایسی باتوں کو سن کر کفار کہتے تھے کہ ہم کو کوئی بڑا معجزہ کیوں نہیں دکھاتے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے جو کچھ معجزے یا نبوت آں حضرتؐ کے شواہد پہلی کتابوں میں ہیں کچھ کم ہیں؟ پھر فرماتا ہے ہم چاہتے تو بغیر رسول بھیجے ان کے گناہوں پر انہیں ہلاک کر دیتے مگر وہ عذر کرتے کہ رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم اس کو مانتے۔ پھر فرماتا ہے ان سے کہو ذرا انتظار کرو مرنے کے بعد تم کو آپ معلوم ہو جاوے گا کہ سیدھے رستہ پر کون ہے۔

ولا تمدن لا تمدد از کردن کشیدن۔ اور مراد رغبت اور حسرت کے ساتھ نگاہ کرنا۔ دارِ آخرت کے توشہ کی تعلیم کر کے جو نماز و عبادت ہے دنیا کے وہ اسباب آرائش و تجمل جو کفار اور دولت مندوں کو دیے گئے ہیں مکان اور عمدہ لباس عمدہ عورتیں اور سواریاں اور دیگر چیزیں ان کی طرف رغبت کی نگاہ سے منع کرتا ہے کیونکہ یہ چیزیں ان کے لیے فتنہ ہیں

تفسیر حقانی

پارہ ۱۷

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ

سورۂ انبیاء

مکیہ ہے اس میں ایک سو بارہ آیات اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ
لوگوں کا حساب تو قریب آلگا اور وہ ہیں کہ غفلت

غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ
میں پڑے منہ پھیرے ہوئے ہیں ان کے رب کے پاس سے

ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ
سمجھانے کے لیے کوئی نئی ایسی بات ان کے پاس نہیں آتی کہ جس کو سن کر

وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ
ہنسی میں نہ ڈال دیتے ہوں ان کے دل کھیل میں لگے ہوئے ہیں اور

اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ
ظالم پوشیدہ سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ (محمدؐ)

هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ
ہے کیا مگر تمہارے ہی جیسا ایک شخص تو پھر کیا تم دیدہ و دانستہ

السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ قٰلَ رَبِّيْ
جادو کی باتیں سننے جایا کرتے ہو رسول نے کہدیا کہ میرا رب

يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۖ وَ
آسمان اور زمین کی سب باتیں جانتا ہے اور

هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ بَلْ قَالُوْٓا
وہ اسب کچھ) سنتا (سب کچھ) جانتا ہے (پھر سرگوشی کیا چیز ہیں) بلکہ ان ظالموں نے

اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ
(یہ بھی) کہدیا کہ یہ قرآن خیالات پریشان ہیں بلکہ اس نے جھوٹ باندھا ہے بلکہ

هُوَ شَاعِرٌ ۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ
وہ شاعر ہے پھر جس طرح کہ پہلے رسول (معجزوں کے ساتھ) ایسے گئے ہیں

أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ ⑤ مَا آمَنَتْ قَبْلَهُم

اسی طرح یہ بھی ہمارے پاس کوئی معجزہ لے کر آئے ان سے پہلے جس بستی کو ہم نے ہلاک

مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا ۖ أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ⑥

کیا تھا وہ بھی تو ایمان نہ لائے تھے پھر کیا یہ ایمان لے آویں گے

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي

اور اے محمد تم سے پہلے بھی تو ہم نے آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا (یعنی) کہ ان کی طرف

إِلَيْهِمْ فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ

ہم وحی بھیجا کرتے تھے اگر نہیں معلوم نہ ہو تو علم والوں سے

لَا تَعْلَمُونَ ⑦ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا

پوچھ دیکھو اور ہم نے ان کے ایسے بدن بھی نہ بنائے تھے

لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ ⑧

کہ جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے

ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ فَأَنجَيْنَاهُمْ وَمَن

پھر ہم نے اپنے وعدہ کو سچا کر دیا تب ان کو اور جس کو چاہا

نَّشَاءُ وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ ⑨ لَقَدْ

نجات دی اور حد سے بڑھ گئے تھے ان کو ہلاک کر دیا ہم نے

أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ ۖ

تمہارے پاس ایک ایسی کتاب بھیج دی ہے کہ جس میں تمہاری نصیحت ہے

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ⑩ ع ۱۰

پھر کیا تم کو (اتنی بھی) عقل نہیں۔

ترکیب

وھم مبتدا ومعرضون خبر وفی غفلۃ ضمیر معرضون سے حال ہے اے اعرضوا غافلین اور ممکن ہے کہ خبر ثانی ہو۔ لاھیۃ قلوبھم حال ہے ضمیر یلعبون سے اور یہ دونوں حال مترادف یا متداخل ہیں اور جس نے لاھیۃ کو مرفوع پڑھا ہے تب ایک ہی حال ہے کس لیے کہ یہ خبر بعد خبر ہے ھل ھذا جملہ محل نصب میں ہے النجوی سے بدل ہو کر اے واسروا النجوی الحدیث۔ قل بصیغۂ ماضی رسول کا قول ہوگا حمزہ وکسائی و حفص کی قرارت کے بموجب اور دیگر قرا نے قل بصیغۂ امر پڑھا ہے۔

تفسیر

یہ سورت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اس میں بیشتر توحید ونبوت اور عالم آخرت کا ثبوت اور انبیاء علیہم السلام کے عبرت انگیز تذکرے اور ان کی نافرمان امتوں کا انجام بد اور انسان کا بارگاہ الٰہی میں حساب دینے کے لیے حاضر ہونا بیان ہے۔ پس فرماتا ہے اقترب الخ کہ انسان کے حساب کا وقت تو قریب آ لگا اور وہ غفلت میں ہی پڑا ہوا خدا کے فرستادوں سے منہ موڑ رہا ہے اور جو کوئی نئی بات وعظ وپند کی ان کے کانوں میں پڑتی ہے تو اس کی طرف کھیل کود میں توجہ بھی نہیں کرتے۔

حسابھم مفسرین کہتے ہیں کہ حساب سے مراد قیامت کے دن کا حساب ہے اور گو وہ ابھی صدہا ہزار سال بعد آئے گا مگر آیندہ آنے والی چیز تو گھڑی گھڑی قریب ہی ہوتی جاتی ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

ما اقرب ما ہو آت

و ما ابعد ما ہو فات

آنے والی چیز بہت قریب ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ حساب کا وقت کچھ قیامت ہی پر موقوف نہیں بلکہ موت کے بعد بھی انسان اپنے خدا کے روبرو جاتا اور اس کو قبر میں اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے سو یہ بھی ایک قسم کا حساب ہے پس اس وقت کے قریب ہونے میں تو کسی کو بھی کلام نہیں یعنی انسان

غفلت کی نیند میں سوتا ہے کہ موت آلیتی ہے واسرو النجوی یہ جملہ مستانفہ ہے ان کی عادات رذیلہ کے بیان میں ان کے اعراض اور غفلت اور کھیل اور کود کے ثبوت میں النجی سے اسم ہے التناجی سے جس کے معنی سرگوشی کرنا پھر اس کے مخفی کرنے کے یہ معنی کہ ان باتوں کو جن کا ذکر اگلے جملہ میں آتا ہے نہایت مخفی طور سے باہم کہتے تھے۔ انسان جس بات کو اہم سمجھتا ہے اس کی بابت مخفی طور پر مشورہ کیا کرتا ہے اور وہ باتیں یہ ہیں (۱) ھل ھذا الا بشر مثلکم کہ یہ رسول تو تمہارے جیسا آدمی ہے جس طرح ہم کھاتے پیتے سوتے جاگتے ہیں ایسا ہی یہ بھی ہے پھر رسول کیسا جو خدا کی باتیں خاص اس کے پاس آتی ہیں ہمارے پاس نہیں؟ ان کے خیال میں رسول بشریت کے جامہ سے باہر ہے اور ملکیت کے لباس میں ہونا چاہیے تھا جو کھانے پینے سے پاک ہو اور ہمیشہ جیتا رہے جس کے رد میں آگے ارشاد ہوتا ہے (۲) افتاتون السحر وانتم تبصرون قرآن مجید کو اس کے اعجاز کی وجہ سے مکہ کے کافر جادو کہتے تھے۔ پھر اس کی نسبت ایک دوسرے کو کہتا تھا کہ تم قرآن پر نہ چلو جان بوجھ کر کیوں جادو پر چلتے ہو؟ یہ بات ان کے دل میں نہ تھی دل میں تو حق جانتے تھے مگر لوگوں کے گمراہ کرنے کو سحر اور جادو کہتے تھے قال ربی یعلم القول یہ ان کے مخفی کہنے کے جواب میں ہے کہ رسول نے ان کا مخفی راز ان سے کہدیا یا رسول کو حکم دیتا ہے کہ ان سے کہہ دو تم ہزار چھپاؤ میرا رب جو آسمان و زمین کی تمام باتیں جانتا ہے اور سننے والا جاننے والا ہے اس سے تمہارا یہ مخفی مشورہ کب مخفی رہ سکتا ہے؟ القول صاحب کشاف کہتے ہیں لفظ قول عام ہے شامل ہے سر و جہر کو تاکید کے لیے یعلم السر کی جگہ یعلم القول کہا۔

بل قالوا اضغاث احلام بل افتریہ بل

ھو شاعر کفار مکہ کو قرآن کے جادو کہنے میں بھی استقلال نہ تھا جیسا کہ بے تک کوئی کسی میں عیب لگایا کرتا ہے تو وہ اسی طرح مختلف باتیں کہا کرتا ہے یعنی جادو پھر بھی ایک نادر چیز ہے یہ تو ایسا بھی نہیں بلکہ پریشان خیالات ہیں کہ جن کو از خود محمد نے بنا کر ذرا اچھی اور دل چسپ عبارت میں جمع کر لیا ہے کیونکہ وہ شاعر ہے۔

(۳) فلیاتنا بآیۃ پہلے نبیوں کی طرح کوئی بڑا بھاری معجزہ کیوں نہیں دکھاتا کوئی نشانی نہیں لاتا؟ یہ ان کے تین شبہے تھے جن کی تقلید میں آج کل کے عیسائی اور متعصب ہنود بھی یہی کہا کرتے ہیں۔ ما آمنت قبلھم من قریۃ اھلکنھا افھم یؤمنون ۝ یہ ان کی تیسری بات کا جواب ہے جس کو وہ بار بار منہ پر لاتے اور رسول علیہ السلام کے سامنے پیش کیا کرتے تھے کہ ان سے پہلے جس قدر بستیوں کو ہم نے ہلاک کیا ہے انہوں نے اپنے رسول سے وعدہ کر لیا تھا کہ ہم معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئیں گے مگر جب ان کو معجزہ بھی دکھایا تب بھی ایمان نہ لائے پھر یہ جو معجزہ کی درخواست کرتے ہیں کیا ایمان لے آئیں گے؟ اس لیے ان کی خواہش کے بموجب معجزہ نہیں دکھایا جاتا کیوں کہ ایک وقت مقرر تک ان کا ہلاک کرنا ہم کو منظور نہیں۔

وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی الیھم، یہ ان کے پہلے شبہ کا جواب ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر ہم نے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ بھی تو آدمی ہی تھے کہ جن کی طرف وحی کی گئی تھی فرشتہ نہ تھے اگر تم کو معلوم نہ ہو تو فسئلوا اھل الذکر اہل کتاب سے پوچھ دیکھو کہ جن کے تم اے اہل مکہ اکثر باتوں میں معتقد ہو اور ان سے پوچھ پوچھ کر اعتراضات کیا کرتے ہو۔ وما جعلنھم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خلدین اور ان انبیاء کو ہم نے ایسے بدن عطا نہ کیے تھے کہ جو

کھانے کے محتاج نہ ہوں اور ہمیشہ باقی رہیں بلکہ وہ کھاتے پیتے تھے آخر دنیا سے اٹھ گئے موت سے نہ بچے۔

ہاں وہ ہمارے رسول تھے انہوں نے اپنی نافرمان اور سرکش قوموں کی ہلاکت کے لیے جو جو کچھ وعدے کیے تھے ثم صدقنٰھم الوعد ان کو ہم نے پورا کر دیا فانجینٰھم ومن نشاء واھلکنا المسرفین رسولوں اور ان کے پیرؤں کو بچالیا اور بدکاروں کو حد سے گزرنے والوں کو ہلاک کر دیا لقد انزلنا الیکم کتٰبا فیہ ذکرکم افلا تعقلون یہ ان کی دوسری بات کا جواب ہے کہ قرآن کو جو ہم نے تمہارے پاس بھیجا ہے اس میں غور کرو کہ تمہارے لیے اس میں کس قدر وعظ و نصیحت ہدایت و سعادت ہے پھر اس کو سحر اور کیا کیا کہتے ہو افلا تعقلون کیا تم کو عقل نہیں؟

لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَ

(کہا گیا) مت بھاگو اور ان نعمتوں کی طرف لوٹ جاؤ جن کے تم مزے اڑایا کرتے تھے

مَسَاكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ ﴿١٣﴾ قَالُوا

اور اپنے مکانوں کی طرف بھی واپس جاؤ تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ وہ کہنے لگے

يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿١٤﴾ فَمَا زَالَتْ

واے ہمیں ہم ہی ظالم تھے　پھر وہ ہمیشہ

تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا

یہی پکارا کیے یہاں تک کہ ہم نے ان کو کاٹ کر کھلیان کر دیا جو

خَامِدِينَ ﴿١٥﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَ

بجھے پڑے تھے　اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے اندر

الْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ﴿١٦﴾ لَوْ أَرَدْنَا

کی چیزوں کو کھیلنے کے لیے نہیں بنایا ہے　اگر ہم کھیل ہی

أَنْ نَتَّخِذَ لَهْوًا لَاتَّخَذْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا إِنْ

بنانا چاہتے تو اپنے پاس کی چیزوں کو بناتے　اگر

كُنَّا فَاعِلِينَ ﴿١٧﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ

ہم کو یہی کرنا تھا۔　بلکہ حق کو باطل کے اوپر کی (طرف) پھینک مارتے

عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ

ہیں　پس حق باطل کا سر توڑ دیتا ہے پھر وہ باطل تڑت مٹ جاتا ہے

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ

اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جہاں کے لوگ ظالم تھے غارت کر دیا ہے اور

أَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ﴿١١﴾ فَلَمَّا

ان کے بعد ہم نے اور قومیں　پیدا کیں۔　پھر جب ان ہلاک

أَحَسُّوا بَأْسَنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ﴿١٢﴾

ہونے والوں نے عذاب کی آہٹ پائی تو فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔

ف کہ تم پر کیا گزری اور تمہارے وہ ساز و سامان کیا ہوئے جن مکانوں پر تم فخر کیا کرتے تھے کہاں گئے وہ۔ یہ کلام ان سے بطور تمسخر کے کسی باخدا نے کیا تھا ۱۲ منہ　ف یعنی کھیلنے کے لیے عالم غیب کی چیزیں فرشتے اور بہشت کی مخلوق اور روحانیات کیا کم تھے عالم غیب کی چیزوں کو اپنے پاس کی چیزیں اس لیے کہا کہ عالم محسوس کی بہ نسبت عالم ملکوت اس سے قریب ہے۔ عرب کے بعض قبائل اولاد اور بیوی کو لہو کہا کرتے تھے اس لیے کہ در اصل انسان کے کھیلنے دل خوش کرنے کی یہی چیزیں ہیں اس تقدیر پر یہ مطلب کہ کھیلنا ہی ہوتا تو اپنے پاس کے لوگوں کو بیوی بیٹا بنا کر نہ کھیلتے۔ اس میں ان لوگوں پر تعریض ہے جو مخلوق کو اس کی بیوی یا بیٹا کہتے ہیں ۱۲ حقانی

ف الرکض الفرار والھرب واصلہ من رکض الرجل الدابۃ ومنہا رکض برجلک والمعنی انھم ھربوا رکضین دوابھم اترف لغۃ یقال اترف فلان وھو مترف اے وسع علیہ فی معاشہ ۱۲ منہ

وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾ وَلَهُ

اور تم پر پھٹکار ہے تمہاری باتیں بنانے سے　اور جو کچھ کہ

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَنْ

آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا تو ہے　اور جو لوگ

عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ

اس کے حضور میں ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرتابی کرتے ہیں

وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ

اور نہ تھکتے ہیں　رات دن تسبیح کیا

وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴿٢٠﴾ أَمِ اتَّخَذُوا

کرتے ہیں　سستی نہیں کرتے　کیا انہوں نے زمین کی

آلِهَةً مِنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشِرُونَ ﴿٢١﴾

چیزوں میں سے ایسے معبود بنا رکھے ہیں کہ جن کو وہ خود بنا کر کھڑا کرتے ہیں

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ

اور اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ ابھی کے ابھی خراب ہو جاتے

فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا

جو کچھ لوگ اس کی نسبت بیان کیا کرتے ہیں اللہ عرش کا مالک ان

يَصِفُونَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ

سے پاک ہے　جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے پوچھا نہیں جاتا

وَهُمْ يُسْأَلُونَ ﴿٢٣﴾

بلکہ وہ خود پوچھے جاتے ہیں۔

ترکیب

وکم قصمنا صاحب کشاف کہتے ہیں قصم اس طرح سے توڑنے کو کہتے ہیں کہ ایک ایک ٹکڑا جدا ہو جاوے بخلاف قضم اور کسر کے۔ قریہ سے مراد وہاں کے سکان بحذف مضاف۔ کم خبریہ تکثیر کے لیے محل نصب میں قصمنا کی وجہ سے من قریۃ تمیز کانت ظالمۃ محل جر میں قریہ کی صفت ہو کر بحذف مضاف۔ اذا مفاجات کے لیے ھم مبتدا ایرکضون خبر اذا اس کا ظرف تلک دعوٰھم تلک موضع رفع میں اسم زالت و دعوٰھم خبر و یجوز العکس۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا ہم نے مسرفین کو ہلاک کر دیا اب پھر اس کی تشریح فرماتا ہے کہ وہ مسرفین کون تھے اور ان کی کیا عادات تھیں اور کس طرح سے ہلاک ہوئے؟ تاکہ ان مشرکین کو معلوم ہو کہ وہ ہمارے ہی جیسے کافر اور بدکار تھے اب ہم کو بھی عذاب الٰہی سے ڈرنا چاہیے۔ پس فرماتا ہے وکم قصمنا کہ ہم نے بہت سے شہروں کو ہلاک و برباد یا غارت کر دیا ہے جن کے رہنے والے ظالم و بدکار تھے اور ان کی جگہ اور نئی قومیں آباد کر دیں اور نئے لوگ پیدا کر دیے۔ پھر جب ان غارت ہونے والے لوگوں کو ہمارا عذاب آتا ہوا دکھائی دیا جیسا کہ انبیاء نے ان کو خبر دی تھی (یہ ثم صدقنٰھم الوعد کی تفسیر ہے) تو اس عذاب سے بھاگنے لگے۔ (رکض ایڑ مارنا ومنہ قولہ تعالیٰ ارکض برجلک) پس جب ان کو عذاب الٰہی کے آثار نمودار ہوتے دکھائی دیے تو اپنی سواریوں پر سوار ہو کر ان کو ایڑ مار کر اپنے شہر و دیار چھوڑ چھاڑ بھاگنے لگے۔ یا رکض کے ساتھ ان کا جلدی بھاگنا سرعت کی وجہ سے تعبیر کیا گیا لا ترکضوا فرشتہ یا ہاتف غیب نے یا ان کے حال موجودہ نے ان سے کہا کہ مت بھاگو اور تم کو جو کچھ خدا نے نعمتیں اور عمدہ مکانات اور باغ اور مال زر اور محبوب زن و فرزند دے رکھے تھے، لوٹ کر وہیں جاؤ شاید تم سے سوال کیا جاوے کہ تم پر کیا گزری یعنی بھاگنا سود مند نہ ہوگا۔ اور ان کے مکانات اور نعماء کی طرف لوٹ کر جانے کا حکم دینے میں گویا ان پر

تعریض ہے کہ آج یہ سب چیزیں تم سے چھینی جاتی ہیں تم نے ان کی شکرگزاری نہ کی تھی اب انہیں کو دیکھ دیکھ حسرت کے ساتھ جان دو اور ان کو بھی اپنے روبرو برباد ہوتے دیکھو۔ اور ان سے سوال ہونے سے یہ مراد کہ تمہارے اموال ومکانات کے ساتھ ہلاک ہونے سے کل آئندہ آنے والے لوگ سوال کریں گے کہ یہ کون لوگ تھے اور کیوں کر ہلاک ہوئے؟ یا یہ معنی کہ جاؤ تمہارے نوکر چاکر ماتحت لوگ تم سے پوچھ پوچھ کر کام کریں گے جیسا کہ تمہاری بحالی کے وقت میں کیا کرتے تھے یعنی کہاں بھاگ کر جاتے ہو وہیں جاؤ نا جائز ویسی ہی حکومت چلاؤ پھر فرماتا ہے فما زالت تلک دعوٰیھم حتی جعلنٰھم حصیدا خامدین کہ وہ ہلاک ہوتے ہوتے تک یوں ہی پکارا کیے یٰویلنا انا کنا ظٰلمین۔ کہ اے افسوس اے خرابی بے شک ہم ستمگار تھے مگر اس وقت ان کا کہنا کیا فائدہ دیتا تھا آخر یوں ہی پکارتے پکارتے نیست ونابود ہو گئے۔ دعوٰی مصدر بمعنی الدعوۃ پکارنا جیسا کہ اہل جنت کی شان میں آیا ہے وآخر دعوٰیھم ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

حصید کٹی ہوئی کھیتی بمعنی المحصود۔ الخمود بجھنا آگ کا یعنی ان کو ہم نے ایسا کر دیا جیسے کھیتی کٹی ہوئی پڑی ہوتی ہے اور اس طرح بجھا دیا جس طرح آگ بجھ جاتی ہے مراد یہ کہ ہلاک وبرباد کر دیا۔

ان گاؤں کی نسبت کہ جن کا ان آیات میں ذکر ہے مفسرین کا اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ حضور اور سحول یمن میں دو شہر تھے جہاں عمدہ کپڑا بنتا تھا وہ مراد ہیں۔ کوئی کہتا ہے شام کے ملک میں سدوم وغیرہ قوم لوط کی بستیاں مراد ہیں۔ فقیر کہتا ہے کہ شام ویمن پر کیا موقوف ہے، تاریخ کھول کر دیکھیے گا تو ہر ملک میں آپ کو ایسے بہت سے اجاڑ شہر ملیں گے کہ جو زلزلہ یا آسمانی پتھروں یا طغیانی دریا یا وبا یا قتل یا پہاڑ کے آتشی مادہ سے یا کسی اور آفت الٰہی سے جو معمولی آفتوں کے علاوہ ہے برباد ہوئے ہیں اور اب ان قوموں کا نام ونشان بھی نہیں ان کی جگہ اور قومیں آباد ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

وما خلقنا السماء والارض الخ مشرکین بلکہ اور بہت سے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ انسان اور دیگر چیزیں آپ ہی پیدا ہوتی ہیں اور آپ ہی مٹ جاتی ہیں خدا کو انسان کے نیک وبد سے کیا غرض اور رسولوں کے بھیجنے سے کیا مطلب پھر جو کوئی قوم یا شہر برباد ہوا یا ہوتا ہے اس میں ان کے گناہ وثواب کو کیا دخل یہ سب اسباب ارضی وسماوی سے ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ آسمان اور زمین اور اندر کی کائنات از خود تو پیدا ہو ہی نہیں گئی بہر طور کوئی اس کی علت وسبب نکالو گے پھر اس میں کلام ہوگا۔ انجام کار خدا کا قائل ہونا پڑے گا۔ پھر جب ان کے ہم خالق ہیں تو باوجود اس علم وحکمت کے ہم نے ان چیزوں کو عبث اور بے کار تو پیدا کیا ہی نہیں بلکہ ہر ایک سے ایک غایت مطلوب ہے پھر جن چیزوں کو فی الجملہ اس غایت اور کمال حاصل کرنے میں اختیار بھی دیا گیا ہے اور وہ اس کو حاصل نہ کریں گے (جیسا کہ خلقت انسان سے مقصود اس کی معرفت وعبادت ودیگر مصالح ہیں) تو کیسے ہوں گے جیسا کہ میوے دار درخت کی نکمی شاخ جس کا کاٹنا ضروری ہوتا ہے تاکہ اس کی جگہ اور شاخ پھوٹے (وانشانا بعدھا قوما اٰخرین) رہے اسباب ارضی وسماوی وہ سب بھی ہمارے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اسباب کا پیدا کرنا بربادی اور ہلاکت کے لیے یا سعادت کے لیے ہمارا ہی کام ہے۔ اور اگر ہم کو دنیا کے پیدا کرنے سے کھیل اور تماشا ہی منظور ہوتا تو لاتخذناہ من لدنا الخ من عندنا اپنے ہاں سے یعنی مجردات اور نورانی چیزیں جو ہمارے اسرار ربوبیت کا نمونہ ہیں کیا کم تھیں؟ بلکہ انبیاء ورسل بھیجنے سے ہمارا مقصود توہمات باطلہ کا مٹانا اور حق کا جتلانا ہے۔ اس مضمون کو

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ۖ هَٰذَا ذِكْرُ مَنْ

اپنی دلیل تو پیش کرو　یہ میرے ساتھ والوں کا فہمایش کرنے والا

مَعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِي ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ

(قرآن) موجود ہے اور مجھ سے پہلوں کے بھی فہمایش نامے ہیں (یعنی توریت و انجیل) پر

لَا يَعْلَمُونَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٢٤﴾

کسی میں بھی (مضمون نہیں) بلکہ ان میں سے اکثر تو حق جانتے ہی نہیں اس لیے منہ پھیرے ہوئے ہیں

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ

اور (اے نبی) تم سے پیشتر ہم نے ایسا کوئی بھی رسول نہیں بھیجا کہ جس کی

إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا

طرف یہ وحی نہ کی ہو کہ بجز میرے اور کوئی معبود نہیں

فَاعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ

سو میری ہی عبادت کیا کرو　اور وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن نے (فرشتوں کو)

الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ

بیٹیاں بنا لیا ہے　وہ پاک ہے　بلکہ وہ تو اس کے

مُكْرَمُونَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ

معزز بندے ہیں　کلام کرنے میں اس سے پیش قدمی نہیں کرتے

وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ

اور وہ اسی کے حکم پر کام کرتے ہیں　وہ جانتا ہے

مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَ

جو کچھ کہ ان کے آگے　اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور

لَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ

وہ شفاعت بھی نہیں کرتے　مگر اسی کے لیے کہ جس سے وہ خوش ہو گیا

وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ﴿٢٨﴾

اور وہ اس کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں

وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِنْ

اور جو کوئی ان میں سے یہ کہے　کہ اس کے سوا میں

کس خوبی سے ادا کیا ہے۔ باطل کو مٹی کے خام برتن سے تشبیہ دی ہے اور حق کو سخت پتھر سے کہ جب اس کو اس برتن پر پھینک ماریں تو فوراً ٹوٹ پھوٹ جائے اس لیے فرماتا ہے کہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں کہ جس سے وہ باطل مٹ جاتا ہے۔

اور اے کفار ولکم الویل مما تصفون تم جو یہ برے بیان کرتے ہو اس سے تمہارے لیے خرابی ہے یا یہ جملہ انشائیہ بصورت جملہ خبریہ ہے کہ تمہاری ان باتوں پر پھٹکار۔ من جملہ ان کے برے بیانوں کے ایک یہ بھی تھا کہ وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور عیسائی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اب اس کا ابطال فرماتا ہے ولہ من فی السمٰوٰت والارض کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اللہ کی ملک ہے پھر اس کو بیٹے کی کیا حاجت؟ اور جو بیٹا ہے پھر اس نے کیا پیدا کیا ہے۔ چیزیں تو خدا کی پیدا کی ہوتی ہیں ومن عندہ اور اس کے پاس رہتے ہیں یعنی ملائکہ وہ تو خود رات دن اس کی عبادت کرتے ہیں تھکتے نہیں نہ تکبر کرتے ہیں پھر وہ اس کی بیٹیاں کیوں کر ہیں؟ ام اتخذوا الھۃ زمین کی چیزوں کو انہوں نے گویا خدا بنا لیا ہے۔ پھر کوئی پوچھے ھم ینشرون کیا وہ کسی کو زندہ کر سکتے ہیں؟

لو کان فیھما الخ آسمان و زمین میں دو خدا ہوں تو آپس کے جھگڑے سے نہ آسمان رہے نہ زمین پس خدا عرش کا مالک جس کو کوئی پوچھ نہیں سکتا کہ کیا کرتا ہے ان سب باتوں سے پاک ہے۔ اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ خود انہوں نے زمین کی چیزوں سے پتھر پیتل تانبے سونے چاندی کے آپ ہی بت بنا کر کھڑے کرتے اور پھر ان کو پوجتے ہیں۔

أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً ۖ قُلْ

کیا انہوں نے اس کے سوا اور بھی معبود بنا رکھے ہیں　کہہ دو

دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذٰلِكَ

خدا ہوں تو اسی پر ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے ظالموں کو

نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

ہم اسی طرح سے سزا دیا بھی کرتے ہیں

پھر تہدید و توبیخ کے لیے اسی جملہ کو نقل فرماتا ہے۔ ام اتخذوا الخ کیا انہوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟ پھر اس بات کو دو طرح سے باطل کرتا ہے (۱) قل ھاتوا برھانکم کہ اس پر کوئی سند یا دلیل پیش کرو، اور جب سند نہیں تو محض وہم اور فاسد خیال ہے۔ (۲) ھٰذا ذکر من معی و ذکر من قبلی کہ اچھا اگر تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل اس بات پر نہیں تو نقلی پیش کرو۔ نقلی دلیل کتاب الٰہی سے ہو تو مسلم ہے ورنہ نہیں۔ اور کتاب الٰہی جو میرے ساتھ والوں کا یعنی میری امت کا ذکر یعنی فہمایش کرنے والی ہے وہ قرآن مجید ہے اور مجھ سے پہلے لوگوں کا ذکر تورات و انجیل و زبور و صحف انبیاء بھی دنیا میں آچکے ہیں پھر کسی میں تو دکھاؤ کہ اور بھی خدا کے سوا معبود ہیں؟ سعید بن جبیرؓ و قتادہؓ و سدیؒ کہتے ہیں کہ یہ ذکر من قبلی قرآن مجید کی صفت ہے کہ اس قرآن میں میری امت کا اور مجھ سے پہلے لوگوں کا ذکر ہے اب اس سے بڑھ کر اور جامع کونسی کتاب ہوگی جو مانو گے؟ فرماتا ہے بل اکثرھم لا یعلمون الحق فھم معرضون کہ یہ جو اس سے اعراض کرتے ہیں اس سے کتاب الٰہی کا قصور نہ سمجھنا چاہیے بلکہ اکثر ان میں سے نادان اور جاہل ہیں حق شناس نہیں ہیں اس لیے اعراض کرتے منہ موڑتے ہیں۔ اس کتاب کا اور اگلی کتابوں کا تو حال انہیں معلوم ہو گیا۔ رہے بزرگان دین جو انبیاء اور رسول ہیں انہوں نے بھی کبھی دو خدا کی عبادت نہیں بیان کی بلکہ وما ارسلنا من قبلک الخ اے محمدؐ تم سے پیشتر جس قدر انبیاء ہم نے بھیجے ہیں سب کی طرف یہی وحی کی تھی کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں میری ہی عبادت کیا کرو۔ چنانچہ توریت موجودہ اور اناجیل موجودہ میں بھی یہ بات موجود ہے پھر مسیح کا خدا ہونا اور خدا کا بیٹا ہونا اسی طرح اور چیزوں یا بزرگوں کا خدائی میں شریک ہونا ان کو کہاں سے ثابت ہو گیا؟ عرب میں قبیلہ خزاعہ کے لوگ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے ان کے قول کو بھی رد فرماتا ہے وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدًا سبحٰنہ کہ وہ مشرکین کہتے ہیں کہ خدا نے اولاد جنائی ہے وہ ایسی باتوں سے پاک ہے اور وہ فرشتے کہ جن کو وہ خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں اس کے بندے ہاں معزز بندے ہیں مگر اس کے حکم کے ایسے مطیع ہیں کہ (۱) کلام بھی اس کی اجازت بغیر نہیں کرتے جب وہ کچھ فرما لیتا ہے تو بولتے جواب دیتے ہیں (۲) وہ اس کے حکم کے پابند ہیں کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ان کا ظاہر و باطن معلوم ہے۔ یا یہ معنی کہ خدا تعالیٰ نے جو ان کو عزت دی ہے وہ ان کی ابتداء انتہا سے خوب واقف ہے کہ وہ نافرمانی نہیں کرتے یا یہ کہ وہ اس کی قدرت و علم کے احاطہ میں ہیں پھر ان کی الوہیت کیسی؟

(۳) اور وہ سفارش بھی اسی کی کرتے ہیں کہ جس سے خدا کو راضی پاتے ہیں یعنی کلمہ گو کی۔

اور (۴) وہ ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو کوئی بالفرض ان میں سے خدائی کا قائل ہو بھی تو ہم اس کو جہنم میں ڈالدیں ہمارے زیر حکم ہیں پھر بیٹیاں ہونا اور رشتہ دار ہونا کیسا؟ اور ان پر کیا موقوف ہے ہم ہر ظالم کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ

اور کیا منکروں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ آسمان

وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۚ وَجَعَلْنَا
اور زمین باہم جڑے ہوئے تھے پھر ہم نے ہی انکو جدا جدا کر دیا اور ہر
مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۚ أَفَلَا
جان دار چیز کو پانی سے بنایا تو پھر کیا اس پر بھی
يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ
ہم پر ایمان نہیں لاتے اور زمین میں ہم نے ہی بوجھل پہاڑ
رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۖ وَجَعَلْنَا
رکھ دیے ہیں کہ ان کو لے کر ادھر ادھر جھکنے پائے اور اس میں
فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٣١﴾
ہم نے ہی کشادہ رستے بنا دیے تاکہ لوگ راہ پاویں
وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۖ وَّهُمْ
اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا اور وہ ہیں
عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَهُوَ الَّذِيْ
کہ ہماری آسمانی نشانیوں سے منہ پھیرے لیتے ہیں اور وہی تو ہے کہ جس نے
خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ
رات اور دن اور آفتاب اور چاند کو پیدا کیا
كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿٣٣﴾
جو ہر ایک (ایک ایک) آسمان میں تیرتا پھرتا ہے۔

ترکیب

کل شئ مفعول جعلنا حی اس کی صفت من الماء لابتداء الغایت ویجوز ان یکون صفۃ لکل تقدم علیہ

ضمار حالاً۔

تفسیر

مشرکین کا خیال رد کر کے اب ان کے سامنے (جو بت سے معبودوں کے قائل تھے اور کبھی اس کی معزز مخلوق کو اس کا بیٹا یا بیٹیاں کہتے تھے) یہ چند دلائل بیان فرماتا ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ عالم میں یہ تمام صنعت کاری اسی کی ہے کسی معبود یا بیٹے نے کیا پیدا کیا ہے؟ اور چوں کہ یہ دلائل ایسے بدیہی ہیں کہ جو ادنیٰ غور کرنے سے دعا ثابت کر دیتے ہیں تو اس لیے اولم یر کر کے خطاب کیا (۱) ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقا الخ رتق بند کرنا بند ہونا فتق بالفتح جدا کرنا کھولنا۔ اس کے معنی مفسرین نے چند طور پر بیان کیے ہیں لیکن ابن عباسؓ اور حسن بصریؒ اور جمہور مفسرین اس کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ آسمانوں کا بند ہونا مینہ کا ان سے نہ برسنا اور زمین کا بند ہونا نباتات کا پیدا نہ ہونا اور کھلنا آسمان سے بارش برسنا اور زمین کا نباتات اگانا۔ کیا کافر یہ نہیں دیکھ چکے بلکہ ہر سال صیف و شتا شدید کے وقت جب کہ بارش نہیں ہوتی اور زمین سے کچھ پیدا نہیں ہوتا دیکھتے ہیں کہ آسمان اور زمین بند ہوتے ہیں خدا تعالےٰ ہی اپنے بے قدرت سے کھولتا ہے، بارش برساتا ہے پھر اس سے ہر قسم کا سبزہ اگاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان آیات میں ابتداء آفرینش عالم کی طرف اشارہ ہے جس کو قرآن مجید میں کئی جگہ بیان فرمایا یہاں اجمالاً بیان کیا جاتا ہے کہ مادہ اثیریہ یعنی ایتھر سب ایک جا جمع تھا آسمانوں اور زمین کا مادہ مجتمع تھا اس میں سے میں نے آسمانوں کو جدا کر دیا زمین کو

ف (صفحہ گزشتہ) اولم یر بمعنی اولم یعلموا۔ کانتا الضمیر الی السماء والارض بلحاظ الجنس لذا لم یقل کن۔ الرتق السد ضد الفتق یقال رتقت الفتق رتقہ فارتتق اے التام اے کانتا مرتوقتین وقال رتقا ولم یقل رتقین لانہ مصدر ۱۲ منہ

جدا یعنی اس میں سے کسی قدر سے آسمان بنا دیے کسی قدر سے زمین پھر زمین کی مخلوقات حیوانات نباتات کو زندہ کیا۔ کل شئ سے یہی چیزیں مراد ہیں نباتات میں بھی ایک قسم کی حیات ہے اگر غور کرو تو جمادات کا انعقاد بھی پانی سے ہوا ہے اور ان کی صورت نوعیہ کا قیام ان کی حیات ہے اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے۔ (۲) وجعلنا من الماء کل شئ حی صاحب کشاف کہتے ہیں کہ جعلنا یا تو ایک مفعول کی طرف متعدی قرار دیا جاوے یا دو کی طرف پہلی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ ہم نے ہر حیوان کو پانی سے پیدا کیا جیسا کہ اور جگہ فرمایا ہے واللہ خلق کل دابۃ من ماء یا تو نطفہ سے حیوانات پیدا ہوتے ہیں جو ایک قسم کا پانی ہے یا ان کو پانی کی طرف اشد ضرورت ہے اس لیے ان کی حیات کو پانی کی طرف منسوب کیا جیسا کہ آیا ہے خلق الانسان من عجل انسان میں جلدی ہونے کو جلدی سے پیدا ہونے کے ساتھ تعبیر کیا یہ ایک محاورۂ عرب ہے۔ دوسری صورت میں یہ معنی ہوں گے صیرنا کل شئ حی بسبب الماء کہ ہر جان دار کو پانی سے زندہ کیا ہے من الماء مفعول ثانی کل شئ موصوف حی صفت مجموعہ مفعول اول مفعول ثانی کا مقدم کرنا اہتمام شان کی وجہ سے ہوگا اور بعض روایات میں حیًا بالنصب بھی آیا ہے تو اس کو اس صورت میں کلّ کی صفت قرار دیں گے کہ ہر کل شئ جو حی ہے اس کو پانی سے پیدا کیا۔ یا یہ مفعول ثانی ہوگا تب یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک شئ کو پانی سے زندہ کیا۔ اس صورت میں ہر شئ سے مراد حیوان یا نباتات ہوں گے قرائن سے یہ عام خاص کیا جاوے گا۔

سوال بہت سے جان دار ہیں جو پانی سے پیدا نہیں ہوئے جیسا کہ جن آگ سے پیدا ہوتے ہیں یا فرشتے اور خود حضرت آدمؑ جن کی نسبت آیا ہے خلقہٗ من تراب اور وہ جانور جن کو حضرت مسیح علیہ السلام گارے کا بنا کر اس میں کچھ پھونکتے تھے کہ وہ اُڑ جاتا تھا پھر سب جان داروں کا پانی سے پیدا ہونا نہ پایا گیا۔

جواب لفظ اگرچہ عام ہے مگر قرینہ مخصص موجود ہے کس لیے کہ اللہ تعالیٰ ادلم برے وہ چیزیں بیان کرتا ہے جو ان کے دیکھنے میں آتی ہیں اور یہ چیزیں انہوں نے کب دیکھی ہیں پس یہ اس میں شامل نہیں یا بیان اکثریہ ہے جس کو محاورۂ عرب میں کلیہ سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور عرف عام کا یہی کلیہ ہے۔

(۳) وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بھم اے لئلا تمید لام ولا عدم التباس کی وجہ سے حذف کیا گیا۔ راسیہ زمین میں گڑی ہوئی چیز جس کی جمع رواسی ہے، مراد پہاڑ۔ یعنی کرۂ زمین میں پہاڑوں کی وجہ سے یا خود اس کی ذات میں ثقل اور بوجھل ہونا کر دیا جو ڈگمگاتی نہیں اگرچہ یہی ہوا یا پانی کی طرح خفیف و سبک ہوتی ڈگمگاتی تب اس پر نہ کوئی مکان رہتا نہ مکین یہ بڑا انعام الٰہی ہے۔

(۴) وجعلنا فیھا فجاجا سبلا لعلھم یھتدون کہ زمین میں تمہارے راہ پانے کے لیے کشادہ رستے رکھے اگر سخت ناہموار دشوار گزار زمین ہوتی جیسا کہ بعض خیال کرتے ہیں تو یہی دنیا اس لطف کے ساتھ نہ بستی۔ الفج الطریق الواسع لعلھم یھتدون میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ کاش یہ گمراہ ان کشادہ رستوں کو نعمت سمجھیں اور راہ ہدایت پر آویں۔

(۵) وجعلنا السماء سقفا محفوظا آسمان کو چھت زمین سے فوقیت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ اب رہا اس کا محفوظ ہونا سو وہ کئی وجہ سے ہے۔ ایک یہ کہ وہ گرنے اور پرانا ہونے سے محفوظ ہے اور گھروں کی چھتوں کی مانند وہ نہیں۔ کقولہ ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ دوم یہ کہ شیاطین سے محفوظ ہے شیاطین کو وہاں تک رسائی نہیں کما قال وحفظنا

من کل شیطن رجیم زمین گویا فرش اور آسمان اس کی چھت ہے اور یہ ایک عمدہ گھر ہے جس کی روشنی کی قندیلیں آفتاب و ماہتاب ہیں اور اسی طرح سیارے بھی جن کا آگے ذکر فرماتا ہے۔ پھر یہ تمام مخلوق جو اس کے گھر میں اس کی نعمت کھا پی رہی ہے اور یہ گھر اور اس کی نعمتیں جو روز اپنے مہمانوں کو کھلاتا ہے بجز اس کے اور کس نے پیدا کی ہیں؟ پھر اس آسمان کی رفتار اور اس کے ستاروں کی گردش اور ان سے صدہا انقلابات خدا تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جو اس کے جبروت و سطوت پر دلالت کر رہی ہیں لیکن کفار ان میں غور نہیں کرتے وھم عن ایتھا معرضون۔

فی الحقیقت اگر انسان تھوڑی دیر ان عجائب قدرت میں غور کرے کہ جو اس نے آسمانوں میں رکھی ہیں تو صاف معلوم ہو جاوے کہ اس پردۂ زنگاری میں کوئی ہے جو یہ کارپردازی کر رہا ہے۔

(۶) وھو الذی خلق الیل والنھار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون اس آیت میں ان چند نشانیوں کا ذکر کرتا ہے کہ جن سے وہ اعراض کرتے ہیں رات دن کا یہ تعاقب آنا علاوہ ان بے شمار فوائد کے جو انسان اور دیگر مخلوق کے لیے ہیں جیسا کہ رات میں سونا آرام کرنا دن میں روزی تلاش کرنا کاروبار کرنا پھلوں پھولوں کا مودار ہونا۔ اس کی قدرت کی بھی ایک دلیل واضح ہے پھر آفتاب کے مختلف حرکات اور مختلف طور پر طلوع و غروب کرنے میں رات دن کے پیدا ہونے کے سوا ہزاروں فوائد ہیں اور یہ گویا اس دنیا کے گھر کا چراغ ہے۔ اسی طرح ماہتاب کی حرکات اور مختلف طور پر طلوع و غروب بھی ان فوائد کی تکمیل ہے اور یہی حال دیگر ستاروں کا ہے۔ یہ رات کا چراغ ہے۔ چاند اور سورج کی اس چال کو جب ناظر آسمان کی طرف غور کر کے دیکھتا ہے تو گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نیلے رنگ کے دریا میں یہ دو مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں۔ ان کی اس چال کو تیرنے کے ساتھ بطور تشبیہ یا استعارہ کے بیان کیا۔

ف حکماء قدیم کا ایک بڑا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ سات آسمان ہیں اور آفتاب چوتھے آسمان میں ہے۔ اور ماہتاب پہلے میں اور نیز ان کی حرکات فلک کی حرکات کے ساتھ ہیں پھر تدویر اور اس فلک کی وجہ سے کہ جس میں یہ تدویر ہے اور نیز فلک الافلاک کی وجہ سے مختلف حرکات پیدا کرتے ہیں (اگر یہ حرکات مختلفہ نہ ہوتیں تو کہیں ہمیشہ جاڑا رہتا کہیں سخت گرمی کہیں رطوبت کہیں سخت یبوست نظام عالم میں خلل واقع ہو جاتا) ان کے نزدیک تو معنی ظاہر ہیں اور جمہور اہل اسلام بھی ان آیات و دیگر آیات سے ایسا ہی خیال رکھتے ہیں۔ مگر حکماء کا ایک فریق کہتا ہے کہ آفتاب اور ماہتاب کسی فلک میں جڑے ہوتے نہیں اپنے اپنے مدار پر بذات خود حرکت کرتے ہیں اور افلاک کوئی جسم دار چیز نہیں ہاں یہ جو نظر میں ایک نیلا گنبد سا نظر آتا ہے یہی عرف عام میں فلک گنا جاتا ہے خدا کی پاک کتابوں میں ایسے امور کی حقیقت سے کچھ بحث نہیں کہ وہ کیا ہے وہاں تو عرف عام کے لحاظ کو کلام ہوا کرتا ہے پس اس تقدیر پر ہر ایک کا ایک فلک میں تیرنا حرکت کرنا بجز اس توجیہ کے درست نہیں ہو سکتا کہ فلک سے مراد ہر ایک کا مدار لیا جاوے جیسا کہ ضحاک کا قول ہے ؎

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ

اور (اے نبی) آپ سے پہلے بھی ہم نے کسی آدمی کے لیے ہمیشگی نہیں بنائی

أَفَائِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴿٣٤﴾ كُلُّ

تو پھر کیا آپ مر جاویں گے تو وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ ہر ایک

نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُم

جان دار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور (اے لوگو) ہم تم کو

بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾

بری اور بھلی آزمائش کرتے ہیں اور تم ہمارے پاس تو پھر آؤ ہی گے۔

وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُونَكَ

اور (اے نبی) جب تم کو کافر دیکھتے ہیں تو بس تم سے ہنسی

إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ ۖ

کرنے لگتے ہیں کہ کیا یہ وہی ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے

وَهُم بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٦﴾ خُلِقَ

حالانکہ وہ (خود) رحمٰن کے ذکر سے منکر ہیں　آدمی

الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۚ سَأُورِيكُمْ آيَاتِي

جلد باز بنایا گیا ہے　(ذرا ٹھیرو) میں تم کو اپنی نشانیاں ابھی دکھلائے دیتا ہوں

فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿٣٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا

سو جلدی مت کرو　اور وہ (منکرین) کہتے ہیں کہ

الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾ لَوْ

بتاؤ وہ وعدہ کب پورا ہوگا　اگر تم سچے ہو　کاش

يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكُفُّونَ

منکروں کو وقت معلوم ہو جائے کہ جب وہ نہ اپنے مونہوں (آگے) سے

عَن وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَن ظُهُورِهِمْ

آگ دور کر سکیں گے　نہ اپنی پشت (پیچھے) سے

وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٣٩﴾ بَلْ تَأْتِيهِم

اور نہ ان کی مدد کی جائے گی　بلکہ وہ گھڑی ان پر یکبارگی

بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

آجائے گی پھر وہ ان کو بدحواس کر دے گی پھر نہ تو اس کو ٹال

رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدِ

سکیں گے اور نہ ان کو مہلت ملے گی　(اور اے نبی)

اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ

آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا ہے　پھر جس

بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا

عذاب کی بابت وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے وہی

بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤١﴾

ان پر آپڑا

ترکیب

فتنۃ مفعول لہ یا موضع حال میں ہے فاتنین یا مفعول مطلق ہے نفتنکم بما فتنۃ۔ الاھزوا مفعول ثانی من عجل موضع نصب میں خلق سے علی المجاز جیسا کہ خلق من طین۔ اور حال بھی ہو سکتا ہے اے عجلا و جواب لو محذوف وحین مفعول بہ ہے یعلم۔ بغتۃ مصدر موضع حال میں۔

تفسیر

آفتاب و ماہتاب اور دیگر دار دنیا کے ارکان بیان فرما کر کہ جی میں غور کرنے سے اس گھر کے بنانے والے کا وجود ثابت ہوتا تھا یہ بات بیان فرماتا ہے کہ کسی کو سدا اس گھر میں نہیں رہنا۔ اے محمدؐ تم سے پہلے کوئی ہمیشہ رہنے والا نہیں بنایا نہ تم کو ہمیشگی ہے اور نہ تمہارے بعد ہمیشہ یہ رہیں گے جو تمہارے مرنے کی آرزو کرتے ہیں۔ وما جعلنا الخ اس دنیا میں امتحان کے لیے تم آئے ہو تاکہ تم نیکی کر کے دار آخرت کی خوبیوں کے مستحق بنو اور ہمارے پاس ہر ایک کو ضرور آنا ہے پھر ہر ایک کو نیکی بدی کا بدلہ ملنا ہے واذا رآک الخ مگر اب ان دار آخرت سے غافلوں اور دار دنیا کے مفتونوں کا یہ حال ہے کہ بجائے اس کے کہ دار آخرت کے ہادی کا

ع ۱۲

ف یعنی آگے پیچھے ہر طرف سے جہنم کی آگ گھیرے ہوگی نہ اس کو سامنے سے دور کر سکیں گے نہ پیچھے سے ۱۲ حقانی

اتباع کرتے اس سے ہر وقت تمسخر اور ٹھٹھا کر کے کہتے ہیں کہ کیا یہی تمہارے بتوں کو برائی سے یاد کرتا ہے؟ یعنی ان کی خدائی باطل کرتا ہے ان کو بے اختیار اور عاجز کہتا ہے۔ مقاتل و سدی کہتے ہیں کہ یہ آیت ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی ہے یعنی وہ زیادہ تر ٹھٹھا کیا کرتا تھا اس میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ فرماتا ہے کہ بتوں کے اور اپنے فرضی معبودوں کے ذکر سے تو ایسا خفا ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کے ذکر یعنی اس کے اوصاف حمیدہ وحدہٗ لاشریک لہٗ اور قادر مطلق ہونے وغیرہ کے منکر ہیں ایسا برتاؤ کرتے ہیں جس سے اس کے ان اوصاف کا انکار لازم آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ حقیقی معبود کے مقابلہ میں فرضی معبودوں کی یہ قدر و منزلت؟ پھر دار آخرت اور حیات جاودانی کیونکر نصیب ہوگی؟

خلق الانسان من عجل ۔ خلق عجولاً وذلک علی المبالغۃ۔ یعنی دار آخرت کا بادی جو ان کو بری باتوں سے جو پیش آنے والی ہیں روکتا ہے تو اپنی جلد بازی سے کہتے ہیں کہ متی ھذا الوعد وہ وعدہ کب پورا ہوگا اور جلد ہم پر کیوں عذاب نہیں آچکتا۔ فرماتا ہے سا ریکم آیاتی کہ ابھی میری آیتوں کا یعنی ان باتوں کا کہ جن کا وعدہ کیا گیا ہے زندگی میں اور مرنے کے بعد ظہور ہو جاتا ہے جلدی نہ کرو۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ جلد بازی اس لیے ہے کہ ان کو اس کا یقین نہیں اگر ان کو وہ وقت معلوم ہو جاوے کہ جب جہنم میں ہر طرف سے آگ ان کو گھیرے گی کبھی اس کی جلدی نہ کرتے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان آیات میں سے ایک قیامت ہے کہ جو فوراً آجاوے گی مہلت نہ لینے دے گی۔

پھر آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو تسلی دیتا ہے کہ یہ تمسخر کوئی نئی بات نہیں کفار ہمیشہ انبیاء سے تمسخر کرتے چلے آئے ہیں جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ وبال و عذاب جس کی بابت وہ تمسخر کرتے تھے انہیں پر الٹ پڑا۔

قُلْ مَنْ يَكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ

(اے نبی) ان سے پوچھو (تو سہی) کہ رات اور دن میں رحمن کے عذاب سے تمہاری کون

مِنَ الرَّحْمٰنِ ۚ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ

حفاظت کرتا ہے (ان کو ڈرنا چاہیے ڈرنا تو کجا) بلکہ وہ تو اپنے رب کے

مُعْرِضُونَ ﴿۴۲﴾ أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ

ذکر سے بھی منہ موڑے ہوئے ہیں　پھر کیا ہم سے ان کے معبود ان کو بچائے رکھتے

مِنْ دُونِنَا ۚ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ

ہیں　وہ تو خود اپنی بھی (وقت پر) مدد نہیں کر سکتے

أَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِنَّا يُصْحَبُونَ ﴿۴۳﴾

اور نہ ان کا ہمارے مقابلہ میں کوئی ساتھ دے گا

بَلْ مَتَّعْنَا هٰؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتّٰى

(وہ معبود کسی کو کیا دے سکتے ہیں) جو ہم نے ان لوگوں اور ان کے باپ دادا کو سامان

طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۗ أَفَلَا يَرَوْنَ

تمتع دیا تھا کہ ان پر زمانہ دراز گزر گیا (اس پر اس نعمت کو نعمت خداوندی نہ سمجھے) پھر کیا وہ

لہ یہ پیشین گوئی ہے کہ کیا کفار مکہ نہیں دیکھتے کہ ارض یعنی زمین عرب کو چاروں طرف سے کم کرتے یعنی فتح کرتے ہوئے یا کھولتے ہوئے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ بھی ہوا اس آیت کے نازل ہونے کے وقت گو ابھی ظہور دعوۃ اسلام نہیں ہوا تھا مگر جس کا ہونا یقین ہوتا ہے اس کو ہوا ہی کہہ کر تعبیر کرتے ہیں ۱۲

ف　الکلاءۃ الحراسۃ والحفظ یقال کلاہ اللہ کلاءۃ اے حفظہ و قرئ یکلؤکم بفتح اللام واسکان واو۔

یصحبون قال ابن قتیبۃ اے لا یجیر ہم منا احد وان الجیر صاحب الجار والقرب تقول صحبک اللہ اے حفظک ۱۲ منہ

أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا
نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے دبائے چلے آتے ہیں
أَفَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿٤٤﴾ قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُم
پھر کیا وہی غالب رہیں گے؟ (اے رسول) آپ کہہ دیجئے میں تم کو صرف وحی
بِالْوَحْيِ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ
سے ڈراتا ہوں (مگر تم بہرے ہو) اور بہروں کو جب کسی چیز سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ
إِذَا مَا يُنذَرُونَ ﴿٤٥﴾
(اس سے) پکارنا ہی نہیں سنتے ڈرنا تو کجا

ترکیب

من استفہامیہ مبتدا یکلؤکم اے یحفظکم خبر من الرحمٰن اے من باسہ موضع نصب میں یکلؤ سے آم استفہام انکاری لا یستطیعون جملہ مستانفہ یصحبون مازنی کہتا ہے یہ اصحبت الرجل اذا منعتہ سے ہے نہ صحبت سے۔ بعض کہتے ہیں صحبت اس جگہ بمعنی نصرت و معونت ہے۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ آخرت میں ان پر ہر طرف سے عذاب محیط ہوگا آگے سے اور پیچھے سے یہ اس کو دفع نہ کر سکیں گے۔ اب فرماتا ہے آخرت تو آخرت اگر دنیا میں ان پر رات دن میں کوئی بلا نازل ہو جاوے تو یہ اس کو کب روک سکتے ہیں پس اس دار دنیا میں بھی ان رات دن کے صدہا مصائب سے بجز رحمٰن کے اور کوئی ان کو محفوظ نہیں رکھ سکتا یہ بات ان سے پوچھ دیکھو خود ان کو بھی اس کا اقرار ہے۔ لفظ رحمٰن میں اشارہ ہے کہ یہ محافظت محض اس کی رحمت کا مقتضی ہے ورنہ تمہارے اعمال تو ایسے نہیں۔ یہ جملہ گویا اگلے کلام کے لیے تمہید بھی ہے کہ ان کے معبودوں میں سے ایسا کوئی ہے جو ان کو ہماری بلا سے محفوظ رکھ سکے؟ پھر فرماتا ہے کہ وہ تو خود اپنی ہی حفاظت نہیں کر سکتے۔ وہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر جو ہمارے سوا اوروں کو پوجتے ہیں گویا عذاب ہم سے اور ہماری یاد سے منہ پھیرتے ہیں کما قال بل ھم عن ذکر ربھم معرضون اب ان کی اس بے اعتنائی کا سبب بیان فرماتا ہے کہ بل متعنا ھؤلاء و اٰباءھم ان کا یہ اعراض و تمرد کچھ نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے اس دار دنیا میں کہ جس کا فرش زمین اور جس کی چھت آسمان اور جس کی قندیلیں چاند اور سورج ہیں ان کو پشت در پشت اپنے کرم و فضل سے طرح طرح کی نعمتیں عطا کی ہیں کہ جن کو یہ برتتے برتتے یہ سمجھنے لگے کہ یہ سب ہماری ہی کوشش کا نتیجہ ہے اور سدا سے ہے اور ہمیشہ ہم یوں ہی کامیاب رہیں گے۔ الغرض ہماری نعمتیں کھا کھا کر مست و مغرور ہو گئے سو ان کا یہ خیال غلط ہے وہ ہماری نافرمانی کر کے کبھی بحال نہ رہیں گے ہم ان کو مٹا ڈالیں گے اور اپنے پاک باز بندوں کو غالب کریں گے افلا یرون انا نأتی الارض ننقصھا من اطرافھا سے یہی مراد ہے کہ وہ مشرکین متمردین جو عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ زمین یعنی ملک عرب کو اس کے کناروں سے لے کر کم کرتے چلے آتے ہیں کہ مکہ کے اردگرد دور دور تک بڑے بڑے سرکش مرتے جاتے ہیں اور اسلام پھیلتا چلا آتا ہے کفر کی زمین گھٹتی چلی جاتی ہے اسلام پھیلتا جاتا ہے۔ ابن عباس و مقاتل و کلبی کہتے ہیں ننقصھا سے مراد اسلام کے لیے شہروں کا فتح ہونا۔ عکرمہ کہتے ہیں لوگوں کے مرنے سے بستیوں کا برباد ہونا۔ اول قول قوی ہے مگر ایک شبہہ ہوتا ہے کہ یہ سورۂ مکیہ ہے اور جہاد ہجرت کے بعد فرض ہوا تھا پھر زمین کفر کے کم کرنے کے اس وقت میں کیا معنی؟ سیوطی نے اتقان میں کہا ہے کہ یہ آیات مدنیہ میں ہیں تب شبہہ نہیں رہا۔

اٰتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَ

اسکو بھی ہم لا موجود کرینگے اور ہم ہی حساب لینے کے لیے بس ہیں　اور

لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ

البتہ ہم نے موسےٰ اور ہارون کو (حق و باطل میں) فیصلہ کرنے والی

وَضِيَاۗءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾

اور روشنی لینے والی اور پرہیزگاروں کی فہمایش کرنے والی (کتاب) دی تھی

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ

ان پرہیزگاروں کے لیے جو اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے ہیں　اور

هُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَ

قیامت کا بھی وہ خوف کرتے ہیں　اور

هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۭ

یہ (قرآن) ایک مبارک پند نامہ ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے

ع ۴ ۹ ۱۱

اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾

(اے لوگو!) پھر کیا تم اس کے بھی منکر ہو۔

فقیر کہتا ہے کہ اگر آیات مکیہ بھی ہوں تو کچھ شبہ نہیں۔ کس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تھے ہجرت سے ذرا پیشتر مدینہ اور اس کے نواح میں اسلام پھیل گیا تھا اسی طرح حبشہ میں اور دیگر قبائل عرب میں بھی۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو یہ جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں اپنے گھر سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو تمہارا منعم حقیقی ہے مگر جو لوگ بہرے ہو گئے ان کے کانوں میں حق باتوں کی رسائی نہیں وہ اس خوف آمیز پیغام کو سنتے ہی نہیں وہ دراصل بہرے ہو گئے تھے بلکہ اس قوت شنوائی کو عمداً حق بات سننے میں صرف نہیں کرتے تھے گویا انہوں نے اس قوت سے جب اس کا اصلی کام نہ لیا تو کھو ہی دیا اس لیے بطور استعارہ کے ان کو بہرا کہا گیا اور اسی طرح جس قوت خداداد کو کوئی اس کے موقعہ پر استعمال نہیں کرتا تو اس کو اس قوت کا کم کر دینے والا سمجھنا اور اس کو اس فاقدۃ القوۃ سے تعبیر کرنا عام محاورہ ہے اس لیے ان کو گونگا اور بہرا کہا جاتا ہے۔

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ

اور اگر ان کو آپ کے رب کے عذاب کا ایک جھونکا بھی

رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا

لگ جائے تو کہنے لگیں گے کہ ہائے خرابی بے شک ہم ہی

ظٰلِمِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ

ظالم تھے　اور قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازوئیں

لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَ

قائم کریں گے　پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا　اور

اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ

اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہو گا　تو

ترکیب

ولئن شرط من عذاب ربك نفحة کی صفت۔ و اصل النفح من الریح الیبنۃ والمعنی ولئن مستھم شیٔ قلیل من عذاب اللہ لیقولن جواب۔ الموازین جمع میزان موصوف القسط گو مفرد ہے مگر مصدر ہے جو جمع کی صفت ہو سکتا ہے یا یہ تقدیر ذوات القسط تب بھی الموازین کی صفت ہو سکتا ہے مثقال منصوب خبر کان ہو کر لے و ان

ف نفح دہیدن بوے خوش و پائے زدن ناقہ و شمشیر زدن و وزیدن باد و دادن چیزے نفح بشئی اعطاء۔ قال الاصمعی ماکان من الریاح نفح فھو برد و ماکان نفح فھو حر۔ من الصراح ۱۲ منہ

کان العمل وزن مثقال، ثقل بمعنی بوجھ سے مشتق ہے جس کے معنی وزن ہے۔ من خردل صفت ہے حبۃ یا مثقال کی۔ کفی بنا کی ترکیب گزر چکی۔

تفسیر

ہاں اگر ان کو عذاب الٰہی کی کچھ ہوا بھی چھو جائے ذرا بھی عذاب نازل ہو جائے تو یہ بہرہ پن سب جاتا رہے اور اپنے ظلم و ستم کا اقرار کرنے لگیں اور خیر یہ تو دنیا کا معاملہ ہے مگر آخرت میں تو وہ اپنے اعمال کے بدلے سے ہرگز بچ ہی نہ سکیں گے کیوں کہ ونضع الموازین فلا وہاں اعمال کی ترازوئیں ہم قائم کریں گے ہر ایک کے لیے ایک ترازو ہوگی اور ترازو بھی کیسی عدل و انصاف کی کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا کہ اس کے نیک اعمال کو دبا لیا جاوے اور ناکردہ عمل اس پر لگا دیے جاویں بلکہ وان کان مثقال اگر رائی کے دانہ برابر بھی کسی کا عمل ہوگا وہ بھی لایا جائے گا اور ہم خود حساب لیں گے۔ مجاہد کہتے ہیں اور ضحاک و قتادہ سے بھی یہی منقول ہے کہ یہ بطور تشبیہ کے ہے نہ یہ کہ حقیقت میں ترازو عمل تولنے کو کھڑی ہوں گی بلکہ مراد یہ کہ حساب انصاف کے ساتھ لیا جائے گا کیوں کہ دنیا میں محسوسات کا صحیح اندازہ اور انصاف و عدل کا وزن ترازو یا پیمانہ سے ہوتا ہے اس لیے قیامت میں اعمال کے موازنہ کو اس کے ساتھ تعبیر کیا۔ ابن جریر نے ابن عباسؓ سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔ مگر ائمہ سلف فرماتے ہیں کہ جب تک لفظ کے حقیقی معنی بن سکتے ہوں مجاز کی کیا حاجت؟ پس اگر قیامت میں اعمال تولنے کے لیے ترازو قائم ہو تو کیا بعید ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ وہ ترازو دنیا کی ترازوؤں کی طرح نہ ہوگی بلکہ اعمال تولنے کے مناسب خواہ اعمال کو کسی شکل میں محسوس کر کے تولا جاوے یا کوئی اور طریق ہو جو خاص اس علام الغیوب کو معلوم ہے اور یہ اس لیے کہ میدان حشر میں سب کو اعمال کا اندازہ معلوم ہو جاوے خدا تعالیٰ پر ظلم کی تہمت نہ کوئی لگا دے اور بہت سی صحیح احادیث سے کہ جن کو صحیحین میں شیخین نے بھی روایت کیا ہے اس قول سلف کی تائید ہوتی ہے۔

سوال یہ آیت اس آیت کے مخالف اور صریح نقیض ہے فلا نقیم لہم یوم القیٰمۃ وزنا۔

جواب اس آیت میں وزن نہ قائم کرنے سے مراد ان کے اعمال بد کی بے قدری مراد ہے۔ پہلے فرمایا تھا کہ قل انما انذرکم بالوحی اب اس بیان کو تمام کر کے جو دار آخرت و معاد سے متعلق تھا مسئلہ نبوت کو ثابت کرنے کے لیے چند اولوالعزم انبیاء کے تذکرے بیان فرماتا ہے تاکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ہو اور مخالفوں کو اطمینان ہو کہ یہ الہام و نبوت کا سلسلہ دنیا میں ہم نے اسے محمدؐ تم سے بہت پہلے سے جاری کر رکھا ہے موسیٰ اور ہارون کو بھی ہم نے کتاب یعنی تورات دی تھی جو فیصلہ کرنے والی اور نور یعنی منور اور پرہیزگاروں کے لیے سمجھ کی چیز تھی، اعنی خدا ترسوں کے لیے۔ باوجود اس کے ان کی امت نے ان سے کیا کیا کیا اور اسی طرح یہ قرآن بھی سمجھانے کی مبارک کتاب ہے۔ پھر کیا اے لوگو تم اس کے بھی منکر ہو؟ کتاب تو موسیٰ ہی کو دی تھی مگر نبوت اور اس کی ترویج و شہرت میں ہارون علیہ السلام بھی شریک تھے اس لیے ان کو بھی شامل کر لیا جس طرح کبھی امت کو شامل کر لیا جاتا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ

اور ہم نے ابراہیم کو (اول ہی سے) عقل سلیم عطا کی تھی

قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۝ اِذْ

اور ہم ان کی صلاحیت سے واقف تھے۔ جب کہ

قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ
انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیں کہ جن پر تم

بِالْهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾
معبودوں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا بے شک وہ بڑا ہی ظالم ہے

الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا
جمے بیٹھے ہو　کیا چیز ہیں　انہوں نے کہا

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ
آپس میں کہنے لگے ہم نے ایک جوان کو جو ابراہیم کہلاتا ہے ان کا ذکر (بھی)

وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾
کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو انہیں کی عبادت کرتے پایا ہے۔

لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ
کرتے سنا ہے　وہ بولے پھر تو اس کو سب کے

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ
ابراہیم نے کہا البتہ تم　اور تمہارے باپ دادا

عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ
سامنے لاؤ　تاکہ وہ بھی

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا
صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے　انہوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس

يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ
دیکھیں　(پھر مجلس میں ابراہیم سے) پوچھا کہ کہ ابراہیم کیا یہ حرکت

بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾
حق بات لے کر آیا ہے یا　تو　دل لگی کرتا ہے

هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ
ہمارے بتوں کے ساتھ تو نے ہی کی ہے　ابراہیم نے کہا

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ
ابراہیم نے کہا بلکہ تمہارا رب تو　آسمانوں　اور

بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ
بلکہ یہ تو ان کے اس بڑے نے کی ہے　اگر وہ بول سکتے ہوں

الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى
زمین کا رب ہے کہ جس نے ان چیزوں کو بنایا ہے اور میں بھی اس کا

اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا
تو ان سے　پوچھ دیکھو　پھر وہ اپنے دل میں

ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ
گواہ　ہوں　(آہستہ سے یہ کہا) کہ بخدا

اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ
نادم ہو کر کہنے لگے　کہ بے شک سراسر

لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ
تمہارے گئے بعد　میں تمہارے بتوں سے

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى
تمہیں ناحق پر ہو　پھر انہوں نے سر نیچا

تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا
چال ہی کر کے رہوں گا　سو ابراہیم نے بڑے بت کے

رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ
کر کے کہا　کہ تو خوب جانتا ہے کہ یہ

اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ
سوا اب کے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا (اس کو اس لیے نہ توڑا) شاید کہ وہ

يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ
بولا نہیں کرتے　ابراہیم نے کہا پھر کیا تم اللہ کے سوا

يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا
اس کی طرف جو رجوع کریں (جب پھر کر آئے اور یہ حال دیکھا تو کہنے لگے کہ ہمارے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا
اس چیز کو پوجا کرتے ہو　کہ جو نہ تمہیں کچھ نفع دے سکے

لہ یعنی شرمندہ ہو کر کہا ۱۲ منہ

وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا

اور نہ کچھ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ تف ہے تم پر اور تمہارے

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا

ان معبودوں پر کہ جن کو تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو پھر کیا

تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾

تم کو کچھ بھی عقل نہیں

یہ دوسرا قصہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جس میں حضرت کا ابتداء عمر میں موحد ہونا اور اپنی قوم سے بت پرستی کی تحقیر کرنا اور جب وہ عید میں باہر گئے تھے بعد میں ان کے چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالنا اور بڑے کا باقی رکھنا اس الزام دینے کے لیے کہ ان سے پوچھو پھر بت پرستوں کا اس بات سے ناراض ہو کر حضرت ابراہیم کو آگ میں پھینکنا اور رحمت الٰہی سے جو ہمیشہ اس کے پاک بندوں کے ساتھ رہتی ہے آگ کا سرد اور باغ ہو جانا مذکور ہے۔

اس میں عرب کے مشرکین کی طرف تعریض بھی ہے کہ تم کیسے ابراہیم کے فرزند ہو اس نے تو بت پرستی کو یوں مٹایا اور تم خود بت پرستی میں مشغول ہو۔ اگر باپ دادا ہی کی تقلید کرتے ہو تو اپنے جد امجد ابراہیم کی تقلید کرو۔

ولقد اٰتینا ابراھیم رشدہ من قبل رشد سے مراد نبوت جس پر جملہ کنا بہ عالمین دلالت کرتا ہے کیوں کہ خدا تعالیٰ نبوت کے ساتھ اس کو مخصوص کیا کرتا ہے کہ جس کو جان لیتا ہے کہ یہ اس عہدہ کو بامانت و حفاظت سر انجام دے گا اور انجام دینے کے قابل ہے۔

بعض کہتے ہیں اس سے مراد نور ہدایت اور باطنی روشنی ہے۔ جس میں نبوت بھی آ گئی۔ من قبل سے مراد یہ کہ موسیٰ سے پیشتر۔ بعض کہتے ہیں لڑکپن کا زمانہ جب کہ حضرت ابراہیمؑ غار یا تہہ خانہ میں پوشیدہ تھے جب ہی سے آثار رشد ان میں نمایاں تھے کیوں نہ ہو ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔

تماثیل۔ جمع تمثال آدمی یا دیگر حیوان یا کسی اور چیز کی صورت جسم خواہ پیتل کی ہو خواہ لوہے پتھر لکڑی کی ہو جس کو ہندی میں مورت کہتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام شہر بابل یا اہواز کے باشندے تھے۔

اس عہد میں صابیوں کا مذہب مروج تھا جو ستاروں اور دیگر چیزوں کی پرستش کیا کرتے تھے اور ان کے مناسب ان کی مورتیں بنا کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے خاص بابل میں ان کا ایک بڑا عالی شان مندر تھا جس کی بلندی اور دیگر عمارات کا حال سن کر حیرت ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ لڑکپن سے ہونہار اور ابتدا تک موحد قوم کے پیش رو ہونے والے علم الٰہی میں مقرر ہو چکے تھے۔ ان کو اس بت پرستی سے نفرت ہوئی باپ اور دیگر اقارب سے اس امر میں مناظرے شروع ہونے لگے پہلے ستاروں کے طلوع و غروب سے ان کی الوہیت باطل کر کے قوم کو الزام دیا پھر کہہ اٹھے کہ میں تمہارے معبودوں کو بھی ٹھیک کروں گا۔ چنانچہ جب سب لوگ شہر سے باہر اپنی عید کے لیے گئے جو ان کے معبودوں کی پرستش میں ایک سالانہ بڑا بھاری جشن ہوا کرتا تھا ابراہیمؑ مرض کا عذر کر کے پیچھے رہ گئے ان کے بت خانہ میں جا کر

عہ واضح ہو کہ حضرت ابراہیمؑ کا اپنے آپ کو بیمار کہنا اور بت شکنی کو بڑے بت کی طرف منسوب کرنا یا آفتاب کو ھٰذا ربی کہنا یا مصر میں جا کر فرعون بادشاہ کے خوف سے اپنی بیوی سارہ کو بہن کہنا نسب آبائی کے لحاظ سے جھوٹ نہیں کہا جا سکتا (باقی بر صفحہ آئندہ)

الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٠﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا

زیاں کار کر دیا　اور ہم ابراہیم اور لوط کو بچا کر

اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا

اُس سرزمین کی طرف لے آئے کہ جس میں ہم نے جہان کے لیے

لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَ

برکت رکھی ہے　اور ہم نے اس کو اسحاق اور روحی

يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا

یں یعقوب عطا کیے　اور ہر ایک کو ہم نے

صٰلِحِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً

نیک بخت کیا تھا　اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا تھا کہ وہ

يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ

ہمارے حکم سے رہنمائی کیا کرتے تھے　اور ہم نے ان کو اچھے کام کرنے

فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ

اور　نماز قائم رکھنے　اور زکوٰۃ دینے کا

اِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿٧٣﴾

حکم دیا تھا　اور وہ ہماری ہی بندگی کیا کرتے تھے

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ

اور لوط کو ہم نے　حکمت اور علم عطا کیا تھا اور ہم ان کو

مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰۗىِٕثَ ۭ

اُس بستی سے جو گندے کام کیا کرتی تھی (صحیح) سلامت نکال لے آئے

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿٧٤﴾

کیونکہ وہ لوگ　بری قوم (اور) بدکار　تھے۔

ان کے چھوٹے چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالا (معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہنود کے ہاں چھوٹی چھوٹی مورتیں ہوتی ہیں ان کے ہاں بھی ویسی ہوں گی) اور ایک مورت کو جو سب میں بڑی تھی رہنے دیا۔ جب وہ لوگ واپس آئے یہ حال دیکھا تو بڑے طیش میں آئے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ ابراہیم کا کام ہے کیوں کہ کسی نے کہا کہ آج قوم بھر میں وہی ان کی اہانت کیا کرتا ہے پھر اس کے سوا اور کون ایسا کر سکتا ہے پھر حضرت ابراہیمؑ کو مجلس قومی کے سامنے حاضر کیا گیا اور ان سے سوال کیا کہ یہ کام کس ظالم نے کیا؟ فرمایا کہ یہ تمہارے معبود ہیں ان میں ہر قسم کی قدرت ہے خود ان کو دریافت کرلو۔ الزام دینا مقصود تھا کہ یہ کیسے معبود ہیں کہ جن کو کسی نے توڑ ڈالا یہ کچھ نہ کر سکے اور نیز اب بیان بھی نہیں کر سکتے ان میں باہم لڑائی ہوئی ہوگی بڑے نے چھوٹوں کو مار ڈالا۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ

(وہ جل کر) کہنے لگے کہ اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو ابراہیم کو جلا دو اور اپنے

اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يٰنَارُ

معبودوں کی مدد کرو۔ (جب ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا تو) ہم نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ

كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾

ابراہیم پر　سرد اور　راحت ہو جا۔

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ

اور انہوں نے تو ابراہیم سے برا کرنا چاہا تھا پر ہم نے خود انہیں کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہ باتیں از قسم تعریض و توریہ ہیں مجازاً جھوٹ کہو تو کہو۔ سو یہ بھی ایسے اولوالعزم نبی کے لیے موجب استغفار تھا۔ لوط کو اپنی رحمت میں داخل کرنا اور صالحین میں سے ہونا فرمایا۔ اب اس سے وہ قصہ جو توراۃ موجودہ میں ہے کہ لوط نے شراب پی کر اپنی دونوں بیٹیوں سے زنا کیا غلط ثابت ہوگیا۔ ایسا نبی کہ جس کی امت اغلام کرنے سے ان کے رو برو غارت ہو آپ ایسا فعل بد کر سکتا ہے؟ ۱۲ منہ

عہ یعنی ملک شام میں لے آئے جہاں باعتبار پیداوار کے بڑی برکت ہے اور ابراہیم کا اصلی وطن ملک عراق تھا ۱۲

وَاَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهٗ

اور اس کو ہم نے اپنی رحمت میں لے لیا تھا کیونکہ وہ

مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۵

نیک بختوں میں سے تھا۔

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا

اور نوح کو بھی (یاد کرو) جب ان سے پیشتر انہوں نے پکارا تو ہم نے اس کی

لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ

سنی پھر اس کو اور اس کے گھرانے کو بڑی سخت مصیبت (طوفان)

الْعَظِیْمِ ﴿۷۶﴾ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ

سے نجات دی اور ہم نے اس کو اس قوم پر مدد کیا

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ

کہ جس نے ہماری آیتیں جھٹلائی تھیں کیوں کہ وہ

كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۷۷﴾

بہت برے لوگ تھے (اس لیے) ہم نے ان سب کو غرق کر دیا

وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی

اور داؤد اور سلیمان کو بھی (یاد کرو) جب کہ وہ دونوں کھیتی کا جھگڑا

الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ

فیصل کرنے لگے جب ایک کھیت میں ایک قوم کی بکریاں رات کو چر گئیں

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا

اور ان کا فیصلہ ہمارے سامنے تھا پھر (وہ فیصلہ) ہم نے

سُلَیْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ

سلیمان کو سمجھا دیا اور ہر ایک کو ہم نے حکمت اور

عِلْمًا وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ

علم دیا تھا اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے تابع کر دیا تھا کہ

یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۷۹﴾

تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی (تابع کیا) اور (یہ سب کچھ) ہم ہی کیا کرتے تھے

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ

اور داؤد کو ہم نے زرہیں بنانا بھی تمہارے لیے سکھایا

لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ

تاکہ تم کو لڑائی میں محفوظ رکھیں پھر

اس پر وہ اور بھی نادم اور خجل ہوئے اور یہ مشورہ کیا کہ ابراہیم کو آگ میں جلا دو چوں کہ اُن وحشی قوموں میں سخت جرم کی ایسی ایسی وحشیانہ سزائیں تھیں آگ میں ڈالا، اللہ تعالیٰ نے آگ کو ابراہیم پر سرد اور راحت کر دیا صحیح سلامت اس میں سے نکل آئے تب تو اور بھی لوگوں کو حیرت ہوئی اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام بھی ایمان لے آئے۔

ہاران حضرت ابراہیمؑ کا حقیقی بھائی تھا لوط اس کے بیٹے تھے۔ ہاران اپنے باپ تارا کے روبرو جس کو آذر بھی کہتے ہیں وطن میں ہی مر گیا تھا۔ ابراہیم خداوند کے کہنے کے موافق روانہ ہوا اور لوط بھی اس کے ساتھ چلا[1] اور یہ ملک شام میں آیا کہ جس میں خدا نے پھلوں پھولوں اور انہار و اثمار و شادابی کی وجہ سے دنیا کے لیے برکت رکھی ہے۔ اس ملک میں خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو بہت برومند کیا اسحٰق بیٹا پیدا ہوا اور پھر اسحٰق سے یعقوب نفع میں، کیوں کہ التجا بیٹے کے لیے کی تھی خدا نے پوتا بھی دیا اور پھر ان کی نسل میں سے انبیاء اور برگزیدہ لوگ پیدا کیے۔ یہ نتیجہ ہے دنیا میں خدا پرستی کا۔

اور لوط کو جھیل مردار کے پاس رہنے کا حکم ہوا وہاں کی بستیاں سدوم و عامورہ وغیرہ کے بڑے ناپاک لوگ اغلامی تھے ان پر خدا کا قہر نازل ہوا لوط کو خدا نے وہاں سے سلامت نکالا۔

[1] توریت سفر پیدائش ۱۲

أَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ

کیا تم شکر کرتے ہو　اور ہم نے تیز ہوا کو سلیمان کا

عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ

حکم بردار کر دیا تھا جو اس کے حکم سے اس زمین کی طرف چلا کرتی تھی

الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ

کہ جس میں ہم نے برکت دی ہے[1]　اور ہم ہر بات

عٰلِمِيْنَ ﴿٨١﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ

جانتے تھے　اور سلیمان کے لیے کچھ تو ایسے جن تھے

يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا

کہ جو دریا میں غوطہ لگاتے تھے　اور اس کے سوا اور بھی کام

دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٨٢﴾

کیا کرتے تھے　اور ان کی حفاظت ہم کیا کرتے تھے

ترکیب

جس طرح لوطاً مفعول تھا آتینا محذوف کا جس کی تفسیر آتینا مذکور ہے اسی طرح نوحاً و داؤد سلیمٰن ہیں اور ممکن ہے کہ ان کو اذکر محذوف کا مفعول کہا جاوے اذ نفشت ظرف ہے یحکمن کا مع داؤد العامل فی مع یسبحن اور یہ حال ہے الجبال سے والطیر معطوف ہے الجبال پر وقیل ہی بمعنی مع الریح منصوب ہے سخرنا مقدر سے عاصفۃ حال ہے الریح سے تجری دوسرا حال من منصوب ہے سخرنا سے۔

تفسیر

یہ تیسرا قصہ

حضرت نوح کا ہے کہ جب ان کی قوم نے ان کو سخت تکلیف پہنچائی اور انہوں نے ہم کو کرب عظیم میں پکارا تو اس کو اور اس کے کنبے کو کشتی میں سوار کر کے اس بلائے عظیم سے نجات دی باقی تمام قوم پر قہر الٰہی ٹوٹ پڑا سب کے سب پانی میں ڈوب گئے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلی امتوں نے اپنے انبیاء کو ایسی ایسی تکلیفیں دی ہیں آخر اس کے وبال میں پکڑے گئے۔ تمہارے مخالف اس ملت پر نازاں نہ ہوں۔

یہ چوتھا قصہ

حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا ہے۔ ان کے قصہ میں ایک تو یہ بات بتلانی مقصود ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں سے ایسے ایسے برگزیدہ اور صاحب تخت و تاج پیدا ہوئے یہ سب ان کی خدا پرستی کا پھل ہے کہ جن کے ساتھ ان کے معاصروں نے یہ بدسلوکیاں کی تھیں کہ ان کو آگ میں ڈال دیا تھا۔ دوسری بات یہ کہ کفار قریش جو اپنی تھوڑی سی آسودگی پر یہ غرور اور سرکشی کرتے ہیں یہ ان کی کم حوصلگی ہے ورنہ داؤد اور سلیمان جیسوں کو دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے ان کو کیسی ثروت اور حکومت دی تھی ہوا اور پہاڑ اور پرند تک اور جن اور شیاطین تک بھی ان کے زیر حکم تھے اس پر بھی وہ ایسے خدا ترس خدا پرست باانصاف تھے کہ جس کی ادنیٰ نظیر یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام سے باوجودے کہ باپ اور بزرگ تھے ایک فیصلہ میں غلطی ہوئی جو بکریوں کے

---

[1] یعنی ملک شام و فلسطین ۱۲ منہ

ف عاصفۃ شدیدۃ الہبوب وخفیفۃ یقال اعصفت الریح اذا اشتدت ۱۲ منہ الغوص: غوطہ زدن در آب ۱۲ منہ

کھیت میں نقصان کر دینے کے متعلق تھا مگر سلیمان کے کہنے کو مان گئے اور سلیمان کو دیکھو کہ انہوں نے اس غلط فیصلہ میں جو ایسے بڑے معزز باپ سے سرزد ہو گیا تھا ان کی پیروی نہ کی۔ پھر لے لوگو تم اپنے جہلاء باپ دادا کی لکیر کے ناحق کیوں فقیر بنے بیٹھے ہو کیا ان سے غلطی اور سوء فہمی ممکن نہ تھی؟ اب پیشتر وہ بکریوں کے چرنے کا فیصلہ ذکر فرماتا ہے پھر جو ان کو نعمتیں عطا ہوئی تھیں ان کو ذکر کرتا ہے فقال اذ نفشت ابن السکیت کہتے ہیں نفش شب میں بکریوں کا چرواہے بغیر از خود چرنا۔ وہ قصہ جیسا کہ ابن مسعود و شریح و مقاتل رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے یوں ہے کہ داؤد علیہ السلام کے عہد حکومت میں ایک رات کسی چرواہے کی بے خبری میں بکریاں کسی کے انگوری کھیت میں جا پڑیں بکریوں نے انگور کی کونپلیں کھالیں خوشوں کو خراب کر دیا۔ صبح کو یہ مقدمہ حضرت داؤد کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت نے اس کے نقصان کا اندازہ لگایا تو اس قدر قیمت ہوئی کہ جس قدر بکریوں کی مالیت تھی اس لیے وہ بکریاں اس کے تاوان میں کھیت والے کو دلا دیں۔ فریقین باہر آئے تو ان سے سلیمان نے پوچھا۔ سن کر کہا کہ فریقین کے حق میں اس سے بہتر اور فیصلہ ہونا چاہیے تھا۔ یہ خبر داؤد کو پہنچی انہوں نے سلیمان کو بلا کر پوچھا۔ فرمایا بکریاں کھیت والے کو دیجیے اور چرواہے کو کہیے کہ جتنی مدت تک کہ پھر اسی طرح اس کا باغ درست ہو وہ تیری بکریوں کا دودھ اور اون وغیرہ لے گا، اور تو اتنے دنوں اس کے کھیت کو درست کرے گا پھر جب ویسا ہی ہو جاوے تو تیری بکریاں تجھ کو واپس ملیں گی۔ اس پر فریقین راضی ہو گئے۔ داؤد علیہ السلام نے اس کو بہت پسند کیا۔

اب داؤد پر جو انعام ہوئے تھے ان کو بتلاتا ہے۔ (۱) پہاڑ اور پرندوں کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے مقاتل کہتے ہیں کہ جب داؤد علیہ السلام جنگل میں جا کر زبور پڑھتے اور روتے تھے تو ان کے ساتھ پہاڑ اور پرند بھی تسبیح و تہلیل کرنے لگتے تھے۔ کلبی کہتے ہیں کہ پہاڑوں کا ان کی آواز تسبیح سے گونج اٹھنا اور پرند کا جھنڈ باندھ کر ان کے گرد اگرد آ کے حمد و ثنا اور آہ و بکا میں شریک ہونا ان کا تسبیح کرنا ہے اور ایسا واقعہ ہوتا تھا۔ (۲) داؤد علیہ السلام کو زرہ بنانی سکھائی۔ ان سے پیشتر کوئی زرہ بنانا نہ جانتا تھا۔ یہ بھی حروب و جدال میں بڑی کارآمد چیز ہے خدا نے یہ نعمت بندوں کو داؤد علیہ السلام کے ذریعہ سے عطا فرمائی۔ آج کل قسم قسم کی توپیں اور بندوقیں اور آلات آتش فشاں انسان کے مارنے کے اسباب ہیں مگر محفوظ رکھنے کا کوئی نہیں اس لیے فرماتا ہے لنحصنکم اس پر شکر کرنا چاہیے کما قال فھل انتم شاکرون۔

اس کے بعد ان نعمتوں کا ذکر کرتا ہے جو حضرت سلیمان

ف　داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ وحی و الہام پر مبنی نہ تھا بلکہ اجتہاد پر اور اجتہاد شرع میں درست اور سند ہے لیکن مجتہد سے بحیثیت اجتہاد خواہ وہ کوئی ہو غلطی ممکن ہے۔ یا یوں کہو داؤد سے بھی غلطی نہیں ہوئی مگر سلیمان کو ان سے بہترات معلوم ہو گئی۔ ہماری شرع میں اگر یہ حادثہ واقع ہو تو اس کی نسبت حسن بصری فرماتے ہیں کہ یہی حکم سلیمانی جاری ہوگا کیونکہ یہ آیت محکمہ ہے مگر بہت علماء کہتے ہیں اجماع سے منسوخ الحکم ہے۔ پھر اس میں امام شافعی فرماتے ہیں اگر یہ واقعہ دن میں ہو تو بکریوں کے مالک کو کچھ دینا نہیں پڑتا کیونکہ دن میں کھیت کی حفاظت کھیت والے کے ذمہ ہے ہاں اگر رات میں ہو تو تاوان دینا ہوگا۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں خواہ دن کا واقعہ ہو یا رات کا جب تک چرواہے کی بکریوں کے چھوڑنے میں کوئی تعدی یا خطا نہ ہوگی تاوان نہ لازم ہوگا کیونکہ صحیح حدیث میں آگیا ہے العجماء جرحہا جبار۔ ک ۱۲ منہ

علیہ السلام کو دی گئی تھیں ولسلیمٰن الریح عاصفۃ کہ سلیمان کے لیے ہوا مسخر ہوئی اس کے حکم یا مرضی کے موافق شام کے ملک کی طرف چلا کرتی تھی۔ سورۂ ص میں اسی امر کو یوں بیان فرمایا ہے فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب والشیٰطین کل بناء وغواص واٰخرین مقرنین فی الاصفاد۔ سورۂ سبا میں یوں آیا ولسلیمٰن الریح غدوھا شھر ورواحھا شھر کہ سلیمان کے لیے ہوا تابع کردی تھی جس کی صبح و شام کی رفتار ایک مہینہ کا رستہ تھا۔ سورۂ ص میں ہوا کو نرم اور سورۂ انبیاء میں تند و تیز فرمایا اس وجہ سے کہ ہوا تو تیز تھی مگر سلیمان کی مرضی کے موافق نرم نرم بھی چلتی تھی کہ جس میں تکلیف نہ ہو ہموار چلتی تھی۔

ان آیات میں یہ ذکر نہیں کہ سلیمان علیہ السلام کسی تخت پر مع اپنے مصاحبوں کے بیٹھتے تھے اور وہ تخت ایسا اور ایسا تھا جو ہوا پر اڑا کرتا تھا مہینے بھر کا رستہ آدھے دن میں طے کرتا تھا اور سلیمان اصطخر یا اور کسی مشرقی صوبہ سے صبح کو سوار ہوتے تھے تو دوپہر تک شام اور خاص یروشلم میں جا پہونچتے تھے۔ البتہ مفسرین اسلام اور مورخین یہود کے ہاں یہ روایات مشہور اور مسلّم ہیں اور اگر ایسا ہو بھی تو عقلاً کچھ ممنوع نہیں کیوں کہ اول تو حضرت سلیمان نبی تھے ان کے معجزہ سے ایسا ہونا ممکن ہے۔ دوم ہر زمانے میں ایسے ایسے عجائب غرائب صنائع اختراع ہوتے ہیں کہ جو ان صنائع کے صفحۂ عالم سے محو ہو جانے کے بعد وہ افسانہ دور از عقل معلوم ہوتا ہے۔ آج کل ہوائی جہاز کی رفتار کو دیکھیے پھر کیا ممکن نہیں کہ اس عہد میں اسی قسم کی سواری ایجاد ہوئی ہو۔

جو لوگ معجزات و خرق عادات کو قصہ و کہانی جانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آیات میں صرف ہوا کا مسخر ہونا مذکور ہے جو سلیمان علیہ السلام کے جہازی بیڑے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو حیرام شہر صور کے بادشاہ نے بیت المقدس کی تعمیر کے لیے لکڑیاں پہنچانے کے لیے بنوایا تھا جیسا کہ اول کتاب السلاطین کے ۵ باب میں مذکور ہے۔ اور تجری بامرہ الی الارض التی بارکنا فیہا اس پر صاف دلیل ہے کیونکہ لبنان کی طرف سے سمندر کی راہ سے وہ بیڑا یروشلم کی طرف آیا کرتا تھا۔

(۲) شیاطین یعنی جن حضرت سلیمان کے تابع تھے جو بہت سے سرکشی کی وجہ سے بیڑیوں میں قید رہتے تھے اور ان میں سے بہت کو مختلف کاموں پر لگا رکھا تھا کہ بعض سمندر میں غوطہ لگا کر موتی نکالا کرتے تھے۔ اور عمارت اور دیگر بھاری بھاری کاموں پر بھی مامور تھے جیسا کہ سورۂ سبا میں ہے ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ۔ اور یہ قوم جن محض خدا تعالیٰ کی قدرت سے سلیمان علیہ السلام کے بس میں تھے جیسا کہ فرماتا ہے وکنا لہم حافظین۔

جب کہ قوم جن کا وجود انسان سے جداگانہ مقدمۂ تفسیر میں ثابت ہو چکا اور یہ بھی کہ اپنے مادہ کی وجہ سے وہ انسان سے قوی ہیں تو پھر خدا کی قدرت و عنایت سے ان کا کسی بابرکت انسان کے بس میں ہو جانا اور کام کرنا کیا محال ہے؟ صدہا عجائب کار عاملان جن کے لوگوں نے دیکھے ہیں۔ مگر وہی نئی روشنی کے لوگ اس کی بھی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کی عملداری نہر فرات سے لے کر فلسطیوں کی زمین تک اور مصر کی سرحد تک تھی اور دریا کے اس پار سے تفسح سے لے کر غزہ تک سب بادشاہوں یعنی بااختیار رئیسوں پر ان کی حکومت تھی جیسا کہ اول کتاب السلاطین کے ۴ باب میں ہے اور عمالیق قوم کو ان کی سرکشی اور تنومندی اور قوت کی وجہ سے کبھی جن کے ساتھ کبھی

شیاطین کے ساتھ تعبیر کیا جاتا تھا جیسا کہ آج کل بھی بڑے اور سرکش آدمی کو شیطان اور بڑے قوی کو جن کہتے ہیں۔ بس اس سے یہی لوگ مراد ہیں۔

ف یہ باتیں صاف صاف بائیبل میں نہیں مگر کچھ حرج نہیں کیوں کہ کتب موجودہ میں بہت سی باتیں نہیں۔ دیکھو اول کتاب التواریخ کے اخیر میں یہ لکھا ہے کہ "داؤد بادشاہ کے اعمال اول و آخر دیکھ وہ سب سموئیل غیب بیں کی تواریخ میں اور ناتن نبی کی تواریخ میں اور جاد غیب بیں کی تواریخ میں یعنی اس کی ساری حکومت اور زور کا تذکرہ اور جو جو زمانے اس پر اور اسرائیل پر اور زمین کی ساری مملکتوں پر گزر گئے، ان کا سب حال لکھا ہے۔" اب فرمائیے کہ وہ سب کتابیں کہاں ہیں؟ پس جب علام الغیوب کے علم میں وہ سب احوال ہیں اس نے ان میں سے بعض اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی الہام کیے۔

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ
اور (یاد کرو) جب کہ ایوبؑ نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے سخت روگ
الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٨٣﴾
لگ گیا ہے حالانکہ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے
فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن
سو ہم نے اس کی سنی پس جو کچھ اس کا روگ تھا اس کو
ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ
دور کر دیا اور ان کا کنبہ بھی انہیں دیا اور اتنا ہی ان کے ساتھ
رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ ﴿٨٤﴾
اپنی رحمت سے اور بھی دیا اور اس لیے کہ عابدوں کے لیے یادگار رہے
وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ
اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو بھی (یاد کرو)

كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ ﴿٨٥﴾ وَأَدْخَلْنَاهُمْ
ہر ایک ان میں سے صابر تھا اور ہم نے ان کو اپنی
فِي رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُم مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٨٦﴾
رحمت میں داخل کر لیا کیونکہ وہ نیک لوگوں میں سے تھے
وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ
اور ذی النون کو (بھی یاد کرو) جب کہ وہ خفا ہو کر چل دیے پھر انہوں نے سمجھ لیا
أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي
تھا کہ ہم اس پر قابو نہ پاویں گے تب انہوں نے اندھیروں میں
الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ
سے پکارا کہ تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں تو پاک ہے
إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا
البتہ میں جو تھا تو ستمگاروں میں سے تھا پھر ہم نے اس کی
لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ
سن لی اور اس کو غم سے نجات دی اور ہم ایمان والوں کو
نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾ وَزَكَرِيَّا
یوں ہی نجات دیا کرتے ہیں اور زکریا کو بھی (یاد کرو)
إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي
جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے رب مجھے اکیلا
فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿٨٩﴾
نہ چھوڑنا اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔
فَاسْتَجَبْنَا لَهُ ۖ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَ
پھر ہم نے اس کی سن لی اور اس کو یحییٰ عطا کیا اور
أَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا
اس کے لیے اس کی بیوی کو درست کر دیا بے شک یہ لوگ نیک
يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا
کاموں میں دوڑ پڑا کرتے تھے اور ہم کو امید

رَغَبًا وَّرَهَبًا ۚ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿٩٠﴾

اور ڈر کو پکارا کرتے تھے اور ہم سے ہی ڈرتے رہتے تھے

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا

اور اس عورت (مریم) کو (بھی یاد کرو) کہ جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر اس میں

مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً

ہم نے اپنی روح پھونک دی اور اس کو اور اس کے بیٹے کو جہان کے لیے

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩١﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ

نشانی بنایا۔ (مسلمانو!) یہ لوگ تمہارے گروہ کے ہیں

اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ

جو ایک ہی گروہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں

فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ

پس میری ہی عبادت کیا کرو (لیکن ان کے بعد) لوگوں نے آپس میں

بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾

تفرقہ ڈال دیا سب کو آنا تو ہمارے ہی پاس ہے۔

یہ پانچواں قصہ

ایوب علیہ السلام کا ہے جس میں یہ بات پاک بازوں اور اور خدا کے راست بازوں کو بتلائی جاتی ہے کہ دنیا دار المصائب ہے یہاں بڑے بڑے برگزیدہ آزمائے گئے ہیں ان پر طرح طرح کی مصیبتیں پڑی ہیں۔ ایوب کو دیکھو مال و اسباب پر مصیبت آئی فقیر ہو گئے پھر تمام اولاد بیٹے اور بیٹیاں دفعۃً مر گئے پھر خود بھی مرض جذام میں مبتلا ہوئے لوگ گھن کھانے لگے گاؤں سے نکال دیے گئے۔ باہر ایک جھونپڑی میں رہتے تھے بیوی کہیں سے محنت مزدوری کر کے لاتیں اور ان کو کھلاتی تھیں اس پر بھی انہوں نے صبر کیا۔

اس آزمائش کی بابت کتاب ایوب میں بھی اور ہمارے ہاں کی روایات میں بھی یوں بیان ہوا ہے کہ شیطان نے خدا تعالیٰ سے کہا کہ ایوب کی جو تو تعریف کرتا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ اس کو تو نے بہت سی نعمت عطا کر رکھی ہے۔ اگر اس پر مصیبت آوے اور پھر تری شکایت نہ کرے تب جانوں کہ صابر و شاکر ہے۔ خدا تعالیٰ نے شیطان کو اختیار دیا۔ ایوب کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں اور مال کا یہ حال کہ سات ہزار بھیڑیں اور تین ہزار اونٹ اور پانچسو جوڑیاں بیلوں کی اور پانچ سو گدھیاں تھیں۔ پس ایک روز ایسا ہوا کہ سب بہن بھائی ایک مکان میں دعوت کھا رہے تھے اور مواشی چراگاہ میں چر رہے تھے اور بیل جوتے جا رہے تھے ناگاہ سبا کے لوگ آ گرے اور گدھوں کو چھین لے گئے اور آدمیوں کو قتل کر گئے اور اسی دن آسمان سے آگ کا شعلہ آیا اس نے بھیڑوں اور نوکر چاکروں کو ہلاک کیا اور کسدی اونٹ لے گئے اور نوکروں کو مار گئے اور ایک زور کی آندھی آئی مکان گر گیا سب بیٹے بیٹیاں دب کر مر گئے۔ قاصدوں نے یکے بعد دیگرے آ کر ایک ہی وقت میں ایوبؑ کو اس حادثہ کی خبر دی کسی نے اولاد کی ہلاکت کی کسی نے اونٹوں کی کسی نے بکریوں کی۔ ایوبؑ نے سن کر سجدہ کیا اور کہا میں ماں کے پیٹ سے ننگا نکلا تھا، اور ننگا ہی قبر میں جاؤں گا اسی نے دیا تھا اسی نے لے لیا۔ اس کے بعد شیطان نے کہا اب بھی ایوب جو شکر و صبر کرتا ہے تندرستی کی نعمت اس کو حاصل ہے اگر یہ نہ ہو تب شکر و صبر کرے تو معلوم ہو۔ اس پر بھی خدا تعالیٰ نے شیطان کو اجازت دی۔ تب شیطان نے حضرت ایوبؑ پر اثر کیا جس کی وجہ سے تمام بدن پر پھوڑے نکلے اور ٹھیکرا لے کر کھجانے لگے اور تمام بدن خراب ہو گیا پھوٹ نکلا ان مصیبتوں پر حضرت ایوبؑ نے صبر کیا لوگوں کے طعن و تشنیع کی بھی تکلیفیں اٹھائیں دوستوں کی بے مہری دیکھی تب ایک روز حضرت ایوبؑ

ع ۱۸

خدا تعالیٰ کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے کہ اے میرے معبود اپنے بندے پر رحم کر میرے زخمی دل کو دیکھ مجھ سے لوگ نفرت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وایوب اذ نادیٰ ربہ انی مسنی الضر خدا تعالیٰ نے ایوب پر رحمت کی اس کو آگے کی نسبت دونی دولت عنایت کی واٰتینٰہ اھلہ ومثلھم معھم مقاتل وقتادہ وابن عباس وابن مسعود فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ایوبؑ کے مرے ہوئے کنبہ کو زندہ کر دیا اور سات بیٹے اور تین بیٹیاں بعد میں پیدا ہوئیں جیسا کہ ظاہر آیت سے سمجھا جاتا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں اس کے یہ معنی کہ ہم نے ایوبؑ کو اس کا کنبہ دیا یعنی سات بیٹے اور تین بیٹیاں تندرست ہونے کے بعد پیدا ہوئیں اور اس کے بعد ایوبؑ ایک سو چالیس برس تک زندہ رہے اپنی چار پشت کو دیکھا (جیسا کہ کتاب ایوب کے ۴۲ باب ورس ۱۵-۱۶ میں تصریح ہے) یعنی مثلھم معھم ہوا۔

پھر اس میں بھی بڑا اختلاف ہے کہ حضرت ایوب کس زمانہ میں تھے۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ ایوبؑ رومی تھے اوص کے بیٹے عیص بن اسحٰق کی نسل سے۔ اور ان کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقی پوتی تھیں جن کا نام رحمت تھا۔ چون کہ عرب میں بنی اسمٰعیل جا بسے تھے اور ایوب علیہ السلام کی قرابت ان سے بہت قریبہ تھی ان کے ہم زبان بھی تھے اس لیے ان کا عرب میں مبعوث ہونا من قومہ کے برخلاف نہیں کہا جا سکتا۔ اب متعین نہیں کہ عرب میں کس بستی میں رہتے تھے؟ ان کے ایام مصیبت کی تعداد کسی نے سات برس کسی نے کم زیادہ بیان کیے ہیں، والعلم عند اللہ تعالیٰ۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ اسمٰعیل و ادریس و ذی الکفل علیہم السلام کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک ان میں کے صابر تھا ان پر بھی بڑی بڑی تکلیفیں دنیا میں نازل ہوئی ہیں۔ اسمٰعیل و ادریس کا حال اور ان کے مصائب تو ناظرین کو ہماری کتاب کے متعدد مقامات سے معلوم ہو گئے ہوں گے۔ ہاں ذی الکفل کا بتلانا ضرور ہے۔ زجاج کہتے ہیں لغت میں کفل حصہ کو بھی کہتے ہیں اور اس کپڑے کو بھی جو اونٹ کے چوتڑوں پر پڑا رہتا ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ بزرگ کون ہیں اور ان کو ذی الکفل کیوں کہتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں ذی الکفل سے مراد زکریا ہیں، بعض کہتے ہیں یوشع، بعض کہتے ہیں الیاس۔ قوی تر یہ ہے کہ یہ الیسع کے شاگرد اور ان کے قائم مقام ہیں اور ذی الکفل ان کو اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے انتظام بنی اسرائیل کا تکفل کر لیا تھا یعنی اپنے ذمہ لے لیا تھا یا غربا و مساکین کا تکفل کیا کرتے تھے اس لیے اس لقب سے مشہور ہو گئے بعض کہتے ہیں اس سے مراد یاہو ہے جو حضرت الیسع کے حکم سے بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا تھا جس نے بنی اسرائیل کی بت پرستی دور کی اس کا اس نے تکفل کیا تھا یہ نیک بندہ بادشاہ تھا نبی نہ تھا واللہ اعلم۔ وذا النون:

یہ نواں قصہ

یونس علیہ السلام کا ہے۔ نون مچھلی کو کہتے ہیں کیوں کہ مچھلی نے ان کو لقمہ کر لیا تھا اس لیے ان کا لقب ذوالنون ہوا ذھب مغاضبا خفا ہو کر گئے۔ خدا سے خفا نہ ہوئے تھے

ف صاحب معالم و کشف جتنا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام رومی تھے اور تیسری پشت میں عیص بن اسحٰق علیہ السلام سے جا ملتے ہیں۔ مگر صاحب انوار التنزیل سورۂ جن میں واذکر عبدنا ایوب کی تفسیر میں لکھ رہے ہیں کہ ایوب اسحٰق علیہ السلام کا پوتا اور عیص کا بیٹا ہے۔ بعض نے لوط علیہ السلام کا نواسہ بتایا ہے۔

(لہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

بلکہ قوم سے فظن ان لن نقدر علیہ القدر یہاں بمعنی القضاء ہے یعنی یونس کو یہ گمان تھا کہ ہم اس پر سختی نہ کریں گے یہ سمجھ کر قوم سے چلے گئے تھے ان کا مختصر حال یہ ہے کہ یہ شہر نینوا کی طرف بھیجے گئے تھے وہاں کے لوگ بت پرست اور بدکار تھے جب ان کی ہدایت کو قبول نہ کیا تو عذاب الٰہی ان پر نازل ہونے کی ان کو خبر دی گئی انہوں نے بغیر حکم الٰہی اس کا وقت بھی مقرر کر دیا۔ وہاں کے لوگوں کو عذاب کے آثار معلوم ہونے لگے۔ سر بصحرا خدا کی جناب میں توبہ و گریہ کرنے کو نکل کھڑے ہوئے ان سے وہ عذاب ٹل گیا۔ حضرت یونس کو وعدہ پر عذاب نہ آنے کے سبب شرمندگی ہوئی اور وہاں سے چل نکلے۔ راستہ میں دریا تھا کشتی سے باہر دریا میں گر گئے مچھلی نے لقمہ کر لیا اُن اندھیروں میں خدا سے دعا کی فی الظلمٰت ایک مچھلی کا اندھیرا دوسرا دریائے شور کا تیسرا رات کا۔ من الظلمین جو کہا ترک اولےٰ کے لیے نہ کہ درحقیقت ان سے ظلم سرزد ہوا تھا کیوں کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔

دسواں قصہ

حضرت زکریا علیہ السلام کا ہے بیٹے کے لیے دعا مانگی خدا نے یحییٰ علیہ السلام بنا دیا۔ والتی احصنت فرجھا:

یہ گیارہواں قصہ

حضرت مریم کا ہے وجعلنٰھا وابنھا اٰیۃ للعٰلمین میں تصریح ہے کہ مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے جس لیے ان کو قدرت حق کی نشانی جہان کے لیے فرمایا گیا ورنہ معمولی ولادت نشانی یا معجزہ نہیں ہو سکتی تم سے وہ بیگانہ نہیں تم اور وہ ایک ہی گروہ کے لوگ ہو سب کا اصول ایک ہی ہے ان سے تمہیں کو فخر کرنا چاہیے نہ کہ ان کو جو باوجود ترک اتباع کے ان کی طرف منسوب ہیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ۔ ان بزرگوں کے حالات بیان فرما کر مسلمانوں کو بتایا جاتا ہے ان ھٰذہٖ امتکم امۃ واحدۃ صاحب کشاف کہتے ہیں اُمّۃ بمعنی ملّت۔ اور یہ اشارہ ہے ملّت اسلام کی طرف یعنی ملّت اسلام وہ ملت ہے جس پر تم کو قائم رہنا چاہیے جس کو ایک ملت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے یعنی اس میں کچھ اختلاف نہیں۔ مراد یہ کہ تم کو اختلافات پیدا کرنے نہ چاہییں اور میں تمہارا معبود ہوں میری عبادت کرو۔

ایک حدیث میں جس کو محدثین نے صحیح مان لیا ہے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) اذ ذھب مغاضبا سے اگر یہی مراد لیا جاوے کہ خدا سے خفا ہو کر چل دیے تھے تو یہ خفگی باہمی محبت میں بے گانوں کے پیار سے زیادہ مرتبہ رکھتی ہے اور فظن ان لن نقدر علیہ کے یہ معنی کہ اس خفگی میں ان کا یوں جانا گویا ان کا یہ سمجھ لینا ہے کہ ہم سے بھاگ کر چلے آئے ہیں ہم ان کو پکڑ نہ سکیں گے نہ یہ کہ درحقیقت انہوں نے ایسا گمان بھی کر لیا تھا کیوں کہ وہ نبی تھے صفات خدا تعالیٰ سے واقف تھے ایسی باتیں عشق و محبت کی باہمی معاملات اور رموز ہیں ایسی چھیڑ چھاڑ کا حصل و ثمر عشق سے ہو سکتا ہے۔ عقل کے قانون میں اس کی گنجائش نہیں، اس لیے حضرت ذی النون علیہ السلام پر تنبیہ یہی کی گئی مچھلی کے پیٹ میں جا پڑے۔ آخر اس حالت بے کسی میں اسی معبود حقیقی کے سوا اور کوئی فریادرس نہ دکھائی دیا۔ فریاد فریاد کرنے لگے، قصور کے معترف ہوئے دریائے رحمت جوش میں آگیا باہمی ملاپ ہو گیا مصیبت سے رہائی ہوئی۔ عاشقان خدا اس کی بے نیازی سے لرزتے رہتے ہیں ۱۲ منہ

یوں آیا ہے کہ آں حضرت علیہ السلام پیشین گوئی کے طور سے فرماتے ہیں کہ میری امت میں بہتر فرقے ہو جائیں گے بجز ایک فرقے کے سب ہلاک ہوں گے یعنی آخرت میں اپنے عقائد فاسدہ کی سزا پاویں گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ ایک فرقہ کون سا ہے فرمایا کہ وہ کہ جس طریق پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔ چنانچہ چند روز کے بعد ایسا ہی ہوا اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ بہتر فرقے ایک ہی زمانہ میں موجود ہو جاویں بلکہ جب کبھی ہوں۔ بعض کہتے ہیں انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرما کر یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ سب لوگ اصول دین میں تمہارے ہی لوگ ہیں ایک طریقہ کے یعنی ان کا اور تمہارا طریق جدا نہیں ہاں پچھلوں نے تفریق کر دی اور اختلاف ڈال دیا ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ

یہاں تک کہ یاجوج و ماجوج کو کھول دیا جاوے

وَّهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

اور وہ ہر بلندی سے دوڑے چلے آویں گے

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ

اور وعدۂ حق نزدیک آ لگے گا کہ یک بیک

شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ

کافروں کی آنکھیں اوپر لگ جاویں گی اور

يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا

وہ کہیں گے ہائے رے خرابی بے شک ہم تو اس سے غفلت میں پڑے تھے

بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَمَا

بلکہ ہم ہی ظالم تھے۔ (حکم ہوگا) البتہ خود تم اور جس کو

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ

تم اللہ کے سوا پوجتے تھے سب جہنم کا

جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾

ایندھن ہو تم کو اس میں پہنچنا ہے

لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ

اگر یہ (دراصل) معبود ہوتے تو اس میں کاہے کو گرتے

وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ

اور یہ سب اس میں سدا پڑے رہیں گے جہنم میں

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ

پھر جو کوئی اچھے کام کرے گا اور وہ

مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا

مومن بھی ہوگا تو اس کی کوشش رائگاں نہ جائے گی اور ہم

لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ

اس کے لکھنے والے ہیں اور جس بستی کو ہم نے

اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾

غارت کر دیا ان پر رجوع کرنا حرام تھا

ف اس آیت کے معنے میں مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہے۔ بعض نے لفظ لا کو زائد مانا ہے تب یہ معنے ہوں گے کہ وہ ایسے ازلی بدنصیب اور ناپاک طینت تھے کہ ان پر توبہ کرنا خدا کی طرف رجوع کرنا قضاء و قدر نے حرام یعنی ممنوع کر دیا تھا اس لیے وہ ہلاک ہی ہونے کے قابل تھے۔ باغ دنیا سے ان کا کٹ جانا ہی بہتر تھا۔ بعض لا کو زائد نہیں مانتے تب یہ معنے ہوں گے کہ جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے اب یہ نہیں کہ وہ مر کر چھوٹ گئے بلکہ ان پر حرام ہے کہ وہ پھر ہمارے پاس روز جزا میں نہ آئیں یعنی ضرور حاضر ہوں گے۔

فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾

ان کی چیخ و زفیر ہوگی اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے (اپنے رونے کے غل میں)

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ

البتہ جن کے لیے ہماری طرف سے (آگے سے) بہتری ٹھیر چکی ہوگی

أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُونَ

وہی اس سے دور رہیں گے وہ اس کی آہٹ بھی

حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ

نہ سنیں گے اور وہ اپنے من مانے عیشوں میں

خَالِدُونَ ﴿١٠٢﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ

ہمیشہ رہا کریں گے ان کو بڑی بھاری گھبراہٹ سے بھی

الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ۚ

پریشانی نہ ہوگی اور ان سے فرشتے آملیں گے (اور کہیں گے)

هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿١٠٣﴾

یہی تو تمہارا وہ دن ہے کہ جس کا تم کو وعدہ دیا جاتا تھا

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ

جس دن کہ ہم آسمانوں کو کاغذ کے مٹھے کی طرح لپیٹ لیں گے

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ ۚ وَعْدًا

جس طرح ہم نے اول بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے

عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴿١٠٤﴾

ہم پر وعدہ ہو چکا ہے البتہ ہم کو یہ ضرور کرنا ہے

جس کے بعد بطور معیار کے فرماتا ہے فمن یعمل من الصالحات کہ جو کوئی ایمان لاوے گا اور پھر نیک کام کرے گا خواہ کوئی ہو اس کی کوشش کا قطعاً بدلہ ہم دیں گے۔ پھر فرماتا ہے وحرام علی قریۃ حرام خبر ہے اس کا مبتدا یا انھم لا یرجعون ہے یا کچھ اور۔ اول صورت میں بعض علماء نے لا کو زائد نہیں مانا ہے تب یہ معنی ہوں گے کہ ان کا عدم رجوع حرام یعنی ممتنع ہے تب رجوع کرنا ان پر واجب یعنی ضرور ہے دار آخرت کی طرف۔

اکثر مفسرین لا کو زائد کہتے ہیں تب یہ معنی کہ ان پر رجوع کرنا دنیا میں بار دگر آنا حرام کر دیا ہے یا یہ کہ ان کی تقدیر میں شرک و معاصی سے باز آنا حرام تھا اس لیے وہ غارت ہوئے۔ جمہور کا قول بہت ٹھیک ہے کہ ان کو بار دگر دنیا میں آنا تدارک مافات کے لیے حرام ہے۔ پھر اس کی غایت فرماتا ہے کہ کب تک؟ حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج یاجوج وماجوج دو قومیں ہیں (دیوار سے) ان کے کھلنے تک اور اس وقت تک کہ وعدۂ قیامت قریب آ لگے اور لوگوں کی آنکھیں اس سخت وقت میں خوف و دہشت سے رحمت کے انتظار میں اوپر کی طرف لگ جاویں اور کافر یہ کہنے لگیں کہ ہائے خرابی ہم بدکار تھے۔ یعنی قیامت تک وہ دنیا کی طرف رجوع نہ کریں گے۔

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج حرام کی غایت نہیں بلکہ مستقل کلام ہے اور حتیٰ کسی محذوف مناسب کی غایت ہے قیام الدین وغیرہا اور یہاں سے مسئلہ معاد شروع ہوتا ہے یعنی یہ حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا میں لوگوں کی رہنمائی کو آتے تھے کہ دار آخرت میں عذاب سے بچیں نعیم باقیہ حاصل کریں اور یہ دنیا ایک وقت معین تک باقی ہے پھر فنا ہو جائیگی فنا کی ابتدا اور علامت خروج یاجوج وماجوج ہے اس کے بعد وعدۂ حق بہت قریب آ لگے گا قیامت برپا ہو جائیگی اور اس روز گنہگاروں کی آنکھیں دہشت یا انتظار رحمت میں اوپر لگی ہوں گی اور اپنے گناہوں کا آپ اقرار کریں گے حقیقت حال کھل جائے گی، بت اور بت پرست جہنم میں پھینک دیے جائیں گے وہاں روئیں چیخیں چلائیں گے مگر بے سود، نیکوں کو ہر مصیبت سے محفوظ رکھ کر نعمار

ابدیہ سے سرفراز کیا جاوے گا۔ یا جوج ماجوج کا مفتوح ہونا یعنی دیوار سے کھولا جانا قرب قیامت میں ہوگا۔ وہ دیوار ٹوٹ جاوے گی یہ قوم بدکار پھیل پڑے گی ہر بلندی سے اترتے آنا محاورہ ہے دوڑے ہوئے آنے سے یہ جملہ یاجوج ماجوج کے ذکر میں تبعاً آگیا۔ اس قوم کا قرب قیامت میں ظاہر ہونا اس آیت اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور کتاب حزقیل کی ۳۹ فصل میں مصرحاً مذکور ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ
اور ہم پند و نصیحت کے بعد زبور میں لکھ
الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ ع ۱۹
چکے ہیں کہ بے شک زمین کے وارث ہمارے نیک
الصَّالِحُونَ ﴿۱۰۵﴾ إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا
بندے ہی ہوں گے البتہ اس میں خدا پرست قوم کے لیے ایک
لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ
(بشارت کا) پیغام ہے اور (اے نبی) آپ کو ہم نے
إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ إِنَّمَا
جہان بھر کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ (ان سے) کہہ دو کہ میری
يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ
طرف تو یہی حکم پہنچایا جاتا ہے کہ تمہارا معبود تو صرف خدائے واحد ہے
فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۸﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا
پھر کیا تم فرماں بردار رہتے ہو (یا نہیں) پھر اگر نہ مانیں
فَقُلْ آذَنْتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ وَإِنْ
تو کہہ دو کہ میں نے تم کو برابر اطلاع کر دی اور مجھے
أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَمْ بَعِيدٌ مَا
معلوم نہیں کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قریب ہے

تُوعَدُونَ ﴿۱۰۹﴾ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ
یا دور کیونکہ اللہ ظاہرات کو جانتا
مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿۱۱۰﴾
ہے اور جو کچھ تم مخفی کام کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے۔
وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَكُمْ
اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ شاید (اس مہلت میں) تمہاری آزمائش اور ایک
وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۱۱۱﴾ قَالَ رَبِّ
وقت تک دنیا کا فائدہ پہنچانا منظور ہے۔ (آخر) پیغمبر نے کہہ دیا کہ اے رب
احْكُمْ بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمَٰنُ
(مجھ میں ان کافروں میں) حق سے فیصلہ کیجئے اور جو کچھ تم باتیں بناتے ہو
الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿۱۱۲﴾
ان پر تو اپنے مہربان رب ہی سے مدد مانگی جاتی ہے۔

ولقد کتبنا فی الزبور۔ سعید بن جبیر و مجاہد و کلبی و مقاتل و ابن زید کہتے ہیں زبور سے مراد وہ کتابیں جو دنیا میں انبیاء پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد لوح محفوظ کہ جہاں سے نقل ہو کر یہ کتابیں آئیں یعنی دونوں جگہ ہم نے لکھ دیا کہ زمین کے نیک بندے وارث ہوں گے۔ زمین سے مراد جنت کی زمین کہ وہاں بجز ان کے اور کوئی آدم علیہ السلام کے ورثہ میں مالک نہ ہوگا سو یہ بات کل آسمانی کتابوں میں ہے۔ اس تقدیر پر یہ آیت بیان سابق کا تتمہ یا تاکید ہوگی۔ قتادہ و شعبی کہتے ہیں کہ زبور سے مراد قرآن اور ذکر سے مراد تورات ہے۔ سو ان دونوں میں بھی یہ بات مذکور ہے۔ زبور سے مراد داؤد کی کتاب بھی ہو سکتی ہے۔

ارض میں مفسرین کے چند اقوال ہیں (۱) جنت کی زمین جیسا کہ بیان ہوا (۲) دنیا کی زمین یعنی ملک کا مالک ہم نیک بندوں کو کریں گے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے وعد اللہ الذین آمنوا۔ الی قولہ۔ لیستخلفنھم فی الارض الآیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ

لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہا کرو بے شک

زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ ①

قیامت کا زلزلہ ایک بڑی بھاری چیز ہے۔

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ

جس دن تم اس کو دیکھو گے تو ہر ایک دودھ پلانے والی دودھ پیتے

عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ

ہوئے بچے کو بھول جاوے گی اور ہر ایک حمل والی اپنا

حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ

حمل ڈال دے گی اور تجھے (اے مخاطب) لوگ مدہوش

سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ

نظر آئیں گے اور (درحقیقت) وہ مدہوش نہ ہوں گے

لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝ ②

لیکن اللہ کا سخت عذاب ہوگا (کہ جس کے خوف سے مدہوش ہونگے)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ

اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں (مشرکین مکہ) کہ پھر اللہ کے معاملے میں نادانی سے

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ

جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے کہے پر

مَّرِيْدٍ ۝ ③ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ

چلتے ہیں حالانکہ (شیطان کی بابت) لکھا جا چکا ہے کہ

مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ

جو اس کو یار بنائیگا تو یہ اس کو گمراہ کرکے رہے گا اور اس کو

اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ ④ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

عذاب جہنم کا رستہ دکھائے گا۔ لوگو!

اس میں اسلام کے غلبہ اور ظہور کی طرف ایماء ہے اور مخالفوں کے لیے تہدید کہ تمہارے سامنے یہ نہ مٹے گا اور بعض کہتے ہیں کہ ارض سے ارض مقدسہ بیت المقدس اور ملک شام مراد ہے سو اس نے اپنے وعدہ کے موافق ایسا ہی کیا کہ مسلمانوں کے قبضہ میں کر دیا اور اب تک ہے اور کسریٰ و قیصر کی سلطنت بھی ان کے قبضہ میں آئی قریش کہ جو اپنی سرداری اور جماعت پر نازاں تھے ان کو یہ سنایا گیا۔ ۳۷ زلور کے ۹ اور گیارھویں ورس میں بھی یہی مضمون ہے اور بہت سے مقامات عہد جدید و عہد قدیم سے بھی ثابت ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اس میں عبادت کرنے والوں خدا ترسوں کے لیے مژدہ رسانی ہے کہ خدا پرستوں پر دنیا میں بھی فضل ہوتا ہے۔ آخر کار ملکوں کے مالک بنائے جاتے ہیں اور مصائب سے بھی محفوظ رہتے ہیں آخرت میں تو پھر سب ہی کچھ ہے۔

اور اے محمدؐ تم کو اس تمام عالم کا ہادی بنا کر اس لیے رحمت و شفقت کی نظر سے بھیجا ہے کہ میرے بندوں کو جو تاریکی میں پڑے ہیں مطلع کر دو اور من جملہ اور پیغاموں کے سب سے موکد حکم توحید کا ہے سو وہ پہنچا دو کہ انما یوحیٰ الخ پھر اگر وہ اس کو نہ مانیں تو کہہ دو تم پر بلا مقرر آنے والی ہے لیکن اس کا وقت خدا ہی کو معلوم ہے کیوں کہ وہ چھپی اور کھلی ہر ایک بات کو جانتا ہے اور جو یہ مہلت ہے سو چند روزہ ہے تمتع دنیا کے لیے ؛

سورۂ حج

مدنیہ ہے اس میں اٹھتر آیات اور دس رکوع ہیں ؛

إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ
اگر تم کو (قیامت کے دن) پھر جی اٹھنے میں شک ہے

فَإِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن
تو (اس کو خیال کرو کہ) ہم نے تم کو خاک سے پھر

نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ
نطفہ سے پھر خون کی پھٹکی سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے بنایا

مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ
کسی کو پورا (کسی کو ناقص) خلقت بنایا تاکہ اپنی قدرت ام (معلوم) کر دیں

وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ
اور ہم رحم میں جس کو چاہتے ہیں ایک وقت مقرر تک ٹھیرا

مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ
رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں پھر (پرورش کرتے ہیں)

لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنكُم مَّن
ہیں تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور کچھ تم میں سے (پہلے ہی)

يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ
مر جاتے ہیں اور کچھ تم میں سے نکمی عمر (بڑھاپے) تک پہنچائے

الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ
جاتے ہیں کہ دانش کے بعد کچھ بھی واقف نہیں

شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا
رہتا ہے اور (تجھ کو اے مخاطب) زمین خشک پڑی دکھائی دیا کرتی ہے پھر جب

أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ
ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو تر و تازہ ہو جاتی ہے

وَأَنبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ﴿٥﴾
اور ہر ایک خوشنما جڑی بوٹی اگاتی ہے

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي
یہ (اس لیے) کہ اللہ ہی برحق ہے اور مردوں کو زندہ

الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
کرے گا اور وہ ہر بات پر

قَدِيرٌ ﴿٦﴾ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ
قادر ہے اور یہ بھی کہ قیامت آنے والی ہے

لَّا رَيْبَ فِيهَا ۙ وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ
جس میں کچھ بھی شک نہیں اور یہ بھی کہ جو قبروں میں ہیں اللہ

مَن فِي الْقُبُورِ ﴿٧﴾
ان کو (زندہ کر کے) کھڑا کرے گا۔

ترکیب

زلزلۃ مصدر ہے جو تر ہے کہ فعل لازم سے ہوئے تزلزل الساعۃ شیئاً اور ممکن ہے کہ متعدی سے ہوئے الزلزال الساعۃ الناس دونوں صورت میں مصدر فاعل کی طرف مضاف ہوگا۔ یوم ترونھا منسوب ہے تذھل سے جو حال ہے ضمیر مفعول سے والعامل محذوف سکاریٰ حال ہے اور یہ بالضم اور بالفتح دونوں طرح سے آیا ہے اور سکری مثل مرضیٰ اور واحد سکران یا سکرے مثل زمنیٰ و زمنیٰ۔ من یجادل میں من نکرہ موصوفہ ہے۔

تفسیر

اس سورۃ میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن عباسؓ و ابن زبیرؓ و مجاہد کہتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی ہے بجز چند آیات کے کہ وہ مکہ میں نازل ہوئیں وما ارسلنا من قبلک من رسول سے لے کر عذاب یوم عقیم تک، جمہور کہتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ صحیح یہی بات ہے۔

اس سورت میں علوم خمسہ قرآنی مذکور ہیں آفرینش بھی، معاد بھی، احکام بھی، پہلے واقعات امتوں کے

عذاب ثواب دنیاوی بھی رسالت کا بھی مسئلہ۔ اس میں ابن المبارک و شافعی و احمد و اسحٰق کے نزدیک دو جگہ سجدے ہیں۔ ابن عباسؓ و ابراہیم نخعی و سفیان ثوری و امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں ایک سجدہ ہے۔

سورۂ انبیاء کے خاتمہ میں مسئلہ معاد کا ذکر تھا۔ اس سورت میں اس سے ابتدا کی جاتی ہے تاکہ انسان کو پرہیزگاری اور خداترسی اور عبادت کی طرف کامل رغبت ہو اور دل میں خوف رہے اور انبیاء علیہم السلام جن کا ذکر سورۂ انبیاء میں ہوا تھا کی تصدیق اور ان کی پیروی کرنے کی خواہش پیدا ہو کس لیے کہ دار آخرت کا مسئلہ اور اس عالم کے مفید و مضر کام بغیر حضرات انبیاء کے معلوم ہو نہیں سکتے اس لیے خدا تعالیٰ اس ہولناک واقعہ کی خبر کس ہیبت ناک عنوان سے بیان فرماتا ہے اور سب سے پیشتر رب سے ڈرنے اور تقویٰ کرنے کا حکم دیتا ہے فقال یا ایھا الناس اتقوا ربکم اول تو لفظ رب یہ چاہتا ہے کہ اپنے ہر روز کے مربی سے ڈرنا اور اس کی طاعت کرنا چاہیے مگر اس کے بعد ایک سخت مصیبت آنے والی ہے اس کا ذکر کر کے اور بھی اس تقوے کے حکم کو موکد کرتا ہے گویا یہ جملہ ان زلزلۃ الساعۃ شیٔ عظیم اس کی علت ہے کیوں کہ اس سخت وقت میں انسان کو تقویٰ ہی امان دے گا۔ پھر فرماتا ہے یہ زلزلہ کس دن ہوگا اور اس روز کیا حال ہوگا۔

فرماتا ہے یوم ترونھا الخ کہ اس روز حاملہ عورتوں کے اس کے خوف سے حمل گر جائیں گے۔ اور دودھ پلانے والیاں باوجود اس کے کہ بچہ سے بڑی محبت ہوتی ہے بچہ کو بھی اس پریشانی اور بدحواسی میں بھول جائیں گی اور اس دہشت سے لوگ متوالے کی طرح بدحواس ہوں گے اور درحقیقت نشہ نہ ہوگا عذاب الٰہی کی بدحواسی ہوگی۔ یہ زلزلہ قیامت کے روز ہوگا جس روز صور پھنکے گا۔ پہاڑ اڑتے پھریں گے زمین کپکپا دے گی ایک آپا دھاپی ہوگی کہ الٰہی توبہ۔ اہل ایمان میں سے اس وقت رُوئے زمین پہ ایک بھی باقی نہ رہے گا پہلے ہی اٹھ جائیں گے اشرار بدکردار رہ جائیں گے جو اس دن کو دیکھیں گے۔ پھر تمام دنیا نیست و نابود ہو کر دوبارہ ایک اور عالم پیدا ہوگا نیا آسمان نئی زمین قائم ہوگی، لوگ ہی اٹھیں گے حشر برپا ہوگا۔

ومن الناس من یجادل الخ مکہ کے مشرک اس بیان کو سن کر جھگڑنے لگے کہ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے اور جھگڑا بھی بے دلیل یہ محض شیطانی وسوسہ ہے ابن ابی حاتم نے ابی مالک سے روایت کی ہے کہ نضر بن حارث نے اشرک امر بینی قیامت کے معاملہ میں جاہلانہ گفتگو کی تھی جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے حق میں فرمایا ویتبع کل شیطان مرید کہ وہ ہر ایک شیطان رانندۂ درگاہ کی پیروی کرتا ہے اس میں ان کے گمراہ کنندہ لوگ بھی آگئے اور ابلیس بھی جس کے لیے یہ مقرر ہو چکا ہے کہ جو اس کو یار بنائے گا تو یہ اس کو راہ راست سے بہکا کر جہنم کی طرف لے جائے گا پھر اس کم بخت کو کیا ہوا جو ہادیٔ برحق سے جھگڑا کر مضل کی پیروی کرتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ قیامت کے ہونے پر دو دلیلیں پیش کرتا ہے:

اوّل دلیل یا ایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنا کم الی قولہ تعالیٰ لکیلا یعلم من بعد علم شیئا کہ اگر تم کو قیامت کے روز مر کر جی اٹھنے میں شک ہو تو تم اس بات کو دیکھو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا کیوں کہ تمہارے جدِ امجد آدم کو مٹی سے بنایا کہ جس کی تم نسل ہو۔ یا یوں سمجھو کہ تم نطفہ سے پیدا ہوتے ہو جیسا کہ اس کے بعد خود ہی فرماتا ہے ثم من نطفۃ اور نطفہ غذاؤں کے کھانے سے پیدا

ہوتا ہے جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں پھر نطفہ کو جو پانی کا ایک قطرہ ہے خون بنا دیتے ہیں پھر اس خون کو گوشت کا لوتھڑا پھر اس میں کسی کے پورے ہاتھ پاؤں و دیگر اعضاء لگاتے ہیں کسی کو ناقص رکھتے ہیں غیر مخلقۃ یا یوں کہو کہ بعض لوتھڑے ناقص کے ناقص ہی رہ کر باہر گر جاتے ہیں۔ لنبین لکم تاکہ تم کو معلوم کرائیں کہ یہ اس قادر مطلق کی صنعت ہے جس نے طبیعت کو آلہ بنا دیا ہے ورنہ طبیعت کے لیے کون کا امر مرجح تھا کہ ایک قطرہ یا یکساں گوشت کا لوتھڑا سب کی ایک طبیعت پھر اس میں سے کسی کو ہڈی کسی کو پٹھا بنائے کسی کو ہاتھ آنکھ ناک اور ان میں یہ دور اندیشیاں مدنظر رکھے پھر رحم میں جس کو جتنی مدت چاہتے ہیں ٹھیراتے ہیں پھر بچہ بنا کر اس نطفہ کو باہر لاتے ہیں پھر کسی کو لڑکپن میں کسی کو جوانی میں کسی کو ایسی عمر طبعی تک پہنچا کر مارتے ہیں کہ وہ علم و دانش جا کر پھر نادان بچوں جیسا ہو جاتا ہے۔ پس جو ان باتوں پر قادر ہے کیا وہ انسان کو بار دگر زندہ نہیں کر سکتا؟ بے شک کر سکتا ہے اور ضرور کرے گا۔

دوسری دلیل وتری الارض ھامدۃ سے لے کر آخر تک۔ کہ زمین خشک ہوتی ہے پھر ہم اپنی قدرت سے پانی برساتے اور ایک پانی ایک ہی زمین سے گوناگوں جڑی بوٹیاں اگاتے ہیں اور ہماری اس قدرت کاملہ کا تماشا اکثر دیکھتے ہو پھر کیا ہم مار الحیات برسا کر انسان کو نباتات کی طرح بار دگر پیدا نہیں کر سکتے؟

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کے معاملہ میں حق سے منہ موڑ کر

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ

بغیر علم اور ہدایت اور بغیر کتاب

مُّنِيْرٍ ۝٨ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ

روشن کے[1] اس کے رستہ سے برگشتہ کرنے کے لیے

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ

جھگڑا کرتے ہیں اس کو دنیا میں بھی رسوائی ہے اور

نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ

قیامت کے دن بھی ہم اس کو عذاب دوزخ کا مزہ

الْحَرِيْقِ ۝٩ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

چکھائیں گے۔ (اس کو کہا جائیگا) یہ تیرے عمل کا بدلہ ہے جس کو تیرے دونوں

يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اور اللہ تو بندوں پر کچھ بھی ظلم نہیں

لِّلْعَبِيْدِ ۝١٠ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ

کیا کرتا اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کی

يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ

عبادت تو کرتے ہیں (مگر) الگ تھلگ پھر اس کو کچھ فائدہ

خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ

پہنچ گیا تو اس پر جما رہا اور اگر کچھ تکلیف پہنچ گئی

فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ

تو منہ کے بل الٹا پھر گیا اس نے

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ

دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی یہ ہے وہ صریح

[1] یعنی بغیر علم و دانش اور بغیر کسی کتابی سند کے خدا کی باتوں کی جانب تکذیب کیا کرتے ہیں ۱۲ منہ

[2] قال المفسرون الحرف الشک واصلہ من حرف الشیء اے طرفہ مثل حرف الجبل والحائط فان القائم علیہ غیر مستقل ۱۲ منہ

الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا

خسارہ　اللہ کو چھوڑ کر اس کو پکارتا ہے　جو

لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ذٰلِكَ هُوَ

نہ اس کو ضرر دے سکے　اور　نہ　فائدہ　یہی تو　وہ

الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ

پرلے درجہ کی گمراہی ہے　اس کو پکارتے ہیں کہ جس کا

ضَرُّهٗ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ لَبِئْسَ

ضرر　اس کے　نفع سے نزدیک تر ہے　ایسا آقا بھی

الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾

برا　اور　رفیق بھی　برا۔

قیامت کے دلائل بیان کر کے پھر انہیں بے ہودہ لوگوں کی جاہلانہ حجت و مجادلہ کا ذکر فرماتا ہے قال ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتٰب منیر۔ بعض کہتے ہیں پہلی آیت ومن الناس الخ نضر بن حارث کے حق میں اور یہ ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی۔ بعض کہتے ہیں دونوں جگہ نضر مراد ہے محض ذم کے مبالغہ کے لیے اس کا اعادہ کیا۔ انسان کسی مقصد پر جو حجت قائم کرتا ہے یا کوئی عقیدہ دل میں جماتا ہے تو یا علم بالبدیہیات یا استدلال و نظر سے یا وحی و الہام سے، پھر جس کو یہ تینوں باتیں کسی بات کی طرف ہدایت نہ کریں اور وہ اس پر جھگڑے تو سخت نادان ہے بغیر علم میں بدیہیات ولا ھدی میں نظریات اور ولا کتٰب منیر میں الہام حق کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے پاس ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ پھر اس کا یہ فعل محض تکبر اور لوگوں کے گمراہ کرنے کے لیے ہے ثانی عطفہ لیضل عن سبیل اللہ ثنی العطف کبر و خیلاء سے عبارت ہے۔ اب اس کی سزا بیان فرماتا ہے اس کے کبر و غرور کے بدلہ میں لہ فی الدنیا خزی کہ خدا تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی خوار و ذلیل کرے گا۔ چنانچہ نضر بن حارث اور ابوجہل کس ذلت کے ساتھ بدر کی لڑائی میں مارے گئے اور کتوں کی طرح سے ان کی لاشیں کھینچوا کے ایک گڑھے میں ڈال دی گئیں اور اسی طرح سب سرکشوں کا یہی حال ہوا ہے اور ہوگا۔ اور اس جاہلانہ مجادلہ کی سزا یہ ونذیقہ یوم القیٰمۃ عذاب الحریق قیامت کے روز عذاب جہنم کا بھی مزہ چکھائیں گے اور یہ اسی کے عمل کا بدلہ ہے اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

انبیاء علیہم السلام قیامت کے حالات بیان فرما کر انسان کو دار آخرت کی بھلائی کے لیے اپنی طرف بلایا کرتے ہیں۔ پھر اس شخص کی سخت حماقت ہے کہ اس رستہ کو دنیا کے فوائد حاصل کرنے کے لیے اختیار کرے دنیا کے نفع و نقصان تو انسان کے ساتھ ہر حال میں رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرتؐ کے عہد میں بھی بعض بیوقوف اس لیے اسلام میں آئے تھے اس لیے ان کی برائی بیان فرماتا ہے فقال ومن الناس من یعبد اللہ علیٰ حرف۔ بخاری نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ مدینہ میں ایسے بھی لوگ آتے اور اسلام لاتے تھے کہ اگر اس کے لڑکا پیدا ہوا اور اس کے مواشی کے بچے ہوئے تو کہتا تھا کہ یہ دین اچھا ہے اور جو ایسا نہ ہوتا تو کہتا کہ یہ دین برا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حرف کے معنی طرف یعنی شک و تردد کے ہیں دنیا میں تو اس پر قضا و قدر سے مصیبت آئی ہی تھی ادھر

ملہ یہ کیا حمق ہے کہ اگر اس کو دنیا کا فائدہ حاصل ہوا تو اس راہ پر قائم رہے کچھ آزمائش ہوگئی کوئی تکلیف پہنچی تو پھر گئے بتوں سے مانگنے لگے ۱۲ منہ

خدا سے بھی پھر گئے دنیا بھی گئی دین بھی ذٰلک ھو الخسران المبین یہ بڑا ٹوٹا ہے۔ اب خدا کے در سے پھر کر اور معبودوں کی طرف رجوع ہوا ہے یہاں کیا رکھا ہے بجز نقصان کے۔ ان کی عبادت و نذر و نیاز میں مال ضائع کرنا وقت کھونا وبالِ بت پرستی سر پر لینا اور بھی خسارہ اور ضرر ہے۔ ان معبودوں کو قدرت ہی کیا ہے جو کسی کو نفع یا نقصان دے سکیں۔ ایسا ہی ہر نصیب یہ مانگنے والا ہے جو ان کا رفیق بنا ہے اور ایسے ہی وہ لغو معبودِ باطل ہیں جن کے پوجنے میں نفع کی جگہ ضرر ہی ضرر ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يُرِيدُ ﴿١٦﴾ إِنَّ
بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے بے شک
الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَ
اللہ ایمان والوں اور یہودیوں اور
الصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ
صابیوں اور عیسائیوں اور مجوسیوں
وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ
اور مشرکوں میں ضرور قیامت
بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ
کے دن فیصلہ کرے گا البتہ اللہ
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١٧﴾
کے سامنے ہر چیز حاضر ہے۔

منافقوں کی عبادت اور ان کے معبودوں کا حال بیان فرما کر اس جگہ سچے ایمان داروں کی عبادت کا حال فرماتا ہے اور ان کے معبودِ حقیقی کا وصف کرتا ہے کہ اللہ جو معبودِ حقیقی اور قادرِ مطلق ہے اپنے ایمان داروں نیکوکاروں کو مرنے کے بعد ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی کیوں کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے قادرِ مطلق ہے برخلاف ان کے معبودوں کے کہ ان کو نفع و ضرر کا کچھ بھی اقتدار نہیں۔

من کان یظن ان لن ینصرہ اللہ میں ان منافقوں کی طرف روئے سخن ہے کہ جو خدا تعالےٰ کی عبادت تردد اور شک سے کرتے ہیں کہ جہاں کوئی دنیا کا فائدہ معلوم ہوا تو جھکے رہے، کوئی تکلیف آپڑی تو اللہ سے پھر کر باطل معبودوں کی طرف متوجہ ہو گئے کہ بھلا وہ ان معبودوں کی طرف متوجہ ہو کر تو اپنا کام بنالیں اور دیکھیں ان کے دل کا غصہ جو خدا پر ہے کس طرح سے

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے
الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا
اچھے کام بھی کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے
الْأَنْهَارُ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿١٨﴾
بڑی نہریں بہتی ہوں گی بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔
مَن كَانَ يَظُنُّ أَن لَّن يَنصُرَهُ اللَّهُ
جس کو حالت (یوسی میں) یہ گمان ہو کہ اللہ اس کی دنیا اور آخرت
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ
میں مدد نہ کرے گا اس کو چاہیے کہ چھت میں
إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنظُرْ هَلْ
ایک رسی لٹکائے پھر اس کو کاٹ ڈالے (اچھا نہیں کر سکتا) پھر دیکھے کہ
يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ﴿١٩﴾ وَ
اس کی تدبیر اس کے غصہ کو دور بھی کرتی ہے اور
كَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۙ وَ
ہم نے اس قرآن کو کھلی کھلی آیتیں بنا کر نازل کیا ہے اور

نکالتے ہیں وہ جیسی چاہیں تدابیر کریں جس قدر چاہیں زور لگالیں حتیٰ کہ آسمان کی طرف یا اپنے گھر کی چھت میں (کیوں کہ السماء سے سماء البیت بھی مراد ہو سکتا ہے) کوئی رسی لٹکا کر اس سے گلا گھونٹ کر مر جاویں۔ پھر دیکھیں کہ اس تدبیر سے بھی ان کے دل کا غصہ نکلتا ہے؟ یعنی ہزار تدبیریں کریں کچھ نہ ہوگا خدا ہی نہ چاہے تو کیا ہو سکتا ہے۔ یہ معنی اس تقدیر پر ہیں کہ ینصرہ کی ضمیر من کی طرف رجوع کی جاوے جیسا کہ سیاق چاہتا ہے مگر ابن عباسؓ و کلبی و مقاتل و ضحاک و قتادہ و ابن زید و سدی و فراء و زجاج اس کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں اس کا بول بالا کرے اور آخرت میں اس کا درجہ بلند کرے اس کی مدد نہ کرے گا اور اسی لیے وہ اسلام کے قبول کرنے میں تردد کرتا ہے جیسا کہ مقاتل کہتے ہیں یہ آیت غطفان اور اسد کے چند لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو کہتے تھے ہم کو خوف ہے کہ خدا محمدؐ کی مدد نہ کرے تو ہم اپنے حلیفوں سے بھی گئے گزرے ہوئے۔ یا جو آں حضرتؐ سے حسد رکھتے ہیں اور حسد کے مارے یہ خیال کرتے ہیں تو ان کو چاہیے کہ جیسا دل چاہے ویسی تدبیر اور داؤ کریں یہاں تک کہ کوئی رسی لٹکا کر اس سے گلا گھونٹ کر مر جاویں یا رسی کے ذریعہ سے آسمان پر پہنچ جائیں تب بھی کچھ نہ ہوگا خدا اپنے رسول کی دنیا و آخرت میں مدد کرے گا اور ضرور کرے گا کیوں کہ ابھی ہم کہہ چکے ہیں ان اللہ یفعل ما یرید یا کوئی ایسا سبب پیدا کریں کہ جس سے آسمان پر چڑھ جاویں اور وہاں سے ناکام ہونے پر گر کر مر جاویں یقطع کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں۔ سبب کے معنی رسی کے اور وسائل کے بھی ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ بعض مسلمان حضرتؐ کے فتوحات اور غلبہ میں دیر ہونے کی وجہ سے خفا اور دل میں تنگ ہوا کرتے تھے، اس آیت میں ان کی طرف اشارہ ہے کہ وہ جو چاہیں کریں ان کی تدابیر سے کچھ نہ ہوگا، خدا ایک وقت پر مدد و فتح حضرت کی کرے گا۔

تمام قرآن کو آیاتِ بینات بنا کر ہم نے یوں ہی نازل کیا ہے۔ رہی ہدایت سو وہ ہر ایک کے حصہ میں نہیں خدا جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ گو دنیا میں اکثر یہ چھے فریق ہیں اہل اسلام جن کو الذین آمنوا سے تعبیر کیا۔ دوم یہودی، سوم صابی، چہارم نصاریٰ، پنجم مجوس، ششم مشرکین۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے تئیں ہدایت پر کہتا ہے مگر دراصل ہدایت پر وہی فریق ہے کہ جس کو خدا نے ہدایت دی یعنی اہل اسلام۔ رہی ان کی یہ قیل و قال سو اس کا قیامت میں اللہ آپ فیصلہ کر دے گا اس کے سامنے ہر چیز ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِى

(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ آسمان والے

لہ کس لیے کہ جو لوگ فاعل مختار حق سبحانہ کے قائل ہیں پھر یا تو انبیاء کے قائل نہیں جیسا کہ مشرکین۔ اور جو قائل ہیں یا سچے نبی کے پیرو ہیں یا فرضی اور متنبی کے، پس انبیاء کے متبع تو اہل اسلام اور یہود و نصاریٰ اور صابئین ہیں جو یہود و نصاریٰ کے بین بین ہیں اور فرضی نبی کے متبع مجوس ۱۲ منہ

السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ
اور زمین والے　اور　آفتاب

وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ
اور ماہتاب اور ستارے اور پہاڑ　اور درخت

وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ۖ
اور چارپائے　اور بہت سے آدمی اللہ کے آگے جھکتے ہیں

ع ۲ ۱۲ ۹ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَ
اور بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن پر عذاب مقرر ہو چکا ہے اور

مَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ ۚ
جس کو کہ اللہ ذلیل کرتا ہے پھر اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا

إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ﴿١٨﴾ هَٰذَانِ
بے شک اللہ　جو چاہتا ہے　کرتا ہے　یہ دونوں

خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ ۖ
فریق مخالف جو اپنے رب کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں ف

فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ
پھر جو　منکر ہیں　ان کے لیے　تو آگ کے کپڑے قطع

مِّن نَّارٍ يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ
کیے گئے ہیں　اور ان کے سروں پر　کھولتا ہوا پانی

الْحَمِيمُ ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي
ڈالا جائے گا　کہ جس سے جو کچھ ان کے پیٹ میں ہے (انتڑیاں

بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ﴿٢٠﴾ وَلَهُم
وغیرہ) اور ان کی کھال جھلس دی جائے گی　اور　ان پر

مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَا
لوہے کے گرز　پڑیں گے　جب گھبرا کر

أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ
وہاں سے　نکلنا　چاہیں گے　تو پھر

أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ
اس میں داخل کیے جائیں گے　اور (کہا جائے گا)　دوزخ کا

الْحَرِيقِ ﴿٢٢﴾
عذاب　چکھو۔

ترکیب

کثیر مبتدأ　من الناس صفت خبرہ مطیعون محذوف۔ اور بعض کہتے ہیں من فی السمٰوٰت پر معطوف ہے تفصیل کے لیے یصب جملہ مستانفہ اور خبر ثانی بھی ہو سکتا ہے۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا اللہ ہر چیز جانتا ہے جس سے اس کا علم و ادراک کامل ثابت ہوا تھا جو یفصل بینہم یوم القیٰمۃ قیامت کے فیصلہ کے لیے ضروری ہے۔ اب یہاں الوہیت سے قدرت و جبروت کا اثبات کرتا ہے کہ اس کے آگے تمام کائنات سرنگوں ہے اور جس کو وہ ذلت دیتا ہے کوئی اس کو عزت نہیں دے سکتا اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ جو لوگ

ف بخاری و مسلم وغیرہما نے ابوذرؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت حمزہ و عبیدہ و علیؓ کے اور عتبہ و شیبہ اور ولید بن عتبہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ بدر کے روز یہ دونوں فریق لڑنے کو میدان جنگ میں صف سے نکل کر لڑے اور حاکم نے بھی حضرت علیؓ سے یوں ہی نقل کیا ہے کہ یہ آیت ہمارے حق اور ہمارے مقابل مبارزوں کے حق میں نازل ہوئی ہے مراد یہ کہ اس کے ہم ہی مصداق ہیں ۱۲ منہ

اس کے سوا اوروں کو پوجتے ہیں جیسا کہ مشرکین جن کا ذکر اگلی آیتوں میں آیا تھا، محض بے وقوف ہیں نہ اور کسی کو وہ علم ہے جو اللہ کو ہے نہ اس کی مانند کسی کو قدرت و سلطنت ہے اور قیامت میں فیصلہ کرنے کے لیے بھی دو وصف ضروری ہیں اس لیے اپنے فیصلہ کرنے کا ثبوت کر دیا کہ ہم قادر مطلق ہیں ہمارے آگے ہر ایک سرنگوں ہے تمہارے معبود وہاں کیا کر سکیں گے؟ اور یہاں بھی وہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ الم تر سے مراد الم تعلم یعنی تو کیا نہیں جانتا مراد ہے کہ اے مخاطب تجھے خوب معلوم ہے دلائل و براہین قدرت میں نظر کرنے سے۔ چوں کہ یہ بات بہت ظاہر تھی اس لیے الم تر سے تعبیر کیا۔

یسجد لہ سجدہ کرنے سے مراد مسخر اور سرنگوں ہونا اور یہ ظاہر ہے۔ کس لیے کہ تمام عالم ممکن ہے اور ممکن کو جس طرح اپنے حدوث سے واجب تعالیٰ کی طرف محتاج ہے اسی طرح بقا میں بھی۔ پس ہر چیز کا ہمہ وقت اس کا محتاج رہنا اس کے آگے سجدہ کرنا ہے۔

من فی السمٰوٰت و من فی الارض میں اگرچہ جملہ علویات و سفلیات داخل ہیں لیکن ان مشرکین کے معبود کہ جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے مفصلہ ذیل تھے اس لیے تعمیم کے بعد تخصیص کی گئی۔ والشمس والقمر والنجوم آفتاب اور چاند اور ستارے اکثر فرقہ صابیہ اور مجوس اور ہنود کے معبود ہیں۔ ان کے مرشدوں نے انہیں اشیاء کو پیکر نورانی سمجھ کر ان کی عبادت کو تقرب الٰہی کا ذریعہ بنایا اور بعد میں انہیں کو قاضی الحاجات سمجھنے لگے پھر ان کے نام کے بت ان کی مناسب دھات کے بنائے اور بڑے بڑے شان دار مکان بنا کر ان کی پرستش کرنے لگے یونانی بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ پھر ان سے اتر کر والجبال پہاڑوں کے پتھر پوجنے لگے ہنود اور عرب کے معبود پتھروں کے اور پہاڑوں کی دھات تانبے پیتل کے تھے والشجر والدواب یہاں تک کہ ہنود درختوں چارپایوں کو بھی پوجتے ہیں بیل کا درخت اور گائے بیل بھی ان کے معبود ہیں وکثیر من الناس بہت سے آدمیوں کو بھی پوجتے ہیں راجہ رام چندر و کرشن و بدھ و مہادیو و بشن و برہما یہ سب انسان تھے جن کو ہندو پوجتے ہیں اسی طرح عرب کے مشرکوں نے لات منات اساف نائلہ ذی الخلصہ ہبل وغیرہ انسانوں کی مورتیں بنا رکھی تھیں ان کو قاضی الحاجات دافع البلایات جانتے تھے نذر و نیاز کرتے تھے مصائب کے وقت ان کو پکارتے تھے ان کی دہائی دیتے تھے فرماتا ہے یہ سب چیزیں تو اللہ کے آگے جھک رہی ہیں اسی کے آگے سر جھکاتی ہیں باخدا انسان کہ جن کو یہ پوجتے ہیں بالاختیار اللہ کو سجدہ کرتے تھے اور کرتے ہیں باقی یہ سب اشیاء اپنی بقا میں ہر دم اسی کی طرف محتاج ہیں اور اس کے حکم تکوینی کے مسخر ہیں یہی ان کا جھکنا اور سجدہ ہے پھر ان کے مالک و خالق کو چھوڑ کر ان کو پوجنا کون سی عقل مندی ہے مگر آدمیوں میں سے ایسے بھی بدبخت اور بدعقل اور ذلیل ہیں کہ حق علیہ العذاب کہ باختیار خود اس کے آگے نہیں جھکتے اس کی مخلوق کے آگے جھکتے ہیں۔ ان ذلیلوں پر عذاب الٰہی ثابت ہو چکا ہے اور ذلت نوشتہ ازلی ہے ومن یھن اللہ فما لہ من مکرم کیوں کہ جن کو وہ ذلت دے اس کو کون عزت دے سکتا ہے اور اس فعل میں خدا کو کون پوچھ سکتا ہے وہ فاعل مختار ہے اپنی حکمت و مصلحت سے جو چاہے کرتا ہے۔

اب یہ دو فریق ہو گئے ایک ذلیل جو اپنی مثل مخلوق کو پوجتے ہیں۔ دوسرے عزت دار جو اللہ کے سوا کسی کو بھی نہیں پوجتے۔ اب دونوں فریق کا کیا حال ہے ھٰذٰن خصمٰن اختصموا فی ربھم وہ یہ کہ آپس میں اپنے رب کے معاملہ میں باہم اختلاف کرتے ہیں۔ ذلیل فریق خدا میں عجز و حدوث کے اوصاف رذیلہ اپنے قیاس سے

ثابت کرتا ہے کہ وہ سب کام آپ نہیں کر سکتا اس نے ان ان اشخاص و اشیاء کو یہ کام بانٹ دیے ہیں، اس لیے ہم ان کو پوجتے اور پکارتے ہیں۔ فریق عزت دار اسی کو قادر مطلق اور جملہ کاموں کا کرنے والا سمجھتا ہے۔ وہی علام الغیوب ہے ہر ایک کی پکار بھی وہی سنتا ہے اور سن کر قضائے حاجت بھی کرتا ہے کیوں کہ علیم بھی ہے رحیم بھی ہے بخلاف مخلوق کے۔ اس کے بعد آپ ہی دونوں فریق کا انجام کار بتلاتا ہے۔ فریق ذلیل کا انجام ان آیات میں ہے فالذین کفروا الخ کہ ان کے لیے جہنم کے کپڑے تیار ہیں گرم پانی اور لوہے کے گرز اور وہاں سدا رہنا ہے۔ اگلی آیات میں فریق عزت دار کا انجام بیان فرماتا ہے۔

فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوٓا إِلَى الطَّيِّبِ
ریشمی ہوگا　اور (یہ) وہ ہیں کہ جن کو اچھی بات
مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوٓا إِلَىٰ صِرَاطِ
کی طرف رہنمائی کی گئی　اور عمدہ رستے کی انہیں ہدایت
الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ
کی گئی　بے شک　جو　منکر ہو گئے　اور
يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ
لوگوں کو اللہ کے رستے سے اور (اس) مسجد الحرام سے
الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ
روکتے ہیں کہ جس کو ہم نے سب لوگوں کے لیے معبد بنایا
سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَن
وہاں اس جگہ کا رہنے والا اور باہر والا دونوں برابر ہیں　اور جو
يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ
وہاں ظلم سے کج روی کرے گا تو ہم اس کو دکھ دینے والا
عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾ وَإِذْ بَوَّأْنَا
عذاب چکھاویں گے　اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے
لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ
ابراہیم کے لیے　کعبہ کی جگہ معین کر دی (حکم دیا کہ) میرے ساتھ
بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَ
کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں ف اور

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
البتہ اللہ　ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے
الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا
بھی کام کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں
الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ
بہتی ہوں گی وہاں ان کو سونے کے کنگن　اور
مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ
موتی پہنائے　جائیں گے　اور وہاں ان کا لباس

ف طائفین جمع طائف بمعنی طواف کنندہ۔ قائمین جمع قائم بمعنی قیام کنندہ۔ رکع جمع راکع بمعنی رکوع کنندہ۔ سجود جمع ساجد۔ خواہ یہ افعال ایک ساتھ ادا کیے جائیں جیسا کہ نماز میں یا جداگانہ ۱۲ منہ

ف سواء کو یعقوب و عاصم نے بالنصب پڑھا ہے جعل کا مفعول بنا کر۔ بعض نے مرفوع پڑھا ہے مبتدأ کی خبر مقدم قرار دیکر۔ صاحب کشاف کہتے ہیں بالحاد بظلم یہ دونوں حال مترادف ہیں۔ رجال جمع راجل پیادہ و الضمور الہزال ضمر یضمر ضمورا والمعنی ان الناقۃ صارت ضامرۃ لطول سفرہا الخ الطریق بین الجبلین ثم یستعمل فی سائر الطرق اتساعا والعمیق البعید کبیر ۱۲ منہ　ف ان الذین کی خبر محذوف اس پر نذقہ دال ہے ۱۲ منہ

الْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ

قیام کرنے والوں اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے پاک کھو　اور لوگوں

فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ

میں　حج کی منادی کردو　تمہارے پاس لوگ پاپیادہ اور

عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ

پتلے دُبلے　اونٹوں　پر (سوار ہوکر) دور دراز رستوں

فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

سے چلے آئیں گے۔

ان اللہ میں دوسرے فریق کا ذکر ہے کہ اللہ ان کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے گا کہ جن میں نہریں بہتی ہوں گی اور وہ اس میں جڑاؤ زیور اور موتی اور ریشمی لباس پہنیں گے۔ پھر ان اہل ایمان کے وصف میں فرماتا ہے وھدوا الی الطیب من القول کہ یہ باتیں ان کو اس وجہ سے نصیب ہوں گی کہ دنیا میں اللہ کی طرف سے ان کو اچھی بات اور عمدہ رستہ کی ہدایت کی گئی تھی۔ اچھی بات کہ جس کو قول طیب سے تعبیر کیا کلمہ پاک لا الٰہ الا اللہ یا قرآن مجید ہے اور عمدہ رستہ دین اسلام ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد جنت میں جاکر اچھی باتیں کہنا ہے اس کی حمد

ثنا گویا اس میں روحانی نعمتوں کی طرف اشارہ ہے۔

ان الذین کفروا ویصدون الخ یہاں سے اس فریق نافرمان کے پھر چند اوصاف بیان فرماتا ہے بالخصوص ان کے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر تھے کہ کفر کے علاوہ لوگوں کو اللہ کے رستہ سے بھی روکتے ہیں یعنی اسلام اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے۔ مشرکین مکہ ان لوگوں پر جو اسلام لاتے تھے بڑے ظلم و ستم کرکے ان کو اسلام سے روکتے تھے اور بعض اسلام پر جھوٹے الزامات لگاکر اس کو رسوا کرنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ آج کل گمراہ فرقوں کے پیشوا کیا کرتے ہیں اور لوگوں کو مسجد الحرام یعنی خانہ کعبہ سے بھی روکتے تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابی سفیان وغیرہ کے حق میں ہے کہ انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عام حدیبیہ میں عمرہ سے روک دیا تھا (کبیر) اگر حدیبیہ کا واقعہ اس آیت کے نزول کے بعد ہے تو یہ صاف ہے ورنہ یوں بھی وہ روک دیا کرتے تھے۔ باہم لڑائی بھڑائی کے خوف سے لوگ بجز ایک خاص موسم کے نہیں آسکتے تھے اور جب اسلام پھیلا تو مسلمان قبائل کو تو آنے سے روک ہی دیا تھا۔

اس کے بعد مسجد الحرام کے اوصاف بیان فرماتا ہے۔

ف واذن فی الناس حسن اور اکثر معتزلہ کہتے ہیں کہ یہاں سے خطاب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے پہلا کلام تمام ہوچکا یعنی اللہ تعالیٰ آں حضرتؐ سے فرماتا ہے کہ اے محمد! لوگوں میں حج کا اعلان کردو، وہ تمہارے پاس حج کرنے نزدیک و دور سے چلے آویں گے۔ یہ آیت فرضیت حج کے لیے ہے۔ جمہور مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ بھی جملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق ہے اس میں انہی کی طرف خطاب ہے کہ جب حضرت کعبہ تعمیر کرچکے تو ہم نے ان کو حکم دیا کہ تم لوگوں میں حج کے لیے پکار دو تاکہ لوگ حج کو آویں۔ اس میں یہ مراد ہے کہ اے قریش مکہ تم جو ان لوگوں کو مسجد الحرام سے روکتے ہو نہ صرف خدا تعالیٰ بلکہ اپنے بزرگ ابراہیم خلیل اللہ کے بھی برخلاف کرتے ہو۔

ت حج کے لیے آنے کا حکم ابراہیم گویا ان کے پاس آتا ہے۔ یا ان کی حیات کے لحاظ سے فرمایا۔ پس ان کے پاس لوگ حج کرنے کو آنے لگے تھے ۱۲ منہ　ث یاتوک رجالا وعلی کل ضامر۔ ضامر: پتلی دبلی اونٹنی، جو اونٹنیاں سواری کی ہوتی ہیں کثرت سفر سے دبلی پتلی ہوجاتی ہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ حج کو پیادے یا اونٹنیوں کے سوار ہی آویں گے۔ بلکہ عرب کی قوموں کے لحاظ سے یہ فرمایا جن کی سواری بیشتر اونٹوں ہی پر ہوتی ہے ورنہ مراد عموم ہے کہ ہر قسم کے لوگ آویں گے ۱۲ منہ

(۱) یہاں عاکف و مقیم و حاضر اور بادی (العاری من البدو وہو النازع الیہ من غربتہ۔ کبیر) یعنی مقیم و مسافر دونوں برابر ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں مکہ کی سکونت ہیں اور وہاں کے ٹھیرنے میں سب برابر ہیں جو پہلے آوے اور ٹھیر جاوے وہی مستحق ہے اور یہی قتادہ اور سعید بن جبیر کا قول ہے۔ ان کے نزدیک مکہ کے مکانات کا کرایہ لینا اور بیع کرنا بھی جائز نہیں کیوں کہ وہ زمین کسی کی ملک نہیں ہو سکتی۔ اور یہی مذہب ابن عمرؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ و امام ابوحنیفہؒ و اسحاق حنظلی کا ہے ان کی دلیل یہ آیت اور بعض احادیث ہیں۔ اس تقدیر پر مسجد الحرام سے مراد مکہ ہے۔ اور علماء کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ خاص حرم کسی کی ملک نہیں یہاں ہر ایک مقیم و مسافر کا نماز پڑھنے اور عبادت کرنے میں برابر حق ہے۔ اور مکہ کے مکانات کی بیع آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں برابر ہوتی تھی۔

(۲) ومن یرد فیہ بالحاد الحاد سے مشتق ہے بمعنی کجی۔ اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں شرک مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں حرم میں شکار کرنا۔ بعض کہتے ہیں کسی کو مارنا ستانا۔ مگر صحیح تر یہ ہے کہ عموماً ممنوعات مراد ہیں ان سب پر عذاب ہے۔ اس کے بعد اس مسجد کی تعمیر اور فرض کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ واذ بوانا لابراھیم الخ اس گھر کے بنانے کا ابراہیم کو ہم نے ہی حکم دیا تھا یہ جگہ خدا کی عبادت کے لیے مخصوص کر دی تھی کہ ایک عبادت خانہ بنا کہ جس کے ارد گرد لوگ طواف کریں، خدائے غیر جسم کے اوپر اس طرح سے قربان ہوں۔ اور خدا پرست اس میں کھڑے ہو کر نماز ادا کیا کریں اور رکوع کرنے والے رکوع اور سجدہ کرنے والے خدائے واحد کو سجدہ کیا کریں اور اس گھر کو پاک صاف کریں اور وہاں کسی قسم کی پرستش غیر اللہ کی نہ ہوا کرے۔ اس میں قریش مکہ پر تعریض ہے کہ تم ایسے نالائق مجاور ہو کہ تم نے اس گھر کو خلاف منشائے بانی بت خانہ بنا دیا اس کو نجاست سے گندہ کر دیا۔ اور ہم نے ہی ابراہیم کو حکم دیا تھا کہ پکار دے کہ خدا پرست یہاں آ کر حج کیا کریں مراسم خدا پرستی بجا لائیں۔ اس صلائے عام سے ہر دور دراز سے خدا پرست پاپیادہ اور سوار ہو کر کشادہ رستوں اور تنگ گھاٹیوں سے چلے آئیں گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے عرفات کی پہاڑی پر چڑھ کر پکار دیا۔ اس وقت سے یہ جشن خدا پرستی قائم ہوا یہ عرب کے جاہلوں کا بت پرستی کے لیے سالانہ میلہ نہیں ہے۔ اس کے بعد حج کے فوائد اور قربانی کے طریقے ارشاد فرماتا ہے:۔

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا

تاکہ اپنے فوائد کو دیکھیں　اور تاکہ جو چار پائے

اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ

خدا نے ان کو دے رکھے ہیں　ان پر ایام مقررہ میں

مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ

خدا کا نام یاد کیا کریں (قربانی کرنے میں اس کا نام لیا کریں)

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ

پھر ان میں سے آپ بھی کھاؤ　اور محتاج فقیر کو بھی

الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَ

کھلاؤ　پھر چاہیے کہ اپنا میل کچیل دور کریں　اور

لْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا

(احرام کھول کر) اپنی نذریں پوری کریں　اور قدیم گھر

بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ وَمَن

(کعبہ) کا طواف کریں　بات یہ ہے　اور جو

يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ

کوئی اللہ کی محترم چیزوں کی تعظیم کرے گا سو یہ اس کے لیے اس کے

عِنْدَ رَبِّهٖ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ
رب کے نزدیک بہتر ہے اور تمہارے لیے مواشی حلال کر دیے گئے

اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا
مگر وہ جو تم کو پڑھ کر سنائے جاتے ہیں (مثلاً مردار وغیرہ) پھر بتوں کی

الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا
ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات

قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ
سے بھی دور رہا کرو خالص اللہ کے ہو کر رہو اس کے ساتھ

مُشْرِكِيْنَ بِهٖ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ
کسی کو شریک کرنے والے نہ بنو اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے

فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ
تو گویا وہ اوپر سے گر پڑا کہ یا تو اس کو پرند آ اچک لے جاویں

اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ
یا اس کو ہوا اڑا کر کسی دور جگہ میں پھینک

سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ
رہی ہے یہ بات یہ ہے اور جو کوئی اللہ کے شعائر

شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى
کی حرمت مانتا ہے سو یہ دل کی پرہیزگاری

الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ
ہے تمہارے لیے (قربانی کے جانوروں)

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى
میں ایک وقت معین تک فوائد ہیں پھر ان کو قدیم

الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ ع ۸ ۱۱
گھر تک پہنچانا چاہیے۔

فقال لیشهدوا منافع لهم، حج کے منافع دو قسم کے ہیں۔

ایک منافع دنیا، سو وہ بھی بے شمار ہیں۔ اول، تمام اہل مذہب کا ایک جگہ جمع ہونا میل جول کرنا۔ (۲) ایک قوم کا دوسری سے علم و ہنر میں مستفید ہونا۔ (۳) دور دراز کے صحیح صحیح حالات کا بہم پہنچانا (۴) پھر اس سے تجارت و دیگر امور دنیاویہ میں فوائد حاصل کرنا (۵) تجارت کے منافع سے مستفید ہونا۔ (۶) قوت اجتماعیہ اور اخوت دینیہ کا استوار کرنا۔ (۷) جس بات پر تمام قوم کو اتفاق کرنا ہو وہاں اس متبرک جگہ میں اس کا بسہولت میسر آنا۔ (۸) سفر کا عادی ہونا، ریاضت و مشقت و تجربہ حاصل کرنا وغیرہ۔

دوسرے فوائد دینیہ۔ وہ بھی بہت ہیں۔ صدہا

ف شعائر جمع شعیرۃ او شعارۃ بالکسر وہو شعار القوم اے علامتہم فی الحرب فشعائر اللہ اعلام دینہ ۱۲ منہ

لہ شعائر علامات اور نشان جو امتیاز کے لیے ہر قوم اور ہر شخص کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔ خدا کے شعائر اس کی وہ عبادت کے خاص دستورات جو اس نے فرماں بردار قوم کے امتیاز کے لیے مقرر کر دیے ہیں ان کی پابندی دلی پرہیزگاری ہے۔ قومی اور ملکی نشانوں کو بلکہ جان کو ترک کرنا ایک طرح کا فسق اور بدکاری ہے کس لیے کہ ان کے ترک کرنے سے قوم قوم نہیں رہتی شیرازہ قائم نہیں رہتا۔ بعض بے باک طبائع ان کو فضول جانتی ہیں اور کہتی ہیں کہ دل میں خدا پرستی ہونی چاہیے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ بھی دلی پرہیزگاری سے متعلق ہے اس کے منافی نہیں۔ اس جگہ شعائر سے مراد احکام حج ہیں قربانی کرنا طواف کرنا، احرام باندھنا احرام و احرام میں ٹھکانہ کھلنا، سر منڈانے، عورتوں سے صحبت کرنے سے جدا رہنا اس لیے بعض علماء نے اس کو ہدی یعنی قربانی سے تعبیر کیا ہے۔

ہزارہا خدا پرستوں کا ایک جگہ جمع ہو کر دنیا میں آسمانی سلطنت کا نمونہ دکھانا (۲) ایک پر دوسرے کے انوار و برکات کا منعکس ہونا (۳) حضرت ابراہیم رئیس الموحدین کی یادگار کا جلسہ خصوصاً انہیں کے عاشقانہ لباس و ہیئت میں اور تہلیل و تکبیر پہاڑوں پر پکارنا قربانی کرنا (۴) تمام خلائق کو یہ دکھا دینا کہ دنیا میں یہی ایک جماعت ہے کہ جو خاص اس کی پیرو ہے جس سے عام طبائع پر توحید و خدا پرستی کا ایک ولولہ پیدا ہو وغیرہ۔ ان سب کی طرف اس جملہ میں مجملاً ایماء ہے۔ لیشھدوا منافع لھم۔ پھر بعض فوائد کی تفصیل فرماتا ہے فقال ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومٰت کہ چند معین دنوں میں اللہ کا نام لیا کریں۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد قربانی کرنا ہے جس کا قرینہ علی ما رزقھم اللہ ہے کیوں کہ قربانی میں اللہ کا نام کسی چیز یعنی جانور پر ذبح کیا جاتا ہے تکبیر بسم اللہ واللہ اکبر کہی جاتی ہے اور یہ بھی اللھم منک والیک اور یہ بھی ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین۔

اکثر علماء کہتے ہیں ایام معلومٰت سے مراد عشرۂ ذی الحجہ ہے اور معدودات سے ایام التشریق اور یہ مجاہد و عطاء و قتادہ و حسن و سعید بن جبیر و ابن عباسؓ کا قول ہے اور اسی کو شافعیؒ اور ابو حنیفہؒ نے اختیار کیا ہے کیوں کہ یہ ایام عرب کو زیادہ معلوم رہا کرتے تھے اور اب بھی معلوم رہا کرتے ہیں اس لیے کہ انہیں کے آخر میں حج کا وقت ہے اور اسی طرح قربانی بھی انہیں ایام میں سے یوم النحر کو ہوتی ہے یعنی دسویں تاریخ۔ خلاصہ یہ کہ ایام معلومات سے عشرۂ ذی الحجہ کا مراد ہے اور اس کی جزاء خیر میں یہ قربانی دسویں تاریخ کو ہوتی ہے۔ عطاء کی روایت میں ابن عباسؓ سے یوں منقول ہے کہ ایام معلومات سے یوم النحر اور اس کے بعد کے اور تین روز مراد ہیں۔ کیوں کہ یہ ایام قربانی کے لیے عرب میں معلوم و معین تھے اور یہی قول صاحبین کا ہے اور اسی کو ابو مسلم نے پسند کیا ہے۔

بھیمۃ الانعام بہیمہ ہر چارپائے کو کہتے ہیں خواہ بری ہو خواہ بحری۔ اس معنی میں یہ لفظ مبہم تھا پھر جب اس کے ساتھ الانعام لگا دیا تو تعیین ہو گئی یعنی اونٹ گائے بیل و دنبہ بکرا۔ (کشاف)۔

فکلوا منھا بعض کہتے ہیں یہ امر وجوب کے لیے ہے کیوں کہ ایام جاہلیت میں برسم ہبود یا از خود اپنی قربانی میں سے آپ نہیں کھاتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے دفع حرج کے لیے مسلمانوں کو قربانی میں سے کھانے کا حکم دیا۔ لیکن اکثر علماء کہتے ہیں امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ اباحت کے لیے یعنی ھدی تطوع و تمتع و قران میں سے آپ بھی کچھ کھاوے اور باقی فقیروں محتاجوں کو دیدے۔ بعض کہتے ہیں نصف آپ کھاوے اور نصف کو تصدق کرے۔ بعض کہتے ہیں تین حصے کرے ایک حصہ اپنے لیے ایک احباب و اقارب کے لیے ایک مساکین کے لیے مگر جو قربانیاں کہ

ف حج موت کا بھی نمونہ ہے گھر سے چلنا اولاد و مال کو چھوڑنا گویا دنیا سے گزرنے کو یاد دلاتا ہے پھر کعبہ کے قریب آکر احرام باندھنا گویا کفن میں لپٹنے کا نمونہ ہے پھر احرام میں شکار و متاع وغیرہ مرغوبات سے رکنا مرنے کے بعد ان چیزوں سے رکنے کا نمونہ ہے پھر وہاں زاد راحلہ کا ہمراہ ہونا بدی کا ہونا اس بات کو یاد دلاتا ہے کہ مرنے کے بعد اعمال ہی کا توشہ ساتھ رہے گا پھر عرفات میں کھڑا ہونا حشر میں کھڑے ہونے کا نمونہ ہے پھر قربانی کرنے کے احرام کھولنا نہانا صاف ہونا گناہوں سے بری ہونے کا نمونہ ہے پھر طواف کرنا حرم مکہ میں جانا سب چیزوں کا درست ہو جانا جنت میں جا کر وہاں کی نعمتوں سے فیض یاب ہونے کا یاد دلانے والا ہے اللھم ادخلنا الجنۃ۔ اور نیز سفر بہت سی بیماریوں کے لیے مفید ہے ۱۲ منہ ؎ ولا یجوز الا کل من ھدی التطوع والتمتع والقران لانہ دم نسک فیجوز الاکل منہ بمنزلۃ الاضحیۃ وقد صح ان النبی علیہ السلام اکل من لحم ھدیہ وحسی من المرقۃ ہدایہ ۱۲ منہ واللہ اعلم

نذر یا کفارات یا حج کے جنایات میں کی جاتی ہیں ان میں سے بالاتفاق نہ کھانا چاہیے سب کو تصدق کر دینا چاہیے یہ مساکین کا حق ہے۔ پہلی امتوں میں قربانیوں کو خواہ کسی قسم کی ہوں کھاتے نہ تھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں آپ کھانے کی اجازت صرف اس قربانی میں ہے جو تطوعاً ہو۔

ثم لیقضوا تفثھم مبرد کہتے ہیں تفث کلام عرب میں ناپاکی کو کہتے ہیں جو انسان کے لگتی ہے اس میں میل کچیل ناخنوں کا بڑھنا، حجامت کا بڑھ جانا سب آگیا۔ مراد یہ کہ حج میں قربانی کر کے احرام کھول دو حجامت بناؤ نہاؤ دھوؤ میل کچیل دور کرو۔ لیقضوا اے لیؤدوا ازالۃ وسخھم۔

ولیوفوا نذورھم اور جو کچھ بدا یا اور قربانیاں تم نے نذر مانیں ہیں ان کو بھی پورا کرو۔ یا یہ مراد کہ حج میں جو چیزیں واجب ہوتی ہیں کہ جن کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا جیسا کہ دم قران و تمتع وغیرہ ان کو پورا کرو۔ نذورھم من اجب حجھم والعرب تقول لکل من خرج عما وجب علیہ وفی بنذرہ وان لم ینذر لو ما ینذرون من اعمال البر فی حجھم (مدارک)

ولیطوفوا بالبیت العتیق قربانی کے بعد جو دسویں تاریخ منیٰ میں ہوتی ہے احرام کھول دیتے ہیں پھر اس کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں جس کا اس جملہ میں حکم دیتا ہے۔ بالاتفاق اس طواف سے مراد طواف واجب ہے جس کو طواف الزیارۃ اور طواف الافاضہ کہتے ہیں۔ کعبہ کو بیت العتیق کہا۔ عتیق قدیم اور پرانے کو کہتے ہیں۔ سو کعبہ حضرت ابراہیمؑ کا بنایا ہوا ہے اس سے پرانا اور قدیم عبادت خانہ دنیا پر اور کوئی نہیں۔ یہ احکام بیان فرما کر فرماتا ہے، ذٰلک کہ بات یہی ہے جو بیان کی۔ یہ عرب کا محاورہ ہے۔ ایک کلام تمام کر کے یہ جملہ بول دیا کرتے ہیں جس طرح ہذا۔

پھر فرماتا ہے کہ جو خدا کی منع کی ہوئی چیزوں کی رعایت کرے گا تو یہ اس کے لیے عند اللہ بہتر ہے ومن یعظم حرمات اللہ۔ حرمات اللہ وہ امور کہ جن سے خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے اور ان کی تعظیم ان سے بچنا ہے۔ زجاج نے کہا ہے حرمت وہ ہے کہ جس کے قائم رکھنے کا اللہ نے حکم دیا اور اس میں کمی کرنا حرام ہو۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس جگہ حرمات اللہ سے مراد مناسک حج ہیں من جملہ ان کے احرام میں شکار نہ کھیلنا اور فحش باتوں کی ممانعت ہے۔ اس لیے اس کے بعد احرام کے متعلق ذکر کرتا ہے۔

واحلت لکم الانعام الا ما یتلی علیکم کہ احرام میں تمہارے لیے سب چارپائے حلال ہیں۔ ان کو ذبح کر کے گوشت کھانا مباح ہے مگر وہ جو تم سے سورۂ مائدہ میں بیان کیے گئے وہ درست نہیں خنزیر وغیرہ اور وہاں وانتم حرم بھی فرما دیا ہے کہ جس سے یہ بات نکلی کہ ان چارپایوں میں سے جو وحشی جانور ہیں جن کا شکار کیا جاتا ہے محرم کے لیے ان کا شکار کرنا ممنوع ہے ہاں غیر محرم شکار کر کے لاوے تو درست ہے کھا لینا۔ خلاصہ یہ کہ احرام کی حالت میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان حلال جانوروں کے گوشت کی بھی ممانعت ہے بلکہ حرام جانوروں کی اور شکار کرنے کی۔

یہ لب لباب ہے تمام احادیث و اقوال کا۔ گوشت سے کیا پرہیز ہے۔ بچنے کی تو یہ چیزیں ہیں فاجتنبوا الرجس من الاوثان کہ بتوں سے بچو جو ناپاک چیز ہے اور اجتنبوا قول الزور اور جھوٹی اور لغو بات سے بچو۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں قول الزور سے مراد جھوٹی گواہی ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد مشرکین کا وہ قول ہے جو حج میں کہا کرتے تھے لا شریک لک لبیک لا شریک لک الخ پھر اخیر تک توحید کی تاکید اور شرک کی مذمت بیان فرماتا ہے اور مشرک کو

اس بدنصیب سے تشبیہ دی ہے جو آسمان سے گرے اور پھر پرندے اس کی تکا بوٹی کر ڈالیں یا ہوا سے کہیں دور جا پڑے مراد یہ کہ اس کا بالکل ستیاناس ہو گیا۔

فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا
پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں تو ان میں سے خود کھاؤ

وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَٰلِكَ
اور قانع اور سوالی کو بھی کھلاؤ ہم نے ان کو

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا
اور ہر گروہ کے لیے ہم نے قربانی مقرر کر دی تھی تاکہ جو کچھ

اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ
خدا نے ان کو چارپائے عطا کیے ہیں ان پر اللہ کا نام

الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ
یاد کیا کریں پھر تم سب کا خدا تو ایک ہی خدا ہے پس اسی کا

أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ
حکم مانو اور (اے نبی) خدا کے عاجزی کرنے والوں کو مژدہ دو ان کو

إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَ
کہ جب اللہ کا نام ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور

الصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَ
جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو اس پر صبر کرتے ہیں اور

الْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ
نماز قائم کرتے اور ہمارے دیے ہوئے میں سے

يُنْفِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا
کچھ دیا کرتے ہیں اور (مسلمانو) ہم نے تمہارے لیے (قربانی) کے اونٹ

لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ
کو اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے تمہارے لیے اس میں فوائد بھی ہیں

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ
پس ان پر اللہ کا نام کھڑا کر کے (یعنی بسم اللہ کہہ کے ذبح کرو)

فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا
پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں تو ان میں سے خود کھاؤ

وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَٰلِكَ
اور قانع اور سوالی کو بھی کھلاؤ ہم نے ان کو

سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٣٦﴾
تمہارے لیے ایسا مسخر کر دیا تاکہ تم شکر کرو

لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا
اللہ کو تو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون

وَلَٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ۚ
البتہ تمہاری پرہیزگاری اس کے پاس پہنچتی ہے

كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا
اسی طرح سے ان کو تمہارے لیے مسخر کر دیا تاکہ تم اللہ کی بزرگی

اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ ۗ وَبَشِّرِ
بیان کرو اس پر کہ اس نے تم کو ہدایت کی اور (اے نبی)

الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٧﴾ إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ
نیک بختوں کو مژدہ سنا دو بے شک اللہ حمایت کرتا ہے

عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ
ایمان داروں کی اللہ کو

لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿٣٨﴾
کوئی دغاباز ناشکر پسند نہیں آتا۔

ع ۵ ۵ الثلثة ۱۲

قربانی کے جانوروں کو عرب اپنے ساتھ کعبہ میں لایا کرتے تھے یا پہلے بھیج دیتے تھے اور ایسے جانوروں کو کہ جن میں بیشتر اونٹ ہوتے تھے ہدی کہتے تھے۔ اب ان جانوروں کی نسبت فرماتا ہے لکم فیہا منافع

[1] یعنی ہر وقت اہل ایمان کے لیے جو تم سے پہلے گزر رہے ہیں (جلالین) [2] یعنی نحر کرو ۱۲ منہ

[3] صواف جمع صافۃ وہی قراءۃ الجمہور اے انہا قائمات قد صفت قوائمہا لان المسنون نحرہا قائمۃ ۱۲ منہ

کہ تمہارے لیے ان میں فوائد رکھے ہیں ان پر بوقت ضرورت سوار ہو لینا یا بوقت حاجت ان کا دودھ پینا درست[1] ہے کب تک الی اجل مسمی ایک وقت مقرر تک یعنی ذبح ہونے تک ثم محلھا الی البیت العتیق پھر وقت ذبح کا ان کے منتہی ہوتا ہے کعبہ تک۔ کعبہ سے مراد حرم ہے۔ یعنی پھر اس کو حرم میں ذبح کرنا چاہیے کیوں کہ حرم کی زمین بھی یہی حکم رکھتی ہے (مدارک)۔

اس آیت کی تفسیر میں جب کہ فیہا کی ضمیر بہائم کی طرف رجوع کی جائے دو قول ہیں (۱) یہ کہ تمہارے لیے ان بہائم میں ان کے ہدی مقرر کرنے سے پہلے منافع اور فوائد رکھے ہیں ان سے بچے لو۔ دودھ پیو، ان پر سواری کرو وغیرہ۔ مگر جب کہ ان کو ہدی مقرر کر چکو اور خدا کے پاک نام پر ذبح کرنے کے لیے ان کو کعبہ روانہ کر دو تب یہ منافع حاصل نہ کرنے چاہییں۔ یہ ابن عباسؓ اور مجاہد و قتادہ و ضحاک کا قول ہے پھر اس میں بعض علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ بوقت ضرورت ہدی پر سوار ہو لینا یا اس کا دودھ پی لینا کچھ مضائقہ نہیں۔ اور علماء احناف اسی طرف گئے ہیں اور یہی قوی ہے۔

(۲) یہ کہ ہدی بنانے کے بعد بھی تمہارے لیے یہ منافع درست ہیں اور یہ قول مالک و شافعی و احمد و اسحاق کا ہے۔ اس حدیث سے کہ جس کو ابوہریرہؓ نے روایت کیا کہ ایک شخص کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کو ہانکتے دیکھ کر فرمایا کہ سوار ہو لے اس نے عرض کیا کہ یہ ہدی ہے دوبارہ آپؐ نے فرمایا اس نے یہی جواب دیا تیسری بار آپؐ نے فرمایا کم بخت سوار ہو جا (رواہ مالک) مگر یہ حدیث فریق اول پر حجت نہیں ہو سکتی کس۔ لیے کہ غالباً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاکید کے ساتھ اس کی ضرورت سمجھ کر حکم دیا ہو۔

بعض مفسرین فیہا کی ضمیر شعائر کی طرف رجوع کرتے ہیں جس سے مراد مناسک و مشاہد مکہ مراد لیتے ہیں اور ثم محلھا الی البیت یعنی احرام کھولنے کا موقع بیت اللہ ہے طواف زیارت کرنے کے بعد۔

ف اور جب ہدی روانہ کر چکے اور کسی دشمن کے خوف سے یا مرض کی وجہ سے (امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خلافاً للشافعیؒ) کعبہ جانے سے رک جاوے تو ہدی کو کعبہ روانہ کر دے اور جب معلوم کر لے کہ آج ہدی کی قربانی ہو گئی ہو گی تو احرام کھول دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں فوراً احرام کھول دے ہدی بعد میں ذبح ہو جائے گی کیونکہ رخصت کا یہی مقتضیٰ ہے (ہدایہ)

قربانی پر اعتراض اور اس کے جواب

کوتاہ اندیش اعتراضات کیا کرتے تھے جیسا کہ اب بھی ہنود اور عیسائی قربانی پر اعتراض کرتے ہیں کہ

---

[1] لیکن دودھ کی قیمت کا اندازہ کر کے صدقہ دینا پڑے گا۔ وان صرفہ الی حاجۃ نفسہ تصدق بمثلہ او بعینہ لانہ مضمون علیہ (ہدایہ) ۱۲ منہ

[2] ان کے نزدیک یہ اجازت مخصوص ہے دشمن سے رکنے میں ۱۲ منہ

کسی جانور کے ذبح کرنے سے کیا خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے ناحق جانوروں کو مارتے ہیں یہ رسم جاہلیت ہے اس کا تحقیقی جواب تو اگلی آیت میں دیتا ہے کہ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم جس کی تشریح اب آگے چل کر ہم کریں گے۔ لیکن الزامی جواب پہلے عنایت فرماتا ہے، فقال ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فالھکم الہ واحد فلہ اسلموا کہ تم سے پیشتر بھی ہم نے ہر قوم کے لیے رسم قربانی اللہ کا نام یاد کرنے کے لیے جاری کی ہے کچھ نئی بات نہیں حضرت موسیٰ اور یعقوب و اسحاق و ابراہیم علیہم السلام کی شریعتوں میں بھی قربانی کا دستور خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے تھا، جیسا کہ اب تک اہل کتاب کی کتب میں پایا جاتا ہے اور اسی طرح ہنود کے ہاں بھی قربانیاں ہیں قدیم سے بل وان چلا آتا ہے۔ پس تمہارا اے مسلمانو اور ان کا جدا جدا خدا نہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے جس نے ان کو حکم دیا تھا اس نے تم کو بھی دیا۔ پس اس کا کہا مانو قربانی کرو۔ اور اس پر خاص اللہ ہی کا نام لو۔ اور اسی طرح اس کی سب باتوں میں فرماں برداری کرو اور اس کی پوری فرماں برداری کرنے والے کو مخبت کہتے ہیں۔ اس لیے اس کے بعد مخبتین کے لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مژدہ اور خوش خبری دینے کا حکم دیتا ہے بقولہ وبشر المخبتین پھر مخبتین کے اوصاف ذکر کرتا ہے کہ اللہ کے ذکر سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ پھر اس کے دو اثر ہیں۔

اول سختیوں پر صبر کرنا خدا کے رستے میں بیماری تنگ دستی و دیگر مصائب کی برداشت کر کے ثابت قدم رہنا یہ اول سیڑھی ہے اس لیے پہلے اسی کو ذکر کرتا ہے والصابرین علی ما اصابھم

دوم جان اور مال سے اس کی خدمت میں حاضر ہونا۔ جان کی خدمت اہم ہے اس لیے پہلے اس کو ذکر کرتا ہے والمقیمی الصلوٰۃ نماز میں کامل درجہ کی جانی خدمت ہے۔ اس کے بعد مالی اس کو اس جملہ میں ذکر کرتا ہے ومما رزقنھم ینفقون کہ وہ ہمارے دیے میں سے اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں۔ من جملہ اس کے قربانی کرنا ہے۔ اس میں فی الجملہ جواب تحقیقی بھی آگیا کہ قربانی اس لیے ہے اس کے بعد پھر قربانی کا ذکر شروع کرتا ہے بقولہ والبدن جعلنھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیر البدن جمع بدنۃ کخشب وخشبۃ اس سے شافعیؒ کے نزدیک مراد وہ اونٹ ہیں کہ جو قربانی کے لیے حرم کی طرف بھیجے جاویں اور ان کے بڑے بدن ہونے کی وجہ سے ان کو بدنہ کہتے ہیں۔ اور امام مالک وابوحنیفہ گائے بیل کو بھی بدنہ کہتے ہیں گرچہ بکری کی بھی حج وعمرہ میں قربانی جائز ہے لیکن اس کے صغر جسم سے اس کو بدنہ نہیں کہتے (کبیر) مگر یہاں بدنہ سے اونٹ ہی مراد ہے کہ یہ جانور تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے بارکش اور عجیب الخلقۃ جانور تمہارے لیے

لہ شعائر اللہ من اعلام دینہ ان کو اس لیے شعائر کہا کہ ان کے کوہان میں بوقت ہدی بنانے کے زخم کر دیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی ہے۔ معالم التنزیل ۱۲ منہ

کیسا مسخر کر دیا لکم فیھا خیر تمہارے لیے اس میں بہت کچھ منافع رکھے ہیں پس ایسی پیاری چیز کو کہ جس کو عرب جان کے برابر عزیز رکھتے ہیں اپنی جان قربان کرنے کے عوض اس کی قربانی کرو فاذکروا اسم اللہ علیھا صوافّ کہ اس کو کھڑا کر کے پاؤں باندھ کر اس پر اللہ کا نام لو ذبح کی تکبیر پڑھو بسم اللہ واللہ اکبر اور اس طرح سے قربانی کرنے کو نحر کہتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے والافضل فی البدن النحر وفی البقر والغنم الذبح کہ بدنہ کے لیے نحر افضل ہے اور گائے بکری کے لیے ذبح کرنا افضل ہے لقولہ تعالیٰ فصل لربک وانحر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ اگر بٹھا کر بھی ذبح کرے گا تو جائز ہوگا۔ جب نحر کر چکو اور وہ زمین پر گر پڑے یعنی جان نکل جاوے تو آپ بھی کھاؤ اور محتاجوں فقیروں کو بھی کھلاؤ۔ فاذا وجبت جنوبھا وجبت الجنوب کے معنی زمین پر گر پڑنا۔ کہتے ہیں وجبت الحائط وجبۃ اذا سقطت علی الارض۔

اطعموا القانع والمعتر قانع سے مراد وہ محتاج ہے کہ جو قناعت کرے اور لوگوں سے مانگتا نہ پھرے اور معتر وہ جو مانگتا پھرے۔ غرض یہ کہ دونوں کو دو، اور خود بھی کھاؤ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

اب اس کے جواب تحقیقی کو شروع کرتا ہے اور اسی کے ضمن میں ایک رسم جاہلیت پر تعریض کرتا ہے فقال لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم کہ اللہ کے پاس ان قربانیوں کا نہ تو گوشت جاتا ہے نہ خون بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ صاحب معالم التنزیل وغیرہ نے اس آیت کی شان نزول میں یوں لکھا ہے کہ ایام جاہلیت میں عرب قربانی کر کے اس کا گوشت اور خون بتوں کے آگے رکھتے اور خون ان سے مل دیتے تھے اور اسی طرح کعبہ کی دیواروں کو بھی خون لگاتے تھے۔ اس بات کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی کہ قربانیوں کا خون اور گوشت اللہ کو مطلوب نہیں یہ اس کے پاس نہیں جاتا ہاں اس قربانی سے تمہارا تقویٰ مطلوب ہے اور وہی اس کے پاس جاتا ہے۔

اس آیت سے جواب تحقیقی یوں نکلتا ہے کہ بندہ کا کمال اور اس کی سعادت یہ ہے کہ اپنے معبود حقیقی اور خالق کی دل سے محبت کرے، اور طبائع بشریہ میں محبت کا اخیر مرتبہ اس پر فدا اور قربان ہو جانا ہے اور اس لیے اظہار محبت کے مقامات پر ایسے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے کہ تیرے قربان، تجھ پر فدا۔ اور یہ بات حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے پروانہ کا شمع پر جلنا اظہر من الشمس ہے حقیقی قربانی تو فنا فی اللہ ہونا ہے جو خاصان خدا کا حصہ ہے مگر اپنی محبوب ترین چیز کا قربان کرنا بھی اس کے قائم مقام ہے اور اپنے نفس کے بعد انسان کو دو چیز زیادہ تر محبوب ہیں اولاد اور مال اس لیے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنی قربانی فنا فی اللہ کے بعد[1] اپنے پیارے فرزند حضرت اسمٰعیل کی قربانی کا قصد مصمم کیا۔ اور حج تو سراسر افعال عاشقانہ ہیں حضرت ابراہیم کی یادگار ہے اور نفس اور اولاد کا قربان کرنا ہر ایک کا کام نہیں

[1] آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انا ابن الذبیحین کہ میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں، اس سے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کی طرف اشارہ ہو تو بعید نہیں ۱۲ منہ

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقٰتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا
جن (مسلمانوں) کو فرماتے ہیں ان کے لیے (جنگ کی) اجازت دی گئی کیونکہ ان پر
وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾
ظلم کیا گیا اور البتہ اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔
الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ
وہ جو ناحق اپنے گھروں سے نکال
حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ۗ وَ
دیے گئے صرف اس کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے اور
لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ
بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ
ہٹواتا تو گرجے اور مدرسے اور عبادت خانے
وَصَلَوٰتٌ وَمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا
اور مسجدیں کہ جن میں اللہ کی بہت یاد کی جاتی ہے
اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ
ڈھائی جاچکتیں اور بیشک جو اللہ کی مدد کرے گا
مَنْ يَنْصُرُهُ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ
تو اللہ بھی اس کی مدد کرے گا البتہ اللہ قوی زبردست ہے (ان کی
عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنّٰهُمْ
مدد کرے گا) کہ اگر ہم ان کے پاؤں ملک میں
فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ
جما دیں (حاکم کر دیں) تو نماز پڑھا کریں اور
آتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ
زکوٰۃ دیا کریں اور نیک باتوں کا حکم کیا کریں
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ
اور بری باتوں سے منع کیا کریں اور ہر بات کا انجام تو

مال میں سے حیوانات اونٹ بکری دنبہ گائے جو مرغوب چیز ہے اور انسان کے ساتھ حیوانیت میں شریک بھی ہیں اس لیے ان کی قربانی جاری کی گئی۔ تقویٰ خدا کے پاس پہنچنے سے یہی مراد ہے اس کے بعد فرماتا ہے کذٰلک سخرھا لکم لتکبروا اللہ علیٰ ما ھدٰکم کہ یہ جانور اس لیے تمہارے بس میں کر دیے گئے کہ تم اس کی رہنمائی کے موافق بوقت نحر یا ذبح اللہ کے نام کی تکبیر بیان کرو۔ پھر اس دلیل کے بعد اس کے حکم ماننے والوں کے لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مژدہ دینے کا حکم دیتا ہے وبشر المحسنین۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تقرب حاصل کرنا اعلیٰ درجہ کا احسان یا نیکی ہے۔ پہلے ذکر تھا کہ کفار مسجد الحرام سے روکتے ہیں یہاں فضائل حج قربانی اور ایمان داروں کے اوصاف ذکر کر کے ایمان داروں کی حمایت[1] کا مژدہ سناتا ہے بقولہ ان اللہ یدافع عن الذین اٰمنوا اور کافروں سے نفرت ظاہر کرتا ہے ان اللہ لا یحب کل خوان کفور۔ پہلے ان اللہ یدافع عن الذین اٰمنوا میں مسلمانوں کے لیے ان کی حالت مظلومی پر مقابلہ کا اشارہ تھا مگر اس کے بعد بھی کفار قریش ظلم و ستم سے باز نہ آتے تھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلمان زخمی ہو کر اور پٹ کر آیا کرتے تھے اور شکایت کر کے مقابلہ کی اجازت چاہتے تھے مگر آپ فرماتے تھے کہ صبر کرو پھر آپ مدینہ میں گئے تو یہ آیت اذن للذین نازل ہوئی۔ یہ اجازت جہاد میں اول آیت ہے۔

[1] یعنی اللہ تعالیٰ تقریر میں بھی اور معاملات میں بھی ایمان داروں کی حمایت کرتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ انجام کار ان کو غالب کرے گا کفار روکنے کے قابل نہ رہیں گے ۱۲ منہ

الْأُمُورِ ﴿٤١﴾ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ
اللہ ہی کے ہاتھ ہے اور (اے نبی) اگر وہ آپ کو جھٹلائیں

فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ
تو ان سے پہلے بھی نوح کی قوم اور عاد و ثمود اور ابراہیم

وَعَادٌ وَثَمُودُ ﴿٤٢﴾ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ
کی قوم اور لوط کی قوم اور مدین والے (اپنے

وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿٤٣﴾ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ
اپنے نبی کو) جھٹلا چکے ہیں

وَكُذِّبَ مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ
اور موسیٰ بھی جھٹلائے گئے ہیں پھر ہم نے منکروں کو (چند) مہلت دی

ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ
پھر ان کو پکڑ لیا (سو) دیکھا ہماری کیسی

نَكِيرِ ﴿٤٤﴾ فَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ
پکڑ تھی (الغرض) کتنی بستیوں کو ہم

أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ
غارت کر چکے ہیں اور وہ نافرمان تھیں سو وہ

خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ
اپنی چھتوں سمیت ڈھی پڑی ہیں اور (کتنے ایک)

مُعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَشِيدٍ ﴿٤٥﴾ أَفَلَمْ
کوئیں بیکار پڑے ہیں اور بہت سے مستحکم محل اجڑے پڑے ہیں پھر کیا وہ

يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ
ملک میں نہیں پھرے (چل کر دیکھتے تو) ان کے ایسے دل ہوتے

قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ
کہ جن سے سمجھتے یا ایسے کان ہوتے

يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى
کہ جن سے وہ سنتے پھر کچھ آنکھیں تو اندھی نہیں

الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى
ہو جایا کرتیں پر اندھے تو دل ہی ہو جاتے

الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿٤٦﴾
ہیں جو سینوں میں ہیں۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَ
اور (اے رسول) وہ آپ سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں اور

لَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ
اللہ تو ہرگز اپنے وعدہ کا خلاف نہ کرے گا اور تمہارے

يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ
رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار

مِمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ
برس کے برابر ہے اور کتنی ایک نافرمان

قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ
بستیوں کو ہم نے مہلت دی اور وہ نافرمان تھیں

ثُمَّ أَخَذْتُهَا ۖ وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿٤٨﴾ ع ۱۰ ۱۳
پھر ہم نے ان کو پکڑ لیا اور پھر کر تو ہمارے ہی پاس آنا ہے۔

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت مکہ ہی میں نازل ہوئی ہے اس میں خاص ان لوگوں کو جہاد کی اجازت ہے جو ان کے ظلم و ستم سے ہجرت کر کے باہر جانا چاہتے تھے اور کفار ان کو زبردستی روکتے تھے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد کی اجازت ہے اور سبب اجازت بھی بیان کر دیا بانھم ظلموا کہ مسلمانوں پر ظلم کیا گیا اس لیے ان کو اجازت ہے کہ مقابلہ کریں۔ اہل مدینہ و ابن عامر و حفص یقاتلون کو بفتح تا پڑھتے ہیں یعنی ان مومنوں کو اجازت ہے کہ جن سے کفار مقاتلہ کرتے ہیں لڑتے مارتے ہیں قتل کرتے ہیں پھر ان کو

وعدہ دیتا ہے کہ ان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر کہ اُن کی مدد پر قادر ہے یعنی ان کو غالب کرے گا چنانچہ جب مظلوم مسلمانوں نے جہاد کی تلوار کھینچی تو سب کو زیر کر دیا۔ اس کے بعد ان مسلمانوں کی حالتِ مظلومی بیان فرماتا ہے الذین اخرجوا من دیارھم الآیہ جن کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے یہ وہ مظلوم لوگ ہیں کہ جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں صرف اس جرم پر کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے ہیں اور کسی کو شریک نہیں کرتے۔

اس کے بعد اجازتِ جہاد کا سبب بیان فرماتا ہے ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض الخ یعنی کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے شریروں سرکشوں کے شر اور ان کی سینہ زوری کو دوسرے لوگوں یعنی خدا پرستوں کے ہاتھ سے مٹاتا رہا ہے اگر ایسا نہ کرتا تو نہ اگلے انبیاء کے عبادت خانے باقی رہتے نہ حال کے نبی کے عبادت خانے باقی رہیں نہ نماز و عبادت جاری رہے۔ صوامع جمع صومعۃ۔ مجاہد و ضحاک کہتے ہیں صوامع رہبان کے عبادت خانوں کو کہتے ہیں قتادہ کہتے ہیں فرقہ صابئین کی عبادت گاہوں کا نام ہے۔ وبیع جمع بیعۃ نصاریٰ کے گرجے۔ صلوات یہود کی نماز کی جگہ۔ مساجد جمع مسجد اہل اسلام کی عبادت گاہ۔

ابو العالیہ کہتے ہیں کہ صوامع نصاریٰ کے اور بیع یہود کے اور صلوات صابیوں کے اور مساجد مسلمانوں کے عبادت خانے۔ بعض کہتے ہیں یہ سب مساجدِ مسلمین کے نام ہیں اوصافِ مخصوصہ کے لحاظ سے یہ حسن کا قول ہے۔

یہود و نصاریٰ کے عبادت خانوں کو خدا نے محفوظ رکھنا یا تو اس لیے فرمایا کہ نسخ و تحریف سے پیشتر یہ مقامات متبرکہ تھے بعض کہتے ہیں بعد نسخ و تحریف کے بھی ان کی عزت فی الجملہ باقی ہے کس لیے کہ ان میں بھی تو اللہ ہی کی عبادت کی جاتی ہے یہ بت خانہ نہیں ہیں جہاں بتوں کی پرستش ہوتی ہو اور حسن کے قول کے موافق تو اس گفتگو کی ضرورت نہیں کیوں کہ مساجد مراد ہیں۔

اس کے بعد مجاہدوں کو اپنی مدد کا بھروسہ دیتا ہے ولینصرن اللہ من ینصرہ کہ جو اللہ کی یعنی اس کے دین اور انبیاء کی اعانت و حمایت کرے گا خدا ضرور اس کی بھی مدد کرے گا۔ پھر ان ناصرینِ دین کے چند اوصاف ذکر کرتا ہے کہ اگر اللہ کی مدد سے وہ زمین پر غالب ہو جاویں اور سلطنت و حکومت حاصل کر لیں تو (۱) نمازیں پڑھا کریں، (۲) زکوٰۃ دیا کریں (۳) نیک باتوں کا حکم دیا کریں، (۴) بری باتوں سے لوگوں کو منع کیا کریں۔ مطلب یہ کہ جب خدا ملک پر کسی قوم کو بصلہ حمایت دینی قابض و مسلط کرے تو ان کو یہ باتیں عمل میں لانی چاہییں نہ کہ عیاشی اور فسق و فجور میں مبتلا ہونا چاہیے کیوں کہ ان کے غالب و مسلط کرنے سے اللہ کا یہی مقصود ہے کہ زمین پر نیکی اور خدا پرستی اور عدل و انصاف قائم رہے اسی لیے اس بات کو بطور پیشین گوئی فرمایا کہ وہ ضرور ایسا کریں گے چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد خلفاء اربعہ نے دینِ الٰہی کی مدد کی جہاد کر کے مخالفوں کو سرنگوں کرنا چاہا خدا نے حسب وعدہ ان کی مدد کی کہ ان کو ملکوں کا مالک کر دیا پس بموجب پیشین گوئی ان میں یہ سب خوبیاں موجود تھیں پھر ان کو ظالم و غاصب کہنا کلامِ الٰہی کی تکذیب کرنا ہے۔

اور اسی لیے بعد میں فرمایا وللہ عاقبۃ الامور

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ
(اے نبی) کہہ دو کہ اے لوگو! میں جو ہوں تو صرف تم کو
نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں پھر جو لوگ ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ
اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے تو ان کے لیے بخشش
وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ
اور عزت کی روزی ہے اور جنہوں نے
سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ
ہماری آیتوں کے پست کرنے میں کوشش کی ہے وہی
اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا
دوزخی ہیں اور ہم نے (اے نبی) تم کو
مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ
پہلے کوئی بھی ایسا رسول نہیں بھیجا اور نہ نبی
اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ
کہ اس نے جب کوئی تمنا کی ہو اور شیطان نے اس کی تمنا میں کچھ
اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي
آمیزش نہ کی ہو اللہ شیطان کی آمیزش کو دور
الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ
کرکے اپنی آیتوں کو مستحکم کر دیا کرتا ہے
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ لِّيَجْعَلَ
اور اللہ خبردار حکمت والا ہے تاکہ شیطان کی
مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ
آمیزش کو ان لوگوں کے لیے کہ جن کے دلوں میں مرض
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ
(شک) ہے اور جن کے دل سخت ہیں ان کے لیے

کہ اللہ کو ہر بات کا انجام کار معلوم ہے وہ بصلۂ حماقت دینی ایسے لوگوں کو ملک پر کیوں قابض کرنے لگا جو اقتدار پاکر فساد کریں۔ اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ اگر یہ مشرکین اپنی دولت و حشمت کے گھمنڈ پر آپ کو جھٹلاتے ہیں تو کچھ رنج کی بات نہیں ہے آپ سے پیشتر قوم نوح اور عاد و ثمود اور قوم ابراہیم اور لوط اور مدین کے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے موسیٰ بھی جھٹلائے گئے ہیں مگر انجام کار ہم نے منکروں کو ہلاک کر دیا ملک میں پھر کر دیکھو ان کے بلند محل اور بڑے عمیق کوئیں کیسے برباد پڑے ہیں۔

اس کو سن کر منکرین عذاب کے خواستگار ہوتے تھے اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اللہ ہرگز اپنا وعدہ خلاف نہ کرے گا اور عذاب کے لیے جلدی کرنا اور اس کے انتظار کی مدت کو بہت شمار کرنا عبث ہے ہاں عذاب کے ایام البتہ بڑے سخت ایام ہیں وہاں کا ایک روز بوجہ سختی اور تکلیف کے جو منکروں پر ہوگی جس کی مفصل کیفیت اللہ جانتا ہے۔ وان یوما عند ربک تمہارے ہزار برس کے برابر ہوگا۔ مصیبت کے ایام کی درازی ضرب المثل ہے۔ معالم میں ہے قال مجاہد و عکرمۃ یوما من ایام الآخرۃ میں خدا تعالیٰ ایام کی ایسی درازی کرے گا کہ وہاں کا ایک روز یہاں کے ہزار برس کے برابر ہوگا۔ بعض کہتے ہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ مہلت دینے میں ایک روز اور ہزار برس دونوں برابر ہیں کیوں کہ وہ قادر ہے جب چاہے مواخذہ کرلے، تاخیر سے اس کے وقوع میں تردد نہ کرنا چاہیے یہ ابن عباسؓ کا قول ہے۔

قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ

آزمائش بنادے اور بے شک ظالم تو پڑے

شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۴﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ

ضد میں پڑے ہوئے ہیں اور اس سے یہ بھی مقصود ہوتا

اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

ہے کہ علم والے اس کو حق اور اپنے رب کی طرف سے جان کر

فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ

اس پر ایمان لاویں (اور) ان کے دل اس کے لیے جھک پڑیں

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اور اللہ ایمان داروں کو سیدھے

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾

رستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے

اس کے بعد فرماتا ہے ان سے کہہ دو کہ تم کس لیے جلدی کرتے ہو میں تمھیں مطلع کرنے آیا ہوں کہ جو ایمان لاوے گا نیک کام کرے گا مغفرت اور دنیا و آخرت میں عزت پاوے گا اور جو مقابلہ کرے گا جہنم میں جاویگا میں نذیر ہوں بشیر ہوں نہ خدا ہوں نہ خدا کے گھر کا مالک و مختار کہ جو چاہوں تمہاری خواہشوں کے موافق اس کو کر دکھاؤں اس لیے اس بات کی تائید کے لیے یہ کلام بعد میں صادر فرمایا وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطن فی امنیته کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم پر کیا موقوف ہے تم سے پیشتر جس قدر رسول اور نبی بھیجے گئے ہیں گو وہ معصوم تھے مگر بشر تھے خواص بشریہ سے خالی نہ تھے جب کبھی کسی نے ان میں سے کوئی تمنی کی ہے یعنی کسی امر مہتم بالشان کی طرف توجہ تام کی ہے تو قوت متوہمہ نے جس کو شیطان سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے کچھ نہ کچھ اس میں غلط کر دیا ہے۔ چنانچہ انہیں ایام میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا گیا کہ آپ ہجرت کر کے ایسے ملک میں گئے ہیں کہ جہاں نخلستان ہے پس قوت متوہمہ نے ملک یمامہ و ہجر کی طرف خیال دوڑایا حالاں کہ مراد مدینہ تھا۔ اسی طرح خواب میں دیکھا کہ حلق و قصر کر کے مکہ میں داخل ہوئے ہیں وہم نے کہہ دیا کہ اسی سال میں یہ واقعہ پیش آئے گا حالانکہ کئی سال بعد پیش آیا اسی طرح آیات میں جو مجملاً پیشین گوئیاں ہوتی ہیں ان کی تعیین میں قوت متوہمہ دخل در معقولات کر دیتی ہے پس ایسی باتیں ضعیف الایمان اور سست اعتقاد اور ناپاک دل والوں کے لیے فتنہ یعنی آزمائش ہو جاتی ہیں وہ ڈگمگا جاتے ہیں شبہ کرنے لگتے ہیں اور اہل علم اور راسخ الاعتقاد اس بات کی حقیقت پر واقف ہو کر اس کو ایک بات من جانب اللہ جان کر اس پر ایمان لاتے اور دل میں خائف ہو جاتے ہیں۔

مگر خدا تعالیٰ اس آمیزش کو دور کر کے جو امر حق ہے اسی کو قائم رکھتا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے فینسخ اللہ ما یلقی الشیطن ثم یحکم اللہ آیته واللہ علیم حکیم آیات سے مراد وہ احکام حقہ ہیں جو رسول اور انبیاء کو القاء ہوتے ہیں۔ اللہ آمیزش وہمی کو دور کر کے انہیں صاف اور مستحکم کر دیتا ہے باقی مطلب صاف ہے۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ

اور منکر تو ہمیشہ اس[1] سے شک میں پڑے

مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

رہیں گے یہاں تک کہ یکایک ان پر قیامت آجائے

اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾

یا ان کو نحس دن کا عذاب آلیوے۔

[1] یعنی قرآن کو۔ ۱۲ منہ

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۚ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۚ
اس روز اللہ ہی کی حکومت ہے وہی ان میں فیصلہ بھی کرے گا

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
پھر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ
وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے اور جو

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ
منکر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں سو انہیں کو

لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ
ذلت کا عذاب ہے اور جنہوں نے

هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا
اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ مارے گئے

اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ
یا خود مر گئے البتہ ان کو اللہ عمدہ روزی دے گا (آنحضرت ﷺ)

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾
اور بے شک اللہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَ
البتہ اللہ ہی ان کو ایسی جگہ میں پہنچا دیگا کہ جس سے وہ خوش ہو جاویں گے اور

اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ
اللہ خبردار تحمل والا ہے بات یہ ہے اور

وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ
جو کسی نے اسی قدر بدلہ لیا کہ جس قدر اس کو تکلیف دی گئی تھی

ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ
پھر اس پر زیادتی کی گئی تو اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا البتہ

اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ
اللہ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے یہ اس لیے کہ

اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ
اللہ رات کو دن میں اور دن کو

النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ
رات میں داخل کیا کرتا ہے اور بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے (یعنی قادر

بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ
اور واقف ہے) یہ اس لیے کہ اللہ ہی برحق ہے

وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ
اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہی غلط

الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾ ع ۹ ۱۴
ہے اور بے شک اللہ ہی عالی شان بزرگ ہے

بعض مفسرین کی عادت ہے کہ وہ قرآن مجید کے صاف اور سیدھے مطلب کو الجھاوے میں ڈال دیتے ہیں اور جب کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا تو اس کے لیے کوئی قصہ گھڑ لیتے ہیں پھر اس کو شانِ نزول قرار دے لیتے ہیں اور پھر لفظ حدثنا یا اخبرنا دیکھ کر خوش اعتقاد لوگ اس مہمل بات کو حدیث سمجھ لیتے ہیں چنانچہ انہیں آیات کی تفسیر میں ایک قصہ نقل کیا کرتے ہیں کہ مکہ میں آں حضرتؐ نے سورۃ النجم کی اس آیت کے بعد ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ القاء شیطانی سے جو آپؐ کے دل میں خیال تھا بت پرستوں کے خوش کرنے کو یہ جملہ بھی پڑھ دیا تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ جس سے مشرکین خوش ہو گئے مگر جبرئیل نے آکر آپؐ کو متنبہ کیا اور آپؐ کو رنج ہوا اس لیے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

ف یعنی اس مظلوم کی جس نے بدلہ لیا تھا اور پھر ظالم یا اس کے مددگار نے اس بدلہ لینے والے پر بار دیگر ظلم کیا تو خدا اس مظلوم کا مددگار ہے ۱۲ منہ

پھر بعض اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ شیطان نے اثناء قرائت میں یہ جملہ ملا دیا تھا۔ بعض کہتے ہیں استفہام انکاری کے طور پر یہ جملہ آپ نے کہا تھا مگر جب سرے سے اس قصہ کی اصل نہیں اور امام بیہقی نے خاص اس کے رد میں ایک رسالہ لکھ دیا اور ثابت کر دیا کہ یہ قصہ زندیقوں کا بنایا ہوا ہے کسی صحیح سند اور معتبر راویوں سے اس کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا تو پھر ان توجیہات اور اس کے مقابلہ میں قرآن مجید کی آیات اور دیگر دلائل کی کیا ضرورت ہے؟ امام فخر رازی و صاحب مدارک و بیضاوی وغیرہ محققین نے اس قصہ کا ابطال بڑے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے کیا ہے مگر اسلام پر عیب لگانے کے لیے پادری لوگ ایسے لغو قصہ کو خواہ مخواہ ہی پیش کر دیا کرتے ہیں حالاں کہ ایسی بے اصل باتوں سے اسلام پر عیب لگانا انصاف اور خدا ترسی سے بہت ہی بعید ہے واللہ اعلم۔ اولئک لہم عذاب مہین تک اسی بیان کا تتمہ ہے۔

پھر والذین ھاجروا فی سبیل اللہ سے لے کر ان اللہ لعفو غفور تک اصل مطلب کی طرف رجوع ہے کہ خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والوں اور ظالموں کے ہاتھ سے مارے جانے والوں کو آخرت میں بڑے درجات اور عمدہ مقامات ہیں اور دنیا میں بھی خدا اس گروہ کی مدد کرے گا، وہ ہر بات پر قادر ہے۔

لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿٦٤﴾ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

مہربان اور ان کے حال سے واقف ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں

وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ

اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی وہ

الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٦٥﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ

بے نیاز (اور) قابل ستایش ہے۔ (اور اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ

سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ

نے تمہارے لیے زمین کی چیزوں کو مسخر کر دیا اور کشتی کو بھی

تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۚ وَيُمْسِكُ

کہ جو دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور اسی نے آسمانوں کو

السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا

تھام رکھا ہے کہ اس کے حکم بغیر زمین پر کہیں گرنے

بِإِذْنِهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ

نہیں پاتا بے شک اللہ آدمیوں کے ساتھ نہایت نرمی کرنے

رَحِيمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ

والا مہربان ہے اور وہی تو ہے کہ جس نے تم کو زندہ کیا

ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۗ إِنَّ

پھر وہی تم کو مارے گا پھر وہی تم کو (بار دگر) زندہ کرے گا البتہ

الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ أُمَّةٍ

انسان بڑا ہی ناشکر ہے ہم نے ہر قوم کے لیے

جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا

ایک دستور مقرر کر دیا ہے کہ جس پر وہ عمل کرتے ہیں پس اس کام میں

يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ

کوئی تم سے نہ جھگڑے اور آپ اپنے رب کی طرف

رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُسْتَقِيمٍ ﴿٦٧﴾

لوگوں کو بلائیے کیونکہ آپ سیدھے راستہ پر ہیں۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ

(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی آسمان سے پانی برساتا ہے

فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً ۚ إِنَّ اللّٰهَ

تو (اس سے) زمین سرسبز ہو جاتی ہے بیشک اللہ اپنے بندوں پر

وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
اور اگر آپ سے وہ جھگڑیں بھی تو کہہ دو جو کچھ تم کر رہے ہو خدا اس کو
تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ
خوب جانتا ہے اللہ قیامت کے دن آپ فیصلہ کر دے گا جس
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ
چیز میں کہ تم باہم اختلاف
تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ
کر رہے ہو (اے مخاطب) کیا تو نہیں جانتا کہ جو کچھ
يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ
آسمان اور زمین میں ہے اللہ سب کو جانتا ہے یہ سب
ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى
اس کے دفتر میں لکھا ہوا (موجود ہے) یہ اللہ پر آسان
اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۷۰﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ
(بات) ہے اور وہ اللہ کے سوا اس کو پوجتے
دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا
ہیں کہ جس پر نہ اس نے ہی کوئی سند اتاری ہے
وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَمَا
اور نہ ان کے پاس ہی کوئی اس کا علم ہے اور ان ظالموں کا
لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتْلٰى
تو کوئی بھی مددگار نہ ہوگا اور جب کہ ان کو
عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ
ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھ کر سنائی جائیں تو ان کے چہروں پر
وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۭ
اے نبی تم کو ناراضی معلوم ہو گی
يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ
(یہاں تک کہ) جو ان کو ہماری آیتیں سناتے ہیں قریب ہے کہ

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۭ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ
ان پر حملہ کر بیٹھیں کہہ دو کہ تو میں تم کو اس سے بھی
مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ
سخت تر بات سناؤں (وہ کیا ہے) آگ ہے کہ جس کا خدا نے منکروں
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ ع ۹ ۶ ۱۶
سے وعدہ کر لیا ہے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے

پھر اپنی قدرت اور جبروت کا اظہار عالم میں گوناگوں تصرفات سے ظاہر کرتا ہے بقولہ یولج اللیل فی النہار الی ان الانسان لکفور اور انہیں جملوں میں انسان ناقدرے اور ہٹ دھرم کو اپنی بے شمار نعمتیں بھی یاد دلاتا ہے۔ شبہ ہوتا تھا کہ جب خدا تعالیٰ ایسا رحیم کریم منعم ہے اور اس کی رحمت اور اس کے فیض سے کوئی خالی نہیں تو پھر بندوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت، پابندی شریعت و احکام کی کیوں تکلیف دیتا ہے؟ اس کے جواب میں فرماتا ہے لکل امۃ جعلنا منسکا ھم ناسکوہ کہ ہم نے بندوں کی بھلائی کے لیے ہر امت کے لیے ان کے مناسب ان کے انبیاء اور ہادیوں کی معرفت (جیسا کہ فرمایا ہے و لکل قوم ھاد۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر) ایک شریعت اور رستہ بتا دیا ہے اور فلاح دارین کے لیے ایک قانون دیا ہے جس کے وہ پابند تھے فلا ینازعنک فی الامر پھر ان کو تم سے اے نبی اس امر میں جھگڑا کرنا مناسب نہیں وادع الی ربک انک لعلی ھدی مستقیم آپ سب لوگوں کو ان کے رب کی طرف بلائیے کیوں کہ تم سیدھے رستہ پر ہو دلائل میں نظر کر کے ہر عاقل جان سکتا ہے۔ وان جادلوک فقل اللہ اعلم بما تعملون اور اگر اس کے بعد بھی وہ تم سے جھگڑا کریں تو کہہ دو کہ اللہ تمہارے کام سے خوب واقف ہے وہ آپ سمجھ لے گا اللہ یحکم بینکم یوم

القیٰمۃ فیما کنتم فیہ تختلفون اور قیامت کے دن آپ فیصلہ کر دے گا۔

منسک شریعت اور رستہ یہ ابن عباس کا قول ہے جیسا کہ عطا نے نقل کیا ہے اور یہی ٹھیک ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے لکل امۃ جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا بعض نے مذبح و قربانی بھی مراد لی ہے۔

اللہ کو ہر بات معلوم ہے الم تعلم ان اللہ یعلم ما فی السماء والارض ان ذٰلک فی کتٰب ان ذٰلک علی اللہ یسیر اے مخاطب تو خود جانتا ہے کہ اللہ کو آسمان اور زمین کی ہر بات معلوم ہے اور یہ سب کچھ لوح محفوظ میں ہے اور یہ بات اللہ کے نزدیک کچھ مشکل نہیں بلکہ بہت آسان ہے۔ مگر باوجود اس کے ان لوگوں کی عقل کو دیکھیے کہ شریعت و طریقۂ انبیاء کو بگاڑ کر ویعبدون من دون اللہ ما لم ینزل بہ سلطٰنا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں کہ جن کے لیے اللہ کی طرف سے کوئی بھی سند نہیں۔ یعنی یہ جو کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ خدا کے گھر کے مختار ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں یا قیامت میں ہمارے لیے سفارش کریں گے اس بات پر ان کے پاس خدا کے ہاں سے کیا دلیل ہے محض خیالی بات ہے اور اس سے بڑھ کر وما لیس لھم بہ علم ان چیزوں کو پوجتے ہیں کہ جنہیں جانتے بھی نہیں علم حقیقی ان کی ماہیت کا نہیں رکھتے جیسا کہ ہزاروں معبود خیالی ہنود کے ہیں کالی پری سبز پری فلاں دیو فلاں بھوت۔ یہی حال عرب کی قوموں کا تھا مگر واذا تتلٰی علیھم اٰیٰتنا بینٰت تعرف فی وجوہ الذین کفروا المنکر جب ان کو رد شرک کے بارے میں ہماری کھلی کھلی آیتیں اور دلائل سنائے جاتے ہیں تو سن کر منہ بناتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آیتوں کے سنانے والوں پر حملہ کریں واذا تتلٰی علیھم اٰیٰتنا الخ فرماتا ہے کہ یہ کیا ناگوار ہے جہنم کی آگ اس سے زیادہ ناگوار ہوگی جو منکروں کے لیے مقرر ہو چکی ہے قل افانبئکم الخ

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا

لوگو! ایک مثل بیان کی جاتی ہے اس کو کان

لَہٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

لگا کر سنو وہ یہ کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو

اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ ؕ

وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ وہ سب اس کے لیے جمع بھی ہو جائیں

وَاِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا

اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جاوے تو

یَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ

اس سے واپس بھی نہیں لے سکتے طالب اور مطلوب (دونوں)

وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ

ہی بودے ہیں انہوں نے اللہ کی (جیسا کہ چاہیے تھی) کچھ

قَدْرِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۷۴﴾

بھی قدر نہ کی بے شک اللہ تو بڑا قوی زبردست ہے

اس کے بعد ان کے معبودوں کے عجز و ناطاقتی ظاہر کرنے کے لیے فرماتا ہے یا ایھا الناس ضرب مثل فاستمعوا لہ کہ ایک مثل بیان کرتے ہیں اس کو سنو! اور وہ مثل یہ ہے ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا کہ جس کو پکارنا اور اس سے مدد چاہنا جائز ہے اس کو قدرت تو ہونی چاہیے اور وہ خالق بھی ہو اور خدا کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ سب حیوانات میں کم مرتبہ مکھی ہے اس کو تو بنا ہی نہیں سکتے ولو اجتمعوا لہ اگر وہ سب بھی جمع ہو کر پیدا کریں تو نہیں کر سکتے۔ پھر دوسری بات اس سے بھی کم تر ہے اور وہ یہ کہ ان یسلبھم الذباب الخ

اعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ
اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور بھلائی کیا کرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٧٧﴾ وَجَاهِدُوا
تاکہ تم فلاح پاؤ اور اللہ کی

فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ
میں جیسا کرنا چاہیے جہاد بھی کرو اسی نے تو تم کو انتخاب کیا ہے

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ
اور تم پر اس نے دین میں کوئی تنگی بھی

مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ
نہیں کی ہے تمہارے باپ ابراہیم کا ہی تو دین ہے

هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ
اسی نے تو تمہارا نام پہلے سے مسلمان

قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ
رکھا ہے اور اس قرآن میں بھی تاکہ رسول

شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ
تم پر گواہ بنے اور تم لوگوں پر

عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَ
گواہ بنو پس نماز قائم کیا کرو اور

آتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ
زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کو مضبوط ہو کر پکڑ لو

هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ
وہی تو تمہارا مولا ہے پھر کیا ہی خوب مولا

وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿٧٨﴾
اور کیا ہی خوب مددگار ہے ۞

اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے اڑے تو اس سے چھین بھی نہیں سکتے پس جب یہ حال ہے تو ضعف الطالب و المطلوب۔

ضحاک کہتے ہیں طالب سے مراد عابد اور مطلوب سے مراد معبود۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں طالب سے مراد مکھی ہے جو بتوں کی چڑھی ہوئی چیز پر آ بیٹھتی ہے اس کو لیتی ہے اور مطلوب صنم ہے کہ جس سے مکھی طلب کرتی ہے۔ بعض کہتے ہیں علی العکس کہ طالب صنم مطلوب مکھی۔ بہر تقدیر یہ سب ضعیف و کمزور ہیں جو بت اپنے منہ سے مکھی نہ اڑا سکے بھلا اس کو پوجنا کس عقل کا کام ہے؟

ما قدروا اللہ حق قدرہ بات یہ ہے کہ لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ چاہیے تھا ان اللہ لقوی عزیز وہ قوی اور ہر بات پر قادر ہے پھر بندوں کو کیا مصیبت ہے جو اس کے سوا اوروں کے پاس جاتے ہیں کیا وہ کافی نہیں یا اور کوئی اس سے زیادہ قادر ہے؟

اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا
فرشتوں اور آدمیوں میں سے اللہ ہی (جس کو چاہتا ہے) پیغام

وَمِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٧٥﴾
پہنچانے کے لیے منتخب کر لیتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے (اور)

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
وہی سب کا اگلا اور پچھلا حال جانتا ہے

وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٧٦﴾ يَا أَيُّهَا
اور اللہ ہی کی طرف سب باتیں رجوع کرتی ہیں ایمان

الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَ
والو! رکوع اور سجدہ کرو اور

بتوں کی حقیقت تو معلوم ہو گئی اب رہے وہ لوگ

ع ۱۰ / ۱۷

کہ جو خدا کے برگزیدہ ہیں ملائکہ و انبیاء جن کو کہ اکثر بت پرست یا مشرکین پوجتے ہیں اور معبود حقیقی کے برابر ان کے درجات تسلیم کر کے ان سے حاجات کا سوال کرتے ہیں جیسا کہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو اور ہنود اپنے بزرگوں کو اور آج کل کے جہال مسلمان اولیاء کرام اور بزرگان دین کو پوجتے ہیں اور عرب کے مشرکین اور صابئین ملائکہ کو پوجتے تھے پس ان کی نسبت فرماتا ہے اللہ یصطفی من الملئکۃ رسلا ومن الناس کہ ملائکہ اور لوگوں میں سے جو ممتاز اور رسول ہیں ان کو بھی تو اللہ ہی نے برگزیدہ کیا ہے یعنی ان کے کمالات اپنے گھر کے نہیں ان کی بزرگی اللہ کی عطا کی ہوئی ہے پھر اللہ کو چھوڑ کر اللہ کے بندوں کو پوجنا کیا عقل ہے؟

دوم لفظ رسلا میں اشارہ ہے کہ ملائکہ یا انسانوں میں جس قدر محترم اور معزز ہیں وہ رسول ہیں یعنی رسل ملائکہ یا بنی آدم۔ ان کے بھی اصطفاء اور برگزیدگی کا باعث رسالت ہے پھر یہ جس کے رسول ہیں اس کے برابر اور اس سے زیادہ کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

سوم جب رسول ہیں تو ضرور یہ اللہ کے پیغام بندوں کے پاس لاتے تھے اور سب سے مؤکد پیغام یہی تھا کہ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ بنانا پھر عجب ہے کہ ان کے پیغام کو بالائے طاق رکھ کر انہیں کو خدائی کا شریک سمجھنے لگے۔ اور اسی کلام میں مکہ کے منکروں کا جواب بھی ہے وہ کہتے تھے کہ کیا اللہ نے ہم سب میں سے محمدؐ ہی کو رسالت کے لیے خاص کر لیا ء انزل علیہ الذکر من بیننا کہ اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے اللہ فرشتوں میں سے جس فرشتہ کو چاہتا ہے اس کام کے لیے ممتاز کر لیتا ہے اور اسی طرح انسانوں میں سے جس انسان کو چاہتا ہے اس کام کے لیے ممتاز کر لیتا ہے ان اللہ سمیع بصیر وہ ہر ایک کام کی مصلحت سے خوب واقف ہے اور ان بزرگوں کے پوجنے والے جو جنتیں کر کے ان کو الوہیت میں شریک کرتے ہیں وہ ان کی باتیں سن رہا ہے اور جو کچھ افعال عبودیت ان بزرگوں کے لیے کر رہے ہیں ان کو دیکھ رہا ہے یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم اللہ کو اگلی پچھلی ہر بات معلوم ہے والی اللہ ترجع الامور اور ہر بات کی انتہا اللہ ہی کی طرف ہے یعنی ہر بات اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اگلے جملے سے علم اس سے قدرت کا اثبات مقصود ہے۔

بت پرستی اور شرک کی مذمت اور دنیا میں رسولوں کی بعثت بیان کر کے ایمان داروں کو ان باتوں کی تاکید کرتا ہے جو نجات اور فلاح کا ذریعہ ہیں فقال یا ایھا الذین امنوا ارکعوا واسجدوا کہ اے ایمان دارو! خدا تعالےٰ کو رکوع سجود کرو یعنی نماز پڑھا کرو جس میں رکوع اور سجود ہے اور نماز کے علاوہ اور بھی عبادت کیا کرو واعبدوا ربکم تلاوت ذکر روزہ اور وافعلوا الخیر ہر ایک نیکی کرو اس میں صلہ رحمی، خیرات صدقات مکارم اخلاق دنیا کی سب اچھی باتیں آگئیں لعلکم تفلحون تاکہ تمہیں فلاح ہو۔ ابن المبارکؒ واحمدؒ واسحاقؒ وامام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے بعد سجدہ کرنا لازم ہے اور سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس جگہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔ قرآن مجید میں چودہ جگہ سجدۂ تلاوت واجب ہے امام شافعیؒ سورۂ ص میں سجدہ واجب نہیں جانتے اس کے بدلہ میں اس جگہ کا سجدہ لے کر چودہ پورے کرتے ہیں۔ ہمارے امام کے نزدیک سورۂ ص میں سجدہ ہے یہاں نہیں، واللہ اعلم۔

اس کے بعد ایک اور حکم دیتا ہے وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ جہاد سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک دشمنان دین سے جنگ کرنا ہے اور حق جہادہ سے مراد

پورے طور پر اور نہایت سعی و کوشش سے، جس کی تفسیر بعض نے یوں کی ہے کہ خالصاً للہ اور بعض کہتے ہیں جس میں ریا اور اللہ کی مخالفت نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں جس میں کسی کی ملامت کا خوف نہ ہو۔ پھر یہ عام ہے خواہ زبان سے ہو خواہ تلوار سے۔ اور اس حکم کا سب کے اخیر میں صادر کرنا اس بات کو جتلاتا ہے کہ نماز و فعل الخیرات سب سے بڑھ کر یہ کام ہے کیوں کہ جب تک شر اعداء سے امن قائم نہ ہوگا تو زمین پر خدا تعالیٰ کے بندے نہ بفراغ قلبی نماز پڑھ سکیں گے نہ کوئی اور نیک کام کر سکیں گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں جاھدوا فی اللہ سے عام طور پر ہر دینی بات میں دل سے کوشش کرنا مراد ہے خواہ اعداء دین سے جنگ ہو خواہ علم دین کی ترویج خواہ اور نیکی کی باتیں۔ اس تقدیر پر یہ جملہ گویا کلام سابق کے لیے تاکید ہے۔

بعض اہل عرفان جیسا کہ عبداللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں اس سے مراد مجاہدۂ نفس ہے کہ نفس کو ناجائز خواہشوں سے روکو اور اسی کو جہاد اکبر کہتے ہیں اور یہی حق الجہاد ہے۔

پھر فرماتا ہے ھو اجتبٰکم کہ اللہ نے تم کو لے امت محمدؐ اس خدمت کے لیے ممتاز کر لیا ہے تم کسی کے طعن و تشنیع کی پروا نہ کرو وما جعل علیکم فی الدین من حرج اور جو شریعت دی گئی ہے اس میں کوئی مشکل اور دقت نہیں رکھی گئی ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہیں کہ جس سے خلاصی اور جس کی معافی توبہ و استغفار یا کفارہ و قصاص سے نہ مقرر کی گئی ہو اور اسی طرح اوقات عبادت کے لحاظ سے بھی سہولت ہے اور اسی طرح اگر غسل و وضو نہ کر سکے تیمم کی اجازت ہے کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے بیٹھ کر پڑھ لے سفر میں قصر ہے۔ بیمار کو افطار کی رخصت ہے یہاں تک کہ جو چیزیں سور مردار وغیرہ حرام ہیں بوقت اضطرار ان کی بھی اجازت ہے۔ یہود کی طرح شریعت اور احکام سخت نہیں نہ ہنود کی طرح کچا مذہب ہے کہ غیر کے ہاتھ لگنے سے دھرم بھرشٹ ہو جائے، اپنے ہاتھ سے چوکا کرے اور ہزاروں پاک چیزیں حرام و ممنوع ان کے ہاں قرار دی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ سفر و حضر موت و حیات معاملات کا دائرہ تنگ کر دیا گیا ہے۔

ملۃ ابیکم ابراھیم یہ تمہارے باپ ابراہیم کی شریعت ہے کوئی نئی شریعت نہیں۔ اس میں عرب کی طرف خطاب ہے جو اکثر ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور تمام امت بھی مراد ہو سکتی ہے کس لیے کہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت ابراہیمؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہونے کی وجہ سے جو مسلمانوں کے روحانی باپ ہیں سب مسلمانوں کے باپ ہیں۔ قرآن مجید میں حضرتؐ کی بیویوں کو مسلمانوں کی ماں کہا ہے وازواجہ امھٰتھم پس آپ باپ ہیں اور آنحضرتؐ کی شریعت کا مادہ حضرت ابراہیم کی شریعت ہے بلحاظ زمانہ اس میں کچھ ترمیم ہوئی ہے اس لیے حضرتؐ کی شریعت کو ملت ابراہیم کہتے ہیں ھو سمٰکم المسلمین من قبل کہ اسی نے تو تمہارا نام پہلے سے مسلمان یعنی فرمانبردار رکھا ہے جیسا کہ دعا کی تھی ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک۔ وفی ھذا اور اس کتاب میں بھی اور اس عہد میں بھی تمہارا نام مسلمان قرار پایا ہے لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس۔ تاکہ رسول قیامت میں تمہارا گواہ بنے اور تم تمام بنی آدم کے لیے گواہ بنو توحید و عبادات کا قیام تمہارے سپرد کیا گیا ہے فاقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ جانی اور مالی عبادت میں سرگرم رہا کرو واعتصموا باللہ اور ہر بات میں اللہ ہی کا بھروسہ رکھو اپنے دشمنوں سے کچھ خوف نہ کرو کیونکہ ھو مولٰکم وہ تمہارا مالک اور کارساز ہے فنعم المولیٰ ونعم النصیر۔

الحمد للہ سترہویں ۱۷ پارے کی تفسیر ختم ہوئی

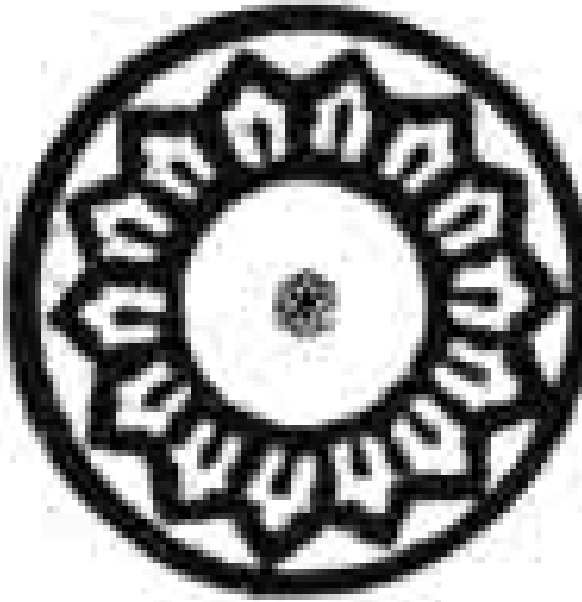

تفسیر حقانی

پارہ ۱۸

قَدْ اَفْلَحَ

سورۂ مؤمنون

مکیہ ہے اس میں ایک سو اٹھارہ ۱۱۸ آیات اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِيْنَ

بے شک ایمان والے مراد کو پہنچے (یہ) وہ ہیں

هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ②

جو اپنی نماز میں عاجزی کیا کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ③

اور وہ جو بیہودہ باتوں سے الگ رہتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ④

اور وہ جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ⑤

اور وہ جو اپنے ستر کو محفوظ رکھتے ہیں

اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ

مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں پر

اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ⑥

اس لیے کہ ان میں کوئی الزام نہیں

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

پھر جو کوئی اس کے سوائے ڈھونڈے تو وہی

هُمُ الْعٰدُوْنَ ⑦ وَالَّذِيْنَ هُمْ

حد سے تجاوز کرنے والے ہیں اور جو اپنی

لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ⑧

امانتوں اور اپنے عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ⑨

اور جو اپنی نمازوں کی محافظت کیا کرتے ہیں

أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ

وہی　وارث　ہیں　جو

يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١﴾

جنت الفردوس کا ورثہ پاویں گے (اور) وہ اس میں سدا رہا کریں گے۔

ترکیب

الذین المؤمنون کی صفت یا بدل والذین اس پر معطوف الا علی ازواجھم فی موضع نصب لان المعنی صانوا عن کل فرج الا عن فروج ازواجھم اور حال بھی ہو سکتا ہے لے الا والین علی ازواجھم او قوامین علیھن من قولک کان فلان علی فلانۃ ھم فیھا خلدون جملہ حال مقدر ہے فاعل سے یا مفعول سے۔

تفسیر

یہ سورۃ بھی مکہ میں ہجرت سے پیشتر نازل ہوئی ہے۔ احمد و ترمذی و نسائی نے روایت کی ہے جس کا اخیر جملہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے بعد فرمایا کہ مجھ پر دس آیات (یعنی اس سورۃ کا اول ایسی نازل ہوئی ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا جنت میں داخل ہوگا۔

سورۂ حج کے اخیر میں یہ تھا کہ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو خدا نے برگزیدہ کیا ہے کہ تم اور لوگوں پر دنیا و آخرت میں نیکی اور بدی کے معاملات میں شہادت ادا کرو۔ جس کام کو بالاتفاق تم اچھا کہو یا جس شخص کو تم بھلا کہو وہی اچھا اور وہی بھلا ہے اور رسولؐ ایسے معاملات میں تم پر شہادت ادا کرنے والا ہے تمہاری اچھائی اور برائی رسول کی شہادت پر موقوف ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ گواہ جب تک عدل یعنی نیک اور معتبر نہ ہو تو اس کی گواہی کیا؟۔ اس لیے اس سورۃ میں اصول حسنات کی طرف اس جملہ فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واعتصموا باللہ میں اجمالاً اشارہ تھا اس سورت میں اس کی تشریح فرمائی گئی اور اصول حسنات جو موجب فلاح و صلاح دارین ہیں بتلائے گئے اور اصول حسنات بیان فرمانے سے پہلے ان پر عمل کرنے والے کو بلفظ قد جس کے معنی تحقیق اور ضرور کے ہیں فلاح کا مژدہ بھی دے دیا کہ اس کی فلاح میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ فقال قد افلح المؤمنون کہ ایمان داروں نے فلاح حاصل کر لی، آگے اس فلاح کی بھی شرح فرمائے گا۔ مگر اس سے پہلے وہ اوصاف ارشاد فرماتا ہے جن پر فلاح مرتب ہے یہ سات صفت ہیں جو تمام مکارم اخلاق کے اصل الاصول ہیں اور جن میں دنیا و آخرت کے متعلق حکمت نظری عملی تہذیب اخلاق سے لے کر تدبیر المنزل تک کوئی بات رہ نہیں گئی ہے۔

(۱) المؤمنون اس میں ایمان کا ذکر ہے جو سب نیکیوں کی جڑ ہے اس میں اجمالاً اللہ اور اس کی صفات اور ملائکہ اور انبیاء اور ان کی کتب اور دار آخرت کی تصدیق آگئی یہ تمام حکمت نظریہ کا عطر ہے۔

(۲) الذین ھم فی صلاتھم خاشعون یہاں سے حکمت عملیہ شروع ہوتی ہے اور نماز سب میں اول بات ہے۔ اس جملہ میں نہ صرف نماز پڑھنے ہی کا حکم ہے بلکہ نماز میں عاجزی کرنے کا بھی۔ خشوع کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض اس کو دل کا فعل کہتے ہیں ڈرنا اور دل سے معانی پر لحاظ کر کے خدا تعالیٰ کو حاضر یا اپنے آپ کو اس کے آگے کھڑا سمجھ کر عجز و نیاز کرنا، اور بعض اس کو ہاتھ پاؤں کا عمل کہتے ہیں سکون سے کھڑا رہنا ادھر اُدھر التفات نہ کرنا، کپڑے یا داڑھی یا اور چیز سے کھیل نہ کرنا نماز کے اندر اور بعض نے دونوں باتوں کو لیا ہے اور یہی قوی ہے

اور صحیح حدیثوں میں دونوں باتوں کی طرف اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کس لیے کہ جب انسان اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے سامنے سمجھے گا اور اس سے عجز و نیاز کرے گا جو روح نماز ہے تو وہ کبھی ادھر ادھر ملتفت نہ ہوگا۔ جب شاہان دنیا کے دربار میں ادھر اُدھر ملتفت ہونا سوء ادب ہے تو وہاں دربار عالی میں کیوں کر ادھر اُدھر ملتفت ہو سکتا ہے ہاں جو رسمی نماز پڑھتے ہیں اور دل سے نہ ان کو حضور ہے نہ نیاز وہ ایسی باتیں کرتے ہیں ان کی نماز ان کے منہ پر ماری جاتی ہے۔

(۳) والذین ھم عن اللغو معرضون سے وہ جو بے ہودہ باتوں سے کنارہ کرتے ہیں۔ لغو حرام اور مکروہ اور اس مباح فعل کو بھی کہتے ہیں کہ جس کی طرف انسان کو کوئی حاجت یا ضرورت نہ ہو افسوس کہ آج کل مسلمان اس لغو میں کیسے مبتلا ہیں دنیاوی امور میں صدہا مکانات اور بے ضرورت اسباب خرید اور بنا کر محتاج ہو جاتے ہیں بیاہ شادی میں اس لغو کی کچھ انتہا نہیں آتش بازی تاج رنگ کیا کیا ہوتا ہے اور اسی طرح دینی معاملات میں لغو کا ارتکاب ہوتا ہے اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ پر کیا کچھ نہیں ہوتا پھر قبروں پر ناچ ہوتا ہے اور دیگر فضول باتیں ہوتی ہیں اور محرم میں تو کچھ انتہا ہی نہیں رہتی ہزار ہا روپیہ لگا کر تعزیے بنتے ہیں لوگ رنگ بندر بنتے ہیں شدے اور علم اور ان کے ساتھ دیگر منہیات پھر کہیں حضرت امام حسینؓ کے گھوڑے کا فرضی نعل نکلتا ہے جس کو نعل صاحب کہتے ہیں۔ سرکاروں سے لاکھوں روپے عاشور خوانوں کے لیے ملتے ہیں کاش یہ روپیہ قوم کی تعلیم میں صرف ہوتا کہاں گئے ہمارے واعظ مجالس میں صرف رُلانا ہی جانتے ہیں ان باتوں کا ذکر تک بھی نہیں کرتے۔

(۴) والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون وہ جو اپنے مال اللہ کے رستہ میں ایک حصہ معین دیا کرتے ہیں اور حصہ معین کو زکوٰۃ کہتے ہیں اس کے لیے فاعلون کا لفظ لانا نہایت فصاحت ہے۔

(۵) والذین ھم لفروجھم وہ جو اپنی بیویوں اور شرعی لونڈیوں کے سوا اور کسی پر اپنا ستر نہیں کھولتے اس سے لواطت اور حق اور ہاتھ سے منی نکالنے کی بھی ممانعت ثابت ہوئی اور متعہ کی ممانعت بھی سمجھی گئی کس لیے کہ متاعی عورت حصہ نہ ملنے کی وجہ سے بیوی نہیں اور نہ لونڈی ہے پھر کیوں کر مباح ہو سکتی ہے اور آیت میں بیوی اور لونڈی پر قضاء شہوت کا حصر کر دیا ہے۔

(۶) والذین ھم لامٰنٰتھم وعھدھم راعون وہ جو امانت اور عہد کی حفاظت رکھنے والے ہیں امانت میں مال اور آبرو اور بات سب کی حفاظت ضرور ہے اسی طرح عہد میں عہد الٰہی اور باہمی معاہدہ آگیا۔

(۷) والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ وقت پر شرائط و مستحبات کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ ان ساتوں باتوں کے عمل میں لانے والے کے لیے اس نے اپنے فضل سے جنت میں آٹھویں درجہ کی اعلیٰ جنت کا وعدہ دیا جس کو جنۃ الفردوس کہتے ہیں اور اس کا ان کو وارث یعنی مالک بھی قرار دیا اور وہاں ہمیشہ رہنے کا مژدہ بھی دیا۔ یہ ہے وہ فلاح۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ

اور البتہ انسان کو ہم نے چھنی ہوئی مٹی سے

مِّن طِينٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً

پیدا کیا　پھر ہم نے اس کو ایک قرارگاہ (رحم)

فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا

میں نطفہ بنا کر رکھا　پھر نطفہ کو

النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً

علقہ بنایا پھر علقہ کو مضغہ گوشت بنایا

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا

پھر مضغہ گوشت میں ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں کو

الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ

گوشت پہنایا پھر اس کو ایک دوسری صورت میں بنادیا

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾

پس تبارک اللہ وہ کیا ہی عمدہ بنانے والا ہے

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾

پھر اس کے بعد تم کو مرنا ہے

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾

پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

مگر اس کے بعد بھی منکرین حشر و نشر یہ کہتے تھے کہ مر کر کون زندہ ہوگا؟ اس لیے اس کے بعد دلائل حشر شروع کیے فقال ولقد خلقنا الانسان من سلٰلۃ الخ کہ ہم نے انسان کو قطرۂ منی سے پیدا کیا اور وہ قطرہ مٹی سے بنایا تھا کیوں کہ غذائیں جن سے منی پیدا ہوتی ہے مٹی سے بنتی ہیں پھر اس قطرہ کو خون بنایا پھر گوشت کا لوتھڑا بنا کر اس کے ہاتھ پاؤں بنائے ہڈیاں اور پٹھے بنائے اور اس کو انسان بنا کر ماں کے پیٹ سے باہر لائے اور پھر وہ ایک روز مرتا ہے پھر جس نے ایسا کر دیا کیا وہ دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے کما قال ثم انکم یوم القیٰمۃ تبعثون یہ دلیل کا نتیجہ ہے۔ یہاں تک دلائل انفس تھے کہ انسان سب سے پہلے اپنے ہی اندر اس کی قدرت و کمال کے صدہا شواہد موجود ہیں ان میں غور کر کے فی الفور کہہ سکتا ہے کہ وہ قادر باکمال ضرور مرنے کے بعد بار دگر زندہ کر سکتا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ

اور البتہ ہم نے ہی تمہارے اوپر سات آسمان بنائے

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَ

اور ہم بنانے میں بے خبر نہ تھے اور

اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ

ہم نے ایک اندازہ کے ساتھ آسمان سے پانی اتارا پھر اس کو زمین پر

فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ

ٹھہرائے رکھا اور ہم اس کو لے جا بھی سکتے

لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ

ہیں پھر ہم نے اس پانی سے تمہارے

جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَّكُمْ فِيْهَا

لیے کھجور اور انگور کے باغ اگائے جن میں تمہارے

فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾

لیے بہت سے میوے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے بھی ہو

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ

اور ہم نے ہی (زیتون کا) وہ درخت بھی پیدا کیا جو (کوہ) طور میں (اکثر) پیدا ہوتا ہے

تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾

ہے جو کھانے والوں کے لیے روغن اور سالن لے کر اگتا ہے

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۗ

اور تمہارے لیے چارپایوں میں بھی عبرت ہے

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا

کہ تم کو ان کے پیٹ کی چیزوں میں سے (جو اگر کے) دودھ پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان

مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾

میں بہت سے اور بھی فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور ان پر اور کشتیوں پر سوار بھی کیے جاتے ہو

ع ۱ ۲۲ ۱

اس کے بعد دلائلِ آفاق یعنی انسان سے باہر جو شواہد ہیں ان کو شروع کرتا ہے اور سب میں بڑے نمونے کا پہلے ذکر کرتا ہے فقال ولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق یعنی ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے۔ طرائق جمع طریقہ۔ آسمانوں کو طرائق یا تو اس لیے کہا کہ یہ ملائکہ کے آنے جانے کے رستے ہیں یا سبع سیارہ کی چال کے رستے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ان کو طرائق ان کے تطارق کی وجہ سے کہا ہو جس کے معنی تہہ بہ تہہ یعنی اوپر تلے ہونے کے ہیں یقال طارق الرجل نعلیہ اذا اطبق نعلا علی نعل وطارق بین ثوبین اذا لبس ثوبا فوق ثوب۔ یہ خلیل اور زجاج اور فراء کا قول ہے (کبیر)۔

پھر فرماتا ہے وما کنا عن الخلق غافلین[1] کہ ہم نے ان آسمانوں کو یا دیگر مخلوق کو بے جوڑ کیف ما اتفق نہیں پیدا کیا بلکہ ہر ایک میں صدہا حکمتیں ملحوظ ہیں ابتدا سے لے کر انتہا تک ان کے مصالح کو مدنظر رکھا ہے۔

(دوسری دلیل) وانزلنا من السماء ماء بقدر الخ کہ ہم آسمانوں سے یعنی اوپر بادلوں سے پانی اتارتے ہیں سو وہ بھی بے اندازہ نہیں کہ بلوں ہی بادلوں کے دہانے کھول کر بے موقع دنیا کو غرقاب کر دیا جاوے بلکہ ایک اندازۂ خاص سے، پھر اس پانی کو بے ہودہ طور پر صرف نہیں کرتے بلکہ فاسکنہ فی الارض اس کو زمین میں رہنے دیتے ہیں اور انا علی ذھاب بہ لقادرون ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ اس پانی کو لے جاویں سکھا دیں لیکن فانشانا لکم بہ جنات الخ تمہارے لیے اس سے باغ اگاتے ہیں اور طرح طرح کی جڑی بوٹیاں اناج وغیرہ پیدا کرتے ہیں من جملہ ان کے کھجور اور انگور ہے جن کو تر اور خشک گرمی اور سردی میں ہر طرح سے کھاتے ہیں ان کے سوا باغوں میں لکم فیھا فواکہ کثیرۃ ومنھا تاکلون تمہارے لیے اور طرح طرح کے میوے ہیں اور نہ صرف میوے کہ جن سے پیٹ نہ بھرے غذا کا کام نہ چلے بلکہ بعض ان میں سے کھانے کا بھی کام دیتے ہیں۔ صاحب کشاف کہتے ہیں منھا تاکلون کے یہ معنی کہ یہی باغ تمہاری معاش اور روزی کا بھی ذریعہ ہیں جیسا کہ کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں پیشہ سے کھاتا ہے۔ وشجرۃ معطوف ہے جنات پر اے انشانا لکم شجرۃ اس درخت سے مراد زیتون کا درخت ہے جو عرب کے لیے بیشتر کوہ طور میں پیدا ہوتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے تخرج من طور سیناء صاحب کشاف کہتے ہیں طور یا تو سینا۔ میدان کی طرف مضاف ہے کہ جس کو سینین بھی کہتے ہیں یا طور مضاف اور سینا مضاف الیہ دونوں سے مرکب ہو کر ایک پہاڑ کا نام ہے جیسا کہ امرئ القیس وبعلبک پھر بعض اس کو غیر منصرف کہتے ہیں تعریف وعجمہ کے سبب یا تعریف وتانیث کے سبب کیونکہ یہ بقعہ ہے۔ اور فعلاء کا الف تانیث کے لیے نہیں جیسا کہ حرباء اور بعض الف کو تانیث کے لیے کہتے ہیں جیسا کہ صحراء۔ یہ پہاڑ قلزم کے اس طرف عرب کے گوشۂ شمال ومغرب کے بیابان میں ہے یہیں حضرت موسیٰ کو توریت ملی تھی۔

تنبت بالدھن موضع حال میں اے تنبت وفیھا الدھن کما یقال رکب الامیر بجندہ اے معہ الجند۔ یعنی اس درخت میں تیل ہوتا ہے وصبغ للآکلین اور سالن بھی نہ سب کے لیے بلکہ ان کے لیے جو اس میں روٹی لگا کر کھاتے ہیں۔ عرب زیتون کے تیل کو سالن کے کام میں لاتے ہیں۔

[1] وما کنا عن الخلق غافلین کی یہ سب دلیل ہے جس میں بعض چیزوں کے چند فوائد بیان ہوئے ہیں اور اس میں طبیعت کے خالق وفاعل ہونے کا رد ہے جس کے دہریے قائل ہیں ۱۲ منہ

الصبغ والصباغ یا یصطبغ بہ الخبز۔ وصبغ عطف علی الدہن اے ادام۔

تیسری دلیل حیوانات کے متعلق وان لکم فی الانعام لعبرۃ کہ چار پایوں میں بھی تمہارے لیے بہت غور کی جا ہے۔ ان کی پیدائش اور توالد وتناسل اور ان کا شعور وادراک تو دفتر معرفت ہی ہے مگر تم صرف ان کے ان ہی فائدوں کو ہی دیکھو۔ (۱) نسقیکم کہ تمہیں ان کا دودھ پلاتے ہیں اور پیٹ کی آلایش اور خون میں سے کس حکمت بالغہ سے جدا کیا اور نکالا جاتا ہے۔ (۲) ولکم فیہا منافع کثیرۃ دودھ کے سوا تمہارے لیے ان میں اور بھی فوائد ہیں ان کی اون اور جلد کو کام میں لاتے ہیں (۳) ومنہا تاکلون کہ بعض کو تم کھاتے بھی ہو ان کا گوشت تمہاری عمدہ غذا ہے (۴) وعلیہا وعلی الفلک تحملون کہ ان پر بلکہ کشتیوں پر بھی سوار ہوتے ہو اور بوجھ لادتے ہو پھر جو قادر باکمال یہ کرتا ہے کیا وہ اپنی حکمت بالغہ سے انسان کو ایک نئی زندگانی نہ دے گا اور اس کی حیات کا سلسلہ اسی چند روزہ حیات پر تمام کر دیگا، ہرگز نہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ

اور البتہ نوح کو ہم نے اس کی قوم کی طرف بھیجا

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

تب انہوں نے کہا اے قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارا اس کے

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾

سوا اور کوئی معبود نہیں تم پھر کیوں نہیں ڈرتے

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ

سو اس کی قوم کے کافر سرداروں نے (یہ) کہا

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ

کہ یہ ہے کیا مگر تمہارے ہی جیسا ایک آدمی تم پر

اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ

بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ چاہتا

لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا

تو فرشتے ہی نہ بھیج دیتا ہم نے اپنے اگلے باپ

فِيْٓ اٰبَاۗىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ

دادا سے یہ بات کبھی سنی بھی نہیں یہ تو بس ایک

اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ

دیوانہ آدمی ہے پس[1] اس کا ایک

حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ

وقت تک انتظار کرو نوح نے کہا اے رب انہوں نے جس بات پر

بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ

مجھے جھٹلایا ہے تو ہی میری مدد کر پھر ہم نے اس کی طرف وحی کی

اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا

کہ ہماری مدد اور حکم سے کشتی تیار کرو

فَاِذَا جَاۗءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ

پھر جب ہمارا حکم آوے اور تنور (یعنی زمین) سے پانی ابلنے لگے تو کشتی میں

فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ

ہر ایک حیوان کے (نر و مادہ کے) دو دو جوڑے سوار کر لینا اور

اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ

اپنے کنبے کو بھی مگر ان میں سے جس کے لیے (ڈوبنے کا) حکم

مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ

ہو چکا ہے اور ظالموں کے معاملے میں مجھ سے بات

ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا

بھی نہ کرنا کیونکہ وہ سب ڈوبنے والے ہیں پھر جب

[1] یعنی اس کی بات کا جس سے ہم کو ڈراتا ہے ۱۲ منہ

اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى
تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں کشتی پر
الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي
سوار ہو لیں تو کہنا حمد ہے اس اللہ کے لیے جس نے
نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَ
ہم کو ظالم قوم سے نجات دی اور
قُلْ رَّبِّ أَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا
دعا کرنا کہ اے رب مجھ کو (کشتی سے) برکت کے ساتھ اتار لو
وَّأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ إِنَّ
اور تو بہتر اتارنے والا ہے بے شک اس
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّإِنْ كُنَّا
قصہ میں بہت سی نشانیاں قدرت کی ہیں اور ہم کو تو
لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ
آزمائش منظور تھی پھر ان کے بعد ہم نے اور
قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَأَرْسَلْنَا فِيْهِمْ
دوسرا قرن پیدا کیا پھر ان میں بھی ان ہی میں سے
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو
مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ
تمہارے لیے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں
أَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾
پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟

اب یہاں سے چند انبیاء گزشتہ کے تذکرے بیان کرتا ہے جن کے ذکر سے یہ چند باتیں ظاہر کرنی مقصود ہیں۔ (۱) یہ کہ جس طرح اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج تمہاری قوم تم سے کج بحثیاں اور شبہات رکیکہ کرتی ہے اسی طرح پہلے لوگ انبیاء سابقین کے ساتھ کرتے آئے ہیں۔ (۲) یہ کہ خدا تعالیٰ نے ان نبیوں کی معرفت بڑے بڑے معجزے دکھا کر آخر کار ان کو ہلاک و برباد کیا ہے ایسا ہی تمہارے مخالفوں کے ساتھ ہونے والا ہے۔ (۳) یہ کہ سب انبیاء خدا پرستی اور توحید کی تعلیم کرتے آئے ہیں یہ جو بت پرستی کو تقلید آباء و اجداد سے ایک امر جائز قرار دیتے ہیں محض غلط بات ہے (۴) خدا تعالیٰ ہر ایک قرن کو غارت کر کے اس کے بعد دوسرا قرن پیدا کرتا آیا ہے پھر کیا مرنے کے بعد زندہ نہیں کر سکتا؟

سب سے پہلا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہے جس میں بڑی بات کلام سابق کے ساتھ موجب ربط یہ ہے کہ وہاں فرمایا تھا ہم آسمان سے ایک اندازۂ خاص کے ساتھ تمہارے فائدے کے لیے نازل کرتے ہیں اور جب بندے سرکشی کرتے ہیں اور انبیاء کے مقابلہ سے باز نہیں آتے تو اسی رحمت کو زحمت کر دیتے ہیں جیسا کہ قوم نوح کے لیے ہوا کہ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کا حکم دیا، شرک سے منع کیا ان کی قوم نے کہا (۱) یہ تم جیسا آدمی ہے اس میں فضیلت کی کیا بات ہے؟ (۲) اللہ نے اس کو کیوں بھیجا فرشتے کیوں نہ بھیج دیے؟ (۳) یہ حکم ہم نے باپ دادا سے نہیں سنا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو (۴) اس کی یہ باتیں خلاف عقل ہیں یہ دیوانہ ہے۔ (۵) یہ کہتا ہے کہ عذاب آئے گا دیکھو آتا ہے یا نہیں؟ چوں کہ یہ شبہات بے بنیاد تھے ان کا جواب ذکر نہ کیا۔

ع ۲ ۱۰ ۲

ف حضرت ہود یا صالح علیہ السلام ۱۲ منہ

آخر کار نوح علیہ السلام نے دعا کی الٰہی میری مدد کر اس پر حکم ہوا کہ کشتی تیار کرو اور اس میں اپنے خاندان کو بجز ان کے کہ جن کی تقدیر میں ازل سے ہلاکت لکھی گئی الا من سبق علیہ القول اور ایمان داروں کو اور ہر چیز کے جوڑے کو سوار کر لو چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اور باقی سب لوگ کہ جن میں ان کا بدبخت بیٹا بھی تھا غرق ہو گئے۔ اس قصہ کی کامل تشریح پہلے ہو چکی ہے اور فار التنور کے معنی بھی ہم بیان کر آئے ہیں قصہ کو تمام کر کے نتائج مذکورہ بالا کی طرف اشارہ کرتا ہے ان فی ذٰلک لآیات کہ اس میں بڑی نشانیاں قدرت کی ہیں پھر فرماتا ہے ان کے بعد ہم نے اور قرن پیدا کیا اور اس میں بھی ایک اور رسول بھیجا۔ یہ دوسرا قصہ ہے اس رسول سے مراد حضرت ہود یا صالح علیہما السلام ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی قوم کو توحید و خدا پرستی کا حکم دیا تھا اور مر کر زندہ ہونے کا بھی وعدہ کیا تھا۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ
اور ان کی قوم کے سرکردار جو آخرت کے
كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ
پیش آنے کو جھٹلا چکے تھے اور جنہیں
اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ
ان کو زندگی دنیا میں آسودگی بھی دی تھی (یہ) کہنے لگے
اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ
کہ رسول ہے کیا مگر تم ہی جیسا ایک آدمی وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے
مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾
ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیا کرتے ہو
وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ
اور اگر تم نے اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کی
اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ
تو بے شک تم خسارہ میں پڑ گئے کیا تم کو وعدہ دیتا ہے
اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّ
کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں
عِظٰمًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ
ہو جاؤ گے تو کیا تم پھر زندہ کر کے قبر سے نکالے جاؤ گے جلدی کام سے
هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ
وعدہ کیا جاتا ہے بھلا وہ بہت دور ہماری
هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ
تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے مرتے اور
نَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾
جیتے ہیں اور ہم کو تو (مر کر) زندہ ہونا نہیں
اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِافْتَرٰى عَلَى
بس یہ ایک ایسا شخص ہے کہ جس نے اللہ پر
اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾
جھوٹ بنا لیا ہے اور ہم کو اس کا یقین نہیں
قٰلَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾
رسول نے دعا کی کہ الٰہی جس بات پر مجھے جھٹلایا ہے اس پر میری مدد فرما
قٰلَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾
فرمایا تھوڑی دیر کے بعد یہ خود نادم ہوں گے
فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ
پھر تو وعدہ برحق پر ان کو ایک ہیبت ناک آواز نے آ پکڑا
فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ
پھر تو ہم نے ان کو چورا چورا کر دیا پس ظالم لوگوں پر خدا
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ
کی پھٹکار ہو پھر ان کے بعد ہم نے

بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ
اور قرن پیدا کیے کوئی قوم نہ
مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾
اپنے وقت سے آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے
ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرٰى[1] كُلَّمَا
پھر تو لگاتار ہم اپنے رسول بھیجتے رہے جب کوئی
جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا
رسول اپنی قوم کے پاس آتا رہا وہ اس کو جھٹلاتے ہی رہی پھر ہم بھی
بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ
ایک قوم کو دوسری کے پیچھے ہلاک کرتے گئے اور انہیں کے افسانے بنا لیے
فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾
پس پھٹکار ہے اس قوم پر جو ایمان نہیں لاتی۔

جس پر ان کی قوم کے سردار جو آخرت کے منکر اور کافر تھے اور اللہ نے ان کو دنیا میں ثروت و دولت بھی دی تھی (کیوں کہ ایسی باتیں بھی دنیا دار دولت مند غرور میں آکر کیا کرتے ہیں) وہی بے ہودہ شبہات کرنے لگے کہ یہ رسول ہمارے جیسا ہے جس طرح ہم کھاتے پیتے ہیں یہ بھی اسی طرح اور وہی چیزیں کھاتا پیتا ہے۔ پھر ایسے شخص کے حکم پر چلنا جو ہم جیسا انسان ہے خرابی میں پڑنا ہے) ان حمقاء نے رسول کو یہ سمجھا تھا کہ وہ نوعِ انسانیت سے علیحدہ کوئی اور ہی طرح کا ہونا چاہیے) اور یہ جو کہتا ہے کہ مر کر اور بوسیدہ ہو کر لوگ زندہ ہوں گے تو یہ بہت بعید بات ہے صرف دنیا ہی کی موت اور زندگی ہے یہ جھوٹا آدمی ہے اس کی بات پر ہم کو یقین نہیں آتا۔ تب نبی نے دعا کی کہ میری مدد کر۔ حکم ہوا کہ ابھی یہ اپنے کیے پر نادم ہوں گے چنانچہ ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا کہ ایک ہیبت ناک آواز آئی جس سے وہ مر کر رہ گئے اس کی تشریح بھی چوتھی جلد میں ہو چکی۔ ان کے بعد یکے بعد دیگرے خدا نے اور قرن پیدا کیے (قرن زمانہ مگر مراد اہل زمانہ ہیں) یہ تیسرا واقعہ ہے یعنی اور بھی قومیں ہوئی ہیں اور ان میں بھی لگاتار ہم رسول بھیجتے گئے مگر ہر ایک قوم کے ہلاک کا ایک وقت مقرر ہے اس سے آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتا۔ رسول کی تکذیب سے فوراً ہلاک نہیں ہوئے۔ اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے کہ آپ کے منکروں کی بربادی کا بھی وقت مقرر ہے ان کی تکفیر اس وقت تم کو اٹھانی پڑیں گی ان کے کہنے اور جلدی کرنے سے فوراً ہلاک کر دینا ہمارا دستور نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ جب ان قرن والوں کے پاس ان کا رسول آیا یہ بھی تکذیب سے پیش آئے سو ہم نے بھی یکے بعد دیگرے ہر ایک قرن کو ہلاک کیا فاتبعنا بعضهم بعضا کے یہ معنی ہیں اور یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ پہلی امت کی طرح دوسری امت کا بھی تکذیب میں وہی دستور رہا وہ بھی انہیں کی چال چلے

[1] تترا اے متواترین واحدا بعد واحد من الوتر والتاء بدل من الواو کما فی توجاہ والالف للتانیث باعتبار الرسل جماعۃ وقرء بالتنوین علی انہ مصدر بمعنی الفاعل وقع حالا ابو السعود۔ قرأ ابن کثیر تترى منونۃ والباقون بغیر تنوین وہو اختیار اکثر اہل اللغۃ لانہا فعلی من المواترۃ وہی المتابعۃ وفعلی لا ینون کالدعوی۔ ک ۱۲ منہ۔ تترا التاء بدل من الواو لانہ من المواترۃ وہی المتابعۃ ومن ذلک قولہم جاء والخیل وتیرۃ واحدۃ اے طریقۃ واحدۃ وہو نصب علی الحال اے متتابعین وفی الاصل انہ مصدر وقیل صفۃ لمصدر محذوف اے ارسالا متواترا۔ والفتحۃ للالحاق بجعفر کما ارطی او بدل من التنوین ۱۲ الحقانی۔

لیکن اول معنی ظاہر ہیں ان کو یہاں تک ہلاک کیا کہ ان کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہا صرف ان کے قصے اور تذکرے باقی رہ گئے فجعلنٰھم احادیث سو ان پر پھٹکار رہے۔ اس میں اجمالاً بہت سے انبیاء کا تذکرہ ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ

پھر ہم نے موسیٰ　　اور اس کے بھائی ہارون کو

بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى

اپنی نشانیاں　　اور کھلی سند کے ساتھ　　فرعون اور

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا

اس کے سرداروں کی طرف بھیجا　　پس انہوں نے تکبر کیا

وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا

اور وہ ایک تھی ہی سرکش قوم　　پھر انہوں نے کہا

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا

کیا ہم ایسے دو شخصوں پر ایمان لے آویں کہ جن کی قوم

لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا

ہماری غلامی کر رہی ہو　　انہوں کو جھٹلا ہی دیا　　پھر تو وہ

مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا

بھی ہلاک ہی ہو کر رہے　　اور البتہ ہم نے

مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

موسیٰ کو کتاب دی تھی تاکہ لوگ (اسی سے) ہدایت پاویں

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّ

اور ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو (قدرت کا) نشان بنا دیا تھا اور

ع ۵ اٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾

ان کو ایسی بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی تھی جو ٹھیرنے کے قابل اور جس میں پانی کا بہاؤ

ترکیب

ھارون بدل ہے اخاہ سے مثلنا اس کو مفرد لائے تثنیہ نہ لائے حالانکہ یہ تثنیہ و جمع بھی آتا ہے یا تو یہ مصدر ہے جس میں تثنیہ و جمع برابر ہیں یا بشریت میں مماثلت ہے کہ کمیت میں وقوعہا جملہ حال ہے آیۃ مفعول ثانی ہے جعلنا کا معین یا تو فعیل ہے معن الماء سے یعنی پانی والا جاری یعنی شی قیل اور اسی سے ماعون یا منتہ اذا ابصرتہ سے ہے اے ماء جار ظاہر تراہ العیون اصلہ معیون۔

تفسیر

یہ چوتھا قصہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ہے کہ ہم نے ان کو معجزات اور سلطان مبین کے ساتھ فرعون مصر اور اس کی قوم کے پاس بھیجا تھا لیکن وہ سرکش لوگ تھے کہنے لگے جیسے تم آدمی ہو ویسے ہی ہم ہیں اور نیز تمہاری قوم ہماری خدمت کرتی ہے یعنی ذلیل قوم کے ہو پھر تم کو کیوں مانیں، انکار کیا ہلاک ہوئے۔

سلطان مبین سے مراد یا تو وہی آیات نو معجزے ہیں جیسا کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اور سلطان مبین ان میں سے کوئی خاص معجزہ ہے جیسا کہ عصا اور خاص کا عام پر عطف جائز ہے جیسا کہ ملائکہ کے بعد جبرئیل و میکائیل کا ذکر آیا ہے اور ممکن ہے کہ آیات سے مراد نفس معجزات ہوں اور سلطان مبین ان کی کیفیت جو ان کے صدق پر دلالت کرنے سے یا ایک ہیبت و وقار جو ان کو عطا ہوا تھا ان کے ہلاک کے بعد جب کہ

ع مکان مرتفع ۱۲ جلالین۔ ذات قرار اے مستویۃ یستقر علیہا ساکنوہا ۱۲ منہ

کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر شام کو روانہ ہوئے اور بحر قلزم کو عبور کر کے اس میدان میں آئے جس کو تیہ کہتے ہیں تو یہاں ان کو بنی اسرائیل کی ہدایت اور نظام کے لیے ایک کتاب خدا تعالیٰ نے دی جو باتفاق جمہور اہل اسلام توریت تھی۔ پس وہ کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنام توریت تصنیف کی گئی اصلی توریت نہیں[1]۔ ولقد آتینا موسی الکتٰب (ای التوراۃ) جلالین۔ لعلھم یھتدون کے یہی معنی ہیں۔

وجعلنا ابن مریم الخ یہ پانچواں قصہ حضرت مریم اور اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا ہے ان کے تمام قصہ کو چھوڑ کر صرف اس جگہ یہی بات بتلائی گئی کہ ہم نے ان دونوں کو آیت یعنی اپنے ہاں کی ایک نشانی بنایا تھا۔ باتفاق جمہور مفسرین حضرت مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کا اللہ کی نشانی ہونا اس لحاظ سے تھا کہ حضرت مریم کو بغیر مرد کے حمل رہا اور اس سے پیشتر عبادت خانہ میں ان کے پاس غیب سے بے موسم کے میوے آتے تھے اور حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے اور معجزات دکھانے کی وجہ سے نشانی تھے چونکہ دونوں کا نشانی ہونا ایک عجیب وغریب بات تھی اس لیے دونوں کو بلفظ واحد آیۃ ذکر فرمایا آیتین نہ کہا۔ اس آیت سے حضرت مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا بخوبی ثابت ہو گیا پھر جو تاویل یا انکار کرتے ہیں وحی کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلتے ہیں اس نشانی سے چاہیے تھا کہ بنی اسرائیل فائدہ اٹھاتے ایمان لاتے راہ راست پر آتے۔ اس کے برعکس ان کی جان کے دشمن ہو گئے اس لیے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کو بحالت صغر سنی مریم کے چچازاد بھائی یوسف نجار ہیرودیس حاکم کے خوف سے مصر کی طرف لے کر چلے گئے تھے[2] اور سال ہا سال وہیں رہے یہاں دریائے نیل کا پانی جاری ہے اور یہ جگہ مرتفع ہے۔ لیکن ابوہریرہؓ نے مقام رملہ[3] بتایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ

(اور ہم نے کہہ دیا تھا) کہ اے رسولو! پاک چیزیں کھایا کرو

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اور اچھے کام کرتے رہو جو کچھ تم نیک کام کرتے ہو میں ان کو

عَلِيْمٌ ۝۵۱ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ

واقف ہوں　　اور البتہ یہ تمہارا　　گروہ ایک ہی

اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝۵۲

(خدائی) گروہ ہے اور میں ہی تم سب کا رب ہوں پس مجھی سے ڈرا کرو

ہی گروہ ہیں سب کا ایک ہی خدائے واحد ہے ۱۲ منہ

[1] چنانچہ توریت سفر استثنا کے اکتیسویں باب کے چوبیس ورس میں لکھا ہے قولہ "اور ایسا ہوا کہ جب موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا اور وے تمام ہوئیں تو موسیٰ نے لاویوں کو جو خداوند کے عہد کے صندوق اٹھاتے تھے فرمایا کہ اس شریعت کی کتاب کو لے کے خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کی ایک بغل میں رکھو" الخ یہی وہ توریت تھی جو حضرت موسیٰ کو ملی تھی آخر کار یہ کتاب موسیٰ کے بعد سلیمان کے عہد تک کے زمانے میں بنی اسرائیل پر مصائب آنے کی وجہ سے تلف ہو گئی۔ چنانچہ جب سلیمان علیہ السلام نے یہ صندوق کھولا تو اس میں صرف پتھر کی دو لوح برآمد ہوئیں کتاب نہ ملی جیسا کہ کتاب اول سلاطین کے آٹھ باب ۹ ورس میں ہے۔ [2] انجیل متی کے دوسرے باب تیرہ ورس میں اس کی تصریح ہے۔

[3] رملہ مصر کے ملک میں ایک خاص جگہ ہے ۱۲ منہ

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ
پھر لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا
كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾
جو دین جس کے پاس ہے ہر ایک اس ہی سے خوش ہے
فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾
(اے نبی) ایک وقت تک ان کو اپنے نشے میں پڑا رہنے دو
اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ
کیا وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم ان کو مال اور اولاد میں ترقی
وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ
دے رہے ہیں (کچھ) ہم ان کو فائدے پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں
بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ
(ہرگز نہیں) بلکہ وہ سمجھتے نہیں بے شک وہ جو
مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾
اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾
اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر یقین لاتے ہیں
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾
اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے
وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ
اور وہ جو کچھ دیتے بن پڑتا ہے دیتے ہیں اور ان کے دلوں کو
وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾
اس بات کا خوف لگا رہتا ہے کہ ان کو اپنے رب کے پاس جانا ہے
اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ
(شاید قبول ہو یا نہ ہو) یہی وہ لوگ ہیں کہ جو نیک کاموں میں دوڑ پڑتے ہیں
وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾
اور وہی آگے بھی رہتے ہیں۔

ترکیب

ان کو قرار کوفہ نے بکسر الہمزہ پڑھا ہے تب یہ جملہ مستانفہ ہے ھذا اس کا اسم امتکم خبر اور امۃ واحدۃ منصوب ہے حال لازمہ ہونے کی وجہ سے خبر ان سے دیگر قرار نے ان بالفتح پڑھا ہے یا تو لام مقدر مان کر جو اتقون سے متعلق ہوگا اے فاتقون لان ہذہ اور موضع ان کا نصب ہے یا جر یا یہ معطوف ہے قبل پر۔ زبرا بضمتین جمع زبور اے کتبا مختلفۃ یعنی جعلوا دینہم اویانا وزبرا قطعا استعیرت من زبر الفضۃ والحدید (کبیر)۔ وتقرء بفتح الباء وہو جمع زبرۃ وہی القطعۃ والفرقۃ والنصب علی الوجہ الاول علی الحال من امرہم وعلی الوجہ الثانی مفعول من الفاعل ان ما بمعنی الذی وخبر ان نسارع۔

تفسیر

رسولوں کا ذکر فرما کر ان کے اس شبہ کے جواب میں کہ ان رسولوں میں ہم سے کیا فوقیت ہے جو ہم کھاتے پیتے ہیں یہ بھی وہی کھاتے پیتے ہیں (یعنی ملائکہ یا ان کے مانند کیوں نہیں) فرماتا ہے کہ ہم نے رسولوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ طیب یعنی حلال اور پاک چیزیں کھاؤ تمہارے ہی لیے یہ نعمتیں ہم نے پیدا کی ہیں ہاں حرام اور گندی چیزیں نہ کھاؤ۔ بزرگی کا مدار پاک اور حلال چیزوں کے ترک کر دینے پر نہیں جیسا کہ بعض سمجھے ہوئے ہیں اور ان نعمتوں کے شکر میں واعملوا صالحا نیک کام کیا کرو میں تمہیں دیکھ رہا ہوں اور یہ بھی کہہ دیا گیا تھا کہ اے رسولو! تم سب کا ایک ہی طریقہ ہے توحید و عبادت اسی طرح تمہاری سب امتیں بھی باہم الگ الگ مذاہب کے لوگ نہیں اصول شریعت میں سب ایک ہیں اور تم سب کا رب بھی میں ایک ہوں پس مجھ سے ہی

لَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ

ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو سچ کا کہہ دے گی اور ان پر

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ

کچھ بھی ظلم نہ ہوگا بلکہ ان کے دل اس سے

غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ

بے ہوشی میں پڑے ہوئے ہیں اور اس کے سوا ان کے

مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور بھی کام ہیں کہ جن کو وہ کیا کرتے ہیں

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ

یہاں تک کہ جب ان کے مال داروں کو ہم آفت میں مبتلا کریں گے

اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ

تو وہ فوراً چلا اٹھیں گے۔ (کہا جائے گا) آج نہ چلاؤ

اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ

تمہاری ہمارے ہاں سے کچھ بھی مدد نہ ہوگی البتہ

كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ

تم کو ہماری آیتیں سنائی جایا کرتی تھیں تو تم

عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾

الٹے پاؤں بھاگا کرتے تھے

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

غرور میں آکر اس کو (قصہ کہانی سمجھ کر) چھوڑ کر چلے جایا کرتے تھے

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ

کیا انہوں نے ارشاد الٰہی (یعنی قرآن) میں غور نہیں کیا کیا ان کے پاس کوئی ایسی

مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾

(نئی) بات پہنچی تھی کہ جو ان کے اگلے باپ دادا کے پاس نہ پہنچی تھی

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ

کیا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا تھا جو یہ اس کے

ڈر کر بری باتوں سے پرہیز کیا کرو لیکن انبیاء کے بعد ان کے پیروؤں نے باہم افراط و تفریط کر کے جدا جدا فرقے بنا لیے پھر ہر فریق اپنے تراشیدہ خیالات پر خوش ہے۔ یہود اپنے ہی آپ کو راہِ راست پر جانتے ہیں نصاریٰ اپنے تئیں، مشرکین و مجوس اپنے مذہب کو موجب نجات خیال کر رہے ہیں۔ حضرتؐ کو فرماتا ہے فذرھم الخ ان سے حجت و تکرار نہ کرو ان کو اپنی غفلتوں کے دریا میں ڈوبا رہنے دو ایک وقت تک۔ بعض علماء کہتے ہیں اس وقت سے مراد وہ وقت ہے کہ جب اسلام اپنی پوری شوکت دنیا میں ظاہر کرے گا پھر تہدید کے چابک سے ان کو بیدار و ہوشیار کر دیا جاوے گا۔ بعض کہتے ہیں موت یا عذاب الٰہی کے وقت تک کہ پھر ان کو آپ معلوم ہو جاوے گا۔ وہ دنیا کی ثروت و دولت، کثرتِ اولاد و مال کو اپنے مذہب کے برحق ہونے کی دلیل جانتے تھے بلکہ اب بھی کہا کرتے ہیں ہم نے فلاں دیوی دیوتا کی نذر بھینٹ کی تو اس نے ہم کو مال و اولاد دیا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے ایحسبون انما نمدھم الخ کہ کیا وہ اس افزائش مال و اولاد کو ہماری مہربانی سمجھتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ لا یشعرون ان کو شعور نہیں، چار پائے ہیں کیوں کہ دنیا فانی کی آسائش کچھ چیز نہیں حیوانات کو بھی نصیب ہے ہاں جن پر ہماری مہربانی ہے اور ان کے لیے ہم بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جو شرک نہیں کرتے اور وہ جو اللہ کی راہ میں دیتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ شاید قبول نہ ہو۔ یہی لوگ نیکی میں دوڑنے اور سبقت کرنے والے ہیں۔

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ

اور ہم کسی پر بوجھ بھی نہیں ڈالتے مگر اس قدر کہ وہ اٹھا سکے اور

مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ

منکر ہو گئے　کیا وہ یہ کہتے تھے کہ اس کو جنون ہے

بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ

(ان میں سے کوئی بات بھی نہ تھی) بلکہ رسول ان کے پاس سچی بات لایا تھا اور ان میں سے

كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ

اکثر تو سچ سے نفرت ہی کیے تھے۔ اور اگر حق ان کی خواہش کے تابع ہوتا

لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ

تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کچھ خراب

فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ

ہو چکتا　بلکہ ہم نے تو ان کی نصیحت ان کو پہنچا دی تھی سو وہ

عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ اَمْ

اپنی نصیحت کی بات سے منہ موڑتے رہے۔ (یعنی) کیا تم

تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۚ

ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو؟ پھر اجرت تو تمہارے رب کی بہت بہتر ہے

وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ

اور وہی سب سے اچھا روزی دینے والا ہے　اور البتہ آپ تو

لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾

ان کو سیدھے رستہ کی طرف بلا رہے ہیں۔

اہل ایمان کے چند اوصاف حمیدہ ذکر کر کے فرمایا تھا کہ یہی لوگ نیکیوں میں سبقت کر رہے ہیں۔ اب مخالفوں کو رغبت دلاتا ہے کہ لا نکلف نفسا الا وسعہا ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے یعنی احکام سخت پر مامور نہیں کرتے آسان اور سہل حکم دیا کرتے ہیں پھر اے کم بخت منکرو! تم کیوں ان نیکیوں میں پیچھے رہے جاتے ہو اور یہ خیال کرنا کہ ان نیکیوں میں سعی کرنا بے فائدہ ہے، ان کو آخرت میں کون یاد رکھے گا؟ غلط خیال ہے کس لیے

کہ ولدینا کتٰب ینطق بالحق وھم لا یظلمون ہمارے پاس ایک کتاب ہے اس میں یہ سب کچھ لکھا جاتا ہے ہر فرد بشر کے اعمال کراماً کاتبین لکھا کرتے ہیں یہ کتاب ہر ایک بات ٹھیک ٹھیک بیان کر دے گی اور کسی کا کوئی عمل رہ نہ جائے گا ان پر ظلم نہ ہوگا۔ اسی کتاب کا آگے ذکر آ چکا ہے ونخرج لہ یوم القیٰمۃ کتٰبا یلقٰہ منشورا۔ مگر اس سے دنیا کی کتابوں کی مانند کاغذوں پر لکھی ہوئی کتاب مراد نہیں بلکہ اور قسم کی کتاب یعنی یادداشت الٰہی، واللہ اعلم۔

یہ باتیں سن کر بھی کفار نیکی کی طرف رغبت نہیں کرتے۔ بل قلوبھم فی غمرۃ من ھٰذا لا بلکہ ان کے دل اس بات سے غفلت میں ہیں اور اس پر بھی بس نہیں بلکہ ولھم اعمال من دون ذٰلک اس کے سوا ان کے اور اعمال بھی ہیں جن کو وہ عمل میں لا رہے ہیں پھر یہ ستم گار اپنے اعمال بد میں یہاں تک گرفتار ہیں حتٰی اذا اخذنا مترفیھم بالعذاب الخ کہ جب ہم ان کے دولت مندوں کو جو دولت کے نشہ میں مغرور ہیں عذاب میں مبتلا کریں گے تو یجئرون دہائی دینے لگیں گے اس عذاب سے مراد موت کے وقت کا عذاب ہے یہ عذاب سب کفار کے لیے ہے مگر دولت مندوں کی تخصیص ان کے غرور و تکبر کی وجہ سے ہوئی۔ ملا کہ اس وقت کہیں گے اب کیوں دہائی دیتے فریاد کرتے ہو آج تم کو مدد الٰہی نہ پہنچے گی قد کانت اٰیٰتی الخ کیوں کہ تمہارے سامنے میری آیتیں پڑھی جایا کرتی تھیں تم تکبر کی راہ سے ان کو چھوڑ کر قصہ کہانیوں میں مشغول ہوتے تھے۔ تسمیر رات کو قصہ گوئی کرنا عرب کی عادت تھی کہ رات کو لوگ مجتمع ہو کر قصہ خوانی کیا کرتے تھے۔ تھجرون ہجر بالکسر بمعنی جدائی۔ ہجر بالفتح ہذیان و بالضم فحش۔ کعبہ کے ارد گرد بیٹھ کر قریش مکہ قصہ خوانی کرتے تھے اور آں حضرتؐ اور قرآن کی

ہجو حقارت بھی کیا کرتے تھے۔

اب فرماتا ہے کہ ان باتوں کا عمل میں لانا یا تو اس لیے تھا کہ قرآن مجید میں کوئی خوبی نہ تھی جو اس سے بھاگتے تھے اس کے جواب میں فرماتا ہے افلم یدبروا القول کہ انہوں نے کیا قرآن اور نبی کے ارشاد میں غور نہ کیا تھا یعنی کرنا چاہیے تھا۔ وہ نبی کے آنے کو اور ان کے نصائح کو ایک اوپری بات جانتے تھے سو یہ بھی غلط کیوں کہ ام جاءھم کیا ان کے پاس رسول کوئی نئی بات لائے جو ان کے باپ دادا کے پاس پہلے انبیاء نہ لائے تھے؟ تیسری بات یہ کہ کیا وہ رسول سے واقف نہ تھے بلکہ خوب واقف تھے کہ قبل نبوت آپؐ کو سچا دیانت دار خدا ترس جانتے تھے پھر بعد نبوت جھوٹ بولنے سے کیا غرض تھی؟ ام لم یعرفوا رسولھم چوتھی بات یہ کہ باوجود اس خدا ترسی اور راست بازی کے سیکڑوں تکلیفیں اٹھا کر دنیاوی فوائد پر لات مار کر قوم کو آنے والی مصیبتوں سے پر خطر کر کر توحید و راست بازی پھیلانا کسی دیوانہ آدمی کا کام نہیں، پھر کیا انہوں نے رسول کو دیوانہ سمجھا تھا ام یقولون بہ جنۃ یہ کچھ نہیں تو یقین کر لینا چاہیے کہ جاءھم بالحق رسول ان کے پاس دین حق لے کر آچکا تھا لیکن اکثرھم للحق کارھون ان میں سے اکثر کو حق سے کراہت و نفرت ہے۔ اپنی کج طبعی اور تیرہ باطنی سے چاہتے ہیں کہ ان کی خواہش کے موافق دنیا میں رسول احکام جاری کیا کریں ولو اتبع الحق اھواءھم اگر ایسا ہو تو آسمان اور زمین اور ان کے رہنے والے خراب ہو جاویں۔ ریل کا انجن اگر کسی نادان کے سپرد کیا جاوے تو گاڑیاں الٹ جاویں پس ہم ان کو ان کے سمجھنے اور درست ہونے کی چیزیں کو دیتے ہیں پر وہ اس سے اعراض کر رہے ہیں۔

پھر ان کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس وعظ و نصیحت سے رسول کچھ ان سے مزدوری مانگتا ہے؟ کچھ نہیں بلکہ وہ اجر آخرت کا طالب ہے اور اللہ بہتر اجر دینے والا ہے اور اے محمد تم ان کو سیدھے رستہ کی طرف بلا رہے ہو۔ وان الذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ عن الصراط لناکبون اور آخرت پر یقین نہ لانے والے سیدھے رستے سے پھرے جا رہے ہیں افسوس۔

اذا اخذنا مترفیھم بالعذاب میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔ ایک یہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے قریش مکہ پر سات برس کا ایسا سخت قحط پڑا کہ جس میں وہ چلا اٹھے کتے اور مردار تک کھانے کی نوبت آگئی، دہائی دینے لگے جس کے جواب میں ان پر عتاب ہوتا ہے کہ اب دہائی دیتے ہو ہمارے رسول پر کیوں ایمان نہ لائے آخر کار ہون تک عتاب ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ آنے والے عذاب کی خبر ہے جو بوقت مرگ یا آخرت میں پیش آئے گا اور کفار اس وقت چلائیں گے دہائی دیں گے تب ان کے جواب میں یہ عتاب ہوگا۔ قوی تر یہی ہے کہ آنے والی مصیبت کی خبر دی جاتی ہے وہ قحط شدید اور واقعہ بدر تھا جس میں قریش چیخ اٹھے تھے اور ان کے حال پر یہ جواب باعتاب ناطق تھا اور آئندہ مرنے کے بعد اور پھر قیامت میں بھی عذاب شدید پیش آئے گا جہاں ان کی فریاد اور دہاڑنے پر یہی جواب عتاب دیا جائے گا اس لیے فرماتا ہے اور جو ہم اس مصیبت سے کہ جس میں ان کو مبتلا کیا کرتے ہیں نجات بھی دیں تو پھر اپنی اسی سرکشی میں اڑ جاویں گے۔ عذاب دفع ہونے کے بعد سرکشی کرنا تو ان کے نزدیک معمولی بات ہے۔

وَاِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ

اور بے شک وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے

عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ
وہ راہِ (راست) سے ہٹے ہوئے ہیں اور اگر

رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ
ہم ان پر رحم کرکے ان کی تکلیف کو بھی دور

ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾
کر دیں تو بھی وہ اپنی سرکشی سے گمراہی میں پڑے رہیں گے

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا
اور البتہ ہم نے ان کو عذاب میں مبتلا بھی کیا پھر بھی

اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾
وہ اپنے رب کی طرف نہ جھکے اور نہ عاجزی کرنے والے تھے۔

حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا
یہاں تک (غفلت میں رہے) کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا

عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ
دروازہ کھول دیا تو فوراً اس میں

مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ
ناامید ہو گئے اور وہی تو ہے کہ جس نے تمہارے لیے

لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ
کان اور آنکھیں اور دل بنا دیے

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ
(پھر بھی) تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو اور وہی تو ہے کہ جس نے

ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ
تم کو زمین میں پھیلا دیا اور (قیامت میں) اسی کی

تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ
طرف جمع کرکے لائے جاؤ گے اور وہی تو ہے کہ جو زندہ کرتا اور

يُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَ
مارتا ہے اور وہی رات اور دن کا بدلنے والا

النَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ
ہے تو کیا تم نہیں سمجھتے بلکہ انہوں نے

قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾
بھی ایسی ہی بات کہدی جیسی کہ پہلوں نے کہی تھی

قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ
انہوں نے کہا تھا کہ کیا جب ہم مر جاویں گے اور مٹی اور ہڈیاں

عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ
ہوں گے تو کیا پھر بھی زندہ کیے جاویں گے؟ اس کا تو ہم سے

وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ
اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی وعدہ ہوتا چلا آیا ہے

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾
یہ کچھ بھی نہیں مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

ع ۴ ۴

ولقد اخذنٰهم بالعذاب الخ ہم نے ان کو اول ایک عذاب میں گرفتار کیا تو اس وقت بھی ما استکانوا لربهم اپنے رب کی طرف نہ جھکے۔ استکان استفعل من الکون اے انتقل من کون الی کون۔ دیکھو زان یکون انفعل من السکون الکبیر اور نہ جھکنے والے تھے حتی اذا فتحنا علیهم یہاں تک کہ اس مصیبت کا دروازہ کھولا تو بھی نہ جھکے بلکہ رب کی رحمت سے ناامید ہو گئے۔ حالانکہ اشرہ منعم حقیقی ہے کہ جس نے تم کو کان اور آنکھیں اور دل عطا کیے پھر اس سے ناامیدی کرنا کیسی بری

ف الکرب الکلب العدل والمیل ومنه الکباء الریح بین یمین لعد ولها عن الهباب لجوا الجاج التمادی فی العناد ومنه اللجة بالفتح لترددا الصوت ولجة البحر لترددا امواجه ولجة اللیل لترددا ظلامه مبلسین من الابلاس وهو الیاس التحیر الاساطیر جمع اسطورة کالاحادیث جمع احدوثة ومعناها الاباطیل وقیل جمع اسطار وهی جمع سطر کاذیب الاولین التی سطروها فی الکتب ۱۲ منه

الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُوْلُوْنَ

عظیم کا رب کون ہے　وہ جلد کہیں گے (کہ یہ سب)

لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾ قُلْ

اللہ کا ہے کہہ دو پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔ پوچھو (تو سہی)

مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ

کہ کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے

وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ

اور وہ کون ہے جو سب کا نگہبان ہے اور اس پر کوئی قابو نہیں رکھتا　اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُوْلُوْنَ

تم جانتے ہو (تو بتاؤ)۔　وہ جلد کہہ دیں گے (یہ سب کچھ)

لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾ بَلْ

اللہ کا ہے۔ ان سے کہہ دو پھر تم کیسے دیوانے ہوئے ہو　بلکہ ہم نے تو

اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٩٠﴾

ان کے پاس حق بات پہنچا دی اور یہ بے شک جھوٹے ہیں

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ

نہ اللہ نے کوئی بھی بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے

مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ ؕ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ

ساتھ کوئی معبود ہی ہے (اگر) یوں ہوتا تو ہر خدا اپنی بنائی ہوئی چیز کو

اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى

الگ لے کر پھرتا (اس پر تقاضا ہوتا) اور ایک دوسرے پر

بات ہے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اس نے سننے کو کان، دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو دل عطا کیے پھر خود دلائل الٰہی میں کیوں غور نہیں تاکہ ان کو خود معلوم ہو جائے کہ رسول جو کچھ فرماتا ہے سراسر ہمارے فائدے کے لیے اور برحق بات کہتا ہے۔ اس کے بعد اور بھی اپنی نعمتیں اور اپنی قدرت کی کامل نشانیاں ذکر فرماتا ہے کہ جن سے صاف معلوم ہو جاوے کہ وہ مرنے کے بعد زندہ کرنے پر قادر ہے وھو الذی ذرأکم فی الارض یہ نعمت ہے والیہ تحشرون میں وعدہ ہے کہ جس نے تم کو زمین پر پھیلا دیا ہے وہی تم کو قیامت میں سمیٹ بھی لے گا اور وھو یحیی ویمیت میں نعمت بھی ہے اور قدرت کاملہ کی دلیل بھی ہے۔ اسی طرح اختلاف الیل والنہار بھی نعمت اور اس کی قدرت کی دلیل ہے۔

اس کے بعد فرماتا ہے افلا تعقلون کہ تم پھر بھی نہیں سمجھتے بلکہ وہی بے ہودہ بات کہے چلے جاتے جو پہلے حمقا کہہ چکے ہیں کہ مر کر اور ریزہ ریزہ ہو کر کیونکر پھر دوبارہ زندہ ہوں گے۔ یہ صرف ایک جھوٹا وعدہ ہے جو ہم سے اور ہم سے پہلوں سے انبیاء کرتے آئے ہیں اور یہ صرف اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ

(اے نبی) ان کو (یہ تو) پوچھو کہ یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے کس کا ہے اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُوْلُوْنَ

تم جانتے ہو (تو بتاؤ)　وہ جلد کہیں گے اللہ کا

لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ

ہے کہہ دو کہ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے　ان سے پوچھو کہ

مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ

کہ ساتوں آسمانوں کا رب　اور عرش

ف یعنی یہ سب باتیں جانتے ہیں پھر عقل پر پتھر پڑے ہیں کہ اس کے سوا اور کو پوجتے حاجت روا جانتے اس کو پکارتے ہیں ۱۲ منہ

ف ہو یجیر الخ یقال اجرت فلانا اذا استغاث بک فحمیتہ واجرت علیہ اذا حمیت عنہ والمعنی یجیر ولا یجیر علیہ ملکوت بمعنی الملک والتاء للمبالغۃ کما فی الرحموت والرہبوت ۱۲ منہ

بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾

غائب آتا۔ جو جو باتیں یہ بناتے ہیں اللہ ان سب سے پاک ہے۔

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى

وہ غائب اور حاضر سب کا جاننے والا ہے وہ ان کے

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾

شریک بنانے سے بری ہے

ع ۵ ۱۵ ۵

ترکیب

للّٰہ قراءۃ جمہور میں لام سے ہے اور یہ لمن الارض کا جواب ہے اور اخیر دونوں سوالوں کے جواب میں اللہ واقع ہے اور للہ بھی۔ بغیر لام میں لفظ کی رعایت ہے اور لام میں معنی کی لان المعنی فی قولہ رب السموات لمن السموات ملکوت میں تا مبالغہ کے لیے بمعنی ملک اذاً جواب ہے شرط محذوف کا۔ تقدیرہ لو کان معہ الٰہۃ۔

تفسیر

مسئلہ حشر اور رسالت کو تمام کر کے پھر مسئلہ توحید شروع ہوتا ہے اور مشرکین کے مسلمات سے ہی ان پر الزام قائم کیا جاتا ہے فقال قل لمن الارض لے نبی ان سے پوچھو کہ زمین اور اس کے رہنے والے کس کے ہیں وہ یہی کہیں گے کہ اللہ کے کس لیے کہ وہ اللہ کے قائل تھے تب کہو کہ تم پھر کیوں نہیں سمجھتے کہ جس کے قبضۂ قدرت میں یہ سب ہیں اور وہ ان کا خالق ہے تو اور معبودوں کا کیا استحقاق عبادت ہے۔ بلکہ وہ بھی مخلوق اور مملوک ہیں۔ پھر فرماتا ہے قل من رب السمٰوٰت کہ ان سے یہ بھی پوچھو کہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا کون مالک ہے۔ اس کے جواب میں بھی وہ یہی کہیں گے کہ اللہ۔ تب ان سے کہہ دو کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے اس کے سوا اور کون ہے کہ جس کو اس کے ساتھ حاجت روا سمجھ کر پوجتے ہو تم کو ڈرنا چاہیے۔ ان جملوں میں اثبات حشر بھی ہے کیوں کہ وہ جو ان سب کا مالک ہے وہ مر کر زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ مسائل قرآنیہ کا باہم ایسا ارتباط ہے کہ ایک مسئلہ کے دلائل سے دوسرا بھی ثابت ہو جاتا ہے یہ کافی اعجاز ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ آسمان و زمین سے بھی تعمیم کر کے یہ سوال کرو کہ ہر ایک چیز پر کس کا قبضہ ہے اور وہ کون ہے کہ جس کو چاہتا ہے پناہ دے سکتا ہے اور اس کے مجرم کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اگر تم کو یہ بات معلوم ہے تو بتلاؤ (یقال اجرت فلان علی فلان اذا اغثتہ منہ ومنعتہ) اس کے جواب میں بھی وہ اللہ ہی کہیں گے۔ پھر کہو کہ تم پر کسی نے کیا سحر کر دیا، کیا افسوں پڑھ کر تم کو احمق بنا دیا ہے کہ اس بات کو جان کر بھی اللہ کے سوا اس کی مخلوق کو پوجتے ہو۔ جو دیدہ دانستہ احمق بن جائے تو محاورہ میں کہا کرتے ہیں کہ کسی نے اس کو منتر پڑھ کر دیوانہ بنا دیا، نہ یہ مطلب کہ دراصل اس پر کسی نے سحر کر دیا ہے۔

عرب کے مشرک ہندوؤں کا سا عقیدہ رکھتے تھے جس طرح ہندو یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ایشور (خدا) جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کے برخلاف نہیں کر سکتا مگر باایں ہمہ سیکڑوں معبود بھی بنا رکھے ہیں کہیں دیوی پوجتی ہے کوئی ہنومان کو مانتا ہے کوئی مہادیو کا لنگ پوجتا ہے کوئی وشن کی مورت پر جل چڑھاتا ہے۔ اور پھر ہر ملک میں ہر ایک قوم کا جدا ہی معبود ہے۔ آگ پانی جر شجر آفتاب ستارے کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی کہ جس کو نہ پوجتے ہوں۔ یہی حاجت روا جان کر ان کو پکارنا، ان کی نذر نیاز کرنا ان کی پرستش ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں بھی ایشر کی مایا ہے یہ بھی بڑی قدرت رکھتے ہیں۔ یہی حال عرب کے مشرکوں کا تھا۔ افسوس

ہندستان کے جاہل مسلمانوں میں بھی ہنود کی صحبت کا اثر آگیا یہ بھی اپنے بزرگوں کے ساتھ اس کے قریب قریب برتاؤ کرنے لگے یہ اس کو توتل کہتے ہیں اور غیر قومیں جو اپنے بزرگوں سے ایسے ہی معاملات کریں تو اس کو شرک قرار دیتے ہیں فعل ایک ہی ہے۔

پھر فرماتا ہے بل اتینٰھم بالحق الخ کہ ہم نے ان کو حق دین دے دیا ہر بات سچی کھول دی پر یہ جھوٹے منصوبے باندھتے ہیں۔ مشرکین عرب میں سے بعض فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی کہتے تھے۔ عرب میں عیسائی بھی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے تھے ان کے رد میں فرماتا ہے ما اتخذ اللہ من ولد الخ کہ اللہ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی خدائی میں شریک ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خالق اپنی مخلوق پر قبضہ کرتا اور ایک کا دوسرے کے خلاف ہو کر لامحالہ ایک دوسرے پر غالب ہوتا اور اس جھگڑے میں انتظام عالم بگڑ جاتا۔ اللہ پاک ہے ان کی ان باتوں سے وہ چھپی اور کھلی ہر بات جانتا ہے اور کسی کو یہ بات حاصل نہیں۔

لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ

روبرو آجائے۔ (اے نبی) آپ برائی کا نیکی سے

اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا

جواب دیا کریں ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ کہ وہ

یَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ

(آپ کے حق میں) بکا کرتے ہیں۔ اور کہا کرو کہ اے رب میں

بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾

شیطانی خطرات سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

اور اے میرے رب میں تیری اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ شیاطین میرے پاس آئیں (اور مجھے بھڑکائیں)

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

(وہ تو اسی حال میں ہیں) یہاں تک کہ جب ان میں کسی کی موت آموجود ہوگی تو

قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ

کہنے لگے گا کہ اے رب مجھے (دنیا میں) پھر بھیج دے کہ جو کچھ میں چھوڑ

اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ ؕ كَلَّا ؕ

آیا ہوں اس میں کوئی نیک کام کروں ہرگز نہیں

اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ

یہ تو ایک بات ہے جس کو وہ (صرف زبان سے) کہہ رہا ہے اور

مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ

ان کے آگے تو قیامت تک ایک پردہ پڑا ہوا ہے (جس لیے وہ

یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ

دنیا میں نہیں آسکتے) پھر جب صور پھونکا جاوے گا

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾

(اے نبی) (یہ دعا کیا کر کہ اے رب جس عذاب کا ان (مشرکوں) سے وعدہ کیا جا رہا ہے اگر تو اسکو مجھے دکھا دے

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۹۴﴾

سو اے میرے رب مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کر لینا

وَاِنَّا عَلٰۤی اَنْ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمْ

اور البتہ جس عذاب کا ان کو وعدہ کر رہے ہیں ہم قادر ہیں (کہ وہ آپ کے

لہ یعنی اگر دنیا میں ان کفار پر عذاب موعود آجائے تو خدایا مجھے ان میں شامل نہ کر لینا۔ کیونکہ قہر کی آگ میں سوکھے گیلے ساتھ جلنے لگتے ہیں۔ ہر چند وہ ایسا نہیں کرتا مگر شان کبریائی سے ڈرنا مقتضائے عبودیت ہے اس لیے دعا کرتے رہنا چاہیے ۱۲ منہ

ٹہ یعنی اگر آپ سے برائی کریں سخت کلامی یا کچھ اور کریں تو آپ بمقتضائے مکارم اخلاق اس کے جواب میں اچھی بات کہیے اور احسان کیجیے ناصح کا یہ فعل زیادہ مؤثر ہوتا ہے شیطان وعظ و پند کے مواقع میں وسوسہ ڈال کر بھڑکا دیا کرتا ہے... (باقی بر صفحہ آئندہ)

فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّ

تو اُس روز باہم قرابت کا پاس ہوگا　اور

لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔

ترکیب

مایوعدون۔ جملہ مفعول ہے تریني کا اما اصل میں ان ما تھا، ما تاکید ان شرطیہ کے لیے آتا ہو فلا تجعلني اس کا جواب لفظ رب اہتمام شان کے لیے مقدم ہوا علی متعلق ہے لقدرون سے بالتی میں ب الصاق کے لیے اور السیئۃ مفعول ہے ادفع کا ارجعون اصل میں رب ارجعني تھا اور جمع کا لفظ فائدہ تکریر کے لیے آیا گویا یوں کہا ارجعني ارجعني بعض کہتے ہیں رب کی تعظیم کے لیے صیغہ جمع کا لایا۔ اور بعض کہتے ہیں ملائکہ سے کہہ رہا ہے ارجعوني کہ تم مجھے دنیا میں پھر جانے دو۔ ھمزات جمع ہمزۃ وہو الدفع والتحریک الشدید والمراد وسواسہ۔

تفسیر

کفار کی سرکشی پر جو عذاب آنے کے وعدے ہوتے تھے تو سن کر ہنسا کرتے تھے اور بے ہودہ باتیں بکتے تھے اور سخت کلامی اور ایذا سے پیش آتے تھے اس لیے ان آیات میں اللہ تعالیٰ آں حضرتؐ کو اپنے وعدہ کے وثوق پر یہ حکم ارشاد فرمایا ہے۔ (۱) قل رب اما تریني کہ اے رب اگر تو دنیا میں مجھے ان کا وہ عذاب دکھاوے کہ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو اس عذاب میں مجھے شامل نہ کرنا۔ کیوں کہ جب بدکاروں کی شرارت سے دنیا پر قہر الٰہی آتا ہے تو اس عام بلا میں نیک بھی کبھی آجاتے ہیں جیسا کہ قحط اور وبا یا دشمن کا غلبہ۔ پھر فرماتا ہے وانا علی ان نریک کہ منکر ہماری اس بات کو غلط نہ سمجھیں اے نبی! اس عذاب کو ہم تمھیں دکھا بھی سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ عذاب آپؐ کو دکھا دیا ایسا سخت قحط کئی سال کا پڑا کہ جس میں کتوں اور مردار کے کھانے کی نوبت آئی اور سب چلا اٹھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بگریہ وزاری دعا کے خواستگار ہوئے حضرتؐ کی دعا سے وہ بلا دفع ہوئی۔

جہت میں مغلوب ہو کر وہ لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت کلامی کرنے لگتے تھے اور ایذائیں بھی طرح طرح سے دیتے تھے۔ اس لیے آں حضرتؐ کو بالخصوص اور تبعاً حضرتؐ کے پیروؤں کو بھی جو ہدایت وارشاد کی گدی پر بیٹھے ہیں یہ حکم دیتا ہے (۲) ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ کہ تم ان کی اس بدکلامی کے عوض بدکلامی نہ کرو، ان کی ایذا کے مقابلہ میں ایذا نہ دو بلکہ برائی کے مقابلہ میں بھلائی کرو، بدکلامی کے جواب میں نرم بات کہو ان کی تکلیفیں اٹھا کر دعا کرو۔ حدیث میں آیا ہے صل من قطعك اعط من منعك کہ جو تجھ سے توڑے تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس سے پناہ مانگنا چاہیے ۱۲ منہ　سلسلہ دنیا کا انجام غفلت بیان فرماتا ہے کہ وہ مرنے تک اس میں پڑے رہتے ہیں جب موت آتی ہے اور دوسرے جہان کا راز کھلتا ہے تو بار دگر دنیا میں آنے کی دعا کرتا ہے کہ اگر نیک کام کرے بھلا یہ کب ہو سکتا ہے۔ یہ دعا اس کے منہ کی ان ہونی بات ہے پڑا کہا کرے مرنے کے بعد اس دنیا میں آنے کے لیے قدرتی ایک بڑا پردہ پڑا ہوا ہے پھر اس پردہ کو اٹھا کے کوئی ادھر نہیں آسکتا۔ قیامت تک یہی حال رہتا ہے پھر قیامت میں جب صور پھونکا جائے گا تو نفسی نفسی ہوگی نہ رشتہ داری کا پاس ہوگا نہ کوئی کسی کو پوچھے گا یہ عام حکم ہے حضرات انبیاء وصلحاء اس سے مستثنیٰ ہیں ۱۲ منہ

اس سے بھی محبت کا رشتہ جوڑا اور جو تجھے نہ دے تو اس کو بھی دے۔ کفار کی سخت تکلیفیں اٹھا کر بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہی دعا کرتے تھے کہ اللّٰھم اھد قومی انھم لا یعلمون کہ الٰہی میری قوم کو ہدایت دے کیوں کہ نادان ہیں۔ کہاں ہیں وہ معترض جو اسلام کی اس معاشرت پر خوں خواری سفاکی بے رحمی کا الزام لگاتے ہیں۔ اسلام نے وہ رحم دلی عفو حلم صلہ رحمی کی تعلیم کی ہے کہ ایسی کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ جمہور محققین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت آیت سیف سے منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے۔ وہ اور محل پر ہے یہ اور محل پر۔

پھر فرماتا ہے (۳) وقل رب اعوذ بک کہ شیطان وسوسہ ڈالا کرتا ہے مبادا وسوسہ شیطانی سے انسان ان بدکرداروں کے ساتھ تو تو میں میں کرنے پر آمادہ ہو جاوے اس لیے چاہیے کہ اللہ سے پناہ مانگے کہ اس کے وسواس دل میں آویں نہ شیاطین پاس آویں جس طرح کسی پر جن بھوت چڑھ کر اس کی بولی بولنے لگتا ہے اسی طرح شیطان جو بدی کا بھوت اور جن ہے آدمی پر کبھی مسلط ہو کر برے خیالات دل میں ڈال دیتا ہے لہٰذا پناہ مانگنا ضروری بات ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ تم شیاطین کے پاس آنے سے پناہ مانگا کرو کیوں کہ شیاطین کفار کے پاس موت تک موجود رہتے ہیں پھر جب موت آتی ہے اور اس عالم کا پردہ ان سے اٹھ جاتا ہے اور ملائکہ عذاب اور برے اعمال کی سزائیں سامنے دکھائی دیتی ہیں تو کہنے لگتے ہیں رب ارجعون اے رب مجھے پھر دنیا میں بھیج کہ جا کے اچھے کام کروں۔ اس وقت اس خواب غفلت سے بیدار اور مے لذت و شہوات سے ہوشیار ہوگا اور حسرتوں کا ارد گرد ہجوم ہوگا بار بار یہ التجا کرے گا وہاں سے جواب ہوگا کلا ہرگز نہیں یہ ایک بے فائدہ بات ہے جس کو وہ عبث منہ سے نکال رہا ہے ان کے درمیان موت کا حجاب یا پردہ پڑا ہے قیامت تک دنیا میں واپس نہ آئیں گے۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ
پھر جن کا پلہ[1] بھاری ہوا تو وہی
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ
فلاح پائیں گے　　اور جن کا پلہ
مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا
ہلکا ہوگا تو یہی وہ لوگ ہوں گے کہ جنہوں نے خود اپنے
اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
آپ کو برباد کیا تھا وہ سدا جہنم میں رہیں گے۔
تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا
ان کے منہ کو آگ کی لپٹیں جھلستی ہوں گی اور وہاں ان کے
كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ
منہ بگڑے ہوں گے۔ (کہا جائیگا) کیا تم کو ہماری آیتیں
تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا
نہیں سنائی جایا کرتی تھیں پھر تم تو ان کو
تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ
جھٹلایا کرتے تھے۔　　وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری
عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا
شامت سوار تھی　　اور ہم گمراہی میں

[1] نیک اعمال کا پلہ بھاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ جس کے نیک اعمال بدعملوں سے زیادہ ہوئے تو ان کو نجات ہے ورنہ جہنم ۱۲ منہ

ضَالُّوْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ
پڑے رہے　اے ہمارے رب ہم کو اس میں سے نکال دے　اگر
عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا
پھر کریں　تو ہم قصور وار ہیں　فرمائے گا دُور ہو اس میں
فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ
پڑے رہو اور ہم سے بات بھی نہ کرو　کیونکہ ہمارے بندوں
فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ
میں سے ایک فریق ایسا بھی تھا جو دعا کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے رب
اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ
ہم ایمان لائے تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو
خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ
بہت بڑا رحم کرنے والا ہے　پس تم نے ان سے
سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَ
مسخرہ پن کیا　یہاں تک کہ ان کے مشغلہ نے تم کو میری یاد بھی بھلا دی اور
كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ
تم ان سے ہنسی ہی کرتے رہے　آج
جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ
ہم نے　ان کے صبر کا بدلہ انہیں دیا
اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾
کہ وہ ہی مراد کو پہنچ گئے۔

تفسیر

یہاں سے تناسخ کا صریح ابطال ہوگیا اور یہی مسلک تمام انبیاء کا ہے۔ پھر قیامت کی کیفیت ظاہر فرماتا ہے۔ فاذا نفخ فی الصور کہ جس روز صور پھونکے گا تو اس روز نہ انسان کا نسب کام آوے گا جیسا کہ دنیا میں رشتہ کا لحاظ ہوتا ہے کہ یہ فلاں شخص ہے فلاں کی اولاد ہے فلاں قوم اور قبیلے کا ہے اونچی ذات کا شریف خاندانی ہے یا کم قوم پاجی ہے اور نہ کوئی ان باتوں سے پوچھا جائے گا۔ وہاں تو انسان کے اعمال اور ایمان سے کام پڑے گا فمن ثقلت موازینہ پھر جس کی نیکیوں کا پلہ بدی کے پلہ سے بھاری ہوگا وہ مراد پاوے گا اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا جہنم میں جاوے گا۔

پھر آگے جہنم کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔ (موازین) میں چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ عدل و انصاف سے استعارہ ہے (۲) اس سے مراد اعمال حسنہ ہیں۔ پھر جس کے اعمال کی قدر و منزلت ہوئی یعنی پسند الٰہی ہوئے وہ کامیاب ہے ورنہ خرابی میں پڑے گا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں موازین جمع موزون اور یہ اعمال صالحہ کے موزونات ہیں جیسا کہ آیا ہے فلا نقیم لہم یوم القیمۃ وزنا۔ ای قدرا۔ (۳) یہ کہ درحقیقت اعمال کے تولنے کے لیے ترازو قائم ہوگی کہ جس کے دو پلے ہوں گے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے مگر اس سے بھی مراد دنیا کی ترازو نہیں جس پر اعراض کا تولنا محال خیال کیا جاوے (بلکہ اعمال تولنے کے مناسب جس کی حقیقت وہی خوب جانتا ہے) ان کے مونہوں کو آتش جہنم جھلس دے گی جلا دے گی اور وہاں ان کے منہ بگڑے ہوں گے۔ کلوح کے معنی دونوں ہونٹوں کا پھول کر دانتوں سے جدا ہو جانا ایک نیچے لٹک پڑے دوسرا اوپر چڑھ جاوے پھر ان کے رونے چلانے پر فرشتے کہیں گے الم تکن اٰیٰتی تتلیٰ علیکم کہ دنیا میں کیا تم کو اللہ کی آیتیں نہ سنائی جایا کرتی تھیں؟ کہ جن کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے ہماری بدبختی تھی اور ہم گمراہ تھے اب ہم کو اس آگ سے نکال دو اور دنیا میں بھیج دو پھر اگر ایسا کریں تو ہم ظالم ہیں۔ وہاں کا جواب ملے گا یہیں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور بات نہ کرو

خسأ کتے کو ہٹ دُھت کرنے کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ کتے کی طرح بھونکتے رہو۔ یہ ذلت کا کلمہ ہے کیوں کہ دنیا میں میرے بندوں میں سے ایک فریق یعنی ایمان والے دعا کیا کرتے تھے ربنا آمنا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الراحمین تم ان سے ہنسی تمسخر کیا کرتے تھے آج اس کا بدلہ تم کو دیا گیا تم یہاں رو دو دانت پیسو' وہ ایمان والے کامیاب ہیں جنت میں ہیں تم پر ہنستے ہیں۔

قُلْ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ

(جہنم میں ان کو) فرشتہ پوچھے گا کہ تم زمین پر گنتی کے کتنے

سِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ

برس رہے؟ وہ کہیں گے ایک دن یا اس سے بھی

يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ ﴿١١٣﴾ قُلْ إِنْ

کم پس آپ گنتی کرنے والوں (فرشتوں) سے پوچھ دیجیے فرشتہ کہے گا دنیا میں

لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ

دراصل بہت ہی کم رہے ہو کاش یہ بات تم نے دنیا میں

تَعْلَمُونَ ﴿١١٤﴾ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ

جانی ہوتی پھر کیا تم نے یہ سمجھ لیا کہ ہم نے تم کو نکما

عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾

پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم کو ہمارے پاس پھر کر نہیں آنا ہے

فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۖ

پس اللہ جو بادشاہ برحق ہے (بے کار پیدا کرنے سے بری ہے)

لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عزت کے تخت کا

الْكَرِيمِ ﴿١١٦﴾ وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ

مالک ہے اور جس نے اللہ کے سوا اور

إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا

معبود کو پکارا کہ جس کے لیے اس پر کوئی بھی سند نہیں تو اس کا

حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ

حساب اس کے رب کے پاس ہے بے شک کافروں کو

الْكَافِرُونَ ﴿١١٧﴾ وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ

فلاح نہ ہوگی اور (اے نبی) دعا کرو کہ اے ہمارے رب معاف کر

وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴿١١٨﴾ ع

اور رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے

ترکیب

قل یقرء علی لفظ الماضی عند اہل الکوفۃ وبلفظ الامر عند اہل الحرمین والبصرۃ والشام۔ کم ظرف لبثتم کا لے کم سنۃ لبثتم فی الدنیا وفی قبورکم عدد بدل ہے کم سے اور سنین اس سے عدد سنین تمیز بھی ہو سکتا ہے۔ عادین بالتشدید من العدد شمار کرنے والے۔ وبالتخفیف علی معنی العادین لے المتقدمین کقولک ہذہ سنۃ عادیۃ لے سل من تقدمنا لو کا جواب محذوف ہے اے لما اجبتم لہذہ المدۃ۔ عبثا مصدر فی موضع الحال او مفعول لہ وانکم معطوف ہے انما پر انہ بالکسر علی الاستیناف۔

تفسیر

منکرین قیامت سے بطور توبیخ کے وہاں یہ بھی سوال ہوگا کہ لبثتم فی الارض الخ کہ جو تم کہتے تھے مر کر جینا نہیں اور زندگی ہے تو دنیا ہی کی زندگی ہے اور وہاں کی زندگی اور اس کی لذات مال وجاہ پر تم مٹے ہوئے تھے۔ اور اب یہاں اپنے گمان کے برخلاف مر کر زندہ ہونا اور ابدی عذاب میں مبتلا ہونا بھی دیکھ لیا، اب بتلاؤ کہ تم دنیا میں کس قدر ٹھیرے تھے۔ وہاں کے عذاب ابدی کے

مقابلہ میں اور نیز اس وجہ سے بھی کہ گذری ہوئی عمر بوقت مصیبت بہت ہی کم معلوم ہوا کرتی ہے یوں کہیں گے یوما او بعض یوم ایک روز یا اس سے بھی کم دنیا میں رہے تھے فسئل العادین چاہے آپ گنتی کرنے والوں فرشتوں سے دریافت کیجیے فرشتہ کہے گا ایک دن یا نصف دن کہنا تو غلط ہے مگر یہ صحیح ہے کہ تم دنیا میں بہت کم رہے لو انکم کنتم تعلمون بشرطیکہ تم بھی اس کو جانو کہ دار آخرت اور حیات جاودانی کے مقابلہ میں یہاں کی زندگی خواہ سو برس کی کیوں نہ ہو بہت ہی کم ہے۔

فسئل العادین کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ قدیمی لوگوں سے پوچھ دیکھو۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ جو پہلے زمانوں میں بڑی عمروں کے لوگ گزرے ہیں وہ بھی حیات دنیا کو اسی قدر قلیل سمجھتے ہیں۔ یہ حیات دنیا کی حقیقت ہے کہ جس کے لیے انسان ایسی تدبیریں کرتا پھرتا ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ کم بشتر میں سوال مرنے کے بعد قبر میں رہنے کی مدت سے ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں اس کو بھی بہت ہی قلیل تصور کریں گے، یہ بھی ممکن ہے۔

افحسبتم انما خلقنکم عبثا یہاں سے ایک تہدید آمیز کلام شروع فرماتا ہے اور اس میں قیامت قائم ہونے پر دلائل بھی ذکر فرماتا ہے کہ اگر قیامت قائم نہ ہو تو نیک و بد کو کامل سزا و جزا نہ ملے پھر نہ نیکی مطلوب ہو اور نہ بدی سے نفرت ہو جس سے لازم آوے کہ انسان عبث پیدا کیا گیا ہے اس پر کوئی مطالبہ الٰہی نہیں، اس لیے فرماتا ہے کہ کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم پھر ہمارے پاس آؤ گے فتعالی اللہ الخ اس بات سے پاک ہے کہ وہ عبث پیدا کرے مگر اس سے یہ بھی نہ سمجھ لو کہ وہ ہمارا حاجت مند ہے کیونکہ الملک الحق وہ بادشاہ بے نیاز ہے اس کی بادشاہی ثابت اور قائم ہے کبھی زائل نہ ہوگی لا الٰہ الا ھو وہ اکیلا ہے اور وہ بادشاہ عرش یعنی تخت حکم ذی عزت کا مالک ہے۔ عرش سے مراد بعض کے نزدیک ساتوں آسمان ہیں بعض کے نزدیک حقیقۃً عرش۔ لا الٰہ کے بعد یہ فرماتا ہے کہ من یدع جس نے اور معبود کو پکارا بغیر دلیل (اور دلیل تو ہے نہیں) تو اس کا حساب خاص ہم لیں گے۔ ابدی عذاب کی سزا دیں گے۔ کافروں کو فلاح نہ ہوگی۔

سورت کی ابتدا قد افلح المؤمنون سے اور خاتمہ انہ لا یفلح الکفرون سے کرنا عجب لطف کلام میں پیدا کرتا ہے۔

اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا و ثنا کی تعلیم کر کے کلام کو کس خوبی سے تمام کرتا ہے قل رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔

سورۃ نور

مدنیہ ہے اس میں چونسٹھ آیات اور نو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَ

(یہ) سورت ہے کہ جس کو ہم نے ہی نازل کیا اور (اس کے احکام) ہم نے ہی فرض کیے ہیں

اَنْزَلْنَا فِيْهَا اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ

اور ہم نے ہی اس میں کھلی کھلی آیتیں نازل کی ہیں　تاکہ

تَذَكَّرُوْنَ ۝١ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ

تم سمجھو　عورت زنا کرے　اور مرد زنا کرے

فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ

تو ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے

جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ

مارو　اور تم کو اللہ کے حکم میں ان پر کچھ بھی

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ

ترس نہ کرنا چاہیے　اگر تم　اللہ اور قیامت

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ

کے دن پر یقین رکھتے ہو　اور چاہیے کہ

عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢

ان کے عذاب کو مسلمانوں کی ایک جماعت دیکھے

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۖ

(اکثر) زنا کرنے والا تو بجز بدکار عورت یا مشرک عورت کے نکاح نہیں کرتا

وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ

اور بدکار عورت سے (اکثر) زانی　یا مشرک ہی نکاح کیا

مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٣

کرتے ہیں　اور مؤمنوں پر تو یہ (نکاح) حرام کر دیا گیا ہے۔

ترکیب

سورۃ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ہذہ انزلنٰھا سورۃ کی صفت فاجلدوا الزانیۃ والزانی کی خبر مائۃ منصوب ہے مفعول مطلق کی صفت ہو کر وکذا ثمانین۔

تفسیر

ابن مردویہ نے بروایت ابن عباسؓ و ابن زبیرؓ نقل کیا ہے کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی ہے اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے۔ سورۂ مؤمنون کے خاتمہ میں اس دعا کرنے کا حکم دیا تھا کہ اے رب ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر کیوں کہ تو بڑا رحم والا ہے۔ رحمت الٰہی اس کی مخلوق بالخصوص انسان پر ہمہ وقت سایہ افگن ہے مگر اس رحمت سے محروم کرنے والی یا یوں کہو اس نور کا حجاب دو ہی چیزیں ہیں اول خالق سے سرکشی اس سے غفلت، دوسرے معبودوں کی طرف التفات۔ اس کا تدارک تو سورۂ مؤمنون میں بخوبی کر دیا، فلاح کے کام ارشاد فرما دیے۔

دویم حقوق العباد ہیں ظلم اور کسی کو ناحق ایذا دینا منجملہ ان کے زنا ہے اور اسی طرح کسی پارسا پر زنا کی تہمت لگانا بھی بمنزلہ زنا ہے۔ آبروریزی اور فتنہ و فساد تمدن اور معاشرت کے اصول کے خلاف اور بڑا ہی ظلم اور مردم آزاری ہے اس لیے اس سورت میں اس کا تدارک کرنا بھی ضروری تھا ورنہ نصاب تعلیم میں قصور متصور ہوتا اس لیے اس سورت میں زنا اور تہمت اور زنا کے اسباب عورتوں کی بے حجابی عورتوں کا اپنے محاسن کو دکھانا اور کسی کے گھر میں بے اجازت چلا جانا یا اپنے ہی گھر میں بے دھڑک ننگے گھلوں میں چلا آنا سب کو کس عمدہ پیرایہ سے حرام و ممنوع فرمایا ہے۔ اور انسانی تہذیب و معاشرت کا دستور العمل بنا دیا گیا ہے۔ اس لیے سب سے اول اس سورت کے فضائل اور اس کے احکام کا وجوب اجمالاً ارشاد فرمایا ہے۔

فقال سورۃ انزلنٰھا کہ یہ سورت ہم نے نازل کی ہے پیغمبر علیہ السلام نے اپنی طرف سے نہیں گھڑی ہے ہم نے فرضنٰھا اس کے احکام فرض واجب کیے ہیں نہ کسی غیر نے وانزلنا فیھا ایٰت بینٰت اور ہم نے ہی اس سورت میں آیات بینات نازل کیے ہیں یعنی احکام مفیدہ جن کے

مفید ہونے میں کسی کو بھی کلام نہیں اس لیے وہ آیات اللہ یعنی اس کی نشانیاں ہیں۔ بشرطیکہ اور وہ بھی ان پڑھ اور اُس ملک کا جس میں تہذیب شائستگی مفقود پھر نہ اس کی معین کوئی قانونی جماعت ایسے احکام بیان کرے نبوت کی دلیل ہے اور دلیل بھی کیسی روشن اور آیات بینات کیوں نازل کیے لعلکم تذکرون تاکہ تم سمجھو عقل پکڑو اس تمہید کے بعد احکام شروع ہوتے ہیں۔

(۱) الزانیۃ الخ کہ مرد یا عورت جو کوئی زنا کرے اس کو سو درّے مارو لوگوں کے سامنے تاکہ لوگوں کو عبرت و نصیحت ہو اور اس حکم کی تعمیل میں کسی پر رحم نہ کھاؤ شریف و وضیع اپنے و بیگانے کا کچھ لحاظ نہ کرو اگر تم کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ سخت تاکید و تہدید ہے یعنی اگر اگر ایسا نہ کرو گے تو تمہارے ایمان میں کلام ہے پھر اس کام کے کرنے والوں کی توہین کی جاتی ہے کہ الزانی لا ینکح کہ یہ بدنصیب اور ناپاک گروہ پاک مردوں اور عورتوں سے نکاح کرنے کے قابل ہی نہیں اکثر اپنی ہی جنس کو ڈھونڈھ لیا کرتے ہیں انہیں سے ان کو رغبت ہوا کرتی ہے لیکن ایمان داروں پر یہ حرام ہے۔

زنا کی تعریف بعض علماء نے یہ کی ہے کہ پیشاب گاہ کو اُس مقام مخصوص میں داخل کرنا (فرج میں) جو طبعاً مرغوب اور قطعاً حرام ہو۔ غالباً یہ تعریف عرف عام کے دستوروں کو اور شرعی قیود کو ملحوظ رکھ کر کی ہے۔ پیشاب گاہ داخل کرنے کی قید سے یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر کوئی کسی کی فرج میں انگلی یا لکڑی داخل کرے گا اس پر زنا کا اطلاق نہ ہوگا نہ اس کے احکام جاری ہوں گے یہ اور بات ہے کہ یہ فعل بھی حرام و ممنوع ہے اور اس کے لیے تعزیر ہے اسی طرح ایسے مقام مخصوص میں داخل کرنے کی قید سے جو طبعاً مرغوب ہو بعض کے نزدیک دبر یعنی پائخانہ کی جگہ میں داخل کرنے سے خواہ مرد کے خواہ عورت کے زنا کا اطلاق نہ ہوگا نہ اس پر احکام زنا جاری ہوں گے۔ البتہ یہ فعل بھی حرام ہے اور اس کی تعزیر ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ کیوں کہ یہ مقام طبعاً مرغوب نہیں۔ طبائع سلیمہ کا ذکر ہے بکھیشہ کا۔ مگر امام شافعیؒ اس کو بھی زنا کہتے ہیں کیوں کہ لذت اور قضاء شہوت دونوں جگہ برابر ہے اور اسی طرح چارپایوں سے کرنے کو بھی زنا کہیں گے گو اس حرام فعل پر اس کو سزا دی جاوے گی اور اسی طرح حرام قطعی کی قید سے یہ بات پیدا ہوئی کہ جو فرج اس کے لیے حلال ہے جیسا کہ اس کی بیوی اور شرعی لونڈی اس کے ساتھ کرنے سے زنا کا اطلاق نہ ہوگا گو حالات حیض و نفاس ہی کیوں نہ ہوں یہ اور بات ہے کہ حالات حیض و نفاس میں بیوی کے ساتھ بھی یہ فعل کرنا شرعاً حرام ہے اور اسی طرح جہاں حرام قطعی نہیں بلکہ شبہ اور اختلاف کی صورت ہو جیسے کہ وطی بالشبہ یا نکاح فاسد وغیرہ۔ اسی طرح عورت کا عورت سے رگڑنا یا ہاتھ سے مرد کا منی نکالنا بھی زنا نہیں گو شرعاً ممنوع اور بدکام ہے۔ یہ بہت سے مسائل ہیں کہ جن کی تفصیل اور ادلہ بڑی کتابوں میں ہیں۔ زنا کی برائی تمام عقلاء کے نزدیک ادلہ عقلیہ سے ثابت ہے۔ اور اہل ادیان بھی اس کو برا جانتے ہیں۔ ہماری شریعت میں بھی کثرت سے اس کی برائیاں آئی ہیں۔ ایک جگہ قرآن شریف میں آیا ہے لا تقربوا الزنا کہ زنا کے پاس بھی نہ جاؤ۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بری نگاہ سے دیکھنا بھی زنا ہے یعنی ویسا ہی گناہ ہے۔ اسی طرح ہاتھ سے چھونا اور شہوت انگیز باتیں کرنا بلکہ دل میں اس کا قصد مصمم کرنا بھی گناہ ہے۔ اس فعل بد کی شامت سے دنیا میں بھی انسان پر سیکڑوں بلائیں نازل ہوتی ہیں دشمن کا غلبہ، رزق کی تنگی، عزت و ہیبت کی بربادی، عمر میں بے برکتی، ملک و دولت کی بربادی، وبا اور سیکڑوں بیماریوں کا آنا،

قد افلح

بالغ مسلم نے نکاح صحیح کر کے ایک بار بھی مباشرت کا حصہ حاصل کر لیا ہو جس کو عرف عام میں بیاہا ہوا کہتے ہیں) اس کو سنگسار کرنا چاہیے یہ سزا بسند صحیح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اس پر اجماع صحابہ منعقد ہو چکا ہے اس لیے اس حکم کے مؤکد کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا ولا تاخذکم بھما رافۃ الخ کہ تم کو یہاں ترس نہ کھانا چاہیے اگر تم کو اللہ اور قیامت پر ایمان ہے۔

(۲) یہ سزا مسلمانوں کی ایک جماعت کے سامنے ہونی چاہیے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور یہ خراب بات جہان سے کم ہو۔

الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک مکرر جملہ نہیں ہے کس لیے کہ زانیہ کو بسا اوقات نیک مرد سے نکاح کی رغبت ہوتی ہے یہ تیسری سزا زنا کی ہے۔ اگر ان الفاظ کو خبر تسلیم کیا جائے کما ھو الظاہر تو یہ ایک عام اور غالب دستور کا ذکر ہے کہ بدکار کو بدکار یا مشرکہ عورت سے رغبت ہوا کرتی ہے اور اسی طرح ایسی عورتوں کو ایسے مردوں سے رغبت ہوتی ہے اور وہی باہم نکاح یا وطی کرتے ہیں اور ایمان داروں کے لیے یہ رغبت بحیثیت مذکورہ حرام ہے۔ یہ معنی سعید بن جبیر و ابن عباس و عکرمہ کے نزدیک ہیں۔

یا بالخصوص ان کے حق میں ہے کہ جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ نسائی و احمد نے روایت کی ہے کہ ایک عورت جس کا نام ام مہزول تھا بدکار تھی ایک صحابی نے اس سے نکاح کرنا چاہا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی اس لیے بعض ائمہ کے نزدیک زناکار عورت سے نکاح درست نہیں نہ پارسا عورت کا بدکار مرد سے نکاح درست ہو سکتا ہے مگر صحیح توجیہ وہی ہے جو پہلے بیان ہوئی کہ زناکاروں کو ایسی ہی بدکار عورتوں سے نکاح کی رغبت ہوتی ہے ورنہ بقصد تعفف زناکار عورت سے نکاح کر لینا شرعاً جائز ہے اور ایسا عہد صحابہ میں ہوا ہے کہ جس نے کسی عورت سے زنا کیا بعد میں اس کے ساتھ نکاح ہوا اس نکاح کو جائز سمجھا گیا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ فاحشہ عورتوں سے نکاح کرنا اچھا نہیں واللہ اعلم۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ
وہ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت (زنا) لگاتے ہیں پھر
لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ
چار گواہ نہیں لاتے تو ان کو
ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ
اسی کوڑے مارو اور ان کی کبھی
شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
گواہی قبول نہ کرو اور خود یہی لوگ
الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا
بدکار ہیں مگر وہ جو اس کے
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ
بعد توبہ کرلے اور درست ہو جائے تو بے شک
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ
اللہ غفور رحیم ہے اور جو اپنی
يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ
بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے لیے بجز
شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ
اپنے اور کوئی گواہ نہیں تو ان کی یہی شہادت

لہ چنانچہ بخاری و مسلم نے ماعز کا سنگسار کیا جانا بسند صحیح روایت کیا ہے اور یہ ماجرا حد تواتر کو پہنچ گیا ہے ۱۲ منہ

أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ
ہے کہ ہر ایک چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ دے
إِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٦ وَالْخَامِسَةُ
کہ بیشک وہ (یعنی میں) سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے
أَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ
کہ اس پر (یعنی مجھ پر) اللہ کی لعنت ہو اگر میں
الْكٰذِبِيْنَ ۝٧ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا
جھوٹا ہوں۔ اور (اس کے بعد) عورت کی سزا کو بھی یہ
الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ
بات دور کر دے گی کہ وہ بھی چار بار اللہ کو گواہ کر کے
بِاللّٰهِ ۙ إِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٨
یہ کہے کہ بے شک وہ سراسر جھوٹا ہے
وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا
اور پانچویں بار کہے کہ بے شک اس پر (یعنی مجھ پر) اللہ کا غضب پڑے
إِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٩ وَلَوْلَا
اگر وہ سچا ہو اور اگر
فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ
تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی
وَأَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝١٠ ع
اور یہ کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے (تو کیا کچھ نہ ہو جاتا)

ترکیب

والذین یرمون مبتدأ فاجلدوھم بالتاویل اس کی خبر واولئک الجملۃ مستانفۃ۔ الا الذین ایک جماعت کے نزدیک پہلے جملوں سے استثنا ہے اور ایک جماعت کے نزدیک صرف الفاسقون سے اور موضع اس کا نصب ہے علی الاصل۔ الا انفسھم نعت شھداء کی ہے یا اس سے بدل۔ فشھادۃ احدھم مصدر مضاف فاعل کی طرف مبتدأ والخبر فالواجب شھادۃ احدھم۔ اربع منصوب ہے مصدر ہونے کی وجہ سے اے ان یشھد احدھم اربع الخ باشر بصریوں کے نزدیک شہادات سے اور کوفیوں کے نزدیک شہادت سے متعلق ہے۔

تفسیر

یہ دوسرا حکم تہمتِ زنا کی بابت ہے۔ جب کہ زنا کی قباحت اور اس کی سزا مقرر ہوئی تو کسی کو اس کے ساتھ متہم کرنے کی بھی ممانعت اور اس کی سزا مقرر ہونی چاہیے تھی۔ والذین یرمون المحصنٰت رمی پھینکنا۔ یہ استعارہ ہے تہمت زنا سے کیوں کہ تہمت لگانے والا گویا پتھر پھینک رہا ہے اور اسی کو قذف کہتے ہیں۔ اس آیت کا صاف حکم یہ ہے کہ جو کوئی کسی پارسا عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور پھر اپنے ثبوت میں چار گواہ نہ پیش کرے تو اس کو اسی درے مارو اور کبھی اس کی گواہی نہ قبول کرو وہ فاسق ہے مگر جب توبہ کرے اور نیک ہو جاوے تو خیر کیوں کہ اللہ غفور رحیم ہے۔

یہاں چند باتیں قابل غور ہیں (۱) محصنات سے کیا مراد ہے؟ احصان پاک دامنی کو کہتے ہیں خواہ یہ عورت بیاہی ہو خواہ کنواری۔ اگر پاک دامن ہے تو محصنہ ہے۔ اسی طرح آیت کا عموم چاہتا ہے خواہ کافرہ ہو خواہ مومنہ، خواہ آزاد ہو خواہ لونڈی، غریب ہو یا امیر شریف القوم ہو یا نہو۔ مگر فقہا نے احادیث یا دیگر مقامات میں غور و فکر کر کے احصان میں چند شرطیں لگائی ہیں۔ اسلام عقل بلوغ حریت عفت۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کافرہ عورت کو تہمت لگانے سے یہ سزا نہ ہوگی بلکہ تعزیر۔ مگر امام زہری و سعید بن المسیب و ابن ابی لیلیٰ کافرہ کو بھی شامل

ع ۱ ۱۰ ۷

کرتے ہیں اس پر تہمت لگانے والے کو بھی یہی سزا دینا فرماتے ہیں۔ اور اسی طرح دیوانی یا نابالغ یا لونڈی یا زناکار عورت کو (خواہ بالفعل وہ زنا سے تائب ہوگئی ہو) تہمت لگانے پر صرف تعزیر کا حکم دیتے ہیں نہ یہ حد۔ گرچہ آیت میں پارسا عورتوں پر تہمت لگانے میں سزا مذکور ہے مگر تمام امت محمدیہ اس بات پر متفق ہے کہ یہی سزا پارسا مرد پر تہمت لگانے میں بھی ہے۔

(۲) والذین یرمون سے کون مراد ہیں؟ آیت کا عموم چاہتا ہے کہ کوئی کیوں نہ ہو خواہ عورت ہو خواہ مرد ہو غلام ہو خواہ آزاد ہو۔ خواہ کافر ہو خواہ مسلمان ہو جو تہمت لگائے اس کو یہی سزا دی جاوے۔ مگر یہاں بھی علماء نے لڑکے یا دیوانے کو بحکم حدیث رفع القلم عن ثلاث الخ مستثنیٰ کیا ہے کہ ان پر حد نہ قائم ہوگی۔ ہاں اگر حاکم مناسب جانے تو کچھ گوشمالی کر دے۔

(۳) جن پر کہ جرم تہمت قائم ہو پھر کیا سب کو یہی سزا ہونی چاہیے؟ آیت کا عموم یہی چاہتا ہے مگر امام شافعیؒ وابوحنیفہؒ ومالکؒ وابو یوسفؒ ومحمدؒ وزفرؒ وغیرہم غلام یا لونڈی پر نصف سزا یعنی چالیس درے مارنے کا حکم دیتے ہیں اس آیت سے فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب کیوں کہ اس آیت میں لونڈیوں کی سزائے زنا نصف قرار دی ہے جس میں غلام بھی شامل ہیں۔ پھر جب زنا کی نصف سزا ہے تو تہمت کی بھی نصف ہونی چاہیے۔ امام جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ وعثمانؓ اور ان کے بعد سب کو میں نے غلام لونڈیوں کو اس جرم میں یہی سزا دیتے دیکھا ہے۔ امام اوزاعیؒ پوری سزا کا حکم لگاتے ہیں اور عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہی منقول ہے اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے پوری سزا دی تھی۔ مسئلہ اختلافیہ ہے۔

(۴) الا الذین تابوا الخ کس سے استثناء ہے؟ شعبی کہتے ہیں کہ یہ استثناء سب سے پہلے جملوں کی طرف رجوع کرتا ہے فاجلدوھم اور لا تقبلوا لھم شھادۃ واولئک الخ یعنی توبہ کرنے کے بعد نہ اس کو اسی درے مارو نہ اس کی گواہی رد کرو نہ وہ فاسق ہے۔ ابن عباسؓ وعمرؓ وسعید بن جبیر ومجاہد وعطاء وامام مالکؒ وشافعی کہتے ہیں صرف پچھلے دونوں جملوں سے استثناء ہے یعنی توبہ کرنے کے بعد اس کی گواہی قبول ہے اور فاسق نہیں توبہ کرنے کے بعد اس کی شہادت قبول ہوگی خواہ اس پر حد قائم ہوئی ہو یا نہیں۔ نخعی وشریح وامام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں صرف اولئک ھم الفسقون سے استثناء ہے یعنی توبہ کرنے کے بعد وہ فاسق نہیں رہتا۔ ہاں اس پر حد بھی قائم ہوگی اور ابداً اس کی گواہی بھی مقبول نہ ہوگی جس طرح کہ چوری یا دیگر جرائم میں توبہ کرنے سے عنداللہ اس کا فسق تو دفع ہو جاتا ہے لیکن سزا دنیا نہیں اٹھتی اور گواہی قبول نہ کرنا بھی سزا دینا ہے اور یہی بات قرین قیاس بھی ہے۔ باقی ہر ایک کے دلائل ان کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ جس کو شوق ہو وہاں دیکھ لے۔ واللہ اعلم۔

ف زنا کے ثبوت میں چار گواہوں کا ہونا محض بنظر پردہ پوشی شرط کیا گیا ہے ورنہ دو گواہوں سے قتل ثابت ہو جاتا ہے اور ایسا ہی ہونا عین حکمت ہے کیوں کہ ہر فعل کے ثبوت میں دو شخصوں کی گواہی ہوتی ہے اور یہ فعل دو کا ہے اس لیے دو گواہ عورت کے لیے دو مرد کے لیے چار گواہوں کی ضرورت ہوئی۔

لعان کا بیان

والذین یرمون ازواجھم الخ تیسرا حکم اپنی

بیوی کی بابت تہمت لگانے کا ہے کہ جو کوئی اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے اور اس کو چار گواہ نہ ملیں (اگرچہ قیاس یہی چاہتا تھا کہ ایسی صورت میں اس پر بھی اسّی درے مارنے چاہییں مگر عادۃً غیر عورت پر تو تہمت عداوت یا رسوائی کے لیے ایک معمولی بات ہے لیکن اپنی بیوی پر تہمت لگانے میں اس کی بھی بے عزتی ہے اس لیے بغیر سبب قوی اور اپنے معائنہ کے کوئی سلیم الفطرت اپنی بیوی پر ایسا الزام نہیں لگا سکتا اور ایسے موقعوں پر چار گواہوں کا بہم پہنچانا بڑی مشکل بات ہے اس لیے اس بارے میں دونوں کی رعایت رکھ کر یہ حکم جداگانہ دیا گیا)۔ تو خاوند چار بار اللہ کی قسم کھا کر حاکم کے روبرو یہ کہے کہ میں سچا ہوں۔ یہ چار قسمیں بمنزلہ چار گواہوں کے ہیں، اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ پس اس قسم کے بعد مرد پر بالزام تہمت اسّی درّے نہ مارے جاویں گے۔ اب رہی بیوی، اگر اس نے زنا کا اقرار کر لیا تو وہ سنگسار کی جاوے گی۔ اور اگر وہ اس حد سے بری ہونا چاہے تو اس کو بھی چار بار اللہ کا نام لے کر یہ قسم کھانی پڑے گی کہ باللہ یا بخدا یا اللہ کی قسم وہ یعنی شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو جو وہ سچا ہو۔ اس کو شرع میں "لعان" کہتے ہیں۔ لعان کے بعد دونوں میں نکاح باقی نہ رہے گا اور پھر کبھی اس مرد کا اس عورت سے نکاح درست نہ ہوگا اور جو اس حمل سے بچہ پیدا ہوگا وہ اس مرد کا نہ کہلائے گا۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ طلاق نامہ تصور ہوگا۔ اور امام شافعیؒ اس کو فسخ نکاح کہتے ہیں۔ مالکؒ و شافعیؒ وغیرہما کہتے ہیں اس لعان میں حر، عبد، مسلمان، ذمی سب شریک ہیں۔ زہری اور اعمش ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ خاص مسلمان حر غیر محدود میں جاری ہو سکتا ہے۔ یعنی جو اہل الشہادت ہو اور عورت کے قاذف پر حد قائم ہو سکتی ہو۔

بخاری و مسلم نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ عویمر نے عاصم بن عدی سے کہا تھا کہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس کسی کو پاوے تو کیا کرے مار ڈالے؟ عاصم نے حضرتؐ سے پوچھا، آپؐ نے یہ سوال مکروہ جانا۔ تب عویمر نے کہا خیر میں خود جا کر حضرتؐ سے پوچھوں گا۔ تب آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں ائمہ کا اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں عویمر کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی بعض کہتے ہیں ہلال بن امیہ کے حق میں۔ بعض کہتے ہیں اول تو ہلال کا معاملہ پیش آیا پھر جبھی عویمر کا بھی دونوں اس میں شریک ہو گئے۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ

جو لوگ طوفان[1] بنا کر لائے ہیں وہ تمہارے ہی میں کا

مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ

تو ایک گروہ ہے اس کو اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ وہ

خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا

تمہارے حق میں بہتر ہے ان میں سے ہر ایک کے لیے

اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ

بقدر عمل گناہ ہے اور ان میں سے جس نے

[1] حضرت عائشہ صدیقہؓ پر جب کہ وہ اپنا گلوبند تلاش کرتی ہوئی ایک سفر میں پیچھے رہ گئیں اور قافلہ کے اخیر میں صفوان تھے ان کو اپنے اونٹ پر سوار کر کے اونٹ کی نکیل پکڑے لے گئے، اس بات سے چند لوگوں نے جو بظاہر مسلمان تھے طوفان باندھ لیا اور زنا کی تہمت لگا کر اس کا عام چرچا کر دیا۔ اس قصہ کی طرف جا بجا اس سورت میں اشارہ ہے ۱۲ منہ

كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾

کہ اس کا بیڑا اٹھایا ہے اس کے لیے تو بڑا عذاب ہے

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ

(مسلمانو!) جب تم نے اس کو سنا تھا تو کس لیے ایمان دار مردوں

وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا

اور ایمان دار عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا اور کیوں نہ کہہ دیا

هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَآءُوْ

کہ یہ تو صریح بہتان ہے وہ کس لیے اس

عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ

بہتان پر چار گواہ نہ لائے پھر جب وہ

يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ

گواہ نہ لائے تو اللہ کے نزدیک

هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

وہی جھوٹے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَ

اور اس کی دنیا اور آخرت میں رحمت

الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ اَفَضْتُمْ

نہ ہوتی تو جس کا تم نے چرچا کیا تھا

فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ

اس میں تم پر کوئی بڑی آفت پڑ گئی ہوتی جب کہ

تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ

تم (بے دھڑک) اس کو اپنی زبانوں سے نکالنے لگے اور

ترکیب

عصبۃ منکم خبر ان　منکم اسکی نعت کبرہ بالکسر معظمہ و بالضم، من تولیہم الولا الکبر اے اکبر ولد الرجل۔

اذ تلقونہ کا عامل مسکم بہتان کے متعلق۔

تفسیر

ایک واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو ایک عبرت کا واقعہ ہے۔ تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ افک یعنی بہتان کہ جس کا ان آیات میں ذکر ہے حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین پر باندھا گیا تھا، جس کی تفصیل میں امام بخاری و مسلم وغیرہما محدثین نے یوں روایت کیا ہے:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر جاتے تو جس بیوی کا نام قرعہ میں نکلتا تھا اس کو ساتھ لے جاتے تھے چنانچہ ایک بار ایک جہاد میں چلے اور میرا قرعہ میں نام نکلا تو مجھے ساتھ لے گئے۔ آیت حجاب نازل ہو چکی تھی اونٹ پر ہودہ میں پردہ میں میں چلتی تھی جب اس سفر سے واپس آئے شب کو مدینہ کے قریب قیام ہوا رات سے کوچ پکارا گیا۔ میں اس عرصہ میں قضاء حاجت کو گئی، لوٹ کر آئی تو گلے کا گلوبند نہ پایا اس کو لینے گئی تھی میں لوگوں نے میرا ہودہ اسی طرح سے اونٹ پر کس دیا اور اور لوجھ کا تفاوت خیال نہ کیا کیوں کہ اس زمانے میں تنگ دستی کی وجہ سے کھانا کم میسر آتا تھا عورتیں ہلکی پھلکی تھیں وہ سمجھے کہ میں ہودہ میں ہوں۔ قافلہ چل دیا، میں لوٹ کر آئی تو کسی کو نہ پایا، یہ سمجھ کر کہ آخر میری تلاش کرتے ہوئے لوگ یہیں آئیں گے اسی جگہ بیٹھ گئی اس میں نیند آگئی صفوان ابن معطل لشکر کے بعد اس لیے چھوڑا گیا تھا کہ پیچھے سے گری پڑی چیز یا بھولے بھٹکے آدمی کا خیال رکھے۔ جب وہ میرے قریب آیا اور صبح ہو گئی تھی تو اس نے مجھے پہچان کر انا للہ کہا۔ اس کی آواز سے میں بیدار ہو گئی۔ اس نے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر مجھے اپنے اونٹ پر چڑھا لیا اور نہ میں نے اس سے بات کی اور نہ اس نے مجھ سے۔ دوپہر کے

قریب تک مجھے فرودگاہ لشکر میں لے آیا۔ عبداللہ بن ابی منافق نے جو بظاہر مسلمان تھا یہ طوفان اٹھایا اور مجھ پر تہمت لگائی اور حسان بن ثابت اور مسطح و حمنہ بنت جحش اس کی ہاں میں ہاں ملانے والے اور اس بات کو مشہور کرنے والے ہو گئے۔

جب یہ خبر مسطح کی والدہ کے ذریعہ سے مجھے پہنچی تو میری آنکھوں سے آنسو نہ تھمتے تھے مہینے بھر تک یہی حال رہا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس التفاتِ سابق سے پیش نہ آتے تھے۔ آخر کار میری برات میں یہ آیات نازل ہوئیں اور مجھے اپنے اللہ پر بھروسہ تھا کہ وہ ضرور میرے معاملہ میں کچھ نازل فرما کر مجھے بچا کرے گا۔

ضحاک کہتے ہیں اس کا بیڑہ حسان و مسطح نے اٹھایا تھا اس لیے ان پر اور ایک قریشی عورت پر حد ماری گئی یعنی حمنہ پر۔ جمہور کے نزدیک بیڑہ اٹھانے والا عبداللہ بن ابی منافق تھا جس کے لیے عذاب عظیم جہنم میں ہوا۔ اور حسان کا ایک بار حضرت عائشہؓ کے روبرو ذکر آیا۔ فرمایا جنتی ہے۔ کسی نے کہا اس نے بیڑہ اٹھایا تھا، فرمایا اس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں یہ کہا ہے ؎

فان ابی و والدتی وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء

بس دنیا میں سزا پائی کہ اندھا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس بہتان کو اپنے حق میں بہتر سمجھو، کس لیے کہ اس کے سبب سے قرآن مجید میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی برات اور پاک دامنی قیامت تک کو ثابت ہو گئی۔ آئندہ لوگوں کو بزرگوں کی بیویوں کی نسبت ایسی باتیں کرنے سے عبرت ہو گئی بعض لوگ اس واقعہ کو سن کر خاموشی اختیار کرتے تھے بعض ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ بعض صریح رد کرتے تھے۔ ان میں صریح رد کرنے والوں کی مدح اور باقی سکوت کرنے والوں پر اور اس بات کو مشہور کرنے والوں پر ناراضی ظاہر فرمائی۔

بِأَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَّ

اپنے مونہوں سے وہ بات کہنی شروع کر دی کہ جس کا تم کو علم بھی نہ تھا اور

تَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَّهُوَ عِندَ اللَّهِ

اس کو تم نے ہلکی بات سمجھ لیا تھا حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک

عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم

بڑی بات ہے اور جب تم نے اس کو سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا

مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ

کہ ہمیں تو اس کا منہ سے نکالنا بھی لائق نہیں

هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿١٦﴾

سبحان اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے

يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا

اے ایمان والو! اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا

إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ

اگر تم ایمان رکھتے ہو اور تمہارے لیے اللہ

لَكُمُ الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٨﴾

آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ خبردار حکمت والا ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ

جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ بدکاری کا چرچا ایمان والوں

فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

میں پھیلے تو ان کو دنیا میں بھی

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ

اور آخرت میں بھی عذاب الیم ہے اور اللہ جانتا ہے

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ

اور تم نہیں جانتے　اور اگر تم پر

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ

اللہ کا فضل　اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

درگزر کرنے والا مہربان ہے (تو دیکھتے کیا ہوتا)

النصف ع ۱۰

ترکیب

لولا بمعنی ھلا۔ اذ حین ما یکون لنا بمعنی ما ینبغی لنا سبحٰنک لہٰذا التعجب ان تعو دوا لے کراہۃ ان تعودوا۔ افہو مفعول لہ۔ اور ممکن ہے کہ مفعول بہ ہو یعظکم کا بمعنی ینہکم۔ لھم عذاب الیم خبر ان الذین۔ ان تشیع مفعول یحبون فی الدنیا عذاب الیم سے متعلق ہے ورحمۃ معطوف ہے فضل اللہ پر پھر وان اللہ اس پر معطوف جوابِ لولا محذوف اے لعاجلکم بالعقوبۃ۔

تفسیر

من جملہ ناراضیوں کے ایک یہ جملہ بطور زجر کے ہے و تقولون الخ کہ جس بات کا تم کو علم نہیں اس کو ہلکا جان کر مونہوں سے نکالنے لگے یہاں تک کہ کوئی گھر اور کوئی مجلس نہ تھی کہ جہاں یہ چرچا نہ پھیلا ہو۔ فرماتا ہے یہ بڑی بھاری بات ہے ولولا اذ سمعتموہ الخ بلکہ تمہیں یہ مناسب تھا کہ جب اس کو سنا تھا وہیں کہہ دیتے کہ ہم کو یہ بات منہ پر لانی زیبا نہیں۔ سبحٰنک یہ بہتانِ عظیم ہے۔

سبحانک عرب میں تعجب اور استبعاد

دونوں موقع پر بولا جاتا ہے مگر ہمارے محاورہ میں استبعاد کے موقع پر معاذ اللہ وغیرہ کلمات بولے جاتے ہیں۔ سنتے ہی بہتان عظیم کہہ دینا اس لیے ضرور تھا کہ یہ قصہ پیغمبر علیہ السلام سے تعلق رکھتا تھا۔ عقل سے بھی آدمی کو کام لینا چاہیے باخدا اور اس کے برگزیدہ لوگوں کی شان میں اور نیز ان کی عفتِ ازواج کے حق میں جو کوئی احمق کچھ بکے تو یہ نہیں کہ سنتے ہی اس پر ایمان لے آئے اور جا بجا ذکر کرتا پھرے جیسا کہ بعض سادہ لوحوں کی عادت ہوتی ہے۔ اول تو ایسے لوگوں پر نیک گمان رکھنا لازم ہے۔ دوم اس بات کے جھوٹے ہونے کی صورت میں بزرگوں کو ایذا پہنچنے پر خدا تعالیٰ کی کس قدر ناراضی ہوگی۔ سوم اگر سچ بھی ہو تو کسی کی پردہ دری کرنے سے پردہ پوشی کرنی بہرحال بہتر ہے۔ چہارم ایسی باتوں کے پھیلانے سے بجز اس کے کہ ایمان داروں میں فحش کا چرچا ہو اور کوئی نتیجہ نہیں۔ اس لیے فرماتا ہے یعظکم اللہ کہ اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے آئندہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا اور اللہ تمہارے لیے آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے ادب اور اخلاقِ حمیدہ اور تہذیب سکھاتا ہے وہ علیم ہے ایسی باتوں میں جو کچھ خرابیاں پیش آتی ہیں باہمی نفاق و رنجش وغیرہ وہی خوب جانتا ہے اور وہ حکیم ہے انہیں حکمتوں کو ملحوظ رکھ کر تم کو ایسی نکوہیدہ باتوں سے منع کرتا ہے۔

مگر بعض بے ہودہ لوگوں کی جبلت ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہ ایسی گندہ اور ناپاک باتیں مشہور کیا کرتے ہیں۔ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ ان کے دلوں میں یہی ولولہ ہوا کرتا ہے کہ فلاں نے یوں کہا اور فلاں کی جورو نے ایسا کیا اور وہ ایسی اور ایسی سو لھم عذاب الیم ان پر دنیا میں بھی خدا کی طرف سے عذاب دردناک نازل ہوتا ہے حد قذف ماری جاتی ہے مردود الشہادۃ اور لوگوں کی نظروں میں خفیف غیر قابل الاعتبار ہو جاتے ہیں اور نیز طرح طرح کے مصائب میں بھی مبتلا ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی عذاب الٰہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ فرماتا ہے

صرف اس کا فضل اور رحمت تھی جس کے سبب دنیا میں ان لوگوں پر سخت قہر الٰہی نہیں اُترا اور نہ بات تو بڑی تھی۔

أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَ
کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے اور

اللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ
اللہ ہی (بڑا) معاف کرنے والا مہربان ہے جو لوگ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ
اے ایمان والو! شیطان کے قدم بہ قدم

الشَّيْطَانِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ
نہ چلا کرو اور جو کوئی شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے

فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ۚ
تو یہ تو اس کو بے حیائی کی اور بری باتیں ہی بتاوے گا

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ
اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی

مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا ۙ وَلَٰكِنَّ
تو تم میں سے کوئی بھی کبھی نہ سدھرتا لیکن

اللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ
اللہ جس کو چاہتا ہے سنوارتا ہے اور اللہ ہی سننے والا

عَلِيمٌ ﴿٢١﴾ وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ
خبردار ہے اور تم میں سے بزرگی اور مقدور والوں کو

مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي
اس بات پر قسم نہ کھانا چاہیے کہ قرابت داروں

الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ
اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ
والوں کو نہ دیا کریں گے ان کو معاف کرنا اور درگزر کرنا چاہیے

أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَ
کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے اور

اللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ
اللہ ہی (بڑا) معاف کرنے والا مہربان ہے جو لوگ

يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ
پاک دامن بے خبر ایمان والی عورتوں پر

الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَ
تہمت لگاتے ہیں ان پر پھٹکار ہے دنیا اور

الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾
آخرت میں اور ان کو بڑا عذاب ہے ف

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَ
جس دن کہ ان پر ان کی زبانیں اور

أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾
ان کے ہاتھ پاؤں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اس پر گواہی دیں گے

يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ
اس روز اللہ ان کا واجبی بدلہ پورا پورا دے گا

وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ ۗ
اور وہ جانیں گے کہ اللہ ہی برحق ہر بات ظاہر

الْمُبِينُ ﴿٢٥﴾ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ
کر دینے والا ہے ناپاک عورتیں تو ناپاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں

وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ۖ وَالطَّيِّبَاتُ
اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں

لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۚ
پاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہوتے ہیں۔

ف یہاں سے حضرت ابوبکرؓ اور عائشہؓ دونوں کی فضیلت ثابت ہوئی۔

ف حضرت عائشہؓ پر بدگمانی کرنے والا کافر ہے۔

أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۖ

جو کچھ یہ بکتے پھرتے ہیں یہ لوگ اس سے پاک ہیں

لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٢٦﴾

ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

ع ۳

ترکیب

ولا یاتل ہو یفتعل من الالیۃ بمعنی الحلف یقال آلی یآلی کانتہی ینتہی اذا حلف ومنہ قولہ تعالیٰ للذین یؤلون من نسائہم وقیل ہو من الوت فی کذا اذا قصرت فیہ ومنہ قولہ تعالیٰ لا یالونکم خبالا والاول اولیٰ ان یؤتوا اے علی ان لا یؤتوا الجملۃ بیان حلف یوجد عامل ظرف میں یعنی استقرار جو لھم میں ہے۔

تفسیر

یا ایھا الذین امنوا یہاں پھر صاف صاف مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ ایسی باتیں نہ کریں۔ یہ باتیں شیطانی وسواس ہیں۔ فرماتا ہے اس کی پیروی نہ کرو کیوں کہ وہ بے حیائی اور بری باتیں سکھایا کرتا ہے۔ شیطان خون کی طرح انسان کی رگوں میں دوڑتا اور جا کر دل میں گھر کر لیتا ہے۔ پھر بھلا اس موذی کے زہر سے کوئی بچ سکتا ہے؟ مگر فضل الٰہی اور اس کی رحمت ہی ہے کہ جو اس سے پناہ میں رکھ کر راہِ راست کی طرف لاتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ولولا فضل اللہ علیکم اس کے فضل نے تم کو سنبھال کر دیا۔ ولا یاتل جس طرح بہتان باندھنے والوں پر عتاب ہوا اسی طرح توبہ کرنے کے بعد ان لوگوں سے تشدد کرنے سے ممانعت فرمائی۔ طبرانی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ مسطح کے ساتھ بھانجا ہونے کی وجہ سے سلوک کیا کرتے تھے۔ اس واقعہ میں قسم کھا بیٹھے تھے کہ آئندہ میں اس کو کچھ نہ دیا کروں گا اس لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ اہلِ وسعت و کرم کو قسم نہ کھانا چاہیے کہ وہ اپنے دستِ کرم کو بند رکھیں گے ان کو معاف کرنا اور درگزر کرنا چاہیے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے۔ یہ سن کر ابوبکرؓ نے کہا بخدا! میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف کرے اس کے بعد پھر اسی طرح سے دینے لینے لگے۔ مسطح ابوبکرؓ کے اہلِ قرابت بھی تھے اور نیز مسکین تھے اور مہاجر بھی تھے اس لیے رحم دلانے کے لیے اولی القربیٰ والمسکین والمھاجرین عموم کے صیغوں سے تعبیر کیا۔ اس آیت میں حضرت ابوبکرؓ کو اہلِ کرم میں شمار کیا اور مدح کے ساتھ یاد فرمایا۔

ان الذین یرمون اس کے بعد پھر تہمت لگانے والوں پر تہدید کر کے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی پاک دامنی مدلل کر کے اس بحث کو تمام کرتا ہے۔ فرماتا ہے جو کوئی پاک دامن بے خبر ایمان دار عورتوں کو تہمت لگاتا ہے اس پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور قیامت کے روز جب کہ اس کے اعمال پر اس کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے وہ اپنے اعمالِ بد کا پورا بدلہ پالے گا۔

بے خبر یعنی اس بدکام کا کرنا تو درکنار اس بے چاری کو اس کی خبر بھی نہیں وہ اس کو جانتی بھی نہیں یہ پاک دامنی کے لیے کامل مدح ہے۔

الخبیثٰت الخ یہاں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اور بھی پاک دامنی ثابت کرتا ہے کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے پاس رہتی ہیں اور پاک بازوں کے لیے پاک باز عورتیں ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون پاک باز ہوگا؟ پس ان کی بیویاں بھی پاکباز ہیں۔

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت تطہیر عائشہؓ کے لیے نص قاطع ہے۔ خصوصاً لفظ اولئک مبرءون مما یقولون اور بھی تاکید کر رہا ہے اس لیے جو شخص پیغمبر علیہ السلام کی بیوی خصوصاً حضرت عائشہؓ کی جناب میں اس کے بعد بھی بدگمانی کرے کافر ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور کسی کے گھروں میں

غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا

(بے دھڑک) نہ گھس جایا کرو جب تک کہ اجازت نہ مانگ لو اور گھر والوں پر

عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ

سلام نہ کر لیا کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم

تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا

سمجھو پھر اگر وہاں کسی کو

فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ

نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب تک کہ

يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا

تم کو اجازت نہ دی جائے اور اگر تم کو کہا جاوے کہ لوٹ جاؤ

فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ

تو لوٹ آیا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨﴾ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ

جانتا ہے جو کچھ تم کیا کرتے ہو تم پر کچھ گناہ

جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ

نہیں کہ بغیر اجازت) کسی ایسے گھر میں جاؤ کہ جہاں

مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۚ

کوئی نہیں بستا اس میں تمہارا اسباب ہو

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٢٩﴾

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ تم دل میں مخفی رکھتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو۔

ترکیب

غیر بیوتکم استثناء ہے بیوتاً سے تستانسوا تستاذنوا من الاستیناس بمعنی الاستعلام۔ آنس الشئ ابصرہ وعلمہ و احق بہ (قاموس) کیوں کہ مستاذن اس بات کا علم چاہتا ہے کہ اس کو اجازت ملتی ہے کہ نہیں۔ اومن الاستیناس الذی ہو خلاف الاستیحاش۔ فانہ مستوحش ان لایؤذن لہ فاذا اذن لہ استانس۔ (بیضاوی)۔

تفسیر

جب کہ خدا تعالیٰ نے زنا کو بند کیا اور تہمت اور بدگمانی کی بھی سخت ممانعت فرمائی تو جو چیزیں بدگمانی اور زنا کے اسباب ہیں ان کو بھی روکتا ہے۔ من جملہ ان اسباب کے کسی کے گھر میں بغیر اذن و اطلاع کے چلا جانا بھی ہے کیونکہ نہ معلوم گھر میں عورت ننگی ہے یا سوتی ہے پھر وہاں ان سے خلوت اور ہم کلامی کا ہونا اور بھی محل تہمت ہے خصوصاً اس گھر والے کے لیے بڑے رنج کا باعث ہے اس لیے اس بارے میں بھی ادب سکھانے کے لیے یہ فرمایا یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا الخ (یہ چوتھا حکم ہے) کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت اور سلام دیے نہ جایا کرو۔ پہلے دروازے پر جا کر السلام علیکم کہہ کر کہے کہ میں آؤں؟ احادیث سے ثابت ہے کہ تین بار اجازت لے۔ جب تیسری بار بھی آنے کی اجازت نہ ملے یا کچھ جواب نہ آوے تو یہ نہیں کہ وہیں جم جاوے بلکہ اُلٹا چلا آوے جیسا کہ عبداللہ ابن قیس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ اور یہ حکم عام ہے خواہ اُس گھر میں زنانہ ہو یا صرف

مردانہ ہو کیوں کہ نہ معلوم کہ مرد کس حال میں ہے اور کیا کر رہا ہے اور اسی طرح جس گھر میں اس کی محرم عورتیں ہوں وہاں بھی اطلاع کر کے آنا چاہیے کیوں کہ محرم عورت کا بھی ننگی کھلی دیکھنا درست نہیں بلکہ جس گھر میں خاص اس کی بیوی اور لونڈی رہتی ہوں کہ جن کی برہنگی اس پر ظاہر ہے وہاں بھی بہتر ہے کہ اطلاع کر کے آوے کیوں کہ عورتوں کو بعض باتیں نہانے دھونے میں خاوند کے روبرو کرنی بری معلوم ہوتی ہیں اور اس کے لیے بھی باعث نفرت ہونے کا ہے۔

فرماتا ہے یہ بات تمہارے لیے بہتر ہے کیوں کہ اس میں سیکڑوں آفات سے نجات ہے اس لیے فرمایا کہ تم سمجھو۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اس گھر میں تم کو کوئی نہ ملے یعنی آواز نہ آوے جس سے معلوم کر سکو کہ کوئی نہیں تب بھی اندر نہ جاؤ۔ اور جو اندر سے آواز آوے کہ چلے جاؤ تو بھی چلے آؤ، کیوں کہ دروازے پر ٹھیرا رہنا بھی بعض اوقات کسی رازداری کے سبب ناگوار گزرتا ہے اس لیے فرماتا ہے یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اس کی مصلحت اللہ جانتا ہے اور تمہارے حالات بھی اس کو معلوم ہیں۔ احادیث صحیحہ میں گھر میں جھانکنے کی بھی سخت ممانعت آئی ہے۔

لیس علیکم جناح ان تدخلوا یہ اسی حکم کا تتمہ ہے فرماتا ہے کہ جن گھروں میں کوئی بستانہ ہو صرف اسباب رکھنے کے مکان ہوں وہاں بغیر اطلاع جانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ بیوتاً غیر مسکونۃ کی تفسیر میں علما کے چند اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں مسافر خانہ۔ بعض کہتے ہیں خرید و فروخت کے مکانات۔ بعض کہتے ہیں حمامات۔ بعض کہتے ہیں غیر آباد مکانات۔ مگر آیت میں حکم عام ہے سب کو شامل ہے۔ لیکن جو مکانات اسباب کے ہوں اور وہاں تجارتی مال ہو وہاں بغیر اجازت کے جانے کے یہ معنی نہیں کہ ہر کوئی چلا جایا کرے کہ اس میں چوری اور بے گانہ ملک میں تصرف کا مظنہ ہے بلکہ جن کو وہاں جانے کی اجازت ہے یا جو مجاز ہیں ان کو وہاں دستک دینے اور اطلاع کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہاں احتمال نہیں کہ کوئی ننگا کھلا ہوگا۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

(اے نبی) ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں

وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ

اور اپنی شرم گاہوں کو بھی محفوظ رکھیں یہ ان کے حق میں ستھرائی ہے

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ

بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ وہ کیا کرتے ہیں اور

قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ

ایمان والیوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں

اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ

نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی بھی محافظت رکھیں اور

لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا

وہ اپنی آرایش کی جگہ نہ دکھایا کریں مگر وہ جو بضرورت ظاہر ہوتی ہے

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ

اور اپنے سینوں پر اپنے دوپٹے ڈالے رکھا کریں

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ

اور اپنی آرایش ظاہر نہ کیا کریں مگر اپنے شوہروں پر

اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ

یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا

اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ

اپنے بیٹوں یا خاوند کے بیٹوں پر یا

اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ

اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا

أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ

بھانجیوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنے مملوک (لونڈی

أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي

غلاموں) پر یا ان خدمت گاروں پر کہ جن کو عورتوں

الْإِرْبَةِ[1] مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ

کی حاجت نہیں رہی ہو یا ان لڑکوں پر

الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ

جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے

النِّسَاءِ[2] وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ

واقف نہیں اور اپنے پاؤں ٹھوکر مار کر نہ چلیں

لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَ

کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور

تُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ

اے مسلمانو! تم سب اللہ سے توبہ کرتے رہا کرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

تاکہ تمہیں فلاح ہو۔

ترکیب

من ابصارھم من ھنا للتبعیض لانہ لایلزم غض البصر بالکلیۃ وقیل زائدۃ وقیل للبیان الجنس۔ غیر اولی الاربۃ اے الحاجۃ بالجر علی الصفۃ او البدل۔

تفسیر

من جملہ اسباب زنا کے مرد کا عورت کو اور عورت کا مرد کو دیکھنا بھی ہے یہ نظر زنا کا بڑا سبب ہے۔ کسی نے کہا ہے ع

برق نگاہ یار میرا کام کر گئی

اس لیے ایمان داروں کو ادب سکھاتا ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم الخ یہ پانچواں حکم ہے کہ اے نبی! ایمان داروں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ کو بند رکھیں جس کا دیکھنا انہیں حلال نہیں اس کو نہ دیکھیں اپنی بیوی اور لونڈی کے سوا اجنبی عورت کا بضرورت منہ اور ہاتھ دیکھنا تو درست ہے اور باقی چیزوں پر نظر کرنا حرام ہے اور بغیر ضرورت اجنبیہ کا چہرہ دیکھنا بھی درست نہیں۔ خصوصاً جب کہ محل فتنہ ہو اور جو اچانک نظر پڑ جائے تو بار دگر نہ دیکھے۔ اور اجنبیہ اگر اور کی لونڈی ہے تو بعض کہتے ہیں ناف سے گھٹنے تک پر نظر نہ کرے باقی کا مضائقہ نہیں۔ بعض کہتے ہیں سر وغیرہ جو عضو کام میں کھلے رہتے ہیں ان کا دیکھنا ممنوع نہیں، باقی ممنوع ہے۔ اور عورت اگر محرم ہے خواہ نسب سے، خواہ رضاع سے خواہ بیوی کے رشتہ سے تو اس کی ناف سے لے کر گھٹنے تک نظر ممنوع ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف وہی اعضاء دیکھنے درست ہیں جو کام میں کھل جاتے ہیں ہاتھ بازو وغیرہ۔ اور مرد کی بابت بھی یہ حکم ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنے تک نہ دیکھے۔ اسی طرح عورت کو دوسری عورت کا ناف سے گھٹنے تک دیکھنا منع ہے۔

عرفاء کہتے ہیں جس طرح نظر کو محارم کے دیکھنے سے

---

[1] الاربۃ الفطنۃ من الارب کالجلسۃ من الجلوس والارب الحاجۃ والعقل ومنہ الاریب والمراد ھنا الحاجۃ فی النساء ۱۲ منہ

[2] پاؤں کو زمین پر اس طرح سے نہ مارنا چاہیے جس سے پازیب وغیرہ زیور کی آواز سنائی دے اور اسی طرح اپنی آواز بھی بلند نہ کرے ۱۲ منہ

بند کرے اسی طرح دل کو غیر اللہ کے دیکھنے سے روکے۔

پھر فرماتا ہے ویحفظوا فروجھم کہ اپنے ستر کو محفوظ رکھیں یعنی حرام کاری نہ کریں یہ تمہارے لیے دین و دنیا میں بہتر ہے ان اللہ خبیر بما یصنعون میں تنبیہ ہے کہ اللہ کو غافل نہ سمجھو وہ تمہارے ہر کام سے واقف ہے۔

وقل للمؤمنٰت الخ اسی طرح ایمان دار عورتوں کو بھی نظر بند رکھنے اور حرام سے محفوظ رہنے کا حکم دیا، اور اس کے ساتھ یہ بھی (چھٹا حکم) دیا کہ اپنی زینت کو بجز ان اشخاص مذکورۂ ذیل کے اور کسی کو نہ دکھائیں[1] اور اوڑھنی اوڑھے رہیں جس سے سر اور سینہ اور کان اور گردن نہ دکھائی دے۔

یہ جو کہا اپنی زینت نہ دکھائیں مگر وہ جو ظاہر ہے۔ زینت کہتے ہیں خوبصورتی کو قدرتی ہو یا بناوٹی۔ لباس فاخرہ یا زیور یا مہندی کاجل وغیرہ ان میں سے صرف ظاہر زینت کے ظاہر کرنے کی اجازت دی۔ ظاہر زینت بناوٹی میں سے تو انگوٹھی کپڑا جس کے ظاہر کرنے کی ضرورت پڑے اور خلقی میں سے ہاتھ منہ جو بضرورت ظاہر کرنا پڑے۔ بعض علماء کہتے ہیں زینت سے مراد وہ اعضاء ہیں جن پر زیور پہنا جاتا ہے۔

اور وہ یہ اشخاص ہیں شوہر عورت کا باپ دادا نانا۔ شوہر کے باپ دادا نانا عورتوں کے بیٹے پوتے، نواسے۔ خاوند کی دوسری بیوی سے بیٹے، پوتے، نواسے۔ عورت کے بھائی یعنی علاتی، اخیافی، رضاعی۔ عورت کے بھتیجے، بھائیوں کی اولاد۔ عورت کے بھانجے بہن کی اولاد۔ گھر کی عورتیں۔ عورت کے مملوکہ لونڈی غلام۔ گھر کے وہ خادم جن کو عورتوں کی طرف رغبت نہ ہو نوکر ہے اور خواجہ سرا نابالغ لڑکے۔ ان لوگوں کے سامنے اگر عورت اپنی زینت ظاہر کرے تو مضائقہ نہیں یعنی زینت ظاہرہ کے سوا اور زینت، کیوں کہ بضرورت اس کا تو ہر ایک پر ظاہر کرنا درست تھا۔ وہ زینت ظاہرہ جس کی بضرورت اظہار کی ہر ایک کے لیے رخصت تھی باتفاق علماء چہرہ اور دونوں ہاتھ یا بالائی کپڑے مراد ہیں۔ اور اس جگہ جس زینت کے ظاہر کرنے کی ان مذکورہ اشخاص کے سامنے اجازت ہے وہ بازوؤں، گلے، کانوں، سر کے زیور کی ہے اور ان اعضاء کا کھولنا بھی ان کے سامنے جائز ہے۔ ونسائھن اپنی عورتیں۔ کیوں کہ کافر عورتیں بمنزلہ اجانب کے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کافرہ عورتوں کے سامنے ان چیزوں کا کھولنا درست ہے۔

ما ملکت ایمانھن میں غلام لونڈی سب آگئے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں صرف لونڈیاں مراد ہیں کیوں کہ غلام اجنبی ہے اس میں مادہ شہوت بھی موجود ہے آزاد ہو کر اس سے نکاح بھی کر سکتا ہے۔

او التابعین غیر اولی الاربۃ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں عورت کی بالکل خواہش نہیں۔ بعض کہتے ہیں وہ بے وقوف عنین مراد ہیں جو کھانے میں ساتھ ہو لیتے ہیں ان کا صرف یہی مقصود ہوتا ہے۔ مخنث اور ہیجڑے مراد نہیں۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ

اور جو تم میں مجرد ہوں ان کے نکاح کرا دو　اور جو تمہارے غلام

مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ

اور لونڈیاں نیک ہوں ان کے بھی　اگر

[1] کیونکہ ان میں سے شوہر کو تو دکھانا مقصود ہی ہے اور باقی اور لوگ گھر میں ملے جلے رہا کرتے ہیں ہر وقت ان سے اخفاء میں حرج تھا اور نیز ان سے برے کام کی توقع بھی عادۃً نہیں ہے کیوں کہ محارم ہیں یا ان کو یہ مادہ ہی نہیں ۱۲ منہ

يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ
وہ فقیر ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٢﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ
اور اللہ گنجایش والا خبردار ہے اور جن لوگوں کو نکاح کا

الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ
مقدور نہیں ان کو چاہیے کہ پارسائی سے رہیں یہاں تک

يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَالَّذِينَ
کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے اور جو تمہارے

يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ
غلام لونڈیوں میں سے مکاتبت چاہیں

فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ
تو ان کو لکھ دو بشرطیکہ ان میں بہتری معلوم ہوتی ہو

وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِي آتَاكُمْ ۚ
اور ان کو اللہ کے اس مال سے بھی دیا کرو جو اس نے تم کو دے رکھا ہے

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ
اور اپنی چھوکریوں کو حرام کاری کے لیے مجبور نہ کیا کرو

إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ
اگر وہ پاک دامنی چاہتی ہوں (ایسا کام اس لیے کہتے ہو) کہ دنیا

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ
کے فوائد حاصل کرو اور جو ان کو اس کام پر مجبور کرے گا

فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ
تو ان کی مجبوری کے بعد اللہ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا
غفور رحیم ہے اور البتہ ہم نے تمہارے پاس

إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا مِنَ
آیتیں بھیجی ہیں جو روشن ہیں اور جن میں تم سے

الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَ
پہلوں کے حالات ہیں اور

مَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ ﴿٣٤﴾
جو پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہیں۔

ع ۴ ۱۰

ترکیب

الایامیٰ جمع ایم وہو العزب ذکرا کان او انثیٰ یکرا کان او ثیبا وایامیٰ مقلوب ایائم کیتامیٰ۔ والصالحین معطوف ہے ایامیٰ پر مفعول انکحوا کا والذین یبتغون مبتدأ فکاتبوھم خبر۔ ان علمتم جملہ شرطیہ اگلا جملہ فکاتبوھم وال برجزا

تفسیر

جب کہ ہر طرح سے زنا اور اس کے دواعی کی ممانعت کی تو نکاح کرنے کی بھی رغبت دلائی کس لیے کہ مجرد رہنے میں بڑا خطرہ ہے اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرنے کی تاکید فرمائی یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر احصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء (متفق علیہ) اور فرمایا کہ میرے بعد مردوں کے لیے سخت فتنہ عورتوں سے زیادہ کوئی نہیں

۱؎ جو غلام یا لونڈی یہ چاہیں کہ اگر ہم اس قدر روپیہ ادا کریں تو ہم کو آزادی لکھ دو تو لکھ دیا کرو بشرطیکہ تم کو اس میں بہتری معلوم ہو۔ اس عقد کو شرع میں مکاتبت کہتے ہیں ۱۲ منہ

۲؎ عرب میں غلام کو فتیٰ اور لونڈی کو فتاۃ کہتے تھے جس کی جمع فتیات ہے ۱۲ منہ

(متفق علیہ) اس لیے جن قوموں میں مجرد رہنا ہنر ہے ان کے ہاں حرام کاری کا بھی کچھ حساب نہیں۔

فرماتا ہے وانکحوا الایامیٰ منکم (یہ ساتواں حکم ہے) کہ اے مسلمانو! جو تم میں مجرد ہیں خواہ عورت ہو خواہ مرد خواہ بیوہ خواہ ناکتخدا ان کے نکاح کر دو۔ لفظ ایامیٰ سب کو شامل ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے وہ شخص کہ جس کے دین اور خلق سے تم خوش ہو نکاح کی درخواست کرے تو نکاح کر دو ورنہ زمین پر بڑا فتنہ اور فساد سخت ہوگا (رواہ النسائی وابن ماجہ) علماء کے نزدیک یہ امر مندوب واستحباب کے لیے ہے۔ بعض کہتے ہیں وجوب کے لیے۔ فیصلہ یہ ہے کہ جہاں زنا میں مبتلا ہونے کا یقین ہو اور نکاح کرنے پر قادر بھی ہو تو نکاح کرنا واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔

پھر فرماتا ہے والصالحین من عبادکم وامائکم کہ اپنے غلام لونڈیوں میں سے بھی جن کو نیک دیکھو ان کے بھی نکاح کر دو۔ کیوں کہ نیک ہی نکاح اور خدمت مولیٰ کو ملحوظ رکھ سکتے ہیں۔ یا صالحین سے مراد وہ کہ جن کو نکاح کی صلاحیت ہو۔ لفظ فانکحوا سے علماء شافعیہ نے یہ بات نکالی ہے کہ نکاح بغیر ولی کے درست نہیں وفیہ مافیہ۔

فرماتا ہے نکاح کرنے میں فقر و فاقہ سے نہ ڈریں اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ بلاشک جو نیک نیتی سے نکاح کرتے ہیں خدا ان کو فراخی دیتا ہے۔ اور جن کو نکاح کا مقدور نہ ہو تو ان کو پاک دامنی اختیار کرنی چاہیے یہ نہیں کہ اس عذر سے مرتکب فواحش ہو جائے۔

والذین یبتغون الخ چوں کہ فراغ دستی اور فضل الٰہی ہونے کا ذکر تھا اس لیے جو غلام خدا کے فضل پر توکل کر کے اپنے مولیٰ سے کتابت چاہیں ان کے لیے بھی حکم دیا کہ اگر ان میں خیر دیکھو کہ یہ بدل کتابت ادا کر سکیں گے اور ان کا رویہ بھی اچھا ہے تو ان کو لکھ دو یعنی مکاتب بنا دو۔

(یہ آٹھواں حکم ہے) اس کو بھی گونہ پارسائی سے تعلق ہے۔ کس لیے کہ جب غلام مولیٰ کی طرف سے خرید فروخت کا مجاز ہوتا ہے تو اس کے ہاتھ میں روپیہ پیسہ رہتا ہے جس سے حرام کاری کا اندیشہ ہے۔ اس سے کوئی رقم یعنی مقرر کر کے آزادی لکھ دو کہ اپنا نکاح کرے گھر آباد کرے۔ اسلام میں بھی یہی دستور باقی رہا اور جاہلیت میں بھی تھا کہ جو کوئی غلام اپنے آقا سے یہ معاملہ کر لیا کرتا تھا کہ میں آپ کو اس قدر روپیہ دیدوں تو آزاد ہو جاؤں۔ آقا اس کو منظور کر لیتا تھا اور لکھ دیتا تھا۔ اس معاملہ کو مکاتبت کہتے تھے۔ وہ غلام آزادانہ خرید و فروخت کر کے وہ مقدار ادا کر دیتا تھا۔ کتب فقہ میں اس مسئلہ کی بڑی تشریح ہے۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ اس بدل کتابت کے ادا کرنے میں مدد کرو خدا کے دیے ہوئے مال میں سے ان کو بھی بمد زکوٰۃ و خیرات یا اس بدل میں سے کچھ حصہ چھوڑ دو۔

ولا تکرھوا (یہ نواں حکم ہے) عرب میں دستور تھا کہ اپنی چھوکریوں سے زنا کرا کے کھواتے تھے۔ چنانچہ مدینہ میں عبداللہ بن ابی منافق بھی ایسا ہی کیا کرتا تھا اسلام نے اس کی بھی ممانعت کر دی۔ ان اردن تحصنا میں ان شرطیہ علی سبیل الغالب واقع ہوا جس کا مفہوم مخالف نہیں۔

(ف) ان آیات میں توبہ کرنے اور مکاتبوں کو دینے کا بھی حکم ہے مگر بظاہر ان کا تعلق حقوق العباد سے کم تھا اس لیے ان کا عدد دہم نے شمار میں نہیں لیا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور

نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ

کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی طاق میں چراغ ہو

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ۖ اَلزُّجَاجَةُ

(اور) چراغ شیشہ (کی قندیل) میں (اور) شیشہ

كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ

گویا کہ چمکتا ہوا تارا ہو روشن کیا گیا ہو

مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ

روغن زیتون سے جو بابرکت درخت ہے نہ شرقی ہو

وَّلَا غَرْبِیَّةٍ ۙ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ

اور نہ غربی ہو کہ جس کا تیل خود بخود روشن ہونے کو ہو

وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ

اور گو اس کو ابھی آگ نہ لگی ہو نور پر نور

یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ

اللہ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور

یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ

اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۳۵﴾

اور اللہ ہر شے سے واقف ہے۔

ترکیب

اللہ مبتدأ نور السموٰت الخ خبر۔ مثل نورہ الصفۃ نور مبتدأ کمشکوٰۃ موصوف فیہا مصباح صفت سب محذوف سے متعلق ہو کر خبر ہوئی تمام جملہ بیان ہوا نور السموٰت کا المصباح مبتدأ فی زجاجۃ خبر قس علی ہذا۔ دری منسوب الی الدر وفعیل کمریق من الدرر۔ یوقد صفت ہے مصباح کی۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ اللہ نے تمہارے لیے آیاتِ بینات نازل کیں تم کو جہل کی اندھیریوں سے نکال کر علم کی روشنی میں لایا۔ اب یہاں اپنے اوصاف نورانی اور نورِ ہدایت کی تمثیل بیان فرماتا ہے کہ وہ اللہ جس نے تم کو جہل کی ظلمات سے نکالا آسمانوں اور زمین کا نور ہے پھر اپنے نور کی اس شمع سے تشبیہ دے کر جو شیشہ کی قندیل میں ہو یہ فرماتا ہے اللہ اپنے اس نور سے جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

بحث اوّل

اللہ نور السموٰت والارض نور عرف میں روشنی کو کہتے ہیں۔ وہ ایک عرض قائم بالغیر ہے جو اجسام کو عارض ہوتا ہے جیسا کہ آفتاب و ستارے اور آگ اس معنی سے اس لفظ کا اطلاق اللہ پر حقیقۃً جائز نہیں کس لیے کہ نور بمعنی مذکور ایک عرض ہے وہ حادث اور قابل تقسیم اور قائم بالغیر ہونے کی وجہ سے الٰہ نہیں ہو سکتا۔ اس سے فرقہ مانویہ کا بھی قول رد ہو گیا جو نورِ اعظم کو اللہ کہتے ہیں۔ اس لیے علماء اسلام اس جگہ تاویل کرتے ہیں کہ نور بمعنی منور ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو آفتاب و مہتاب و کواکب اور انبیاء و صلحاء و ملائکہ سے منور کر دیا اور یہ قول ابی بن کعب و حسن و ابو العالیہ کا ہے۔ بعض کہتے ہیں بمعنی مدبر السماوات والارض ہے۔ جیسا کہ باخبر رئیس کو کہتے ہیں کہ وہ شہر کا نور ہے یعنی مدبر یہ تدبیر حسن جیسا کہ جریر شاعر کہتا ہے ع وانت لنا نور وغیث و عصمۃ۔ یہ زجاج اور اصم کا قول ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں نور بمعنی ہادی ہے کیوں کہ نور سببِ ہدایت ہے کہ وہ آسمان اور زمین والوں کا ہادی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نور کا اطلاق اس پر مبالغۃً ہو جیسا کہ عادل کو عدل کہہ دیا کرتے ہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "مشکوٰۃ الانوار" رکھا ہے

اس میں امام صاحب نے ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقۃً آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس پر اس لفظ کا اطلاق حقیقۃً ہے نہ مجازاً۔ بہت سے مقدمات بیان فرما کر یہ کہا ہے کہ ادراکِ عقلی ادراکِ بصری سے اشرف ہے اور دونوں کا مقتضیٰ ظہور ہے اور خواص نور میں سے ظہور ہی اشرف ہو اس لیے ادراکِ عقلی ادراکِ بصری سے بدرجہ اولیٰ انور ہے۔ پھر انوار عقلیہ کی دو قسم ہیں۔ ایک وہ جو سلامۃ الاحوال کے وقت واجبۃ الحصول ہیں یعنی تعقلاتِ فطریہ۔ دوسرے مکتسبہ اور قسمِ ثانی میں کبھی غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس کے واسطے ہادی و مرشد کی ضرورت ہوتی ہے اور اس امر میں کلام الٰہی اور کلام انبیاء سے زیادہ اور کوئی ہادی و مرشد نہیں اس لیے یہ بھی نور ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن اور نبی کو بھی نور کہا گیا ہے اور اسی طرح ملائکہ بھی نور ہیں۔ پھر ملائکہ بھی درجہ میں متفاوت ہیں۔ یہاں تک کہ سب سے بڑھ کر نور اعظم وہ روح جو سب ارواح سے اعلیٰ ہے معدنِ نور ہے پھر یہ سب انوار حسیہ ہوں خواہ سفلیہ جیسا کہ آگ کا نور یا علویہ جیسا کہ آفتاب و ماہتاب و کواکب کے انوار یا انوارِ عقلیہ سفلیہ ہوں جیسا کہ ارواح انبیاء و اولیاء یا علویہ ہوں جیسا کہ ملائکہ یہ سب کے سب فی حدِ ذاتہا ممکن ہیں اور ممکن فی حدِ ذاتہ معدوم ہیں ان کو وجود غیر کی طرف سے عطا ہوتا ہے اور وجود نور اور عدم ظلمت ہے۔ پس کل ممکنات اپنی ذات میں مظلم ہیں نور فی حدِ ذاتہ وہی ہے جس کا وجود ذاتی ہے ممکنات کا وجود اور ان کی صفات اور ان کے سب معارف اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ اب ظاہر ہو گیا کہ نورِ مطلق وہ اللہ سبحانہٗ ہی ہے اور غیر پر جو اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے تو مجازاً کیونکہ اس کے سوا جو کچھ ہے من حیث ہو ہو ظلمت محضہ ہے۔ کس لیے کہ وہ من حیث ہو عدم محض ہے بلکہ یہ انوار بھی من حیث ہی ہی ظلمت ہیں۔ خلاصہ یہ کہ وہی نور حقیقی ہے اور جس قدر انوار ہیں اسی کے نور کے پرتو سے ہیں، واللہ اعلم۔

بحث دوم

نور کو السمٰوٰت والارض کی طرف کیوں مضاف کیا؟ اس لیے کہ سب آسمان اور زمین انوار مجردہ اور مادیہ سے بھرے ہوتے ہیں۔ انوار مادیہ جیسا کہ چاند اور سورج اور ستاروں کی روشنی یہ سب آسمانوں میں ہیں اور زمین پر بھی یہی انوار منعکس ہوتے ہیں کہ جس سے الوانِ مختلفہ دکھائی دیتے ہیں اور انوار مجردہ سے عالم بالا[1] پر ہے اور وہ انوارِ مجردہ ملائکہ ہیں۔ عالم سفلی میں بھی انوار عقلیہ بہت سے ہیں اور وہ قوی نباتیہ اور حیوانیہ اور انسانیہ ہیں اور نورِ انسانی سے جس کے سبب یہ خلیفۃ اللہ فی الارض بنایا گیا عالم اسفل کا نظام ہو رہا ہے جیسا کہ نور ملکی سے عالم علوی کا نظام قائم ہے اور یہ جملہ انوار بالکیے دیگر مرتبط و مسلسل ہیں اور سب کا انتہیٰ نور الانوار کی طرف ہے اور وہ اللہ سبحانہ ہے اس لیے اللہ کو نور السمٰوٰت والارض کہا۔

بحث سوم

مثل نورہٖ کمشکوٰۃ[2] الخ اپنے نور کو ایسے چراغ سے تشبیہ دی جو شیشہ میں ہو اور شیشہ کسی طاق میں ہو اور

[1] عالم بالا آسمانوں سے بھی اوپر ہے وہ عالم حسیات نہیں بلکہ عالم مجردات ۱۲ منہ

[2] کعب احبار کہتے ہیں کہ مشکوٰۃ سے مراد ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ مبارک اور زجاجہ قلب اور اس میں مصباح جو ہے وہ نبوت ہے وہ شجرۂ مبارک سے روشن کیا گیا ہے یعنی شجرۂ ابراہیمیہ سے کہ جو نہ شرقی ہے نہ غربی بلکہ سب کے لیے (باقی بر صفحہ آئندہ)

چراغ زیتون کے تیل سے روشن کیا گیا ہو اور وہ ایسا صاف ہو کہ جو آگ دکھاتے ہی جل اٹھے اور زیتون بھی ایسا ہو کہ نہ شرقی ہو کہ صبح ہی کے وقت اس پر آفتاب کی شعاع پڑتی ہوں پھر نہ پڑیں اور نہ غربی ہو کہ شام کے وقت ہی اس پر دھوپ پڑتی ہو کیوں کہ ایسا درخت کچا ہوتا ہے اس کا تیل بھی عمدہ نہیں۔ بخلاف اس کے کہ جو نہ شرقی ہو نہ غربی بلکہ میدان میں یا پہاڑ کی بلندی پر ہو وہ خوب تناور اور پختہ ہوتا ہے اس کا تیل بھی عمدہ ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی وہ تو یہ چیزیں ہیں بحیثیت مجموعی اور جس کو تشبیہ دی گئی وہ اللہ کا نور ہے۔ مگر کلام اس میں ہے کہ اللہ کے نور سے کیا مراد ہے؟ جمہور متکلمین کے نزدیک ہدایت مراد ہے۔ یہ معنی کہ اللہ کی ہدایت ظہور میں ایسی ہے کہ جیسے کوئی چراغ ہو جس کی یہ صفت ہو کہ جس کی ہر صفت روشنی چراغ کو ترقی دیتی ہے۔

سوال۔ آفتاب کے ساتھ کیوں تشبیہ نہ دی؟

جواب۔ مقصد اس روشنی کے ساتھ تشبیہ دینا ہے جو اندھیروں میں ظاہر ہو۔ البتہ ہدایت کی ایک ایسی روشنی ہے جو شبہات کی اندھیروں میں سے ظاہر ہوتی ہے سو یہ بات چراغ کے ساتھ تشبیہ دینے سے حاصل ہوتی ہے کہ جس کے ہر طرف اندھیری محیط ہوتی ہے۔ برخلاف آفتاب کے کہ وہ جب جلوہ گر ہوتا ہے تو تمام عالم اس کے نور سے بھر جاتا ہے ظلمت باقی نہیں رہتی۔

بعض کہتے ہیں کہ نور سے مراد قرآن ہے جیسا کہ فرمایا ہے قد جاءکم من اللہ نور۔ یہ حسن و سفیان بن عیینہ و زید بن اسلم کا قول ہے۔

بعض کہتے ہیں اس سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی صفت میں سراجاً منیراً آیا ہے۔ یہ عطاء کا قول ہے۔

بعض کہتے ہیں اس نور سے مراد وہ نور ہے کہ جو مؤمن کے دل میں ایمان و معرفت کا نور ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو نور اور کفر کو ظلمت سے تعبیر کیا ہے یہ اُبیؓ و ابن عباسؓ کا قول ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں انسان کے قویٰ مدرکہ پانچ ہیں۔ قوتِ حسیہ جو حواسِ خمسہ کو شامل ہے۔ قوتِ خیالیہ۔ قوتِ عقلیہ جو حقائقِ کلیہ کا ادراک کرتی ہے۔ قوتِ فکریہ جو معارفِ عقلیہ میں ترکیب دے کر نامعلوم بات کو دریافت کرتی ہے۔ قوتِ قدسیہ جو انبیاء و اولیاء کو حاصل ہے جس سے اسرارِ غیب و لوائح ملکوت ظاہر ہوتے ہیں۔ جس کی نسبت اللہ فرماتا ہے ولکن جعلناہ نوراً نھدی بہ من نشاء من عبادنا یہ پانچوں نور ہیں ہر ایک کو ان پانچوں میں سے ایک ایک کے ساتھ تشبیہ ہے۔ روح حساس کو مشکوٰۃ سے ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس کا فیضانِ نبوت برابر ہے۔ گو آپ مونہوں سے کچھ اظہار نہ کریں، مگر وہ نورِ نبوت خود بخود کہے دیتا ہے۔ صدہا لوگ آپ کو دیکھتے ہی کہہ دیتے تھے کہ آپ نبی برحق ہیں جیسا کہ زیتون کے تیل صافی میں شعلہ اٹھنے کا مادہ تیار ہے۔ نور پر نور ہے۔ ایک نور ابراہیمی جو ان کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی پیشین گوئی (سفر استثنیٰ باب ۱۸) کے مطابق پشت در پشت چلا آتا تھا۔ دوسرا خود حضرت کا نور محمدی جو تمام انوارِ حسیہ و عقلیہ کا منتہی اور مظہر اول اور منبع ہے ۱۲ ابو محمد عبدالحق۔

ع مشکوٰۃ سراج وغیرہ ۱۲ منہ

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ

ان گھروں میں کہ جن کی تعظیم کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا

فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ

نام لیا جاتا ہے اس میں صبح اور شام اس کی تسبیح و تقدیس

وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ

کی جاتی ہے۔ ایسے لوگ تسبیح کیا کرتے ہیں کہ جن کو نہ تجارت

تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ

اور بیچنا ذکر الٰہی سے روکتا ہے اور

اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ

نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ دینے سے۔

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ

وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں کہ جس میں دل اور آنکھیں

وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ

الٹ جاویں گی تاکہ اللہ ان کو ان کے عمل کا

مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ

اچھا بدلہ دے اور ان کو اپنے فضل سے اور بھی دے (یعنی فضل بھی ہیں اور بھی کچھ ہیں)

اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

ترکیب

فی بیوت یا تو صفت ہے زجاجہ کی المصباح فی زجاجۃ فی بیوت یا یوقد سے متعلق ہے اے توقد فی المساجد یا یسبح سے متعلق ہے وہو اقوی۔ رجال یسبح کا فاعل یا مفعول مالم یسم فاعلہ لا تلھیھم رجال کی صفت یخافون صفت ثانیہ لیجزیھم یسبح سے متعلق۔

تفسیر

فی بیوت کو جمہور مفسرین نے کلام سابق کا تتمہ قرار دے کر تشبیہ میں شامل کیا ہے یعنی وہ چراغ جو آئینہ میں ہو اور صاف تیل سے روشن کیا ہو کسی گندہ اور ناپاک مکان میں نہ ہو کہ جس کی روشنی صاف باطنوں کی آنکھوں میں بے قدر معلوم ہوتی ہو بلکہ ان مکانوں میں ہو کہ جن کے بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا یعنی مساجد، خانہ کعبہ، مسجد نبوی، بیت المقدس، مسجد قبا، یا عام مساجد اور ان کے بلند کرنے سے مراد یا حقیقۃً بلند کرنا ہے یا تعظیم کرنا۔ ان مقامات خصوصاً بیت المقدس کی قندیلوں کی روشنی جو زیتون کے عمدہ تیل سے روشن ہوتی تھیں ضرب المثل تھی۔ پھر ان گھروں کی صفت میں فرماتا ہے کہ ان میں ایسے لوگ صبح و شام خدا کی تسبیح و تقدیس کیا کرتے ہیں اور اس کا نام لیا کرتے ہیں (یہ عام ہے خواہ نماز فرائض و نوافل کے ذریعہ سے ہو خواہ بغیر اس کے صرف ذکر و تسبیح ہو) کہ جن کو ذکر الٰہی اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت روک سکتی ہے نہ بیع کرنا۔ تجارت عام ہے خرید اور فروخت دونوں کو شامل ہے مگر فروخت میں نقد حاصل کیا جاتا ہے اس میں اور بھی لالچ ہے جو انسان کو ذکر الٰہی سے روک دیتا ہے اس لیے اس کو جداگانہ بھی بیان کیا کہ ان کو فروخت بھی نہیں روک سکتی۔ اور باوجود اس قدر یاد الٰہی میں مشغول ہونے اور زکوٰۃ و خیرات دینے کے وہ لوگ اپنی عبادت پر نازاں نہیں بلکہ قیامت کے دن سے ڈرتے رہتے ہیں کہ جس دن دل اور آنکھوں کا عجب حال ہوگا دل صدمات کے مارے ہوا ہوگا اور آنکھیں اوپر کو ٹکٹکی باندھے ہوئے ہوں گی کہ کیا حکم آتا ہے؟ یہ سب باتیں ان کی اس بات کا سبب ہیں کہ اللہ ان کے عمدہ اعمال کا عمدہ بدلہ دے گا اور نہ صرف بدلہ بلکہ اعمال کے سوا اپنے فضل سے اور بڑھتی بھی عطا کرے گا کیوں کہ وہ بے نیاز بے پروا ہے جس کو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں فی بیوت تسبیح سے متعلق ہے اور یہ ایک جداگانہ کلام ہے جس میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ نور کہ جس کو تشبیہ دی گئی ہے کہاں اور کس جگہ پایا جاتا ہے؟ پھر آپ ہی بتلاتا ہے کہ ایسے گھروں میں پایا جاتا ہے کہ جن کے بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا اور جن میں اس کی یاد کی جاتی ہے اور وہاں ایسے پاک باز لوگ اس کی تسبیح و تقدیس کیا کرتے ہیں کہ جن کو کوئی شغل دنیاوی ان کے کار سے نہیں روکتا دست بکار دل بہ یار ان کا شیوہ خاص اور انہیں کے دلوں اور سینوں میں نور الٰہی کا وہ چراغ روشن ہے کہ جس سے ان کو اللہ نے اس راہ راست اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی ہے، واللہ اعلم باسرار کلامہ۔

رجال کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مساجد میں حاضر ہونا مردوں کے لیے ہے جمعہ اور جماعت انہیں پر ہے نہ عورتوں پر۔ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ دراصل رجال یعنی مرد ایسے ہی لوگ ہیں کیوں کہ دنیا مردار کے طالب کتے ہیں، اور مولیٰ کے طالب مرد ہیں۔ بڑی مردانگی یہی ہے، نہ کہ کھانا، سونا، جماع کرنا، کسی کو مار ڈالنا، نفس کا مار ڈالنا اور نفسانی خواہشوں کو اس چراغ ہدایت سے جلا دینا بڑی مردمی ہے۔ اس کلام پاک کی شرح کے لیے ایک دفتر چاہیے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ

اور وہ جو کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں کہ جیسے جنگل میں

بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى

چمکتی ہوئی ریت جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ

اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ

جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اللہ ہی کو اپنے پاس

عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ

پایا اور تو پورا حساب کر دیا اور اللہ نے اس کا حساب برابر چکا دیا اور اللہ جلد

الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ

حساب لینے والا ہے یا ایسی مثال ہے کہ جیسے موج زن دریا میں اندھیریاں

لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ

ہوتی ہیں کہ جس کو ایک موج پر دوسری

مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ

موج نے اور اس پر بادل نے ڈھانک رکھا ہو اندھیریاں ہیں

بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ

ایک کے اوپر ایک (انسان ہاں) جب اپنا ہاتھ نکالے

لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ

تو اس کو کچھ بھی دیکھ نہ سکے اور جس کو اللہ ہی نے نور

لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ ع ۱۱

نہ دیا ہو تو اس کے لیے کوئی بھی نور نہیں۔

ترکیب

بقیعۃ موضع جریں سراب کی صفت یحسبہ بھی سراب کی صفت قیعۃ جمع قاع اسے فی فلاۃ والیاء فی قیعۃ بدل من واو لسکونہا وانکسار ما قبلہا لانہم قالوا فی قاع اقواع۔ او کظلمات معطوف ہے سراب پر تقدیر او کاعمال ذی ظلمات فیقدر ذی لیعود الضمیر من قولہ اذا اخرج یدہ الیہ ویمکن ان یقال لاحذف فیہ والمعنی انہ شبہ اعمال الکفار بالظلمۃ فی حیلتہا بین القلب وبین ما یہتدی الیہ۔ فی بحر صفت ظلمات۔ بحر نسبۃ الی اللج اسے ذی لجۃ۔ یغشٰہ صفت اخری۔ من فوقہ صفۃ لموج والموج الثانی مرفوع بالظرف لانہ قد اعتمد ویجوز ان یکون مبتدأ والظرف خبرہ من فوقہ سحاب نعت لموج الثانی۔ ظلمات بالرفع خبر مبتدأ محذوف اسے ہذہ ظلمات۔

تفسیر

اُس نور اور نورانی لوگوں کے بعد ظلمت اور ظلمانی لوگوں کا حال بھی تشبیہ میں بیان فرمایا جاتا ہے۔

فقال والذین کفروا الخ کہ کافروں کے اعمال جن کو وہ نیک اور وسیلۂ آخرت سمجھ کر کرتے ہیں سراب کی مانند ہیں جس کو جنگل میں دوپہر کے وقت پیاسا دور سے پانی سمجھ کر بڑی بے قراری سے اس کے پاس آتا ہے اور وہاں جاکر کچھ بھی نہیں پاتا۔ یہی حال ان کا ہے کہ بوقتِ مرگ جن اعمال پر ان کو سہارا تھا ان کو کچھ بھی نہ پاویں گے اور اللہ ہی سے ان کو وہاں معاملہ پڑے گا۔ سو وہ ان کا حساب پورا کر دے گا۔

ازہری کہتے ہیں سراب وہ ہے جو ٹھیک دوپہر میں دور سے پانی سا موجیں مارتا ہوا دکھائی دیا کرتا ہے یعنی پانی چلتا ہوا دکھائی دیا کرتا ہے۔ یقال سرب الماء یسرب سربا اذا جرے فہو سارب۔ قولہ تعالےٰ ووجد اللہ عندہ ای وجد عقاب اللہ الذی یوعد بہ الکافر عند ذلک۔ یہ ان کے بقیہ احوال کا بیان ہے جو اس کے بعد ان پر عارض ہوگا بطور تکملہ کے۔ تاکہ یہ نہ سمجھا جاوے کہ ان کے حال کا اسی پر حصر ہے بلکہ اس کے بعد اور بھی برا حال ہوگا۔ بس یہ لو یجدہ شیئا پر معطوف نہیں (ابو السعود)۔

او کظلمت یہ دوسری مثال ہے کفار کے حال کی۔ پہلی مثال میں یہ بتلایا گیا کہ ان کے اعمال اگر اچھے بھی ہیں تو عقائدِ صحیحہ نہ ہونے کی وجہ سے سراب کی مانند ہیں۔ آخرت میں ان سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ اور اگر بُرے ہیں تو وہ ظلمات ہیں۔ یا یوں کہو کہ پہلی مثال میں ان کے اعمال کا بیان تھا کہ وہ کچھ بھی فائدہ مند نہیں اور دوسری مثال میں ان کے عقائد کا بیان ہے کہ وہ ظلمات سے مشابہ ہیں جیسا کہ فرمایا یخرجہم من الظلمٰت الی النور الے من الکفر الی الایمان۔ اگلا جملہ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور اس پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دریا لجی (الے ذو اللجۃ التی ہی معظم الماء الغمر البعید القعر) یعنی بڑے گہرے اور بہت عمیق کے قعر میں اندھیرا ہوتا ہے۔ پھر جب اس پر امواج کا تلاطم ہوتا ہے تو اور بھی اندھیرا زیادہ ہو جاتا ہے اور جب کہ امواج پر بادل اور گھٹا گھنگھور ہوتی ہے تو انتہا درجہ کی اندھیری ہو جاتی ہے تو ایسی حالت میں ہاتھ بھی نہیں دکھائی دیتا حالانکہ پاس کی چیزوں میں سے جو دکھائی دیا کرتے ہیں عادۃً ہاتھ ہی بہت قریب سمجھا جایا کرتا ہے۔ اسی طرح کافر تین اندھیریوں میں مبتلا ہیں اول اعتقادِ بد کی ظلمت جو بحرِ عمیق کے مشابہ ہے اور عقائد کا محل دل ہے جس کو مختلف موجیں مارنے میں اور خطرات و شہوات کے تلاطم میں بڑی مناسبت اور کامل تشبیہ ہے۔ دوم قول بد کی ظلمت جو ان کی زبان سے نکل کر دریا کی طرح موجیں مارتی ہے۔ سوم عملِ بد کی ظلمت جو بادل کی طرح محیط ہے۔ یا اس کے قلب اور سمع و بصر کی اندھیریاں مراد ہیں۔ یا اپنے کفر پر جو اس کو اصرار ہے اس کی ظلماتِ متراکمہ کو دریا اور امواج اور سحاب کی ظلماتِ متراکمہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ پس وہ کافر ان اندھیریوں میں مبتلا ہے۔ اب اگر اس کو اللہ ہی اندھیریوں سے نہ نکالے اور نور میں نہ لائے تو کون نکال سکتا ہے اور نور میں لا سکتا ہے اس لیے فرمایا ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِى

اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ

پرند جو پر پھیلائے اڑتے ہیں (وہ) سب اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ
ہر ایک نے اپنی اپنی نماز اور تسبیح معلوم کر رکھی ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ
اور اللہ ہی خوب جانتا ہے جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں　اور آسمانوں

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى
اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کو سزاوار ہے اور اللہ ہی کے

اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ
پاس پھر کر جانا بھی ہے　کیا اے مخاطب! تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ

يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ
ہی بادلوں کو چلاتا ہے پھر وہی ان کے ٹکڑے ملاتا ہے پھر

يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ
وہی ان کو گھنگھور گھٹا بناتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ ان میں سے

يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ
مینہ برساتا ہے　اور وہی آسمانی پہاڑوں سے جو

مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ
بادلوں میں ہیں اولے برساتا ہے　پھر ان کو جس پر

بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ
چاہتا ہے گراتا ہے　اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا

يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ
ہے　اس کی بجلی کی چمک ہے کہ آنکھوں (کے نور) کو

بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ
اچکائے لیے جا رہی ہے۔　(اور) اللہ ہی رات اور دن کو

وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً
بدلتا رہتا ہے بے شک اس میں　آنکھوں والوں کے لیے

لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ
ایک بڑی عبرت ہے　اور اللہ ہی نے تمام

كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ
زمین پر چلنے والے جانوروں کو پانی سے پیدا کیا ہے　پھر بعض تو ان میں وہ ہیں

يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ
جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں　اور بعض ہیں کہ اپنے دو پاؤں

عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ
سے چلتے ہیں　اور بعض ہیں کہ چار پاؤں

عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ
سے چلتے ہیں　اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک

اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾
اللہ　ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَ
البتہ ہم نے کھلی کھلی آیتیں نازل کر دی ہیں[1] اور

اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ
اللہ　ہی جس کو چاہتا ہے سیدھے رستہ کی طرف

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾
ہدایت کرتا ہے۔

ترکیب

الطیر معطوف علی من جمعوا طائر صافات حال من الطیر لے باسطات اجنحتھن۔ علمہ کی ضمیر راجع ہے کل کی طرف وھو الاقوی لان القراءۃ برفع کل علی الابتداء۔ یزجی یسوق برفق۔ بینہ انما جاز دخول بین علی المفرد لان المعنی بین اجزاء السحاب۔ رکاما متراکما بعضہ فوق بعض الودق المطر من خلالہ لے مخارجہ جمع خلل کجبال فی تجبل۔ من السماء من لابتداء الغایۃ من جبال کا من یا زائدہ ہو

[1] جن سے ہماری قدرت اور کمال واضح ہوتا ہے ۱۲ منہ

اور ممکن ہے کہ پہلے من سے بدل ہو علی اعادۃ الجار والتقدیر و ینزل من جبال السماء اے من جبال فی السماء۔ من برد بیان للجبال والمفعول محذوف اے ینزل ابتداء من جبال فیہا من برد برداً۔

تفسیر

انوار قلوب المؤمنین وظلمات قلوب الکافرین کے بعد وہ چند دلائل توحید بیان کرتا ہے جن میں نظر کرنے سے حق سبحانہ اور اس کی توحید کا نور متجلی ہو کر نور پر نور کی کیفیت حاصل ہو جاوے۔

فقال الم تر ان اللہ یسبح الخ یہ اول دلیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان ہی پر کیا موقوف ہے۔ جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے ملائکہ اور روحانیات، اور جو کچھ کہ زمین پر ہے انسان اور حیوان حجر اور شجر بلکہ جو ان کے درمیان ہے پرند جو ہوا میں پر کھولے معلق اڑتے پھرتے ہیں سب اس کی تسبیح کیا کرتے ہیں۔ الم تر سے مراد الم تعلم ہے۔ کیوں کہ ان چیزوں کی تسبیح آنکھوں سے نہیں دیکھتی ہاں دل کی آنکھوں سے دکھلاتی دیتی ہے یعنی عقل سے معلوم ہو سکتی ہے۔

تسبیح کرنے سے متکلمین کے نزدیک ان چیزوں کا اس پر دلالت کرنا مراد ہے کہ ان کا خالق صفات نقصان سے منزہ اور بری اور صفات کمال اور نعوت جلال سے موصوف ہے یعنی تسبیح بدلالۃ الحال ہے نہ بالمقال بعض کہتے ہیں بعض چیزیں زبان سے بھی تسبیح کرتی ہیں عقلاء انسان ملائک جن وغیرہ اور بعض بدلالۃ الحال۔ بعض کہتے ہیں ہر چیز اپنی ایک خاص زبان سے جو اس کو عطا کی گئی ہے اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ جمادات اپنی زبان جمادی سے کرتے ہیں۔ کبھی جمادات کی تسبیح بعض روشن ضمیروں کو بھی سنائی دے جاتی ہے۔ چنانچہ ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کنکریوں کی تسبیح سنائی دی۔ اور نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ولقد کنا نسمع تسبیح الطعام وہو یوکل (رواہ البخاری) کہ ہم کھانے میں کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ اور نباتات اپنی زبان نباتی سے تسبیح کرتے ہیں۔ چنانچہ مسجد نبوی میں کھجور کا ٹنڈ جو مسجد کا ستون تھا جس پر آپ سہارا لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے حضرت کے فراق میں رویا اور اس کا رونا سب کو سنائی دیا (رواہ البخاری) رہے حیوانات پرند اور غیر پرند سو ان کے عجائب افعال اس بات کی صریح دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو ایک قسم کی گویائی اور ادراک عطا کیا ہے اور وہ اللہ کی تسبیح و تقدیس کیا کرتے ہیں اور اللہ نے ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح فطری طور پر تعلیم فرمائی ہے کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ۔ اور اسی لیے بعد میں فرمایا واللہ علیم بما یفعلون۔

اس کے بعد مبدأ و معاد کا مسئلہ ظاہر کرتا ہے وللہ ملک السموٰت والارض کہ ہر چیز کا وجود اسی کی طرف سے ہے اور اسی کے قبضہ میں ہے اسی لیے اس کو تسبیح و تقدیس کا استحقاق ہے والی اللہ المصیر اور پھر اسی کے پاس جانا بھی ہے اس لیے اس کی تسبیح و تقدیس ضرور ہے آخر اسی سے کام پڑے گا۔ حاصل یہ کہ یہ سب عالم مسخر ہے صغریٰ بدیہی الثبوت ہے اس لیے اس کو الم تر سے تعبیر کیا۔ اور جو چیز مسخر اور منقاد ہے وہ خدا نہیں۔ ثابت ہوا کہ عالم میں سے کوئی چیز بھی قابل پرستش نہیں۔ پھر جو ان کو پوجتے ہیں وہ ظلمات متراکمہ ہیں جو ان کے تخیلات باطلہ ہیں گرفتار ہیں۔

الم تر ان اللہ یزجی سحاباً۔ یہ دوسری دلیل ہے کہ اللہ بادل پیدا کرتا ہے پھر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جمع کر کے ان کو گھنگھور گھٹا بناتا ہے اور ان بادلوں میں سے کس لطف کے ساتھ مینہ برساتا ہے۔ یہ نہیں ہونے دیتا کہ

مشک کا دہانہ کھلنے سے جس طرح بے تحاشا پانی گر پڑتا ہے اس طرح گرے۔ یہ بھی حکیم و قدیر کی عجب قدرت ہے۔ پھر اس پر اور حکمت دیکھو وینزل من السماء من جبال فیہا من برد کہ انہیں بادلوں میں سے جو پہاڑ کی مانند ہیں جس طرح مینہ برساتا ہے اسی طرح جسم جامد اولے بھی برسا دیتا ہے جن کو پتھر کہنا بمناسبت من جبال نہایت مناسب ہے۔ اس پر اور بھی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ قابل غور ہے یکاد سنا برقہ یذھب بالابصار کہ اس سرد اور تر جگہ سے کہ جہاں سے اولے اور مینہ برستا ہے بجلی بھی ظاہر کرتا ہے جو سخت آتش بلکہ آتش کی روح ہے پھر وہ اس طرح سے کوندتی ہے کہ دیکھنے والے بھی آنکھ بند کر لیتے ہیں آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اس کے دیکھنے کی تاب نہیں لاتیں۔ پھر عاقل بصیر ان سب چیزوں سے اس قادر حکیم کا جلوہ دیکھ سکتا ہے کہ جس سے عقل کی آنکھیں نہیں چندھیاتیں بلکہ اور بھی اس نور عقلی سے روشن ہو جاتی ہیں۔ کلام میں بلاغت بھی کس درجہ کی ہے کہ مینہ کا سارا سماں باندھ دیا۔

یقلب اللہ الیل والنہار یہ تیسری دلیل ہے کہ اللہ ہی رات دن کو بدلتا ہے رات کے بعد دن، دن کے بعد رات لاتا ہے اور پھر ہر ایک کو چھوٹا بڑا بھی کرتا گویہ آفتاب یا زمین کی حرکت سے ہو مگر ان کی حرکت بھی تو اسی کے یدِ قدرت میں ہے۔ تمام اسباب کا سلسلہ انجام کار اسی کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے بعد ارشاد فرماتا ہے ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار کہ ان میں انہیں کے لیے عبرت ہے جو چشم بصیرت رکھتے ہیں وہی ان دلائل سے بانیٔ عالم کا وجود باکمال سمجھ سکتے ہیں اور اس کی صفات کاملہ سمجھنے کے بعد یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا میں جس قدر نعمتیں ہیں اس کے ہاں سے آتی ہیں وہی مینہ برسا کر دنیا کو آباد کرتا ہے اور سب کے اسباب وہی مہیا کر دیتا ہے۔ اور نیز یہ کہ رحمت ناشکری کے وقت زحمت ہو جاتی ہے۔ بادلوں میں سے پانی بھی برساتا ہے مگر وہیں بجلی اور اولے بربادی کے بھی سامان مہیا کر رکھے ہیں۔ اور نیز دولت کے بعد افلاس اور زوال کے بعد اقبال، عظمت کے بعد تنزلی یہ سب باتیں رات دن کی الٹا پلٹی کی طرح وہی الٹتا پلٹتا ہے۔ اگر عقل ہے تو پھر غیر کی پرستش کبھی نہ کرے۔

واللہ خلق کل دابۃ من ماء الخ یہ چوتھی دلیل ہے کہ اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا پھر کسی کو پیٹ کے بل کسی کو دو پاؤں پر کسی کو چار پاؤں پر چلایا یہ اختلاف اور یہ پیدائش بھی اسی صانع حکیم کا فعل ہے نہ طبیعت کا نہ مادہ کا نہ کسی اور کا۔

سوال۔ بہت سے جاندار پانی سے نہیں پیدا ہوئے۔ جن آگ سے ملائکہ نور سے، آدم خاک سے اور اور نیز موادِ ارضیہ سے بھی حیوانات کو پیدا ہوتے دیکھا ہے۔

جواب۔ من ماء صلہ کل دابۃ کا ہے نہ خلق کا۔ یعنی جو جانور پانی سے بنتے ہیں ان کو اللہ نے ایسا بنایا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصل جمیع مخلوقات کی پانی ہے پھر اس پانی سے اور عناصر پیدا ہوئے جیسا کہ جلد ثانی میں ہم نے بیان کیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دابۃ سے مراد زمین پر چلنے والے جانور ہیں جن کی پیدائش پانی سے ہے پس جن اور ملائکہ ان میں داخل نہیں۔ من ماء کو نکرہ لا کر یہ بتا دیا کہ ہر نوع دابۃ کو اس پانی سے پیدا کیا جس کے ساتھ وہ مخصوص ہے۔ بعض جانور پیٹ کے بل چلتے ہیں سانپ وغیرہ۔ بعض دو پاؤں سے انسان وغیرہ۔ بعض چار سے گائے بھینس گھوڑا وغیرہ اور بھی عجائب مخلوقات ہیں یا کسی کے چار سے زیادہ پاؤں ہیں کنکھجورا وغیرہ تو ان سب کی طرف یخلق اللہ ما یشاء ان اللہ علی کل شیء قدیر میں اشارہ کر دیا۔

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَ
اور اے رسول) منافق یہ تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور

أَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن
فرمانبردار بھی ہو گئے (مگر) اس کے بعد بھی ان میں سے ایک فریق

بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾
پھر جاتا ہے اور وہ تو سرے سے ایمان ہی نہیں لائے تھے

وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ
اور جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف باہم فیصلہ کے لیے

بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٤٨﴾
بلائے جاتے ہیں تو جبھی ایک فریق ان میں سے منہ موڑ لیتا ہے

وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ
اور اگر ان کے لیے حق پہنچتا ہو تو رسول کے پاس گردن

مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ
جھکائے چلے آتے ہیں کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے

أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللَّهُ
یا شک میں پڑے ہیں یا اس سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول

عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ
ان کی حق تلفی کر دے گا (وہ تو ایسا نہیں کریں گے) بلکہ وہ

الظَّالِمُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ
خود ہی ظالم ہیں مومنوں کی بات تو

الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَ
یہی تھی کہ جب ان کو اللہ اس کے رسول کی طرف

رَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا
اس لیے بلایا گیا تھا کہ ان میں فیصلہ کر دیا جائے (تو یہی) کہتے کہ ہم نے

سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ
(حکم) سن لیا اور مان لیا اور وہی لوگ

الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَ
فلاح پانے والے بھی ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول

رَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ
کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور اسکی نافرمانی کو حذر کرتا ہے

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾ وَ
سو وہی کامیاب ہوتا ہے اور

أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن
وہ اللہ کی پکی پکی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آپ

أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۖ قُل لَّا تُقْسِمُوا ۖ
حکم دیں تو ہم اپنے گھر بار چھوڑ کر (ضرور) نکل پڑیں کہہ دو قسمیں تو نہ کھاؤ

طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ
دستور کے موافق حکم برداری چاہیے بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ

بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٣﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ
اس کو (خوب) جانتا ہے کہو اللہ اور اس کے

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا
رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو پھر اگر اس پر بھی پھر جاؤ تو پیغمبر کے

عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ
تو وہی ہے جس کا وہ ذمہ دار ہے اور تم پر وہ ہے جو تمہارے ذمہ لازم کیا گیا ہے

وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى
(کہہ دو) اور اگر اس کا کہا مانو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول پر تو بجز

الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٥٤﴾
اس کے اور کچھ نہیں کہ کھول کر (صاف صاف) پہنچا دیوے ۔

ثلثہ ع ۶ ۱۳

تفسیر

ان دلائل کے بعد جو انسان کے دل میں نور ابدی اور سرور سرمدی پیدا کرتے ہیں چند گمراہ ازلیوں کا تذکرہ کرتا ہے

جو ظلمات میں مبتلا ہیں اور ان ظلمات کے سبب ذرا ذرا سی باتوں میں بھی رسولِ کریمؐ کے اتباع کرنے سے دل چرا جاتے اور حیلہ بہانہ بناتے ہیں۔ یہ چند منافق جو مدینہ منورہ میں رہتے تھے انہیں کی طرف ان آیات میں روئے سخن ہے کہ یہ لوگ منہ سے تو ایمان و فرماں برداری کا اقرار کرتے ہیں اور موقع پر اگر منہ موڑ جاتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ مومن نہیں اور جب کسی باہمی فیصلہ کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تو انکار کر جاتے ہیں اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا تو رسول کے پاس دوڑے چلے آتے ہیں پھر کیا ان کے دل میں مرضِ نفاق ہے یا شک میں پڑے ہوئے ہیں یا یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا؟ بلکہ وہی ظالم ہیں جو ایسی بدگمانی رسول اور اللہ کی طرف جائز رکھتے ہیں۔ ایمان داروں کی یہ شان نہیں بلکہ ان کی یہ شان ہے کہ جب ان کو اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاوے یعنی کوئی حکم دیا جاوے تو سمعنا و اطعنا کے سوا اور کچھ نہ کہیں یعنی یہی کہیں کہ ہم حکم برداری کریں۔ اس سرزنش کے بعد وہ منافق قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اگر آپ ہمیں وطن سے نکل جانے کا بھی حکم دیں گے تو ہم تعمیل کریں گے یعنی ہم دل سے مطیع ہیں۔ فرمایا کہو کیوں جھوٹی قسمیں کھاتے ہو۔ وطن سے نکلنے کا کوئی حکم نہیں دیتا دستور کے موافق طاعت کا اللہ اور رسول حکم دیتا ہے اسی پر قائم رہو اور اس پر بھی قائم نہ رہو گے تو رسول پر کچھ نہیں وہ پہنچا چکا اس کا بار تمہیں پر ہے۔

اب اس میں مختلف روایات ہیں کہ ان آیات میں کون منافق مراد ہیں اور کس خاص معاملہ کی طرف اشارہ ہے؟ مقاتل کہتے ہیں بشر منافق مراد ہے اس کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا جس میں وہ حق پر نہ تھا اس لیے کہتا تھا کہ اس کا فیصلہ کعب بن اشرف سردار یہود کرے گا۔ یہودی جانتا تھا وہ دغاباز ہے اس لیے وہ کہتا تھا کہ آنحضرتؐ کی طرف چلو۔

ضحاک کہتے ہیں مغیرہ بن وائل منافق اور حضرت علی بن ابی طالبؓ میں ایک زمین کی بابت نزاع تھی علیؓ نے کہا آں حضرتؐ سے فیصلہ کراؤ اس نے انکار کیا، واللہ اعلم۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ

اللہ نے تم میں سے ایمان داروں اور اچھے کام کرنے والوں

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي

کے لیے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کو ضرور ملک کی خلافت (حکومت)

الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ

عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا

مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ

کی تھی اور جس دین کو ان کے لیے

دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ

اس نے پسند کیا ہے ان کے لیے اس کو ضرور مستحکم کرے گا اور

لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ

البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ

وہ (باطیعاً) میری عبادت کیا کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کریں گے اور

مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

جو کوئی اس کے بعد بھی ناشکری کرے سو وہی

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

فاسق ہیں اور نماز پڑھا کرو

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

اور زکوٰۃ دیا کرو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ

تاکہ　تم پر رحم کیا جائے۔　اے نبیؐ خیال بھی نہ کرنا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ

کہ منکر ملک میں　(اپنی تدابیر سے) ہم کو ہرا دیں گے

وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع ۱۳

اور ان کا ٹھکانا تو آگ ہے　اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

ترکیب

لیستخلفنهم جواب قسم مضمر اے وعدهم و اقسم لیستخلفنهم۔ یعبدوننی حال من الذین او استیناف۔ لا یشرکون حال من الواو اے یعبدوننی غیر مشرکین۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں وہی فلاح پاویں گے وہی کامیاب ہوں گے۔ آخرت کی کامیابی تو متعدد مقامات پر بیان ہو چکی تھی۔ اب یہاں دنیا کی کامیابی بیان فرماتا ہے بقولہ وعد اللہ الخ اور اس وعدہ کے بعد پھر ان مسلمانوں کو کہ جن کے لیے خلافت و امامت اور زمین پر حکومت و شوکت کا وعدہ کیا ہے و اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ الخ کا حکم دیتا ہے کہ زمین پر اقتدار پا کر اور سلطنت و شوکت حاصل کر کے بنی اسرائیل کی طرح خدا اور اس کے رسول سے برگشتہ نہ ہو جانا بلکہ نماز روزہ اور جمیع امور میں اس کے احکام کی پابندی کرنا جن کی طرف واطیعوا الرسول میں اجمالاً اشارہ ہے تاکہ تم پر رحم کیا جاوے ورنہ قہر الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے شوکت و سلطنت چھین لی جائے گی اور خود دنیا میں اقتدار پا کر خدا سے سرتابی کرتے ہیں اور تکبر میں آ کر دین کی پروا نہیں کرتے ان کو یہ نہ سمجھو کہ وہ خدا کے قبضے میں نہیں رہے دنیا میں بھی وہ رسوا ہوں گے اور آخرت میں بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور نیز اس فقرہ لا تحسبن الخ میں مسلمانوں کو تسلی دیتا اور اپنے وعدۂ خلافت کا وثوق ظاہر کرتا ہے کہ اے مسلمانو! آج جو تم کفار سے دبے ہوتے ہو اور تمہارے مقابلہ میں روم و ایران وغیرہ بڑی بڑی سلطنتیں ہیں یہ سب ہمارے بس میں ہیں، ان کو ہم مغلوب و مقہور کرنے پر قادر ہیں۔

حاکم نے بسند صحیح نیز طبرانی نے ابی بن کعبؓ سے (اس آیت کے شان نزول میں) یوں روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو تمام بزرگ عرب دشمن ہو گیا مسلمان ہر وقت خوف کی حالت میں ہتھیار بند رہا کرتے تھے، اور آرزو کیا کرتے تھے کہ کبھی ایسے بھی دن آئیں گے کہ ہم بھی امن سے رات کو سویا کریں گے کہ بجز خوف خدا اور کسی کا خوف نہ ہوگا ایسی حالت میں ان کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ خصوصاً جنگ احزاب میں تو مسلمانوں پر از حد تکلیف اور سخت خوف و ہراس تھا۔ ابو العالیہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے بھی ایسا ہی کچھ نقل کیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اس وقت کے مسلمانوں سے جو نیک تھے بطور "پیشین گوئی" یہ وعدہ کرتا ہے کہ ہم ان کو زمین پر اس طرح سے خلیفہ کریں گے یعنی سلطنت و حکومت دیں گے کہ جس طرح تم سے پہلوں کو دی تھی حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام وغیرہما کو، اور ان کے حق پسند دین پر ان کو قادر کر دیں گے کہ آزادی سے وہ اپنے مذہب کی پابندی کریں گے کسی کی روک ٹوک نہ ہوگی ہر طرح سے اس مذہب کے پھیلانے پر قادر ہوں گے اور خوف جو ان کو دشمنوں کا رہتا ہے اس کو دور کر کے اس کے بدلہ میں امن دیں گے کسی سے نہ ڈریں گے کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ
اے ایمان والو! تمہارے غلام اور تمہارے وہ
الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ
لڑکے جو حد بلوغ تک نہیں پہنچے تم سے ان
لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۚ
تینوں وقتوں میں اجازت لے کر آیا جایا کریں
مِّن قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ
صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت
تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ الظَّهِيرَةِ
جب کہ تم اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہو
وَمِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ۚ ثَلَاثُ
اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین وقت
عَوْرَاتٍ لَّكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ
تمہاری بے ستری کے ہیں ان وقتوں کے بعد نہ تم پر کچھ گناہ
لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ ۚ طَوَّافُونَ
ہے نہ ان پر کہ آپس میں
عَلَيْكُم بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ كَذَٰلِكَ
ایک دوسرے کے پاس آیا جایا کرے اللہ اپنے
يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۗ وَاللَّهُ
احکام اس طرح کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ
عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٨﴾ وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ
خبردار حکمت والا ہے اور جب تمہارے لڑکے حد
مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا
بلوغ کو پہنچ جاویں تو ان کو بھی اجازت لے کر آنا چاہیے جیسا کہ

دین کو مضبوط کریں۔

یعبدوننی میری عبادت کیا کریں گے اور میرا کسی کو شریک نہ کریں گے یعنی بے کھٹکے عبادت و توحید کو بجا لائیں گے اور نیک ہوں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا وہ فاسق ہے اس پر حمایت الٰہی کا ہاتھ نہ رہے گا۔ صدق اللہ العلی العظیم۔

اس نے یہ وعدہ پورا کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ احزاب کے بعد غلبہ دیا اور پھر آپ کے بعد حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں تمام عرب بلکہ روم و ایران وغیرہ سرسبز سلطنتیں بھی ان کے ہاتھ میں دیں اور نہایت امن کے ساتھ ان کے زمانوں میں دین اسلام کی اشاعت و ترقی ہوئی۔ اس آیت سے خلفاء اربعہ کی خلافت کا برحق ہونا صاف صاف ثابت ہوتا ہے۔ خوارج کا قول باطل ہے جو وہ حضرت عثمانؓ و علیؓ کو خارج کرتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ کا قول بھی غلط ہے جو وہ خلفاء ثلثہ کو خارج سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ فتوحات اسلام تو انہیں حضرات کے عہد میں ظہور میں آئیں اور حضرت علیؓ ان کے عقیدہ کے موافق تقیہ کرتے تھے ان کو امن حاصل نہ ہوا وہ اس آیت کے مصداق ہو نہیں سکتے اور اسی طرح باقی ائمہ اطہار کو تو سرے سے حکومت ہی نہیں ملی اور وہ بھی خوف سے تقیہ کرتے رہے ان کے مہدی تو آج تک ڈر کے مارے کسی غار میں چھپے بیٹھے ہیں۔ افسوس بعد میں مسلمانوں نے فسق و فجور اختیار کیا وہ شوکت و قوت بھی ان کی نہ رہی اور اب بھی باز نہیں آتے۔ مسلمانوں کی ترقی اور قومی شوکت کا یہی سبب ہے جس سے آج کل کے رفقاء رمز غافل ہو کر اور اسباب ترقی تلاش کر رہے ہیں۔ اللھم ارحم المسلمین واھد ھم سواء سبیلھم۔

لہ وحین معطوف علی موضع من قبل ۱۲ تبیان

و نصوص خلفاء اربعہ کی ثبوت

اِسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

ان سے پہلے (یعنی بڑی عمر کے) اجازت لے کر آتے ہیں

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ

اللہ اس طرح کھول کر تمہارے لیے احکام بیان کرتا ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ

اور اللہ علیم حکیم ہے　اور وہ بڑی

مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا

بوڑھی عورتیں　جو نکاح کی رغبت نہیں رکھتیں

فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ

ان پر بھی کچھ گناہ نہیں کہ وہ (اپنے گھروں میں)

ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ

کپڑے اتار دیا کریں (بشرطیکہ زینت کی جگہ نہ کھول دیا کریں

وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ

اور اگر اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہت بہتر ہے اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾

(سب کچھ) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔

ترکیب

ثلث مرات فی الاصل مصدر وقد استعملت ظرفا فعلی ہذا نصبہا علی الظرفیۃ والعامل یستاذنکم و القواعد جمع قاعد عن النکاح ولا من القعود فقاعدۃ۔

تفسیر

من جملہ اطاعت اللہ اور اس کے رسول کے ایک استیذان و اجازت کا مسئلہ بھی ہے۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو ادب سکھاتا ہے جو تدبیر المنزل کے متعلق ایک بڑا اہم مسئلہ تھا جس سے آج تک تمام کتب الہامیہ خالی تھیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری لڑکے کو حضرت عمرؓ کے بلانے کو بھیجا، دوپہر کا وقت تھا عمرؓ سوتے تھے گھر میں گھس گیا اور عمرؓ کو بیدار کیا۔ عمرؓ کا کپڑا کچھ کھل گیا تھا۔ دل میں خیال آیا کہ ان کے آنے جانے کی بابت بھی کاش خدا تعالیٰ کوئی حکم نازل کرے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آتے ہی حضرتؐ نے یہ آیت سنائی۔ شاید اس آیت کے سنانے کے لیے بلایا ہو۔

مقاتل کہتے ہیں اسماء بنت مرثد کا ایک بڑا لڑکا تھا وہ گھر میں ایک بار ایسے وقت آیا جو ان کو ناگوار معلوم ہوا اس نے آں حضرتؐ سے ذکر کیا تب یہ آیت نازل ہوئی (معالم) اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر مرد اور اجانب جوان یا بالغوں کو تو اجازت لے کر آنے کا پہلے حکم ہو چکا تھا بقولہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا الآیۃ اب رہے تھے لڑکے بالے جو حد بلوغ تک نہیں پہنچے جن سے عادۃً پردہ نہیں کیا جاتا وہ اپنے گھر کے ہوں یا بیگانے اور اسی طرح اپنے غلام اور لونڈی سے بھی آنے جانے میں پردہ نہیں ہوا کرتا یہ خادم ہیں ہر وقت آقا کے پاس آتے جاتے ہیں اس بارے میں کوئی حکم نہیں آیا تھا لیکن مسلمانوں کو بے وقت آنا

لہ یعنی بڑی بوڑھی عورتیں جو نکاح کے قابل نہ رہی ہوں اپنے گھروں میں اپنے بالائی کپڑے اتار کر بیٹھا کریں۔ بشرطیکہ زینت یعنی وہ اعضاء جو عورتوں کی زینت ہیں سینہ اور رانیں نہ کھول دیا کریں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ۱۲ منہ۔

حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى

اور نہ　بیمار　پر　اور نہ　خود

اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ

تم پر　اس بات میں　کہ تم اپنے گھروں سے کھانا کھاؤ

اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ

یا اپنے باپ کے گھروں سے　یا اپنی ماؤں کے گھروں سے

اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ

یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے　یا اپنی بہنوں کے گھروں کو

اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ

یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے　یا اپنی پھوپیوں کے گھروں سے

اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ

یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے　یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے

اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ

یا اُن گھروں سے کہ جن کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہوں یا اپنے دوست کے گھروں کو

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا

تم پر کچھ گناہ نہیں　کہ　مل کر

جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ۭ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا

کھاؤ　یا　الگ الگ　پھر جب گھروں میں داخل ہوا کرو

فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ

تو اپنے لوگوں پر سلام کر لیا کرو　جو مبارک اور

عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ

عمدہ　دعا اللہ کی طرف سے ہے اسی طرح

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

اللہ کھول کھول کر احکام بتلاتا ہے　تاکہ تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

سمجھو

ان کا بھی ناگوار معلوم ہوتا تھا اور ہونا بھی چاہیے۔ بھلا کس کا دل چاہتا ہے کہ سونے کے وقت جب کہ کپڑے اتار دیے ہوں کوئی ہوشیار لڑکا گو بالغ نہ ہوا ہو خواہ وہ اپنا عزیز ہی کیوں نہ ہو یا اپنا غلام ہو بے محابا چلا آوے؟ اس لیے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو! چاہیے کہ تمہارے غلام اور نابالغ لڑکے تین وقتوں میں تم سے اجازت لے کر آیا کریں صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب کہ کپڑے اتار دیے جاتے ہیں (یہ گرمی میں گرم ملکوں میں عام عادت ہے) اور نماز عشاء کے بعد۔ ان اوقات کے بعد پھر اور وقتوں میں بے اجازت اور بے اطلاع آنے جانے کی کچھ ممانعت نہیں، اور وہ لڑکے جب بالغ ہو جاویں تب ان کو ہمہ وقت اسی طرح سے اذن لے کر آنا چاہیے کہ جس طرح ان کو بڑے اور بالغ لوگ اذن لے کر آیا کرتے ہیں کما استاذن الذین من قبلھم سے یہی مراد ہیں نہ کہ پہلی امتوں کے لوگ۔ ان خاص وقتوں کے علاوہ جب کہ بے اذن و بے اطلاع آنے کی غلاموں اور لڑکوں کو اجازت دی گئی تو اس کے ساتھ گھر میں عورتوں کو کس حال میں رہنا چاہیے؟ اس کی بھی تشریح کر دی۔ یہ نہیں کہ جوان عورت گھر میں ننگ دھڑنگ رہا کرے یا ستر غلیظ ڈھانکنے کے لیے کوئی کپڑا باندھ کر باقی برہنہ رہا کرے جیسا کہ بعض قوموں میں دستور ہے۔ بلکہ گھر میں بھی ستر پردہ کے کپڑے پہنے رہے والقواعد من النساء الآیۃ بڑی بوڑھی عورتوں کو اوڑھنا یا چادر اتار دینا کچھ مضائقہ نہیں اس طرح پر کہ چھپانے کے اعضاء نہ کھلیں اور اگر یہ بھی گھر میں سر کی اوڑھنی وغیرہ نہ اتارا کریں تو بہتر ہے۔ عواقب امور کو اللہ جانتا ہے۔ یہ پہلے حکم کا تکملہ ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ

نہ تو　اندھے ہی پر کچھ گناہ ہے　اور نہ　لنگڑے پر

ترکیب

تحیۃ مصدر من معنے سلموا لان السلم وحیا بمعنیٰ۔ من عند اللہ ظرف مستقر صفۃ التحیۃ۔

تفسیر

اجازت اور گھروں میں جانے کا ذکر آیا تھا اس لیے اس کے بعد باہم مواکلت اور مشاربت کے مسئلہ کو بھی طے فرما دیا بقولہ العظیم لیس علی الاعمٰی حرج الخ عبدالرزاق نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں میں یہ دستور تھا کہ کسی اندھے یا لنگڑے یا بیمار کو کھانا کھلانے کے لیے اپنے باپ وغیرہ اقارب مذکورہ فی الآیت کے گھر لے جا کر کھانا کھلا دیا کرتے تھے۔ مگر وہ لوگ اپنے تقوٰی و دیانت سے اس میں تردد کرتے تھے کہ ہم کو بیگانہ گھروں میں لے جا کر کھانا کھلاتے ہیں یہ آیت نازل ہوئی کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی درست ہے۔

اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ لوگ اندھے اور بیمار اور لنگڑے کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں تامل کرتے تھے اور نیز ان گھروں سے کھانے میں تامل تھا۔ پھر اس کی چند وجوہ بیان کی ہیں۔ اندھے کے ساتھ اس لیے کہ اس کو کھانے میں امتیاز نہیں رہتا۔ اور لنگڑے کے ساتھ اس لیے کہ مجلس طعام میں اس کی نشست حرج انداز خیال کی جاتی تھی، اور بیمار سے تو تنافر طبعی ہوا ہی کرتا ہے۔ پس خدائے تعالیٰ نے رخصت دی۔ صاف معنی یہ ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ الخ تو تقوٰی و پرہیزگاری کی وجہ سے لوگوں کو یہ بات پیدا ہو گئی کہ اپنے ہی گھروں سے کھانا کھانا درست جانتے تھے رشتہ داروں دوستوں کے گھر سے کھانا ان کا ناحق مال کھانا سمجھتے تھے اور اسی احتیاط سے اندھے کے ساتھ اور بیمار اور لنگڑے کے ساتھ مشترک کر کے نہ کھاتے تھے کہ اندھے کو اچھا لقمہ نہ سوجھے اور میں کھا جاؤں اور بیمار اپنا پورا حصہ نہ کھا سکے گا اور لنگڑے کے آنے میں دیر ہونا معمولی بات ہے مبادا اس سے پیشتر کھایا جاوے اور نیز وہ اچھی طرح بیٹھ بھی نہیں سکتا کہ پورا حصہ برابر کھاوے اور نیز چند آدمی باہم مل کر اسی خیال سے نہ کھاتے تھے کہ مبادا حصہ سے زیادہ کھایا جاوے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ حرج و دقت کی بات ہے شرع نے تم کو تنگ نہیں کیا ہے اس لیے اندھے اور بیمار اور لنگڑے کو اور خود تم کو اجازت ہے کہ حسب دستور قوم اپنے گھروں سے اور اپنے رشتہ داروں کے گھروں سے اور اپنے دوستوں کے گھروں سے اور نیز اس کے گھر سے کہ جس نے تم کو اپنی کنجیاں دے کر مختار کر دیا ہے باہم مل کر کھاؤ یا جدا جدا۔ کس لیے کہ عرب میں عادت اور دستور ہے کہ وہ اپنے عزیزوں دوستوں کے کھانے سے خوش ہوا کرتے ہیں سو یہ اجازت ہے۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ جہاں دستور نہ ہو یا یہ معلوم ہو کہ ہمارے کھانے سے یہ ناخوش ہوگا تو ہرگز جائز نہیں کہ اس کی اجازت بغیر اس کے گھر سے کھائے ان تاکلوا من بیوتکم اپنے گھروں سے کھانے کی جو اجازت دی حالانکہ اجازت کی کوئی بھی ضرورت نہیں تو اس لیے کہ اپنے گھروں سے مراد اپنی بیویوں کے گھر ہیں یا اپنی اولاد کے گھر۔ اور اس لیے بیویوں اور اولاد کے گھروں کا ذکر آیت میں نہیں آیا۔ فاذا دخلتم بیوتا الخ پھر جب تم ان گھروں میں کھانا کھانے جاؤ تو اول سلام کہہ لیا کرو گویا یہ اجازت مانگنا ہے۔ علی انفسکم سے مراد اپنے لوگ ہیں کیوں کہ احباب رشتہ دار بمنزلہ ایک جان کے ہیں اور جو وہاں کوئی نہ ہو تو خود اپنے اوپر سلام کہو السلام علینا من قبل ربنا کیونکہ فرشتے جواب دیتے ہیں اور یہ سلام کہنا جس میں سلامتی کی

طرف اشارہ ہے اور نیز یہ اللہ کا نام ہے اور مذہب اسلام سے بھی خبر دیتا ہے۔ تمہارے رب کی طرف سے مبارک دعا اور سلام ہے نہ کہ بندگی و کورنش وغیرہ۔

مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ

سٹک جاتے ہیں　پس جو لوگ　رسول کے حکم

يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ

کی مخالفت کیا کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت

فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾

آ جائے　یا ان پر　اور کوئی عذاب دردناک نازل ہو جائے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا

مومن تو　وہی ہیں　کہ جو　اللہ اور اس کے

بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ

رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب وہ رسول کے ساتھ

عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ

کسی ایسے کام میں ہوتے ہیں کہ جس میں جمع ہونے کی ضرورت ہو تو جب تک رسول سے اجازت

يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ

نہیں لیتے تو نہیں جاتے (اے رسول) جو لوگ تم سے اجازت لیتے ہیں

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

وہی　دراصل　اللہ اور اس کے رسول پر ایمان

وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ

رکھتے ہیں (اے نبی) پھر جو وہ اپنے کسی کام کے لیے اجازت

شَأْنِهِمْ فَأْذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ

مانگیں　تو ان میں سے جس کو آپ چاہیں اجازت بھی دے دیا کریں

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا بھی کریں بے شک اللہ بخشنے والا

رَحِيمٌ ﴿٦٤﴾ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ

مہربان ہے　(مسلمانو!) رسول کے بلانے کو

بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ

آپس کے ایک دوسرے کے بلانے جیسا نہ سمجھو

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ

اللہ ان کو بھی جانتا ہے کہ جو　موقع پا کر

ترکیب

دعاء الرسول المصدر مضاف الی المفعول لے دعاکم الرسول۔ لواذا مصدر فی موضع الحال ویجوز ان یکون منصوبا بیتسللون۔

تفسیر

یہاں سے رسول کی اطاعت کے بارے میں مدینہ کے منافقوں کی مذمت کا بیان ہے جو وہ اس سے پہلو تہی کرتے تھے اس مناسبت کے لیے سورت کا تتمہ اسی قسم کے آداب پر کرنا ان کے دل میں کیفیت نورانی کا پیدا کر دینا ہے اور ان سب امور کے مصالح اور حکمتوں کی طرف واللہ بکل شیء علیم میں اشارہ کر دیا۔ اور علم چونکہ

نور ہے اس لیے کلام کو اس کے ساتھ ختم کیا۔

ابن اسحاق اور بیہقی نے دلائل میں عروہ و محمد بن کعب قرظی وغیرہما سے روایت کی ہے کہ غزوۂ احزاب کے ایام میں ابوسفیان قریش کو لے کر چڑھ آیا اور دومۃ الجندل کنوئیں کے پاس آ اترا۔ اُدھر قبیلہ غطفان نے آکر اُحد پہاڑ کے نیچے ڈیرہ ڈال دیا مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر پاکر مدینہ کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا، خود بنفس نفیس اور مسلمان بھی اس میں شریک ہوئے۔ مگر منافقوں نے پہلوتہی کی ذرا سی بات کا بہانہ کرکے بغیر اجازت و اذنِ رسول کریم کے چلے جایا کرتے تھے اور جو کسی مسلمان کو کوئی ضرورت پیش آتی تھی تو آپ سے اجازت لے کر جاتا اور کام سے فارغ ہوکر پھر شریک ہوجاتا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنین کی مدح میں آیت نازل فرمائی انما المؤمنون الذین الخ اور ضمناً اس میں منافقوں کی مذمت ہے کہ وہ جو اس کا خلاف کرتے ہیں حقیقی مؤمن نہیں ہیں۔ ان اللہ غفور رحیم میں اس طرف اشارہ بھی کردیا کہ ان کو ضروری کام میں اذن لے کر جانا گو جائز ہے مگر تب بھی معافی مانگنا چاہیے۔

امر جامع یعنی وہ کام جو اجتماع کو واجب کرے امر کو جامع علیٰ سبیل المجاز کہا گیا۔ پھر اس امر جامع کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ ایسا کام جس میں مسلمانوں کا مجمع ضروری سمجھا جاوے جیسا کہ مخالفین سے لڑائی۔ یا کوئی تعمیر و عمل کے متعلق ایسا کام کہ جس میں عام منفعت ہو یا کوئی مشورہ، اس میں جمعہ اور عیدین بھی شامل ہیں۔ جب امر جامع میں سردار کی اطاعت کا حکم دیا اور مخالفت سے منع کیا تو سردار کے متعلق آداب کا بیان کرنا بھی مناسب ہوا کیوں کہ سردار کی عظمت بغیر کسی امر جامع کا انتظام نہ ہوگا فقال لا تجعلوا دعاء الرسول الخ یہ گیارہواں حکم ہے اس آیت کے معنی میں تین قول ہیں۔ اول یہ کہ رسول جو تم کو پکارے بلائے تو ان کے بلانے کو آپس کے ایک دوسرے کے بلانے کی طرح سرسری نہ سمجھا کرو بلکہ فی الفور حاضر ہوا کرو اور تعمیل حکم کیا کرو۔

دویم یہ کہ رسول کی دعا کو آپس کی دعاؤں کی طرح نہ سمجھا کرو۔ رسول جس کام کے صلہ میں دعا دیں تو وہ دعا مستجاب ہے اور جس کو بددعا دیں تو وہ بھی مقبول ہے۔ برخلاف عام لوگوں کی دعاؤں و بددعاؤں کے۔

سویم وہ معنی ہیں جن کو ابونعیم نے ابن عباسؓ سے بطریق ضحاک نقل کیا ہے کہ لوگ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد، یا ابوالقاسم نام لے کر پکارا کرتے تھے کہ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو اس کا نام لے کر پکارا کرتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اس طرح نہ پکارو بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کے پکارو اور اسی طرح اور بزرگان دین کے ساتھ بھی ادب ملحوظ رکھنا لازم ہے۔

قد یعلم اللہ الخ یہاں تعلیم ادب مؤمنوں کی مدح کے بعد منافقوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ آنکھ بچا کر نکل جانے والے ہم سے مخفی نہیں رہ سکتے، رسول کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ دنیا میں ان پر کوئی بلا نہ آپڑے۔ بیماری، تنگدستی، دشمن سے مقہور ہونا، مرگِ ناگاہ، زلزلہ وغیرہ اور آخرت میں دردناک عذاب میں نہ مبتلا ہوجاویں اللہ کو تمہارا سب حال معلوم ہے۔ ما انتم علیہ اس کے قبضۂ قدرت میں آسمان و زمین ہے عذاب بھیجنے پر بھی قادر ہے۔ اب تم زبان سے جو چاہو لاف زنی کرو مگر جس روز مرکر اس کے پاس جاؤ گے وہ تم کو تمہارے سب کرتوت بتلا دے گا واللہ بکل شیٔ علیم۔

سورۂ فرقان

مکیہ ہے اس میں ستر آیات اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى

اس کی بڑی برکت ذات ہے کہ جس نے اپنے بندے پر قرآن

عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ①

نازل کیا تاکہ تمام جہان کو ڈر سنایا کرے

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

وہ ذات کہ جو آسمانوں اور زمین کا

الْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ

مالک ہے اور اس نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ کوئی

لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ

اس کی سلطنت میں اس کا شریک رہا ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا

شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ② وَاتَّخَذُوْا

کر کے ایک اندازہ پر قائم کر دیا اور لوگوں نے تو اس کے

مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا

سوا اور معبود مقرر کر رکھے ہیں کہ جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے

وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ

حالانکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ اور وہ خود اپنی ذات کے لیے

لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّ

ضرر کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ نفع کا اور

لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً

موت کا [illegible]

وَّلَا نُشُوْرًا ③

[illegible] زندہ ہونے کا

ترکیب

لیکون ۱۲ اسم ضمیر جو عبد کی طرف راجع ہے یا فرقان کی طرف یا اللہ کی طرف پھرتی ہے لیکون کا لام لسول سے متعلق ہے الذی یا تو اول الذی سے بدل ہے یا خبر ہے مبتدا محذوف کی ولم یتخذ جملہ کلام سابق پر معطوف واتخذ دا جملہ مستانفہ ۔

تفسیر

یہ سورت مکہ میں ہجرت سے پہلے اس وقت نازل ہوئی تھی جب کہ مشرکین مکہ کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجوم تھا اور وہ حضرت کی رسالت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر طرح طرح کے شبہات کیا کرتے تھے اور بت پرستی کے دریا میں غرق تھے اور خدا تعالیٰ کو اور اس کی صفات کو غلط طور پر لینے اور ہام باطلہ کے موافق سمجھ رکھا تھا اس سورت میں ان سب باتوں کا جواب ہے۔

سورۂ نور کے اخیر میں یہ جملہ تھا قد یعلم ما انتم علیہ اللہ کو اللہ کو معلوم ہے کہ جس حال میں تم ہو جس دن تم دنیا سے لوٹ کر اس کے پاس آؤ گے تو وہ تمہیں بتلائے گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے۔ اس کلام میں اول تو عرب کے ان اعمال فاسدہ کی طرف تنبیہ تھی جن میں وہ شب و روز غرق تھے اور ظلمات میں مبتلا تھے۔ اس کا تدارک تو اس سورت کے آخر میں بیان فرمایا۔ اور نیز سورۂ نور میں حکمت عملیہ کے متعلق بہت کچھ ابتدا ہو چکا تھا مگر ان کاموں میں سے ہر ایک سے بت پرستی

تھی۔ دوم اس جملہ میں مرکر خدا کے پاس جانے اور نیک و بد کی جزا و سزا پانے کا اشارہ تھا مگر یہ دو باتیں عرب کے مشرکوں کے بالکل خلاف تھیں پھر جو ان باتوں کو رد کرنے والی چیز تھی تو وہ نبوت تھی کہ دنیا میں ایک شخص دعویٰ کرکے یہ کہے کہ میں خدا کی طرف سے تمہیں ان باتوں سے منع کرنے کو آیا ہوں۔ یہ اور بھی ان کے نزدیک حیرت انگیز بات تھی۔ اس لیے ان تینوں مسائل کا جو اصول مذہب ہیں اس سورت کے اول میں ثابت کرنا ضروری ہوا۔ سب سے اول مسئلہ نبوت شروع کیا کس لیے کہ اسی پر زیادہ توحید و معاد کے مسئلہ کی بنیاد ہے۔

مشرکین کے مسئلہ نبوت میں یہ شبہات تھے۔ اول شبہ ان کا یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کو کیا غرض ہے جو اس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی؟ دوم اگر نازل ہی کرنا تھا تو اپنے کسی اُس بابرکت شخص پر نازل کرنا تھا جس کو اس نے اپنی سلطنت کے اختیارات دے رکھے ہیں جیسا کہ ہمارے معبودات منات یا ملائکہ وغیرہ۔ سوم پھر اس قرآن سے کیا فائدہ ہے؟ پس ان سب باتوں کا جواب ان آیات میں کس لطف و خوبی کے ساتھ دیا جاتا ہے فقال تبارک الذی الخ یہ اول شبہ کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا برکت والا ہے (قال الزجاج تبارک تفاعل من البرکۃ والبرکۃ کثرۃ الخیر وزیادۃ) بندوں کو خیر اور بھلائی پہنچانا اسی کا کام ہے پس اس نے بندوں کو بھلائی پہنچانے اور سعادت دارین تک لے جانے کے لیے اپنے ایک بندے پر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب کیسی کتاب فرقان یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والی نازل کی، اس میں ضرورت نزول قرآن کی طرف بھی اجمالی اشارہ کیا گیا کہ لوگوں کے عقائد اور افعال سلیمہ اور غیر سلیمہ میں توہمات باطلہ سے امتیاز نہیں رہا تھا یہی کتاب ہے جو ان میں فرق کرتی ہے۔

لیکون للعٰلمین نذیرا یہ تیسرے شبہ کا تفصیلاً جواب ہے کہ اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ عالمین یعنی سب جہان کے لوگوں کو متنبہ کردے کہ تمہارے ان عقائد اور ان افعال پر دنیا و آخرت میں یہ سب مصائب پیش آنے والے ہیں ان سے پُر حذر رہو۔ اُس عہد میں عرب ہند روم شام سب ملکوں میں کفر و شرک و فسق کا دریا طغیانی پر تھا، اس لیے سب کا نذیر آں حضرتؐ کو قرار دیا گیا۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ آں حضرتؐ کل عالم کے نبی ہیں انسانوں کے علاوہ جنوں کے بھی۔

الذی لہ ملک السمٰوٰت الخ میں دوسرے شبہ کا جواب اور ان کے عقائد باطلہ کا رد ہے کہ اس کے قبضہ میں آسمان و زمین ہیں، اس کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ اس کی سلطنت میں کسی کا کچھ حصہ ہے بلکہ ہر ایک شے اسی کے ایک خاص اندازہ سے پیدا ہوئی ہے سب مخلوق کو اس سے رشتۂ عبودیت کے سوا اور کوئی رشتہ نہیں پھر کیا وجہ کہ وہ اپنے ایک بندہ پر اپنا کلام نازل نہ کرے اس میں ضمناً مسئلہ توحید کی طرف بھی اشارہ ہے۔

واتخذوا الخ یہاں سے مسئلہ توحید شروع ہوتا ہے کہ لوگوں نے غلط توہمات سے خدا کے سوا اور معبود بنائے ہیں کہ جو کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتے بلکہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور خدا کے لیے یہ بات ضرور ہے کہ وہ پیدا کرتا ہو اس کو کسی نے پیدا نہ کیا ہو۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ خاص اپنے نفع نقصان کا بھی تو انہیں اختیار نہیں اور نہ کسی کو مار سکتے ہیں نہ جلا سکتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

اور کافروں نے کہہ دیا کہ یہ قرآن کچھ نہیں مگر

اِفْكُ ۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ

جھوٹ جس کو خود گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس پر مدد

ع ۹/۱۶

اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝

کی ہے پس وہ منکر تو بڑے ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے — پس وہ تو ایسے گمراہ ہوئے کہ رستہ بھی نہیں پا سکتے

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ

اور کہنے لگے کہ (قرآن) اگلوں کی کہانیاں ہیں کہ جن کو اس نے لکھوا لیا ہے — اس کی بڑی بابرکت ذات ہے اگر چاہے تو (دنیا میں) آپ کے لیے

فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

سو یہی اس پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۔ — اس سے بھی بہتر ایسے باغ پیدا کر دے کہ جن میں پڑی نہریں

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝

بہا کریں — اور آپ کے لیے محل بھی تیار کر دے۔

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي

(سو اے نبی آپ) کہہ دو کہ اس کو تو اس نے نازل کیا ہے کہ جو آسمانوں اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ

زمین کی مخفی باتیں جانتا ہے بے شک وہ بخشنے والا

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا

مہربان ہے (جو غفور اس نہیں دیتا) اور (منکر یہ بھی) کہتے ہیں اس رسول کو

الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ

کیا ہوا جو کھانا کھاتا اور بازاروں

فِي الْاَسْوَاقِ ۙ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ

میں پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں

مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ

بھیج دیا گیا کہ اس کے ساتھ وہ بھی ڈر سنایا کرتا یا

يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ

اس کے پاس کوئی خزانہ آپڑتا یا اس کے لیے کوئی

جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ

باغ ہوتا کہ جس میں سے وہ کھایا کرتا اور ظالموں نے (یہ بھی) کہہ دیا

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝

کہ تم تو بس ایک ایسے شخص کے تابع ہو گئے ہو کہ جس پر جادو کیا گیا ہے۔

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ

(اے نبی) دیکھو تو تمہارے لیے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں

ترکیب

افتریٰ کا فاعل ضمیر جو عبد کی طرف راجع و ضمیر فرقان کی طرف راجع اعانہ کی عبد کی طرف علیہ کی ضمیر افتریٰ کی طرف قوم اٰخرون اعان کا فاعل ظلماً وزوراً مفعول جاءو کا یا مصدر موضع حال میں ان شاء شرط جعل جوابہ و ہو کونہ ماضیا یجوز ان یکون فی محل الرفع والجزم فما عطف علیہ یجوز ان یکون مرفوعا او مجزوما کما قرء الجمہور۔

تفسیر

ان آیات میں ان کے اور چند شبہات کا جواب ہے جو رسالت کی بابت تھے کہ محمدؐ نے قرآن کو از خود بنا لیا ہے اور دیگر لوگ (جس سے ان کا اشارہ اہل کتاب کی طرف تھا) اس کے اس کام میں مددگار بن گئے ہیں وہی لوگ انبیاء سابقین کے حالات اور ان کی شریعتوں کے احکام اس کو بتاتے ہیں یہ اپنی فصیح عبارت میں جمع کر لیتے ہیں۔ آج کل بھی متعصب لوگ یہی کہا کرتے ہیں اس شبہ کو قال الذین کفروا سے شروع کیا الذین کفروا میں اشارہ کر دیا کہ ایسی بے ہودہ باتیں کافر ہی بنایا کرتے

بیت انبیا کی نسبت بھی اس سے بڑھ بڑھ کر شبہات کیا کرتے تھے چوں کہ یہ شبہ محض لچر و بوچ ایک بدگمانی پر مبنی تھا اس لیے اس نے جواب میں یہی کہہ دینا کافی تھا کہ فقد جاءو ظلما و زورا ۝ کہ یہ بڑی بے انصافی اور عجب بات ہے کون سا کتاب ہے جو آپ کو تعلیم کرتا ہے؟ اور آپ قبل نبوت بہ عرب میں صداقت و راستی سے موصوف تھے دنیا کے معاملہ میں کبھی جھوٹ نہ بولا بھلا خدا کے معاملہ میں جھوٹ بول کر دنیا کو دشمن بناتے؟

وقالوا اساطیر الاولین ۝ یہ ایک دوسرا شبہ ہے جو فی الحقیقت پہلے شبہ کا تتمہ ہے کہ یہ قرآن پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ موسیٰ، فرعون، عاد و ثمود وغیرہم لوگوں کے تذکروں کی طرف ان کا ایما ہے جو قرآن مجید میں بصیغہ عبرت کے لیے ذکر ہوئے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا ہے قل انزلہ الذی ۝ کہ اس کو اس نے نازل کیا ہے کہ جو آسمانوں اور زمین کے اسرار اور مخفی باتوں سے واقف ہے۔

یعنی جب کہ محمد نہ پڑھے لکھے ہیں نہ کسی کے شاگرد ہیں نہ کہیں باہر کے ملکوں میں پھر کر آئے ہیں پھر پہلے لوگوں کے حالات صحیح طور پر کہ جن کو اہل کتاب اور اہل تاریخ بھی اس کیفیت سے نہیں بیان کر سکتے کہاں سے معلوم ہو گئے اور تم کو معلوم نہ ہوئے۔ نہیں بلکہ اسی عالم الغیب نے حضرت کو بتلائے ہیں۔ وہ غفور رحیم ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ غفور رحیم ہے ورنہ اس انکار کا مزہ دنیا ہی میں معلوم کرا دیتا۔

(۲) شبہ یہ تھا کہ رسول فرشتہ خصال ہونا چاہیے کہ جو نہ کھائے نہ دنیا کے کاروبار کے لیے بازاروں میں آئے جائے یا شاہ مرفہ الحال سا ہو کہ جو ہمارے جیسا کھانا نہ کھاوے بلکہ اس کے پاس کوئی آسمانی خزانہ ہونا چاہیے او یلقی الیہ کنز کہ جس کی وجہ سے عمدہ کھانا کھاوے اور اس کے نوکر چاکر بازاروں میں سودا خرید و فروخت کیا کریں یا اس کے پاس کوئی ایسا باغ ہو کہ مطرح کے میوے وہاں سے کھایا کرے یہ شبہ وقالوا مال ھذا الرسول سے یاکل من الطعام ہے۔ ولولا انزل الیہ ملک ۝ اسی شبہ کی تائید میں ایک تیسرا شبہ تھا کہ اس کی تصدیق کے لیے کوئی فرشتہ کیوں نہ بھیجا گیا کہ اس کے ساتھ وہ بھی پیغام پہنچاتا تاکہ لوگوں کو یقین آ جاتا۔

وقال الظالمون ۝ یہ ان کا ایک اور طعن تھا کہ جب اس کے پاس خزانہ نہیں ہے نہ باغ تو دیوانہ ہے اس پر کسی نے سحر کر دیا، اس جادو کے مارے بہکے دیوانہ کے لوگ تابع ہو گئے ہیں اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ حضرت کی تسلی کرتا ہے کہ انظر کیف ضربوا ۝ دیکھو یہ بخت آپ کو کیا کیا کہتے ہیں گمراہ ہیں اور راست نہیں ہو سکتے۔ یعنی بیہودہ کہتے ہیں آپ کچھ خیال نہ کریں۔

تبارک الذی ان شاء جعل ۝ وہ بڑی برکت والا ہے۔ اگر چاہے تو اے نبی دنیا میں تمہارے لیے اس سے بھی بہتر باغ بنا دے کہ جس کے نیچے نہریں چلا کریں اور آپ کے لیے عمدہ محل رہنے کے لیے تیار کر دے مگر دنیا چند روزہ ہے۔

بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ وَأَعْتَدْنَا

کہ ہوں نے تو قیامت کو جھوٹ سمجھ لیا ہے اور ہم نے بھی قیامت

لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ﴿١١﴾

کے جھٹلانے والے کے لیے دوزخ ہی تیار کر رکھی ہے۔

إِذَا رَأَتْهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ

جب وہ ان منکروں کو دور سے دیکھے گی (تو جوش میں آئے گی)

سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ﴿١٢﴾

یہ اس کے جوش و خروش کی آواز سنیں گے

وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا

اور جب کہ وہ اس کے کسی تنگ مکان میں (ہاتھ پاؤں) جکڑ کر

مُقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ﴿١٣﴾

ڈال دیے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے۔

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَّاحِدًا وَّ

(کہا جاویگا) ایک موت کو نہ پکارو (بلکہ)

ادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ﴿١٤﴾ قُلْ أَذٰلِكَ

بہت سی موتوں کو پکارو (اے نبی ان سے) پوچھو کیا یہ

خَيْرٌ أَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي وُعِدَ

بہتر ہے یا وہ جنت کہ جس کا پرہیزگاروں کے لیے

الْمُتَّقُونَ ۚ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاءً وَّ

وعدہ کیا گیا ہے جو ان کا بدلہ اور ٹھکانا

مَصِيرًا ﴿١٥﴾ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ

ہوگی؟ وہاں ان کو جو چاہیں گے ملے گا

خَالِدِينَ ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ وَعْدًا

وہ اس میں سدا رہیں گے (اے نبی) اس کا تمہارے رب نے ایسا وعدہ کیا ہے جو

مَّسْئُولًا ﴿١٦﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَ

پوچھا جاسکتا ہے اور جس دن کہ اللہ ان کو اور ان کے

مَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ

معبودوں کو جمع کرے گا کہ جن کو وہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے تو ان سے فرمائیگا

أَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَٰؤُلَاءِ

کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا

أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ﴿١٧﴾ قَالُوا

یا وہ خود راہ بھول گئے تھے؟ (تو ان کے معبود کہیں گے)

سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنبَغِي لَنَا أَن

تو پاک ذات ہے ہمیں یہ کب لائق تھا کہ تیرے سوا اور

نَّتَّخِذَ مِن دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَ

کسی کو کارساز بناتے ؎

؎ جب ہم نے تیرے سوا اور کو کارساز نہ بنایا تو ہم اوروں کے کیونکر کارساز بنتے حاشیہ

لٰكِن مَّتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ

لیکن تو نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا میں) یہاں تک آسودگی دی تھی

نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ﴿١٨﴾

کہ وہ (تجھے) یاد کرنا بھول گئے تھے اور وہ تھی بھی غارت ہونے والی قوم

فَقَدْ كَذَّبُوكُم بِمَا تَقُولُونَ فَمَا

(اللہ فرمائیگا سو تمہارے معبودوں نے) تمہیں جھٹلا دیا پس

تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ

اب تم پر سزا ثابت ہوگئی جس کو نہ تم ٹال سکتے ہو اور نہ کسی سے بدلے سکتے ہو

وَمَن يَظْلِم مِّنكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا

اور جس نے تم میں سے (ایسا ظلم کیا ہوگا) اسکو ہم بڑا عذاب

كَبِيرًا ﴿١٩﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ

چکھائیں گے (اور اے نبی) تم سے پہلے ہم نے ایسا کوئی

مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ

بھی رسول نہیں بھیجا کہ جو کھانا نہ

الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ ۗ

کھاتے ہوں اور بازاروں میں نہ پھرتے ہوں

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۗ

اور ہم نے تم میں سے ایک کو دوسرے کے لیے آزمائش بنا دیا ہے

أَتَصْبِرُونَ ۗ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ﴿٢٠﴾

مسلمانو! کیا اب بھی صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب تو دیکھ ہی رہا ہے۔

ع ۲ ۱۱ ۱۷

مصنف میں ابن ابی شیبہ نے اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے خیثمہ سے نقل کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا اگر آپ کی خوشی ہو تو آپ کے ہاتھ میں زمین بھر کے خزانوں کی کنجیاں دی جاویں اور اس سے آخرت میں آپ کا کچھ بھی نقصان نہ ہو اور مرضی ہو تو یہ سب کچھ آخرت میں دیا جائے۔ آپ نے فرمایا آخرت ہی میں چاہتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بہت جگہ اسی قسم کا مضمون احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ چوں کہ آپ کی نظر آخرت پر تھی اور ہونی بھی چاہیے اور کفار آخرت کے منکر تھے۔ ان کے نزدیک جو کچھ انعام و افضال ہوں یہیں ہوں تو ہوں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بل کذبوا بالساعۃ کہ وہ آخرت کے منکر ہیں پھر واعتدنا لمن کذب بالساعۃ سعیرا سے لے کر عذابا کبیرا تک مسئلہ معاد اور وہاں کی سزا و جزا کا بیان ہے اور ان کے معبودوں کا ان بت پرستوں سے الگ ہونا بھی ظاہر کرتا ہے کہ جن کو وہاں کا ذریعہ سمجھ کر ان کی عبادت کیا کرتے ہیں۔

وما ارسلنا قبلک من المرسلین یہاں سے ان کے شبہ کا جواب شافی دیتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پیشتر جس قدر دنیا میں رسول آئے ابراہیمؑ و اسحاقؑ و موسیٰؑ و عیسیٰ علیہم السلام کسی کے پاس بھی نہ خزانہ تھا نہ ایسا باغ نہ ان کی تصدیق کے لیے ان کے ہمراہ فرشتہ رہتا تھا۔ وہ دنیا میں کھانا بھی کھاتے تھے، بازاروں میں خرید و فروخت کے لیے بھی جاتے تھے یعنی بشر اور غریب لوگ تھے۔ یہ ہے دنیا کے تجملات اور امارت سو یہ ایک فتنہ ہے یعنی آزمائش کہ دیکھیں کہ امیر دولت مند شکر کرتا ہے یا کفران نعمت اور غریب مفلس دنیا کے مصائب پر برداشت کرتا ہے کہ نہیں۔ لہٰذا کسی کو کچھ دیا کسی کو کچھ عطا کیا۔ اس لیے مسلمانوں سے فرماتا ہے اتصبرون کیا صبر کرتے ہو؟ یعنی صبر کرنا چاہیے اور تمہارا رب دیکھ رہا ہے اور آخرت میں جزا دے گا۔

تفسیر حقانی

پارہ ۱۹

وَقَالَ الَّذِيْنَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا
اور ان لوگوں نے جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہہ دیا (یہی)

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ
کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہ بھیجے گئے

اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا
یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیتے (تب یقین آتا) البتہ انہوں نے تو اپنے آپ کو

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾
بہت بڑا سمجھ لیا اور بہت ہی بڑی سرکشی کی ہے

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى
جس دن فرشتوں کو دیکھیں گے تو اس دن مجرموں

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ
کے لیے کوئی خوشی نہ ہوگی اور کہیں گے

حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى
دور دور اور جو کچھ عمل انہوں

مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً
نے کیا ہوگا ہم اس کی طرف توجہ کریں گے تو اس کو خاک دھول

مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ
کر ڈالیں گے جنت والوں کا ہی اس روز

خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾
ٹھکانا بہتر ہوگا اور خواب گاہ بھی عمدہ ہوگی

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ
اور جس روز کہ بادلوں سے آسمان کھل جاویں گے اور جوق

الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ
جوق فرشتے اترنے لگیں گے تو اس دن

ع یہ قیامت برپا ہونے کے بعد حشر کے دربار عدالت کی کیفیت بیان ہو رہی ہے اس کے بعد کی آیتیں یہی کہہ رہی ہیں تو اس وقت آسمان نہ پھٹے گا مگر اس سے پہلے پھٹ چکے گا اور نیا آسمان نئی زمین قائم ہوگی لیکن ہنوز اس پہلے حادثہ کے (باقی بر صفحہ آئندہ)

يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۚ وَكَانَ

(حقیقی) سلطنت رحمٰن ہی کی ہوگی اور وہ دن

يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾ وَ

کافروں پر بڑا ہی سخت ہوگا اور

يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ

اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ

اور کہے گا اے کاش میں بھی رسول کے ساتھ

سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ

راہ چلا ہوتا ہائے میری خرابی کاش میں نے فلاں کو

فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ

دوست نہ بنایا ہوتا اس نے تو نصیحت سے

الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۗ وَكَانَ

آنے بعد ہی مجھے بہکا دیا اور شیطان

الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾

تو انسان کو رسوا کرنے والا ہی تھا

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي

اور رسول کہے گا اے میرے رب البتہ میری قوم نے

اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾

تو اس قرآن کو نرا بیہودہ رکھا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) آثار میں سے دھواں اور بادل محیط ہوں گے۔ یوم تشقق السماء بالغمام اور بادل اور بخارات آسمان سے دور کیے جائیں گے اور ملائکہ جوق جوق اترنے شروع ہوں گے کیونکہ حساب کتاب کے لیے دربار اور کارکن جماعت آنے لگے گی۔ تشقق بمعنی باعد او بمعنی انکشف بالغمام اے عن الغمام واللہ اعلم۔ منہ

ترکیب

لولا انزل الخ مقولہ ہے قال الذین کا مستقرا تمیز خیر الحق الملک کی صفت یوم کا نصب اذکر محذوف ہے۔

تفسیر

منکروں کا یہ ایک اور بھی شبہ تھا جس کو وقال الذین لا یرجون لقاءنا سے شروع کرتا ہے کہ جن کو ہم سے ملنے کی امید نہیں یہ نہیں سمجھتے کہ مر کر اللہ کے سامنے جانا ہے۔ وہ کہتے ہیں کیونکہ ایسی باتیں وہی کہا کرتے ہیں ایمان داروں کی تو کیا مجال، کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہ آئے محمدؐ کے پاس کیوں آتے ہیں؟ یا ایسا ہوتا کہ ہم خدا کو دیکھ لیتے پھر اس سے آپ پوچھ لیتے کہ یہ تیرا بھیجا ہوا نبی ہے کہ نہیں؟

اس کے جواب میں فرماتا ہے لقد استکبروا فی انفسھم الخ کہ انہوں نے اپنے آپ کو اس لائق سمجھ لیا ہے کہ ان کے پاس فرشتے آویں یا دنیا میں خدا تعالیٰ کو دیکھیں۔ یعنی یہ بڑے تکبر اور سرکشی کی بات ہے۔ ملائکہ مخصوص لوگوں کے پاس آتے ہیں جن کی روحانیت ان کے قریب قریب پہنچی ہوتی ہے سو وہ انبیاء ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ لطیف الخبیر کو دنیا میں ہر ایک کب دیکھ سکتا ہے۔ خفاش کو تاب ہے کہ آفتاب کو دیکھے؟ ہاں قیامت میں سب لوگ ملائکہ کو دیکھیں گے پھر اس روز کہ وہ ملائکہ کو دیکھیں گے ان کے لیے کوئی خوشی نہ ہوگی، عذاب کے فرشتے سامنے آویں گے جن کو دیکھ کر الحذر پکاریں گے۔ وقدمنا الی ما عملوا من عمل سے اخیر تک اسی مناسبت کے سبب قیامت کا حال اور ان منکروں کا وبال و نکال کا بیان شروع کر دیا جو ملائکہ کے دیکھنے کی

وَّنَصِيْرًا ﴿٣١﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے۔ اور کافروں نے (یہ بھی) کہہ دیا کہ

لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً

اس پر ایک بار ہی قرآن کیوں نہ نازل کیا گیا

كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ

یوں ہی نازل ہونا چاہیے تھا تاکہ اس سے تمہارے دل کو ہم تسکین دیتے رہیں اس لئے ہم نے

تَرْتِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا

تھوڑے تھوڑے کر کے سنایا اور (اے نبی) جو سوال یہ لوگ آپ سے کریں

جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿٣٣﴾

گے ہم بھی تم کو اس کا بہت ٹھیک جواب اور بہت عمدہ توجیہ بتا دیں گے

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ

یہ وہ لوگ ہیں جو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال

اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ

دیئے جائیں گے یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کا بہت ہی برا مقام ہے

اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٣٤﴾

اور وہ بہت ہی بڑے گمراہ ہیں۔

ترکیب

جملۃ واحدۃ حال من القرآن لے مجتمعاً۔ کذلک اے انزل کذلک فالکاف فی موضع نصب علی الحال۔ لنثبت اللام تتعلق بالفعل المحذوف۔

تفسیر

لیکن بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ان عام الفاظ میں کسی شخص خاص کی طرف بھی اشارہ ہے اور یہ ہو سکتا ہے۔

خواہش کرتے ہیں اور وہ بھی تکبر کی راہ سے کہ رسول کا کہنا ہم نہیں مانتے ہمارے پاس خود فرشتے آنے چاہییں۔

قدمنا الی ما عملوا الخ یعنی وہ جو دنیا میں بہ ارادۂ ثواب یہ کفار کچھ عمل بھی کرتے ہیں ایمان و اعتقاد صحیح نہ ہونے کی وجہ سے اس دن ھباء منثورا یعنی نیست و نابود ہو جاویں گے کچھ کام نہ آویں گے۔ ہاں ایمان دار نیکوکار اُس روز اچھے مقام میں ہوں گے۔

اس کے بعد اُس دن کے چند اور حالات ہیبت ناک بیان فرماتا ہے (۱) یوم تشقق السماء بالغمام ایک جگہ اور آیا ہے، ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام ابر سفید۔ اس ابر سے کیا مراد ہے؟ غالباً ملائکہ اور دیگر روحانیات کے انوار ہوں جو بصورت ابر سفید دکھائی دیں گے۔ آسمان کھل کر اس ابر میں سے قیامت کو ملائکہ نمودار ہوں گے۔ (۲) الملک الخ اُس روز حقیقی بادشاہت اللہ کی ہوگی۔ گرچہ آج بھی اسی کی حقیقی بادشاہت ہے مگر دنیا میں مجازی بادشاہتیں بھی ہیں اُس روز کسی کی نہ ہوگی اس لیے ظہور کامل اُسی روز ہوگا۔

(۳) یوم یعض الظالم الخ قرینۂ عبارت تعمیم پر دلالت کرتا ہے یعنی ہر ظالم اُس روز ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا افسوس کرے گا کہ اے کاش میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا۔ اس سے مراد اس کی وہ شخص ہوگا کہ جس نے اس کو دنیا میں ہدایت پانے کے بعد ہدایت سے دوستی کے پیرایہ میں باز رکھا تھا اور ایسا بہت ہوتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا

اور ہم یوں ہی مجرموں کو ہر ایک نبی کا دشمن

مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۗ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا

بناتے رہے ہیں اور لوگوں کی رہنمائی کرنے کو (انبیاء) اور

لے یعنی رسول پر ۱۲ منہ

پھر اُس شخص خاص سے مراد وہ کہتے ہیں عقبہ بن ابی معیط ہے کہ جب وہ سفر سے آتا تھا تو دعوت دیا کرتا تھا چنانچہ ایک بار اس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا آپ نے اس کے کفر کی وجہ سے انکار کیا۔ اس نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا تب آپ تشریف لے گئے۔ اس کی خبر ابی بن خلف کو بھی ہوئی وہ اس کا بڑا دوست تھا اس نے اس کو بڑی ملامت کرکے اسلام سے برگشتہ کرا دیا، اور حضرتؐ کی گستاخی پر آمادہ کیا۔ (اس قصہ کو معالم التنزیل وجلالین وغیرہ کتابوں میں نقل کیا ہے اور ابن جریر نے بھی ابن عباسؓ سے ایسا ہی نقل کیا ہے) اس تقدیر پر ظالم سے مراد عقبہ اور فلاں سے مراد ابی بن خلف کافر ہے۔

وقال الرسول جو جب کفار نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح سے ستایا تو آپ نے بددعا تو نہ کی کیوں کہ رحمۃ للعالمین تھے مگر خدا تعالیٰ سے شکایت کی جس کو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نقل کرتا ہے۔

ابو مسلم اصفہانی کہتے ہیں یہاں قال بمعنی یقول ہے۔ یعنی قیامت میں آں حضرتؐ ان لوگوں کی یوں شکایت کریں گے جیسا کہ آیا ہے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھٰؤلاء شہیدا۔ مھجورا بمعنی متروک اور ہجر بمعنی ہذیان بھی ہو سکتا ہے کہ اس قرآن کی بابت انہوں نے بے ہودہ اور لغو باتیں بنائیں کبھی وہ اس کو سحر کہتے تھے کبھی از خود بنایا ہوا کبھی اگلے لوگوں کی کہانیاں۔ و کذٰلک جعلنا الخ اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرتؐ کو آپ کی شکایت پر تسلی دیتا ہے اور صبر اور برداشت پر آمادہ کرتا ہے کہ یہ کچھ نئی بات نہیں ہمیشہ سے ہر ایک نبی کے کافر سخت دشمن ہوتے آئے ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں اللہ آپ کی مدد کرنے کے لیے اور آپ کی قوم کو ہدایت کرنے کو کافی ہے۔ وکفٰی بربک ھادیا و نصیرا۔

وقال الذین کفروا الخ یہ ان کا قرآن مجید پر ایک اور شبہ تھا کہ یہ تھوڑا تھوڑا اور وقتاً فوقتاً کیوں نازل ہوتا ہے ایک ہی بار مجتمع ہو کر کیوں نہ نازل ہوا؟ پس معلوم ہوا کہ محمدؐ از خود سوچ سوچ کر تصنیف کرتے ہیں اس کا جواب دیتا ہے کذٰلک لنثبت بہ فؤادک ورتلنٰہ ترتیلا کہ اس کے اس طرح نازل کرنے میں چند حکمتیں ہیں جن کی طرف اجمالاً اس جملہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر صحابہؓ لکھے پڑھے نہ تھے۔ اگر یک بارگی اتنی بڑی کتاب نازل ہوتی تو حفظ نہ رہتی اُس لکھے پر اعتماد رہتا۔ سو اگلی کتابوں کی طرح سے اس میں تبدیل و تحریف ہوتی یا کسی حادثہ میں معدوم ہو جاتی۔ پھر جب تھوڑا تھوڑا نازل ہوا تو دلوں میں جمتا گیا لوح حافظہ پر ثابت ہوتا گیا۔ لنثبت بہ فؤادک کے یہی معنی ہیں اس لیے اس میں ایک نقطہ کا بھی فرق نہ آیا۔

(۲) دوم یہ کہ تمام احکام جو یک بارگی نازل ہوتے قوم کو ان پر ثابت و قائم رہنا شاق ہو جاتا۔

(۳) وقتاً فوقتاً نئے نئے حوادث پیش آتے تھے اور جاہل قوم کی تربیت و تعلیم میں ایسی باتیں پیش آیا بھی کرتی ہیں پس ہر حادثہ میں جبرئیل کا کلام الٰہی لے کر آنا آپ کے لیے تقویت قلبی کا باعث تھا۔

(۴) یک بارگی قرآن نازل ہوتا تو کفار مقابلہ میں کہہ سکتے تھے کہ اتنی بڑی کتاب ہم کیوں کر لا سکتے ہیں لیکن جب تھوڑا تھوڑا نازل ہوا اور کسی ٹکڑے کا بھی جواب نہ بن سکا تو حضرتؐ کا دل قوی ہو گیا ان کا عذر جاتا رہا۔

(۵) حالت الہامی ایک عجیب حالت ہے،

تھوڑے نازل ہونے میں اخیر عمر تک حضرتؐ کو حاصل رہی جو قلبی تقویت کا باعث ہوا۔

ولا یاتونک بمثل ط سب اعتراضات کے جواب کے بعد خاتمہ کے طور پر فرماتا ہے کہ آپ کے پاس وہ جو کوئی مثل لاتے ہیں یعنی اعتراض کرتے ہیں تو ہم اس کے جواب میں آپ کو حق بات کھلی ہوئی بتلا دیتے ہیں۔

الذین یحشرون ط فرماتا ہے ایسے لوگ اوندھے منہ ہنکا کر جہنم میں ڈالے جاویں گے یہ لوگ بڑے شریر و گمراہ ہیں۔ یہ ان کے اوندھے اعتراضات کا نتیجہ ہے جس کی سزا جہنم میں اوندھا گھسنا ہے۔

قُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿٣٨﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا

بہت سے قرنوں کو بھی جو اس کے درمیان تھے　اور ان میں سے ہر ایک کو مثالیں

لَهُ الْاَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿٣٩﴾

دے دے کر سمجھا دیا تھا (آخر) ہر ایک کو ہم نے ہلاک کر دیا

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ

اور (کفار مکہ) بے شک اس بستی پر کو بھی گزرے ہیں کہ جس پر بدمست بری طرح سے

مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ

(پتھر) برسائے گئے تھے　پھر کیا انہوں نے اس کو دیکھا نہ ہوگا

بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿٤٠﴾ وَ

بلکہ وہ مر کر زندہ ہونے کی امید ہی نہیں رکھتے تھے (اسی لیے ایمان نہیں لاتے)　اور

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ

اور البتہ ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی　اور

جَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿٤١﴾

ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو بھی وزیر بنا کر بھیجا تھا

فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ

سو ان کو کہہ دیا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ کہ جنہوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿٤٢﴾

ہماری آیتیں جھٹلائیں (وہ گئے انہوں نے نہ مانا) تو ہم نے بھی ان کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا

وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ

اور قوم نوح کو بھی (ہلاک کیا) جب کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا

اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ

تو ہم نے ان کو بھی غرق کر دیا اور ان کو لوگوں کے لیے عبرت کی نشانی بنا دیا

وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٤٣﴾

اور ہم نے ظالموں کے لیے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے

وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ

اور عاد اور ثمود اور کنوئیں والوں کو بھی (ہلاک کیا)　اور

اَذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا

(اے نبی) یہ جب آپ کو دیکھتے ہیں　تو　آپ سے تمسخر ہی

هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ

کرتے ہیں　کہ کیا یہ وہی ہے　کہ جس کو اللہ نے رسول

رَسُوْلًا ﴿٤١﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ

بنا کر بھیجا ہے　اس نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے منحرف

اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ

کر ہی دیا ہوتا اگر　ہم ان پر　جمے نہ رہتے

وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ

اور ان کو جب کہ یہ عذاب دیکھیں گے تو آپ معلوم ہو جائے گا

الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٤٢﴾

کہ کون راہ راست سے دور تھا۔

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ

(اے نبی) تم نے اس کو بھی دیکھا کہ جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدا بنا رکھا ہے

اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿٤٣﴾

پھر کیا آپ　اس کے　ذمہ دار　ہو سکتے ہیں؟

أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ

(بھلا) کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے

أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ

یا سمجھتے ہوں گے وہ کچھ بھی نہیں (سمجھتے) مگر جیسے کہ چارپائے

بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾

بلکہ وہ (تو ان سے بھی زیادہ) راہ بھولے ہوئے ہیں۔

ترکیب

ھارون بدل من اخاہ۔ وزیرا مفعول ثانی لجعلنا۔ و قومہ۔ یجوز ان یکون معطوفا علی ھما۔ یا مفعول اذکر محذوف۔ علی ھذا القیاس عادا و ثمودا الخ

تفسیر

جب کہ توحید و نفی انداد و اثباتِ نبوت میں کلام ہو چکا اور منکرین کے شبہات رد کر دیے گئے، اور قیامت کا حال اور منکرین کا وبال بھی بیان ہو چکا تو بھلا انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ ان کے دشمنوں پر آخر کار کیا کیا بلائیں نازل ہوئیں کیونکہ آپ کی تسلی کے لیے پہلے فرمایا تھا وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا اور قرآن کا یہی طریقہ ہے کہ ایسے موقعوں پر قصص انبیاء بیان ہوتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ ان کے تذکرے بار بار آتے ہیں۔ فقال ولقد آتینا موسی سب سے پہلے موسیٰ کا ذکر کیا کیوں کہ ان کی نبوت اور کتاب اہل کتاب میں بہت مشہور تھی کہ دیکھو موسیٰ کے ساتھ لوگوں نے کیا کیا تھا اور ان کو کس قدر معجزات دیے گئے اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام ان کے وزیر بھی تھے۔ آخر فرعونیوں نے نہ مانا ہلاک ہوئے۔ اور ان سے پیشتر قوم نوح کو دیکھو کہ انہوں نے نہ صرف نوح کی تکذیب کی تھی بلکہ عموماً رسولوں کے منکر تھے آخر غرق ہوئے۔ پھر قوم عاد و ثمود کو دیکھو کہ حضرت ہود و صالح کے انکار اور مقابلہ سے ان پر کیا ماجرا گزرا؟ پھر اصحاب الرس کو غور کرو۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں رس کنوئیں کو کہتے ہیں۔ رس کے معنی لغت میں دفن کے ہیں یقال رس المیت اذا دفن (کبیر)۔

ابو مسلم کہتے ہیں ایک ملک کا نام ہے۔ اصحاب الرس اس ملک یا وادی کے رہنے والے۔ یا کنوئیں والے اس وادی میں کنواں ہونا ان کے لیے اس عہد میں اس نام کے ساتھ منسوب ہونے کا سبب ہو گیا۔ مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ کس نبی کی امت تھی؟ اکثر یہی کہتے ہیں کہ یہ ایک بت پرست قوم تھی جن کے بہت سے کنوئیں تھے ان سے زراعت کرتے اور مواشی کو پانی پلایا کرتے تھے ان کی ہدایت کو حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے انہوں نے ان سے بہت سرکشی کی اور ایذائیں دیں آخر قہر آسمانی سے ہلاک ہوئے۔ اس تقدیر پر یہ جگہ عرب کے شمال مغرب میں شام سے ملحق ہے اور دیگر روایات بھی ہیں والعلم عند اللہ۔ اس کے درمیان بہت سے قرن یعنی زمانے گزر گئے ہیں جن میں انبیاء آئے اور لوگوں نے انکار کیا بلا میں مبتلا ہوئے

پھر فرماتا ہے ولقد اتوا کہ یہ قریش مکہ اس گاؤں پر سفر شام میں گزر چکے ہیں کہ جس پر پتھر برسے تھے، یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں جعیل مردار کے کنائے جو الٹی پڑی ہیں جن کو سفر شام میں آتے جاتے یہ لوگ دیکھتے ہیں اور عبرت نہیں کرتے۔ جب کفار ان باتوں سے عاجز آ جاتے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمسخر اور ٹھٹھا کرتے تھے کہ کیا اسی کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے یعنی کسی سردار دولت مند کو بنانا تھا اس نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے روک ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر جمے نہ رہتے فرماتا ہے ان کو عذاب الٰہی کے وقت معلوم ہو جاوے گا

کہ وہ گمراہ تھے یا راہ پر۔

پھر فرماتا ہے ان کم بختوں نے اپنی خواہشوں کو اپنا معبود بنا لیا ہے جو خواہش کہتی ہے اسی پر چلتے ہیں پھر ان کے آپ ذمہ دار نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ سنتے سمجھتے ہیں؟ گو ظاہر میں یہ ہے مگر حس باطن نہیں یہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں کیوں کہ وہ مکلف نہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ

(اے مخاطب) کیا تو نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا کہ وہ کیوں کر سایہ کو بڑھاتا ہے

وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا

اور اگر چاہتا تو اس کو ٹھیرا رکھتا پھر ہم نے اس کے لئے

الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۝ ثُمَّ

آفتاب کو رہبر بنا دیا پھر

قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ۝ وَ

ہم اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹتے ہیں اور

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا

اسی نے تو تمہارے لیے رات کو لباس

وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ

اور نیند کو راحت بنا دیا اور دن چلنے پھرنے

نُشُوْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ

کے لیے (بنایا) اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت

الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ

(بارش) سے پیشتر خوش خبری لانے والی ہوائیں چلایا کرتا ہے

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۝

اور ہم نے آسمان سے پاکیزہ پانی اتارا

لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا

تاکہ اس سے مرے ہوئے خطہ (شہر) کو زندگی دیں اور اس کو اپنی پیدا

خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ۝

کی ہوئی چیزوں چوپایوں اور بہت سے آدمیوں کو پلائیں

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ

اور ہم نے اس کو ان میں بانٹ دیا تاکہ سمجھیں

فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝

پس بہت سے آدمی تو ناشکری کیے بغیر نہ رہے

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ

اور اگر ہم چاہتے تو ہر گاؤں میں ایک ڈر سنانے والا

نَّذِيْرًا ۝ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ

کھڑا کر دیتے پس (اے نبی) کافروں کا کہا نہ مانو اور

جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝

(قرآن سے) ان کا مقابلہ بڑے زور سے کرتے رہو۔

ترکیب

اناسی اصلہ اناسین جمع انسان کسرحان وسراحین فابدلت النون فیہ یاء و ادغمت و قیل جمع انسی علی القیاس۔ صرفناہ الضمیر للماء

لہ یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ ظل سے مراد سایۂ الٰہی ہو وہ کسی قوم اور کسی شخص کے لیے خدا نے کیسا دراز کیا ہے؟ مگر بقا اسی کو ہے اس کو ٹھیرا نہیں رکھتا بعد دوپہر ڈھلنے لگتا ہے اور آفتاب اقبال و عنایت اس کی دلیل ہوتا ہے۔ انسان کی عمر بھی ایک سایہ ہے باوجود درازی کے کس طرح سے ڈھلتی ہے اور یہ بے خبر غافل ہے ۱۲ منہ

تفسیر

ان کے شبہات رد کر کے اور اس کج روی کا تجزیہ کر گزشتہ کے حالات میں بیان فرما کر اب یہ چند دلائل توحید اور کمال قدرت پر بیان فرماتا ہے فقال الم تر الی ربک کیف مد الظل الخ یہ (۱) دلیل ہے کہ اپنے خدا کی قدرت دیکھو کہ اس نے اس عالم حسی میں نورانی اجسام پیدا کیے چاند سورج ستارے آگ وغیرہ جن کی روشنی دوسری اشیاء مظلمہ پر پڑ کر ان کو بھی روشن کر دیتی ہے یہ ایک بات ہوئی جس میں قدرت کا کامل نمونہ ہے کس لیے کہ اگر صانع عالم کوئی قادر مختار نہیں اور طبائع یا مادہ ہی سب کچھ کرتا ہے تو پھر یہ ترجیح بلا مرجح کیسی کہ بعض اجسام منور اور منور بھی ایسے کہ جن کے نور کا انعکاس دوسرے اجسام پر پڑتا ہے اور یہ ان کا ظل ہے اور بعض غیر منور۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کفار مکہ یا دیگر جنا د نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کلام کرتے ہیں کہ ان میں کیا خصوصیت تھی جو ان کو نبی بنایا گیا اور پھر باغ یا دولت ثروت بالملائکہ ساتھ رہنے کی ظاہری خصوصیت بھی نہیں دکھائی گئی۔ ان کا یہ اعتراض بے جا ہے جب اجسام میں اس نے ایسی ایسی خصوصیات ممیزہ پیدا کر دی ہیں تو نفوس بشریہ میں نورانی وظلمانی خصوصیات پیدا کرنے سے اس کو کون مانع ہے اور کون پوچھنے والا ہے۔ پھر اس ظل کو بھی ایک حالت پر نہیں رہنے دیا کما قال ولو شاء لجعلہ ساکنا بلکہ اول تو ظل اس کو پھیلاتا دراز کرتا ہے یہ دوسری بات ہوئی۔ ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا اگرچہ اور چیزوں کے بھی سائے اور ظل ہیں کیوں کہ اس عالم میں اور بھی نورانی نیرات وجواہر ہیں مگر آفتاب سے سب کم ہیں۔ سایہ کے بڑھنے گھٹنے کا نمونہ آفتاب ہے اس کے ظل میں یہ بات سب سے نمایاں ہے یہ تیسری بات ہوئی یہ بھی اس کی قدرت کمال کا پورا نمونہ اور بڑی علامت ہے۔

ثم قبضناہ الینا قبضا یسیرا پھر انبساط کے بعد جہاں تک اس کا بسط مقدر کر رکھا تھا اس ظل کو ہم تھوڑا تھوڑا کر کے نیست ونابود کر دیتے ہیں یا اس کو اس کی حد مقرر تک جو انتہا کی حد ہے پہنچا دیتے ہیں جس طرح ہر شے کے وجود کا انبساط اس کی طرف سے ہے اسی طرح انتہا اور زوال کا بھی وہی مرجع ہے اس بات کے بتلانے کے لیے قبضناہ الینا فرمایا یہ چوتھی بات بھی بڑی نشانی اس کے کمال وقدرت کی ہے جو عالم کے حدوث اور زوال پر دال ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تمام اشیاء کے وجود اور ان کے حقائق یہ سب اس کے وجود حقیقی کے ظل یعنی پرتو سے ہیں پھر ان کا دراز کرنا عالم عدم سے فضاء وجود خارجی میں لانا ہے سو یہ اسی کا فعل ہے اگر وہ چاہتا تو ٹھیرا دیتا فضاء وجود خارجی میں نہ آنے دیتا یا آنے کے بعد ترقی اور کمال تک نہ پہنچنے دیتا۔ اس بات پر ہم نے آفتاب عقل کو دلیل بنا دیا ہے وہی کہتی ہے کہ یہ اس کے اظلال ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ ہر ایک کو فنا کرتے ہیں اور وہ در اصل معدوم محض نہیں ہوتے بلکہ سایہ کی طرح سمٹ کر ہمارے پاس آتے ہیں جس طرح کہ سایہ سمٹ کر جس کا سایہ ہوتا ہے اس کے پاس آجاتا ہے۔ لیکن اس مشاہدۂ ذات میں دو مرتبے ہیں عارفین مقام مشاہدۂ نور عقل سے چل کر مشاہدۂ صفت کی طرف آتے ہیں پھر وہاں سے مشاہدۂ نور ذات کرتے ہیں۔ یہ ایک مرتبہ ہے۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اول ہی مرتبہ میں مشاہدہ نور ذات کا حاصل ہو پھر اس کے بعد صفات کا پھر فعل کا مشاہدہ اس امت کے نفع کے لیے کیا جاوے سو یہ مرتبہ خاص خاتم النبیین کا ہے اس لیے حضرت کو الم تر الی ربک

میں مشاہدۂ ذات کی طرف پھر کیف مد الظل سے مشاہدۂ افعال کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ وھو الذی جعل لکم الیل (۲) خدا نے تمہاری راحت کے لیے رات اور کام کاج کے لیے دن بنایا۔ والسبات الراحۃ و منہ یوم السبت اسے یوم الراحۃ لفراغہ فیہ من الاشغال۔ صاحب کشاف کہتے ہیں السبات الموت والسبوت الموت۔ رات آتی ہے تو گویا قیامت آگئی سب سو جاتے ہیں گویا مر جاتے ہیں کوچہ و بازاروں میں سناٹا ہوتا ہے پھر صبح ہوتی ہے تو گویا حشر کا دن برپا ہو جاتا ہے بستروں سے کیا اٹھتے ہیں گویا قبروں سے اٹھتے ہیں اس لیے جعل النھار نشورا فرمایا۔

(۳) وھو الذی ارسل الریاح بشرا جمع بشیر رحمت سے مراد بارش یعنی اللہ وہ قدیر و مدبر ہے کہ بارش آنے سے پہلے ایک ایسی ہوا چلاتا ہے جو بارش کی خوش خبری دیا کرتی ہے وہ بادلوں کے اٹھنے کا سبب ہوتی ہے پھر بادلوں سے پاک اور ستھرا پانی ہم اتارتے ہیں جس سے خشک زمین کو جو بمنزلہ مردہ کے ہوتی ہے شادابی سے حیات بخشتے ہیں اور اس پانی کو چارپائے اور انسان پیتے ہیں یہ بھی ہمارا ہی فعل ہے ورنہ یہ بادل از خود تو ہو نہیں سکتیں اور کوئی کہہ نہیں سکتا۔ ولقد صرفناہ بینھم پھر اس پانی کو تم میں تقسیم کر دیتے ہیں ایک کے قبضہ میں نہیں رکھتے تاکہ تم سمجھو لیکن اکثر لوگ ناشکری کیے بغیر نہیں رہتے۔

ولو شئنا لبعثنا الخ یعنی جس طرح ہم نے باران رحمت کو عام کر دیا ہر جگہ برساتے ہیں اسی طرح نبوت کو بھی جو بارش روحانی ہے عام کر سکتے تھے ہمارے ہاں کچھ بات نہ تھی، ہر گاؤں میں رسول بھیج دیتے جیسا کہ منکرین نبوت اس کی استدعا کرتے ہیں مگر حکمت الٰہی کے خلاف تھا۔ انتظام عالم میں خلل آجاتا۔ پس

اے نبی ان کے کہنے پر التفات نہ کرو وجاھدھم بہ جھادا کبیرا جہاں تک ہو سکے ان کے سمجھانے میں کوشش کرو۔

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا

اور وہی تو ہے کہ جس نے دو دریاؤں کو باہم ملا دیا یہ ایک تو الذ ہے

عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ

شیریں خوشگوار ہے اور یہ ایک کھاری

أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَ

کڑوا اور ان دونوں میں ایک پردہ اور ستھرا آڑ بنا دی

حِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِي

جو باہم ملنے نہیں دیتی اور اسی نے انسان کو

خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا

پانی (منی) سے پیدا کیا پھر اس کے لیے رشتہ

وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿٥٤﴾

نسب والا اور سسرال کا کیا اور آپ کا رب تو ہر چیز پر قادر ہے

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا

اور وہ اللہ کو چھوڑ کر ان معبودوں کو پوجتے ہیں کہ جو

لَا يَنفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَ

ان کو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ضرر اور

كَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾

کافر تو اپنے رب کے مقابلہ میں کمر باندھے ہوئے ہیں

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٥٦﴾

اور اے نبی آپ کو تو ہم نے محض خوش خبری اور ڈر سنانے کے لیے بھیجا ہے

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ

(ان سے) کہہ دو میں اس پر تم سے کوئی اجرت تو نہیں مانگتا

إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ
مگر یہی کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف کا رستہ
سَبِيلًا ﴿٥٧﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ
اختیار کرے اور (اے نبی) تم اپنے اس بندہ خدا پر بھروسہ رکھو
الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ
کہ جس کو کبھی موت نہیں اور اس کی ستائش کے ساتھ تسبیح کرتے رہو
وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا ﴿٥٨﴾
اور اس کا اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار ہونا بس کرتا ہے وہی ہے
الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ
کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ
وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ
ان میں ہے سب کو چھ دن میں بنا دیا پھر
اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ الرَّحْمَٰنُ
تخت (حکومت) پر قائم ہوا وہ رحمٰن ہے
فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا ﴿٥٩﴾ وَإِذَا قِيلَ
پس اس کی شان تو کسی خبردار سے پوچھ اور جب ان (مشرکوں)
لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا
سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کیا ہے
الرَّحْمَٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا
رحمٰن کیا تو جس کو کہے گا اس کو ہم سجدہ کریں گے
وَزَادَهُمْ نُفُورًا ﴿٦٠﴾ ع
اور یہ نام تو ان کو اور بھی بدکاتا ہے۔

السجدة ع ۱۲ ۳

ترکیب

بینهما ظرف جعل علی ربه متعلق ظهیرا ظهیرا خبر کان۔ الا من شاء استثناء من غیر الجنس الرحمٰن مبتدأ فسئل به خبر۔

تفسیر

وهو الذی مرج البحرین الخ یہ (۴) دلیل ہے کہ اس نے دو قسم کے دریا رواں کیے۔ یا یوں کہو دو دریا کو باہم ملایا ایک ان میں سے نہایت شیریں خوشگوار اور دوسرا کھاری اور تلخ اور باہم ملتے نہیں پاتے ان میں قدرتی حد فاصل رکھی ہوئی ہے۔ زمین کے دریا رواں جب سمندر میں گرتے ہیں اور یہ دریا شیریں ہوتے ہیں تو دور تک دونوں کی دو دھاریں نظر آتی ہیں باہم اختلاط پر امتیاز معلوم ہوتا ہے ان میں سمندر کی دھار کھاری اور زمین کے دریائے رواں کی دھار شیریں ہوتی ہے۔ سمندر میں پڑنے سے دونوں سمندر ہو گئے۔ اور سمندر کو عرب میں بحر کہتے ہیں اصل المرج الارسال والخلط ومنه قوله تعالیٰ فهم فی امر مریج ان دونوں دریا سے اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ انسان مجمع البحرین ہے اس کے دو دریا آملے ہیں ایک قوائے ملکوتیہ کا دریا جو درحقیقت نہایت شیریں اور خوش گوار ہے اور دوسرا قوائے حیوانیہ کا دریا جو تلخ ہے ان دونوں کے درمیان حد فاصل عقل کامل ہے۔

---

[1] بعض کہتے ہیں کفار نہیں جانتے تھے کہ رحمٰن اللہ کا نام ہے۔ مگر یہ ٹھیک نہیں کیونکہ لفظ عربی ہے بلکہ تکبر خدا سے انکار کرتے تھے اور اس کے لیے سجدہ کرنے سے نفرت کرتے تھے کیونکہ بت پرستی کی عادت تھی ۱۲ منہ اس مقام پر سجدہ واجب ہے۔

[2] ضحاک کہتے ہیں اس موقع پر آں حضرتؐ اور خلفاء اربعہؓ وعثمان بن مظعون وعمرو بن عبسہ نے جو سجدہ کیا تو مشرکین مسجد کے کنارے جا کر ہنسنے لگے پس زادہم نفورا سے یہ مراد ہے (ک ۱۲ منہ

(۵) وھو الذی خلق من الماء بشرا کہ اس نے ایک پانی سے یعنی منی سے بشر پیدا کر دیا۔ وہی مرد کی ایک منی ہے کہ اُسی سے مرد پیدا کرتا ہے اور اسی سے عورتیں اور رب قادر ہے۔ نسبا ای ذونسب والمراد الذی ینسب الیھم فیقال فلان بن فلان وذوات صھر ای اناثا یصاھرون۔ یا یوں کہو انسان کو بنا کر اس کی قرابت و مودت کے دو طریقے رکھے۔ ایک نسب دوسرا صہر یعنی دامادی۔ فجعلہ اے فجعل لہ نسبا وصھرا۔

ویعبدون من دون اللہ الخ دلائل توحید کے بعد کفار کے اس طریقہ کی مذمت کرتا ہے جو بت پرستی کے لیے ان میں جاری تھا کہ ایسی نکمی چیزوں کو پوجتے ہیں کہ جو ان کو نہ کچھ نفع دے سکتی ہیں نہ ضرر اور کافر (جس سے مراد اکثر کے نزدیک ابوجہل ہے) اپنے رب سے پیٹھ پھیرے ہوئے ہے جو ایسی باتیں کرتا ہے۔ ابومسلم کہتے ہیں ظھیرا اس جگہ ان کے اس قول سے ماخوذ ہے ظھر فلان بحاجتی اذا نبذھا وراء ظھرہ۔ ومن قولہ تعالیٰ واتخذتموہ وراءکم ظھریا یعنی اس کے معنی پیٹھ پیچھے ڈالنے اور پیٹھ پھیرنے کے ہیں۔ گو چہ ظہیر بمعنی معاون بھی ہو سکتا ہے جس کے یہ معنی ہوں گے کہ کافر اپنے اُس رب کا جس کو وہ خدا کے سوا پوجتا ہے مددگار ہے خود اس کو گھڑ کر ہاتھ سے یا خیالات سے بناتا ہے ایسا خدا بھی کوئی خدا ہے جس کا مددگار اس کا عابد ہو۔

پھر فرماتا ہے وما ارسلنٰک الخ یعنی اے نبی اگر یہ ہدایت پر نہ آویں تو آپ کا کچھ بھی ذمہ نہیں کیونکہ آپ کا کام خوش خبری اور خوف دلانا ہے سو آپ کر چکے۔

پھر فرماتا ہے کہ ان حمقاء سے کہہ دو کہ میں تم سے اس بات میں کچھ مانگتا تو نہیں یہی چاہتا ہوں کہ تم کو راہِ راست نصیب ہو یعنی بے غرض خیر خواہ ہوں پھر ایسے شخص سے سرتابی کرنا کس عقل کا مقتضیٰ ہے؟ اس لیے آپ کو تسلی دیتا ہے کہ آپ خدائے حی ولایزال پر توکل کریں اور اس کی ثناء و صفت کیا کریں وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے واقف ہے آپ سمجھ لے گا وہ کہ جس نے چھے روز میں آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو بنا دیا پھر تختِ حکومت پر قائم ہوا یعنی مخلوقات کو پیدا کر کے ان پر حکمرانی شروع کی اور وہ کون ہے؟ رحمٰن۔ خبیر یعنی بڑے خبردار سے پوچھو، یا یوں کہو رحمٰن خبردار ہے اس سے پوچھو ان جملوں میں خدا تعالیٰ کی صفات اس طرز پر ثابت کیے کہ جس سے ضمناً ان کے بتوں کی خدائی بھی باطل ہو گئی کہ وہ نہ حی ہیں نہ موت سے بری ہیں نہ وہ بندوں کے گناہوں سے واقف ہیں نہ انہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے۔

اور چھے روز سے یہ بھی بتلا دیا کہ آپ جلدی نہ کریں خدا نے باوجود قدرت کے چھے روز میں مخلوق پیدا کی، آپ کا دین بھی بتدریج جاری ہوگا۔ واذا قیل لھم یعنی آپ سے کیا برگشتہ ہیں وہ رحمٰن سے بھی برگشتہ ہیں جو سجدہ نہیں کرتے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا

اس کی ذات بڑی بابرکت ہے کہ جس نے آسمان میں برج بنائے

وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾

اور ان میں چراغ (آفتاب) اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ

اور وہی تو ہے کہ جس نے رات اور دن بنائے جو ایک دوسرے کے

خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ

پیچھے لگا ہوا ہے (یہ) اس کے لیے جو آیات میں غور کرے کے سمجھنا چاہے

اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ

یا شکر کرنے کا ارادہ کرے　　اور رحمٰن کے (خاص) بندے

الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا
تو وہی ہیں جو　زمین پر　جھک کر　چلتے ہیں

لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ
قیامت میں دوچند　عذاب　ہوگا　اور اس میں سدا خوار

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا
اور جب ان سے جاہل　مخاطب ہوجاتے ہیں تو سلام کہتے اور

مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ
ہوکر پڑا رہے گا　مگر　جو　توبہ کرے اور ایمان لائے اور

سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ
الگ ہوجاتے ہیں　اور وہ جو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام

عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ
اچھے　کام　بھی کرے　تو اللہ ان کی برائیوں کو

سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ
ہی میں رات گزارتے ہیں　اور وہ دعا کرتے رہتے ہیں

اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
نیکیوں سے　بدل دیا کرتا ہے　اور اللہ

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ
کرلے جائیے رب ہم سے　جہنم کا عذاب　دور　رکھیو

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَ
غفور　الرحیم ہے　اور جس نے توبہ کرلی اور

اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا
کیونکہ دوزخ کا عذاب　بڑی سخت آفت ہے　وہ تو

عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ
نیک کام بھی کرنے لگا　تو وہ (دراصل) اللہ کی طرف　رجوع

سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَ
بہت ہی　برا　ٹھکانا　اور بہت برا مقام ہے　اور

مَتَابًا ﴿۷۱﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ
کرتا ہے　اور وہ جو　جھوٹی گواہی　نہیں

الَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ
وہ جو　جب　خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور

الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا
دیتے　اور وہ جو کبھی　بیہودہ　جگہ پر گزر　ہوجائے تو منہ پھیر کر

لَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾
نہ تنگ دلی　اور ان کا خرچ کرنا　اعتدال پر ہوتا ہے

كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا
گزر جائیں　اور وہ　جب ان کو ان کے رب کی

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا
اور وہ جو　اللہ کے سوا　کسی　اور　معبود کو　نہیں

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا
آیات سے　سمجھایا جاتا ہے　تو ان پر بہرے اندھے بن کر نہیں گر پڑتے

اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ
پکارتے　اور نہ　اس جان کو　قتل کرتے ہیں　کہ جس کو اللہ نے حرام

وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ
(بلکہ غور کرتے ہیں)　اور وہ جو　دعا کیا کرتے ہیں کہ

اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ
کرڈالا ہے　مگر　حق　سے　اور نہ　وہ زنا کرتے ہیں　اور جو

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا
لے ہمارے رب　ہم کو　ہماری　بیویوں　اور اولاد کی طرف سے

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ
ایسا کرتا بھی ہے　تو سزا کا مستحق ٹھیرتا ہے　اس کے لیے

قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ
آنکھوں کی ٹھنڈک　عطا کر　اور ہم کو　پرہیزگاروں کا　پیشوا

إِمَامًا ﴿٧٤﴾ أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ
بنادے　یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو ان کے صبر کے بدلے میں جنت کے بالاخانے دیے
بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَ
جائیں گے　اور ان کا وہاں دعا و سلام کے ساتھ استقبال
سَلَامًا ﴿٧٥﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ
کیا جاوے گا　وہ وہاں سدا رہا کریں گے (جنت میں) وہ بہت عمدہ
مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَأُ
ٹھیرنے کی جگہ　اور خوب ہی مقام ہے۔ (اے نبی) کہدے میرے رب کو بھی
بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۖ فَقَدْ
تمہاری کچھ پروا نہیں　اگر تم اس کو نہ پکارو　البتہ تم
كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾
جھٹلا تو چکے ہو (پھر دیکھو) ابھی سزا ہوتی ہے۔

تفسیر

تبٰرک الذی الخ یہ جواب ہے ان کے اس قول کا وما الرحمٰن کہ کیا ہے رحمٰن؟ وہ بابرکت ہے کہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں سراج یعنی آفتاب بنایا ہے جو تمام دنیا کا چراغ ہے اگر یہ نہ ہوتا تو اندھیر ہو جاتا اور رات کے لیے بھی اس نے چاند چمکتا بنایا ہے۔ مطلب یہ کہ رحمٰن وہ ہے کہ جس نے دنیا کا گھر بنایا اور اس گھر میں آفتاب و ماہتاب کی قندیلیں روشن کیں اور اس گھر میں تمہارے لیے ہر ایک قسم کا سامان معیشت بہم پہنچایا پھر کہتے ہو کہ رحمٰن کون ہے اور اس کے سجدہ کرنے سے نفرت کرتے ہو؟ اور اس پر بس نہ کیا بلکہ اس نے رات دن بنائے جو ایک کے بعد دوسرا آتا ہے رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات۔ یا یوں کہو ایک دوسرے کے مخالف ہے یہ

مجاہد و قتادہ و کسائی کا قول ہے: یقال لکل شیئین اختلفاھما خلفان فقو له خلفة ای مختلفین وھٰذا اسود وھٰذا ابیض وھٰذا طویل وھٰذا قصیر اگر ہمیشہ رات یا دن ہوتا تو نظام عالم نہ رہتا۔ فرماتا ہے یہ شکر کرنے والوں اور سمجھنے والوں کے لیے ہے جعل فی السماء بروجًا آسمان میں تاروں کے اجتماع سے مختلف صورتیں پیدا ہو گئیں کہیں شیر کی کہیں ترازو کی کہیں بیل کی کہیں مچھلی کی وغیرہ۔ اور آسمان کو حکماء نے بارہ حصوں میں خیالی طور پر اس طرح سے تقسیم کیا ہے کہ جس طرح خربوزہ کی قاشیں اور ہر ایک حصہ کا نام برج رکھا ہے۔ اور جس برج میں صور مذکورہ میں سے جو کسی کی صورت آگئی ہے اس کو اسی کے نام سے نامزد کر دیا ہے۔ جس میں شیر کی صورت ہے اس کو برج اسد کہتے ہیں جس میں مچھلی کی اس کو برج حوت علیٰ ھٰذا القیاس۔ اور یہ بات عرب میں ہمیشہ سے مسلّم چلی آتی تھی۔

وعباد الرحمٰن الخ یہاں سے ان پر تعریض کرتا ہے کہ تم رحمٰن کو کیا جانتے ہو تم تو شیطان کے بندے بنے ہوئے ہو دیکھو رحمٰن کے بندے یہ لوگ ہیں جن میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ یہاں سے پھر احکام اور قوت عملیہ کی تکمیل کا مسئلہ اس خوبی اور مناسبت سے شروع کرتا ہے۔

عباد الرحمٰن کے چند اوصاف حمیدہ ذکر کرتا ہے جس سے عام مسلمانوں کو بھی ان اوصاف کے حاصل کرنے کی ترغیب دلانی مقصود ہے کہ خالی باتیں بنانے سے رحمٰن کا بندہ خالص نہیں بنتا جب تک کہ ان باتوں کو اپنے میں پیدا نہ کرے۔ اور یوں تو رحمٰن کے سبھی بندے ہیں مگر مراد خالص اور اچھے اور مقبول بندے ہیں۔

(۱) صفت اول الذین یمشون الخ کہ جو زمین پر

اکڑتے اور اتراتے ہوئے نہیں چلتے بلکہ تواضع اور فروتنی سے۔

(۲) واذا خاطبھم الجاھلون جب جاہلوں سے ہم کلامی کا اتفاق پڑتا ہے تو سلام کہتے ہیں یعنی تسلیم اختیار کرتے ہیں۔ یا یہ کہ سلامتی اور سکوت طلب کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں معاف کیجیے، ان سے الجھتے جھگڑتے نہیں کس لیے کہ سفہاء کی باتوں سے درگزر کرنا عقلاً و شرعاً بہتر ہے اور اس میں سلامتی اور حفظ آبرو بھی ہے۔ یا یہ کہ سلام تودیع کہتے ہیں یعنی سلام کر کے رخصت اور الگ ہو جاتے ہیں۔ سب سے مطلب یہ ہے کہ جہل و فساد کے مقابلہ میں حلم اختیار کرتے ہیں۔

(۳) یہ کہ یہ تو ان کا دن کا اور باہمی تمدن کا برتاؤ تھا، اب خدا سے معاملہ اور شب کی کیفیت یہ ہے یبیتون لربھم الخ کہ تمام رات یا اس کا بڑا حصہ خدا کی یاد میں صرف کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں جس میں سجدہ اور قیام بھی ہے۔ حسن کہتے ہیں اللہ کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اور نیاز کے ساتھ اس کے آگے سر رکھ دیتے ہیں آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہیں۔ یہ نماز تہجد کی طرف اشارہ ہے جو اسلام کا شیوۂ خاص ہے۔

(۴) والذین یقولون ربنا اصرف الخ یعنی اس عبادت پر ان کو غرہ نہیں بلکہ عذاب جہنم سے ڈرتے اور یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے عذاب جہنم کو دور رکھیو کیونکہ وہ دردناک عذاب ہے اور جہنم بری جگہ ہے۔

(۵) والذین اذا انفقوا الخ کہ خرچ کرنے میں میانہ روی کرتے ہیں نہ اسراف ہے نہ اقتار۔ کھانے پینے لباس مکان سب میں میانہ روی مستحسن ہے۔ بعض کہتے ہیں گناہ کے کام میں صرف کرنا اسراف ہے اور حق اللہ میں دست کشی کرنا اقتار یعنی تنگ دلی ہے۔

(۶) والذین لا یدعون الخ کہ وہ ہر حال میں شرک سے بچتے ہیں خدا کا کسی کو شریک نہیں سمجھتے اور کسی کو ناحق قتل بھی نہیں کرتے۔ جن مواقع میں قتل کی رخصت ہے جیسا کہ خون کے بدلے میں خونی کا خون کرنا یا عین جنگ میں دشمن کا قتل کرنا وہاں تو وہ ہاتھ نہیں روکتے۔ باقی دیگر مواضع میں جن کا خدا نے حکم نہیں دیا اور جان کا مارنا حرام کیا ہے وہاں سے ہاتھ روکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ آپس کی خانہ جنگیوں میں یا راہ زنی اور چوری وغیرہ امور میں مار ڈالتے ہوں۔ رحم اور عدل دونوں کی رعایت رکھتے ہیں اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے ومن یفعل ذلک یلق اثاما کہ جو ایسے کام کرے گا وہ اس کا برا بدلہ بھی پاوے گا۔ ان الاثام والاثم واحد والمراد ہہنا جزاء الاثام۔ یضعف لہ العذاب یوم القیمۃ ان کو قیامت میں دو چند عذاب دیا جاوے گا ایک شرک کا دوسرا ان گناہوں کا ویخلد فیہ مھانا اور اس عذاب میں ہمیشہ خوار و ذلیل ہو کر رہے گا۔

بخاری و مسلم نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا گناہ بڑھ کر ہے؟ فرمایا کہ تو کسی کو اللہ کا شریک بنادے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔ میں نے کہا پھر کون سا ہے؟ فرمایا پھر یہ کہ تو اپنے لڑکے کو اس خوف سے مار ڈالے کہ تجھے اس کو اپنے ساتھ کھلانا پڑے گا (عرب میں ایسا بھی ہوتا تھا) پھر عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا۔ اس کی تصدیق میں خدائے تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا

لہ اقتار وقتور تنگ دلی کنجوسی ۱۲ منہ

اُخر الآیۃ یعنی یہ آیات حدیث کی تائید کرتی ہیں، اور مواقع تائید میں آیات کا پیش کرنا متقدمین میں نزول سے تعبیر ہوتا ہے۔

بخاری وغیرہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے بعد مشرکین نے کہا ہم نے تو اور معبودوں کو بھی پوجا اور ناحق قتل بھی کیا اور حرام کاری بھی کی ہے پس ہمارے لیے مغفرت کا کیا طریق؟ تب یہ آیت نازل ہوئی الا من تاب وآمن وعمل عملاً صالحاً کہ جس نے توبہ کی اور ایمان لاکر عمل صالح کیے فاولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات اللہ ان کے گناہ سابقہ کو مشاکہ یہ نیک کام ان کے نامۂ اعمال میں لکھ دے گا اور ممکن ہے کہ اپنے فضل سے ان کی حقیقت بدل دے ؎

ہر کہ در سایۂ حمایت اوست
گفتش طاعت ست دشمن دوست

(۷) والذین لا یشھدون الزور زور کے معنی ہیں جھوٹی گواہی یعنی جھوٹی گواہی کے پاس بھی نہیں جاتے اور مواضع کذب بھی مراد ہو سکتے ہیں اور ہر نازیبا مجلس بھی مراد ہو سکتی ہے جو خلاف شرع شریف ہو۔ جیسا کہ ناچ رنگ کی مجلسیں اور کھیل اور تماشوں کے مجامع۔ اسی طرح کفار و مشرکین مبتدعین کے میلے اور تہوار۔ ان سب سے اجتناب کرنا عباد الرحمٰن کی شان ہے واذا مروا باللغو مروا کراما اور جو کہیں ایسے بیہودہ مواقع کے پاس سے گزرنے کا اتفاق بھی ہو تو اعراض کرکے گزر جاتے ہیں۔ منہ ڈھانک کر آنکھ بند کرکے گزرنا ان کی طرف متوجہ نہ ہونا بزرگانہ گزرنا ہے۔

(۸) والذین اذا ذکروا الخ کہ جب ان کو آیات الٰہی سنائی جاتی ہیں تو ان پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گر پڑتے جیسا کہ منافقین دکھانے کے لیے ایسا کرتے ہیں بلکہ بصیرت اور سمجھنے اور سننے کی حالت میں ان پر گر پڑتے ہیں ان سے اعراض نہیں کرتے۔

(۹) والذین یقولون الخ کہ اپنی اولاد اور ازواج کے لیے بھی دعا کیا کرتے ہیں کہ ان کو صلاح و دین داری میں ایسا کر کہ ان سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوویں اور اپنے خاندان اور کنبے کے ہم بزرگ رہبر بن جاویں۔ یہ بڑی نعمت ہے کہ انسان کے زن و فرزند اس کے موافق ہوں اور دین میں معین۔ یا یہ معنی کہ مرکر ہم سے ملیں اور ہماری آنکھیں دار آخرت میں ان سے ٹھنڈی ہوں۔

اب عباد الرحمٰن کی جزا فرماتا ہے اولئک یجزون الغرفۃ الخ کہ یہ لوگ جنت میں بلند محلوں کی کھڑکیوں میں بیٹھیں گے اور ہمیشہ اس میں رہا کریں گے۔

قل ما یعبؤا بکم ربی الخ وہ جو رحمٰن کے سجدہ کرنے سے نفرت کرتے ہیں ان سے عتاب کیا جاتا ہے کہ کہہ دو میرے رب کو بھی تمہاری کچھ پروا نہیں جو تم اس کو نہیں پکارتے تم تو جھٹلا چکے عن قریب تم پر عذاب آتا ہے۔

سورۂ شعراء

مکیۃ ہے اس کی دو سو ستائیس ۲۲۷ آیات اور گیارہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ

آیتیں روشن

الْمُبِيْنِ ② لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ

کتاب کی ہیں شاید (اے نبی) آپ اپنی جان کو گھلوں گے

اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ③ اِنْ نَّشَاْ

مار دیں گے اس پر کہ وہ کیوں ایمان نہیں لاتے اگر ہم چاہیں تو

نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً

آسمان سے ان پر ایک ایسی نشانی نازل کر دیں کہ

فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ④

اس کے آگے ان کی گردنیں جھک پڑیں

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ

اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی

الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ

نئی بات نصیحت کی ایسی نہیں آئی کہ وہ اس سے

مُعْرِضِيْنَ ⑤ فَقَدْ كَذَّبُوْا

منہ نہ موڑ لیتے ہوں سو یہ تو جھٹلا چکے

فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ

اب ان کو اس کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی کہ جس سے

يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى

وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے بھلا کیا انہوں نے زمین کو

الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ

نہیں دیکھا کہ اس میں کس قدر ہم نے قسم قسم کی

زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑦ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ

عمدہ چیزیں اگائی ہیں البتہ اس میں ایک بڑی نشانی ہے

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧

اور ان میں سے بہت تو مانتے ہی نہیں

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑨

اور البتہ آپ کا رب زبردست (اور) رحم کرنے والا ہے (جو ان کے کفر پر جلد سزا نہیں دیتا)

ترکیب

ان لا یکونوا مفعول لہ اے لئلا۔ خاضعین و القیاس خاضعات انما جاء جمع المذکر لان المراد اصحاب الاعناق ولیس المراد الرقاب کما انبتنا فی موضع نصب بانبتنا من ذکر اے قرآن من الرحمٰن صفۃ ذکر محدث صفۃ اخرے۔

تفسیر

یہ سورت بھی مکہ میں اسی وقت نازل ہوئی ہے جب کہ کافروں کا حضرتؐ پر اور مسلمانوں پر ہر طرف سے سخت ہجوم تھا اور اسلام کی روح افزا باتیں ان کو عجیب و غریب معلوم ہوتی تھیں۔ حضرتؐ کی نبوت پر وہ طرح طرح سے لغو شبہات وارد کیا کرتے تھے اور جب جواب سے عاجز آجاتے تھے تو اپنی خواہش کے موافق ہر شخص ایک عجیب و غریب معجزے کا طالب ہوتا تھا کوئی کہتا تھا اس پہاڑ کو یہاں سے ہٹا دو تو جانوں، کوئی کہتا تھا کہ اس خشک اور پہاڑی جگہ میں نہر جاری کر دو تو مانوں، علیٰ ہذا القیاس حضرتؐ کے دل میں قوم کی خراب حالت کی اصلاح کا جوش تھا، دردمندی حد سے بڑھی ہوئی تھی ان کے نہ ماننے اور کج بحثیاں کرنے سے نہایت رنج ہوتا تھا۔ اس سورت میں آپ کو تسلی دی گئی کہ اگر یہ ایمان نہ لائیں گے تو کیا آپ غم میں گھٹ کر اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے۔ اور پھر اس کے بعد چند انبیاء اولوالعزم اور ان کی سرکش امتوں کا

تذکرہ کر کے یہ بتلادیا کہ پہلے لوگ بھی اپنے انبیاء کے ساتھ ایسا ہی کرتے آئے ہیں اور چونکہ عرب میں شاعری کا بڑا زور شور تھا اور عاجز ہو کر قرآن کو شعر کہہ دیا کرتے تھے اس لیے اخیر سورت میں شعراء کی حقیقت بھی بیان کر دی کہ وہ واہی تباہی باتیں اشعار میں جمع کیا کرتے ہیں ہر وادی سخن میں حیران و پریشان پھرا کرتے ہیں بر خلاف قرآن مجید کے کہ جس میں سراسر راستی اور مکارم اخلاق اور توحید وغیرہ کے مضامین عالیہ ہیں، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ شعراء ہوا۔ اور نیز ان کو روحانی بلاغت کا اس میں ایک جداگانہ لطف دکھا کر ان پر کوڑا سا مار دیا۔ سورۂ فرقان کے اخیر میں یہ جملہ تھا کہ تم جھٹلا چکے اب دیکھو کیسی سزا ملتی ہے۔ ہر چند ان کی تکذیب کے مقابلہ میں بہت سے مواقع پر شہادتیں پیش کی گئی تھیں کہ ان میں غور کرنے کے بعد عاقل کو تکذیب کی گنجائش نہیں رہتی مگر اس کے بعد دلائل اثبات نبوت بیان کرنا اور ساتھ ہی گزشتہ انبیاء اور ان کی نافرمان اور سرکش قوموں کے واقعات بیان کرنا اتمام حجت اور اپنے محبوب رسولؐ کے دل کی تشفی اور دفع ملال مقصود تھا جو آپؐ کو اس بدنصیب قوم کی بے نصیبی اور آنے والی مصیبت سے تھا اس لیے سورۂ فرقان کے بعد اس سورت کا آنا مناسب ہوا۔ طسم۔ الحمد کی تفسیر میں حروف مقطعات کی بابت ہم بہت کچھ کہہ آئے ہیں۔ یہاں طٰ سے مراد طرب اور سٓ سے سرور دائمی اور میم سے محمدؐ ہے۔ یعنی محمدؐ کو طرب و سرور ابدی مبارک ہو۔ یہ غم چند روزہ ہے بواللہ اعلم۔

تلك ایٰت الکتٰب المبین یہ آیتیں جو اے لوگو تم کو سنائی جاتی ہیں روشن اور کھلی ہوئی کتاب یعنی قرآن کی ہیں جن میں عقل سلیم کو کچھ بھی تردد نہیں ہاں جو کور ازلی اور بدنصیب اصلی ہیں ان کو ان پر طرح طرح کے شکوک پیدا ہوتے ہیں یہ مضمون الہامی ان کے دل میں نہیں اترتا۔ اس لیے وہ ایمان نہیں لاتے۔ پھر جب وہ ایسے کور باطن ہیں تو اے نبی آپ کو ان کے ایمان نہ لانے سے کچھ رنج نہ کرنا چاہیے۔ پھر آپ کیوں جی میں گھٹتے ہیں لعلك باخع نفسك الخ۔

اب رہا ان کا یہ عذر کہ ہمارے سوال کے مطابق حضرتؐ کیوں کوئی نشانی نہیں دکھاتے سو یہ بھی غلط ہے ان کو اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا اور نہ ہم قادر ہیں ان نشانات نزل علیهم من السماء ایة الخ کہ آسمان سے ان پر کوئی ایسی نشانی اتاریں جس کے آگے ان کی گردنیں جھک جاویں۔ مگر ان کا تو یہ حال ہے کہ وما یاتیهم من ذکر من الرحمٰن الخ کہ جب کوئی نئی بات نصیحت کی ان کے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے تو اس سے انکار ہی کرتے ہیں۔ فقد کذبوا الخ یہ جھٹلا چکے نہ مانے ہیں نہ مانیں گے اب عن قریب اس کی حقیقت ان کو معلوم ہو جاوے گی۔ اور نشانی دیکھتے ہیں تو ہر وقت دیکھ سکتے ہیں زمین کی جڑی بوٹیوں کو دیکھیں کہ کس صناع نے کس حکمت سے پیدا کی ہیں۔ اس جڑی بوٹیوں کے اگانے میں چند نمونۂ قدرت ہیں اول یہ کہ جس طرح ہر سال جڑی بوٹیاں برسات میں پیدا ہو جاتی ہیں اور موسم خزاں میں ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا دوسرے سال پھر وہی اسی طور سے برآمد ہوتی ہیں۔ اس میں حشر اور قیامت اور انسانی بقا کا پورا نمونہ ہے۔ دوم جب عالم حسی میں اس کا ایک بار نہیں بلکہ بار بار یہ فضل ہے کہ وہ آسمانی پانی سے حیوانات بالخصوص انسان کے لیے کیا کیا مفید چیزیں پیدا کرتا ہے تو پھر وہ رحیم و کریم اس کی دوسری حیات کے لیے ابر رحمت یعنی نبوت کے فیض سے کیوں محروم کرتا مگر اکثر جاہل ان باتوں پر ایمان نہیں لانے والے۔

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ
اور جب کہ آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ تم ظالم قوم

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ
کے پاس جاؤ فرعون کی قوم پاس

اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ
ڈرتے وہ کیوں نہیں موسیٰ نے عرض کیا اے رب میں

اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝ وَيَضِيْقُ
ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں اور میرا سینہ

صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ
تنگ ہو جائے اور میری زبان نہ چلے پس ہارون کو

اِلٰى هٰرُوْنَ ۝ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ
پیغام دے اور مجھ پر ان کا ایک گناہ بھی ہے

فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ قَالَ
سو مجھے ڈر ہے کہ مار نہ ڈالیں فرمایا

كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ
ایسا ہرگز نہ ہوگا پس تم دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ

مُّسْتَمِعُوْنَ ۝ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ
سننے والے ہیں تم دونوں فرعون کے پاس جاکر

فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
کہو کہ ہم رب العالمین کے رسول ہیں

اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝
کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ
فرعون نے کہا کیا تجھ کو ہم نے اپنے گھر میں بچہ کو نہیں پالا تھا اور تو نے

فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۝ وَ
ہم میں اپنی عمر برسوں میں گزاری ہے اور

فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ
تو اپنی وہ حرکت کہ جو تو نے کی تھی کر چکا ہے حالانکہ تو

مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا
انکار یوں میں سے ہے۔ موسیٰ نے کہا جب کہ میں نے وہ کام کیا تھا

وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَفَرَرْتُ
تو میں بے خبر تھا پس میں تم سے

مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ
تمہارے ڈر کے مارے بھاگ نکلا تب مجھ کو میرے رب نے دانائی

حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝
عطا کی اور مجھ کو رسول بنایا

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ
اور کیا یہ بھی کوئی احسان ہے کہ جس کو تو نے جبر سے غلام بنا رکھا ہے کہ تو نے بنی

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ قَالَ فِرْعَوْنُ وَ
اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے فرعون نے کہا

مَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ رَبُّ
رب العالمین کیا چیز ہے موسیٰ نے کہا وہ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ
آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر کی سب چیزوں کا رب ہے

اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝ قَالَ لِمَنْ
اگر تم کو یقین آوے فرعون نے اُن درباریوں

حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ۝ قَالَ
سے جو اس کے ارد گرد تھے کہا کہ تم (موسیٰ کی باتیں) سنتے ہو؟ موسیٰ نے کہا

رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝
وہ تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا بھی رب ہے

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ
فرعون نے کہا بیشک تمہارا یہ رسول جو تمہارے پاس بھیجا گیا

اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ

ہے　ضرور دیوانہ ہے　موسیٰ نے کہا　مشرق و

الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ

مغرب کا　اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَئِنِ

اگر تم　عقل رکھتے ہو　فرعون نے کہا اگر

اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ

تو نے میرے　سوا اور کوئی معبود قرار دیا　تو تجھے

مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ

قید ہی کیا تو ڈال دوں گا　موسیٰ نے کہا　اور جو تیرے

جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ

پاس کھلی ہوئی بات لایا ہوں (تو بھی ؟)　فرعون نے کہا

بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾

اگر تو سچا ہے　تو اس کو　پیش کر

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ

پس موسیٰ نے　اپنا عصا ڈال دیا　تو وہ فوراً ایک بڑا اژدہا

مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ

بن کر ظاہر ہو گیا　اور　اپنا　ہاتھ نکالا تو فوراً وہ

بَيْضَاۗءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾

ناظرین کو چمکتا ہوا دکھائی دینے لگا۔

تفسیر

واذ نادیٰ ربك موسیٰ الخ اب یہاں سے انبیاء علیہم السلام کے تذکرے عبرت انگیز شروع ہوتے ہیں۔

(۱) یہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے جس میں ان کا فرعون کے پاس جانا اور خدا کا پیغام پہنچانا اور طرح طرح کے معجزات دکھانا اور اس کا نہ ماننا اور انجام کار دریائے قلزم میں مع لشکر غرق ہونا مذکور ہے۔

ولا یتطلق لسانی فرعون کے گھر جب موسیٰ تھے اور اس کے فرزندوں کی طرح پرورش پاتے تھے ایک بار فرعون کی داڑھی پکڑ لی جس پر خفا ہو کر اس نے قتل کا حکم دیا۔ اس کی بیوی نے سفارش کی کہ نادان بچہ ہے اس کے نزدیک آگ اور جواہرات برابر ہیں دونوں لا کر سامنے رکھے گئے تو آگ منہ میں ڈال لی تھی جب سے لکنت زبان پر تھی۔ بعض کہتے ہیں یوں ہی قدرتی طور پر لکنت تھی۔ بعض کہتے ہیں اس جملہ سے لکنت ثابت کرنا بے فائدہ ہے کس لیے کہ مراد یہ ہے کہ میں گویا نہیں ہوں مزاج میں غصہ زیادہ تھا عذر کر دیا کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے میرا سینہ تنگ ہوگا زبان نہ چلے گی۔

ولهم علی ذنب یہ گناہ قبطی کو گھونسہ مار کر مار ڈالنا ہے۔ الم نربك فینا کیا تو ہم میں لڑکپن سے ایک عمر تک نہیں پلتا رہا؟ وفعلت فعلتك اور تو نے وہ کام کیا جو کیا یعنی قبطی کو جو ہماری قوم کا تھا مار ڈالا۔ یہ فرعون نے بطور طعن کے کہا تھا۔ موسیٰ نے اقرار کر لیا کہ بے شک ایسا کام نادانستگی سے سرزد ہو گیا وانا من الضالین کے یہی معنی ہیں کہ مجھے طریقۂ فہمائش اس وقت نہ معلوم تھا نہ یہ کہ میں در اصل گمراہ بت پرست تھا۔ موسیٰ نے فرعون سے کہا تھا انا رسول رب العلمین کہ ہم دونوں بھائی رب العالمین کے رسول ہیں۔ مصر کے لوگ اور فرعون بھی بت پرست تھے ستاروں اور دیگر علویات کے بت بنا کر پوجا کرتے تھے اور نیز وہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو رب یعنی لوگوں کا پرورش کرنے والا سمجھتا تھا جیسا کہ ہندو راجہ کو ان داتا یعنی رزق دہندہ کہا کرتے ہیں اس لفظ سے چونکا جیسا کہ مشرکین رحمٰن کے لفظ سے چونکے تھے، اس لیے پوچھا ما رب العلمین

کہ کیا ہے رب العالمین؟ موسیٰ نے کہا آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر جو کچھ ہے سب کا رب۔ فرعون نے تعجب سے درباریوں سے کہا سنتے ہو یہ کیا کہتا ہے یعنی ایک شخص ایسا ہو سکتا ہے کہ ان سب چیزوں کا رب ہو؟ وہ اللہ تعالیٰ کا منکر تھا۔ موسیٰ نے کہا بلکہ تمہارے اگلے باپ دادا کا بھی رب۔ اس پر اس کو تاب نہ رہی کہہ دیا یہ دیوانہ ہے اس پر موسیٰ نے اور ترقی کی کہ مشرق اور مغرب کے لوگوں کا رب، تمہارے باپ دادا کی کیا خصوصیت ہے۔ اگر تمہیں عقل سے سمجھو یعنی میں دیوانہ نہیں ہوں تم احمق ہو۔ اس پر فرعون نے کہہ دیا کہ اگر تو نے کسی اور کو رب بنایا تو مقرر تجھے قید خانہ میں ڈال دوں گا۔ فرعون کا قید خانہ بھی معاذ اللہ ہر اقید خانہ تھا کسی کوئیں میں قیدیوں کو ڈال دیا کرتے تھے اوپر سے منہ بند کر دیتے تھے جیسا کہ ہندو راجاؤں کے عہد میں دستور تھا۔ موسیٰ نے کہا اگر میں تجھے کوئی نشانی اپنی صداقت کی دکھاؤں تب بھی تو مجھے قید میں ڈالے گا؟ اس نے کہا وہ نشانی دکھا۔ موسیٰ نے ہاتھ کو بغل میں سے نکالا تو آفتاب کی طرح چمکتا ہوا نکلا یدِ بیضاء پھر عصا یعنی اپنے ہاتھ کی لکڑی کو ڈالا تو اسی کے دربار میں سانپ بن کر لہرانے لگا۔ فرعون اور درباری ڈر کے مارے بھاگ اٹھے اس کی خدائی کی قلعی تو وہیں کھل گئی۔ موسیٰ نے اس کو پکڑ لیا پھر وہی لکڑی ہو گئی۔

قَالَ لِلْمَلَإِ حَوْلَهُۥٓ إِنَّ هَٰذَا لَسَٰحِرٌ
فرعون نے اپنے درباریوں سے جو اس کے پاس تھے کہا کہ بے شک یہ بڑا ماہر
عَلِيمٌ ﴿٣٤﴾ يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم مِّنْ
جادوگر ہے تم کو اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے
أَرْضِكُم بِسِحْرِهِۦ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ﴿٣٥﴾
نکال دینا چاہتا ہے پھر تم کیا رائے دیتے ہو؟

قَالُوٓا۟ أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَٱبْعَثْ فِى
وہ بولے اس کو اور اس کے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں
ٱلْمَدَآئِنِ حَٰشِرِينَ ﴿٣٦﴾ يَأْتُوكَ
ہرکارے بھیج دیجئے کہ آپ کے پاس بڑے
بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيمٍ ﴿٣٧﴾ فَجُمِعَ
بڑے ماہر جادوگروں کو حاضر کریں پس سب
ٱلسَّحَرَةُ لِمِيقَٰتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٣٨﴾
جادوگر ایک دن معین پر جمع کیے گئے
وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم مُّجْتَمِعُونَ ﴿٣٩﴾
اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم بھی اکٹھے ہوتے ہو؟
لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ ٱلسَّحَرَةَ إِن كَانُوا۟ هُمُ
شاید کہ ہم جادوگروں کے متبع ہو جاویں اگر وہی
ٱلْغَٰلِبِينَ ﴿٤٠﴾ فَلَمَّا جَآءَ ٱلسَّحَرَةُ
غالب رہے پھر جب جادوگر آئے
قَالُوا۟ لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن
تو فرعون سے کہا بھلا ہم کو کچھ انعام بھی ہے اگر
كُنَّا نَحْنُ ٱلْغَٰلِبِينَ ﴿٤١﴾ قَالَ نَعَمْ
ہم ہی غالب آجاویں اس نے کہا ہاں
وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ ٱلْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٢﴾
بے شک جب تو تم مقربوں میں داخل ہو جاؤ گے

قَالَ لَهُم مُّوسَىٰٓ أَلْقُوا۟ مَآ أَنتُم
ان سے موسیٰ نے کہا ڈالو کیا
مُّلْقُونَ ﴿٤٣﴾ فَأَلْقَوْا۟ حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ
ڈالتے ہو پھر انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈالیں
وَقَالُوا۟ بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ ٱلْغَٰلِبُونَ ﴿٤٤﴾
اور کہنے لگے فرعون کے اقبال سے ہم ہی غالب رہیں گے۔

فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ
پھر موسیٰ نے بھی اپنا عصا ڈال دیا پھر تو وہ فوراً ان کے ان شعبدوں کو جو بنا
تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ
رہے تھے) نگلنے لگا　پھر جادوگر سجدے
سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾
میں گر پڑے　کہنے لگے ہم رب العالمین پر ایمان لائے
رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ
موسیٰ اور ہارون کے رب پر　فرعون نے کہا
اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ
کیا تم میری اجازت سے پہلے ہی ایمان لے آئے؟
اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ
بے شک یہ تمہارا استاد ہے　کہ جس نے تم کو جادو
السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۭ
سکھایا ہے　سو تم کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے
لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ
کہ میں تمہارا ایک طرف کا ہاتھ　اور دوسری طرف کا پاؤں
مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوْصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾
کٹوائے ڈالتا ہوں　اور تم سب کو سولی پر چڑھائے دیتا ہوں
قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا
وہ بولے　کچھ مضائقہ نہیں　ہم کو تو اپنے رب کے پاس
مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ
لوٹ کر جانا ہے　ہم کو امید ہے　کہ
يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ
ہمارا رب ہمارے گناہوں کو معاف کر دے گا اس سبب سے کہ ہم
اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾
سب سے پہلے ایمان لائے۔

تفسیر

بدنصیب یہ معجزے دیکھ کر ایمان تو نہ لایا یہ کہہ دیا کہ یہ بڑا جادوگر ہے اس کے زور سے تمہارا ملک لینا چاہتا ہے۔ فرعونیوں کے عہد میں جادو اور طلسم کا بڑا زور تھا چنانچہ اُس عہد کے یادگار مسلمانوں کے ابتداء عہد تک موجود تھے جن کو اہل اسلام کے مورخین نے نقل کیا ہے، دیکھو تاریخ مصر۔ درباریوں نے صلاح دی کہ آپ بھی اپنے ملک میں سے نام ور جادوگر ایک روز معین میں جمع کر کے اس کو عاجز کر دیجیے اور عید یا کوئی فرعونیوں کا میلہ ہوتا تھا جس میں سب لوگ شریک ہوتے تھے وہ روز قرار پایا تاکہ سب لوگ موسیٰ کا عجز ملاحظہ کریں چنانچہ اس روز وہ سب جادوگر اور طلسم کار آئے اور ایک میدان میں فرعون اور اس کے امراء اور عام لوگ جمع ہوئے وہاں موسیٰ و ہارون بھی تشریف لائے مقابلہ کی ٹھیری۔ موسیٰ نے کہا ڈالو کیا ڈالتے ہو یعنی پہلے تم کچھ دکھاؤ انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں زمین پر ڈالیں۔ لوگوں کو سانپ بن کر پھرتی ہوئی نظر آنے لگیں۔ پھر موسیٰ نے عصا ڈالا وہ اژدہا بن گیا سب کو کھا گیا۔ فرعون کے جادوگروں کو معلوم ہو گیا کہ یہ کام سحر کی طاقت سے باہر ہے یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا نشان ہے فوراً ایمان لے آئے اور وہیں سجدہ میں گر پڑے۔ فرعون بڑا خفا ہوا اور کہا میرے حکم سے پیشتر تم کیوں ایمان لائے یہ موسیٰ تمہارا استاد معلوم ہوتا ہے تمہارے باہم سازش پائی جاتی ہے تم کو اب سزا دیتا ہوں کہ ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں کٹوا کر دار پر چڑھاتا ہوں۔ انہوں نے کہا کچھ مضائقہ نہیں، دنیا کی تکلیف چند ساعت کی ہے گزر جاوے گی آخر ہم اپنے اللہ کے پاس جاویں گے ہم کو امید ہے کہ وہ ہمیں بخش دے گا۔ کس لیے کہ سب سے پہلے ہم موسیٰ پر اور اس کے رب پر ایمان لائے۔ چنانچہ

ع ۳ ۱۸ ۷

فرعون نے ایسا ہی کیا۔

رب العالمین کے بعد رب موسیٰ وہارون اس لیے کہا کہ فرعون بھی اپنے آپ کو رب سمجھتا تھا۔

لعلنا نتبع السحرۃ اس وقت تک فرعونی جادو گروں کو بھی مذہبی امور میں قابلِ اتباع نہ جانتے تھے اگر وہ غالب آگئے تو ہمیشہ ان کے کہنے پر چلا کریں گے۔

سحرۃ سے موسیٰ اور ہارون مراد نہیں ہوسکتے۔ اول تو سحرہ جمع ساحر ہے جس سے مراد بہت سے ہیں۔ دوئم لفظ لعل یہ آرزو کرنا ان کی حالت کے خلاف ہے۔

مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ

فرعونیوں کو باغوں اور چشموں　　اور خزانوں اور

وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ۚ وَاَوْرَثْنٰهَا

عمدہ مقام سے نکال باہر کردیا　　یوں کیا　　اور ان چیزوں کا

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ

بنی اسرائیل کو وارث کردیا　　پھر فرعونیوں نے ان کو

مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَاۗءَ الْجَمْعٰنِ

دن نکلتے ہی آلیا　　پھر جب دونوں جماعتیں مقابل ہوئیں

قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾

تو موسیٰ کے لوگ کہنے لگے　　ہم تو پکڑلئے گئے

قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾

موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں، بیشک میرے ساتھ میرا رب ہے وہ مجھے ابھی راہ بتلائے دیتا ہے

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ

اور موسیٰ کو ہم نے حکم بھیجا کہ　　میرے　　بندوں کو راتوں رات

بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ

دریا پر　　مار (موسیٰ نے عصا مارا) سو دریا پھٹ گیا　　اور

كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾

پانی کا ہر ایک ٹکڑا ایسا ہوگیا　　جیسا کہ　　اونچا ٹیلہ

وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَ

اور اس مقام پر ہم دوسروں (فرعونیوں) کو لے آئے اور لاکر ڈبو دیا اور

فَاَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾

لے کر نکل جاؤ　　کیونکہ تمہارا تعاقب کیا جاوے گا (سو وہ

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَاۗىِٕنِ

نکلے) پھر فرعون نے بھی شہروں میں　　ہرکارے

حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَشِرْذِمَةٌ

دوڑا دیے　　کہ یہ　　ایک تھوڑی سی

قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَاۗىِٕظُوْنَ ﴿۵۵﴾

جماعت ہے　　اور یہ ہمارے بڑے دشمن ہیں

وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ

اور ہم سب ان سے خطرہ رکھتے ہیں　　پس ہم نے

لہ ان چیزوں کا یعنی باغوں اور چشموں اور خزانوں اور عمدہ مکانوں کا شام میں لاکر بنی اسرائیل کو مالک کردیا۔ ان چیزوں کے مالک کردینے سے یہ مراد نہیں کہ انہیں فرعونیوں کے باغوں کا مالک بنادیا کس لیے کہ بنی اسرائیل کے بعد بھی فرعونیوں کی سلطنت ملک مصر پر قائم رہی ہے کوئی بنی اسرائیل مصر کا بادشاہ نہیں ہوا خصوصاً وہ اسرائیلی جو موسیٰ کے ساتھ تھے وہ تو برسوں تیہ میں ٹکراتے پھرے ہیں جہاں من وسلویٰ اترا اور کیا کیا احکام فرض ہوئے اور کیا کیا واقعات گزرے جس نے خاص وہی فرعونی باغ سمجھ کر قرآن پر دراغ بیانی اور تاریخی واقعات کے خلاف ہونے کا الزام لگایا ہے یہ اس کی غلط فہمی ہے اور جو کوئی ہمارا مفسر اس طرف گیا ہے تو یہ اس کی ناواقفیت ہے ۱۲ حقانی

أَنجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ أَجْمَعِينَ ﴿٦٥﴾

ہم نے موسیٰ اور اس کے سب ساتھیوں کو بچا لیا

ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٦٦﴾ إِنَّ فِي

اور ان دوسروں کو غرق کر دیا　البتہ اس

ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم

میں ایک بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر تو مانتے

مُّؤْمِنِينَ ﴿٦٧﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

بھی نہ تھے　اور البتہ آپ کا رب تو

الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦٨﴾

زبردست[1] رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر

واوحینا الی موسیٰ باقی تمام قصہ کو حذف کر کے جو موسیٰ کی سرگزشت مصر سے تعلق رکھتا تھا صرف بنی اسرائیل کے مصر سے جانے کا تذکرہ شروع فرمایا۔ کیونکہ نشانی قدرت کاملہ اور ان کے کفر و انکار کا نتیجہ ظاہر کرنا مقصود مقام تھا۔

موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میرے بندوں کو یعنی بنی اسرائیل کو رات میں لے نکل۔ چنانچہ موسیٰ بنی اسرائیل کو مع زن و فرزند کسی عید کے بہانہ سے باجازت فرعون لے نکلے اور اسرائیلیوں نے فرعونیوں سے عید کے بہانہ سے زیورات بھی مستعار لیے تھے۔ جب یہ سب نکل گئے تو فرعون کو خبر ملی کہ وہ نکل کر ملک شام میں جاتے ہیں فرعون نے جا بجا ہرکارے بھیج دیے کہ لوگ کمک کو آویں اور کچھ خوف نہ کریں کیونکہ ان ھٰؤلاء لشرذمۃ قلیلون یہ تھوڑے لوگ ہیں اور انہوں نے ہم کو ناخوش کیا ہے۔ ایک تو ہماری حکومت سے نکلے جاتے ہیں دوسرے ہمارے زیورات لے گئے محض بہ نظر احتیاط تم کو کہلا بھیجا ہے کہ مرد کو آؤ دانا لجمیع حٰذرون کہ ہم کو ان سے خطرہ ہے۔

پس فرعون اور اس کے ساتھ بہت سے لوگ ان کے تعاقب میں نکلے اور صبح دن نکلتے ہوئے اسرائیلیوں کو دریائے قلزم کے قریب آلیا۔ بنی اسرائیل ان کو دیکھ کر ڈر گئے۔ موسیٰ نے تسلی دی کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ دریا پر اپنا عصا مار۔ اس کے مارنے سے دریا پھٹ گیا اور پانی کی باڑ پہاڑ کی طرح دونوں طرف کھڑی ہو گئی۔ بنی اسرائیل خشک زمین پر سے سلامت نکل گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے اسی راستہ سے جب وہ یہاں آئے تو دریا باہم مل گیا وہ سب ڈوب کر مر گئے۔ یہ ایک اللہ کی طرف کی بڑی نشانی ہے لیکن وہ اکثر نہیں مانتے۔

کذلک واورثنٰھا بنی اسرائیل اس مقام پر اکثر لوگوں کو دھوکہ ہو گیا ہے کہ اورثنٰھا بنی اسرائیل کی ضمیر کو فرعونیوں کے خاص جنات و عیون و کنوز و مقام کریم کی طرف پھرایا ہے اور اس کی تفسیر میں کہہ دیا ہے کہ فرعونیوں کے غرق ہونے کے بعد ان کے باغوں اور عمدہ مقامات کے

[1] زبردست ایسا کہ فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔ رحیم ایسا کہ بے چارے بنی اسرائیل کو بچا لیا۔ یا یہ کہ زبردست ہے۔ سزا دینے پر آئے تو کوئی نہ بچا نہیں سکتا۔ مگر رحیم بھی ہے کہ فی الفور سزا نہیں دیتا درگزر کر جاتا ہے۔ ۱۲ منہ

بنی اسرائیل پھر لوٹ کر آ کر مالک ہو گئے تھے۔ حالاں کہ یہ بات نہیں ہوئی کس لیے کہ تمام اہل تاریخ اس پر متفق ہیں کہ دریائے قلزم کو عبور کر کے بنی اسرائیل چالیس برس تک تیہ میں ٹکراتے پھرے مصر میں واپس نہ آئے اور نیز اس فرعون کے بعد دوسرا فرعون تخت مصر پر بیٹھا ہے۔ ان کی سلطنت کا خاتمہ بابل کے بادشاہ کے ہاتھ سے سیکڑوں برس بعد ہوا۔ صحیح توجیہ جیسا کہ بیضاوی فرماتے ہیں یہ ہے او مثل ذلک المقام الذی کان لھم علی انہ صفۃ مقام۔ اس تقدیر پر بہ معنی صاف ہو گئے کہ ایسے مقامات کا ہم نے بنی اسرائیل کو وارث یعنی مالک کر دیا۔ یعنی ملک شام اور فلسطین میں ان کو بھی ہم نے ویسے ہی عمدہ مقامات اور باغ اور چشمے اور خزانے عطا کیے جیسا کہ فرعونیوں کے پاس تھے اور ان سے نکال کر ہم نے ان کو دریائے قلزم میں غرق کیا۔

خلاصہ یہ کہ اُن عمدہ مقامات سے ان کو نکالا اور ایسے عمدہ مقامات بنی اسرائیل کو عطا کیے۔ اور سورۂ دخان میں بھی ایسا ہی آیا ہے کم ترکوا من جنّٰت وعیون و زروع ومقام کریم ونعمۃ کانوا فیھا فٰکھین کذٰلک واورثنٰھا قوما اٰخرین۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ
اور ان کو ابراہیم کا حال بھی پڑھ سنا ۔ جب کہ
قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾
انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس کو پوجا کرتے ہو؟
قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا
انہوں نے کہا بتوں کو پوجتے ہیں سو انہیں کے گرد
عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ
رہا کرتے ہیں ابراہیم نے کہا کیا وہ تمہاری بات سنتے ہیں

اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ
جب کہ تم پکارتے ہو یا تم کو کچھ نفع
اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ
یا نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا (کچھ نہیں) بلکہ ہم نے اپنے
اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ
باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے ابراہیم نے کہا
اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٥﴾
تم کو خبر (کچھ) بھی ہے کہ تم اور تمہارے اگلے
اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿٧٦﴾
باپ دادا جس کو پوجتے تھے
فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٧﴾
وہ تو سب میرے دشمن ہیں مگر رب العالمین (کہ وہ بڑا
الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿٧٨﴾ وَ
زبردست ہے) وہ کہ جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر مجھ کو رہنمائی کیا کرتا ہے اور
الَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿٧٩﴾
وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے
وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿٨٠﴾ وَ
اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے اور
الَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿٨١﴾ وَالَّذِيْٓ
وہ جو مجھے موت دے گا پھر زندہ کرے گا اور وہ کہ جس سے
اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ
مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے گناہ معاف
الدِّيْنِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ
کرے گا اے رب مجھے حکمت عطا کر اور
اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ
مجھے شائستہ لوگوں میں ملا دے اور آیندہ

لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ﴿٨٤﴾ وَ — أَجْمَعُونَ ﴿٩٤﴾ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا

آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھیو — اور — ڈال دیے جائیں گے — وہ وہاں باہم جھگڑتے ہوئے

اجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿٨٥﴾ — يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾ تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي

مجھ کو جنۃ النعیم کے وارثوں میں سے کر دے — کہیں گے — کہ اللہ کی قسم ضرور ہم صریح

وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ — ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذْ نُسَوِّيكُمْ

اور میرے باپ کو بھی بخشدے کیونکہ وہ گمراہوں میں سے — گمراہی میں تھے — جب کہ (اے جھوٹے معبودو) تم کو ہم

الضَّالِّينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ — بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٩٨﴾ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا

تھا — اور مجھ کو بھی اٹھنے کے دن — رب العالمین کے برابر کیا کرتے تھے — اور ہم کو کسی نے گمراہ نہیں کیا تھا مگر

يُبْعَثُونَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَ — الْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ ﴿١٠٠﴾

رسوا نہ کرنا — جس دن کہ نہ مال کام آئے گا — ان بدکاروں نے — پھر نہ ہمارا کوئی شفاعت کرنے والا ہے

لَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ — وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا

نہ اولاد — مگر اس کو کہ جو اللہ کے پاس پاک دل — اور نہ کوئی دوست و غمگسار ہے — کاش ایک بار پھر

سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٠٢﴾ — كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾

لے کر آیا — اور اس دن پرہیزگاروں کے لیے جنت قریب لائی جائیگی — ہمیں دنیا میں جانا ملے تو ہم ضرور ایمان والوں میں شامل ہو جاویں

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿٩١﴾ وَقِيلَ — إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ

اور جہنم سرکشوں کے لیے ظاہر کی جائے گی — اور ان سے کہا — البتہ اس میں ایک بڑی نشانی ہے — اور ان میں سے

لَهُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٩٢﴾ مِنْ — أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٠٤﴾ وَإِنَّ

جاوے گا کہ وہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پوجا کرتے — اکثر تو ماننے والے نہیں — اور بے شک

دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ — رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٥﴾

تھے — (اب) کیا وہ تمہاری کچھ مدد کر سکتے ہیں یا — آپ کا رب — زبردست (اور) رحم کرنے والا ہے

يَنْتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوا فِيهَا

بدلہ لے سکتے ہیں — پھر وہ بھی[1] اور گمراہ لوگ بھی

هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ

اور سب شیطانی لشکر جہنم میں اوندھے منہ

ترکیب

کذلک منصوب بہ یفعلون۔ فاھم عدد ولی انما افرد والقیاس اعداد لان العدد جنس یطلق علی الواحد

[1] یعنی معبود اور ان کے پوجنے والے گمراہ لوگ اور ان کو بہکانے والے شیاطین سب کے سب جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیے جاویں گے ۱۲ منہ

والکثیر۔ اوالمراد ذو عداوۃ۔ الا رب العلمین استثناء جنس اور غیر جنس دونوں سے ہو سکتا ہے۔ الذی مبتدأ فھو مبتدأ ثان یھدین اس کی خبر اور جملہ الذی کی خبر اور بعد کے الذی پہلے کی صفات ہیں اور صفات میں وَ کا داخل کرنا جائز ہے یوم لا ینفع بدل ہے اول یوم سے الا من استثناء متصل اور غیر متصل بھی ہو سکتا ہے۔

تفسیر

واتل علیھم نبأ ابراھیم الخ (۲) قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جس میں حضرت کو کامل تسلی دی گئی ہے کہ ابراہیم کا باپ اور ان کی تمام قوم بھی گمراہی میں مبتلا تھی بت پرست تھے۔ پھر ابراہیم کو اپنے باپ کے جہنمی ہونے کا کیا کچھ غم نہ تھا مگر بجز دعا کرنے کے اور کچھ نہ کر سکے پھر آپ کیوں اے نبی اس قدر غم کرتے ہیں؟ اور جب ابراہیم کے ساتھ ان بت پرستوں نے نہ صرف مقابلہ ہی کیا بلکہ آگ میں ڈالا اور وہاں سے سلامت آنے پر ہی دیس چھوڑنا پڑا۔ پس آپ پر یہ مصائب کوئی نئی بات نہیں۔ حضرت ابراہیم نے اپنی دعا میں جنۃ النعیم میں جانا اور قیامت کی رسوائی سے پناہ میں رہنا ذکر کیا تھا، جس سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ اور مرنے کے بعد دوسری زندگانی کے لئے قریش کہ تمہارے جد امجد ابراہیم بھی معتقد تھے اس میں میں نے کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد اس مناسبت سے مسئلہ معاد یعنی حشر کی کیفیت بھی بیان فرمائی کہ اس روز جہنم بدکاروں کے، جنت ابرار کے سامنے لائی جائے گی اس دن مال اور زر اور اولاد کام نہ آئے گی مگر ان کے کہ جو خدا کے پاس کفر و معصیت حب شہوات سے پاک دل لے کر آیا ہوگا اس کی اولاد نیک کے اعمال صالحہ جو اس کی ہدایت کا نتیجہ ہیں۔ اور اسی طرح جو مال اس نے اللہ کی راہ میں صرف کیا ہے اس کے کام آئے گا اور اس روز بت پرستوں سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کیا کرتے تھے پھر کیا آج وہ تمہارے معبود کچھ تم کو نفع یا نقصان دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد وہ بھی اور ان کے وہ معبود خبیث بھی ارواح خبیثہ و شیاطین سب کے سب جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔

اور جہنم میں آپس میں لڑیں گے اور مشرکین کہیں گے ہم بڑے سخت گمراہ تھے جو تم کو رب العالمین کا شریک ٹھیرایا کرتے تھے ہائے آج ہمارا نہ کوئی سفارشی ہے نہ حمایتی کاش دوبارہ دنیا میں جانے کی اجازت ملے تو ہم بھی ایمان لائیں۔ ایمان کے نتائج کا مشاہدہ ہو گیا۔

اذ قال لابیہ و قومہ ما تعبدون گو حضرت ابراہیم جانتے تھے کہ یہ بتوں کو پوجتے ہیں لیکن سوال اس غرض سے کیا تھا کہ ان کے بتوں کی کمزوری ثابت کریں تاکہ ان کو شرمندگی حاصل ہو اور پھر یہ ان کی پرستش چھوڑ دیں۔ مگر وہ تو ایسے پختہ تھے کہ نعبد اصناما کہنے پر بس نہ کیا بلکہ فنظل لھا عٰکفین بھی کہہ دیا کہ ہم نہ صرف ان کی پرستش ہی کیا کرتے ہیں بلکہ ہم دن بھر ان کے گرد رہا کرتے ہیں (والعکوف الاقامۃ علی الشئ وانما قالوا نظل لانھم کانوا یعبدونھا بالنھار دون اللیل (کبیر) ان کو بت پرستی پر تفاخر تھا اور اس کی وہ مسرت ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ (اصرے گمراہی)۔

ابراہیم علیہ السلام کی قوم بابل اور اس کے اطراف میں تھی وہ لوگ مذہب صابی رکھتے تھے جو ستاروں اور دیگر نورانی اور آسمانی چیزوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ پھر ان معبودوں کے نام سے طرح طرح کی مورتیں بنا رکھی تھیں۔

تخمیناً پچاس سال ہوئے ہوں گے کہ شہر نینوی کے بعض تودوں کو فرانس کی ایک جماعت نے بحکم حضرت

سلطان عجائب قدیمہ دریافت کرنے کی غرض سے کھدوایا تو بہت نیچے سے سنگِ مرمر کا ایک عجیب و غریب مکان برآمد ہوا جس کی دیواروں پر ہر طرف عجائب مورتیں ترشی ہوئی تھیں اور پھر اس کے صدر مقام میں ایک بہت بلند بیل سنگِ مرمر کا تھا جس کے پاؤں ہاتھی کے اور بازوؤں پر عقاب کے سے پر اور اس کی صورت انسان کی تھی دو قدِ آدم اونچا تھا جس کو اکھاڑ کر فرانس کے عجائب خانہ میں رکھا گیا اور دیواروں پر کچھ کتبہ بھی تھا جو آج تک کسی سے پڑھا نہیں گیا۔ غالباً یہ ابراہیم کی قوم کا بت تھا۔

حضرت ابراہیم نے پھر ان سے دریافت کیا ھل یسمعونکم اذ تدعون او ینفعونکم او یضرون کہ بھلا جب تم ان کو پکارتے ہو کچھ تمہاری بات بھی سنتے ہیں یا تم کو کچھ نفع یا نقصان بھی دیتے ہیں؟ اس کا وہ کیا جواب دیتے بجز اس کہنے کے کہ بل وجدنا اٰباءنا کذٰلک یفعلون ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے ان کی تقلید ہم کرتے ہیں۔ ایسی تقلید حرام ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ افرأیتم ما کنتم تعبدون انتم واٰباؤکم الاقدمون اب تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ تم اور تمہارے باپ دادا کس بے حقیقت چیز کی عبادت کیا کرتے تھے۔ فانھم عدو لی الا رب العٰلمین یہ سب میرے دشمن ہیں یعنی مجھے ان سے نفرت و عداوت ہے مگر رب العالمین سے نہیں۔ اس کے بعد رب العالمین کے چند اوصاف ذکر کرتے ہیں جن سے ان کو اس کی طرف رغبت پیدا ہو پس فرمایا الذی خلقنی فھو یھدین وہ کہ جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی مجھ کو راہِ راست کی طرف رہنمائی کیا کرتا ہے والذی ھو یطعمنی ویسقین واذا مرضت فھو یشفین کہ صرف یہی نہیں کہ پیدا کر کے ہی اس نے چھوڑ دیا پھر اس سے کچھ کام نہیں پڑتا بلکہ جس طرح ابتدا میں اس کی طرف حاجت تھی حال میں بھی ادنیٰ اور اعلیٰ حاجت اسی سے وابستہ ہے یطعمنی ویسقین سے چھوٹی باتوں کی طرف واذا مرضت فھو یشفین سے امورِ عظام کی طرف اشارہ کیا گیا۔

والذی یمیتنی ثم یحیین والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین زندگی دنیا کے بعد بھی اس سے تعلق ہے وہی موت دے گا پھر قیامت کو دوبارہ وہی زندہ کرے گا اسی سے مجھے گناہوں کی معافی کی امید ہے (ہر چند حضرت ابراہیم گنہ گار نہ تھے مگر خاصانِ خدا بمقام عبدیت اپنی ذرا ذرا سی فروگزاشت کو بھی بہت بڑا گناہ سمجھا کرتے ہیں) یعنی تمہارے بت بے کار اور میرا معبود یہ یہ کیا کرتا ہے اب دیکھو کون قابلِ پرستش ہے۔ یہ سب ان پر تعریض ہے۔

اس کے بعد جو دارِ آخرت اور دنیا کی بہبودی کے لیے حضرت ابراہیم نے اپنے رب سے دعا کی اس کو نقل کرتا ہے رب ھب لی حکما والحقنی بالصٰلحین حکم سے مراد کمال قوت مدرکہ کا کہ جس سے ادراکِ حق حاصل ہو والحقنی بالصٰلحین سے مراد کمال قوت عملیہ کا کہ جس سے خیر کو عمل میں لاوے۔

واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین اور مرنے کے بعد دنیا میں میرا سچائی اور ذکرِ خیر کے ساتھ تذکرہ باقی رہے یعنی توحید کا طریقہ جو مجھے نصیب ہوا ہے میرے بعد میں بھی رہے کہ وہ اس سبب سے مجھے ذکرِ خیر سے یاد کیا کریں جو اوروں کے لیے توحید کی طرف رغبت کا باعث ہو۔ واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیم اور مجھ کو جنتِ نعیم کا وارث کیجو۔ یہ سعادتِ آخرت کی دعا تھی۔ جب سعادتِ دنیا و آخرت کے سوال سے فارغ ہوئے تو باپ کے لیے

لہ حضرت ابراہیم کی سب دعائیں قبول ہوئیں مگر باپ کے حق میں نہ قبول ہوئی عبرت کا مقام ہے خدا کی بے نیازی سے ڈرنا چاہیے ۱۲ منہ

بھی دعا کی کیوں کہ وعدہ کر چکے تھے اور نیز اپنے حق داروں کو نعمت میں شریک کرنا عالی حوصلوں کا کام ہے ولا تخزنی یوم یبعثون کہ قیامت کے روز مجھ سے کوئی باز پرس بھی نہ کرنا۔

پھر اس کے بعد قیامت کا حال شروع کر دیا کہ اُس روز نہ مال کام آوے گا نہ اولاد نفع دے گی مگر قلبِ سلیم کہ جس میں توحید و اخلاص ہو

إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ
ان کا حساب تو میرے رب ہی پر ہے اے کاش
تَشْعُرُونَ ﴿١١٣﴾ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ
تمہیں اس کا شعور ہوتا اور میں تو ایمان داروں کو اپنے
الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٤﴾ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ
پاس سے کھدیڑنے کا نہیں میں تو بس کھول کر ڈر
مُبِينٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا نُوحُ
سنانے والا ہوں انہوں نے کہا اے نوح! اگر تو باز نہ آیا

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾
نوح کی قوم نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا
إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا
جب کہ ان کے بھائی نوح نے کہا کیا تم
تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ
(خدا سے) نہیں ڈرتے؟ میں تو تمہارے لیے امانت دار
أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٠٨﴾
رسول ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو
وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ
اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت بھی تو نہیں مانگتا میری
أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٩﴾
مزدوری تو اللہ ہی پر ہے جو تمام جہان کا رب ہے
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١١٠﴾ قَالُوا
پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو قوم نے کہا
أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ ﴿١١١﴾
کیا ہم تجھے مانیں اور تیرے تابع تو کمینے لوگ ہو گئے ہیں
قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٢﴾
نوح نے کہا اور مجھے کیا خبر کہ وہ کیا کرتے تھے

النصف

ع ۱۸ ۱۰

إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ
ان کا حساب تو میرے رب ہی پر ہے اے کاش
تَشْعُرُونَ ﴿١١٣﴾ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ
تمہیں اس کا شعور ہوتا اور میں تو ایمان داروں کو اپنے
الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٤﴾ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ
پاس سے کھدیڑنے کا نہیں میں تو بس کھول کر ڈر
مُبِينٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا نُوحُ
سنانے والا ہوں انہوں نے کہا اے نوح! اگر تو باز نہ آیا
لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿١١٦﴾ قَالَ
تو ضرور سنگسار کیا جائے گا نوح نے دعا کی
رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿١١٧﴾
اے رب میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا
فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي
پس تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے اور مجھ کو
وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾
اور میرے ساتھ جو ایمان دار ہیں ان کو نجات دے۔
فَأَنْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ
پھر ہم نے اس کو اور اس کے ساتھ والوں کو بھی جو بھری کشتی
الْمَشْحُونِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ
میں تھے بچا لیا پھر بعد میں اور باقی لوگوں کو
الْبَاقِينَ ﴿١٢٠﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَ
غرق کر دیا البتہ اس میں ایک بڑی نشانی ہے اور
مَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٢١﴾ وَ
ان میں سے اکثر ماننے والے ہی نہ تھے اور
إِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٢﴾
البتہ آپ کا رب زبردست مہربان ہے

ترکیب

اتبعک۔ جملہ حال ہے ضمیر نؤمن سے۔ ارذلون جمع ارذل یعنی ذلیل ما علمی ظاہر میں ما استفہامیہ ہے محل رفع میں بسبب مبتدا ہونے کے اور علمی اس کی خبر۔ اور ممکن ہے کہ نافیہ ہو بما کی سب دونوں تقدیر پر علمی سے متعلق ہے دوسری تقدیر پر خبر کو مضمر ماننا پڑے گا بعد اسے بعد انجامہم۔

تفسیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا عبرتناک قصہ بیان فرماتا ہے۔ اگرچہ سورۂ اعراف و سورۂ ہود میں یہ قصہ مشرحاً بیان ہو چکا ہے لیکن چوں کہ اسلوب قرآن مؤرخانہ نہیں کہ جن کے نزدیک مکرر بیان کرنا عیب ہے بلکہ واعظانہ کہ جن کے نزدیک عبرتناک قصوں کو بمقتضائے مقام و حالات قوم مکرر بیان فرمانا عین حکمت ہے۔ خصوصاً نئے نئے اسلوب سے اس لیے اس کا پھر یہاں اعادہ کیا۔ حضرت نوح کا ساڑھے نو سو برس تک ان میں وعظ و پند فرمانا اور پھر ان کا ہدایت پر نہ آنا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کامل تسلی اور ان کے اخیر نتیجہ غرق ہونے سے حضرتؐ کے ہم وطنوں سرکش قریش کو کامل تہدید ہے۔

کذبت قوم نوح المرسلین۔ گرچہ قوم نوح کے صرف نوح رسول تھے مگر جب کہ ان کو جھٹلایا تو سب نبیوں کو جھٹلایا کیوں کہ دین کی باتوں میں سب ایک زبان تھے ایک کی تکذیب سب کی تکذیب اس لیے المرسلین جمع کا صیغہ آیا کہ ان کے فعل بد کی پوری شناعت اور کامل قباحت ظاہر ہو جائے اور اس لیے بعد کے قصوں میں یہی صیغہ استعمال ہوا ہے۔

اخوھم نوح۔ نوح ان کے بھائی تھے کیوں کہ ایک قوم کے تھے۔ نوح نے اولاً یہی فرمایا الا تتقون کہ کیوں نہیں خدا سے ڈرتے جو بت پرستی کرتے ہو۔ قوم نوح میں بھی بت پرستی کا رواج تھا۔ یہ تو ان کا وصف تھا۔ اب اپنی حالت کا ذکر کرتے ہیں انی لکم رسول کہ میں تمہارے لیے خدا کی طرف سے پیغام لے کر آیا ہوں، اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا اور میں امانت دار بھی ہوں یعنی اس پیغام رسانی میں کچھ کمی زیادتی نہیں کرتا ہوں جب یہ ہے تو فاتقوا اللہ واطیعون۔ اللہ سے ڈرو اس کے احکام کی مخالفت نہ کرو اور میرا کہا مانو۔

وما اسئلکم علیہ من اجر۔ میں تم سے اس پر کچھ مانگتا نہیں، یعنی بے غرض ہوں کیوں کہ غرض مند کی بات میں دغدغہ ہوتا ہے۔ البتہ مزدوری تو میری ہے مگر تم پر نہیں رب العلمین پر ہے۔ پھر اسی کلمہ کا اعادہ کیا تاکید کے لیے فاتقوا اللہ واطیعون۔ ان سب باتوں کے بعد ان بدبختوں نے یہ عذر کیا انؤمن لک الخ کہ ہم تجھ پر کیوں کر ایمان لائیں تجھ پر تو پاجی لوگ ایمان لائے ہیں جو احمق اور بدعقل ہوتے ہیں اور کوئی دنیاوی لالچ ان کا مقصود ہوتا ہے یعنی دل سے نہیں۔

نوح علیہ السلام پر غریب غربا لوگ ایمان لے آئے تھے اور ہمیشہ ہر کار میں یہی پیش قدمی کیا کرتے ہیں کیوں کہ راہ حق میں مانع جاہ و حشم دنیاوی ہے سو یہ ان کے ہاں نہیں ہوتا۔ اس لیے نوح نے فرمایا وما علمی الخ کہ ان کی حقیقت حال سے اللہ آگاہ ہے مجھے ان کے باطن سے کیا کام بظاہر مومن ہیں مومنوں کو دور نہ کروں گا آخر کار نہ مانا غرق ہوئے۔

كَذَّبَتْ عَادُ ِالْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ
(اسی طرح) قوم عاد نے (بھی) رسولوں کو جھٹلایا تھا جب کہ

قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾
ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کہ تم (اللہ سے) کیوں نہیں ڈرتے؟

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا
البتہ میں تمہارے لیے امانت دار رسول (ہو کر آیا) ہوں پس اللہ ہی

اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٢٦﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ
سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور میں تم سے اس پر کچھ

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى
مزدوری بھی تو نہیں مانگتا میری مزدوری تو رب

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٧﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ
العالمین پر ہے کیا تم ہر ایک ٹیلہ پر کھیلنے کے لیے

رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ
بلند عمارت بناتے ہو اور صنعت کے محل

مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿١٢٩﴾ وَ
تیار کرتے ہو (اس خیال سے کہ شاید) تم ہمیشہ رہو گے اور

اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿١٣٠﴾
جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو جبارین کی پنجہ مارتے ہو

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا ع ۱۸ ۱۱
سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور اس خدا

الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾
سے ڈرو کہ جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی ہے کہ جن کو تم بھی جانتے ہو

اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٣٣﴾ وَ
تمہاری چارپایوں اور اولاد اور باغوں اور

جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٣٤﴾ اِنِّيْٓ اَخَافُ
چشموں سے مدد کی ہے میں تم پر ایک بڑے سخت

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣٥﴾
روز کے عذاب (آجانے) کا اندیشہ کر رہا ہوں

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ
انہوں نے کہا تو نصیحت کرے یا نہ کرے ہم کو

لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ اِنْ
تو سب برابر ہے یہ تو

هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ[1] الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا
کچھ بھی نہیں مگر اگلوں کی عادت ہے اور ہم کو

نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ
تو عذاب ہوگا نہیں سو وہ (ہود کو) جھٹلا کر

فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
پھر تو ہم نے بھی ان کو ہلاک ہی کر دیا بیشک اس میں بڑی نشانی ہے

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾
اور ان میں سے بہت سے تو ایمان لانے والے بھی نہ تھے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾
اور البتہ آپ کا رب زبردست (اور) مہربان ہے۔

تفسیر

یہ حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ ہے اس کے شروع میں بھی وہی الفاظ ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام

[1] خُلُق افترا، خُلُق عادت ۱۲ منہ

ع الریع بالکسر والفتح المرتفع من الارض (قاموس) مصانع المصنعۃ کالحوض یجمع فیہ ماء المطر والمصانع الجمع اے والقرے والمبانی من القصور والحصون۔ (قاموس) ۱۲

کے قصے کی ابتدا میں تھے اس لیے ان کی تفسیر کی بار دیگر ہم کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔ صرف ان کلمات کی تفسیر کی جاتی ہے جو حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے دعوت میں فرمائے تھے اور پھر قوم نے ان کو کیا جواب دیا تھا؟

(۱) اتبنون بکل ریع ایۃ تعبثون۔ ریع بلند جگہ۔ ایۃ نشان۔ قوم عاد عرب میں ایک بڑی مال دار قوم تھی، ان میں سلطنت بھی تھی۔ ایک زمانہ توان کی سلطنت و شوکت کا ایسا گزرا ہے کہ مصر سے لے کر ترکستان اور ہند تک ایشیا کے اکثر ملکوں میں انہیں کا پھریرا ہوا میں اڑتا تھا جب مال و اقبال حد کو پہنچا تو اس کے ساتھ حرام کاری وغیرہ افعال زشت بھی حد کو پہنچے جس لیے خدا نے ان میں ہود علیہ السلام مبعوث کیے۔ من جملہ ان بے فائدہ اور نکمی باتوں کے ایک بات یہ بھی تھی کہ ان کو نام آوری اور اپنی یادگار چھوڑ کر مرنے کا از حد شوق تھا جیسا کہ مال داروں کو ہوا کرتا ہے اس لیے وہ ہر ایک بلند پہاڑی یا ٹیلے پر اپنی یادگار کے لیے بلند مینار بناتے تھے جو ان کے مقبرے خیال کیے جاتے تھے چنانچہ مصر کے بلند مینار اب تک ان کے میناروں کی نظیر دنیا میں باقی ہیں۔ چوں کہ یہ عبث کام ہے اس سے دین دنیا کا کوئی فائدہ نہیں اس لیے سب سے اول ہود علیہ السلام نے اسی پر اعتراض کیا کہ کیا تم ایسا کرتے ہو؟ یعنی ایسا کرنا نہ چاہیے۔ مفسرین نے گرچہ اس کی تفسیر میں اور اور توجیہیں بھی لکھی ہیں مگر سیاق و سباق اور تاریخ سے بھی یہ توجیہ موافق ہے۔

(۲) وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون

مصانع، پانی کے حوض اور بلند محل۔ جب مقبروں کی تعمیر میں ان کا یہ حال تھا تو مکانات کی تعمیر میں کیا کچھ اسراف نہ ہوگا؟ چنانچہ وہ عجائب غرائب بلند اور مضبوط محل بنواتے تھے اور ان کی تعمیر میں بے شمار روپیہ صرف کرتے تھے اس کو بھی بے جا خرچ اور دنیائے فانی کو مقام جاودانی سمجھنے کے خیال سے منع فرمایا۔ یعنی تم جو ایسے استحکام کرتے ہو کیا یہاں ہمیشہ رہو گے؟ دنیائے چند روزہ کے لیے بقدر ضرورت مکان کافی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا یہ پہلا کام ہے کہ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا ثبوت دکھاویں۔

(۳) واذا بطشتم بطشتم جبارین۔ یعنی باوجود اس حب دنیا اور حب جاہ اور علو کے غیروں سے تمہارا جابرانہ معاملہ ہے عدل و انصاف کا نہیں جیسا کہ جبار قوم کی عادت ہوتی ہے جس کو چاہا بیگار میں پکڑ لیا ذرا سا انکار کیا پیٹ ڈالا مار ڈالا۔ کسی کا کچھ دینا ہوا دھمکا دیا یا مار کر نکال دیا۔ کسی کی عورت یا عمدہ چیز کو زبردستی چھین لیا یہ باتیں بھی بربادی کا سبب ہوتی ہیں اس لیے فرمایا فاتقوا اللہ واطیعون اللہ سے ڈرو میرا کہنا مانو پھر ان کو خواب غفلت سے مجملاً و تفصیلاً بیدار کر کے عذاب الٰہی سے ڈرایا۔

مجملاً واتقوا الذی امدکم بما تعلمون میں، پھر اس کی تفصیل کی امدکم بانعام الخ مگر وہ کب مانتے تھے صاف کہہ دیا کہ آپ وعظ کریں یا نہ کریں ہم پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ یہ پہلوں کی عادت ہے۔ وہ ہمیشہ یوں ہی وعظ کرتے آئے ہیں۔ پس تکذیب کی تو تمام قوم عذاب الٰہی سے غارت ہوئی۔

لہ چنانچہ قصر غمدان جو حضرت عثمانؓ کی خلافت میں گرایا گیا اور دیگر آثار باقیہ اب تک ملک یمن میں اس قوم کی یادگار ہیں ۱۲ منہ۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا
(اسی طرح) قوم ثمود نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا جب کہ ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا کہ کیا تم اللہ سے
تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾
نہیں ڈرتے؟ میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو
وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٥﴾
اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت تو نہیں مانگتا ہوں میری مزدوری تو رب العالمین پر ہے
اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿١٤٦﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٤٧﴾ وَّزُرُوْعٍ
کیا تم یہاں کی نعمتوں میں امن سے چھوڑ دیے جاؤ گے؟ باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتیوں میں
وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿١٤٩﴾
اور ایسی کھجوروں میں کہ جن کے خوشے (بوجھ کے مارے) ٹوٹے پڑتے ہیں اور تم پہاڑوں میں کیا خوشی سے گھر تراشا کرتے ہو
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٥١﴾
پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور ان بیہودہ لوگوں کی بات پر نہ چلو
الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ
وہ جو ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے وہ بولے تو تو
اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ
جادو کا مارا ہوا ہے تو ہے کیا مگر ہم سا ہی ایک آدمی پس کوئی
اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ
نشانی تو لے آ اگر تو سچا ہے صالح نے کہا یہ اونٹنی ہے اس کے پینے کا ایک دن ہے اور
لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ
ایک دن معین تمہارے پینے کے لیے ہے۔ اور اس کو برائی سے ہاتھ بھی نہ لگانا ورنہ تم کو پکڑے
عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿١٥٧﴾ فَاَخَذَهُمُ
دن کی آفت آ پکڑے گی سو انہوں نے اسی کو پیچھے کاٹ ڈالیں پھر تو وہ بھی پشیمان ہو کر رہ گئے پس ان کو ایک
الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
آفت نے آ لیا البتہ اس میں (بڑی) نشانی ہے اور ان میں سے اکثر تو ماننے والے
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٨﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٥٩﴾
بھی نہ تھے اور البتہ آپ کا رب تو بڑا زبردست (اور) مہربان ہے۔

ترکیب

آمنین حال من ضمیر تترکون فی جنّٰت الخ بدل من فی ما ھٰھنا باعادۃ الجار ھضیم لطیف لین تنحتون نحت تراشیدن فرھین حال۔

تفسیر

یہ پانچواں قصہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے۔ یہ قوم عاد کے بعد عرب کے شمالی کنارے میں تھی۔ ان کے ہاں باغ اور کھیتی اور پانی کے جاری چشمے اور عمدہ کھجوریں پیدا ہوتی تھیں۔ یہ ملک نہایت سرسبز اور شاداب تھا۔ اس قوم کو بڑی فراغ بالی حاصل تھی باغوں اور کھیتوں میں عیش کیا کرتے تھے مگر بدبخت بت پرست تھے، راہ زنی اور غارت گری اور چوری اور دیگر فواحش میں سخت مبتلا تھے۔ قیامت اور روز جزا کے منکر اور ان میں بیہودہ لوگ ان کے پیر تھے جن کی نسبت فرماتا ہے: الذین یفسدون فی الارض ولا یصلحون انہیں کے کہنے پر چلتے تھے۔ اس قوم میں خدا تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ حضرت نے فاتقوا اللہ واطیعون کا ارشاد فرمایا کہ اللہ سے ڈرو میں تمہارا رسول ہوں میرے کہنے پر چلو۔ آخر مرنا ہے خدا کے کام پڑے گا اس لیے فرماتے ہیں:۔

(۱) اتترکون فی ما ھٰھنا آمنین الخ کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ یہاں کی ان نعمتوں باغوں کھیتیوں چشموں کھجوروں میں بحالت امن رہنے پاؤ گے ہمیشہ یہیں رہو گے، امن سے مزے اڑاتے رہو گے؟ آدمی جب لذات دنیا میں مستغرق ہو جاتا ہے گو وہ زبان سے نہ کہے کہ میں سدا یہاں رہوں گا، مگر اس کا برتاؤ اور زبان حال یہی کہا کرتی ہے جس لیے حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو اس کام کے ساتھ مخاطب فرمایا۔

(۲) وتنحتون من الجبال بیوتا فرھین کہ تم کس امنگ کے ساتھ پہاڑوں میں گھر تراشتے ہو گویا ہمیشہ یہیں رہنے کا سامان کر لیا ہے۔ اس سے مراد دنیا سے نفرت اور دار القرار کی طرف رغبت دلانا تھا کس لیے کہ تمام گناہوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔

(۳) فاتقوا اللہ واطیعون اللہ سے ڈرو بری باتوں کو چھوڑو جو میں تم کو ارشاد کروں اس پر عمل کرو، نہ کہ بدمعاشوں مفسدوں کے کہنے پر چلو۔ قوم نے جواب میں تین باتیں کہیں:۔

(۱) انما انت من المسحرین کہ تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے یعنی تو دیوانہ ہے۔ بھلا دنیا کی لذتوں کو چھوڑنا اور ایک موہوم گھر کی طرف منہ موڑنا کس عاقل کا کام ہے؟

(۲) اگر یہی خدا کا حکم ہے تو تجھے کس طرح سے معلوم اگر تو نبی ہے تو تجھ میں اور ہم میں کیا فرق ہے جیسے ہم ویسا تو۔

(۳) اگر تو سچا ہے تو کوئی معجزہ دکھا۔ چنانچہ حضرت کی دعا سے معجزہ کے طور پر ایک ناقہ یعنی اونٹنی پیدا ہوئی جس کے لیے پانی پینے کا ایک دن مقرر ہوا اور کہہ دیا کہ اس پر قصد بد بھی نہ کرنا۔ آخر ایک نے اس کو زخمی کر دیا اور ذبح کر ڈالا۔ تب ان پر آثار عذاب نمودار ہوئے ندامت کرنے لگے مگر اس وقت کی ندامت سے کیا فائدہ تھا سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطِ ۨالْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾

(اسی طرح) قوم لوط نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا،

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا
جب کہ ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا کیا

تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ
تم اللہ سے نہیں ڈرتے میں تمہارے لیے امانت دار رسول

أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾
ہوں سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ
اور میں تم سے اس پر کچھ مزدوری نہیں مانگتا ہوں (اس لیے

أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾
کہ) میری مزدوری تو رب العالمین ہی پر ہے

أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾ ع ۹ ۱۳
کیا تم دنیا میں لڑکوں ہی پر چلے پڑتے ہو؟

وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ
اور وہ جو تمہارے لیے تمہارے رب نے تمہاری بیویاں

مِنْ أَزْوَاجِكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ
پیدا کی ہیں ان کو چھوڑے دیتے ہو بلکہ تم حد سے گزرنے والے

عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ
لوگ ہو انہوں نے کہا اے لوط اگر تو ان باتوں

يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ﴿١٦٧﴾
سے باز نہ آیا تو ضرور تو نکال دیا جاوے گا

قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ﴿١٦٨﴾
لوط نے کہا میں تو تمہارے کام سے سخت بیزار ہوں (اور دعا کی)

رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٩﴾
اے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو جو کچھ یہ کیا کرتے ہیں اس کے وبال سے نجات دیجیو

فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٧٠﴾
پھر ہم نے اس کو اور سب اس کے کنبہ کو بچا لیا

إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ
مگر ایک بڑھیا کہ جو پیچھے رہ گئی تھی پھر

دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ﴿١٧٢﴾ وَأَمْطَرْنَا
اور سب کو ہلاک کر دیا اور ان پر پتھروں کا

عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ
مینہ برسا دیا سو کیا ہی بری برسش تھی جو خوف دلائے

الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً
گیوں پر برسی البتہ اس میں بڑی نشانی ہے

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧٤﴾
اور ان میں سے اکثر تو ماننے والے ہی نہ تھے

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٧٥﴾
اور البتہ آپ کا رب زبردست (اور) مہربان ہے

كَذَّبَ أَصْحَابُ لْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧٦﴾
بن والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا

إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾
جب کہ ان سے شعیب نے کہا تھا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٧٨﴾
میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٧٩﴾ وَمَا
پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں

ے ایکہ بن یا درختوں کا جھنڈ جو پانی اور نرم زمین پر ہوتا ہے۔ اس سے وہ بن یا درختوں کے جھنڈ مراد ہیں جو مدین کے پاس تھے اور وہاں ایک بستی تھی جن کے رسول شعیب علیہ السلام تھے ۱۲ منہ

أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ
تم سے اس کی کچھ اجرت تو نہیں مانگتا میری

أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٨٠﴾
اجرت تو رب العالمین پر ہے

أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ
پیمانہ بھر کر دیا کرو اور کسی کو نقصان نہ

الْمُخْسِرِينَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ
پہنچایا کرو اور پوری ڈنڈی سے

الْمُسْتَقِيمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا
تولا کرو اور لوگوں کو ان کی

النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي
چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور نہ ملک میں

الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا
فساد مچاتے پھرو اور اس سے ڈرو

الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٨٤﴾
کہ جس نے تم کو اور اگلی خلقت کو بنایا۔ (دو جواب کے)

قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٨٥﴾ وَ
انہوں نے کہا تو تو جادو کے مارے ہوؤں میں سے ہے اور

مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَإِنْ نَظُنُّكَ
تو ہے کیا مگر ہم جیسا ایک آدمی اور ہم تو تجھ کو

لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿١٨٦﴾ فَأَسْقِطْ
جھوٹوں میں سے خیال کرتے ہیں پھر تو ہم پر

عَلَيْنَا كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ إِنْ
آسمان سے سلیں برسا دے اگر

كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ
تو سچا ہے رسول نے کہا

رَبِّي أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨٨﴾
میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ
سو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا پس ان کو سایہ کے دن

يَوْمِ الظُّلَّةِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ
کے عذاب نے آلیا بے شک وہ بڑے سخت

يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٨٩﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
دن کا عذاب تھا بے شک اس میں ایک بڑی

لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ
نشانی ہے اور وہ تو اکثر

مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٠﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ
والے نہیں تھے اور البتہ آپ کا رب

لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٩١﴾ ع ۱۲
زبردست (اور) مہربان ہے

تفسیر

چھٹا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے اور ان کے حکم سے اُس سرزمین پر بھیجے گئے تھے جو شام کے جنوب مشرق میں ہے جھیل مردار کے قریب سدوم عمورہ وغیرہ چند شہر تھے وہاں کے لوگ علاوہ بت پرست ہونے کے لونڈے باز بھی تھے عورتوں سے رغبت نہ رکھتے تھے، لڑکوں پر مرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو اس فعل بد سے منع کیا۔ اس کے جواب میں کہنے لگے کہ اگر تو اس وعظ سے باز نہ آئے گا تو یہاں سے نکال دیا جائے گا

ف یوم الظلہ اسی ابر کے نمودار ہونے کے دن کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى

اس کو روح الامین　صاف عربی زبان میں

قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

آپ کے دل پر لے کر آئے ہیں　آپ

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَاِنَّهٗ

بھی ڈر　سنایا کریں　اور البتہ اس کی

لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ

خبر تو پہلی کتابوں میں بھی ہے　کیا ان کے لیے (یہ) نشانی

لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ

کافی نہیں کہ اس (قرآن کی حقانیت) کو علماء بنی اسرائیل

اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى

بھی جانتے ہیں　اور اگر ہم اس کو کسی

بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ

عجمی پر نازل کرتے　پھر وہ اس کو ان کے سامنے

مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ

پڑھتا تو اس پر بھی کبھی ایمان نہ لاتے　اس طرح ہم نے

سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾

یہ انکار گناہ گاروں کے دل میں جما دیا تھا کہ

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ

وہ اس پر عذاب الیم دیکھے بغیر ایمان

حضرت نے فرمایا میں تو منع ہی کروں گا کس لیے کہ میں اس ناپاک کام سے بیزار ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اور میرے گھر کے لوگوں کو اس کی شامت سے بچائیو۔ مراد یہ کہ اس بستی پر عذاب آنے والا ہے میں اس سے پناہ مانگتا ہوں۔ پس ایک روز ان پر عذاب آیا۔ حضرت لوط اور ان کے گھر والوں کو حکم ہوا کہ بڑے تڑکے سے تم شہر چھوڑ کر چل دو پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا صبح کو یہ غارت ہوں گے۔ حضرت لوط کی بیوی انہیں لوگوں میں کی تھی، اس کو اہل وطن سے تعلق تھا پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ بھی ہلاک ہوئی۔ تمام شہر پر پتھر برسے اُلٹ دیے گئے جن کے آثار حضرت نبی آخر الزمان علیہ السلام کے عہد تک باقی تھے۔ اب بھی کچھ کچھ سیاحوں کو معلوم ہوتے ہیں۔

کذب اصحٰب لئیکۃ الخ یہ ساتواں قصہ بن والوں کا ہے۔ مدین کے قریب کچھ کنوئیں آباشی کے لیے تھے وہاں درخت تھے۔ وہاں کے لوگوں کو اصحاب الایکہ کہتے ہیں۔ ان کے نبی بھی حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ یہ کم بخت بت پرست تھے، اس پر کم تولتے تھے لین دین میں فریب کرتے تھے۔ راہ زن ڈاکو چور بدکار بھی تھے۔ حضرت نے ان سب باتوں سے منع کیا نہ مانا بلکہ کہنے لگے ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا اگرا دے یا یہ معنی کہ بجلیں برسوا دے اگر تو سچا ہے۔ چنانچہ انجام کار ایسا ہی ہوا اور آسمان سے ایک سخت دھوئیں کا بادل سایہ کی طرح نمودار ہوا اور پہاڑ نے آتش فشانی کی جس کے صدمہ سے سب مر کر رہ گئے یہ ابر اس پہاڑ کا آتشیں دھواں تھا۔ واللہ اعلم۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾

اور یہ قرآن تو رب العالمین کا اتارا ہوا ہے

ع الیم بالضم والتحریک خلاف العرب ۱۲ (قاموس) الجمیں جمع اعجمی علی التخفیف ولذلک جمع جمع السلامۃ ۱۲ (بیضاوی) لے یس جمع اعجم لانہ علی وزن افعل وافعل اذا کان مؤنثہ فعلاء کحمراء یکون من الصفات لا یجمع جمع السلامۃ ۱۲

ابو محمد عبد الحق

الْأَلِيمَ ﴿٢٠١﴾ فَيَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَّ

نہ لاویں گے　　پھر وہ ان پر دفعۃً آجائے گا　　اور

هُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُولُوا

ان کو　　خبر بھی نہ ہو　　تو (اس وقت) کہنے لگیں گے

هَلْ نَحْنُ مُنظَرُونَ ﴿٢٠٣﴾ أَفَبِعَذَابِنَا

بھلا ہم کو کچھ مہلت بھی مل سکتی ہے ؟　　پھر کیا وہ ہمارے عذاب کی

يَسْتَعْجِلُونَ ﴿٢٠٤﴾ أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ

جلدی کر رہے ہیں　　دیکھ تو سہی اگر ہم ان کو چند برس (دنیا کے) فائدے

سِنِينَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَاءَهُم مَّا كَانُوا

اٹھانے بھی دیں　　پھر ان کے پاس وہ عذاب آجائے کہ جس کا

يُوعَدُونَ ﴿٢٠٦﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا

ان کو خوف دلایا جاتا ہے　　تو جو کچھ انہوں نے فائدے اٹھائے ہیں

كَانُوا يُمَتَّعُونَ ﴿٢٠٧﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا

ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے　　اور ہم نے ایسی کوئی بھی

مِن قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنذِرُونَ ﴿٢٠٨﴾

بستی ہلاک نہیں کی کہ جس کے لیے آگاہی دینے والے نہ آئے ہوں

ذِكْرَىٰ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٠٩﴾

یہ (قرآن) نصیحت یاد دلانے کیلیے۔ اور ہم نے کسی پر ظلم نہیں کیا۔

ترکیب

بلسان، نزل سے متعلق اور منذرین سے بھی ہو سکتا ہے۔ لہ لیکن کان تامہ ہے تو فاعل آیۃ ان یعلمہ بدل اور ناقصہ ہے تو آیۃ خبر مقدم ان یعلمہ اسم

تفسیر

ان ساتوں قصوں کے بعد چند باتیں ثبوتِ نبوت و ردِّ منکرین کے لیے ذکر فرماتا ہے۔

(۱) وانہ لتنزیل رب العلمین کہ یہ قرآن رب العالمین کا اُتارا ہوا ہے۔ لفظ رب العالمین دو باتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لیے فرمایا۔ اوّل یہ کہ جس طرح ہم تمہاری جسمانی پرورش کرتے ہیں رزق روزی دیتے ہیں اسی طرح روحانی تربیت بھی ہمارا کام ہے۔ اور روحانی تربیت کا ذریعہ وحی اور پیغمبر پر کتاب نازل کرنا ہے۔ دوم یہ کہ تم جو اس نعمتِ آسمانی کا مقابلہ کرتے ہو اور پھر اب تک تم عذاب سے بچے ہوئے ہو یہی سبب ہے کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے جس کا شیوہ رحمتِ عام ہے۔ ورنہ دیکھتے کیا ہو تا اور اس لیے قصص مذکورہ میں ہر ایک کا مقطع وان ربک لھو العزیز الرحیم پر کیا۔ جس سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کو یہ جتلایا جاتا ہے کہ ہم زبردست ہیں دم بھر میں ہلاک کر سکتے ہیں لیکن رحیم بھی ہیں اور رب ہیں پرورش کرنے والے تم پر ترس کھانے والے۔

(۲) نزل بہ الروح الامین الی قلبک بلسان عربی مبین۔ وہ جو فرمایا تھا کہ یہ قرآن رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اس پر یہ شبہ باقی رہتا تھا کہ رب العالمین نے اس کو کس طرح سے نازل کیا ہے۔ کیا لکھی لکھائی کتاب آسمان سے فرشتہ لے کر آیا ہے۔ کیا حضرتؐ کو غیب سے آواز آتی ہے۔ یا آپؐ سے ہر وقت خدا تعالیٰ باتیں کرتا ہے کیا صورت ہے؟ اس کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ اس کو روح الامین یعنی جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر لے کر آیا ہے صاف عربی زبان میں۔ انکشافِ غیبی انسان کے دل پر ہوا کرتے ہیں۔ اور جبرئیل چونکہ روح ہیں ان کی سرایت دل تک بخوبی ہوتی ہے اور ایسی روحانی اور لطیف چیزیں اپنے الفاظ سے جو

مضمون چاہتے ہیں بشر کے دل پر القاء کر دیتے ہیں۔ جن لوگوں پر جن یا کسی روح ناپاک کا گزر ہوتا ہے باوجودیکہ وہ جس زبان سے واقف بھی نہیں ہوتے اس زبان میں ان کو وہ دور دراز کی باتیں اور دیگر مطالب القاء کر جاتے ہیں جس کا لوگوں کو بارہا مشاہدہ ہوا ہے چہ جائیکہ روحانیت مقدسہ اور ان میں سے خاص حضرت جبرئیل امین جس کے اوپر القاء کریں۔ حواریوں پر بعد مسیح کے روح القدس اترا تھا جس سے وہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے (کتاب اعمال)۔ معلوم ہوا کہ حضرت روح الامین نہ صرف معانی بلکہ الفاظ کے ساتھ قرآن کا القاء حضرتؐ کے دل پر کرتے تھے پھر اس کو حضرتؐ جمع کرا دیتے تھے۔ یہ ہے نزول قرآن کی کیفیت۔

(۳) وانہ لفی زبر الاولین نیز اس قرآن اور نبی علیہ السلام کا پہلوں کی کتاب میں بھی ذکر ہے۔ یہ بھی بڑی دلیل حقانیت کی ہے۔ گو چہ کتب سابقہ بالفعل بعینہا موجود نہیں ان میں بہت کچھ تحریف و تبدیل ہو گئی اور ہوتی ہے مگر تاہم جس قدر پیشین گوئیاں آں حضرتؐ کی بابت ان میں اب تک پائی جاتی ہیں اور کسی کے لیے اتنی نہیں پائی جاتیں۔

(۴) اولم یکن لھم ایۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل میں بہت سے دین داروں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی تصدیق کی اور اقرار کیا کہ ہماری کتب میں ان کا ذکر ہے اور وہ آپؐ کے منتظر تھے۔ یہ بھی ایک بڑی علامت حق ہونے کی ہے۔ عبداللہ بن سلام وغیرہ علماء یہود نے اقرار کیا۔

(۵) ولو نزلنٰہ الخ قرآن مجید پر ان کا یہ بھی شبہ تھا کہ یہ تو ہماری زبان میں ہے جس کو محمدؐ بخوبی جانتے ہیں اگر کسی اور زبان میں بنا کے لاتے تو جانتے۔

اس کا جواب دیتا ہے اگر غیر عربی زبان میں آتا تو تم ہرگز نہ مانتے۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾

اور قرآن کو شیاطین لے کر نہیں اترے

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾

اور نہ یہ ان کا کام ہے اور نہ وہ اس کو کر سکتے ہیں

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾

وہ تو سننے کی جگہ سے بھی دور کر دیے گئے ہیں

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ

پس (اے نبی) اللہ کے ساتھ اور کسی معبود کو نہ پکارنا ورنہ آپ

مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ

بھی عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے اور اپنے نزدیکی قرابت داروں کو

الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ

بھی ڈراؤ اور جو ایمان والے آپ کے تابع ہیں

لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾

ان کے لیے اپنا بازو جھکائے رکھو (یعنی بہ تواضع پیش آیا کرو)

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ

پھر مشرک نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے افعال سے

مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى

بری الذمہ ہوں (اے نبی) خدا پر بھروسہ

الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ

مہربان پر بھروسہ رکھو جو آپ کو نماز کے وقت

حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي

اٹھتے دیکھا کرتا ہے اور آپ نمازیوں (کی صف) میں پھرنا

السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾

بھی (دیکھتا ہے) بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ

(کہہ دو) میں تم کو بتلاؤں (کہ) کس پر شیاطین اُترا

الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢٢﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ

کرتے ہیں وہ ہر جھوٹے بدکردار پر اُترا

أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٣﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ

کرتے ہیں جن پر کہ شیاطین بے اصل باتیں کر ڈالا کرتے ہیں

وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿٢٢٤﴾ وَ

اور بہت تو ان میں سے جھوٹے ہی ہوا کرتے ہیں اور

الشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿٢٢٥﴾

شاعروں کی بات پر تو بدراہ لوگ چلا کرتے ہیں (اے مخاطب)

أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ

کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر میدان (سخن) میں بھٹکتے پھرا

يَهِيمُونَ ﴿٢٢٦﴾ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا

کرتے ہیں اور وہ ایسی (باتیں) کہا کرتے ہیں جو

لَا يَفْعَلُونَ ﴿٢٢٧﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا

کرتے نہیں مگر وہ شاعر جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ

اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے اور (اپنے کلام میں) انہوں نے اللہ کا

كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا

بہت ذکر کیا اور اپنے اوپر زیادتی ہونے کا بدلہ لیا کرتے ہیں تو

ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا

(وہ مستثنیٰ ہیں) اور ظالموں کو تو ابھی معلوم ہو جائے گا

أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴿٢٢٨﴾ ع

کہ وہ کس کروٹ پر پڑتے ہیں ؎

ترکیب

یھیمون۔ خبر اَنَّ کی اور حال بھی ہو سکتا ہے تب خبر فی کل واد ہوگی۔ منقلب صفت ہے مصدر محذوف کی و العامل ینقلبون اے ینقلبون انقلابا اے منقلب۔

تفسیر

مگر اس پر بھی وہ یہ شبہ کرتے تھے کہ جبرئیل نہیں بلکہ شیاطین آں حضرتؐ پر القا کرتے ہیں اور ہر مخالف کہہ سکتا ہے کہ یہ کیوں کر معلوم ہوا کہ وہ القا کرنے والے جبرئیل امین ہیں کوئی شیطان نہیں؟ اس کا کیا ہی تسلی بخش جواب علا کرتا ہے وما تنزلت به الشیٰطین کہ شیاطین نے تو اس کو نازل نہیں کیا ہے کیوں کہ وما ینبغی لھم ان کے قبضۂ قدرت سے باہر ہے کس لیے کہ شیاطین اور ارواحِ خبیثہ کو مضامینِ خبیثہ سے دلی رغبت ہے ناپاک باتیں ان کی خوراک ہیں روحانی مضامین اور توحید و معرفت اور ترکِ حبِ دنیا اور آخرت سے محبت اور خدا تعالیٰ سے دلی رغبت اور شہواتِ لذاتِ فانیہ سے نفرت وغیرہ مضامین عالیہ قرآن مجید میں ہیں ان سے ان کو دلی نفرت ہے۔ پھر یہ مطلب شیاطین کو اول تو معلوم ہی نہیں ان کو تو وہی شہوات و لذات کی باتیں معلوم ہیں جن سے نفس خوش ہوتا اور روح پر تاریکی آتی ہے اور جو معلوم بھی ہوں تو وہ کاہے کو ایسی باتیں تعلیم و القا کرنے لگے جن سے ان کو دلی نفرت ہو بلکہ وما یستطیعون ان کو

ع ۱۱ ۲۲ ۱۵

؎ یعنی جب ان کی کسی نے ہجو کر کے ستایا تب وہ کسی کو ستاتے ہجو کرتے بدلہ لیتے ہیں ابتدا نہیں کرتے جیسا کہ حسان بن ثابت انصاریؓ ۱۲ منہ　؎ یعنی ان کا کیا انجام ہوتا ہے ۱۲ منہ

اس کی قدرت بھی نہیں کہ وہ کسی مقدس اور پاک بازوں کے دل تک پہنچیں اور پھر ایسی باتیں القاء کریں۔ گوکے کیڑے کو پھول تک کہاں رسائی؟ خفاش کو آفتاب تک کہاں دسترس! اور بالفرض وہاں تک دسترس ہو تو پھر ملأ اعلیٰ اور حظیرۃ القدس تک کہاں رسائی کہ جہاں سے یہ مضامین عالیہ آتے ہیں؟ اس لیے فرماتا ہے انھم عن السمع لمعزولون۔ ترمذی نے سورۂ جن کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ پہلے جن آسمان تک چڑھ جایا کرتے تھے وہاں سے کوئی بات سن آتے تھے تو ساحروں کاہنوں کو اس میں سو جھوٹ ملا کر کہدیا کرتے تھے۔ مگر جب سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی کیے گئے ان کو وہاں تک جانے سے روک دیا گیا۔

جب ان کے تمام شبہات کا پورا پورا جواب دے دیا گیا اور قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا ثابت کر دیا گیا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ان بت پرستوں کو شرک سے منع کرنا اور توحید کا حکم دیتا ہے۔ فقال فلا تدع مع اللہ الٰھا اٰخر کہ اللہ کے ساتھ اور کسی کو خدا بنا کر نہ پکارنا اور جو ایسا کرے گا تو عذاب دیا جائے گا۔ قوم عرب بلکہ اُس عہد کے تمام بنی آدم ہند و روم ایران و ترکستان والے عیسائی یہودی اسی بلا میں مبتلا تھے اس لیے اس اصلی مقصد کا بیان کرنا مقدم ٹھیرا اور اس کے بعد خاص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو - - - - - - - - (خلاصہ ص۴۵۸)

حاشیہ متعلق بہ آیت

وانہ لفی زبر الاولین

انہ کی ضمیر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی پھرتی ہے اور قرآن مجید کی طرف بھی۔ شق ثانی کے معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ قرآن یعنی اس کے مطالب بعینہ انوکھے نہیں۔ اوّلین کی کتب کے موافق ہیں ان میں بھی پائے جاتے ہیں باستثناء ان مواضع کے جہاں کتب اوّلین میں تحریف واقع ہوئی ہے۔ اگر اس مطابقت کے لیے میں نظائر پیش کروں تو یہ تمام کتاب بھی بس نہ کرے۔ جو شخص قرآن مجید اور کتب سابقہ کو دیکھے گا اس بات کی پوری تصدیق کرے گا۔

عجب مشکل بات ہے مخالف کے ہاتھ سے نجات نہیں۔ اگر قرآن مجید کتب سابقہ کے مطابق ظاہر کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں اُن سے لیا گیا ہے۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ آں حضرتؐ اُمّی تھے اور ان کے ہاں عرب میں کوئی کتب خانہ سابقہ کا نہ تھا۔ پھر کس نے وہاں سے نقل کیا اور کب کیا اور کس کی معرفت کیا؟ اسی شبہ کی بنا پر ایک پادری صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن نازل ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ اور جو اُن باتوں کو دکھایا جاتا ہے کہ جہاں قرآن مجید نے ان کی غلط باتوں کو چھوڑ کر صحیح بات ذکر کی ہے تو کہتے ہیں کہ لو صاحب قرآن کتب سابقہ کا خلاف کر رہا ہے۔

اوّل شق پر بھی معنی صاف ہیں کیوں کہ اب کتب سابقہ بلا تحریف میسر نہیں آتیں۔ ان کے اہل مذاہب نے اپنی خود غرضیوں سے بھی ان میں ایسی تحریف و تبدیل کی ہے کہ کچھ کا کچھ کر دکھایا۔ اس بات کو علماء اسلام نے کتب مناظرات میں بڑی خوبی کے ساتھ ثابت کر دیا ہے۔ مگر تاہم اُن میں اب بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین متین کی بابت اس قدر بشارتیں پائی جاتی ہیں کہ اتنی اور کسی کے لیے نہیں پائی جاتیں۔ اس مقام پر بطور نظیر کے چند بشارات مختصراً نقل کرتا ہوں مفصلاً کتب مناظرات میں ہیں وہاں دیکھو۔

(۱) توریت سفر استثنیٰ کے اٹھارویں باب میں

۱۸ اور سر یہ ہے "میں ان کے لیے (بنی اسرائیل کے لیے) ان کے بھائیوں میں سے (بنی اسماعیل میں سے کیوں کہ وہ بنی اسرائیل کے بھائی ہیں) (اے موسیٰ) تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا" انتہیٰ۔ اس خبر کا مصداق نہ تو حضرت یوشع علیہ السلام حضرت موسیٰ کے جانشین ہیں جیسا کہ علماء یہود کہتے ہیں کیوں کہ وہ خود موسیٰ کے تابع تھے کتاب و شریعت جدید ان کے پاس نہ تھی، نہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے کیوں کہ باعتقاد نصاریٰ حضرت عیسیٰ خدا کبھی خدا کے بیٹے کبھی خدا کے ٹکڑے بحکم تثلیث تھے اور حضرت موسیٰ انسان تھے خدا اور انسان میں کوئی بھی مماثلت نہیں اور نیز عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے تھے موسیٰ باپ سے پیدا ہوئے تھے، نہ عیسیٰ کی شریعت کے مانند ہے نہ ان کا طرز نبوت اُن کے طرز نبوت سے ملتا ہے۔ موسےٰ کی نبوت حکومت و شوکت کے ساتھ تھی برخلاف عیسیٰ کے۔ اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ اور یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام کے عہد تک اس بشارت کے بموجب لوگوں کو اس نبی کا انتظار تھا اور یہ نبی موعود ان میں نہایت مشہور تھا۔ چنانچہ انجیل یوحنا کے اول باب میں ہے کہ لوگوں نے یحییٰ سے پوچھا کیا تو الیاس ہے کیا تو مسیح ہے یا وہ نبی ہے۔ وہ نبی سے اشارہ ان کا اسی نبی موعود کی طرف تھا جس کو مسیح اور الیاس کے غیر سمجھتے تھے۔ رہی یہ بات کہ بعض حواریوں نے یہود کے مقابلہ میں اس بشارت کا مصداق حضرت عیسیٰ کو قرار دیا ہے جیسا کہ کتاب اعمال سے پایا جاتا ہے تو یہ استدلال ہم پر کوئی حجت نہیں۔ البتہ اس حضرتؐ اور موسیٰ کی مماثلت خود کہے دیتی ہے کہ اس کے مصداق آں حضرتؐ ہیں۔ آں حضرتؐ والدین سے پیدا ہوئے تھے۔ جیسا کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی قید سے رہا کیا آں حضرتؐ نے عرب کو غیر قوموں کی حکومت سے ابد تک رہائی دی۔ جس طرح حضرت موسیٰ کے بعد یوشع ایک غیر شخص ان کا جانشین ہوا اسی طرح حضرتؐ کے بعد ابوبکر صدیق جانشین ہوئے۔ جس طرح موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل میں سردار ہوئے اسی طرح آں حضرتؐ کے بعد خلفاء ہوئے۔ حضرت موسیٰ کی شریعت میں طہارت نجاست حلت و حرمت قصاص وغیرہ کے متعلق احکام تھے اسی طرح آں حضرتؐ کی شریعت میں بھی ہیں اور بہت سی باتیں ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا اس لیے آں حضرتؐ کی نبوت کے آں حضرتؐ کے معاصر علماء یہود بھی قائل تھے۔ ہاں الفت جاہ و مال سے بعض نے دین اسلام قبول نہ کیا بعض نے کیا من جملہ ان کے مخلص تھا جو جنگ احد میں شریک ہوا اور عبداللہ بن سلام وغیرہ اولم یکن لھم ایۃ ان یعلمہ علمٰؤا بنی اسرائیل۔

(۲) یشعیا نبی علیہ السلام کی کتاب میں جو اب تک اہل کتاب کے نزدیک کلام الٰہی مانی جاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت کا نہایت صراحت کے ساتھ ذکر ہے۔ چنانچہ اس کے ساٹھویں باب کے یہ جملے ہیں: اُٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا ہے کہ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا اور اس کا جلال تجھ پر نمودار ہوگا و قومیں تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گے۔ یہ طلوع خداوندی اس پیشین گوئی کے بعد بجز قوم عرب کے اور کسی پر اب تک نہیں ہوا۔ اور اسی طلوع خداوندی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد ہوا تھا جیسا کہ توریت کے سفر استثنیٰ کے تینتیسویں باب میں ہے جس کے یہ

جملے ہیں :-

"اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی"۔ کوہ سینا سے خدا تعالیٰ کا آنا حضرت موسیٰ پر تجلی فرمانا اور توریت عطا کرنا مراد ہے۔

اب رہا کوہ شعیر اور کوہ فاران سے آنا جو عرب کے پہاڑوں کے نام ہیں اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آنا یہ بجز اسی طلوع خداوندی کے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے عرب پر ہوا اور فتح مکہ میں دس ہزار پاکباز تھے۔ اور یوں بھی بدر وغیرہ میں ملائکہ کے لشکر مدد کو آئے اور ملائکہ قدوسی ہیں یہ بات اور کسی پر صادق نہیں آتی۔ اشعیا نبی کے کلام میں تصریح ہے کہ اس وقت تمام قوموں پر ظلمت ہوگی اور دیگر قومیں اس باخدا جماعت کی روشنی میں آئیں گی اور شاہان اس کی تجلی میں آویں گے یہ بات بھی بجز آں حضرتؐ کی بعثت کے اور کسی پر صادق نہیں آسکتی۔ آں حضرتؐ کی بعثت سے پہلے تمام عالم پر تاریکی چھائی ہوئی تھی غیر قومیں آپؐ کی روشنی میں آئیں شاہان مطیع اسلام ہوئے۔ پھر آگے اور بھی تصریح ہے۔ "کثرت سے اونٹ آکے تجھے چھالیں گے (یہ شہر رسولؐ کی طرف خطاب ہے جس کو حضرت عمرؓ کی خلافت میں اہل اسلام نے اونٹوں پر سوار ہو کر ہر طرف سے محاصرہ کر لیا تھا) مدیان اور عیفہ کے جوان اونٹ وہ جو سب سبا کے ہیں آویں گے (سبا سے قبائل یمن مراد ہیں بنو حمیر وغیرہ اس غزوہ میں وہی بیش تر شریک تھے) وے سونا اور لبان لاویں گے اور خداوند کی تعریف کی بشارتیں سنائیں گے، قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی، نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے اور وے میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جاویں گے"۔

قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام ہے جس کی نسل سے آں حضرتؐ اور بہت سے قبائل عرب ہیں۔ ان سب کا جمع ہونا اور خدا کی منظوری کے لیے مذبح پر چڑھایا جانا یعنی شہید ہونا بتلائیں بجز آں حضرتؐ کے اور کس پر صادق آتا ہے؟ پھر آگے چل کر اس شہر اور ہیکل کا تعمیر کرنا اور بیت المقدس کی خدمت کرتے رہنا مذکور ہے۔ اب وہ کون سی قوم ہے جس نے طیطس کے ڈھائے ہوئے ہیکل اور یروشلم کی تعمیر کی اور اس کے بادشاہوں نے اس کی خدمت گزاری کی اور وہاں امن قائم کیا؟ یہ بجز اسلامیوں کے اور کس پر صادق آتا ہے حضرت عمرؓ نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی، پھر بعد میں شاہان اسلام اس کے اب تک خدمت گزار رہے وہاں جب سے یہود کو امن ہو گیا۔

پھر ۶۱ باب میں یہ ہے تب وے پرانے اجاڑ مکانوں کی تعمیر کریں گے الخ اور انہیں دائمی شادمانی ہوگی الخ اور ان کے ساتھ ایک ابدی عہد باندھوں گا اور ان کی نسل قوموں کے درمیان نامور ہوگی اور ان کی اولاد امتوں کے درمیان سب جو انہیں دیکھیں گے اقرار کریں گے کہ یہ وہ نسل ہے جسے خداوند نے مبارک کیا ہے

ؔ بعد اس پیشین گوئی کے عرب کے ان پہاڑوں سے خدا کے آنے اور جلوہ گر ہونے کی بجز اس کے کہ آں حضرتؐ کا ظہور مراد لیا جاوے اور کوئی معنی قائم نہیں ہو سکتے۔ کوہ شعیر مدینہ سے ملا ہوا پہاڑ ہے اور فاران مکہ کے پہاڑوں کا نام ہے جس کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے" منہ

عہد ابدی مسلمانوں سے باندھا گیا، اب تک یروشلم کے قابض ہیں اور شام کی سرزمین کے بھی۔ پھر ۶۲ باب میں یروشلم کا نئے نام سے نامزد ہونا اور اس کی تعمیر کرنے والی قوم کا اس کو محترم جاننا مذکور ہے۔ اُجڑے ہوئے یروشلم کو محترم جان کر بجز مسلمانوں کے اور کس نے تعمیر کیا ہے؟ اور انہیں کے عہد میں اس کا نیا نام بیت المقدس مشہور ہوا۔ پھر ۶۵ باب میں مسلمانوں کا یروشلم پر قبضہ پانا اور ان کا خدا کے نزدیک مبارک ہونا صراحۃً مذکور ہے کیونکہ اس میں نئی قوم سے ابدی عہد باندھنا منظور ہے۔ پھر ۶۶ باب میں اُن لڑائیوں کا ذکر ہے جو مسلمانوں اور عیسائیوں میں بیت المقدس کی بابت ہوئیں اور انجام کار مسلمانوں کو کامیاب کیا۔ قولہٗ خداوند کی بات سنو اے تم جو اس کے کلام کے سبب کانپتے ہو (یعنی مسلمان جن کی نسبت آیا ہے تقشعر منہ جلود) تمہارے بھائی جو تم سے کینہ رکھتے (عیسائی لوگ جو بہ نسبت اور قوموں کے مسلمانوں کے بھائی ہیں کینہ بھی رکھتے[1] تھے اور میرے نام کے واسطے تمہیں خارج کر دیتے ہیں کہتے ہیں خداوند کی تمجید کی جائے گی (عیسائی مسلمانوں سے دین کی لڑائی سمجھ کر لڑتے تھے کہ یہ بُرے لوگ خانۂ خدا کے کیوں مالک ہو گئے؟ آخر ایک بار غالب آکر مسلمانوں کو وہاں سے خارج کر دیا ستر برس کے قریب تک مسلمان خارج رہے)۔

پر وہ (اللہ) تمہاری خوشی کے لیے دکھائی دے گا اور پشیمان ہوں گے۔ شہر کی طرف سے غلغلے کی آواز اور ہیکل کی طرف سے بھی آواز یہ خداوند کی آواز ہے جو اپنے دشمنوں کو بدلہ دیتا ہے (پھر ایک جرار لشکر کے ساتھ صلاح الدین یوسف شاہ مصر نے بیت المقدس پر چاروں طرف سے حملہ کیا اور ہر طرف سے تکبیروں کے نعرے بلند تھے جس سے خدا کے دشمن مغلوب ہو کر نکلے اور بھاگ گئے شہر فتح ہوا جھنڈا کھڑا کیا گیا ہزاروں دشمن خدا مارے گئے)۔

پھر ۱۴ ورس سے اخیر تک اور بھی تصریح ہے اس کے سوا کتاب دانیال اور زبور حضرت داؤد میں اور انجیل میں اور ان کی دیگر کتب مسلمہ میں کہیں بالاجمال کہیں بالتفصیل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت بشارتیں موجود ہیں جن کو غور کر کے بہت سے خدا ترس اہل کتاب حضرتؐ پر ایمان لائے اور لاتے ہیں اور جن کے دلوں پر خدا تعالیٰ نے مہر کر دی ہے وہ کبھی نہیں مانتے سیکڑوں حجتیں پیش کیے جاتے ہیں، واللہ الہادی ۱۲ منہ غفر اللہ لہٗ۔

یہ حکم دیا وانذر عشیرتک الاقربین (۱) کہ اپنے قرابت داروں کو ڈرا کہ تمہارے ان برے افعال پر یہ آفت آنے والی ہے۔

امام بخاری نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبل صفا پر چڑھ کر پکارے اور بعید کے قبائل سے شروع کیا "اے بنی عدی یہاں تک کہ قریش کے تمام قبائل کا نام لیا اور وہ سب جمع ہوئے اور جو کوئی خود نہ آسکا تو اس نے اپنے کسی آدمی کو بھیج دیا۔ پس قریش کے لوگ اور ابولہب سب آئے، آپؐ نے فرمایا اگر میں تم کو خبر دوں کہ کسی وادی میں تم پر چھاپہ مارنے کو کوئی

---

[1] خصوصاً جب صلیب کے وقت کہ کئی سو برس تک فرنگستان کے عیسائی حملہ کر کے مسلمانوں پر آئے ۱۲ منہ

[2] یہاں سے معلوم ہوا کہ عیسائی مذہب دشمن خدا کا ہے ۱۲ منہ

لشکر جمع ہو رہا ہے تو تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ بے شک کس لیے کہ ہم نے بارہا تجربہ کر لیا ہے کہ آپ نے کبھی کوئی بات جھوٹی نہیں کہی۔ تب آپؐ نے فرمایا میں تمہیں مطلع کرتا ہوں کہ ایک سخت عذاب آنے والا ہے۔ تب ابولہب نے کہا تیرے[1] ہاتھ ٹوٹیں کیا اس لیے ہم کو جمع کیا تھا؟)۔

بخاری نے ابوہریرہؓ سے اسی امر میں یہ بھی روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ اے قریش تم اپنا بندوبست آپ کر لو میں تمہارے اوپر سے خدا کا عذاب دور نہیں کر سکوں گا۔ اے عبد مناف! میں خدا کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں تیرے لیے اللہ کے مقابلے میں کچھ کارآمد نہ ہوں گا۔ اے صفیہ! (رسول اللہؐ کی پھوپی) میں تیرے لیے اللہ کے مقابلہ میں کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے فاطمہ بنت محمدؐ! تو جو چاہے میرے پاس سے مال مانگ لے لیکن خدا کے مقابلہ میں میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا (افسوس آج ہم کو خاندانوں پر ناز ہے اسی کو آخرت کا سرمایہ سمجھے بیٹھے ہیں)۔

جس طرح نافرمان اقارب کو ڈر سنانے کا حکم ہوا اسی طرح اس کے مقابلہ میں ایمان داروں کے آگے جھکنے اور تواضع مدارات کرنے کا حکم دیا بقولہ واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنين یہ دوسرا حکم تھا۔ ایمان واطاعت رسول کا مرتبہ کہاں تک بلند ہے کہ اپنے رسول پاک کو ان کی تواضع کا حکم دیا۔ اسی لیے ایمان داروں سے آپؐ بہ تواضع پیش آتے تھے

پھر فرماتا ہے اگر ڈر سنانے پر بھی اے نبی آپ کا حکم نہ مانیں تو کہہ دو کہ میں تم سے بری ہوں فان عصوك فقل

اور ان کی اس مخالفت سے کچھ خوف نہ کیجیے بلکہ توکل علی العزیز الرحیم اللہ زبردست مہربان پر توکل کرو، وہ زبردست ہے اس کے آگے ان کا زور نہ چلے گا اور مہربان بھی ہے اپنی مہربانی سے ہر وقت محفوظ رکھے گا الذی یراك حين تقوم وتقلبك فی السجدين وہ اللہ جو آپ کو دیکھتا ہے جب کہ آپ نماز تہجد کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور نیز نمازیوں میں آپ کا پھرنا بھی دیکھتا ہے کہ صفیں قائم کرتے ہو۔ تقلب اٹھنا بیٹھنا بھی ہے کہ کبھی رکوع کرتے ہو کبھی قیام کبھی سجود سب کو خدا دیکھتا ہے۔ مقاتل کہتے ہیں کہ حین تقوم سے مراد تنہا نماز کے لیے اٹھنا اور تقلب سے مراد جماعت میں نماز پڑھنا ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں ساجدین سے مراد مصلین ہے۔ مجاہد کہتے ہیں تقلبك سے مراد آں حضرتؐ کا نماز میں پیچھے سے نمازیوں کو دیکھنا ہے تقلب بصرك فی المصلين۔ کیونکہ مؤطا میں امام مالک نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں پیچھے سے بھی دیکھا کرتا ہوں مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع مخفی نہیں۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ شیعہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ آں حضرتؐ کے آباء مؤمنین تھے کیونکہ تقلبك فی السجدين سے مراد یہ کہ نور نے حضرتؐ کی شخ پاک کو ایک سجدے سے دوسرے ساجد کی طرف نقل کیا۔ اس بات کو ہم رد کر چکے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ آپؐ کے ان افعال حمیدہ کو وہ دیکھتا ہے کہ جو تم پر مہربانی اور محافظت الٰہی کا سبب ہیں۔ یعنی آپ نیکوکار ہیں اور نیکوں کی حفاظت ہم ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں واللہ اعلم

پھر ان کے شبہ کا رد کرتا ہے بقولہ هل انبئكم علی من تنزل الشيطين کفار کہتے تھے کیا عجب ہے

---

[1] یہ ابولہب کا کلمہ ہے بددعا کے لیے کہتے ہیں تبت یداك یعنی تو خراب ہو جائے۔ اسی لیے قرآن مجید میں ابولہب کو بھی وہی جواب ملا جو اس نے حضرتؐ سے کہا تھا تبت یدا ابی لهب وتب ۔

کہ محمد پر شیاطین نازل ہو کر اس کو قرآن کی تعلیم کرتے ہوں جیسا کہ کاہنوں کو غیب کی باتیں بتایا کرتے ہیں اور شاعروں کو شعر کا مضمون القا کرتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ دونوں میں فرق بتلاتا ہے کہ کاہنوں اور شاعروں کی اور حالت ہے، پیغمبر کی اور۔ پہلے کاہنوں کا حال بیان کرتا ہے بقولہ تعالیٰ تنزل علیٰ کل افاک اثیم کہ شیاطین تو بڑے جھوٹے بدکاروں پر نازل ہوا کرتے ہیں اور وہ کاہن ہیں جو یلقون السمع جن پر شیاطین کوئی بات لاڈالتے ہیں واکثرھم کاذبون اور اکثر جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ سفلی عملیات کے عامل اکثر ناپاک اور گندے رہا کرتے ہیں تاکہ شیاطین ان کے پاس خوشی خوشی آویں۔

اب رہے شاعر ان کا یہ حال ہے والشعراء یتبعھم الغاوون ان کے پیچھے تو بدراہوں کی جماعت ہوا کرتی ہے یہ کوئی مضمون نظم کرتے تو وہ اس کو نقل کرتے پھرتے ہیں مگر اس سے مراد وہ شعراء ہیں کہ جو آں حضرتؐ کی ہجو کیا کرتے تھے جیسا کہ ہبیرہ بن وہب و امیہ بن ابی الصلت اور لوگوں کو جمع کر کے سناتے تھے اور وہ لوگوں سے بیان کرتے پھرتے تھے۔

الم تر انھم فی کل واد یھیمون یہ ان کی بدراہی کی دلیل ہے کہ ہر میدان سخن میں ٹکراتے پھرتے ہیں کیا کیا جھوٹی او مبالغہ آمیز بندشیں باندھتے ہیں۔

وانھم یقولون ما لا یفعلون یہ منہ سے کہتے ہیں کرتے نہیں۔ ہجر و وصال معشوق سب فرضی جھگڑے ہوتے ہیں مطلب یہ کہ اشعار اور مضامین قرآن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

الا الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحت مگر جو ان میں دین دار و ایمان دار ہیں و ذکروا اللہ کثیرا اور اللہ کو اپنے اشعار میں یا خارج بہت یاد کرتے ہیں۔

وانتصروا من بعد ما ظلموا اور جو کسی کی ہجو بھی کرتے ہیں تو اُن پر ظلم ہو چکنے کے بعد کرتے ہیں وہ ایسے نہیں۔ ان جملوں میں حسان بن ثابتؓ کی طرف اشارہ ہے کہ کفار کی ہجو جب کی کہ وہ پہلے آں حضرتؐ اور مومنین کی ہجو کر چکے تھے۔ مگر یہ بھی سچی ہجو۔

خلاصہ یہ کہ جو شعر برا وہ برا ہے۔ اور اچھا مضمون ہے خدا و رسول کی مدح میں، قوم و ملک کی اصلاح میں تو اچھا ہے۔

وسیعلم الذین ظلموا کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ مر کر کہاں جاتے ہیں اور کس کروٹ پر پڑتے ہیں۔

سورۂ نمل

مکیہ ہے اس کی ترانوے آیات اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ

یہ آیتیں ہیں قرآن اور

كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۝١ هُدًى وَّبُشْرٰى

کھلی کتاب کی جو ایمان والوں کے لیے ہدایت

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ

اور بشارت بھی ہے (اور) ان کے لیے جو نماز ادا

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ

کرتے اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور

هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝٣

وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

البتہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے

زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ

ہم نے ان کے اعمال ان کے لیے بھلے کر دکھائے پس وہ

يَعْمَهُونَ ﴿٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

سرگرداں پھرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو

لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي

برا عذاب ہونا ہے اور وہ

الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿٥﴾

آخرت میں بڑے ہی خسارے میں ہوں گے

وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ

اور البتہ آپ کو قرآن خدائے دانا اور حکیم کی طرف

حَكِيمٍ عَلِيمٍ ﴿٦﴾

سے دیا جاتا ہے [1]

تفسیر

یہ سورت بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے اس میں بھی توحید اور اثباتِ نبوت کے مباحث اور چند انبیاء علیہم السلام کے تذکرے ہیں اور ان پر جو کچھ انعامات ہوئے ہیں وہ بھی بیان ہوئے ہیں جو ان کی خدا پرستی کا نتیجہ تھا۔

فرماتا ہے طٰسٓ ان دو حرفوں سے کسی خاص بات کی طرف اشارہ ہے جس کو وہی خوب جانتا ہے۔ تلک یعنی یہ آیتیں جو اس سورت میں ہیں قرآن اور کتاب مبین کی آیات ہیں کسی شاعر کا کلام نہیں۔ کتاب مبین سے مراد بھی قرآن ہے مگر کتاب مبین کہنے سے یہ بات بتلانی مقصود ہے کہ قرآن مجید میں کوئی بات بعید از عقل نہیں سب باتیں اس کی صاف اور ظاہر ہیں جن کو ہر ایک صاحب عقل سلیم تسلیم کرنے میں ذرا بھی تردد نہیں کر سکتا مگر وہی کہ جس کے دل کی آنکھیں روشن ہیں ورنہ ہیچے کے اندھوں اور جنم کے کور باطنوں کج طبعوں کو اس میں ہزار ہا قیل وقال ہیں اس لیے فرماتا ہے ھدی وبشریٰ للمؤمنین کہ یہ قرآن ہدایت ہے سب کے لیے مگر نفع اس سے وہی اٹھاتے ہیں جن میں راستی کا مادہ رکھا ہوا ہے اس لیے بشریٰ کو مؤمنین کے ساتھ مخصوص کیا۔ پھر آگے یہ بھی کھول دیا کہ زبان سے مومن کہنا کافی نہیں جب تک کہ اس میں یہ اوصاف نہ پائے جائیں:۔

(۱) الذین یقیمون الصلوٰۃ کہ وہ جو نماز قائم کرتے ہیں یعنی اہتمام سے اور اس کی ساری شرطوں اور قاعدوں سے نماز ادا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو نماز ادا نہ کرے وہ پورا اور کامل مومن نہیں۔ حیف ہے ان لوگوں پر

ترکیب

وکتاب معطوف ہے قرآن مجرور مضاف الیہ پر ھدی وبشریٰ دونوں محل حال میں ہیں آیت یا کتاب سے اور مبتدأ محذوف کی خبر بھی ہو سکتے ہیں الذین یقیمون صفت ہے المؤمنین کی وھم بالآخرۃ الآیۃ صلہ کا ہے تو حال یا عطف کے لیے اور عطف کی صورت میں جملہ فعلیہ سے اسمیہ کی طرف تغیر کرنا ان کے ثبات اور ایمان پر استمرار ثابت کرنے کے لیے ہے۔

[1] یعنی اے نبی اگر یہ قرآن حکیم وعلیم کا دیا ہوا نہ ہوتا تو یہ احکام اور اگلے انبیاء کے صحیح صحیح حال تمہیں کیوں کر معلوم ہوتے نہ آپ کے پاس کوئی تاریخ کی کتاب ہے نہ آپ نے فلسفہ اور حکمت پڑھی ہے ۱۲ منہ

جو خدا پرستی اور دین کی حمایت کا تو دعویٰ کرتے ہیں مگر نماز سے بے فکر ہیں۔

(۲) ویؤتون الزکوٰۃ اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ شرع میں مال میں سے چالیسواں حصہ خدا کے نام دینا اور اس کے علاوہ ہر قسم کی خیرات کو بھی زکوٰۃ کہتے ہیں۔ مالی اور بدنی دونوں عبادتوں کو شامل کر لیا۔ مگر سب کے ساتھ ایک بڑی قید بھی ہے۔ وہ کیا؟ وھم بالآخرۃ ھم یوقنون کہ وہ آخرت پر یقین بھی رکھتے ہوں۔ اس میں ایمان یعنی جملہ اعتقادیات کی طرف ایک اہم جزء کے ذکر کرنے سے اشارہ کر دیا۔ کیوں کہ مکہ کے لوگ برائے نام خدائے تعالیٰ کے اور کچھ کچھ صفات باری تعالیٰ کے معتقد تھے مگر آخرت کے بالکل منکر تھے اور نہ صرف وہ بلکہ اُس عہد میں باستثناءِ بعض سب مذاہب آخرت کے منکر تھے۔ اس لیے اس کی تصریح کی تاکہ قوتِ عملیہ اور نظریہ کی تکمیل ہو جائے۔

اس کے بعد ان الذین لا یؤمنون بالآخرۃ الخ میں آخرت کے منکروں کا بدنتیجہ بھی بیان فرما دیا کہ لھم سوء العذاب وھم فی الآخرۃ ھم الاخسرون کہ ان کو بہت ہی بُرا عذاب ہے اور آخرت میں وہی زیادہ نقصان اٹھائیں گے کیوں کہ یہ جب اس کے منکر ہیں تو اُس دن کے لیے کوئی توشہ کیوں جمع کرنے لگے؟ یہی خسارہ ہے۔ اور آخرت کے انکار کی وجہ بھی بیان کر دی کہ زینا لھم اعمالھم فھم یعمھون کہ وہ کام جو لذات و شہوات و فراہمیٔ مال و زر اور دنیا کے استحکام کے لیے کرتے ہیں وہ اِن کو بھلے معلوم ہوتے ہیں قضاء و قدر نے ان کی نظروں میں زیبا کر دیے ہیں۔ اِس میں حیران و سرگرداں ہیں۔ آخرت اور مرنے کا تصور بھی برا جانتے ہیں۔ جو دنیا میں اس طرح غرق ہو گویا آخرت کا منکر ہے۔

یہاں تک قرآن کا مبین ہونا ثابت کر کے یعنی دعوے کی دلیل پیش فرما کر پھر اس دعویٰ کو بطور نتیجہ کے پیش کیا جاتا ہے کہ وانک لتلقی القرآن من لدن حکیم علیم یعنی اے نبی تم قرآن کو حکیم و علیم کی طرف سے پا رہے ہو۔ وہی حکیم و علیم جس کی کوئی بات حکمت و علم سے خالی نہیں۔ قرآن وہی وقتاً فوقتاً تم پر نازل کر رہا ہے اس لیے اس جملہ کو اِنّ اور لام تاکید سے صادر کیا اور نیز یہ جملہ اگلے بیان کے لیے تمہید بھی ہے۔ اس کی حکمت کا ثبوت احکام سے جن میں تکمیل قوتِ نظریہ و عملیہ (جس کو ہندی میں گیان و کرم کہتے ہیں جس پر نجات و مکتی کا مدار ہے جس میں کوئی بات نہیں چھوڑی بخوبی ثابت ہے اور علم کا ثبوت انبیاء علیہم السلام کے گزشتہ واقعات سے جو ابھی بیان ہوتے ہیں اچھی طرح ہو جائے گا، کس خوبی کے ساتھ توحید کے مسئلہ کو نبوت کے مسئلہ سے اور نبوت کے مسئلہ کو معاد کے مسئلہ سے اور پھر ان سب سے احکام کی پابندی نیک روی کو ثابت کیا ہے اور خلاف ورزی اور شہوات و لذات کی پیروی کے قصصِ انبیاء سے کیا برے نتائج دکھائے ہیں۔ یہ ہے وہ قرآن کا اعجاز جس کا معارضہ ناممکن ہے، نہ صرف مقفّٰی و مسجّع عبارت۔ اب قصص انبیاء علیہم السلام شروع ہوتے ہیں فقال:-

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ	
(یاد کرو) جب کہ موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے ایک آگ	
نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ	
دیکھی ہے ابھی میں تمہارے پاس اُن کی خبر لاتا ہوں یا کوئی	
بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝	
انگارا سلگا کر لاتا ہوں تاکہ تم تاپو۔	
فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ	
پھر جب موسیٰ اسکے پاس آئے تو آواز آئی کہ جو آگ میں	
مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ	
اور اس کے پاس ہے وہ بابرکت ہے	اور

سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨﴾

پاک ہے اللہ جو تمام جہان کا رب ہے

يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ

اے موسیٰ میں جو ہوں تو اللہ ... دست (اور) حکمت

الْحَكِيْمُ ﴿٩﴾ وَاَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا

والا ہوں اور اپنی لاٹھی ڈال دو پھر جب

رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى

اس کو دیکھا کہ وہ ہلتی ہے گویا سانپ ہے تو موسیٰ پیٹھ پھیر کر

مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يٰمُوْسٰى

بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (تو ہم نے کہا) اے موسیٰ

لَا تَخَفْ ۖ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ

ڈرو مت کیونکہ میرے حضور میں رسول ڈرا

الْمُرْسَلُوْنَ ﴿١٠﴾ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ

نہیں کرتے لیکن جس نے ظلم کیا ہو پھر

بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّىْ

برائی کے بعد اس نے اس کو نیکی سے بدل دیا ہو تو میں

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١﴾ وَاَدْخِلْ يَدَكَ

غفور رحیم ہوں اور اپنا ہاتھ ہے

فِىْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ

گریبان میں ڈالو (پھر نکالو تو) وہ سفید نکلے گا بے

سُوْٓءٍ ۖ فِىْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ

عیب یہ ایک نشانی ہے ان نو اور نشانیوں کے جو فرعون

وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿١٢﴾

اور اس کی قوم کے پاس بھیجی جاتی ہیں کیونکہ وہ ایک بدکار قوم ہے

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا

پھر جب ان کے پاس آنکھیں کھول دینے والی نشانیاں آئیں تو کہنے لگے

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٣﴾ وَجَحَدُوْا

یہ تو صاف جادو ہے اور ان نشانیوں کا

بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا

ظلم و تکبر سے انکار کر دیا حالانکہ دل میں مان

وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

چکے تھے پھر دیکھو مفسدوں کا کیا ہوا

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤﴾

انجام ہوا

ترکیب

اذ کا عامل اذکر محذوف اور علیم سے بھی متعلق ہو سکتا ہے نودی کا مفعول مالم یسم فاعلہ یا تو ضمیر ہے جو موسیٰ کی طرف راجع ہے یا ان بورک علی الاول ان بمعنی اے تفسیر کے لیے من مرفوع ہے بورک سے انہ ضمیر شان انا مبتدا اللہ خبر تہتز حال ہے راھا مفعول سے کانہا حال ہے ضمیر تہتز سے الا من ظلم استثنا منقطع موضع نصب میں اور ممکن ہے کہ محل رفع میں ہو فاعل سے بدل ہو کر بیضاء من غیر سوء تسع تینوں حال ہیں الی محذوف سے متعلق تقدیرہ مرسلا الی فرعون۔ مبصرۃ حال ہے۔ مبصرۃ بھی پڑھا ہے تب یہ مفعول لہ ہے۔ ظلما و علوا حال ہیں ضمیر جحدوا سے مفعول لہ بھی ہو سکتے ہیں۔

تفسیر

اذ قال موسیٰ یہ حضرت موسیٰ کا وہاں سے قصہ ہے کہ جب وہ اپنے خسر حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر میں سے دس برس کے بعد اپنی بیوی کو لے کر پھر مصر میں جا رہے ہیں۔ سردی کا موسم تھا، رات کو رستہ میں دور سے

آگ کی چمک نظر آئی بیوی سے کہا تم ٹھیرو میں جاکر تمہارے تاپنے کے لیے آگ لاتا ہوں ورنہ وہاں جو کوئی ہوگا اس سے رستہ کی خبر پوچھوں گا کیوں کہ رستہ بھی بھول گئے تھے پھر جب وہاں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سبز درخت آگ کا شعلہ ہو رہا ہے یعنی منور ہے۔ وہ تجلی حق کی روشنی تھی جس کو حکیمانہ خیال کے لوگ گیاس کہتے ہیں کہ وہ ایک مادہ ہے جو رات کو چمکتا ہوا نظر آیا کرتا ہے وہ گھاس میں بھی ہوتا ہے جانوروں میں بھی ہوتا ہے۔ کرم شب تاب جس کو جگنو یا پٹ بیجنا کہتے ہیں اسی مادہ سے چمکتا ہے۔ سمندر میں بھی رات کو آگ کی چنگاریاں نظر آیا کرتی ہیں یہ کیا ضرور ہے کہ ہر جگہ وہی مادہ مان لیا جائے بغیر اس کے تجلی حق کی روشنی کیا محال بات ہے؟ الغرض اس کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ تب وہاں سے آواز آئی کہ حیرت نہ کر کہ اس آگ میں جو ہیں یعنی فرشتے اور جو اس کے اردگرد ہیں (وہ بھی فرشتے) بابرکت ہیں اللہ کا یہ نور ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا سبحٰن اللہ رب العٰلمین کہ اللہ جو رب العالمین ہے جس کے تربیت یافتوں میں سے یہ نورانی ملائکہ بھی ہیں۔ وہ آگ میں نظر آنے سے پاک ہے یعنی اس آگ یا روشنی کو اور اس کے آس پاس والوں کو اللہ نہ سمجھ لینا بلکہ یہ مقام اللہ کی تجلی گاہ ہے اور یہ ملائک اس کے جلو میں ہیں خدا نہیں

یٰموسٰی انہ انا اللہ الخ خدا جو ہوں تو میں زبردست حکمت والا ہوں۔ پھر موسیٰ سے خدائے تعالیٰ کا کلام شروع ہوا یہ آواز کچھ معمولی آواز نہ تھی جس کے لیے حروف اور جہت تجویز کرنی پڑے بلکہ یہ ایک روحانی ندا تھی جس کی حقیقت ہم نہیں جان سکتے اور وہی اس کی ذات پاک سے لائق ہے واللہ اعلم۔

پھر خدا نے فرمایا اپنا عصا زمین پر ڈال دو موسیٰ نے ڈال دیا تو وہ سانپ بن کر لہرانے لگا۔ موسیٰ ڈر کر بھاگے۔ فرمایا ڈرو مت میرے حضور میں انبیاء ڈرا نہیں کرتے۔ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں ان کے ہاتھ سے قبطی کے مارے جانے سے گناہ کا کھٹکا بھی تھا اس کی صفائی کے لیے یہ بھی اطمینان دلایا کہ الا من ظلم الخ لیکن جو کوئی گناہ کے بعد نیکو کاری کرتا ہے میں اس کے لیے عفو و رحیم بھی ہوں۔ یہ ایک معجزہ دیا۔ دوسرے کے لیے فرمایا و ادخل یدک کہ اپنی بغل میں ہاتھ دبا کر باہر نکالو وہ بغیر اس کے کہ اس میں کوئی برص کی سفیدی پیدا ہو چمکتا ہوا نکلے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پھر فرمایا کہ من جملہ نو نشانیوں یعنی معجزات کے یہ دو نشانیاں ہیں ان کو لے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف جاؤ وہ بدکردار لوگ ہیں جب حکم حضرت موسیٰ ان کے پاس گئے معجزات دکھائے وہ دل میں تو قائل ہو گئے مگر اپنی سرکشی اور غرور سے انکار کیا۔ پھر دیکھو ان کا کیا انجام ہوا غرق ہوئے قصہ کو یہاں مختصر کر دیا۔ بیان اسی قدر کافی تھا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا

اور البتہ ہم نے　داؤد اور سلیمان کو　علم دیا تھا

وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا

اور ان دونوں نے (خوش ہو کر) کہا سب تعریف اس اللہ ہی کو ہے کہ جس نے ہم کو

عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾

اپنے بہت سے ایمان دار بندوں پر　فضیلت　عطا کی

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا

اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے اور کہنے لگے کہ

النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا

لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی بھی سکھائی گئی ہے اور ہم کو ہر ایک

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ

قسم کے ساز و سامان عطا کیے گئے ہیں　بے شک یہ اس کا صریح فضل

الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ

ہے　　اور سلیمان کے لیے اس کا لشکر (اکٹھا) کیا گیا

مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ

یعنی جمع کیا گیا جن اور آدمیوں اور پرندوں کے لشکر صف بستہ

يُوْزَعُوْنَ ﴿١٧﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى

(باترتیب) اکٹھے کیے جاتے تھے　　یہاں تک کہ جب وہ لشکر چیونٹیوں کے جنگل

وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ

میں آئے　　تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو!

ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ

اپنے بلوں میں گھس جاؤ　　ایسا نہ ہو کہ تم کو

سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا

سلیمان　　اور اس کا لشکر روندڈالے اور ان کو

يَشْعُرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا

خبر بھی نہ ہو　　پھر سلیمان چیونٹی کی بات سے

مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ

مسکرا کر ہنس پڑے　　اور کہنے لگے کہ اے رب مجھے توفیق دے کہ

اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ

میں تیری ان نعمتوں کا شکر کیا کروں کہ جو تو نے مجھے　　اور

عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ

میرے باپ کو عطا کی تھیں　　اور ایسا اچھا کام

صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ

کروں　　کہ جس کو تو پسند کرے　　اور اپنی رحمت سے مجھ کو

فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩﴾

اپنے نیک بندوں میں داخل کر دے۔

ترکیب

ضاحکا۔ حال مؤکدۃ وقیل مقدرۃ لان التبسم مبدأ الضحک ولقیر ضحکا علی انہ مصدر والعامل فیہ تبسم لانہ بمعنی ضحک حشر کا مفعول مالم یسم فاعلہ جنودہ۔

تفسیر

یہ دوسرا قصہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا ہے جو اس تفصیل سے یہود و نصاریٰ کو بھی معلوم نہ تھا اسی حکیم و علیم نے حضرتؐ کو بتلایا ہے۔ فرماتا ہے ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا۔ ان کا علم اور دانش مشہور اور ضرب المثل ہے جس کے شکریہ میں وہ الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المؤمنین کہتے تھے۔ یہ مجمل تھا۔ پھر اس علم کی آگے تفصیل فرماتا ہے بقولہ ووورث سلیمان داؤد اس وراثت میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ کوئی علم و دانش و نبوت کی وراثت کہتا ہے۔ یہ چیزیں ورثہ میں نہیں آتیں مبدء غیب سے عطا ہوا کرتی ہیں۔ پھر سلیمان کے وارث ہونے کے یہ معنی کہ جو کمالات ان کے باپ کو عطا ہوئے تھے وہی اس فرزند رشید کو بھی۔ یعنی سلیمان کے کمالات نئے نہیں کہ انہیں کو عطا ہوتے ہوں بلکہ خاندانی ہیں۔ خاندانی اہل کمال کی نسبت ان کے کمالات کا اپنے بزرگوں سے ورثہ پانا محاورہ میں آتا ہے اور یہی قول جمہور کو پسند ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ملک و سلطنت کا ورثہ ہے وفیہ ما فیہ وقال ای سلیمان، یہ اس علم اور ورثہ کی تفصیل شروع ہوتی ہے کہ سلیمان نے کہا کہ ہم کو جانوروں کی بولی بھی خدا تعالیٰ نے سکھائی اور ہم کو ہر ایک نعمت عطا کی ہے پھر ہر ایک نعمت کے مجموعہ میں سے بعض بعض خاص نعمتوں کا خدا تعالیٰ ذکر کرتا ہے۔

(۱) وحشر لسلیمان الخ کہ سلیمان کے پاس تین قسم کا لشکر جمع تھا۔ جنوں کا، آدمیوں کا، پرندوں کا،

جو تختِ سلیمان کے اوپر سایہ کرتے تھے۔ یہ کبوتر وغیرہ ہوں گے جو خطوط اور فرامین پہنچانے کا کام دیتے ہوں گے جیسا کہ آگے ہدہد کا ذکر ہوتا ہے کہ وہ حضرت سلیمان کا خط لے کر بلقیس شاہ زادی کے پاس گیا تھا۔

(۲) حتّٰی اذا اتوا ایک بار سلیمان کا لشکر کسی ایسے مقام سے گزرا کہ جہاں چیونٹیوں کے بلے تھے اور وہ زمین پر چل رہی تھیں ان میں سے ایک چیونٹی نے کہا کہ اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں بے خبری میں ان کی روندن میں نہ آجاؤ۔ یہ بات حضرت سلیمان کو معلوم ہو گئی۔ کیوں کہ خدا نے ان کو بہت سے علوم عطا کیے تھے۔ اس پر آپ ہنسے اس لیے کہ چیونٹی سلیمان کو بے خبری کا الزام لگاتی ہے۔ دوم اس لیے کہ اس کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت کو کیا کیا علم دیے گئے ہیں۔ سوم خدا تعالےٰ کی عنایت اور رحمت پر خیال کر کے کہ اس نے مجھے ایسا بلند مرتبہ کیا، اس لیے اس کے بعد سلیمان نے خدا سے دعا کی کہ مجھے شکر گزاری کی توفیق دے اور اس جاہ و حشم پر مغرور و متکبر نہ کر بلکہ اس بلند اقبالی پر اچھے کام کیا کروں اور جماعتِ صالحین سے باہر نہ ہوں۔ یہ قصہ گو بائبل میں نہیں، مگر اس کی تصدیق کرنے والی باتیں اوّل کتاب السلاطین کی چوتھے باب میں بہت کچھ ہیں جن میں سے بعض جملے یہ ہیں۔ (۲۹) اور خدا نے سلیمان کو دانش اور خردنہایت دی تھی اور دل کی وسعت بھی عنایت کی ایسی جیسے سمندر کے کنارے کی ریت، اور سلیمان کی دانش اہلِ مشرق اور اہلِ مصر کی دانش سے کہیں زیادہ تھی (۳۰) اور اس نے درختوں کی کیفیت بیان کی سرو کے درخت سے لے کر جو لبنان میں تھا اس زوفہ تک جو دیواروں پر اگتا ہے اور چارپایوں اور پرندوں اور رینگنے والوں اور مچھلیوں کا حال بیان کیا۔

منطق الطیر۔ بیضاوی کہتے ہیں نطق کے معنے عرف میں اُن الفاظ کا استعمال کرنا جو دل کی بات کو ظاہر کر دیں خواہ وہ مفرد ہوں خواہ مرکب اور نطق کا مجازاً اطلاق کبھی اُس حالت پر بھی ہوتا ہے کہ جس سے کوئی بات ظاہر کی جاوے حیوانات کا نطق اسی طرح کا ہے کہ ان کی آوازیں ان کے تخیلات کے تابع ہیں جو بمنزلہ عبارات کے ہوتی ہیں اور شاید سلیمان علیہ السلام قوتِ قدسیہ سے ہر حیوان کا وہ خیال دریافت کر لیتے تھے کہ جس خیال سے اس نے وہ آواز نکالی ہے، انتہیٰ ملخصاً۔ اب حکیمانہ خیال کی بھی کوئی توجیہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ یہ بات ان کے نزدیک ناممکن نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت کو چیونٹی کا خیال معلوم ہو گیا ہوگا، جو وہ اپنی جماعت کے آگے ظاہر کر رہی تھی۔ خدا نے حیوانات کو بھی علم اور ادراک دیا ہے ان کے باہم ہم کلامی اور اطلاع دینے کے ذرائع پیدا کیے ہیں یہ اور بات ہے کہ ہم نہیں جانتے۔ اس تقدیر پر کیا ضرورت ہے کہ نملہ کسی قبیلہ کا نام رکھا جائے اور جن سے قوم عمالیق مراد لی جائے۔ ایسی توجیہیں دُور از کار ہیں، واللہ اعلم۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ أَرَى

اور سلیمان نے پرندوں کی حاضری لی تو کہا کہ کیا بات ہے جو میں

الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ

ہدہد کو نہیں دیکھتا ہوں　کیا　وہ　غیر حاضر

الْغَآئِبِينَ ﴿٢٠﴾ لَأُعَذِّبَنَّهُۥ عَذَابًا

ہے ؟　(اگر ایسا ہے تو) میں اس کو سخت سزا

سلہ جیسا کہ چیونٹی وغیرہ جو زمین پر چلتے ہیں۔

شَدِيدًا أَوْ لَأَاذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي
دوں گا　یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا　یا　وہ میرے پاس کوئی

بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ
وجہ (غیر حاضری کی) بیان کرے　پھر تھوڑی دیر کے بعد (جو

بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ
حاضر ہوا　اور کہنے لگا کہ حضور کے پاس خبر لایا ہوں جو حضور کو معلوم نہیں

وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ﴿٢٢﴾
اور سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں (یعنی ایسی

إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ
ایک عورت کو دیکھا کہ ان پر حکمرانی کر رہی ہے

وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا
اور اس کو ہر قسم کے سامان و سامان بھی دیئے گئے ہیں، اور اس کے پاس

عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدتُّهَا وَقَوْمَهَا
ایک بڑا تخت بھی ہے　میں نے اس کو اور اس کی قوم کو

يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِن دُونِ اللَّهِ
اللہ کے سوا آفتاب کو سجدہ کرتے ہوئے پایا

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ
اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے آراستہ کر دکھایا ہے

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا
اور ان کو راہ راست سے روک دیا ہے　پھر ان کو یہ

يَهْتَدُونَ ﴿٢٤﴾ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ
بھی نہیں سوجھتا　کہ اللہ ہی کو کیوں نہ سجدہ کریں

الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ
کہ جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو

وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا
نکالتا کیا کرتا ہے　اور جو کچھ تم مخفی رکھتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو

تُعْلِنُونَ ﴿٢٥﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ
سب کو جانتا ہے　اس اللہ کو کہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں

رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٢٦﴾ قَالَ
وہ بڑے تخت کا مالک ہے　(سلیمان نے) کہا

سَنَنظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ
ہم ابھی دیکھتے ہیں　تو سچ کہتا ہے　یا　تو

مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٢٧﴾ اذْهَب
جھوٹا　ہے ؟　جا

بِّكِتَابِي هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ
میرے اس خط کو لے جا کر　ان پر　ڈال دے　پھر

تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾
ان سے الگ ہٹ جا　پھر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں (اس کو

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ
پڑھ کر ملکہ نے کہا کہ اے درباریو　یہ میری طرف ایک

كِتَابٌ كَرِيمٌ ﴿٢٩﴾ إِنَّهُ مِن
فرمان محترم ڈالا گیا ہے　اور وہ سلیمان کی

سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ
طرف سے ہے　اور وہ یہ ہے　بسم اللہ الرحمن

الرَّحِيمِ ﴿٣٠﴾ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَ
الرحیم　میرے سامنے تکبر نہ کرو　اور

أْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿٣١﴾
میرے پاس مطیع ہو کر چلی آؤ۔

ترکیب

غیر بعید اے مکانا غیر بعید او وقتا غیر بعید او مکانا
الا یسجدوا الا لیست بزائدۃ و موضع الکلام نصب

بدلا من اعمالهم والتحقیق دخل حرف التنبیه علی الفعل من غیر تقدیر حذف۔ الخبأ مصدر بمعنی المخبوء من المطر والنبات انه من سلیمان بالکسر علی الاستیناف وبالفتح بدلا من کتاب او مرفوع بکریم الا تعلوا موضعه رفع بدلا من کتاب۔

تفسیر

(۳) وتفقد الطیر کہ پرندوں کی حاضری لی تو ان میں ہدہد کو نہ پایا فرمایا کہ اس کو سزا دوں گا ورنہ کوئی عذر معقول بیان کرے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہدہد بھی آحاضر ہوا اور اس نے سبا[1] کی شہزادی بلقیس کا حال بیان کیا کہ اس کو سب ساز و سامان سلطنت حاصل ہیں اور ایک بڑا عمدہ تخت بھی ہے کہ جس پر وہ جلوس کرتی ہے مگر باایں ہمہ آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں (وہ لوگ آفتاب پرست تھے یا تو صابی ہوں گے یا کوئی اور مذہب مروج ہوگا جو شیطانی مذہب تھا) اور اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ آسمانوں کی چھپی ہوئی تارے آفتاب ماہتاب چھپ جاتے ہیں پھر ان کو اللہ ہی ظاہر کرتا ہے پھر ان کو کیا سجدہ کرنا چاہیے؟ اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں طرح طرح کی جڑی بوٹیاں اور اناج وغیرہ اس میں ہدہد نے اپنی خورش بھی ظاہر کر دی۔ اور وہ اللہ جو دل کی مخفی اور ظاہر باتوں کو جانتا ہے، وہ اللہ جو بڑے تخت کا مالک ہے یعنی اس کے تخت کے آگے ان کے تخت کی کیا حقیقت ہے؟۔ یہاں تک ہدہد کی گفتگو تھی جو تمام ہوئی۔

اب سلیمان علیہ السلام اس کے جواب میں فرماتے ہیں سننظر اصدقت ام کنت من الکٰذبین کہ ہم دیکھتے ہیں تو جھوٹا ہے کہ سچا ہے؟ جا تو میرا یہ نامہ لیجا اور جا کر اوپر سے ڈال دینا پھر چھپ کر دیکھنا کہ وہ آپس میں کیا کہتے ہیں۔

سلیمان علیہ السلام نے نامہ لکھا جس کا یہ عنوان تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الا تعلوا علیّ واتونی مسلمین۔ اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ اس کے بعد واضح ہو کہ تم میرے پاس مطیع ہو کر حاضر ہو جاؤ اور تکبر نہ کرو۔ اب یہ کچھ ضرور نہیں کہ سلیمان نے بعینہٖ یہی لکھا ہو بلکہ ممکن ہے کچھ اور ہو۔ جس کا خلاصہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کر دیا۔ لیکن سرنامہ پر بسم اللہ لکھی تھی۔ یہ نامہ عبرانی زبان میں تھا۔ ہدہد نامہ لے کر گیا اور ان پر جا کر ڈال دیا۔ یعنی بلقیس کے تخت پر۔ اس نے پڑھا اور اپنے ارکان دولت سے ذکر کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ سلیمان کے

---

[1] سبا یشجب کا بیٹا اور وہ یعرب کا اور وہ قحطان کا جو تمام قبائل یمن کا باپ تھا۔ پھر سبا کی بہت سی اولاد تھی پھر اسی کے نام سے یمن میں ایک شہر سبا بسا، جو صنعا سے تین دن کے فاصلہ پر ہے۔ سبا سے مراد اگر قبیلہ ہے تو غیر منصرف ہے ورنہ منصرف اگر بلقیس بعد وہ کی بیٹی وہ شرحبیل کا بیٹا وہ ذی الاذعار کا وہ افریقس کا وہ ذی المنار کا جس کو ابرہہ بھی کہتے تھے وہ صوب کا جس کو ذوالقرنین کہتے تھے وہ حارث الرائش کا جس کو تبع اول کہتے تھے۔ کئی پشت آگے چل کر اس کا نسب نامہ عمیر سے ملتا ہے جو سبا مذکور کا بیٹا تھا سبا نے مارب کی زمین پر ایک پختہ بند بندھوا کر تالاب کے طور پر پانی جمع کیا تھا جس سے چھوٹی چھوٹی نہروں کے ذریعہ سے ملک میں بڑی سرسبزی تھی۔ آخر لوگوں کی ناشکری سے وہ بند ٹوٹا اور ملک برباد ہوا جیسا کہ سورۂ سبا میں مذکور ہے۔ شداد بن عاد بن المناط بن سبا بھی سبا کی نسل میں سے تھا۔ بلقیس اسی کے تخت پر بیٹھی تھی۔ اس قوم کی بڑی شان و شوکت کی سلطنت ہو چکی ہے ان کے آثار اب تک ملک یمن میں پائے جاتے ہیں۔ از تاریخ ابو الفدا و ملا عن ابی سعید المغربی ۱۲ منہ

پاس جاؤں یا نہ جاؤں ؟

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ

بلقیس کہنے لگی کہ اے سردارو! میرے معاملہ میں

اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا

رائے دو میں کوئی بات تمہارے حاضر ہوئے بغیر

حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ

طے نہیں کرتی انہوں نے کہا ہم لوگ

اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ

زور آور اور بڑے (سخت) لڑنے والے ہیں

وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا

اور (آگے) سرکار کو اختیار ہے جو کچھ حکم دیں اس کو

تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ

غور کر لیں (بلقیس نے کہا) جب کسی شہر میں بادشاہ

اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ

(بزور) داخل ہوا کرتے ہیں تو اس کو اجاڑ کر دیتے ہیں اور

جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَ

وہاں کے عزت داروں کو ذلیل کر ڈالتے ہیں اور

كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنِّيْ

یوں ہی کیا بھی کرتے ہیں اور میں (اول)

مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ

ان کے پاس کوئی تحفہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں

بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا

کہ ایلچی کیا جواب لے کر آتے ہیں پس جب

جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ

ایلچی سلیمان کے پاس پہنچا تو سلیمان نے کہا کہ کیا تم میری مدد مال سے کرنا چاہتے ہو؟

فَمَآ اٰتٰىنِ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ

سو جو کچھ مجھ کو اللہ نے دے رکھا ہے اس سے بہت بہتر ہے جو تم کو دے رکھا ہے

بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾

بلکہ تم ہی کچھ اپنے تحفہ سے خوش ہوتے ہو گے

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ

ان کی طرف واپس جاؤ ہم ان پر ایک ایسا لشکر بھیجیں گے

لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ

کہ جس کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل

اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ

(و خوار) کر کے نکال دیں گے (سلیمان نے کہا)

يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ

اے سردارو! تم میں ایسا کوئی ہے کہ اس کے حاضر

بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ

ہونے سے پہلے میرے پاس اس کا تخت لا حاضر

مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ

کرے ایک زور آور جن بول اٹھا کہ آپ کے

الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ

دربار سے اٹھنے سے پہلے ہی میں اس کو لا حاضر

مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ

کرتا ہوں اور میں اس پر قوی بھی ہوں (اور

اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ

امانت دار بھی) اس شخص نے کہ جس کے پاس کتاب کا

لہ عفریت النار زائدۃ لانہ من العفر یقال عفریت و عفریۃ ہو القوی الشدید او خبیث مارد۔

مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ

علم تھا (یہ) عرض کیا کہ میں اس کو حضور کی آنکھ

اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ

جھپکنے سے پہلے لا حاضر کرتا ہوں پھر جب اس

مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ

تخت کو سلیمان نے اپنے پاس دھرا پایا تو کہنے لگے کہ یہ میرے رب

فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْۤ ءَاَشْكُرُ ۗ

کی عنایت سے ہے تاکہ مجھے آزماوے کہ میں شکر کرتا ہوں

اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ

یا ناشکری اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو اپنے

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ

بھلے کو اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بھی

غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾

بے پروا عزت والا ہے

تفسیر

انہوں نے کہا ہم بڑے قوی اور بڑے لڑنے والے لوگ ہیں سلیمان سے کچھ خوف نہیں مگر تاہم جو آپ کی رائے ہو وہی ٹھیک۔ بلقیس بڑی عقل مند عورت تھی سوچا کہ لڑائی کا انجام بُرا ہے اگر غالب آگیا تو اگر الٹ پلٹ دے گا عزت داروں کو ذلیل کر دے گا اور بادشاہوں کا یہی دستور ہے صلح کر لینی بہتر ہے۔ اول مرتبہ اس کے پاس جاتا تو مصلحت نہیں تحفہ تحائف دے کر ایلچیوں کو بھیجنا چاہیے اس سے سلیمان کی پوری کیفیت معلوم ہو جاوے گی۔ یہ بات سب کو پسند آئی۔ بڑے بڑے بیش قیمت ہدیے دے کر ایلچیوں کو بھیجا تاکہ سلیمان اس مال کو دیکھ کر نرم ہو جاویں۔ مگر سلیمان علیہ السلام کا مقصد اس بت پرست بادشاہ زادی کو اسلام میں لانا اور برائی سے بچانا تھا اس لیے ان تحفوں کو کچھ بھی خاطر میں نہ لا کر یہ فرمایا کہ اللہ کا دیا میرے پاس بہت کچھ ہے۔ ایسے ہدیوں سے تمہیں خوش ہو۔ جاؤ جا کر کہہ دو کہ حاضر ہوں ورنہ میں ایسا بھاری لشکر بھیجتا ہوں کہ جس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا اور میں ان کو وہاں سے ذلیل و خوار کر کے نکال دوں گا۔

ایلچی تو ادھر روانہ ہوئے ادھر حضرت سلیمان نے اپنے درباریوں سے کہا کوئی ہے کہ اس کے آنے سے پیشتر میرے پاس اس کا تخت اٹھا لائے؟ ایک بڑے قوی جن نے کہا میں اس کو حضور کے پاس آپ کے دربار کے برخاست ہونے سے پہلے لے آتا ہوں۔ میں قوی بھی ہوں امانت دار بھی ہوں اس میں کچھ خیانت نہ کروں گا۔ مگر اُس شخص نے کہ جس کو کتاب الٰہی کا علم تھا، اسم اعظم جانتا تھا یہ کہا کہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں۔ چنانچہ اس نے لا کر سلیمان کے سامنے اس کو کھڑا کر دیا۔ سلیمان نے اس پر خدا کی عنایت کا بڑا شکر ادا کیا۔ ومن شکر فانما الخ بھی کہہ دیا کہ جو کوئی خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہے تو اپنے لیے یعنی اللہ کو اس کا کچھ فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ بندے کو پہنچتا ہے کہ وہ اور بھی نعمتیں اس کو عطا کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو اللہ کو کچھ بھی پروا نہیں۔ (یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو دولت و حکومت کا کچھ بھی نشہ نہیں چڑھتا)۔

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ

سلیمان نے حکم دیا کہ اس کے تخت کو متغیر کر دو (اس کے امتحان کے لیے) تاکہ ہم

اَتَهْتَدِيْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ

دیکھیں کہ راہ پر آتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو

لہ ۱۱ شکر ام اکفر جملۃ فی موضع نصب اے لیبلو شکری و کفری ۱۲ منہ

لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ

راہ نہیں پاتے　پھر جب وہ آئی تو

قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ

کہا گیا کہ کیا آپ کا تخت بھی ایسا ہی ہے؟ ملکہ نے کہا

كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ

گویا یہ (ہو بہو) وہی ہے　اور ہم کو تو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا

مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾

(کہ آپ برگزیدہ ہی ہیں) اور ہم تو فرماں بردار ہو چکے ہیں

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ

اور اس نے خدا کے سوا جو غیر معبودوں کو پوجا کرتی تھی

دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ

اس کو اس کو باز رکھا　کیوں کہ وہ کافروں میں کی

كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ

تھی　ملکہ سے کہا گیا کہ محل میں چلیے

فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ

پھر جب اس نے اس کو دیکھا تو اس کے صحن بلوری کو پانی سمجھی اور اپنی دونوں

عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ

پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا　سلیمان نے کہا کہ یہ تو ایک حوض ہے شیشوں

مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ

سے پٹا ہوا　وہ بولی کہ اے میرے رب میں نے

ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ

اپنے نفس پر ظلم کیا تھا　اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ

سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع ۳ ۱۸

کی حکم بردار ہوئی جو جہان کا رب ہے۔

ترکیب

منظر بالجزم علی الجواب وبالرفع علی الاستیناف وصدھا الفاعل اما الضمیر الراجع الی اللہ تعالیٰ او الی سلیمان اے وصدھا عما کانت لہ عبادتہا الشمس عن التقدم الی الاسلام انہا بالکسر علی الاستیناف وبالفتح علی البدل من ما یکون ما علی ہذا مصدریۃ الصرح القصر وقیل عرصۃ الدار۔[1]

تفسیر

قال زکروا لہا[2] یہاں سے پھر اصل قصہ شروع ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کے تخت میں کچھ ایسا تغیر و تبدل کر دو کہ اس کی پہلی صورت بدل جاوے تاکہ میں جب بلقیس آوے اس کی عقل کا امتحان کروں کہ دنیاوی چیزوں کی پہچان میں جب یہ حال ہے تو خدا کی ذات و صفات کے پہچاننے میں تم نے کتنی غلطی نہ کی ہوگی؟ چنانچہ وہ آئی اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کا ایسا ہی تخت ہے؟ اُس کو پہچان نہ سکی دھوکے میں آ گئی کہا ایسا ہی میرا بھی تخت ہے۔ اس کو اس کے مشابہ بتلایا یہ نہیں کہا کہ یہ وہی ہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد بلقیس کو معلوم کرایا گیا کہ یہ وہی تخت ہے اس پر اس نے بطور معذرت کے کہا واوتینا العلم[3] کہ حضور ہم کو کیا آزماتے ہیں ہم کو تو اس حالت سے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ آپ بڑے طاقت ور ہیں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں وکنا

[1] قال ابن قتیبۃ الصرح بلاط اتخذ لہا من قوارير وجعل تحتہ ماء وسمک (واصلہ من التصریح وہو الکیف) لجۃ ہی معظم الماء ممرد اے مسقف مسطح۔ الممرد المملوک الملس ومنہ الامرد لملاستہ وجہ والشجۃ الممرد التی لا ورق لہا ۱۲ منہ

[2] کیونکہ تخت منگایا اسی لیے ہم مطلع ہو کر آئے ہیں ۱۲ منہ

مسلمین اور ہم یہاں حاضر ہونے سے پہلے ہی آپ کے فرماں بردار ہو چکے ہیں جس لیے حاضر ہوئے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان کا کلام ہے کہ ہم کو پہلے ہی معلوم تھا کہ تو نہ بتلا سکے گی اور ہم ہمیشہ سے اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ اور بلقیس کو ایمان لانے سے آفتاب پرستی نے روک رکھا تھا اور یہ اس لیے کہ وہ بھی کافر قوم میں کی تھی۔ وصدھا کے یہ معنی ہیں۔ یا یہ کہ سلیمان نے اس کو عبادتِ غیر اللہ سے روک دیا۔

پھر دوسرا امتحان اور کیا گیا قیل لھا ادخلی الصرح صرح قصر کو بھی کہتے ہیں یعنی محل اور اس کے صحن کو بھی کہتے ہیں۔ حضرت سلیمان نے ایک ایسا محل بنایا تھا کہ جس کا صحن پانی کا حوض تھا جس میں رنگ برنگ کی مچھلیاں تھیں مگر اس کو اوپر سے صاف بلور یا سفید شیشے سے پاٹ دیا تھا اس کے اوپر سے آتے جاتے تھے۔ جب بلقیس کو دربار میں بلایا تو اس محل کے صدر میں تخت بچھوا کر اس پر بیٹھے اور بلقیس کو آنے کا حکم دیا جس کا راستہ اُسی حوض پر سے تھا شیشۂ بلور میں پانی لہراتا اور مچھلیوں کا پھرنا دیکھ کر یہ سمجھی کہ حوض ہے اس لیے پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا وہ سمجھ گئی تھی کہ گھٹنے سے کم ہی کم پانی ہے۔ کپڑا اٹھاتا تھا کہ سلیمان نے فرمایا ان صرح ممرد من قواریر یہ حوض پانی کا شیشوں سے پٹا ہوا ہے کپڑا اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

وہ عورت تھی اور اس پر بادشاہِ ملک کے عین دربار میں اس کی بے عقلی اور گنوار پن ثابت ہو جانے سے اس کو سخت ندامت ہوئی اور سمجھ گئی کہ میری عقل خاک بھی نہیں۔ سلیمان علیہ السلام کے روبرو صاف کہہ دیا رب انی ظلمت نفسی الخ کہ اے رب اس وقت تک میں بڑی خطاوار تھی اب سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لائی۔ سلیمان کے ساتھ سے یہ مراد کہ سلیمان کی ہدایت اور رہنمائی سے یا یہ کہ جس طرح سلیمان لائے ہیں اسی طرح میں بھی کیوں کہ رب العالمین کے پہچاننے میں پہلے سے قاصر تھی۔

قصہ تمام ہوا اب قرآن میں اس بات کا کچھ ذکر نہیں کہ سلیمان کے ساتھ اس نے شادی کی اور وہیں رہ گئی یا پھر یمن میں چلی گئی نہ یہ کہ اس وقت تک اس کی شادی ہو چکی تھی کہ نہیں اور پھر شادی یمن میں کس کے ساتھ ہوئی؟ ان باتوں کا ثبوت تواریخ سے ہو گا ہم کو ان سے کچھ سروکار نہیں۔ نہ یہ بات قرآن سے ثابت ہے کہ بلقیس پر سلیمان نمائندہ عاشق تھے اور بلقیس کسی پری یا جنیہ کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی اس لیے مشہور تھا کہ اس کی پنڈلیوں پر بال ہیں اس بات کے دریافت کرنے کو سلیمان نے یہ تدبیر کی تھی۔ یہ سب افسانے ہیں جو اپنے خیالات کے مطابق لوگوں نے قرآن و احادیث میں شامل کر دیے ہیں واللہ اعلم۔

فوائد

(۱) قرآن مجید سے صرف یہ ثابت ہوا کہ ہدہد نے حضرت سلیمان سے بلقیس کی مفصل کیفیت بیان کی۔ اور حضرت سلیمان نے ہدہد کو نامہ دے کر بھیجا جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ بلقیس مطیع ہو کر یہاں آوے۔ بلقیس کے آنے سے پیشتر سلیمان نے اس کا تخت منگا لیا جس کے لانے کی بابت عفریت جن نے یہ کہا تھا کہ میں آپ کے اٹھنے سے پیشتر اس کو لا سکتا ہوں مگر ایک شخص نے کہ اس کو کتاب کا علم تھا (نہ اس کا قرآن میں نام بتلایا ہے نہ یہ کہ کون سی کتاب کا اس کو علم تھا نہ یہ کہ کتاب کے علم سے کیا مراد ہے؟ ہاں مفسروں نے اس کا نام آصف ابن برخیا بتلایا ہے اور اس کو سلیمان کا وزیر کہا ہے

اور علم کتاب سے مراد اسم اعظم کا علم بتلایا ہے) اس کو لاموجود کیا۔ بلقیس آئی اور اسلام لائی۔

(۲) ان باتوں پر عقلی قاعدہ سے کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا، مگر تاہم مخالفوں نے دو قسم کے اعتراضات کیے ہیں اول اہل کتاب نے کہ یہ قصہ ہماری کتابوں میں نہیں اس لیے غلط ہے۔

اس کا جواب ہم بارہا دے چکے ہیں کہ بہت سی کتابوں کے بائبل میں حوالے ہیں اور اب وہ کتابیں مفقود ہیں۔ تو پھر اہل کتاب کیوں کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ ان میں نہ ہوگا۔ ملاحظہ ہو اول سلاطین کا باب ۲۲، پھر سلیمان کے جملہ حالات کا حصر صرف کتاب السلاطین وغیرہ کتب بائبل پر کیوں کر سمجھ لیا؟ دوسرا اعتراض فلسفیانہ خیالات کا ہے۔

(۱) یہ کہ اگر ہدہد جانور ہے تو اول اس کی رفتار میں ایسی سرعت کہاں کہ تھوڑی سی دیر میں شام کے ملک سے اڑ کر یمن میں پہنچ جائے اور وہاں سے لوٹ کر آجائے دوم اس جانور کو خدا پرستی اور آفتاب پرستی میں کیا فرق؟ اور پھر اس نے اس قدر لمبی چوڑی گفتگو سلیمان سے کیوں کر کی؟ یہ باتیں بعید از قیاس ہیں۔

(۲) سلیمان شام کے بادشاہ تھے کیا ان کو بلقیس کا حال معلوم نہ ہوا ہوگا؟ جو وہ بھی ایک بڑی سلطنت کی مالک تھی۔ باوجودے کہ تم کہتے ہو جن و شیاطین ان کے تابع تھے، پھر صرف ہدہد وغیرہ نے خبر دی؟

(۳) سیکڑوں کوسوں کے فاصلہ سے بلقیس کا تخت پلک جھپکنے سے پہلے سلیمان کے پاس کیوں کر آگیا اور علم بالکتاب سے یہ قدرت کب حاصل ہوسکتی ہے کیا اب ایسے لوگ نہیں کہ ایک کتاب تو کیا سیکڑوں کتابوں کو دھوئے بیٹھے ہیں وہ تو دو کوس سے بھی اتنی جلدی تخت تو کیا کوئی تختہ بھی نہیں لاسکتے۔ یہ باتیں پرانے افسانے ہیں۔

ان کے جواب معتزلہ اور ان کے پیروان و مریدان نے بذریعہ تاویل کے یوں دیے ہیں کہ الطیر جمع طائر پرند کو بھی کہتے ہیں اور تیز گھوڑے کے سوار کو بھی جیسا کہ کسی حدیث میں آیا ہے کہ بہتر وہ شخص ہے کہ جو گھوڑے کی لگام کو اللہ کی راہ میں تھامے ہوئے تیار ہو۔ یطیر۔ جہاں کشکا پائے اُڑ جائے۔ الغرض کلام عرب میں طائر تیز گھوڑے کے سوار کو بھی کہتے ہیں۔

تفقد الطیر۔ جمع طائر یعنی سواروں کی فوج کو دیکھا ان میں ہدہد کو نہ پایا جو اُن کا سپہ سالار تھا اور ہدہد کا سپہ سالار ہونا کتاب[۲] السلاطین سے ثابت ہے وہ نمک حلال سلطنت تھا، بغیر اطلاع یمن کی طرف بلقیس کے حالات دریافت کرنے چلا گیا اور سلیمان کو آکر خبر دی۔

فمکث غیر بعید کے یہ معنی نہیں کہ اُسی وقت آموجود ہوا بلکہ بہت زمانہ نہیں مگر یہ معمولی زمانہ سفر سے بہت جلد آگیا۔ لوگوں نے ہدہد کو سچ مچ کا ہدہد جانور سمجھ لیا اور تفصیل خبر سلیمان کو معلوم نہ تھی اور یہ ممکن ہے

---

[۱] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خیر معاش الناس لہم رجل ممسک عنان فرسہ فی سبیل اللہ یطیر علی متنہ کلما سمع ہیعۃ او فزعۃ طار علیہ الخ رواہ مسلم

[۲] اول کتاب السلاطین کے دسویں باب میں اور ۲ کتاب التواریخ کے ۹ باب میں سلیمان کے پاس سبا کی ملکہ کا حاضر ہونا لکھا ہے۔ اول کتاب التواریخ کے خاتمہ میں داؤد کے دیگر حالات کا حوالہ سموئیل غیب بین کی تاریخ اور ناتن نبی اور جاد غیب بین کی تاریخ کا دیا ہے جو آج مفقود ہیں ۱۲ منہ

کیوں کہ اس عہد میں تار اور ریل نہ ہونے کی وجہ سے غیر مملکتوں کے حال تفصیل سے بمشکل معلوم ہوتے تھے۔ اب رہا تخت کا طرفۃ العین میں حاضر ہونا سو یہ قرآن مجید سے ثابت نہیں۔ جو ثابت ہے وہ صرف یہ ہے کہ جب سلیمان نے اس کو اپنے روبرو دیکھا تو شکر کیا کہ ایک بادشاہ کا تخت میرے روبرو خدا کی عنایت سے موجود ہے۔ ہاں ایک عفریت یعنی قوی جن یعنی عمالیقی آدمی نے یہ کہا تھا۔ اور قوی اور سخت آدمیوں کو جن سے تعبیر کیا کرتے ہیں جس طرح نیک کو فرشتہ سے اور خوبصورت کو پری سے۔ اور ایک اہل علم نے بھی کہا تھا کہ میں طرفۃ العین میں لا حاضر کرتا ہوں۔ اب یا تو وہ ان کی زیادہ گوئی تھی یا ایک محاورہ کی بات ہے جلدی کام کرنے کو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ کام طرفۃ العین میں یا پلک جھپکنے میں ہوگیا یا کر دوں گا لیکن خدا تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ پلک جھپکنے میں تخت آگیا یہاں تک کہ اس کے لانے والے کا نام بھی نہیں بتلایا بلکہ یہ کہا ہے فلما رآہ مستقرا عندہ ممکن ہے یہ اہل علم کسی حکمت علیہ سے تخت کو لایا ہو اور جلد لایا ہو۔

منکروں کے اعتراضات کا جواب

صحیح جواب یہ ہے کہ جانوروں کا خط لے جانا کچھ مشکل بات نہیں۔ طوطے اور مینا کی گفتگو اور مالک کو باتوں پر مطلع کر دینا بارہا مشاہدہ میں آیا ہے پھر ہدہد نے ایسا کیا ہو تو کیا محال بات ہے؟ اور جب ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ جن ایک جداگانہ مخلوق ہے اس کے افعال و قویٰ انسانی افعال و قویٰ سے کہیں زیادہ قوی ہیں۔ تو پھر اس سے ایسی بات کیا بعید ہے۔ اسی طرح اسماء الٰہی اور روحانیات کی طاقتیں حد سے باہر ہیں جو اس زمانہ میں مفقود ہیں۔ پھر سلیمان علیہ السلام کے پاس اگر کوئی ایسا شخص ہو تو کیا بعید ہے۔ انسان کی عادت ہے جس بات کو آنکھ سے نہیں دیکھتا اور وہ اس کے نزدیک محال معلوم ہوتی ہے تو انکار کر دیتا ہے۔ تار برقی اور ریل کے جاری ہونے سے پیشتر جو کوئی ان کے حالات بیان کرتا تو مجنون شمار کیا جاتا۔ تمام عالم خدا کے عجائب اسرار کا مجموعہ ہے۔

اس وقت کے تعلیم یافتوں نے سمجھ لیا ہے کہ ہم نے سب کا احاطہ کر لیا ہے۔ حالانکہ اسرار روحانیات اور ان کی تاثیرات اور نفوس قدسیہ کی قوتیں جو کرامت یا معجزہ کہلاتی ہیں ابھی تک ان کے ذہن بلید تک بھی نہیں پہنچیں۔ ان فنون سے ناآشنائے محض ہیں اس لیے انکار کرتے ہیں تمسخر سے پیش آتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ

اور البتہ قوم ثمود کی طرف بھی ہم نے ان کے بھائی

صَالِحًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ

صالح کو بھیجا (یہ کہہ کر) کہ اللہ کی بندگی کیا کرو پھر تو وہ

فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يَا قَوْمِ

دو فریق ہو کر باہم جھگڑنے لگے صالح نے کہا کہ اے قوم

لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ

تم کس لیے نیکی سے پہلے برائی کے لیے جلدی

الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ

کرتے ہو تم اللہ سے معافی کیوں نہیں مانگتے

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا

تاکہ تم پر رحم کیا جاوے انہوں نے کہا ہم کو تو تجھ

بِكَ وَبِمَنْ مَعَكَ ۚ قَالَ طَائِرُكُمْ

اور تیرے ساتھ والوں سے نحوست معلوم ہوئی صالح نے کہا تمہاری نحوست

عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا

خدا کی طرف سے ہے بلکہ تم ایک ایسی قوم ہو کہ جو آزمائش میں ڈالی گئی ہے اور جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کیا کرتے تھے ان کو

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يَّتَّقُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ

اور اس شہر میں نو شخص ایسے تھے کہ بچا لیا ۔ اور (ہم نے) لوط کو بھی (بھیجا تھا) جب لوط

يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَ

جو زمین میں فساد مچاتے پھرتے تھے اور نے اپنی قوم سے کہا کہ تم دیکھ بھال کر بھی بے حیائی کے

يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ اَئِنَّكُمْ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اصلاح نہ کرتے تھے انہوں نے کہا ہم اللہ کی قسم کھاؤ کام کرتے ہو کیا تم عورتوں کو

لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ

کہ صالح اور اس کے گھر والوں پر شبخون ماریں پھر اس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم تو اس کے کنبہ کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہ تھے

لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ

چھوڑ کر مردوں پر خواہش سے آتے ہو ؟ (کچھ نہیں) ، بلکہ تم ، جاہل

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَكَرُوْا تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ

اور ہم بے شک سچے ہیں اور انہوں نے ایک قوم ہو پھر اس کی قوم کا اور کوئی جواب

مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا

داؤ کیا تھا اور ہم نے بھی ایسا داؤ کیا کہ ان کو نہ تھا بجز اس کے کہ یہ کہہ دیا لوط کے گھرانے کو

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ

خبر بھی نہ ہوئی پھر دیکھو ان کے اپنی بستی سے نکال دو کیونکہ

كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ

مکر کا کیسا انجام ہوا کہ ہم نے یہ لوگ بڑے ستھرے ہیں پھر ہم نے لوط اور اس کے

وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾

گھرانے کو تو بچا لیا مگر اس کی بیوی کو (کیونکہ) ہم اس کو پیچھے ان کو اور ان کی تمام قوم کو غارت کر دیا

فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۭ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

پھر یہ ان کے گھر ہیں کہ خالی پڑے ہوئے ہیں ان کے ظلم کے سبب رہ جانے والوں میں سے ٹھیرا چکے تھے اور (پانی) اس پر برسایا مینہ

مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ ع ۱۴ ۱۹

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾

البتہ اس میں ایک بڑی نشانی ہے ان کے لیے جو جانتے ہیں برسایا پھر ڈرائی ہوئی قوم کا کیا ہی برا مینہ تھا ۔

تفسیر

ولقد ارسلنا الی ثمود اخاھم صٰلحا یہ تیسرا قصہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے اس کی شرح ہو چکی مگر اس جگہ عبارت کا حل کرنا ضروری ہے۔

فاذا ھم جب صالح علیہ السلام نے وعظ و دعوت اسلام شروع کی تو دو فریق ہو گئے ایک اہل توحید کا دوسرا وہی گمراہوں کا اور باہم جھگڑنے لگے لم تستعجلون حضرت صالح نے فرمایا تھا کہ اگر تم نہ مانو گے تو عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ وہ کہنے لگے عذاب کیوں نہیں آتا؟ اس پر صالح نے فرمایا خدا سے بدی کیوں مانگتے ہو بھلائی خیر و برکت مانگو ایمان لاؤ استغفار کرو۔

قالوا اطیرنا حضرت صالح کی دعوت کے بعد ان پر کچھ خشک سالی نمودار ہوئی تھی اس پر وہ صالح سے کہنے لگے یہ تو تجھ سے اور تیرے ساتھ والوں سے نحوست آئی ہے۔ صالح نے فرمایا یہ تمہارے اعمال کی نحوست خدا کے ہاں مقدر تھی اور تم کو اس سے آزمایا جاتا ہے، بل انتم قوم تفتنون

شہر میں نو شخص بڑے بدمعاش تھے باہم قسم کھائی کہ رات کو گھر میں گھس کر صالح اور اس کے کنبے کو قتل کر ڈالو اور پھر اس کے وارثوں سے کہہ دینا کہ ہم وہاں موجود نہ تھے۔ آخر خدا نے صالح علیہ السلام کو محفوظ رکھا اور وہ تمام قوم آسمانی بلا سے ہلاک ہوئی اور ان کے گھر خالی ہو گئے ان کا داؤ غلط ہوا خدا کی تدبیر صادق ہوئی ان کے مکر اور فریب کی پاداش کو مکر و فریب سے تعبیر کرنا ایک محاورہ ہے ع

بدی را بدی سہل باشد جزا

حالانکہ بدی کی جزا بد نہیں مگر چونکہ دونوں فعل ایک قسم کے ہوتے ہیں اس لیے علیٰ سبیل المشاکلۃ اس پر بھی وہی لفظ بولا جاتا ہے جو لوگ ایسے محاورات نہیں سمجھتے وہ قرآن پر الزام لگاتے ہیں کہ اس میں خدائے قدوس کو بری صفات سے متصف بنایا ہے۔

ولوطا اذ یہ چوتھا قصہ حضرت لوطؑ کا ہے وانتم تبصرون یعنی تم جانتے ہو کہ یہ بے حیائی کا کام ہے پھر اس کو کیے جاتے ہو اس بات کا ان کی طرف سے یہی جواب تھا کہ لوط کو اپنے شہر سے نکال دو یہ بڑی پاکیزگی ظاہر کرتے ہیں انکم لتاتون استفہام انکاری ہے یعنی تم کو ایسا نہ کرنا چاہیے کہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے یعنی لڑکوں سے شہوت رانی کرو وقدرنٰھا من الغٰبرین حضرت لوط کو حکم ہوا تھا کہ بڑی رات سے شہر چھوڑ کر چلے جانا جو پیچھے رہے گا ہلاک ہوگا۔ بیوی پیچھے رہ گئی تو وہ ہلاک ہوئی۔ فرماتا ہے کہ ازل میں ٹھیر گیا تھا کہ وہ پیچھے رہے گی۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ

کہو سب تعریف اللہ کو ہے اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر

اصْطَفٰٓى ءٰٓاللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

ہے بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ کہ جن کو وہ شریک بناتے ہیں۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان فرما کر اور مخالفوں پر ہلاکت کا آنا ظاہر کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کرتا ہے کہ قل الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی کہہ دو کہ سب تعریف اللہ کو ہے کہ جس نے اپنے پاک بازندوں کو بچا لیا اور سرکشوں کو ہلاک کیا اور ان تمام برگزیدوں پر سلام و صلوٰۃ کہ جنہوں نے خدا کی راہ میں مخالفوں کے کیسے کیسے جور و جفا اٹھائے۔ یہ کلام گویا قصص سابقہ کا خاتمہ ہے۔ پر کس خوبی کا خاتمہ کہ جس کا بیان نہیں اور نیز یہ کلام آئندہ باتوں کے لیے تمہید بھی ہے کہ اللہ کی تعریف اور برگزیدوں پر سلام کر کے کوئی نصیحت یا عمدہ کلام شروع کرنا چاہیے۔ اس کے بعد مشرکین کو اپنے عجائب قدرت ملاحظہ کرایا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ بتلاؤ اللہ کے سوا ایسے کس کے کام ہیں؟ اول تو مجملاً یہ فرما دیا کہ تمہارے معبود بہتر ہیں یا اللہ؟ ؎

الحمد للہ کہ انیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

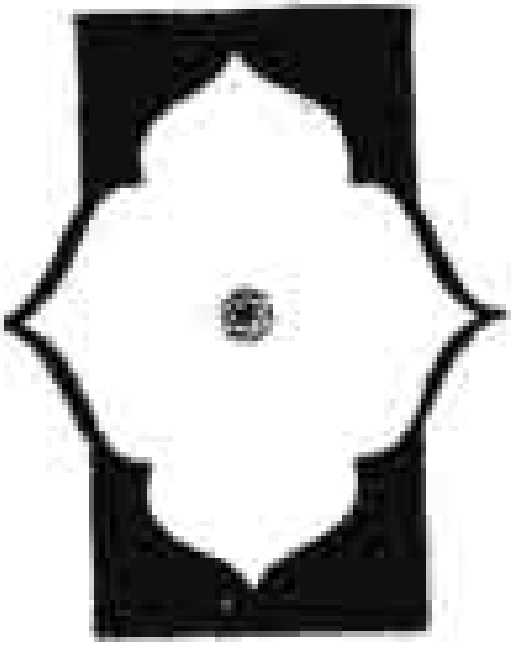

تفسیر حقانی

پارہ نمبر ۲۰

اَمَّنْ خَلَقَ

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ	وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ
بھلا کس نے آسمان و زمین بنائے اور (کس نے)	اور دو دریاؤں میں پردہ رکھا کیا اللہ کے
اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا	مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾
تمہارے لیے آسمان سے پانی اُتارا ہے؟ پھر ہم نے ہی	ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ بلکہ وہ اکثر بے علم ہیں
بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ	اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ
اس سے تر و تازہ باغ اُگائے تمہیں کیا مقدور	بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کیا کرتا ہے
لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ	وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ
تھا کہ تم ان کے درخت اُگاتے کیا اللہ کے ساتھ	اور برائی کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین کا
مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾	خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ
کوئی اور بھی معبود ہے؟ بلکہ یہ وہ ہی لوگ کج روی کر رہے ہیں	کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی خدا ہے؟
اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ	قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَمَّنْ
بھلا وہ کون ہے کہ جس نے زمین کو ٹھیرنے کی جگہ بنایا اور اس میں	تم بہت ہی کم سمجھتے ہو وہ کون ہے
خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ	يَهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
ندیاں جاری کیں اور زمین کے لیے لنگر بنائے (پہاڑ)	جو تم کو جنگل اور دریا کی اندھیریوں میں رستہ بتلایا کرتا ہے

وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ
اور کون جو خوش خبری کی ہوائیں چلایا کرتا ہے
رَحْمَتِهٖ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ تَعٰلَى اللّٰهُ
اپنی رحمت سے آگے کیا کوئی اور بھی معبود اللہ کے شریک ہے اللہ ان کے شریک
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ
کرنے سے بالاتر ہے بھلا وہ کون ہے جو از سر نو خلقت کو پیدا کرتا ہے
ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ
پھر اسے دوبارہ بنا دے گا اور کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی
وَالْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قُلْ
دیا کرتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ کہو
هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾
اپنی حجت لاؤ اگر تم سچے ہو
قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ
کہو اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین کا کوئی
الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا
بھی بھید والا غیب کی بات نہیں جانتا اور اس کی
يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ
بھی ان کو کیا خبر کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے بلکہ
ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ بَلْ
آخرت کے باب میں تو ان کی سمجھ گئی گزری ہے بلکہ
هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۚ بَلْ هُمْ
وہ تو اس سے شک ہی میں ہیں بلکہ وہ تو
مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع ۸ ۱
اس سے اندھے ہی ہیں۔

ث بارش ۱۲ منہ

تفسیر

پھر اس کے بعد یہ چند دلائل اللہ کے بہتر اور قادر مطلق وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونے پر بیان فرماتا ہے:-

(۱) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا پھر ادھر سے پانی برسا کر اس سے عمدہ عمدہ اور کارآمد باغ اور درخت اُگانا یعنی اس نے تمہارے لیے آسمان و زمین کا گھر بنایا اور اس میں تمہارے لیے روزی بھی پیدا کی۔

(۲) زمین کو ٹھیرنے کے لیے بنایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں جو انسان کی راحت کے سامان ہیں دو دریاؤں میں پردہ رکھا۔

(۳) بے قراری کے وقت انسان کی فریاد رسی وہی کرتا ہے نہ کہ اور۔ تم کو زمین کا خلیفہ بناتا ہے ایک کے بعد دوسرا وارث و مالک ہوتا آتا ہے یعنی اس کا احسان تم پر پشت در پشت ہے۔

(۴) تم کو جنگل اور دریا کی اندھیریوں میں رستہ وہی بتاتا ہے۔ جنگل میں درختوں کی اندھیری پھر رات کی پھر ابر کی اسی طرح سمندر کے سفر میں جب راستہ بھول جاتے ہیں وہاں وہی رہنمائی کرتا ہے۔

(۵) بارش کے آنے سے پیشتر خوش آیند ہوائیں وہی چلاتا ہے۔

(۶) وہی ابتدا پیدا کرتا ہے وہی مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے گا۔ مبدأ و معاد کی طرف بھی معاش کے بعد اشارہ کر دیا۔

(۷) آسمان سے پانی کے ذریعہ سے اور زمین سے نباتات کے واسطے سے ہم ہی تم کو روزی دیا کرتے ہیں یہ سب کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے یا کوئی اور۔ یعنی اور کوئی معبود نہیں تمہارے بتوں کے معبود ہونے پر کیا دلیل ہے؟ آسمانوں اور زمین کی مخفی بات اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا پھر وہ خدا کے

شریک کس بات سے ہو گئے؟ بلکہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ مرکر کب زندہ ہوں گے۔

بل ادّٰرک علمھم لے انتہی وتکامل یعنی باوجودیکہ مشرکین کو معلوم کرا دیا گیا کہ آخرت برحق ہے مگر پھر اس سے شک میں ہیں۔ یا یہ معنی کہ ادارک بمعنی انتہی وفنی من قولک ادرکت الثمرۃ لان تلک غایتہا التی عندہا تعدم (ک) ان کا علم آخرت کے بارے میں نیست ہو گیا جس لیے وہ شک میں ہیں بلکہ اس سے اندھے ہیں۔ ان تین باتوں کے لیے تین اضراب ہوئے کہ ان کو حشر کا وقت معلوم نہیں[1]، بلکہ اس کو جان بھی نہیں سکتے بلکہ اس سے شک میں ہیں بلکہ اس سے اندھے ہیں، واللہ اعلم۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا
اور منکروں نے کہہ دیا کہ کیا جب ہم اور
تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾
ہمارے باپ دادا مرکر مٹی ہو گئے تو کیا ہم پھر زمین سے نکالے جائیں گے
لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ
اس کا تو ہم سے اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی وعدہ ہوتا چلا
قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾
آیا ہے یہ تو صرف پہلوں کی کہانیاں ہیں
قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا
(اے رسول) کہو تم زمین پر پھر چل کر دیکھو
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾
کہ کیا انجام ہوا گنہگاروں کا
وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ
اور (اے نبی) تم ان پر کچھ غم نہ کھاؤ اور نہ ان کے مکر کرنے سے

مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ
دل تنگ ہوا کرو　　اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ
مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾
اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ وہ وعدہ کب پورا ہوگا
قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ
کہہ دو شاید بعض وہ چیزیں کہ جن کی تم جلدی مچا
بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ
رہے ہو تمہاری پیٹھ کے پیچھے آلگی ہوں　　اور البتہ
رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ
آپ کا رب تو لوگوں پر فضل کرتا ہے　　لیکن
اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ
ان میں سے اکثر شکر بھی نہیں کرتے　　اور البتہ
رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ
آپ کا رب جانتا ہے جو کچھ کہ ان کے دلوں میں مخفی ہے
وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ
اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں　　اور آسمان و زمین میں ایسی کوئی بھی
فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾
مخفی بات نہیں کہ جو کتاب مبین میں درج نہ ہو

ترکیب

اذا کا عامل لمخرجون کا مدلول وہو عطف نہ خود لمخرجون کس لیے کہ ہمزہ و ان ولام اس کے عمل کرنے سے مانع ہیں ہمزہ کا مکرر آنا انکار کی تاکید کے لیے ردف لکم تبعکم ولکم لام تاکید کے لیے زیادہ کیا گیا بعض الذی ردف کا فاعل غائبۃ صفات غالبہ سے ہے ت مبالغہ کے لیے جیسا کہ راوی کو مبالغۃ راویۃ کہتے ہیں یا اسم ہے۔ ت

[1] یہاں سے اضرابات کا مضمون شروع ہوتا ہے ۱۲ منہ

ایسی ہے جیسے کہ عاقبۃ میں۔

تفسیر

اب ان کے قصورِ علم اور اندھے ہونے کا بیان کیا جاتا ہے اور اس مناسبت سے مبدأ میں کلام کر کے معاد میں کلام واقع ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قیامت میں شک دو ہی بات پر مبنی ہے ایک یہ کہ خدائے تعالیٰ کو اس بات پر قادر نہ سمجھا جائے۔ دوسرے یہ کہ ممکنات اور ان کے حالات کے علم اور یادداشت سے اس کو عاری سمجھا جاوے کہ مرنے کے بعد ہر ایک جان دار کے اجزا کو اُسی کے بدن میں جمع کرنا دشوار سمجھا جاوے انہیں بناؤں پر وہ حشر کے برپا ہونے میں کلام کرتے تھے۔ اپنا کمالِ قدرت تو آیاتِ گزشتہ میں ثابت کر دیا تھا کہ ہم نے آسمان و زمین اور سب چیزیں بنائیں اور تمہارے رزق کے کیسے کیسے سامان کیے۔ اس کے بعد اس کی قدرت میں شک کرنا کمالِ حماقت تھا اس لیے ان کے احمقانہ شبہہ کو اس کے بعد نقل کرتا ہے۔ وقال الذین کفروا الخ یہ شبہہ انہیں دونوں باتوں پر مبنی ہے کہ آیا جب ہم مر گئے اور ریزے ریزے ہو گئے پھر ان کو کیوں کر جمع کیا جائے گا؟ گویا اس کی قدرت کا بھی انکار کیا اور علم کا بھی کہ ہر ایک بدن کے اجزاء اس کو کیوں کر معلوم ہوں گے؟ یہ تو اصلی شبہہ تھا ولقد وعدنا ھٰذا اس پر ان کی فضول گفتگو کہ یہ ناممکن اور غلط بات ہے۔ نہ صرف ہم سے بلکہ ہمارے باپ دادا سے بھی پہلے انبیاء اور ان کے نائب ایسی باتیں کہتے چلے آئے ہیں۔ یہ کہانیاں اور افسانے ہیں۔

اس کے بعد قل سیروا سے اس انکار کا دنیاوی بد نتیجہ بتلاتا ہے کہ ملک میں پھر کر دیکھو ایسے منکروں کا کیا انجام ہوا اُلٹی ہوئی بستیاں اوندھے گرے ہوئے قصورِ عالیہ ان کے حالِ زار پر کیا کیا اشک حسرت بہا رہے ہیں۔ اس آنے والی مصیبت پر اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم کا رنج و ملال ہونا ضروری تھا۔ آپ سراسر رحمتِ الٰہی تھے، اس پر آپ کو تسلی دی جاتی ہے ولا تحزن علیھم کہ آپ ان ازلی بدنصیبوں پر کچھ رنج نہ کیجیے ولا تکن فی ضیق مما یمکرون اور نہ ان کے مکر و فریب سے جو آپ کے ساتھ کرتے ہیں تنگ دل ہوں اس چشمۂ الٰہی کو اپنی تدابیر کی ریتلی مٹی سے یہ بند نہ کر سکیں گے بلکہ اس سے تو وہ اور بھی چاروں طرف پھوٹ نکلے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد وہ بدنصیب بجائے خوف کرنے اور ایمان لانے کے دلیرانہ یہ پوچھا کرتے تھے متیٰ ھٰذا الوعد الخ اگر سچے ہو تو بتاؤ وہ قیامت یا عذاب ہم پر کب آئے گا؟ اس کا جواب دیتا ہے قل عسیٰ الخ کہ ان سے کہہ دو جس کی تم بہت جلدی کر رہے ہو شاید تمہارے بہت ہی قریب آ لگا ہو۔ چنانچہ قحط اور بدر کا واقعہ بہت جلد پیش آیا اور یوں موت تو سر پر ہی کھڑی ہے جو قیامت کا دروازہ ہے مگر خدا کا فضل و کرم ہے جو جلدی سزا نہیں دیتا اس پر شکر کرنا چاہیے نہ کہ دلیر ہونا مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

قدرت کی بابت تو پہلے کلام ہو چکا گو وہاں سے علم کامل بھی سمجھا جاتا تھا لیکن وہ لوگ بلید الذہن تھے اس لیے علم کا اثبات صراحۃً کرنا پڑا۔ بقولہ وان ربک لیعلم ما تکن صدورھم وما یعلنون کہ خدا ہی ان کے دل کی باتوں کو جانتا ہے۔ یعنی جن کا وجود ذہنی ہے وہ باتیں بھی تو اس سے مخفی نہیں چہ جائے کہ جن کا وجود خارج میں ہو اور ان کے جمیع افعال و حرکات و حالات سے واقف ہے یعنی اعراض کہ جو غیر قار ہیں ادھر موجود ہوئے ادھر مٹ گئے، چہ جائے کہ وہ چیزیں جو عرصہ تک قائم رہتی ہیں۔ پھر تعمیم کرتا ہے وما من غائبۃ فی السماء والارض الا فی کتٰب مبین کہ ان پر کیا موقوف ہے جو چیزیں آسمان

لہ صفحہ آئندہ پر

وزمین میں مخفی ہیں ابھی تک میدان ظہور میں نہیں آئی ہیں وہ سب کتاب مبین یعنی علم الٰہی میں ہیں جس کو کسی خاص اعتبار سے کتاب مبین اور کبھی لوح محفوظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس میں ان کے مکر اور مخفی تدابیر پر بھی تہدید ہے۔

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي
بے شک یہ قرآن　بنی اسرائیل کو اکثر وہ باتیں

إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ
سناتا ہے　کہ جن میں وہ　اختلاف

يَخْتَلِفُونَ ﴿٧٦﴾ وَإِنَّهُ لَهُدًى وَرَحْمَةٌ
کرتے ہیں　اور البتہ یہ قرآن ہدایت

لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ إِنَّ
اور رحمت ہے ایمان داروں کے لیے　بے شک

رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ
آپ کا رب (جل جلالہ) اپنے حکم سے آپ فیصلہ کر دے گا　اور وہ

الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى
زبردست (اور) خبردار ہے　(اے نبی) پس اللہ پر توکل

اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾
کیے رہو　کیوں کہ تم　صریح　حق پر ہو

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ
البتہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے　اور نہ بہروں کو

الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾
آواز سنا سکتے ہو (خصوصاً) جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں

وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ
اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی دور کر کے ہدایت کر سکتے ہیں

إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا
آپ تو اُن ہی کو سنا سکتے ہیں　جو ہماری آیتوں پر

فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨١﴾ وَإِذَا وَقَعَ
ایمان لاتے　ہیں سو وہی مان بھی لیتے ہیں۔ اور جب ان پر وعدہ

الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً
پورا　ہوگا　تو ان کے لیے ہم زمین سے

مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ
ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا (اس لیے) کہ لوگ

كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾
ہماری　آیتوں پر یقین نہیں لاتے تھے۔

ترکیب

اکثر یقص کا مفعول ہادی العمی علی الاضافۃ بالتنوین والنصب علی اعمال اسم الفاعل عن ضلالتہم ہادی سے متعلق اور ممکن ہے العمی سے متعلق ہو یعنی المعنی ان العمی صدر عن ضلالتہم تکلمہم من الکلام او من الکلم اذا قرئ تکلمہم ان الناس بالفتح اے تکلم بان الناس و بالکسر علے الاستیناف۔

تفسیر

مبدأ و معاد میں کلام کر کے پھر نبوت میں کلام شروع ہوتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بڑی کامل اور روشن دلیل قرآن مجید ہے۔ اس لیے سب سے پیشتر قرآن مجید کے ان کمالات کا ذکر کرتا ہے جو اس کے الہامی اور کلام الٰہی ہونے کے صاف شواہد ہیں۔ ازانجملہ

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۱؎ اگرچہ یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ ان چیزوں کو جانتا ہے مگر جب کہ اس کا خالق ہونا تسلیم کر لیا گیا ہے تو خالق کو مخلوق کا علم ہونا ضروری ہے ۱۲ منہ

ان ھٰذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی ھم فیہ یختلفون کہ اہل کتاب کو شرائع وحالاتِ انبیاء ودیگر امورِ دینی کے جاننے کا بڑا دعویٰ تھا اور اب بھی ان کے بعض لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو کچھ عمدہ مطالب ہیں ہمارے ہاں سے لیے گئے ہیں اور عرب کے لوگ بھی ان کو علوم کا سرچشمہ جانتے تھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودے کہ علوم ریہ نہیں جانتے تھے لکھے پڑھے نہ تھے پھر حضرت پر وہ قرآن مجید نازل ہونا جو یقص علی بنی اسرائیل بنی اسرائیل کو بھی ان مواقع میں (کہ جہاں وہ خود گرداب اختلاف باہمی میں غوطے کھا رہے ہیں اور تردّدات گوناگوں اور شکوک وشبہات بوقلموں میں گرفتار ہیں) رہ نمائی کرتا ہے اور جو ٹھیک اور صحیح بات ہے وہی سچی کلی بتلا رہا ہے اس کے الہامی ہونے کی صاف دلیل ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ جو قوم علوم کا سرچشمہ خیال کی جاتی تھی جب قرآن ان کو صحیح بات بتلاتا ہے تو اب بجز اس کے اور کیا خیال ہو سکتا ہے کہ قرآن اس کا کلام ہے کہ جو تمام جاننے والوں سے زیادہ اور صحیح بات جاننے والا ہے اور وہ بجز اس کے اور کون ہے پس قرآن اسی کا کلام ہے۔

اب بطور نظیر کے میں چند وہ مقامات بتلاتا ہوں کہ جہاں قرآن مجید نے علماء بنی اسرائیل اور ان کی کتب محرفہ تورات واناجیل کو ان کی اغلاط فاحشہ پر تنبہ کیا ہے۔

(۱) خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کے باب میں بہت سی غلطیاں تھیں ان میں، جن کی قرآن مجید نے اصلاح کی:۔

اول یہ کہ توراتِ موجودہ میں ہے کہ خدا نے چھے روز میں آسمان وزمین کو بنایا اور ساتویں روز آرام کیا۔ حالاں کہ یہ بات غلط ہے کیوں کہ خدا تھکتا نہیں جو آرام کرے اس لیے قرآن میں فرماتا ہے وما مسنا من لغوب کہ ہم کو آسمانوں اور زمین کے بنانے میں تکان نہیں ہوا۔

دوم یہ کہ توریت سفر پیدائش اول باب کے ۲۶ ورس میں ہے تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں حالانکہ خدا کا کوئی مانند نہیں اور نہ اس کی کوئی صورت وشکل ہے۔ یہ باتیں جسمانی چیزوں کے لیے ہوتی ہیں۔ اس لیے قرآن نے اصلاح دی لیس کمثلہ شیٔ کہ اس کے مشابہ اور اس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے۔

سوم حضرت آدم کے قصہ میں عجیب خلط ملط کیا ہے۔ سفر پیدائش کے ۲ باب میں لکھا ہے کہ خداوند نے عدن کے پورب طرف ایک باغ لگایا اور آدم کو وہاں رکھا اور اس باغ کے بیچ میں ایک درخت لگایا جو حیات کا اور نیک وبد کی پہچان کا درخت تھا اور آدم کو اس درخت کے کھانے سے منع کر دیا (بدیں خیال کہ ہمارے برابر نہ ہو جائے) اور آدم نے پھر اس کو کھایا تو اسی رشک وحسد میں آکر باغ سے نکال دیا۔ جیسا کہ اسی سفر کے ۳ باب کے ۲۲ جملہ میں ہے اور خداوند خدا نے کہا دیکھو کہ انسان نیک وبد کی پہچان میں سے ایک کی مانند ہو گیا[1] اور اب ایسا نہ ہو کہ ہاتھ بڑھاوے اور حیات کے درخت سے بھی کچھ کھاوے اور ہمیشہ جیتا رہے اس لیے خداوند نے اس کو باغ عدن سے باہر کر دیا۔

اس قصہ کو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں کس خوبی کے ساتھ صحیح بیان کیا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

پھر اسی سفر کے ۳ باب ورس ۶ میں ہے تب خداوند زمین پر انسان پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت

---

[1] معلوم ہوا کہ کئی خدا تھے ۱۲ منہ

دل گیر ہوا معاذ اللہ خدا تعالیٰ کو کیا ناعاقبت اندیش اور جاہل سمجھا۔

پھر کتاب خروج کے باب ۱۶ اور باب ۱۹ اور کتاب احبار کے باب ۹ و دیگر مقامات میں ہے کہ خدا تعالےٰ بدلی میں اُترا اور خیمہ کے دروازے پر کھڑا رہا اور اس کے منہ سے آگ اور نتھنوں سے دھواں نکلا اور وہ ایک بدلی پر سوار ہو کر اُڑا اور اسرائیل کے ستر لوگوں نے موسیٰ اور ہارون کے ساتھ میں خدا کو کرسی پر بیٹھے دیکھا اور کھایا پیا۔ اور اس کا لباس برف سا سفید اور اس کے سر کے بال صاف اور ستھرے اون کی مانند تھے۔ اور نیز کتاب خروج کے باب ۲۰ ورس ۵ اور باب ۳۴ ورس ۷ اور کتاب یرمیاہ کے باب ۳۲ ورس ۱۸ میں تصریح ہے کہ خدا تعالیٰ باپ دادوں کے گناہ کی سزا ان کی تیسری چوتھی پشت کو دیتا ہے۔ اس کا بھی خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں فیصلہ کر دیا ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ کہ کوئی شخص کسی کا گناہ نہیں اٹھاتا لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت اس کی نیکی بدی اسی کے لیے ہے۔

(۲) ملائکہ کی بابت اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی بابت زناکاری بت پرستی شراب خوری دغابازی قتل وغیرہ کی سیکڑوں تہمتیں ان کی توریت و اناجیل میں ہیں۔ چنانچہ انجیل میں مسیح علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے کہ مجھ سے پہلے جس قدر انبیاء آئے تھے چور اور قزاق تھے۔[1] ان سب باتوں سے قرآن مجید میں انبیاء کو پاک اور مبرا بتلایا وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار۔

(۳) تاریخی واقعات میں سیکڑوں غلطیاں ہیں اور طرز بیان میں بدعنوانیاں ہیں کہ جن کو حسب موقع قرآن مجید نے درست کیا اور ٹھیک ٹھیک بات کو بتلا دیا۔

(۴) خود یہودیوں میں صدوقی اور فریسی وغیرہ کئی فرقے تھے۔ اس سبب سے کہ جب باہم دیگر توریت بنائی گئی تو اس میں آخرت کا کچھ حال نہ لکھا گیا۔ صدوقی فرقہ آخرت کا منکر ہو گیا اور باہم بڑی قیل وقال جوتی پیزار ہوا کرتی تھی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بہت صاف صاف بیان فرما دیا۔

(۵) باہم عیسائیوں کے فرقوں میں سخت اختلافات تھے۔ یعقوب حواری کہتے تھے کہ بغیر عمل کے ایمان معتبر نہیں، جیسا کہ ان کے خط میں مذکور ہے۔ برخلاف اس کے پولوس شریعت کی پابندی کو لعنت اور خدا کی ناراضی کا سبب بتلاتا تھا جیسا کہ اس کے نامجات میں متعدد جگہ مذکور ہے۔ اور اسی قسم کے صدہا اختلافات ہیں کہ جن کی قرآن نے اصلاح کی۔ اگر ہر ایک کو مفصل بیان کروں تو ایک دفتر کی حاجت پڑے۔ ان شاء اللہ اگر فرصت ملی تو اسی ایک آیت کی تفسیر ایک ضخیم کتاب میں لکھوں گا۔

ازاں جملہ یہ کہ قرآن ھدی ورحمۃ للمؤمنین کہ قرآن ایمان داروں کے لیے ہدایت ہے۔ مبدأ و معاد علم اخلاق و احکام قتل و قصاص و نماز و روزہ وغیرہا میں سے کوئی بات اس نے باقی نہیں چھوڑی۔ اور دوسرا لطف یہ ہے کہ یہ رحمت بھی ہے یعنی احکام میں جو سختیاں پہلے تھیں وہ سب دور کر دی گئیں، سہولت کے لباس سے شریعت کو ملبوس کر دیا گیا۔ پھر ایسی کتاب دنیا میں کسی نبی کے بھی ہاتھ پر ظاہر نہیں ہوئی پھر جائے کہ امی کے ہاتھ پر ظاہر ہو پھر اس کے الہامی اور اس کے خاتم النبیین ہونے میں کون شک ہے؟

پھر اس پہلی بات کی طرف رجوع کرتا ہے کہ ان ربک یقضی بینھم بحکمہ وھو العزیز العلیم

[1] ان سب باتوں کو آیات تنزیہات رد کرتی ہیں ۱۲ منہ

[2] انجیل یوحنا باب ۱۰ منہ

کہ ان کے باہمی اختلاف میں تیرا رب اپنے حکم سے فیصلہ کرتا ہے نہ ان کی خواہش اور رائے سے، کیوں کہ وہ زبردست ہے کسی سے نہیں دبتا اور خبردار ہے ہر ایک بات اس کو ٹھیک معلوم ہے۔ اے نبی فتوکل علی اللہ اللہ پر بھروسہ رکھو جو فریق فیصلۂ الٰہی سے ناخوش ہوگا تو آپ کا کیا کرے گا؟ انک علی الحق المبین آپ تو صاف حق پر ہیں اور حق کا حامی اللہ ہے۔

ان دلائل کے بعد عرب کے ہٹ دھرم کفار کی نسبت فرماتا ہے انک لا تسمع الموتی الخ کہ یہ تو بوجہ نہ ہونے حس باطنی کے مردہ ہیں اور آپ مُردوں اور بہروں کے سُنانے کے لیے نہیں آئے ہو نہ تم ازلی اندھوں کو ہدایت کرنے آئے ہو، آپ تو انہیں کو سُنانے اور ہدایت کرنے آئے ہو کہ جن میں ایمان لانے کا مادہ اور صلاحیت بھی ہے الا من یؤمن بآیٰتنا سے یہی مراد ہے۔ اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ مردے زندوں کی بات سُن سکتے ہیں تکلف ہے۔ اس کو اس مسئلہ سے کچھ بھی علاقہ نہیں کیونکہ موتیٰ سے مراد یہاں کفار ہیں۔

واذا وقع القول علیھم یہ قرآن مجید کے لیے ایک اور دلیل ہے جس میں قریب قیامت ایک دابہ یعنی جانور کے نکلنے اور کفار سے کلام کرنے کا ذکر ہے۔ اور نیز اب یہاں سے پھر قیامت کا حال شروع کرتا ہے اور قیامت سے پیشتر اس کی بڑی علامت بیان فرماتا ہے کہ واذا وقع القول علیھم جب بات پوری ہو جاوے گی یعنی ان کے گناہوں کا اخیر الزام قائم ہونے کا وقت آئے گا تو اس سے پہلے ہم لوگوں کے لیے زمین سے ایک ایسا جانور یا چار پایہ نکالیں گے کہ جو لوگوں سے کلام کرے گا اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے سو اب دیکھو خدا کی عجیب و غریب نشانی ظاہر ہوئی مگر اب کیا ہوتا ہے۔ یا یہ معنی کہ لوگوں سے وہ دابہ یہ کہے گا کہ یہ لوگ ہماری یعنی اللہ کی آیتوں پر یقین نہیں لاتے تھے یعنی ان پر الزام قائم کرے گا۔

دابۃ الارض

مسلم نے عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے قیامت کی اول نشانیوں میں سے آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا، اور دابۃ الارض کا لوگوں پر دن چڑھے ظاہر ہونا ہے اور ان میں سے جو کوئی پہلے ہو تو دوسری علامت اس کے ساتھ ہی ساتھ ہوگی۔ اور بھی احادیث صحیحہ میں اس کا ذکر آیا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے صرف قریب قیامت کے ایک دابہ کا نکلنا ثابت ہوتا ہے جو لوگوں سے کلام کرے گا اور قدرت الٰہی کا نمونہ ہوگا۔ اب قرآن میں یہ نہیں کہ وہ دابۃ الارض کس شکل کا ہوگا، کوئی چار پایہ ہوگا یا دو پاؤں کا ہوگا۔ انسان کی صورت ہوگی یا کسی اور چیز کی؟ یہ باتیں علماء نے ثابت کی ہیں۔ معالم التنزیل میں حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ ایسا جانور نہ ہوگا کہ جس کی دُم ہو بلکہ ڈاڑھی ہوگی۔ مراد آپ کی یہ کہ وہ ایک انسان ہوگا۔ عام خیال یہ ہے کہ وہ جانور ہوگا کہ جو کوہ صفا کے زلزلہ آنے کے بعد اس کی کسی کھوہ میں سے نکلے گا اور لوگوں سے کلام کرے گا اور اس کا عام چرچا ہوگا۔

دابۃ الارض کی حقیقت بوجہ اختلاف اقوال علماء اسلام معلوم نہیں مگر قرب قیامت میں کوئی زمین پر چلنے والی چیز ایسی نمودار ہوگی کہ جو قدرت الٰہی کا نمونہ ہوگی۔ اب خواہ وہ کوئی انسان ہو جو ملک میں دورہ کرکے قدرت کے آثار دکھائے۔ یا کوئی عجیب و غریب جانور ہو جو لوگوں سے باتیں کرے اور مشرکین اور منکرین کو الزام دے، واللہ اعلم عند اللہ آمنا باللہ۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا
اور اس دن کو یاد لاؤ جس دن کہ ہر جماعت میں سے ان لوگوں کو جمع کریں گے کہ

مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾
جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے وہ سب صف بستہ کھڑے کیے جائیں گے

حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُم
یہانتک کہ جب سب حاضر ہو چکیں گے تو اللہ فرمائیگا کیا تم نے میری آیتوں کو

بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا
جھٹلایا تھا حالانکہ تم ان کو سمجھے بھی نہ تھے یا

كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ
کیا کیا کرتے تھے اور ان کے ظلم سے ان پر

عَلَيْهِم بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنطِقُونَ ﴿٨٥﴾
الزام قائم ہو جائیں گے پھر وہ بات بھی نہ کر سکیں گے

أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا
کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان کے سکون کے لیے رات کو

فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
اور دیکھنے کے لیے دن کو بنایا ہے البتہ اس میں بڑی نشانیاں

لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٨٦﴾ وَيَوْمَ
ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں اور جس روز

يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَن فِي
کہ صور پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمان میں ہے اور جو

السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا
کوئی زمین میں ہے تو سب ہی گھبرا اٹھیں گے مگر

مَن شَاءَ اللَّهُ ۚ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ ﴿٨٧﴾
وہ کہ جس کو اللہ چاہے اور سب اس کے پاس سرنگوں ہو کر چلے آویں گے

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ
اور اے مخاطب تو جو پہاڑوں کو جمے ہوئے دیکھ رہا ہے

تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللَّهِ
یہ تو بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے اس اللہ کی کاریگری

الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ إِنَّهُ خَبِيرٌ
سے کہ جس نے ہر شے کو ٹھیک کر دیا بے شک وہ جانتا ہے

بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿٨٨﴾ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ
جو کچھ تم کرتے ہو جو کوئی نیکی لاوے گا

فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا ۖ وَهُم مِّن فَزَعٍ
سو اس کو اس سے بہتر ملے گا اور وہ لوگ اس دن کی گھبراہٹ

يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ﴿٨٩﴾ وَمَن جَاءَ
سے بھی امن میں ہوں گے اور جو بدی لے کر

بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ
آئیں گے سو وہ منہ کے بل آگ میں

فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ
ڈالے جائیں گے (کہا جائے گا) تم کو وہی بدلا مل رہا ہے جو تم

تَعْمَلُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ
کیا کرتے تھے۔ (اے نبی کہہ) مجھ کو تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ)

رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا
کے اس رب کی عبادت کیا کروں کہ جس نے اس کو محترم کیا ہے

وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ
اور سب کچھ اسی کا ہے اور مجھے یہ بھی حکم ہوا کہ

أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩١﴾ وَأَنْ
میں فرمان بردار ہو کر رہوں اور یہ

أَتْلُوَ الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا
بھی کہ قرآن سنایا کروں پھر جو کوئی راہ پر آگیا تو وہ

يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَقُلْ
اپنے بھلے کو راہ پر آتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو کہہ دو

إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِينَ ﴿٩٢﴾ وَقُلِ

کہ بس میں بھی ڈرانے والوں میں سے ہوں　　اور کہو

الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا

الحمد للہ　　وہ تم کو عن قریب اپنی نشانیاں دکھائیگا تم ان کو پہچان لوگے

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾ ع ۱۱ ۳

اور آپ کا رب ان کے کاموں سے بے خبر نہیں ہے۔

ترکیب

یوم منصوب ہے اذکر محذوف سے من کل امۃ تبعیض کے لیے ممن یکذب بیان ہے فوجا مفعول نحشر کا ولم یحیطوا جملہ حال کے لیے اے اکذبتم بہا بادی الرأی غیر ناظرین فیما نظر تعلق اماذا ام اے شئی کنتم تعملون تحیطوا جملہ حال ہے جاؤ سے یا ضمیر ترکی سے وھی تمر حال ہے ضمیر منصوب سے جو تحیطوا میں ہے اے تمر مرا مثل مر السحاب صنع اللہ مصدر مؤکد لنفسہ وہو مضمون الجملۃ المتقدمۃ کقولہ تعالیٰ وعد اللہ۔ وان اتلوا معطوف ہے ان اکون پر۔

تفسیر

علامت قیامت کے بعد حشر کی کیفیت بیان فرماتا ہے ویوم نحشر من کل امۃ فوجا کہ قیامت کے روز ہم ان لوگوں میں سے جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے ہر ایک جماعت کو جمع کر کے پوچھیں گے کہ تم نے بے سمجھے بوجھے میری آیتوں کو کیوں جھٹلایا؟ ان کو وہاں کچھ جواب نہ آئے گا۔ اولم یروا یہ منکرین کے لیے الزام دیا جاتا ہے کہ دنیا میں ہم نے اپنی قدرت وکمال کے بہت سے نشان دکھائے تھے من جملہ ان کے رات اور دن تھے جو کسی سے بھی مخفی نہ تھے ان میں ہماری قدرت اور یکتائی کے بہت سے نمونے تھے۔ اول یہ کہ زمانہ یعنی رات دن بھی کسی کے قبضۂ قدرت میں تھے جن میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ زمانہ کا اور چیزوں پر اثر ہے۔ بڑھاپا جوانی زمانے کے آثار ہیں مگر زمانہ اُسی کے بس میں ہے۔ برخلاف ان کے معبودوں کے کہ وہ زمانہ کے بس میں ہیں دوم یہ کہ دن اور رات قیامت اور فنا کا نمونہ ہے رات کو سناٹا ہوتا ہے دوست دشمن سب دوسرے عالم بے خودی میں ہوتے ہیں پھر صبح ہوتے ہی بیدار اور شور و غل برپا ہو جاتا ہے۔ سوم یہ کہ رات میں ظلمت دن میں نور ہے جس میں اشارہ ہے کہ یہ دنیا ظلمت کدہ ہے۔ شہوات کی اندھیریاں محیط ہیں نیک و بد کچھ نہیں معلوم ہوتا صبح قیامت میں سب روشن ہو جائے گا اور اگر کچھ بھی نہ سمجھا تھا تو ادنیٰ بات یہ تو جانتے تھے کہ رات میں آرام اور دن میں کام ہوتا ہے یہ کس کی طرف سے نشان ہیں۔

ویوم ینفخ فی الصور یہاں سے پھر حشر اور اس کی ابتداء تفصیل کے ساتھ ذکر فرماتا ہے کیونکہ اجمال کے بعد تفصیل خوب دل میں جم جاتی ہے۔ صور پھونکنے کا آلہ ترئی یا بگل کی مانند ہے۔ قیامت کی ابتداء یہیں سے ہوگی کہ اسرافیل فرشتہ اس کو منہ سے لگا کر بجاوے گا۔ اس کی آواز اس شدت کی ہوگی کہ اول حیوانات مر جائیں گے پھر نباتات فنا ہوں گے پھر جمادات۔ اور اس کی ہیبت ناک آواز سے آسمان و زمین کے سب لوگ گھبرا اٹھیں گے۔ مگر جن کو اللہ چاہیگا نہ گھبرائیں گے۔ وہ کون لوگ ہوں گے؟ بعض کہتے ہیں ملائکہ، حوران جنت بعض کہتے ہیں اہل اللہ انبیاء، اولیاء و شہداء۔ حدیث میں آیا ہے کہ موسیٰ بھی انہی میں ہوں گے۔

وکل اتوہ داخرین اور سب اللہ کے پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے۔ یہ جب ہوگا کہ

مرکر زندہ کرنے کے لیے دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔ اس لیے علماء یہی فرماتے ہیں کہ ویوم ینفخ فی الصور سے دوسری بار کا صور مراد ہے۔ اور پہلے صور کا اثر ظاہر کرنے کے لیے یہ جملہ ہے و تری الجبال الخ کہ یہ پہاڑ جو تم کو جمے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں بادلوں کی طرح اُڑتے پھریں گے۔ اس پر جو وہم ہو کہ یہ کیوں کر ہوگا؟ تو فرماتا ہے صنع اللہ الخ کہ یہ کام اسی اللہ کا ہوگا کہ جس نے ہر شے کو مستحکم کیا ہے۔ پس جو مستحکم کرنا جانتا ہے وہ اس کو اُکھیڑنا بھی جانتا ہے۔ اس کو تمہارے سب کام معلوم ہیں۔ یہ تمہید ہے میدانِ حشر کے بیان کی۔ اس لیے فرماتا ہے کہ اُس روز اِس قانون پر عمل ہوگا من جاء بالحسنۃ الخ کہ جو کوئی نیکی لے کر آوے گا (ایمان و عمل نیک) وہ اس کا اس سے بہتر بدلہ پاوے گا اور اُس دن کی گھبراہٹ سے بھی امن میں رہے گا۔ اور جو بُرائی لے کر آوے گا (کفر و شرک) تو جہنم میں ڈال دیا جاوے گا۔ فرشتے کہیں گے یہ تمہارے عمل بد کی سزا ہے اور کچھ نہیں۔

انما امرت ان اعبد رب ھذہ البلدۃ الخ مبدأ و معاد و نبوت میں کلام کر کے سورت کو کس عمدہ خاتمہ پر تمام کرتا ہے جو تمام اگلے مضمون کا خلاصہ ہے۔

اوّل یہ کہ لوگوں کو کہہ دو کہ مجھ کو صرف اِس شہر کے رب کی عبادت کا حکم ہوا ہے یعنی مکہ کے رب کی۔ صرف اللہ کی عبادت پر مامور ہوں توحیدِ خالص میرا وظیفہ ہے۔ اگرچہ خدا تعالےٰ نہ صرف مکہ کا رب ہے بلکہ تمام شہروں کا اور کل مخلوقات کا لیکن ھذہ البلدۃ کہنے سے قریش کو انفعال دلانا مقصود تھا کہ وہ رب کہ جس نے تمہارے اس شہر کو متبرک کیا حرمت دی جس کی بدولت تم عرب کی مار دھاڑ سے امن میں ہو۔ اور اسی پر کیا منحصر ہے ولہ کل شئ اس کی اور بہت خوبیاں ہیں اور ہر شے اس کے قبضہ میں ہے پس وہی پرستش کے قابل ہے۔

دوم امرت ان اکون من المسلمین کہ توحید کے بعد خدا تعالےٰ کی فرماں برداری، نیک باتوں کا بجالانا، بُری باتوں سے بچنا بھی میرا فرض ہے۔

سوم وان اتلوا القرآن کہ تم کو قرآن سناؤں تبلیغ احکام کروں پھر جو ہدایت پر آوے گا اپنا بھلا کرے گا نہ مانے گا اپنا بُرا کرے گا۔ اس ترتیب میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تبلیغ اُسی کا کام ہے جو خود توحید اور اعمالِ صالحہ سے آراستہ ہو۔ اُسی کی بات اثر بھی کرتی ہے۔ پھر اس خاتمہ کو کس عمدہ جملہ سے تمام کرتا ہے قل الحمد للہ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں وہ تم کو اپنی وہ نشانیاں ابھی دکھاتا ہے جس کی تم کو جلدی ہے سو ان کو پہچان لوگے۔ چنانچہ بدر اور قحط کا دُخان دیکھ لیا۔ وما ربک بغافل عما تعملون اور اللہ تمہارے کام سے غافل نہیں ہر ایک عمل کا بدلہ دے گا۔ ولہ الحمد اولا و آخرا و ظاہرا و باطنا والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ المصطفین الاخیار خصوصا علی محمد سید الابرار وآلہ الاطہار و اصحابہ الاخیار۔

سورۃ قصص

مکیہ ہے اس میں اٹھاسی آیات اور نو رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ

یہ آیتیں ہیں روشن

الْمُبِيْنِ ② نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ

کتاب کی ہم آپ کو ایمان والوں کے

مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ

فائدے کے لیے موسیٰ اور فرعون کا کچھ بیان

يُّؤْمِنُوْنَ ③ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي

حال سناتے ہیں البتہ فرعون زمین پر

الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا

سرکش ہو گیا تھا اور وہاں کے لوگوں کے کئی گروہ کر ڈالے تھے

يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ

ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا کہ ان کے لڑکوں کو

اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ اِنَّهٗ

مروا ڈالتا تھا اور لڑکیوں کو جیتا رکھتا تھا البتہ

كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ④ وَنُرِيْدُ

وہ مفسدوں کا مفسد تھا اور ہم یہ چاہتے تھے

اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا

کہ جو ملک میں کمزور کیے گئے تھے ان پر

فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ

احسان کریں اور ان کو سردار بنا دیں اور

نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ⑤ وَنُمَكِّنَ

ان کو وارث کریں ملک شام کا اور ان کو

لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ

ملک پر قابض کریں اور فرعون اور

وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا

ہامان اور ان کی فوج کو وہ چیز دکھا دیں کہ

كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ⑥

جس کا وہ خطرہ کرتے تھے ۔

ترکیب

نتلوا کا مفعول محذوف اے شیئا من نبا اس کی صفت جو اس پر دال ہے اخفش کے نزدیک من زائدہ ہے تب یہ نبا موسیٰ مفعول ہے بالحق حال ہے نبا سے ۔ نتلوا کے فاعل سے بھی حال ہو سکتا ہے اے نتلوا ملتبسا بالحق لقوم لام نتلوا سے متعلق ونری معطوف ہے نمکن پر اور وہ اور نجعل لمن پر ان کے نیچے فرعون ہامان وجنودھما کا اول مفعول ما کانوا یحذرون مفعول دوم منھم نری سے متعلق اور بعض کہتے ہیں یحذرون سے وفیہ مافیہ لان الصلۃ لاتتقدم علی الموصول ۔

تفسیر

اس سے پہلی سورت نمل کے خاتمہ میں یہ تھا وان اتلوا القرآن کہ مجھے قرآن سنانے کا حکم ہوا ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اس لیے اس سورت کی ابتداء طسٓم حروف مقطعات سے کر کے الحمد میں طٰ سے طور اور س سے موسیٰ اور م سے محمد کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح کوہ طور پر ہم نے موسیٰ پر کتاب لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجی اسی طرح مکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ۔ تلک آیت الکتب المبین سے کلام شروع کیا

کہ قرآن کتاب واضح ہے اس کی یہ آیتیں ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ کتاب اپنی صداقت پر آپ گواہی دے رہی ہے جیسا کہ آفتاب اپنے وجود کی آپ دلیل ہے۔ مبین یعنی ظاہر ہونے کے سبب۔

نتلوا علیک من نبا موسیٰ وفرعون الخ۔ اسی مناسبت سے موسیٰ اور فرعون کا حال شروع کیا کہ فرعون نے اپنی دولت و سلطنت کے غرور میں بنی اسرائیل کو پریشان کر رکھا تھا شیعاً[1] فرقا یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناءھم ویستحیی نساءھم (مینا پوری) یعنی مصر کے لوگوں کے مختلف گروہ کر دیے تھے اپنی قوم قبط کو تو معزز خدمات پر مامور کر رکھا تھا اور بنی اسرائیل کو محنت و ذلت میں ڈال دیا تھا، پھر ان میں بھی مختلف گروہ تھے کوئی معماری پر کوئی کھیتی پر مامور تھا۔ یستضعف طائفۃ منھم۔ شیعاً کی تفصیل ہے۔ اور ان کے جدا جدا گروہ کر دیے اور باہم پھوٹ ڈالنے کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ تاکہ باہمی پھوٹ اور نفاق سے ان کا زور جاتا رہے اور ہمیشہ غلامی میں رہیں۔

یذبح۔ اس کی تفصیل ہے کہ ان کے لڑکوں کو قتل کر ڈالتا تھا تاکہ ان کی نسل نہ بڑھے یا اس خوف سے کہ کسی نجومی نے ان میں موسیٰ کے پیدا ہونے اور مبعوث ہونے کی خبر دی تھی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا کہ ان سے کچھ خوف نہیں اور تاکہ ان کی عورتوں کو اپنے کام میں لائیں جس سے ان کی اور بھی ذلت تھی۔

انہ کان من المفسدین یعنی وہ بڑا شریر تھا۔ ونرید اور ہم کو یہ مقصود تھا کہ ان غریبوں پر احسان کریں اور ان کو ائمۃ یعنی سردار بنا دیں یا دشاہ یا داعی دین اور وارث یعنی ملک شام کا مالک اور قابض کریں اور فرعون اور اس کے وزیر ہامان کو ان کے داؤ کو غلط کر دکھائیں اور جس بات سے وہ ڈرتے تھے (کہ یہ لوگ کہیں آزاد ہو کر ترقی نہ کر جائیں) وہی ان کے سامنے لا دیں۔ اس کلام سے یہ مطلب ہے کہ جس طرح ہم نے بنی اسرائیل کو مصیبت سے رہا کرنے کو موسیٰ کو بھیجا تھا اسی طرح اے لوگو تمہاری بہتری کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دے کر بھیجا اور جس طرح کبر سے فرعون نے نہ مانا ہلاک ہوا خدا کے ارادہ کو نہ روک سکا اسی طرح تم سے پیش آئے گا۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو حکم بھیجا کہ اس کو دودھ پلا

فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ

پھر جب تجھے اس کا خوف ہو تو اس کو دریا میں ڈال دینا

وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ

اور کچھ خوف اور غم نہ کرنا کیونکہ ہم اس کو تیرے پاس پھیر

اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ ۷

پہنچا دیں گے اور اس کو رسولوں میں سے ایک رسول بنائیں گے۔

فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ

پھر اس کو فرعون کے خاندان والوں نے دریا سے اٹھا لیا تاکہ انجام کار وہ ان کا

[1] یعنی یستضعف کی ۱۲ منہ

[2] عرب نہ صرف جہالت و گمراہی کے ظلمات میں مبتلا تھا بلکہ قوموں کی نظروں میں ذلیل بھی تھا۔ قیصر و کسریٰ کے دبدبہ میں دبا ہوا تھا پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ان کو ورطۂ ضلالت سے بچایا بلکہ ملکوں کا بادشاہ اور قوموں کا سردار بھی کر دیا اور ابوجہل فرعون مکہ کا کچھ داؤ نہ چلا۔ اس کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ انسان کو لازم ہے کہ مشیت الٰہی کا خلاف نہ کرے اور ارادۂ آسمانی کا مخالف نہ بنے ورنہ ہلاک ہوگا۔ کیوں کہ اللہ اپنی مخلوق پر ہمیشہ سے رحم کرتا آیا ہے۔ ۱۲ منہ

عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۗ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ
دشمن اور رنج دینے والا بنے بے شک فرعون اور ہامان

وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝٨ وَ
اور ان کے لشکر خطاکار تھے اور

قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ
فرعون کی بیوی نے کہا (یہ لڑکا) میری اور تیری

لِّيْ وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ
آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرو شاید کہ وہ نفع دے

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٩
یا اس کو ہم بیٹا بنالیویں اور انہوں نے انجام کی خبر نہ تھی (کہ بڑا ہو کر کیا کرے گا)

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ
اور صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ
اس راز کو ظاہر ہی کر دیا ہوتا اگر ہم اس کے

رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ
دل کو صبر نہ دیتے تاکہ اس کو پہنائے وعدہ کا

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٠ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ
یقین رہے اور اس نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ

قُصِّيْهِ ۚ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ
اس کے پیچھے پیچھے چلی جا سو وہ اس کو اجنبی بن کر دیکھتی رہی اور

هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝١١ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ
فرعونیوں کو خبر نہ تھی اور ہم نے پہلے سے موسیٰ پر

الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ
دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا سو اس کی بہن بولی کہو تو میں

اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ
ایک ایسا گھرانہ بتاؤں کہ جو اس کی پرورش کرے

لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝١٢
اور وہ اس کے درد مند بھی ہوں۔

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا
پس ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کے پاس پہنچا دیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں

وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
اور وہ آزردہ خاطر نہ ہو اور وہ معلوم کرے کہ اللہ کا وعدہ

حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝١٣
سچا ہے لیکن بہت لوگ جانتے ہی نہیں۔

ترکیب

ان اس رضعیہ اگر ان مصدریہ ہے تو یہ اوحینا کا مفعول اور اگر بمعنی اے تفسیر کے لیے تو یہ اوحینا کی تفسیر ہوگی لیکون اللام للصیرورۃ لا للغرض فارغا اے خالیا من الصبر او الخوف او مما سواہ یہ اصبح کی خبر فؤاد ام موسیٰ اسم۔ ان کادت ان مخففہ ہے ثقیلہ سے و اسمہا محذوف اے انہا وقیل بمعنی ما جواب لولا محذوف دل علیہ ان کادت۔ لتکون لام متعلقہ بربطنا عن جنب من مکان بعید اختلاسا ہو فی موضع الحال من الفاعل فی بصرت۔ والمراضع جمع مرضعۃ ویکون ان یکون جمع (مرضع) بمعنی مصدر۔

تفسیر

واوحینا یہاں سے حضرت موسیٰ کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ موسیٰ کی ماں کو ہم نے وحی کی یعنی اس کے دل میں القا کیا (کس لیے کہ یہاں وحی سے مراد وحی انبیاء نہیں) کہ تو بے کھٹکے موسیٰ کو دودھ پلائے جا۔ جب فرعونی تلاش کرنے آویں جیسا کہ ان کا قانون اور دستور تھا کہ لڑکے کی خبر پا کر اس محلہ کے لوگ آتے اور اس کو وہیں یا اور جگہ لے جا کر قتل

کڑ ڈالتے تھے تو اس کو دریائے نیل میں ڈال دیتا۔ صندوق میں رکھ کر اور اس بات سے کچھ خوف نہ کرنا کیوں کہ ہم اس کو پھر تیرے پاس پہنچا دیں گے (یہ بات فرشتے نے ان کی ماں سے کہی یا ان کے دل میں القا کیا) آخر ڈال دیا اور وہ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس آیا، انہوں نے اٹھایا تو ایک حسین بچہ زندہ معلوم ہوا۔ خدا نے فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کی تدبیر کو کس طرح غلط کیا کہ اس بچہ کو اپنے گھر میں فرزند بنا کر پرورش کرنے لگے کہ انجام کار یہی بچہ ان کے خاندان کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ مگر موسیٰ کی ماں نے اپنی بیٹی سے کہہ دیا تھا کہ تو انجان بن کر اس صندوق کے ساتھ ساتھ دیکھتی جانا کہ کدھر جاتا ہے اور تجھ کو کوئی نہ پہچانے۔ پھر جب فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ پہنچ گئے اور دودھ پلانے کے لیے آنائیں بلائی گئیں تو حضرت موسیٰ نے کسی کا بھی دودھ نہیں پیا۔ حضرت پر ان کے دودھ حرام کر دیے تھے تب ان کی بہن نے کہا کہو تو میں تم کو ایک آنا بتاؤں جو اس کو اچھی طرح سے دودھ پلائے اور دل سے پرورش کرے انہوں نے کہا بہت اچھا۔ اس نے اپنی ماں کو بلایا انہوں نے دودھ پلایا تو حضرت موسیٰ پینے لگے۔ آخر کار پھر حضرت موسیٰ اپنی ماں کے پاس آگئے۔ خدا نے اس کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں رنج دور کر دیا اور بتلا دیا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے، اگر جانتے تو اس کے عذاب سے ڈرتے اور رزق وغیرہ کی بابت جو اس نے وعدہ کیا ہے اس پر توکل کرتے در بدر مارے مارے نہ پھرتے دنیا کے لیے عقبیٰ برباد نہ کرتے۔

موسیٰ کی ماں نے جب ان کو دریا میں ڈالا تو بیٹے کی محبت میں دل بے اختیار ہو گیا قریب تھا کہ چیخیں مار مار کر روتی۔ مگر اللہ نے اس کے دل کو صبر اور مضبوطی عطا کی۔

فالتقطہ۔ التقاط برداشتن اٹھانا، راہ دن لے جانا، اُچک لینا۔ اسی لیے پڑی ہوئی چیز کو جس کو لوگ اٹھا لیتے ہیں لقطۃ کہتے ہیں۔ اور پڑے ہوئے لڑکے کو جو اٹھا لیتے ہیں یعنی لاوارث کو لقیط۔

لیکون لھم یہ لام عربی میں لام عاقبت کہلاتا ہے نہ لام غرض۔ یعنی موسیٰ کے اٹھا لینے سے ان کی غرض اپنا دشمن پالنا اور رنج مول لینا نہ تھا لیکن اس کا انجام یہ ہوا کہ کانوں خطیئین ان کی یہ تدبیر غلط تھی۔

وقالت امرأت فرعون یہ محل کے اندر کی گفتگو ہے جب کہ بعض قیافہ والوں نے یہ کہا کہ یہ بچہ کوئی بنی اسرائیل میں سے ہونہار معلوم ہوتا ہے کہیں یہ وہی نہ ہو جس کی نجومیوں نے خبر دی ہے اس کو مار ڈالو تب فرعون کی بیوی کے کہا نہ مارو۔ اس کے دل میں اللہ نے موسیٰ کی بے حد محبت ڈال دی تھی۔ فرعون کے کوئی لڑکا نہ تھا کہا یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے کسی شریف کا بچہ ہے نفع پہنچاوے گا یا ہم اسی کو بیٹا بنا لیں گے۔ اگر بیٹا نہ بنائیں گے تو بھی اس سے بھلائی کی توقع ہے۔ اگرچہ اس صندوق کو فرعون کی بیٹی نے اٹھوا منگایا تھا مگر سفارش بیوی نے کی اس لیے اس میں دونوں شریک تھے۔

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ

اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچا اور مستحکم ہوا تو ہم نے اس کو

حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي

حکمت اور علم دیا اور ہم نیک بندوں کو اسی طرح

الْمُحْسِنِينَ ﴿١٤﴾ وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ

سے بدلہ دیا کرتے ہیں اور موسیٰ شہر میں لوگوں

عَلَىٰ حِينِ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ

کی بے خبری کے وقت داخل ہوا پھر اس نے

فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِن

وہاں دو شخصوں کو ہم لڑتے ہوئے پایا کہ یہ ایک اس کی

شِيعَتِهِ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَغَاثَهُ
جماعت کا تھا اور یہ دوسرا مخالفوں میں سے تھا پھر اس نے جو موسیٰ

الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ
کے گروہ کا تھا اپنے دشمن پر موسیٰ سے مدد

عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ
چاہی تب موسیٰ نے مخالف کے مکا مارا تو اس کا کام تمام

عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۖ
کر دیا موسیٰ کہنے لگے یہ تو شیطانی حرکت سرزد ہو گئی

إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ مُبِينٌ ﴿١٥﴾ قَالَ
بے شک شیطان صریح دشمن گمراہ کرنے والا ہے موسیٰ نے دعا کی

رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي
اے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا سو مجھے بخش دے

فَغَفَرَ لَهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿١٦﴾
چنانچہ بخش دیا البتہ وہ جو ہے تو بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے

قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ
موسیٰ نے کہا اے رب جیسا کہ آپ نے مجھ پر کرم کیا ہے تو آئندہ

أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ ﴿١٧﴾ فَأَصْبَحَ
میں کبھی کسی شریر آدمی کا مددگار نہ ہوں گا پھر موسیٰ نے شہر

فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا
میں ڈرتے انتظار کرتے ہوئے صبح کی (پھر کیا دیکھتے ہیں کہ)

الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ ۗ ع ۵
وہی شخص کہ جس نے کل موسیٰ سے فریاد کی تھی اس کو پھر پکار رہا ہے

قَالَ لَهُ مُوسَىٰ إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ ﴿١٨﴾
موسیٰ نے اس سے کہا بے شک تو صریح گمراہ ہے

فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ

عَدُوٌّ لَهُمَا ۙ قَالَ يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ
ہاتھ دراز کرے تو یہ کہنے لگا اے موسیٰ تو مجھے بھی

أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا
قتل کیا چاہتا ہے جیسا کہ کل ایک کو قتل

بِالْأَمْسِ ۖ إِنْ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ
کر چکا ہے تو یہی چاہتا ہے کہ ملک میں

جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ
زبردستی کرتا پھرے اور تو یہ نہیں چاہتا کہ

تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٩﴾ وَجَاءَ
اصلاح کرنے والوں میں سے ہو کر رہے اور ایک

رَجُلٌ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ
شخص نے جو شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا تھا

قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ
یہ کہا اے موسیٰ درباری لوگ تیرے لئے مشورہ کر رہے ہیں

بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ
کہ تجھے قتل کریں سو تو نکل جا البتہ میں

مِنَ النَّاصِحِينَ ﴿٢٠﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا
تیرا خیر خواہ ہوں پھر موسیٰ شہر سے ڈرتے

خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ۖ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي
انتظار کرتے ہوئے نکلے کہا اے رب مجھے

مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢١﴾
ظالم قوم سے بچا لے۔

ترکیب

أتيته جواب لما على حين غفلة حال من المدينة و يجوز ان يكون حالاً من الفاعل اى مختفيا ـ هذا من الخ

الجملتان فی موضع نصب صفۃ لرجلین بما انعمت الباء للقسم والجواب محذوف ولن اکون ویمکن ان یکون المعنی بحق انعامک علی اعصمنی خائفاً حال من فاعل اصبح یترقب بدل منہا او تاکیدلہا۔ یعنی صفۃ اخری لرجل او حال الاضمار التشاور لان کل واحد من المتشاورین یامر صاحبہ بشیٔ او یشیر علیہ بامر۔

تفسیر

الغرض موسیٰؑ جب بھرپور جوان ہوگئے تو خدا نے ان کو حکم یعنی دانائی اور حکمت دی اور علم عطا کیا نیک و صالح اور باخدا اٹھے لیکن ہنوز نبوت نہیں عطا ہوئی تھی۔ بعض کہتے ہیں اشد اور استوی کے ایک ہی معنی ہیں اور قوی یہی ہے کہ دونوں لفظوں کے جدا جدا معنی ہیں۔ اشد بلوغ اور استوی جہاں تک بڑھنے کی حد ہو بڑھ چکنا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں اشد کا اٹھارہ برس سے تیس برس تک کا زمانہ ہے اور استوی تیس سے لے کر چالیس تک کا (نیشاپوری)۔

دخل المدینۃ علی حین غفلۃ[1] مدینہ سے کون سا شہر مراد ہے کہ جہاں لوگوں کو غافل پاکر حضرت موسیٰؑ چلے گئے تھے اور غافل پاکر جانے کا کیا سبب تھا؟ اس بارے میں علماء مفسرین نے کئی قول لکھے ہیں۔ بہت لوگ کہتے ہیں کہ شہر مصر سے دو فرسخ کے فاصلہ پر فرعون نے اپنے رہنے کو ایک جدا بستی آباد کی تھی وہاں موسیٰؑ کے آنے کی ممانعت تھی۔ کس لیے کہ اپنے عالمانہ اور حکیمانہ خیالات سے حضرت موسیٰؑ فرعونیوں کے طریقے پر معترض ہوا کرتے تھے۔ نگہبانوں کی آنکھ بچا کر ایک روز آپ وہاں چلے گئے پھر وہاں یہ قصہ پیش آیا کہ ایک مصری اور ایک اسرائیلی کو باہم لڑتے دیکھا۔ مصری اپنی قومی شوکت کے گھمنڈ پر زیادتی کر رہا تھا۔ اسرائیلی نے موسیٰؑ سے فریاد کی، آپ نے چھڑانے کی غرض سے مصری کے سینہ پر ایک ہاتھ مار کر دھکا دیا۔ شہ زور آدمی تھے اس کے دل پر کوئی صدمہ پہنچا مر گیا۔ اگرچہ یہ موت ناگہانی تھی اس میں موسیٰؑ کا کوئی قصور نہ تھا مگر تاہم ایک آدمی ان کے ہاتھ سے ضائع ہوا اس لیے افسوس کیا اور اس کو شیطانی کام کہا اور خدا سے استغفار کیا۔ اس واقعہ سے حضرت موسیٰؑ پر طعن کرنا اور عصمت انبیاء میں کلام کرنا بے فائدہ بات ہے۔ موسیٰؑ کا اس میں دراصل گناہ ہی کیا تھا۔ دوسرے اس وقت تک آپ نبی ہی کہاں ہوئے تھے۔ نبوت تو مدین سے واپس آتے وقت ملی۔ جیسا کہ قرآن مجید سے صاف ظاہر ہے فعلتہا اذا وانا من الضالین ففررت منکم لما خفتکم فوہب لی ربی حکماً (شعراء) پس موسیٰؑ نے قسم کھائی کہ آئندہ مجرموں کی کبھی مدد نہ کروں گا۔ مدد تو اسرائیلی کی کی تھی وہ مظلوم تھا مجرم نہ تھا، پھر کیا فرمایا کہ آئندہ مجرموں کی مدد نہ کروں گا۔ پہلے کب مجرموں کی مدد کی تھی اور اگر وہ اسرائیلی مجرم تھا اور موسیٰؑ نے حمیت قومی سے اس کی مدد کی تھی تو پھر موسیٰؑ کے گناہ میں کیا کلام باقی رہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

[1] ضحاک کہتے ہیں حین الشمس مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں مصر مراد ہے۔ حین غفلۃ سے بعض کہتے ہیں شام کا وقت بعض کہتے ہیں دوپہر کا وقت۔ اس کا سبب بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ لڑکپن میں جب موسیٰؑ نے فرعون کی داڑھی پکڑ لی اور لکڑی کھینچتے ہوئے سر میں ماردی تو فرعون نے ناراض ہو کر حکم دیا کہ ہمارے محل میں نہ آئے نہ خاص شہر میں۔ یہ ممکن ہے کہ ایسا ہو۔ مگر صاف بات یہ ہے کہ موسیٰؑ شاہزادوں کی طرح پرورش پاتے تھے ادھر اُدھر جانے کا حکم تو لوگوں کو غافل پاکر نکل آئے ہوں۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ
اور جب موسیٰ نے مدین کا رُخ کیا تو کہا امید ہے

رَبِّيٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿٢٢﴾
کہ اللہ مجھے سیدھا رستہ بتا دے گا

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ
اور جب کہ مدین کے پانی پر پہنچے تو لوگوں کا

اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۖ وَوَجَدَ
جمع پانی پلا رہے تھے اور ان سے

مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ
الگ دو عورتیں دیکھیں جو اپنے چارپایوں کو روکے کھڑی تھیں

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ
موسیٰ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے وہ بولیں جب تک چرواہے

حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۖ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ
پلا کر نہیں ہٹتے ہم اپنی بکریوں کو نہیں پلاتے اور ہمارا باپ بڑھا

كَبِيْرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى
بڑی عمر کا ہے پھر موسیٰ نے ان کے جانوروں کو پلا دیا اور پلا کر چھاؤں کی

اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ
طرف ہٹ آئے پھر کہنے لگے اے رب تو جو کچھ خیر میرے

اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿٢٤﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا
پاس بھیجے تو میں محتاج ہوں پھر ان دونوں میں سے ایک عورت

تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۖ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ
موسیٰ پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی کہنے لگی میرے باپ نے

يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ
تم کو بلایا ہے کہ تم کو پلانے کی اجرت

لَنَا ۚ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ
دے پھر جب موسیٰ اس کے پاس آئے اور سب قصہ

الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ
بیان کیا انہوں نے کہا خوف نہ کرو تم قوم

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَتْ
ظالم سے بچ آئے ان میں سے

اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۖ اِنَّ
ایک نے کہا اے باپ اس کو نوکر رکھ لو البتہ

خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿٢٦﴾
جس کو آپ نوکر رکھیں تو قوی امانت دار ہونا بہتر ہے

قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى
ان کے باپ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا

ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ
تمہارے ساتھ نکاح کر دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ برس تک میری

حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ
نوکری کرو پھر اگر تم دس پورے کر دو تو تمہاری طرف

عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ
سے احسان ہے اور میں تم پر مشقت ڈالنا

عَلَيْكَ ۚ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ
نہیں چاہتا تم مجھے ان شاء اللہ اچھے ہی

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ ذٰلِكَ
لوگوں میں سے پاؤ گے موسیٰ نے کہا یہ میرے

بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۖ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ
اور آپ کے درمیان عہد ہے ان دونوں مدتوں میں سے جون سی

قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۖ وَاللّٰهُ
بھی پوری کر دوں تو مجھ پر زیادتی نہ ہو اور اللہ

عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٢٨﴾
ہمارے قول و قرار پر گواہ ہے۔

ع ۲

ف اسی لفظ کی مناسبت سے اس سورۃ کو سورۃ قصص کہتے ہیں۔

ترکیب

علی استحیاء حال ماسقیت ما مصدریۃ ان تاجرنی فی موضع الحال ثمانی ظرف۔ فمن عندلک بجزان یکون خبر مبتدأ محذوف ای فالتمام الرعاء جمع راع تذودان تمنعان اغنامہما عن الماء، الذیاد المنع۔

تفسیر

ہر چند اسرائیلی مجرم نہ تھا زیادتی مصری کی تھی مگر مشہور ہے ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی بہرحال بازاروں میں لپاڈگی ہونا صالحین کی سیرت نہیں۔ ان کو جو کوئی برا بھلا بھی کہتا ہے تو صبر ہی کر جاتے ہیں آمادۂ جنگ نہیں ہوتے۔ اس لیے اس اسرائیلی کو اگلے روز آپ نے انک لغوی مبین کہا۔ اس لحاظ سے حضرت موسیٰ نے اس کو بھی مجرم ہی قرار دیا اور قصد کیا کہ آیندہ سے ایسے جھگڑوں میں نہ پڑوں گا مگر خدا کی قدرت اگلے روز اسی اسرائیلی کا کسی اور شخص سے بازار میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ موسیٰ کو دیکھ کر پھر اس نے فریاد کی۔ آپ نے خفا ہو کر اس کو فرمایا کہ تو بڑا بے ہودہ ہے ہر روز لوگوں سے لڑا کرتا ہے ان کو چھڑانا اور ہاتھ بڑھا کر الگ کر دینا چاہا تو اس بے ہودہ اسرائیلی نے اس پہلی خفگی کی بات سے یہ سمجھا کہ میرے مارنے کو ہاتھ بڑھایا ہے اس لیے موسیٰ کو کہا جس طرح آپ نے کل ایک آدمی کو مار ڈالا آج مجھے بھی مارنا چاہتے ہیں۔ اس کے اس کہنے سے راز قتل افشا ہو گیا۔ یہ خبر فرعون کے دربار تک پہنچی۔ ان کے اعتراضات اور تنفر کی وجہ سے وہ پہلے ہی ان سے ناراض اور باغی سمجھتے تھے اب تو اور بھی غضب ناک ہو گئے اور انتقام میں موسیٰ کو قتل کرنے کی تدبیر کرنے لگے۔ فرعونیوں میں سے ایک نیک مرد موسیٰ کا خیر خواہ بھی تھا وہ دوڑا ہوا آیا اور موسیٰ کو خبر دی اور کہا آپ یہاں سے بھاگ جائیے۔ حضرت موسیٰ اسی حالت میں نکل پڑے اور مدین کی طرف رخ کیا۔ یہ ایک بستی قلزم کے پار فرعون کی عمل داری سے باہر عرب میں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے لوگوں کی تھی حضرت شعیبؑ ایک پیر مرد اسی بستی میں رہتے تھے ان کی طرف دو لڑکیاں تھیں بکریوں پر گزر اوقات تھی، کنوئیں سے ڈول کھینچ کر جب لوگ پانی پلا چکتے تو بچا ہوا یہ بھی پلاتیں اور اتنی دیر اپنی بکریوں کو روکے کھڑی رہتی تھیں۔ اتفاقاً حضرت موسیٰ کئی دن کا سفر طے کر کے مدین آئے اور اسی کنوئیں پر پہنچے۔ سایہ دار درخت کے تلے بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے لڑکیوں سے پوچھا تم کیوں نہیں پلاتیں؟ انہوں نے کہا ہم سے ڈول نہیں کھینچ سکتا اور ہمارا باپ بوڑھا ہے۔ ان کو رحم آیا قوی مرد تھے تنہا چرس کھینچ کر ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ گھر جا کر انہوں نے باپ سے کہا ایک نووارد مسافر آیا ہوا ہے اور بڑا نیک اور قوی ہے آپ اس کو نوکر رکھ لیجیے۔ باپ نے کہا اس کو بلا لاؤ، ایک آئی مگر شرم و حیا کے ساتھ۔ آخر کہا کہ میرے باپ آپ کو بلاتے ہیں کہ آپ کی اجرت دیں۔ حضرت موسیٰ گئے اور سب قصہ بیان کیا۔ شعیبؑ نے فرمایا خوف نہ کر و خدا نے تم کو نجات دی۔ پھر کہا میں ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا تمہارے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں، اس شرط پر کہ آپ آٹھ برس تک میرے ہاں کام کاج کریں اور دس پورے کر دیں تو آپ کی مہربانی اور میں آپ کو تکلیف نہ دوں گا۔ آخر نکاح ہوا اور باہمی قول و قرار پر اللہ کو ضامن کر کے حضرت موسیٰ وہاں رہنے لگے۔ یہ آٹھ برس کی نوکری گویا حضرت کا مہر تھا۔ اس وقت بجائے مال کے خدمات بھی مہر قرار پاتی تھیں۔ بعض علماء نے اس سے اور نیز بعض احادیث سے کہ جن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھانا مہر قرار دیا ہے، آج کل بھی اس قسم کا مہر مقرر کرنا جائز قرار دیا ہے جیسا کہ ظاہریہ کہتے ہیں

امام ابوحنیفہؒ مال ہی کو مہر قرار دیتے ہیں بدلیل قولہ تعالیٰ ابتغوا باموالکم الآیۃ۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ

غرض جب موسیٰ اپنی مدت پوری کر چکے اور اپنے گھر کے

بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ

لوگوں کو لے کر چلے تو (رستہ میں) کوہ طور کی طرف سے ایک روشنی دیکھی

قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ

گھر والوں سے کہا تم یہیں ٹھیرو مجھے ایک روشنی دکھائی

نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ

دی ہے شاید کہ وہاں سے تم کو (رستہ کی) خبر لا کر دوں یا

جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

آگ کا انگارا لاؤں تاکہ تم تاپو

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ

پھر جب موسیٰ اس کے پاس آئے تو اس مقدس وادی کے دائیں جانب

الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ

سے ایک درخت میں سے یہ آواز

مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ

آئی کہ اے موسیٰ تمام جہان کا پروردگار

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ

کرنے والا اللہ میں ہوں اور یہ بھی کہ تم اپنا عصا ڈال دو

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى

پھر جب موسیٰ نے اس کو دیکھا کہ سانپ کی طرح لہرا رہا ہے تو منہ پھیر کر

مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ

الٹے بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا ہم نے کہا اے موسیٰ سامنے آ

وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾

اور ڈر نہیں تو (ہر طرح) امن میں ہے

اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ

اپنے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈالو کہ وہ بغیر کسی

بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَیْكَ

عیب کے چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف سے اپنے

جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ

دونوں بازو اپنی طرف ملا لو (یعنی اطمینان رکھو) پس یہ دو

بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ

سند ہیں آپ کے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کے

مَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۳۲﴾

پاس ملانے کے لیے بے شک وہ بدکار قوم تھی

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا

موسیٰ نے کہا اے رب میں نے ان کے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے

فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِیْ

سو خوف ہے کہ (اس کے بدلے میں) کہیں مجھ کو نہ مار ڈالیں۔ اور میرا بھائی

لہ ذکر جار اللہ لامعنیین احدہما حقیقۃ وہو انہ لما قلب اللہ العصا حیۃ فزع واضطرب فاتقاہا بیدہ کما یفعل الخائف من الشیٔ فقیل لہ ان اتقاءک بیدک فیہ نقصان تدرک عند الاعداء فان القیتہا فلا تنقلب حیۃ فادخل یدک تحت عضدک لمکان اتقاءک بہا ثم اخرجہا بیضاء یحصل الامران اجتناب النقص واظہار معجزۃ اخری، و ثانیہما مجاز وہو ان یراد بضم الجناح التجلد وضبط النفس حتی لا یضطرب فیکون استعارۃ من فعل الطائر لانہ اذا خاف ارخی جناحیہ والا ضمہما، و معنی الرہب من اجل الخوف (نیشاپوری)۔

هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا

ہارون وہ مجھ سے فصیح اللسان ہے

فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ

اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے

اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ

کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے فرمایا

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ

ہم تمہارے بھائی سے تمہارا بازو قوی کیے دیتے ہیں اور تم کو

لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚ

غلبہ دیں گے پھر وہ تم تک پہنچ بھی نہ سکیں گے

بِاٰیٰتِنَاۤ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا

ہماری نشانیوں کے سبب تم اور تمہارے پیرو

الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰی

غالب رہیں گے پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری

بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا

نشانیاں لے کر آئے تو لوگ بولے یہ ہے کیا؟ مگر

سِحْرٌ مُّفْتَرًی وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ

جادو بنایا ہوا اور ہم نے تو اس کو اپنے اگلے باپ

اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰی

دادا میں سنا بھی نہ تھا اور موسیٰ نے کہا کہ

رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی

میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے

مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ

اور اس کو بھی خوب جانتا ہے کہ جس کے لیے دار آخرت کی خوبیاں

الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

ہوں گی البتہ ستمگار فلاح نہیں پاتے

وَقَالَ فِرْعَوْنُ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ

اور فرعون نے کہا اے سردارو! میں نہیں جانتا

لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ ۚ فَاَوْقِدْ لِیْ

کہ میرے سوا تمہارا کوئی اور معبود ہے پھر اے ہامان تو میرے

یٰهَامٰنُ عَلَی الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ

لیے گارا پکوا (یعنی پزاوا) پھر میرے لیے ایک بلند

صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤی اِلٰهِ مُوْسٰی ۙ

محل چنوا کہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو جھانکوں

وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۳۸﴾

اور میں تو اس کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔

ترکیب

شاطئ الوادی جانبہ ومن الاولیٰ والثانیۃ کلتاہما للابتداء الغایۃ اے اتاہ النداء من شاطئ الوادی من قبل الشجرۃ فالثانیۃ بدل الاولیٰ بدل الاشتمال لان الشجرۃ کانت نابتۃ علی الشاطئ۔

تفسیر

جب موسیٰ وہ میعاد بھاری کر چکے تو بیوی کو لے کر وطن (مصر) کی طرف روانہ ہوئے۔ سردی کا موسم تھا رستہ بھی رات میں بھول گئے تھے گھر کے لوگوں سے کہا کہ وہ جو دور سے جنگل میں آگ چمک رہی ہے تم یہیں ٹھیرو میں وہاں جا کر دریافت کرتا ہوں یعنی رستہ کے لیے کہ اس آگ کے پاس کوئی ہوگا اور جو آگ زیادہ ہوئی تو اس میں سے ایک انگارا بھی تمہارے تاپنے کو لا دوں گا۔ جب موسیٰ وہاں آئے تو رستہ کے دائیں جانب ایک جنگل کی پاک جگہ میں ایک درخت سے یہ آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں ہوں اللہ رب العٰلمین۔

یہ وادی کہ جہاں درخت میں سے دور سے رات کو موسیٰ کو آگ دکھائی دی تھی کوہ طور کی وادی ہے قلزم کے قریب اس کی دونوں شاخوں کے درمیان مدین سے ایک دو روز کے فاصلہ پر مصر جاتے ہوئے یہ وادی ملتی ہے۔

الغرض موسیٰ نے جو دور سے آگ کا شعلہ دیکھا تھا دراصل وہ آگ نہ تھی تجلی الٰہی کی روشنی تھی، چنانچہ جب وہاں آئے تو خدا سے ہم کلام ہوئے۔ آگ لینے آئے تھے نبوت مل گئی۔ وہیں عصا اور ید بیضا کے دو معجزے ملے اور حکم ہوا کہ فرعون کو جا کر سمجھاؤ، دعا کی کہ میری زبان میں لکنت ہے میرے ساتھ میرے بھائی ہارون کو بھی مددگار کر دے۔ چنانچہ آئے اور فرعون سے ملے اور معجزے دکھائے وہ کب مانتا تھا آخر وہ اور اس کا تمام لشکر قلزم میں غرق ہوا۔ یہ قصہ اور سورتوں میں مفصل ہے یہاں اختصار کر دیا گیا۔ کیوں کہ جس غرض سے بیان ہوا وہ اسی قدر میں حاصل ہو گئی، اب کلام اس میں ہے کہ درخت میں سے جو آواز آئی اور موسیٰ کو سنائی دی وہ کس کی آواز تھی؟ فرشتہ کی یا خود خدا تعالیٰ کی۔ اگر فرشتہ کی آواز تھی تو اس نے کیوں کر کہہ دیا کہ اللہ میں ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ کی تھی تو اس کا کلام آواز اور حروف سے پاک ہے جیسا کہ محققین کا مذہب ہے۔ کیوں کہ یہ باتیں جسمانی چیزوں کے کلام میں ہوتی ہیں۔ اس کے جواب میں معتزلہ نے تو یہی کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کسی جسمانی چیز کے ذریعہ سے کلام کر سکتا ہے یعنی اپنا کلام اس میں پیدا کر کے سنوا دیتا ہے۔ پتھر کی طرف توجہ کی تو پتھر اس کی طرف سے زبان بن کر کلام کرنے لگا، درخت کی طرف کی تو وہ بولنے لگا۔ ماوراء النہر کے علماء اہل السنۃ والجماعۃ کہتے ہیں کہ وہ کلام قدیم جو اللہ کی ذات سے قائم ہے سنا نہیں جا سکتا اور جو درخت میں سے سنا گیا وہ ایک آواز اور حروف تھے جو اس کے کلام پر دلالت کرتے تھے۔ اشعری فرماتے ہیں کہ وہ کلام کہ جو نہ آواز کے ذریعہ سے ہو نہ حروف کے وہ بھی ممکن ہے کہ سنائی دے جاوے جیسا کہ ذات الٰہی جو نہ جسم ہے نہ عرض ہے ممکن ہے کہ دکھائی دے جاوے (نیشاپوری)۔

خلاصۂ جواب یہ کہ فرشتہ کی آواز نہ تھی۔

بات یہ تھی کہ اس درخت پر خدا کی تجلی ہوئی اور موسیٰ وہاں پہنچے تو وہاں ان کی روح کو انکشاف ہوا روحانی طور پر خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے۔ پس اس ندا کو آواز اور حروف ظاہری کی حاجت نہیں ایسی باتوں کی پوری کیفیت حیطۂ بیان سے بھی باہر ہے۔

بعض فلسفیانہ خیالات کے مسلمان اس روشنی کو فاسفورس کے سبب سے بیان کرتے ہیں اور اس آواز کی اور پھر دونوں معجزوں کی بھی عجب عجب بے سروپا توجیہیں کرتے ہیں جو محض بے فائدہ بات ہے۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ

اور فرعون اور اس کے لشکروں نے ناحق کا ملک میں سر

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا

اٹھایا تھا　اور سمجھ لیا تھا کہ ہماری طرف لوٹ کر نہ

يُرْجَعُونَ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ

لائے جائیں گے　پھر ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا

فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ

پھر ان کو دریا میں پھینک دیا　سو دیکھ لے ستمگاروں کا

كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿٤٠﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ

کیا　انجام　ہوا　اور ہم نے ان کو پیشوا

أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَيَوْمَ

بنایا تھا (گمراہی میں) وہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلایا کرتے تھے　اور قیامت

الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُونَ ﴿٤١﴾ وَأَتْبَعْنَاهُمْ

کے دن ان کو مدد نہ پہنچے گی　اور ہم نے اس

فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ
دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن
هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوحِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَلَقَدْ
تو ان کی بہت بری گت ہوگی اور ہم نے
اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ
موسیٰ کو کتاب دی (تورات) بعد اس کے کہ
مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ
ہم پہلے قرنوں کو ہلاک کر چکے تھے وہ کتاب
لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ
لوگوں کے لیے بینائی اور ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ لوگ
يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ
سمجھیں (اور نصیحت پکڑیں) اور (اے محمدؐ) جب کہ ہم نے موسیٰ کے لیے
الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى
نبوت کا حکم دیا تھا تو نہ آپ (کوہ طور کے) غربی جانب موجود
الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٤٤﴾
تھے اور نہ آپ ان کو دیکھ رہے تھے
وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ
ولیکن ہم نے بہت سے ان کے بعد قرن پیدا کیے جن پر مدتیں دراز
عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا
گزر گئیں اور نہ تو آپ مدین کے
فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ
لوگوں میں ہی رہا کرتے تھے جو ان کو ہماری آیتیں سناتا

اٰيٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَ
کرتے تھے لیکن ہم رسول بھیجنے والے تھے آپ کو بھیجا اور الہام سے یہ واقعات آپ کو معلوم ہوئے
مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا
اور نہ تم اس وقت موجود تھے جب ہم نے موسیٰ کو آواز دی
وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ
لیکن آپ کے رب کی رحمت ہے کہ اس نے آپ کو
قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ
نبی بنا کر بھیجا تاکہ آپ اس قوم کو تنبیہ کریں کہ جن کے پاس
قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٦﴾
آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

تفسیر

ویوم القیمۃ ھم من المقبوحین تک فرعون اور موسیٰ کا قصہ تھا۔ اس کو تمام کر کے ولقد اٰتینا موسی الکتٰب سے اس قصہ کے نتائج کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب پہلے قرن یعنی زمانے والے ہلاک ہو چکے تو خلق کی رہنمائی کے لیے ہم نے موسیٰ کو مبعوث کیا اس کو یہ یہ باتیں پیش آئیں۔ جنگل میں کلام کیا۔ معجزات دیے اور کتاب یعنی تورات عطا کی جو بصارت اور ہدایت اور رحمت تھی سمجھ داروں کے لیے۔ اسی طرح موسیٰ کے بعد جب گمراہی کا ایک زمانہ دراز گزر گیا خلق کی ہدایت کے لیے اے محمدؐ تجھ کو مبعوث کیا اور تجھ پر قرآن نازل کیا جس میں گزشتہ انبیاء کے صحیح صحیح واقعات تجھ پر ظاہر کیے ورنہ اے محمدؐ نہ تو آپ جانب غربی میں تھے یعنی اس مکان میں

عہ قرن سینگ کو بھی کہتے ہیں اور زمانہ کو بھی، یہاں اخیر معنی مراد ہیں۔ قرن میں اختلاف ہے۔ کوئی بارہ برس کے زمانے کو قرن کہتا ہے۔ کوئی کہتا ہے اس سے زیادہ کو کہتے ہیں۔ اس کا ہندی میں ٹھیٹھ ترجمہ جگ ہے۔ کہتے ہیں کئی جگ بیت گئے یعنی کئی زمانے گزر گئے۔ چونکہ آج کل خود قرن کا لفظ مستعمل ہے اس لیے ہم نے اسی کو رہنے دیا اور جہاں کہ آیا ہے ہم نے بہت سے قرن ہلاک کیے وہاں مراد یہ ہے کہ بہت سے قرنوں کے لوگ ہلاک کیے ۱۲ منہ

لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا

ہمارے پاس تو نے کسی رسول نہیں بھیجا

فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ

کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے (حکموں کو مانتے) اور ایمان لانے والوں

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ

میں سے ہوتے　　پھر جب کہ ان کے پاس ہماری

الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ

طرف سے دین حق آگیا تو یہ کہنے لگے کہ رسول کو ویسا معجزہ

مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا

کیوں نہ دیا گیا جیسا موسیٰ کو دیا گیا تھا کیا جو معجزے موسیٰ کو دیئے گئے تھے

بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا

لوگوں نے ان کا پہلے انکار نہیں کیا تھا کہہ دیا تھا کہ

سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ

دونوں جادوگر (اور ایک دوسرے کا مددگار ہے) اور (صاف صاف) کہتے تھے کہ ہم

كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ

کسی کو بھی نہیں مانتے (اے رسول) آپ ان کو کہدیں کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ

تو خدا کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جو ان دونوں سے

اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾

ہدایت میں بڑھ کر ہو کہ میں اس پر چلوں

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا

پھر اگر آپ کا کہنا نہ کریں (نہ مانیں) تو جان لو کہ وہ

يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ

صرف اپنی خواہشوں کے تابع ہیں اور ان کو بڑھ کر کون گمراہ ہوگا

مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى

کہ جو خدا کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں پر

جو غربی رُخ تھا جہاں کہ ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی، اس سے مراد کوہ طور کی وادی ہے جو عرب میں غربی سمت پر واقع ہے یا اسی وادی کی غربی جانب مراد ہے۔ وما کنت من الشّٰھدین اور نہ تو اس معاملہ کا دیکھنے والا تھا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں یہ معنی ہوئے کہ نہ تو آپ اس جگہ موجود تھے اور جو موجود بھی ہوتے تو ان وقائع کو نہ دیکھتے۔ ولکنا انشانا قرونا لیکن موسیٰ کے عہد سے لے کر تیرے زمانے تک بہت سے قرن پیدا کیے فتطاول علیھم العمر پس بعد زمانہ کی وجہ سے علوم اور شرائع معدوم ہو گئے تھے تو ہم پر رسول بھیجنا ضرور ہوا۔ پھر تفصیل کرتا ہے وما کنت ثاویا اے مقیما فی اھل مدین کہ نہ تو مدین میں رہا کرتا تھا جو تتلوا علیھم اٰیٰتنا تو ان مکہ والوں کو ان کے حالات بتا رہا ہے (مقاتل) اور ضحاک کہتے ہیں تو مدین والوں کا رسول نہ تھا بلکہ ان کا اور رسول تھا شعیبؑ، تو اور رسول ہے جو سب کے بعد آیا وما کنت بجانب الطور اذ نادینا اور نہ تو کوہ طور کے پاس تھا جب کہ ہم نے موسیٰ کو پکارا۔ یہ موسیٰ کے کسی دوسرے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ ستر آدمیوں کو لے کر گئے تھے ولکن رحمۃ من ربک مگر تیرے رب نے اپنے فضل سے تجھ پر وحی کی اور یہ باتیں بتائیں اور تجھے رسول بنایا لتنذر قوما کہ تو ان لوگوں کو متنبہ کرے کہ جن کے پاس رسول نہیں آیا وہ تیرے زمانے کے لوگ ہیں لعلھم یتذکرون تاکہ وہ سمجھیں اور ہدایت پر آویں۔

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کے اپنے ہی اعمال بد کے سبب سے

قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا

ان پر مصیبت نازل ہو جائے (اس وقت انکھلے کہ لے جائے پروردگار

مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

چلتا ہو　بے شک اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾

(توفیق قبول ہدایت کی نہیں دیتا)۔

ترکیب

لولا کلمہ شرط ان تصیبھم ان مصدریہ بما تصیبھم سے متعلق ہے لولا اصابۃ المصیبۃ علیھم بسبب ما لہ اعمال سیئۃ قدمت والعائد محذوف ہے اعمال کسبوا فیقولوا ف تفریع یا تعقیب کے لیے پورے جملہ مقدمہ سے یعنی لو وقع علیھم المصیبۃ باعمالھم لقالوا ربنا الخ یہ سب جملہ جزا شرط میں ہے جواب محذوف ما ارسلناک الیھم رسولا قالوا سحران جملہ بیان ہے او لم یکفروا کلما سحران بالالف اے موسیٰ وہارون وقیل موسیٰ ومحمد وبغیر الالف سحران، القرآن والتوراۃ۔

تفسیر

لولا ان تصیبھم مصیبۃ یہاں سے پھر اسی رسولوں کے بھیجنے کے مسئلہ کو مدلل کرتا ہے کہ ہم اس لیے بھی رسول بھیجا کرتے ہیں کہ لوگ جب ان پر ان کے اعمال بد کی شامت سے عذاب آوے یہ نہ کہنے لگیں کہ اگر اللہ ہمارے پاس رسول بھیجتا تو ہم آیات الٰہی پر چلتے ایمان دار ہو جاتے اس مصیبت کو نہ دیکھتے کس لیے کہ پھر برے کام ہی نہ کرتے۔ اس الزام کو دفع کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انبیاء بھیجے تاکہ پھر کسی کو کوئی عذر باقی نہ رہے۔ لیکن فلما جاءھم الحق الخ جب ان کے پاس دین حق آیا تو اس میں شبہات کرنے لگے کہ لولا اوتی مثل ما اوتی موسیٰ اس رسول کو ایسے معجزے کیوں نہ دیے گئے جو موسیٰ کو دیے گئے تھے عصا کا سانپ بن جانا، ید بیضا وغیرہ۔ خدا تعالیٰ ان کے اس شبہ کا جواب دیتا ہے اولم یکفروا بما اوتی موسیٰ من قبل قالوا سحران تظاھرا کیا اگلے لوگوں نے موسیٰ کا پہلے انکار نہیں کر دیا ہے کہ اور کہدیا کہ دونوں بھائی جادوگر ہیں، ایک دوسرے کا مددگار بن گیا ہے۔ قریش نے یہود مدینہ کے کہنے سے یہ کہا تھا کہ موسیٰ کے مانند معجزات دکھاؤ فرمایا کہ موسیٰ کو کب لوگوں نے مانا تھا اور یہ قریش اب بھی موسیٰ کو کب مانتے ہیں دونوں بھائیوں کو ساحر کہتے ہیں۔ جس نے ساحران پڑھا ہے تب تو معنی ظاہر اور جس نے سحران پڑھا ہے تب یہ مبالغہ پر محمول ہوگا۔ جیسا کہ زید عدل، یا سحران بمعنی ذو سحران۔ بعض مفسرین کہتے ہیں سحران تظاھرا سے ان کی مراد توریت و قرآن ہے جو اپنے مضامین کی مطابقت کی وجہ سے ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے اور یہی تظاہر یعنی باہم مدد کرنا ہے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ وقالوا انا بکل کفرون یہ بھی کہہ دیا کہ ہم سب کے منکر ہیں نہ توریت کو مانتے ہیں نہ قرآن کو نہ موسیٰ و ہارون کو نہ محمد کو۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے یہ تو تم بھی مانتے ہو کہ اللہ اپنے بندوں پر لطف و کرم کرتا ہے ان کی سخت ضرورتوں کو دفع کرتا ہے ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی بچے کے لیے دودھ تیار کر دیتا ہے وقت پر مینہ برساتا ہے طیور کو پر اور درندوں کو دانت اور چنگل عطا کرتا ہے۔ پھر انسان کی اس کو بڑھ کر اور کیا ضرورت ہے کہ اختلاف عقول و مادات کے وقت دار آخرت اور راہ راست بتانے کے لیے اس کے پاس کوئی اس کا بھی دستور العمل آنا چاہیے کہ جس پر چلے قل فاتوا بکتٰب من عند اللّٰہ ھو اھدٰی منھما اتبعہ ان کنتم صٰدقین اب تم کوئی کتاب الٰہی توریت اور قرآن سے بہتر بتلاؤ کہ میں بھی اس پر چلوں اگر تم سچے ہو فان لم یستجیبوا لک فاعلم انما یتبعون اھواءھم پس

ع ۸

اگر وہ کوئی ایسی کتاب نہ لاسکیں تو ظاہر ہو جائے گا کہ وہ اپنی خواہش نفسانی کے پیرو ہیں جھوٹی حجتیں کرتے ہیں ومن اضل الخ اور جو ایسا کرتا ہے اس سے زیادہ کون گمراہ ہے؟ یہ ہٹ دھرم بے انصاف ہیں اور ہٹ دھرم بے انصافوں کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ غرض یہ کہ رسول نہ آتا تو یوں عذر کرتے اور وہ بھی جب کہ ان پر عذاب آتا نہ کہ اپنے کفر پر آخرت میں آپ نادم ہوتے (اہل بے تمہارا کفر) اور جو رسول آیا تو یوں کہنے لگے۔ پھر ایسوں کو ہدایت کہاں؟ ازلی بدنصیب ہیں۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ

اور البتہ ہم ان کے پاس ہدایت بھیجتے رہے تاکہ

يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥١﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ

وہ سمجھیں (وہ جو منصف ہیں) جن لوگوں کو ہم نے اس

الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ

(قرآن) سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس پر

يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ

ایمان لاتے ہیں اور جب ان کو (یہ کلام الٰہی) سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں

قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا

ہم اس پر ایمان لائے یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے ہم تو

كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ﴿٥٣﴾ أُولَٰئِكَ

اس کو پہلے ہی سے مانتے ہیں یہی وہ لوگ کہ

يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا

جن کو دوگنا بدلہ ملے گا ان کے صبر کی وجہ سے

وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ

اور یہ نیکی کے ساتھ بدی کو دفع کرتے ہیں اور

مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٥٤﴾ وَإِذَا

ہمارے دیے میں سے کچھ دیتے ہیں اور جب

سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا

بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں

لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ

ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال (دور ہی سے) تم کو

عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿٥٥﴾

سلام ہے ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَ

(اے رسول) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے

لَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ

لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے

وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

اور وہی راہ پر آنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

ترکیب

لهم وصلنا سے متعلق ہے بیناً القول القرآن مفعول وصلنا کا من قبله اے من قبل القرآن پس یہ اتینا سے متعلق ہے۔

تفسیر

اہل مکہ کا ایک یہ بھی شبہ تھا کہ حضرت موسیٰ کی طرح ایک ہی بار تمام کتاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیوں نہ دی گئی؟ تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہوتا ہے؟ اور نیز کیا موسیٰ کی کتاب کافی نہ تھی؟ پھر نئی کتاب کیوں نازل کی گئی؟ آج کل کے بعض ناواقف پادریوں نے بھی یہی شبہ کیا ہے) اس کا جواب دیتا ہے ولقد وصلنا لهم القول[1] لعلهم

[1] قرآن ۱۲ منہ

النصف

یتلی کردن کہ ہم جو پے در پے قول یعنی ہدایت کی بات قرآن مجید اور اس کی آیات یکے بعد دیگرے اس لیے بھیجتے رہے کہ وہ تمہیں۔ ہر روز ایک نئے فائدے اور نئی حکمت سے فیض اٹھانا اور تدریجاً یاد کرنا اور ہر ایک وقت اور زمانہ کی ضرورت کے موافق حکمت نو امیسہ اور اسرار شریعت سے واقف ہونا زیادہ تر موثر ہے جیسا کہ مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہے۔

الذین اٰتینٰھم الکتٰب[1] من قبلہ ھم بہ یؤمنون تمہارے اس شبہ کی کچھ بنیاد نہیں وہ لوگ کہ جن کو اس سے پہلے کتابیں دی گئی ہیں توریت زبور و دیگر صحف انبیاء۔ و اناجیل وہ قرآن مجید کے مضامین عالیہ پر نظر کر کے اس پر ایمان لاتے ہیں اور جانتے ہیں کہ مصلحتوں کے لحاظ سے ہر وقت میں یکے بعد دیگرے خدا تعالیٰ انبیاء پر الہام کرتا آیا ہے۔ توریت کے بعد زبور اور پھر اور بہت سے نبیوں کی کتابیں اور ان کے بعد انجیل مقدس نازل ہوئی ایک کتاب کافی نہ سمجھی گئی۔ اور یہ بھی نہیں ہوا کہ ان کتابوں کو ایک ہی بار نازل کر دیا ہو۔ اور نہ وہ صرف ایمان ہی لاتے ہیں بلکہ اذا یتلیٰ علیھم الا وہ اس کے برحق ہونے کی بھی گواہی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو اس پر پہلے ہی سے ایمان لائے ہوئے ہیں کیونکہ پہلی کتابوں میں انہوں نے اس کی بابت پیشین گوئیاں دیکھی تھیں۔ پس اعتبار ان اہل علم کی شہادت کا ہے جو کلام الٰہی کے پہچاننے کا ملکہ رکھتے ہیں نہ کہ تم جاہلوں کا، کہ تم کلام الٰہی کے اسلوب ہی سے واقف نہیں پھر تمہارے شبہ کی کیا وقعت ہے؟ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ ان کی نسبت ہو کہ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے شریعت سابقہ پر عمل کرتے تھے پھر جب آں حضرت مبعوث ہوئے تو آپ پر بھی ایمان لائے من جملہ ان کے سلمان اور عبداللہ بن سلام ہیں۔ مقاتل کہتے ہیں چالیس عیسائیوں کی طرف اشارہ ہے، کہ جن میں سے بتیس[۳۲] آدمی تو وہ ہیں کہ جو جعفرؓ کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر حبشہ سے آئے تھے اور آٹھ شام سے آئے تھے۔ اور رفاعہ بن قرظہ کہتے ہیں کہ دس آدمیوں کے بارے میں ہے کہ جن میں سے ایک میں بھی ہوں۔ مگر ان کی خصوصیت نہیں جس کسی میں یہ صفات پائی جاویں (نیشاپوری)۔

خدا تعالیٰ ان لوگوں کے حق میں خوش خبری دیتا ہے اور ان کے چند اوصاف بھی ذکر فرماتا ہے۔ خوش خبری یہ ہے اولٰئک یؤتون اجرھم مرتین کہ ان کو دوگنا ثواب ملے گا اور دو چند بدلہ دیا جائے گا۔ پہلی شریعت پر عمل کرنے کا بھی اور اس شریعت پر عمل کرنے کا بھی۔ یا ان کے ایمان لانے کا اور پھر شہادت دینے کا کیوں کہ ان کو بڑی بڑی سختیاں پیش آئی ہیں جن پر انہوں نے صبر کیا۔ بما صبروا یہ اوّل وصف تھا۔ ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ یہ دوسرا وصف ہے کہ جو کوئی ان سے برائی کرتا ہے وہ اس کے جواب میں اس سے بھلائی سے پیش آتے ہیں۔ گالی کے بدلے دعا دیتے ہیں۔ و مما رزقنٰھم ینفقون کہ اللہ کے دیے میں سے دیتے ہیں خیرات و صدقات بھی کرتے ہیں صرف زبانی جمع خرچ نہیں، یہ تیسرا وصف تھا۔ واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ اور جب جاہلوں کج بحثوں کی بے ہودہ باتیں اور رکیک حجتیں اور جز زبانیاں سنتے ہیں تو کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں اچھا بھئی تمہارے اعمال تمہارے

[1] اہل کتاب کے علماء کی طرف اشارہ ہے وہ اپنی کتابوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دیکھ کر حضرت کے ظاہر ہونے سے پہلے اسلام کی طرف مائل تھے ۱۲ منہ

شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ
تلے ہیں جو ہماری طرف سے روزی ہے　لیکن ان میں سے اکثر
لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن
نہیں جانتے　اور ہم نے بہت سی ایسی بستیاں ہلاک
قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۖ فَتِلْكَ
کر ڈالیں کہ جو معیشت میں حد سے بڑھ گئی تھیں سو (دیکھ) یہ ان کے
مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّن بَعْدِهِمْ
یہ گھر ہیں کہ اجڑے پڑے ہیں (کہ) ان کے بعد بہت ہی کم آباد
إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿٥٨﴾
ہوئے ہیں　اور آخر کار ہم ہی ان کے وارث بنے۔
وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ
اور آپ کا رب ایسا بھی نہ تھا کہ بستیوں کو بغیر اس کے کہ ان کی
حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو
بڑی بستی میں جو ... بھیجے جو ... تلاوت کرتے رہیں

وَقَالُوا إِن نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ
اور (کفار) کہتے ہیں اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت پر ہیں　تو اپنے ملک
مِنْ أَرْضِنَا ۚ أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ
سے اچکے جائیں　کیا ہم نے ان کو حرم میں امن سے
حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ
جگہ نہیں دے رکھی ہے کہ جس کی طرف ہر قسم کے میوے کھنچے چلے

عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي
تلاوت کرے　اور ہم بستیوں کو بغیر اس کے
الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿٥٩﴾ وَ
کہ وہاں کے لوگ ظالم ہوں　ہلاک نہیں کیا کرتے　اور
مَا أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ
تم کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے　وہ دنیا ہی کی زندگی کا

یہ اور ہمارے اعمال ہمارے لیے۔ ہم تم سے لڑنا تکرار کرنا نہیں چاہتے۔ یہ جو تمہارا وصف ہے۔ فرماتا ہے کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ دور کے ان اجنبیوں کو کیوں ہدایت ہوگئی اور ان لوگوں کو کیوں نہ ہوئی کہ جن کی ہدایت کی تجھے بڑی کوشش ہے کس لیے کہ انک لا تھدی من احببت الخ ہدایت تیرے قبضہ میں نہیں اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے۔

زجاج کہتے ہیں تمام اہل اسلام متفق ہیں کہ یہ آیت ابی طالب کے بارے میں ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کچھ چاہا کہ ایمان لاویں پر وہ ایمان نہ لائے۔ اس آیت اور اس آیت میں کچھ منافات نہیں وانک لتھدی الی صراط مستقیم کیوں کہ نفی جو ہے تو ایصال الی المقصود کی ہے اور اثبات جو ہے تو ارائۃ الطریق کا یعنی آپ رستہ بتاتے ہیں مگر اس پر چلنا اور مقصد تک پہنچنا اللہ کے بس میں ہے۔

سلہ بخاری نے۔ روایت کیا ہے کہ جب ابی طالب کا وقت وفات قریب آیا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے وہاں ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی موجود تھے آپ نے فرمایا اے چچا! کہہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لے میں اس سے تیرے لیے اللہ کے ہاں سند پکڑوں گا۔ ان دونوں نے کہا اے ابوطالب! کیا تو ملت عبدالمطلب سے پھرتا ہے؟ حضرتؐ بار بار وہی بات فرماتے تھے اور وہ بھی اپنی وہی کہتے تھے یہاں تک کہ آخر میں ابی طالب نے یہی کہہ دیا کہ میں تو عبدالمطلب کے مذہب پر ہوں اور کلمہ طیب نہ کہا۔ حضرتؐ کو رنج ہوا جس پر یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ منہ

الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ

اسباب اور اس کی آرائش ہے　اور جو کچھ (نعمتیں) اللہ کے پاس (موجود ہیں)

خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

وہ بہتر اور باقی رہنے والی ہیں پھر کیا تمہیں (اتنی بھی) عقل نہیں ۔ ف

ترکیب

معك متبع سے متعلق۔ نتخطف جواب شرط۔ خطف ربودن اُچکنا ۔ نمکن بمعنی نجعل اس لیے حرما کی طرف بنفسہ متعدی ہوا۔ امنا بمعنی مومن او ذا امن صفت ہے حرما کی۔ یجبی جملہ صفت ثانیہ۔ رزقا تجبی کے معنی سے مفعول مطلق وقیل حال وکونی موضع نصب باھلکنا۔ معیشتھا کا نصب بطرت ہے جس کا فاعل ضمیر قریۃ لان المعنی کفرت نعمتھا او جاوزت الحد۔ لم تسکن حال والعامل فیہ الاشارۃ الا قلیلا اے زمانا قلیلا۔ فمتاع الحیوۃ اے فالموتی متاع۔

تفسیر

مشرکین مکہ کا ایک اور شبہ تھا جس کو بعد وضوح دلائل کے پیش کیا کرتے تھے اس کو خدا تعالیٰ یہاں نقل فرماتا ہے وقالوا ان نتبع الھدی معك کہ اگر ہم تیرے ساتھ ہدایت پر آجائیں تو لوگ ہم کو اس جگہ سے مار کر نکال دیں۔

روایت ہے کہ حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم جانتے ہیں جو کچھ آپ کہتے ہیں حق ہے لیکن کیا کریں ہم کو خوف ہے کہ ہم کو عرب جلدی نکال دیں گے ہمارے لیے جنگ پر یک بیک سب آمادہ ہو جائیں گے اور مکہ سے نکال دیں گے۔ اور اکثر اہل دنیا حق معلوم ہو جانے پر بھی ایسے ایسے اغراض دنیاویہ پر نظر کر کے دین حق قبول نہیں کیا کرتے۔ اس کا جواب دیتا ہے اولم نمکن لھم حرما امنا کہ کیا ہم نے ان کو حرم مکہ میں امن سے نہیں بسایا ہے؟ عرب کی باہم مار دھاڑ ہوتی تھی مگر حرم کے رہنے والوں کو کوئی نہیں چھیڑتا تھا۔ دوسرے باوجودیکہ خشک پہاڑوں میں واقع ہے مگر یجبی الیہ ثمرات کل شیء۔ ہر قسم کے پھل اور میوے وہاں باہر سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ پھر جب کہ وہ مکہ میں بت پرستی کر رہے ہیں اس پر بھی ہم نے اس جگہ کی بزرگی سے ان کو وہاں امن اور رزق دے رکھا ہے تو خدا پرستی میں یہ بات ان سے ہم کیوں دور کریں گے؟ اور جو خدا پرستی میں کوئی مصیبت آوے اس کو برداشت کر کے دار آخرت کی نعمتیں حاصل کرنا ابدی جہنم میں جانے سے بہتر ہے۔ مگر عرب کے جاہلوں کو اول ان کے مسلمات ہی سے ساکت کیا۔ یہ جواب بعد میں دیا بقولہ وکم اھلکنا من قریۃ بطرت معیشتھا کہ تم ناز و نعمت کے بھروسہ پر بھی نہ رہنا کیوں کہ ہم نے بہت سے ایسے شہر ان کے کفر اور بدکاری کی وجہ سے ہلاک کر دیے ہیں کہ جن کے سامان عیش

ف حیف ہے ان لوگوں کی عقل پر جو دنیائے فانی کے لالچ میں آکر دین چھوڑ دیتے ہیں یا کسی گناہ اور بدکاری کو اختیار کر لیتے ہیں۔ ہائے! کے دن اور کے سال اس کو کھائیں پیئیں گے؟ نہیں دیکھتے کہ ان کے روبرو کیسے کیسے ناز و نعم والے بادشاہ اور والیان ملک خاک میں مل گئے۔ نہ آج ان کے وہ رنگ محل ہیں نہ ہاتھی گھوڑے نہ وہ زر و نقد نہ وہ عیش کے سامان نہ وہ حکومت و شوکت نہ وہ شراب اور اس کے طلائی گلاس نہ وہ مہ رویان تبہ کار، فقط ایک خاک کا ڈھیر ہے اور اس کے اردگرد حسرتوں کا انبار اور جہنم کی نار ہے، عبرت عبرت۔ ۱۲ منہ

حد سے زیادہ تھے اور وہ اس کی شکر گزاری نہ کرتے تھے پھر ہلاک بھی ایسا کیا فتلک مسٰکنھم لم تسکن من بعدھم الا قلیلا وکنا نحن الوارثین کہ ان کے مکانات خالی پڑے رہ گئے پھر ان کے بعد ان میں کوئی آکر نہ بسا، مگر کم مسافر یا کوئی وارد وصادر عارضی طور پر۔ بابل اور نینوی کے خرابات کسریٰ کی عمارات صور وصیدا کے کھنڈر یمن میں عاد کے بلند محل عبرت کی نشانیاں ہیں وہ سب مر گئے آخر ہم ہی مالک رہے کیوں کہ فنا خلق کے بعد ہم ہی باقی رہتے ہیں۔

شبہ ہوتا تھا کہ اگر خدا کو یوں ہی شہروں کو غارت کر دینا تھا تو نبی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ دوم بہت سے ایسے شہر ہیں اور تھے کہ جو ہر طرح کی بدکاری میں مبتلا تھے باوجودیکہ غارت نہ ہوئے اس کا جواب دیتا ہے وما کان مھلک القریٰ حتی یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم اٰیٰتنا کہ ہماری شان یہ نہیں کہ کسی شہر یا گاؤں کو یوں ہی ہلاک و برباد کر دیں بغیر اس کے کہ ان کے پاس ہمارا رسول آکر ان کو ہماری آیتیں سنائے یعنی حجت تمام کیے بغیر ہلاک نہیں کرتے۔ رسول بھیج کر اپنے احکام سے مطلع کر دیتے ہیں اس پر بھی جب وہ نہیں مانتے تب غارت ہوتے ہیں تاکہ بے خبری کا عذر باقی نہ رہے اس لیے رسول بھیجے اور جہاں جب تک رسول نہیں آئے وہ لوگ غارت نہیں کیے گئے اور ہم ناحق کسی کو برباد نہیں کرتے وما کنا مھلکی القریٰ الا واھلھا ظلمون ہم جب ہی کسی بستی کو غارت کرتے ہیں کہ جب وہاں کے لوگ ظلم پر کمر باندھتے ہیں۔ اس لیے حجت تمام کرنے کے لیے اسے اہل مکہ تم میں رسول بھیجا۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ نیک شہر برباد نہیں ہوتے اور وہ بربادی جب ہوتی ہے کہ جب رسول یا اس کا نائب احکام پہنچا دیتا ہے پھر وہ نہیں مانتے۔

پھر تیسرا جواب اور دیتا ہے وما اوتیتم من شیٔ فمتاع الحیوٰۃ الدنیا الخ کہ جس دنیا اور اس کے لذائذ کے لیے تم دین قبول نہیں کرتے وہ بے حقیقت اور فانی ہے ہاں وہ جو اللہ کے پاس ہے بہتر اور باقی ہے۔ سرور جاودانی اُسی عالم میں نصیب ہے۔ پھر جو کوئی بے بنیاد چیز کے لیے دائمی نعمت کو چھوڑے اس سے زیادہ کون بے عقل ہے؟ اس لیے اخیر میں فرمایا افلا تعقلون کہ تم کیوں عقل نہیں پکڑتے۔ بس عاقل وہی ہیں کہ دنیا کی بے ثبات لذتوں سے منہ پھیر کر دار آخرت اور یاد الٰہی کی طرف متوجہ ہیں۔ متاع برتنے کی ضروری چیزیں کھانا کپڑا مکان بیوی اور زینت آرائش اور تکلفات۔

أَفَمَن وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ

پھر کیا وہ شخص کہ جس کو ہم نے (جنت کا) وعدہ دیا ہو سو وہ اس کو

لَاقِيهِ كَمَن مَّتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ

پانے والا بھی ہو اس کے برابر ہو سکتا ہے کہ جس کو ہم نے دنیا کی چند روزہ

الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ

زندگی کے اسباب برتنے کو پھر وہ قیامت کے دن پکڑا ہوا

الْمُحْضَرِينَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ

آوے　اور جس روز ان کو پکارے گا

فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ

کہے گا　کہاں ہیں ہمارے وہ شریک کہ جن کا

كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِينَ

تمہیں گھمنڈ تھا　وہ لوگ کہ جن پر الزام

حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ

قائم ہو چکے گا　کہیں گے　اے ہمارے رب یہی ہیں وہ کہ

الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا

جن کو ہم نے بہکایا تھا (اور) ان کو ہم نے گمراہ کیا تھا جیسا کہ

غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ مَا كَانُوا إِيَّانَا

ہم خود گمراہ ہوئے تھے ان کی ذمہ داری آپ کے حضور میں دست برداری کرتے ہیں یہ ہم کو نہیں

يَعْبُدُونَ ﴿٦٣﴾ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ

پوجا کرتے تھے　　اور مشرکوں　　سے　　کہا جائے گا

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَ

تم اپنے معبودوں کو پکارو (کہ تمہاری مدد کریں) سو وہ ان کو پکاریں گے پھر وہ ان کو

رَأَوُا الْعَذَابَ ۖ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا

جواب بھی نہ دیں گے اور عذاب دیکھیں گے　　آرزو کریں گے اے کاش یہ لوگ

يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ

ہدایت پر ہوتے　　اور جب ان کو پکار کر پوچھے گا　　کہ

مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ

تم نے رسولوں　　کو کیا جواب دیا تھا　　پھر اس روز

عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا

ان کو کوئی بات بھی　　نہ سوجھے گی　　پھر وہ باہم بھی

يَتَسَاءَلُونَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ

پوچھ گچھ نہ کر سکیں گے　　پھر جس نے (دنیا میں) توبہ کی ہوگی اور ایمان لایا ہوگا

وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ

اور نیک عمل بھی کیا ہوگا　　پس امید ہے کہ　　وہ شخص

الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا

فلاح　　کو پہنچے　　اور (اے رسول) آپ کا رب جیسا چاہتا پیدا

يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۗ

کرتا ہے اور جس کو چاہتا منتخب کر لیتا ہے ان کو (اس میں) کچھ　　اختیار　　نہیں

سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾

اللہ پاک　　اور　　برتر ہے ان کے شریک کرنے سے

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ

اور آپ کا رب خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینوں میں مخفی ہے

وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾

اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔

ترکیب

ھٰؤُلَاءِ مبتدأ موصوف الذین صلہ موصول صفت اغوینٰھم خبر کما غوینا صفت ویکن ھٰؤُلَاءِ مبتدأ الذین الخ خبر اغوینٰھم جملہ مستانفہ لوانھم کانوا تحتہ۔ اگر شرط ہو تو بارادہ جواب محذوف۔

تفسیر

پھر دنیا کی نعمت اور آخرت کی مصیبت والے کا اس سے مقابلہ کر کے دکھاتا ہے کہ جس کے لیے حیاتِ جاودانی اور سرورِ ابدی تیار رکھا ہے اس کے جانے ہی کی دیر ہے بقولہ افمن وعدنٰہ وعدا حسنا فھو لاقیہ الخ کہ کیا یہ دونوں شخص برابر ہو گئے؟ ہرگز نہیں۔ بھلا کہاں وہ کہ اس کے لیے اس عالم میں بے شمار نعمتیں تیار کر رکھی ہوں اور وہ اس کو ملنے والی ہیں اس کے برابر ہے کہ جس کو دنیا کی زندگانی کا اسباب عطا ہوا لیکن قیامت کے روز اس کے لیے عذاب تیار ہے ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی جہل کے بارے میں ہے اور دوسرے طریق سے منقول ہے کہ اس میں حمزہؓ اور ابوجہل کی طرف اشارہ ہے افمن وعدنٰہ سے حمزہ کمن متعنٰہ سے ابوجہل۔ چوں کہ تمثیل کے طور پر آخرت کا ذکر آیا تھا اس لیے مسئلہ نبوت کو تمام کر کے مسئلہ آخرت ذکر فرمایا کہ وہاں مشرکوں سے یوں سوال ہوگا۔ من المفلحین تک ویوم ینادیھم اب یہاں سے وہ قیامت کی باز پرس شروع کرتا ہے کہ ان سے کہا جائے گا بتاؤ کہاں ہیں وہ کہ جن کو تم نے میرا شریک سمجھ رکھا تھا؟ اس کا جواب ان سے کچھ نہ بن آئے گا۔ مگر وہ لوگ کہ جن کے گمراہ کرنے سے یہ بہکے تھے اور اُس

عدالت میں ان پر جرم ثابت ہو کر سزا جہنم کا حکم ہو چکے گا اپنی برارت کے لیے یوں کہیں گے یہ لوگ ان کو ہم نے گمراہ کیا ہم نے ان پر کوئی جبر نہیں کیا تھا جس طرح باتوں باتوں میں پہلوں نے ہم کو بہکایا تھا اسی طرح ویسی ہی باتیں ان سے ہم نے بھی کیں یہ آپ بہک گئے ہم ان سے بری ہیں یہ لوگ ہرگز ہم کو نہیں پوجتے تھے قال الذین حق علیہم القول سے لے کر ما کانوا ایانا یعبدون تک کے یہی معنی ہیں۔ غرض یہ کہ جن کی تقلید کر کے آج یہ ان کو پوجتے ہیں، کل میدان قیامت میں ان کا ساتھ دینا تو درکنار ان کو بیزاری ظاہر کریں گے۔

وقیل ادعوا شرکاءکم یہاں سے ایک دوسرے عتاب کا بیان ہے کہ ان سے کہا جاوے گا اپنے معبودوں کو بلاؤ کہ وہ تمہاری فریاد رسی کریں پھر وہ ان کے معبود انہیں کچھ جواب نہ دیں گے لقولہ تعالیٰ وقیل ادعوا شرکاءکم فدعوہم فلم یستجیبوا لہم یہ اس لیے کہ ان کو اپنے معبودوں کی بے قدرتی اور بیزاری ثابت ہو کہ جن کو یہ آج پوج رہے ہیں یعنی برے وقت وہ کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ وہ مصیبت دیکھیں گے ورأوا العذاب پھر حسرت کریں گے لو انہم کانوا یہتدون کہ کاش ہدایت پر ہوتے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں لو شرطیہ ہے اور اس کا جواب محذوف ہے۔ ضحاک و مقاتل کہتے ہیں۔ یعنی المتبوع والتابع یرون العذاب ولو انہم یہتدون فی الدنیا لما ابصروہ فی الآخرۃ یہ تو ان پر توحید اختیار نہ کرنے سے الزام قائم ہوگا کہ جس کو رسولوں بغیر عقل سلیم بھی منواتی تھی۔ باقی دیگر احکام حلال و حرام جو رسولوں کے ذریعہ سے پہنچتے ہیں ان پر عمل نہ کرنے پر خاص رسولوں کی بابت سوال ہوگا کہ تم نے ان کو کیا جواب دیا تھا ویوم ینادیہم الخ یعنی ہمارے ایلچیوں کو کیوں نہیں مانا فعمیت علیہم الانباء ان کو کچھ بھی جواب نہ آئے گا فہم لا یتساءلون کہ آپس میں پوچھ بھی نہ سکیں گے کہ بوچھ کر بتاویں سخت ہیبت اور دہشت ہوگی۔ فاما من تاب الخ یہاں سے حشر کا فیصلہ بیان فرماتا ہے کہ جس نے کفر و شرک اور بدکاری سے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے ان کو فلاح اور نجات ہوگی۔ کلمہ عسیٰ امید دلانے کے لیے ہے۔ حشر کا حال بیان کر کے مناسب ہوا کہ کفار کے اس شبہ کا بھی جواب دے دیا کہ جو ان کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں تھا اس لیے کہ ابھی حشر میں انبیاء کے ماننے کی بابت سوال ہونے کا ذکر تھا جس کا یہ مطلب کہ آج تم نبوت میں یہ شبہ کرتے ہو کل میدان حشر میں تمہارا نبوت کے نہ ماننے پر یہ حال ہوگا۔ شبہ یہ تھا کہ یہ قرآن کسی بڑے سردار پر کیوں نہ اترا ایسے غریب آدمی کو کیوں نبی کیا لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم اس کا جواب دیتا ہے وربک یخلق ما یشاء ویختار کہ اللہ کو اختیار ہے کہ جو چاہے پیدا کرے جس کو چاہے ہرگز یہ حرکت ان کا کچھ اختیار نہیں اور نہ ان کے معبودوں کا کہ جن کو وہ خدائی میں شریک کرتے ہیں اللہ ان کے شریک کرنے سے پاک ہے وہ سب کچھ جانتا ہے ظاہر کی باتیں بھی دل کے خیالات بھی۔ جب وہ علام الغیوب ہے تو اس مصلحت کو بھی وہی جانتا ہے کہ فلاں کو کیوں نبی کیا[1]؟

[1] اور ممکن ہے کہ یہ جملہ وربک یخلق الخ ایک جملہ دلیل ہو رد شرک کے لیے کہ تیرا رب قادر و عالم و متصرف ہے برخلاف ان کے معبودوں کے کہ وہ نہ اختیار رکھتے ہیں نہ قدرت نہ علم حشر میں خود جانچیں گے اور کا کیا بھلا کر سکیں گے۔ اور ربک یہ تو بعض بھی ہے کہ تیرا رب ایسا ہے برخلاف ان کے معبودوں کے اور اس ہم کے دفع کی طرف بھی اشارہ ہے کہ خدا نے کسی کو نبی کسی کو کافر کسی کو جنتی کسی کو دوزخی کیوں بنایا۔ حشر کے ذکر پر یہ شبہ پیدا ہو سکتا تھا اس کا جواب دیا کہ وہ قادر و خالق و علیم ہے ۱۲ منہ

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ
اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں اسی کی تعریف ہے

فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ
دنیا اور آخرت میں اور اسی کے لیے فرمان روائی ہے

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ
اور اسی کے پاس تم کو پھر کر جانا ہوگا کہو بھلا دیکھو تو

اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ
اگر اللہ تم پر رات کو قیامت

سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ
تک دراز کر دے تو کوئی اللہ کے

غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا
سوا اور معبود ہے جو تم کو روشنی میں لائے پھر کیا

تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ
تم سنتے بھی نہیں کہو دیکھو تو (سہی) اگر

جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا
تم پر اللہ قیامت تک دن کو

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ
دراز کر دے تو کون معبود ہے اللہ کے سوا

يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ
جو تم کو رات میں لا دے جس میں تم آرام پاؤ

اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ
پھر کیا تم (اس نعمت کو) دیکھتے بھی نہیں اور اپنی رحمت ہی سے

جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا
اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم اس میں

فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ
آرام پاؤ اور اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور تاکہ

تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ
تم شکر کرو اور جس دن ان سے پکار کر پوچھے گا

اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ
کہ جن کو تم میرا شریک جانتے تھے وہ

تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ
کہاں ہیں؟ اور ہر گروہ میں سے ہم گواہی دینے

اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ
والا الگ کر لیں گے پھر ہم کہیں گے تم اپنی دلیل لاؤ

فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ
تب ان کو معلوم ہو جائیگا کہ حق اللہ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ وہ جھوٹ بنایا

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۷ ۱۵ ۱۰
کرتے تھے گئے گزرے ہو جائیں گے۔

ترکیب

سرمدا بجوز ان یکون حالا من اللیل وان یکون مفعولا ثانیا لجعل و الی یتعلق بسرمدا۔ من اللہ الخ جواب ہے ان جعل اللہ کا۔

تفسیر

وربک یخلق ما یشاء سے مبدأ میں گفتگو شروع ہو گئی تھی یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں اس لیے وھو اللہ لا الٰہ الا ھو سے اس کی تکمیل کی جاتی ہے گویا یہ بیان سابق کا تتمہ ہے اور قرآن مجید کی عادت ہے کہ کبھی مبدأ میں گفتگو کرتا ہے کبھی معاد میں کبھی نبوات و شرائع میں اور یہی باتیں مقصود بالذات بھی تھیں۔ فرمایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں دنیا و آخرت میں اپنی نعمتوں کے سبب وہی ستائش کا مستحق ہے اور فرمان روائی اسی کے لیے ہے

اور اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ اور کون ہے کہ جس میں یہ اوصاف ہیں؟ مشرکین گرچہ دوسرے خدا کے قائل نہ تھے مگر چوں کہ اور چیزوں کو بھی خدائی میں شریک جانتے تھے اور نافع وضار سمجھ کر ان کو پکارتے تھے اور نذر و نیاز کرتے تھے اس لیے ان سے یہ کلام کیا گیا کہ خدا کی جو باتیں ہیں وہ تو اللہ ہی میں ہیں ذکی کے لیے تو اسی قدر بس تھا۔ مگر وہ پشت در پشت ایسے ناپاک اور ظلمانی خیالات کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے وہ اتنی بات سے کب سمجھتے ہیں اس لیے ان کے معبودوں سے قدرت و اختیار نفع وضرر پہنچانے کی نفی کی گئی۔ اور سب سے پہلے ایک ایسی بات میں عاجزی ثابت کی کہ جس کی طرف انسان کو اشد ضرورت ہے اور بغیر اس کے کسی طرح چارہ نہیں۔ وہ کیا، رات دن کا اپنے اندازۂ خاص پر ہونا اور ان سے آرام اٹھانا، پس فرماتا ہے قل ارایتم ان جعل اللہ علیکم الیل سرمدا الی یوم القیمۃ الخ کہ ان سے پوچھو اگر خدا تم پر رات کو اس قدر دراز کر دے کہ قیامت تک صبح نہ ہو تو پھر تمہارے معبودوں میں سے کوئی ایسا ہے کہ صبح کر دے؟ اسی طرح اگر دن کو اس قدر بڑا کر دے کہ قیامت تک شام نہ ہو تو پھر تمہارے معبودوں میں سے وہ کون سا ہے جو تمہارے آرام کے لیے رات پیدا کرے؟ رات میں آرام پانا سکون طبع ہونا ایک طبعی بات ہے۔ رات کی درازی میں تو افلا تسمعون فرمایا تھا کیوں کہ رات میں اندھیرا ہوتا ہے دکھائی کم دیتا ہے کانوں سے کام لیا جاتا ہے اندھیرے میں آدمی سن سکتا ہے دیکھ نہیں سکتا اور دن میں دیکھنا ہو سکتا ہے اور روشنی میں آنکھ زیادہ کام دیتی ہے اس لیے یہاں افلا تبصرون فرمایا۔

ومن رحمتہ جعل لکم الیل والنہار لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون۔ فرماتا ہے اسی کی عنایت ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنایا لتسکنوا تاکہ آرام پاؤ، سکون ملے یہ رات کا فائدہ ہے۔ ولتبتغوا من فضلہ کہ اس کے فضل یعنی روزی کی تلاش کرو تجارت وزراعت وغیرہ اسباب معاش میں مصروف ہو یہ دن کا فائدہ ہے کیونکہ دن میں انسان کاروبار کرتا ہے ولعلکم تشکرون دونوں سے متعلق ہے۔ یہ چیزیں اس لیے بنائیں کہ تم شکر کرو۔ اب روزمرہ کی نعمت کی بے قدری اور ناشکری کو دیکھیے۔

اس برہان کے بعد حشر کے دن کا عجز بیان کرتا ہے ویوم ینادیھم الخ کہ ان سے پکار کر کہا جاوے گا تاکہ ہر کوئی سنے اور ان کی رسوائی سب پر ظاہر ہو کہ وہ تمہارے معبود کہاں ہیں؟ اور اس عدالت میں ہم ہر ایک امت میں سے گواہی دینے والا نبی یا اس کا نائب بلائیں گے جو گواہی دے گا کہ میں نے ان کو حکم پہنچا دیا تھا۔ پھر خدا تعالیٰ ان مجرموں سے کہے گا کہ اب کوئی دلیل یا سند پیش کرو کیا خاک پیش کریں گے۔ پس ان پر ظاہر ہو جاوے گا کہ اللہ کا فرمانا برحق ہے اور ہمارے جھوٹے ڈھکوسلے تھے کہ فلاں دیوی قیامت میں یہ کرے گی دیوتا یوں کام آوے گا۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ

بے شک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا

فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ

پھر وہ ان سے اکڑنے لگا اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیے تھے

مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ

کہ اس کی کنجیاں چند زور آور مرد بمشکل

أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ

اٹھاتے تھے (قارون کے اکڑنے پر) جب اس کو اس کی قوم نے کہا

لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿٧٦﴾ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ أُوْتِيَ

کہ اترامت کیونکہ اللہ کو اترانے والے نہیں بھاتے ۔ کہنے لگے کہ اے کاش ہمارے لیے بھی ویسا ہی ہوتا جیسا کہ قارون کو

وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ قَارُوْنُ إِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿٧٧﴾ وَ

دیا گیا ہے وہ تو بڑا نصیبے والا ہے ۔ اور

اور جو کچھ تجھ کو اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر

وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ

اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول اور علم والوں نے کہا کم بختو! اللہ کا ثواب

اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَ

بھلائی کر جس طرح اللہ نے تجھ سے بھلائی کی اور بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لایا اور نیک کام کیا اور

تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿٧٨﴾ فَخَسَفْنَا

ملک میں خرابی ڈالتا نہ پھر کسی سے کہ اللہ کو یہ نہیں ملتا مگر صبر کرنے والوں کو پھر ہم نے

لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٧٩﴾ قَالَ اِنَّمَآ بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ

مفسد لوگ پسند نہیں آتے اس نے کہا مجھے تو قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر اس کی ایسی کوئی بھی

اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ اَوَلَمْ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

یہ ایک ہنر سے ملا ہے جو مجھے حاصل ہے کیا اس نے جماعت نہ تھی جو اس کو (عذاب) اللہ سے بچا لیتی

يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿٨١﴾ وَاَصْبَحَ

معلوم نہیں کیا کہ اللہ نے اس سے پہلے ایسے قرن اور نہ وہ خود بچ سکا اور وہ

قَبْلَهٗ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ

ہلاک کر دیے ہیں جو قوت اور مال لوگ جو کل اس کے مرتبہ کی تمنا کرتے تھے آج

مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ جَمْعًا وَلَا يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ

میں اس سے بھی زیادہ تھے اور صبح کو کہنے لگے کہ ہائے رے اللہ اپنے بندوں میں سے

يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٨٢﴾ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

گناہ گاروں کے گناہوں سے پرسش نہیں کی جاتی ہے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ وَيَقْدِرُ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا

پھر (ایک دن) اپنی قوم کے سامنے اپنی تیاری سے نکلا تنگ کرتا ہے اگر خدا کی ہم پر مہربانی نہ ہوتی تو

قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰوَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٣﴾ ع ۷ ۱۱

تو دنیا کی زندگی کے طالب ہم کو بھی زمین میں دھنسا دیتا ہائے کافروں کو فلاح نہیں ہوتی ۔

ف حاشیہ ——— بصفحہ آئندہ ۔

ترکیب

ما ان مفاتحہ۔ ما بمعنی الذی فی موضع نصب بآتینا و ان واسمہا وخبرہا صلۃ الذی ولذا کسرت ان لتنوء ۔ لے تثقلہم غالبا۔ لتنوء وقد یقال انا تہ دنوءت بہ وقیل ہو علی القلب اے لتنوء بہ العصبۃ ومن الکنوز تتعلق بآتینا واذ قال لہ ظرف لآتینا ہ والاوجہ ان یقال اذکر اذ قال لہ قومہ۔ فیما آتاک ما مصدریۃ او بمعنی الذی وہی فی موضع الحال اے واطلب متقلبا فیما آتاک اللہ اجرا الآخرۃ ویجوز ان یکون ظرفا لابتغ۔ علی علم فی موضع الحال وعندی صفۃ لعلم من قبلہ ظرف لاہلک من ھی مفعول۔

تفسیر

کلام اس میں آگیا تھا کہ ما اوتیتم من شیء فمتاع الحیوۃ الدنیا وزینتہا وما عند اللہ خیر و ابقی کہ دنیا کے ناز و نعم بے ثبات ہیں فنا۔ باقیہ دار آخرت کی ہیں پھر اس کے سبب دار آخرت کو چھوڑنا پوری بدنصیبی اور بے عقلی ہے۔ اس کے بعد اسی کے متعلق کلام رہا۔ اب اس کی توضیح و تمثیل کے لیے ایک بڑے مالدار کا قصہ بیان کرتا ہے کہ جس نے مال کے غرور میں دار آخرت کی نعمتوں کی اور نبی سے سرکش ہو گیا جس سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ پھر یہ دولت دنیا ہی میں باقی رہتی ہے اور بلاء آسمانی نازل ہو جاتی ہے یعنی دار آخرت کا عذاب تو جو کچھ ہو گا سو ہو گا مگر جس دولت پر پھولا ہوا ہے وہ بھی دنیا میں سدا اس کے پاس نہیں رہتی۔

قارون کا قصہ ف

اور وہ مال دار ایک شخص بنی اسرائیل میں کا تھا جس کا نام قارون تھا فقال ان قارون کان من قوم موسی فبغی علیہم الخ۔ فبغی علیہم سو اس نے موسیٰ اور ہارون اور بنی اسرائیل کے فرماں بردار سرداروں سے سرکشی اور مقابلہ کیا اور حالاں کہ اس کو خدا نے اس قدر خزانے دیے تھے کہ ان مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ اولی القوۃ اس کی کنجیوں کے اٹھانے سے چند زور آور آدمی تھک جاتے تھے۔ والمفاتح جمع مفتح بکسر المیم وہو مایفتح بہ الباب یعنی مفتح کنجی۔ مفاتح اس کی جمع کنجیاں۔ اور جمع مفتح بالفتح وہو الخزانۃ۔ مفتح بالفتح خزانہ اگر مفاتح اس کی جمع ہو گی تو اس کے معنی بہت سے خزانے۔ نیشاپوری اور بعض مفسرین پہلے معنی پر طعن کر کے دوسرے معنی کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس قدر مال ہو نہیں سکتا کہ جس کی کنجیوں کے بوجھ سے ایک جماعت تھک جاوے۔ اور اگر ہم ایک شہر سونے سے بھرا ہوا بھی فرض کر لیں تو اس کے لیے بھی ایک کنجی کافی ہے۔ اسی لیے ابو رزین کہتے ہیں کہ تمام کوفہ کو ایک کنجی کافی ہے۔ اور نیز کنوز دفینہ کو کہتے ہیں اس کے لیے کنجیوں کی کیا ضرورت ہے؟ پس معنی یہ ہوئے کہ اس کے پاس اس قدر خزانے تھے کہ جن کے اٹھانے سے چند قوی آدمی تھک جاتے تھے اور یہ ممکن ہے۔ لیکن جو لوگ مفاتح کو کنجیاں سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں وہ زمانہ اور طور کا تھا آج کل کے عمدہ قفلوں اور باریک اور نازک کنجیوں پر قیاس نہ کرنا چاہیے موٹی موٹی بھاری بھاری کنجیاں ہوں گی جیسا کہ اب بھی بنیوں کی دکانوں کی ہوتی ہیں۔

لے (حاشیہ صفحہ گزشتہ) ویکان۔ ویک عند الکوفیین بمعنی ویک وجوز جار اللہ ان یکون الکاف کاف الخطاب مضمومۃ انتہی ۱۲ منہ

ف ـــــ گو یہ قصہ توریت میں بھی ہے مگر قرآن مجید نے کن لفظوں میں لوگوں کو اس خوبی کے ساتھ جو عبرت دلاتا اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے ۱۲ منہ

خصوصاً دیہات میں اور پھر اس کنوس نے ہر ہو چیز کو ایک صندوق میں مقفل کر رکھا تھا کسی میں کپڑے کسی میں برتن کسی میں کچھ کسی میں کچھ اسی طرح کئی سو صندوق ہوں تو پھر ایسی کنجیوں کے اٹھانے کے لیے ضرور کئی آدمیوں کی ضرورت پڑتی ہوگی۔ اور کئی نچروں پر لدتے ہوں گے۔ پس یہ ممکن ہے اور اسی کو ابن عباسؓ اور حسنؒ نے اختیار کیا ہے۔ ابو مسلم کہتے ہیں مفاتح سے مراد علم کے مفاتح ہیں جن کا احاطہ جماعت ذی قوت پر دشوار ہے جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے وعندہ مفاتح الغیب یہ توجیہ بالکل غلط ہے ابو مسلم کو شاید کتب اہل کتاب کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

اذ قال لہ قومہ لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین کہ اترا نہیں خدا کو اترانا نہیں بھاتا وابتغ فیما اٰتاک اللہ الدار الاٰخرۃ کہ جو کچھ اللہ نے تجھ کو دیا ہے مال و عزت اس سے دار آخرت حاصل کرو ولا تنس نصیبک من الدنیا اور جو کچھ دنیا میں تیرا حصہ ہے کھانے پینے میں اس کو فراموش نہ کر یعنی دولت دنیا سے نفع اٹھاؤ کہ وہ بڑا بخیل تھا، یہ اس لیے کہا مطلب یہ کہ اللہ کی راہ میں دے اور خود بھی کھا پی اور تکبر اور سرکشی نہ کر قال انما اوتیتہ علی علم عندی کہ میں نے یہ جو کچھ حاصل کیا ہے تو اپنی دانائی اور ہوشیاری سے حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ آج کل نئی روشنی والے جب کامیاب ہو جاتے ہیں تو اس کو اللہ کا فضل نہیں سمجھتے اپنی ہی لیاقت اور دانائی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھ کر استعداد اور علم کے لوگ کیسے نامراد پھرتے ہیں۔

اولم یعلم میں اللہ تعالیٰ اس کی ناشکری پر تہدید ظاہر فرماتا ہے کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ اللہ نے اس سے پہلے کیسے کیسے مال داروں زور آوروں کو غارت کر دیا ہے اور پھر جب وقت آجاتا ہے تو مجرموں سے کچھ نہیں پوچھا جاتا یعنی ان کا کوئی عذر نہیں سنا جاتا۔

فخرج علی قومہ فی زینتہ ایک روز بڑی آرائش سے قوم کے سامنے آیا (اور ممکن ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں کہ اپنی زینت میں قوم سے مقابل و مخالف ہو بولتے ہیں خرج علی فلان اے بغی علیہ) جس کو دنیا داروں نے دیکھ کر بڑی حسرت کی۔ آخر وہ مال کے ساتھ زمین میں غرق کر دیا گیا۔ اس پر لوگوں کو متنبہ کیا۔

یہ قصہ توریت کے سفر عدد کے سولہویں باب میں بالتصریح مذکور ہے جس کے مختصر جملے یہ ہیں:۔

" اور قارح (یعنی قارون) بن اظہار بن قہات بن لاوی نے لوگ لیے" الخ۔ اڑھائی سو شخص جو سرگروہ اور نامی اور جماعت کے لیڈر مشہور تھے موسیٰ کے مقابلہ میں اٹھے اور وے موسیٰ اور ہارون کی مخالفت پر جمع ہوئے اور انہیں کہا الخ۔ تم کیوں آپ کو خداوند کی جماعت سے بڑا جانتے ہو" الخ پھر موسیٰ نے قارح کو کہا اے بنی لاوی سن رکھو الخ۔ اب تم کہانت (امامت) کو بھی چاہتے ہو سو تو اور سب تیرے گروہ خداوند کی مخالفت پر اکٹھے ہوئے اور ہارون کون ہے جو تم اس کی شکایت کرتے ہو" (قارون چاہتا تھا کہ موسیٰ اور ہارون کے برخلاف لوگوں کو اکسا کر سرداری آپ لے اور خصوصاً کہانت کے عہدہ کا اس کو بڑا رشک تھا کہ یہ اپنے بھائی ہارون کو کیوں دیا مجھے کیوں نہ دیا) تب موسیٰ کا غصہ بھڑکا اور خداوند سے یوں بولا ان کے ہدیے کی طرف توجہ مت کر۔ میں نے ان سے ایک گدھا بھی نہیں لیا نہ ان میں سے کسی کو دکھ دیا۔ پھر موسیٰ نے قارح کو کہا کہ تو اپنے سارے گروہ سمیت تو اور وے اور ہارون بھی خداوند کے حضور کل کے دن حاضر ہوں اور ہر ایک شخص اپنا اپنا عود سوز لیوے اور اس میں بخور ڈالے الخ۔ سو ہر ایک آدمی نے اپنا اپنا عود سوز لیا اور اس میں آگ بھری اور اس پر بخور ڈالا اور جماعت کے خیمے کے دروازے پر موسیٰ اور ہارون سمیت آکھڑے ہوئے اور قارح نے اس سارے گروہ کو

ان کی مخالفت پر جماعت کے تجمیے کے دروازے پر جمع کیا (فخرج علی قومہ فی زینتہ کے یہی معنی ہیں) تب خداوند کا جلال اس سارے گروہ کے سامنے ظاہر ہوا اور خداوند نے موسیٰ اور ہارون کو خطاب کر کے فرمایا تم آپ کو اس گروہ میں سے جدا کرو تاکہ میں انہیں ایک پل میں ہلاک کروں الخ۔ تب موسیٰ نے کہا تم اس سے جانیو کہ خداوند نے مجھے بھیجا ہے الخ۔ اگر یہ آدمی اس موت سے مریں جس موت سے سب مرتے ہیں یا ان پر کوئی حادثہ ایسا ہووے جو سب پر ہوتا ہے تو میں خداوند کا بھیجا ہوا نہیں۔ پر اگر خداوند کوئی نئی بات پیدا کرے اور زمین اپنا منہ پھیلاوے اور ان کو اس سب سمیت جو ان کا ہے نگل جاوے اور جیتے جی گور میں جاویں تو تم جانیو کہ ان لوگوں نے خداوند کی اہانت کی اور یوں ہوا کہ جوں ہی موسیٰ یہ سب باتیں کہہ چکا تو زمین جو اُن کے نیچے تھی پھٹی اور زمین نے اپنا منہ کھولا اور انہیں اور ان کے گھروں اور ان سب آدمیوں کو جو قارح کے تھے اور ان کے سب مال کو نگل گئی سو وہ اور سب جو اُن کے تھے جیتے جی گور میں گئے اور زمین نے انہیں چھپا لیا اور جماعت کے درمیان سے فنا ہو گئے۔

(فخسفنا بہ وبدارہ الارض فما کان لہ من فئۃ ینصرونہ من دون اللہ وما کان من المنتصرین کے یہی معنی ہیں) اور سارے بنی اسرائیل جو ان کے پاس تھے ان کا چلانا سن کے بھاگے کہ انہوں نے کہا ایسا نہ ہو کہ زمین ہم کو بھی نگل جاوے" انتہی ملخصاً۔

ویکان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر (دنیا کی مال داری کچھ مقبولیت کی دلیل نہیں)۔

لولا ان من اللہ علینا لخسف بنا ویکانہ لا یفلح الکفرون کے یہی معنی ہیں۔ یعنی اس کی دولت دیکھ کر جو ہم حسرت کرتے تھے اور اس کو بڑا شخص جانتے تھے اگر اور لوگوں کی طرح ہم بھی ان کے ساتھ ہو جاتے تو ہلاک ہو جاتے۔

کافروں یعنی پیغمبروں سے مقابلہ کرنے والوں کو فلاح نہیں ہوتی۔

قارون کی دولت کا توریت میں کچھ ذکر نہیں، مگر قرآن سے اس کا مال دار ہونا معلوم ہوتا ہے اور وہ اپنی قوم میں بڑا مال دار تھا۔ یہ مال اس نے مصر میں تجارت یا فرعون کی نوکری سے حاصل کیا تھا۔ باقی اس کی کیمیا گری اور فسون سازی کے جو افسانے لوگوں نے لکھے ہیں بے سند باتیں معلوم ہوتی ہیں قصہ گو تھوڑی سی بات کو بڑھا کر لیتے ہیں۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ

(دنیا تو فانی ہوگی) یہ آخرت کا گھر ہم خاص ان کو ہی دیتے ہیں جو

لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا

نہ زمین میں گردن کشی کرنا چاہتے ہیں اور نہ

فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٨٣﴾ مَنْ

فساد اور انجام تو پرہیزگاروں کا ہی (اچھا ہے) جو کوئی

جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۖ وَمَنْ

نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ملے گا اور جو کوئی

جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ

بدی لائے گا سو بدی کرنے والوں کو

عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾

اسی قدر سزا دی جائے گی جو وہ کرتے تھے۔

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ

(اے نبی) جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے

لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ۚ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ

وہ ضرور آپ کو معاد کی طرف پھیر لے گا (اے نبی) کہہ میرا رب خوب جانتا ہے

مَن جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي

کہ کون دین حق لے کر آیا ہے اور کون صریح

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا

گمراہی میں پڑا ہوا ہے　اور آپ کو توقع بھی نہ تھی کہ

اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً

آپ پر کتاب اُتاری جائے گی مگر آپ کے رب کی آپ پر

مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا

مہربانی ہوئی (جو کتاب اُتاری)　پھر آپ کافروں کی طرف داری

لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ

نہ کرنا　اور ایسا نہ ہو کہ اللہ کی آیتیں نازل

اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ

ہو چکنے کے بعد آپ کو ان سے کوئی باز رکھے

وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

اور آپ لوگوں کو اپنے رب کی طرف بلائیے چلیے اور ہرگز مشرکین میں

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ

شامل نہ ہونا　اور اللہ کے ساتھ اور کسی معبود کو

اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ

نہ پکارنا　اس کے سوا کوئی معبود نہیں　ہر چیز مٹ جانے

هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ

والی ہے　مگر　اس کی ذات اسی کی بادشاہی ہے　اسی کے پاس

تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

تم کو پھر کر جانا ہے۔

ترکیب

تلک مبتدأ والدار نعت وجعلھا خبر من موضع نصب میں ہے اعلوا سے ومن یہ معطوف ہے من اول پر الا رحمۃ اسے ولکن القی رحمۃ الا وجھہ استثناء من الجنس اسے الا آیاۃ۔

تفسیر

قارون کی بربادی کا حال بیان فرما کر اور یہ بات ثابت کر کے کہ دارِ آخرت کی نعمائے باقی اور بہتر ہیں یہ بات بتلاتا ہے کہ اس دارِ آخرت کا کون مستحق ہے اور کن کن باتوں سے حاصل ہوتا ہے۔

فقال تلک الدار الاٰخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا کہ یہ دارِ آخرت ہم اُس کو دیں گے کہ جو دنیا میں سرکشی اور فساد کرنے کا قصد بھی نہ کرے گا۔ علو گردن کشی تکبر۔ اس کی ضد اسلام گردن نہادن یعنی جو اللہ اور اس کے رسول کے آگے گردن جھکائے ان کی سب باتوں کو مانے۔ اس میں تمام عقائد آگئے یعنی قوتِ نظریہ کی تکمیل اور فساد کی ضد اصلاح ہے اس میں اعمالِ صالحہ آگئے یعنی نیک کام کرے۔ اب یہ خیال کرنا کہ دارِ آخرت کے لیے ایمان اور عملِ صالح کی کوئی شرط نہیں تکبر اور فساد نہ کرنا ہی کافی ہے محض غلط خیال ہے۔ ان اعتقادیات اور عملیات کو ترکِ تکبر اور فساد کے الفاظ سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ فرعون اور قارون کہ جن کا اس سورت میں ذکر ہے وہ کم بخت اسی تکبر اور فساد سے ہلاک ہوئے ہیں والعاقبۃ للمتقین میں اس کی تصریح ہے کہ ترکِ تکبر اور ترکِ فساد سے ایمان اور عملِ صالح مراد ہیں کیوں کہ بغیر اس کے متقی نہیں ہوتے اور عاقبت یعنی آخرت اور اس کی خوبیاں متقیوں کے لیے ہیں۔ یہ جملہ کلام سابق کی تفسیر یا تاکید ہے۔ من جاء بالحسنۃ میں اور بھی تصریح و تفصیل ہے کہ جو کوئی نیکی کرے گا اس سے بھی بہتر بدلا پاوے گا اور جو بدی کرے گا اسی کی سزا پاوے گا۔ یہ دارِ آخرت کا قانون ہے۔ کفار اور بت پرست دارِ آخرت کا ذکر سن کر کہتے تھے کہ دراصل ہم ہی دارِ آخرت کے مستحق ہیں جو کام ہم کر رہے ہیں وہی ہدایت اور

ع ۱۰ ۱۲

سعادت کے کام اور دارِ آخرت کے وسائل ہیں (اور تمام مذاہب باطلہ کو بھی خبط ہے کہ وہ اپنے اعتقادِ بد اور عمل فاسد کو موجب نجات جانتے ہیں دوسرے کو محروم) اور اسی لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے کہ تجھے دارِ آخرت نصیب نہیں اور نہ تو ہدایت پر ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے ان الذی فرض علیك القرآن لرادك الی معاد کہ میں نے تجھ پر قرآن کا پڑھنا اور لوگوں کو سنانا فرض کیا جو راہِ راست اور ہدایت کا سرچشمہ ہے ضرور تجھے معاد یعنی دارِ آخرت میں پہنچادے گا یعنی وہاں کی خوبیاں نصیب کرے گا۔ معاد جائے بازگشت۔ اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ یہ کفار جو تجھے مکہ سے نکالتے ہیں ہم پھر تجھے یہاں لاویں گے چنانچہ بعد ہجرت کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے اور یہاں کے قابض ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے اس پیشین گوئی کو صادق کردیا اور حضرتؐ کا اعجاز پورا ہوا۔ ابن ابی حاتم نے ضحاک سے روایت کیا ہے کہ جب آپؐ مکہ سے نکلے اور جحفہ تک پہنچے تو مکہ کا شوق ہوا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ بخاری نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ معاد سے مکہ مراد ہے۔

اور ان سے کہہ دے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ ہدایت پر کون ہے اور گمراہی صریح میں کون پڑا ہوا ہے۔ پھر آنحضرتؐ کو تسکین دیتا ہے وما کنت ترجوا الخ کہ اس وحی کی تجھے تو امید بھی نہ تھی پھر خود ہم نے اپنی رحمت سے قرآن نازل کیا، پھر تو خاموشی اختیار کرکے کافروں کا مددگار نہ بن اور ان کے شبہات سے اللہ کی آیتوں سے نہ رک۔ تو شوق سے اپنے رب کی طرف لوگوں کو بلا اور مشرکوں میں شامل نہ ہو اور اللہ کے سوا اور کسی کو نہ پکار کیوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سوا جو کوئی ہے تو فنا ہونے والا ہے دنیا سے یا ممکن الوجود ہے مگر وہ۔ وجہہ سے اس کی ذات تعبیر کی گئی ہے اور اسی کی بادشاہی ہے اور سب کو اسی کے پاس پھر کر آنا ہے۔ یہ تین علامتیں معبود برحق کی ہیں باقی اور ابدی ہونا، بادشاہی ہونا، اس کے پاس سب کو پھر کر آنا۔ یہ باتیں اور کسی میں نہیں پس وہ معبود بھی نہیں۔ اس لیے ان کے پکارنے سے منع کیا۔

حاصل یہ کہ تو راہِ راست پر ہے اور لوگوں کو توحید کی تعلیم کر ان کے کہنے کا کچھ بھی خیال نہ کر۔ سبحان اللہ سورت کو کن عمدہ مقاصد پر کس لطف کے ساتھ تمام کیا ہے۔

سورۂ عنکبوت

مکیہ ہے اس میں انہتر ۶۹ آیات اور سات ۷ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان　نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۝١ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ

ف　کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے　کہ ہم آنا

يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا

کہ کہ چھوٹ جاویں گے　اور ان کی

يُفْتَنُوْنَ ۝٢ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ

آزمایش نہ کی جاوے گی　اور بے شک ہم نے ان سے پہلوں کو بھی

لہ اس قید سے وہ تعارض اٹھ گیا جو نعمائے جنت کے لیے دائمی اور باقی رہنے والا فرمایا ہے کس لیے کہ اس فنا اور ہلاک سے مراد فنا اس عالم کا ہے اور (ہلاک کے معنی ممکن الوجود کے لیے ہیں اس کے نزدیک تو حشر سے تعارض ہی نہیں ۱۲ منہ　ف　یہ حروفِ مقطعات مخاطب کے (باقی بر صفحہ آیندہ)

مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

آزمایا ہے پھر اثر ضرور معلوم کر کے رہے گا کہ

صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝٣

کون سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ

کیا بری کرنے والوں نے (یہ) سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہم سے بھاگ کر

اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝٤

آگے نکل جائیں گے وہ بہت ہی بری تجویز کیا کرتے ہیں

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ اللّٰهِ فَاِنَّ

جس کسی کو (ہو کہ) اللہ سے ملنے کی توقع ہو (تو اس کو فرمانبرداری کرنی چاہیے)

اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٥

کیونکہ اسکی مقرر کردہ اجل ضرور آنے والی ہے اور وہ ہر کچھ سنتا جانتا ہے

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ

اور جو کوئی کوشش کرتا ہے تو اپنے ہی بھلے کے لیے کرتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦

البتہ اللہ تو تمام جہان سے بے نیاز ہے

ترکیب

ان یترکوا ان واعلمت فیہ تسد مسد المفعولین۔ ان یقولوا اے بان یقولوا و یجوز ان یکون بدلا من ان یترکوا۔ من کان شرط والجواب فان اجل اللہ والتقدیر لاتیہ۔

تفسیر

پہلی سورت کے خاتمہ میں فرمایا تھا ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد اور معاد دارِ آخرت کی طرف کامیابی کے ساتھ جانا آسان بات نہیں اس میں بڑی بڑی جاں فشانیاں کرنی پڑتی ہیں اور بڑی سختیوں کی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اس لیے اس سورت میں الٓمٓ سے ایک خاص مطلب کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمایا احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون کہ کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دینا اور صرف ایمان لا کے چپ رہنا کافی ہے اور ان کی کوئی آزمائش نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی۔ کس لیے کہ ان سے پہلے بھی ایمان داروں نے بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں آزمائے گئے ہیں گھر بار لوٹے گئے ہیں ماریں پڑی ہیں دیس سے نکالے گئے ہیں اس سے اہل اسلام کو مضبوط کیا جاتا ہے کہ اسلام میں تکالیف دیکھ کر

(بقیہ صفحہ گزشتہ) تنبیہ کرنے کے لیے شروع کلام میں آتے ہیں جیسا کہ شنوہ دیکھو تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس کے بعد کوئی بڑی بات کہی جائے گی اسی لیے بجز تین صورتوں کے اس کو کے بعد کتب یا تنزیل یا قرآن کا ذکر آیا ہے جو بڑی بھاری بات ہے مگر ان تین سورتوں میں بھی اور دوسری بھاری بات بیان ہوئی ہے کھیعص۔ الٓمٓ۔ غلبت الروم۔ الٓمٓ۔ احسب الناس۔ سو یہ بھی ایک بڑی بات تھی کہ لوگ زبان سے آمنا کہنا کافی سمجھتے تھے۔ اور ان حروف میں اور بھی اشارات ہوتے ہیں جیسا کہ یہاں الف سے اللہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ ہی نے سب کو بنایا اور وہی باقی رہے گا۔ لام سے مبدء آگیا۔ ل سے رسل کہ اس نے دنیا کی رہنمائی کو رسول بھیجے۔ م بالوسط آگیا۔ م سے معاد یعنی دارِ آخرت اور وہاں کی خوبیاں اس میں علم معاد آگیا۔ اور لطف یہ ہے کہ پہلے اثر کا حرفِ اول لیا بیچ میں رسول کا حرفِ اخیر پھر معاد کا حرفِ اول تاکہ معلوم رہے کہ رسولوں کا بھیجنا ہدایت کا ذریعہ ہے اور مقصود مبدأ و معاد ہے۔ اور رسول کا اخیر حرف لینا یہ بھی بتلاتا ہے کہ اب رسولوں کا بھیجنا آخر ہوا ۱۲ منہ

نہ گھبرائیں ایسی ہی آزمائشوں میں سچے جھوٹے کا امتیاز ہوتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خصوصاً ہجرت سے پیشتر ایمان داروں کو بڑی بڑی مصیبتوں کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔ کافروں سے مار کھانا، جلاوطن ہونا، مارا جانا، جورو بچے چھٹنا، مال و اسباب سے دست بردار ہونا وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی دیوار سے تکیہ لگائے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بعض صحابہؓ نے مشرکین کے ظلم و ستم کی شکایت کی کہ ہم یوں یوں ستائے جا رہے ہیں آپ دعا نہیں کرتے خفا ہو کر فرمایا تم سے پہلے دین دار آرے سے چیرے گئے ہیں پھر وہ دین سے نہ ہٹے لوہے کے کنگھے ان کے سر میں کیے گئے کہ گوشت چیر کر ہڈی تک پہنچ گئے پر وہ تب بھی اپنے دین سے نہ ہٹے۔ اور قسم ہے اللہ کی یہ دین تو پھیلے گا یہاں تک کہ صنعاء سے لے کر حضرموت تک سوار امن سے جائے گا لیکن تم جلدی کر رہے ہو، رواہ البخاری۔

مفسرین متفق ہیں کہ یہ اُن اہلِ اسلام کی شان میں نازل ہوا ہے کہ جن کو کفار سے تکلیفیں پہنچ رہی تھیں جیسا کہ عمار بن یاسر اور ولید بن الولید و سلمہ بن ہشام۔ فتنۂ جان اور مال اور آبرو پر مصیبت آنا۔ الغرض مسلمانوں کو تسلی اور ثابت قدمی دی گئی کہ راہِ حق میں جو تکالیف پیش آویں ان کی برداشت کرو زبانی دعویٰ کافی نہیں یہ آزمائش ہے۔ جو ثابت قدم رہا صادقوں میں لکھا گیا ورنہ کاذب قرار دیا گیا۔ اور یہ کچھ نئی بات نہیں تم سے پہلے بھی دینداروں کو بڑی تکلیفیں پہنچی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب ان کے حواری یا ان کے مرید روم میں پہنچے تو روم کے بادشاہوں نے کسی کو لوہے کے ستونوں سے گرم کر کے بندھوا دیا، کسی کو آگ میں ڈلوا دیا، کسی کو درندوں سے پھڑوا دیا مگر وہ ثابت قدم رہے۔

اس کے بعد ان تکلیف دینے والوں کو بھی آگاہ کرتا ہے بقولہ ام حسب الذین یعملون السیآت الخ یہ برائی کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ ہم سے بڑھ جاویں گے یعنی ہمارے قابو میں نہ آویں گے۔ اس میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ہم بہت جلد اپنے نبی کی مدد کریں گے سرکشوں کے سر توڑ ڈالیں گے چنانچہ چند روز کے بعد ایسا ہی ہوا۔ پھر دین داروں کی طرف روئے سخن کر کے فرماتا ہے کہ من کان یرجوا لقاء اللہ الخ کہ جو کوئی دارِ آخرت کا طالب اور اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے کہ اس کے پاس جاؤں اور حیاتِ ابدی پاؤں تو اللہ کا وعدہ آنے والا ہے یعنی موت چلی آ رہی ہے اس کے بعد اس کو وہ کچھ ملے گا کہ جو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا نہ دل میں گزرا۔ پس اس کو چاہیے کہ سرگرمی سے ایمان اور نیکوکاری میں مصروف رہے وھو السمیع العلیم اور تمہاری یہ کوشش ایسی نہیں کہ جو اس کو معلوم نہ ہو کیوں کہ وہ سمیع ہے منہ کی بات سنتا ہے علیم ہے دل کے بھید جانتا ہے۔

ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ الخ اور یہ بھی یاد رہے کہ جو کوئی نیکی میں کوشش اور سرگرمی کرتا ہے تو اپنے فائدہ کے لیے کیوں کہ اللہ کو کسی کی کچھ بھی حاجت نہیں۔

اصولِ دین تین ہیں مبدأ کا پہچاننا اسی کی طرف اٰمنا میں اشارہ کیا۔ اور وسط کا جاننا وہ رسولوں کا بھیجنا اور شریعت کا قائم کرنا اسی کی طرف وھم لا یفتنون میں اشارہ کیا۔ معاد سے واقف ہونا اسی کی طرف من کان یرجوا میں اشارہ کیا۔ اس میں یہ بھی بتلا دیا کہ مرنے کے بعد روح جاتی رہتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے

لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
تو ضرور ہم ان سے ان کی برائیاں مٹا ڈالیں گے اور ہم ان کو ان کے
اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۷
کام کا بہت ہی اچھا بدلہ بھی دیں گے۔
وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ
اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ سے نیکی کرے
وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ
اور (ہاں) اگر وہ اس بات پر اصرار کریں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک کرے کہ جس کو
لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ
تو جانتا بھی نہ ہو تو پھر ان کا کہنا نہ مان تم سب کو پھر میرے ہی پاس آنا ہے
فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸
تب میں تم کو بتلا دوں گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے۔
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل بھی کیے
لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝۹ وَ
ان کو ہم ضرور نیک بختوں میں داخل کریں گے اور
مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ
کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ گو زبان سے کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے
فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ
پھر جب ان کو اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لوگوں کی تکلیف کو
النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ
اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور اگر آپ کے رب
نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا
کے پاس سے مدد آجائے تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ہی
مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا
ساتھ تھے اور کیا خدا دنیا جہان کے

فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰
دلوں کی باتیں نہیں جانتا؟

ترکیب

حُسنا منصوب بوصینا وقیل محمول علی المعنی والتقدیر الزمناہ حسنا۔ والذین اٰمنوا مبتدأ لندخلنھم خبر من یقول مبتدأ من الناس خبر۔

تفسیر

ان اللہ لغنی عن العٰلمین میں فی الجملہ ایک تہدید سی تھی جس سے کم سمجھ لوگوں کے دل پر شبہ ہوتا تھا کہ پھر نیک کام کیا ہے؟ اس لیے اس خیال کو رد کر کے فرمایا والذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے۔

ہم بارہا بیان کر آئے ہیں کہ "ایمان" شرع میں جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا ہے اس کو سچا جاننا اور ماننا ہے جن میں سے اللہ کی ذات پاک اور اس کی صفات اور ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لانا یعنی تصدیق کرنا از حد ضروری ہے۔ اور "عمل صالح" وہ کام ہے کہ جس کی رغبت اللہ اور اس کے رسول نے دلائی۔ اور عمل فاسد وہ کہ جس سے منع کیا۔ عمل ایک عرض غیر قار ہے باقی نہیں رہتا مگر نیت اور خلوص سے۔ ان دونوں کے انعام میں دو چیزیں عطا فرمانے کا وعدہ کیا۔ لنکفرن ایمان کے بدلے میں کہ ہم ان کی پہلی برائیاں مٹا دیں گے ولنجزینھم کہ ان کے اعمال خیر کا عمدہ بدلہ دیں گے جنت اور وہاں کے نعمات۔ اور نیز دنیا میں بھی کبھی بدلہ مل جاتا ہے۔

چوں کہ اعمال صالحہ کا ذکر تھا اس لیے ان میں سے بعض ان عملوں کا ذکر کرتا ہے کہ جن کے صالح ہونے میں کسی کو بھی

کلام نہیں اور اس کی کس لطف کے ساتھ فرضیت ثابت کرتا ہے بقولہ ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا کہ ہم نے انسان کو حکم دے دیا ہے (اس کو بہ لفظ وصیت تاکید کے لیے فرمایا) کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کیا کرے کیوں کہ یہ اس کے بڑے محسن ہیں لڑکپن میں جب کہ یہ کچھ بھی کما نہیں سکتا تھا اس کو پالا پرورش کیا علم و تہذیب سکھائی مگر وان جاھداک لتشرک بی الخ وہ اس بات کی اگر کوشش کریں کہ تو میرا کسی کو شریک کرے تو ان کا کہنا اس بات میں نہ ماننا کس لیے کہ سب سے زیادہ میں محسن ہوں ماں باپ سے بھی زیادہ میرے احسانات ہیں اس لیے میری بے ادبی نہ کرنا کہ کسی کو میرا شریک ٹھیرانے لگے وہ پڑے جھگڑا کریں تو مانیو ہی نہیں تم سب میرے پاس آؤ گے میں تم کو وہاں بتادوں گا کہ تم کیا کرتے تھے۔ یعنی اس بارے میں تیرے ماں باپ کے اور تیرے جھگڑے کا میں فیصلہ کر دوں گا۔ اور ممکن ہے کہ یہ جملہ فانبئکم بما کنتم تعملون خلوص نیت کے لیے تاکید ہو۔

مالیس لک بہ علم کہ جس کو تو جانتا نہیں اس کو بھی میرا شریک نہ کرنا اور جس کو تو جانتا ہے اس کو تو بدرجہ اولیٰ نہ کرنا کس لیے کہ جب تجھے خود معلوم ہے کہ فلاں شے مخلوق اور حادث ہے اس کو کیا شریک کرے گا ہاں جس کو جانتا بھی نہیں وہاں وسوسہ ہو سکتا تھا کہ شاید شخص خدائی میں شریک ہونے کی قابلیت رکھتا ہے پس اس لیے ما لیس لک بہ علم کی قید لگائی۔

والذین آمنوا وعملوا الصٰلحٰت لندخلنھم فی الصٰلحین پہلے کلام کی تاکید ہے کہ جو اچھے کام کریگا ہم اس کو صالحین کے زمرہ میں داخل کر دیں گے۔ وہ کہ جن کے لیے کون و فساد نہیں۔ اس میں علویات بھی آگئے۔ یہ حکما کا قول ہے۔

پھر اسی پہلی بات کی طرف دوسرے عنوان سے رجوع کرتا ہے فقال ومن الناس من یقول آمنا باللہ کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ زبان سے تو کہتے ہیں آمنا کہ ہم ایمان لائے مگر فاذا اوذی فی اللہ جعل فتنۃ الناس کعذاب اللہ جب اس کو اللہ کی راہ میں کوئی ایذا پہنچتی ہے تو اس کے ڈر سے دین سے اس طرح رک جاتا ہے کہ جس طرح اللہ کے عذاب کے ڈر سے لوگ گناہوں سے رکتے ہیں اور اس تکلیف کی وہ کچھ بھی برداشت نہیں کرتا اور لطف یہ کہ ان جاء نصر من ربک کہ اللہ کی طرف سے کوئی فتح نصیب ہو جاوے تو کہنے لگیں انا معکم کہ ہم تو پہلے تمہارے ساتھ تھے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے اولیس اللہ باعلم کہ کیا خدا لوگوں کے دلوں کی بات نہیں جانتا؟ پس ہم ان کے دلی رازسے واقف ہیں یعنی ان کا یہ جھوٹ ہم سے نہیں چل سکتا۔

مسائل:۔ ماں باپ کی اطاعت فرض ہے مگر گناہ کے کام میں نہیں۔

انسان کو کسی تکلیف سے یا کسی کے خوف سے دین یا اس کی کسی بات کو ترک کرنا حرام ہے۔ دین پر سختی اور نرمی میں ثابت قدم رہنا فرض ہے۔

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ

اور البتہ اللہ ایمان داروں کو جانچ لے گا　اور

الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

منافقوں کو بھی　اور کافر　ایمان داروں

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَ

سے کہتے ہیں　کہ تم ہمارے طریق پر چلو　اور

لْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ

ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے　حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں

مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾

سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں　وہ بالکل جھوٹے ہیں

وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ
اور (ہاں) البتہ وہ اپنے بارگناہ اٹھاویں گے اور بار بھی اپنے برجھوں کے
أَثْقَالِهِمْ ۖ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
ساتھ اٹھاویں گے اور قیامت کے دن ان کی منتہ پرداز ہوں
عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣﴾ وَلَقَدْ
سے ضرور پوچھا جائے گا اور البتہ
أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ
ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا پھر وہ
فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا ۚ
اس میں پچاس کم ہزار (ساڑھے نو سو) برس تک رہے ف
فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٤﴾
پھر ان لوگوں کو طوفان نے آلیا حالانکہ وہ بدکاری میں مصروف تھے
فَأَنجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَ
پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو بچالیا اور
جَعَلْنَاهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٥﴾
کشتی کو دنیا کے لیے نشانی بنادیا۔

ترکیب

الذین اٰمنوا لیعلمن کا مفعول اتبعوا لم مقولہ ہے قال الذین کفروا کا ولنحمل عطف علی اتبعوا وارادوا

لیجمع ہذان الامران فی الحصول ان تتبعوا طریقتنا ولنحمل خطیئتکم نظیرہ لیکن منک العطاء ولیکن منی الدعاء انھم لکذبون فی اخبار حمل الخطایا وان صدر ذلک بلفظ الامر۔ وعندی اذا کان الوعد من غیر صمیم القلب یسمی ہذا فی العرف بالکذب فعلی ہذا یتحصر الکذب فی الاخبار بل قد یکون فی الانشاء۔ وھم ظلمون حال من ضمیر ہم فی اخذھم۔

تفسیر

ولیعلمن اللہ الذین اٰمنوا ولیعلمن المنٰفقین

یہ کلام سابق کا تتمہ ہے کہ وہ جو ایسی باتیں بناتے ہیں۔ اللہ پر کوئی بات مخفی نہیں وہ دلوں کے راز جانتا ہے اور آیندہ مومن اور منافق کا پورا امتیاز ہو جاوے گا۔

اللہ کو ہر چیز کا ہمیشہ سے علم ہے۔ پھر یہ جو قرآن میں آیا کرتا ہے تاکہ اللہ جان جاوے، اور اللہ جان جاوے گا، وغیرہ تو اس سے علم تفصیلی مراد ہے۔ ایک حادثہ اور تجربہ کے بعد اس شخص کو بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ جس کا یہ معاملہ ہے اور لوگ بھی جان لیتے ہیں کہ اس کے الزام کے لیے اس کو حجت ہوا کرتا ہے۔

یہاں یہ کلام ہو سکتا ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور مکہ میں یا کافر تھے یا مومن، منافق کہاں تھے؟ منافق یعنی دل میں کافر ظاہر میں مومن یا کسی لالچ پر ہوتے ہیں یا کسی خوف سے اور مکہ میں نہ تو اہل اسلام کی طرف سے کوئی توقع نفع کی تھی اور

ف توریت سفر الخلیقہ کے پانچویں اور چھٹے باب میں یوں لکھا ہے کہ آدم کی عمر ایک سو تیس برس کی ہوئی تو اس کے ہاں سیت (شیث) پیدا ہوا۔ آدم کی کل عمر نو سو تیس برس کی ہوئی۔ اور سیت کے ایک سو پانچ برس کی عمر میں انوس پیدا ہوا اور اس کی کل عمر نو سو بارہ برس کی ہوئی اور انوس کی جب نوے برس کی عمر ہوئی تو اس سے قینان پیدا ہوا اور انوس کی کل عمر نو سو پانچ برس کی ہوئی اور قینان کی ستر برس کی عمر میں محلل ایل پیدا ہوا اور قینان کی کل عمر نو سو دس برس کی ہوئی۔ اور محلل ایل کی پینسٹھ برس کی عمر میں اس سے یارد پیدا ہوا۔ اور محلل ایل کی کل عمر آٹھ سو پچانوے برس کی ہوئی اور یارد کی ایک سو باسٹھ برس کی عمر میں اس سے حنوک پیدا ہوا۔ اور یارد کی کل عمر نو سو باسٹھ برس کی ہوئی اور حنوک کی پینسٹھ برس کی عمر میں (ذاتی پیشوا آیندہ)

نہ کچھ خوف تھا کیوں کہ خود مسلمان مصیبت میں تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کسی شخص کا واقعہ نہیں بلکہ ایک تمثیل ہے کہ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ زبان سے ایمان ظاہر کرتے ہیں اور لوگوں کی تکلیف سے ایسا ڈرتے ہیں کہ جیسا اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور راحت کے وقت ایمانداروں کے ساتھ رہنا بیان کرتے ہیں۔

یا یوں کہو کہ یہ پیشین گوئی ہے کہ ایسے لوگ بھی اسلام میں آویں گے چنانچہ مدینہ میں آکر یہ بات پیش آئی۔ اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اسلام میں فتوحات پیش آویں گی حال کی مصیبت سے نہ ڈرو۔

وقال الذین کفروا اس ظالم کافروں کی ایک اور ڈھٹائی بیان فرماتا ہے۔ وہ کم بخت کافر بے کس مسلمانوں کو ازحد ستاتے تھے اس پر ان سے یہ کہتے تھے کہ تم یہ تکالیف کس لیے اٹھاتے ہو کس لیے اسلام نہیں چھوڑ دیتے؟ وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے اس گناہ سے ڈرتے ہیں آخرت کا خوف ہے۔ اس کے جواب میں وہ کہتے تھے اجی تم چھوڑو دنیا کے مزے اڑاؤ تمہارے گناہ ہم اٹھالیں گے (چنانچہ آج کل فساق ایک دوسرے کو یہی کہہ کر گناہ پر آمادہ کیا کرتے ہیں کہ میری قسم! شراب کی پیالی پی لو تمہارا گناہ ہمارے سر پر تمہارے عوض ہم عذاب اٹھالیں گے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما ھم بحاملین من خطٰیٰھم من شیء کہ وہ ان کا کوئی گناہ بھی نہ اٹھا سکیں گے وہ اس دعوے میں جھوٹے ہیں۔ اول تو دارِ آخرت کی تکلیف، پھر کوئی اپنی تکلیف کا متحمل نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ دوسرے کی تکلیف۔ اور خدا تعالیٰ کا عدل کب مقتضی ہے کہ کسی کے گناہوں پر کسی اور سے مطالبہ کرے البتہ وہ لیحملن اثقالھم اپنے گناہوں کا بار اٹھاویں گے و اثقالا مع اثقالھم اور اس کے ساتھ اپنی اس دلیری اور ان کے بہکانے کا بھی بار گناہ اٹھاویں گے اور ان کی اس افترا پردازی سے قیامت کو باز پرس ہوگی کہ تم کس جرأت اور بے باکی سے ایسی باتیں بناتے تھے۔

اول سورت میں فرمایا تھا کہ تم سے پہلے لوگ بھی دینداری کے سبب بہت کچھ ستائے گئے ہیں۔ اب اس کی تصدیق کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کا حال بیان فرماتا ہے فقال ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ۔ کہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا پھر وہ اس میں ساڑھے نو سو برس تک رہا۔ بہت کچھ وعظ و پند کیا مگر نہ مانا اور نوح کو اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس سے متوسلخ پیدا ہوا اور حنوک کی کل عمر تین سو پینسٹھ برس کی تھی کہ اس کو خدا نے لیا اور غائب ہو گیا اور وہ خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور متوسلخ ایک سو ستاسی برس کا ہوا تو اس سے ملک پیدا ہوا اور متوسلخ کی کل عمر نو سو انسٹھ برس کی ہوئی اور ملک ایک سو بیاسی برس کا تھا کہ اس سے نوح پیدا ہوا اور ملک کی کل عمر سات سو ستتر برس کی ہوئی۔ اور نوح پانسو برس کا تھا کہ اس سے سام، حام، یافث پیدا ہوئے۔ نوح کی عمر جب چھ سو برس کی ہوئی تب طوفان آیا اور طوفان کے بعد نوح ساڑھے تین سو برس جیتا رہا۔ اور نوح کی ساری عمر نو سو پچاس برس کی ہوئی۔ لبث فیھم کی ضمیر خاص اس کافر قوم کی طرف راجع نہیں جو طوفان سے ہلاک ہوئے بلکہ ان کی طرف اور ان کے بعد والوں کی طرف یعنی قوم کی طرف راجع ہے اور لبث کے معنی یہ ہوں گے کہ ان میں ساڑھے نو سو برس کی عمر تک جیتے رہے ۱۲ منہ

(حاشیہ صفحہ ہذا) ؎ جعل فتنۃ الناس کعذاب اللہ کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جب اس کو دنیا میں اسلام پر کوئی تکلیف پہنچتی ہے کسی ظالم کی طرف سے تو اس کو اللہ کی طرف کا عذاب سمجھ کر اسلام سے پھر جاتا ہے یعنی اسلام کو نامبارک سمجھتا ہے ۱۲ منہ

ان کے ساتھ چند ایمان داروں کو وہ وہ تکلیفیں دیں کہ جو بیان سے باہر ہیں۔ آخر کار فاخذھم الطوفان ۔ ان کو طوفان نے آلیا اور وہ اس وقت تک ویسے ہی بدکار تھے اور ہم نے نوح کو اور اس کے ساتھ جو کشتی میں تھے بیوی بیٹے اور چند دین داروں کو بچالیا اور قرنوں تک اس کشتی کو اپنی قدرت کا نمونہ دکھانے کے لیے باقی رہنے دیا کہ دیکھ کر لوگ عبرت پکڑیں اور اس عہد کو یاد کریں اور اپنی سرکشی سے باز آویں۔ اس میں کفار مکہ کی طرف روئے سخن ہے کہ غرہ نہ ہو ناجس طرح قوم نوح کو ہلاک کیا تم بھی ایک روز گرداب بلا میں آجاؤ گے۔

ترجعون ﴿۱۸﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ
لوٹائے جاؤ گے　اور اگر تم جھٹلاتے ہو　تو تم سے

كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا
پیشتر بہت سے لوگ (رسولوں کو) جھٹلا چکے ہیں　اور رسول کے

عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۹﴾
تو یہی ہے کہ کھول کر　پہنچا دے

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ
یہ کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ اول بار کیوں کر پیدا کرتا

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى
ہے پھر اس کو بار دگر لوٹاتا ہے بے شک یہ کام اللہ پر

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا
اور ابراہیم (کے حالات بھی بیان کرو) جب کہ انہوں نے اپنی قوم کو کہا کہ اللہ کی عبادت

اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
کیا کرو اور اس سے ڈرا کرو　یہی تمہارے حق میں بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا
اگر خبر رکھتے ہو　تم اللہ کے

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ
سوا بتوں کو پوجتے　اور جھوٹی

تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ
باتیں بناتے ہو　جن کو تم اللہ کے سوا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ
پوجتے ہو　وہ تمہاری روزی کے مالک

رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ
نہیں　پس تم روزی بھی اللہ ہی سے مانگو　اور

اعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ
اس کی عبادت بھی کیا کرو اور اس کا شکریہ کیا کرو　اسی کے پاس

ترجعون ﴿۲۱﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ
لوٹائے جاؤ گے　اور اگر تم جھٹلاتے ہو　تو تم سے

كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا
پیشتر بہت سے لوگ (رسولوں کو) جھٹلا چکے ہیں　اور رسول کے

عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾
تو یہی ہے کہ کھول کر　پہنچا دے

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ
یہ کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ اول بار کیوں کر پیدا کرتا

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى
ہے پھر اس کو بار دگر لوٹاتا ہے بے شک یہ کام اللہ پر

اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ
آسان ہے　کہہ دو　زمین پر (چل) پھر کر

فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ
دیکھو　کہ اللہ نے کس طرح سے ابتداء پیدا کیا　پھر

اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ۭ اِنَّ
اللہ آخرت کا بھی اٹھانا بھی پیدا کرے گا　بے شک

اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ
اللہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے　جس کو

مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَ
چاہے عذاب دے　اور جس پر چاہے رحم کرے　اور

اِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَآ اَنْتُمْ
اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے　اور تم نہ زمین

بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۚ
میں (چھپ کر) ہرا سکتے ہو　اور نہ آسمان میں (اللہ کو)

ف حکایۃ کلام اللہ تعالیٰ لابراہیم و محمد علیہما السلام ۱۲ بیضاوی۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

اور نہ تمہارا اللہ کے سوا کوئی

ع ۹ ۱۴

وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٤﴾

حمایتی ہے اور نہ مددگار۔

ترکیب

وابراھیم معطوف علی المفعول فی انجیناہ او علی تقدیر واذکر او علی ارسلنا۔ النشاۃ الاخرۃ بالمد القصر لغتان اوثانا مفعول لتعبدون جمع وثن اے صنم وتخلقون معطوف علی تعبدون اے تقولون۔ افکا اے کذبا۔ تمیز من ضمیر تخلقون او مفعول مطلق الذی اسم ان الذین تعبدون من دون اللہ صلۃ لہ والعائد محذوف لا یملکون خبر کیف ہو والجملۃ مفعول او لیروا کیف بمعنی یکیف لا کیفیۃ ابداء الخلق یبدء بضم اولہ وقرئ بفتحہ من بدأ او ابدء بمعنی واحد اے یخلقہم ابتداء فی الارض متعلق بمحذوف والمفعول ربکم۔

تفسیر

وابرھیم یہ دوسرا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ یہ حضرت نوح کے بیٹے سام کی نسل سے ہیں۔ ان کے اور نوح کے بیچ میں آٹھ پشت ہوتی ہیں۔ طوفان کے بعد حضرت نوح کی اولاد ایشیاء کوچک سے پورب رخ عراق عرب میں آرہی تھی اور اس جگہ انہوں نے شہر بابل اور ایک بلند برج آیندہ طوفان سے بچنے کے لیے بنایا تھا۔ پھر نوح کی اولاد یہیں سے تمام دنیا میں پھیلی گویا سب کا قدیم وطن یہی دیس ہے جیسا کہ توریت سفر الخلیقہ کے گیارہویں باب سے ثابت ہے۔

حضرت ابراہیم کے عہد تک جو حضرت نوح سے سیکڑوں برس کا فاصلہ ہے لوگوں میں بت پرستی از حد ہوگئی تھی۔ یہ لوگ صابی مذہب کے تھے عناصر اور کواکب اور دیگر روحانیات کی مورتیں بنا کر ان کو پوجتے تھے اور ان کو اپنے رزق اور دنیا کی راحت کا مالک جانتے تھے اور دار آخرت کے قائل نہ تھے۔ حضرت ابراہیم اس قوم کی طرف مبعوث کیے گئے۔ انہوں نے وعظ کیا کہ اے قوم اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اور جن کو تم پوجتے ہو ان کو تمہاری روزی کا کچھ بھی اختیار نہیں۔ یہ جھوٹے خیالات ہیں کہ وہ روزی دیتے ہیں۔ روزی اللہ دیتا ہے اسی سے طلب کرو اسی کی عبادت کرو اسی کا شکر یہ کرو۔ تم کو اسی کے پاس پھر کر جانا ہے الیہ ترجعون ۝ وان تکذبوا فقد کذب امم من قبلکم الخ اور اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو کوئی جدید بات نہیں۔ تم سے پہلے بہت سے گروہ اور فرقے پہلے انبیاء کو جھٹلا چکے ہیں۔ نوح اور شیث اور ادریس علیہم السلام کو ان کے لوگوں نے جھٹلایا تھا۔ رسول کا کام صاف صاف حکم پہنچا دینا ہے اب تم مانو یا نہ مانو۔

چوں کہ وہ لوگ بھی اللہ کے قائل تھے اور بتوں کو اس کے مختار عہدہ دار جان کر پوجتے تھے اس لیے توحید کے حکم پر حضرت ابراہیم کو چنداں دلائل لانے کی ضرورت نہ پڑی اور حشر کے تو وہ بالکل منکر تھے اس لیے اس مسئلہ کو دو دلیلوں سے مدلل کیا:۔

فقال اولم یروا کیف یبدئ اللہ الخلق کہ کیا وہ عقلی برہان سے نہیں دیکھتے جو قائم مقام آنکھوں کے دیکھنے کے ہے کہ اللہ نئے سرے سے کیوں کر پیدا کرتا ہے ہر مجرد شجر وحیوانات کو دیکھو کہ پہلے کب تھے از خود تو بنے نہیں کیونکہ کوئی شے جو حادث ہو از خود نہیں اگر از خود ہوتی ہو تو پہلے سے کیوں نہ تھی کسی نے تو اس کو روک رکھا تھا پھر جس نے روک رکھا تھا وہی تو اس کا خالق ہے وہ اللہ ہے جو تم کو

جس سے محسوس نہیں ہوتا۔ اور جو ابتداءً پیدا کرتا ہے (اور اس کو تو تم بھی مانتے ہو اس لیے استفہام کے طور پر اولم یروا فرمایا) اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ اس کو قیاس عقل چاہتا ہے اور اسی لیے آیت کو ان ذٰلک علی اللہ یسیر پر ختم کیا۔

اس کے بعد دوسری دلیل ذکر فرماتا ہے قل سیروا فی الارض الا اگر تم کو علم یقینی اور حدس مذکور حاصل نہ ہو تو اقطار ارض میں یعنی ملکوں میں پھر کر دیکھو اور موالید ثلاثہ معادن، نباتات، حیوان کے پیدا ہونے کی کیفیت ملاحظہ کرو کہ ان کو کس طرح سے پیدا کیا ہے تاکہ یہ فکر مشاہدہ تک پہنچ جائے۔ اور اسی لیے اس جگہ کیف بدء الخلق بلفظ ماضی ذکر کیا تاکہ اگر آئندہ اول بار پیدا کرنے اور بار دگر پیدا کرنے میں شک ہو تو پیدا کی ہوئی چیزوں کو دیکھو انسان کو ایک قطرہ منی سے بنایا، درختوں کو ایک ذرے تخم سے بلند و بالا کیا پھر اس سے سمجھ لو کہ وہ بار دگر یعنی مرنے کے بعد پھر دوبارہ تم کو پیدا کرے گا۔ پس دونوں جملوں میں ایک کا دوسرے جملہ پر معنی کے لحاظ سے عطف ہے پھر ثم اللہ ینشئ میں بجائے ضمیر کے لفظ اللہ کے لانے میں یہ نکتہ ہے کہ یہ تمہارے معبودوں کا کام نہیں۔

دلائل الانفس والآفاق کے بعد نتیجہ ثابت کرتا ہے ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر کہ وہ اول بھی پیدا کر سکتا ہے پھر مٹا کر اس کو بار دگر بھی بنا سکتا ہے دار آخرت قائم کر کے۔

یعذب من یشاء ویرحم من یشاء جس کو چاہے گا سزا دے گا جس پر چاہے گا مہربانی کرے گا۔

اسی طرح دنیا میں بھی تم کہیں مرو کہیں دفن ہو۔ یا جلائے جاؤ الیہ تقلبون سب اسی کے پاس لوٹائے جاؤ گے۔ ہم سے نہ زمین میں کہیں بھاگ کر جا سکتے ہو نہ آسمان میں چڑھ سکتے ہو وما انتم بمعجزین فی الارض ولا فی السماء اور نہ کسی معبود کی ڈھے سامنے ہو کر مقابلہ کر سکتے ہو کس لیے کہ ما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر اس کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی ہے نہ مددگار۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ

اور جو اللہ کی آیتوں اور اس کے ملنے کے

لِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ

منکر ہوئے وہی میری رحمت سے بھی ناامید ہو گئے ہیں

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾

اور انہیں کے لیے عذاب الیم ہے

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ

پھر اس کی قوم کے پاس بجز اس کے اور کچھ جواب ہی نہ تھا کہ

قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ

کہنے لگے کہ اس کو یا تو مار ڈالو یا جلا دو پھر ابراہیم کو اللہ نے

مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

آگ سے بچا لیا البتہ اس میں بھی ایمان لانے والی قوم کے لیے

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ اِنَّمَا

(بڑی بڑی) نشانیاں ہیں اور ابراہیم نے (اپنی قوم سے) کہا

اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ

تم نے جو اللہ کے سوا بت بنا رکھے ہیں

مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

تو آپس کی محبت کے لیے جو دنیا کی زندگی میں ہے

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ

پھر قیامت کے دن تو ایک دوسرے کا

بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ

انکار کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا

وَمَا وٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور (اس قسم) تمہارا ٹھکانا آگ ہوگا اور تمہارے لیے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ

پس ابراہیم کو لوط نے مانا　اور کہا میں اپنے رب کی طرف

اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾

چھوڑ کر جاتا ہوں بے شک وہ زبردست حکمت والا ہے

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ

اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق　اور یعقوب عطا کیا　اور

جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ

اس کی نسل میں　نبوت　اور کتاب

الْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ

قائم کی　اور ہم نے دنیا میں بھی اس کا بدلہ اس کو دیا

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور وہ آخرت میں بھی نیک بختوں میں سے ہوں گے۔

ترکیب

قال جار اللہ الزمخشری مودۃ بالنصب اما باضافۃ اوبغیر اضافۃ فعلی الاول التعلیل ای اتخذتم اوثانا لاجل مودۃ بینکم وعلی الثانی یکون مفعولا ثانیا علی حذف المضاف اوعلی ان المصدر بمعنی المفعول ای اتخذتم الاوثان سبب المودۃ بینکم او اتخذتموہا مودودۃ بینکم وقری بالرفع ایضا باضافۃ فعلی الوجہین یکون خبرا لان علی ان ما موصولۃ والتقدیر ان التی اتخذتموہا اوثانا ہی سبب مودۃ بینکم ای مودودۃ بینکم۔

تفسیر

پھر جب مجبوراً ہمارے دربارِ عدالت میں لائے جاؤ گے تو والذین کفروا بآیٰت اللہ ولقائہ وہ جو اللہ کی آیتوں اور اس کے پاس جانے کے منکر ہو گئے ہیں اولٰئک یئسوا من رحمتی وہ درحقیقت میری رحمت سے ناامید ہو گئے ہیں پس اولٰئک لہم عذاب الیم ان کو سخت سزا ملے گی یہ آخرت کا فیصلہ ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وان تکذبوا سے لے کر اولٰئک لہم عذاب الیم تک بقرینہ قولہ تعالیٰ قل سیروا فی الارض حضرت ابراہیم کے قصہ میں جملہ معترضہ ہے جس میں قریشِ مکہ سے کلام ہے اس لیے کہ عرب کی حالتِ کفر و شرک و انکارِ حشر میں بعینہ قوم ابراہیم کی حالت تھی۔ فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اقتلوہ او حرقوہ فانجٰہ اللہ من النار سے پھر ابراہیم کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ اس کی قوم کو بجز اس کے اور کچھ جواب نہ آیا کہ جل کر یہ کہہ دیا کہ ابراہیم کو قتل کر ڈالو یا آگ میں جلا دو چنانچہ آگ میں ڈال دیا، اللہ نے حضرت کو سلامت وہاں سے نکالا ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یؤمنون اس میں ایمان داروں کے لیے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ کہ اللہ ایسا قادر ہے کہ آگ میں ڈال کر سلامت نکال لیتا ہے من جملہ ان کے ایک یہ کہ دین داروں پر ہمیشہ ان کی عنایت رہتی ہے۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے کہ امتِ محمدیہ

---

[1] نوح کی کشتی کے لیے آیۃ للعالمین آیا ہے اور یہاں آیات لقوم یؤمنون آیا۔ اس سبب سے کہ وہ کشتی صرف ایک ہی نشانی تھی اور جہان کے لیے تھی کس لیے کہ قرنوں وہ باقی رہی۔ ہر ایک شخص کافر و مومن اس کو دیکھتا تھا، برخلاف ابراہیم کے آگ سے نکلنے کے۔ اس کو تو وحی کے سبب ایمان والے ہی مانتے ہیں اور اس میں چند نشانیاں ہیں جیسا کہ بیان ہوا ہے۔

قسمت ابراہیمیہ کی پابند ہے جس طرح ان کو آگ سے نجات دی اس کے پیروؤں کو جہنم کی آگ سے بھی نجات دے گا۔ پھر حضرت ابراہیم نے وعظ شروع کیا کہ آج دنیا میں تم نے باہمی محبت سے بت پرستی اختیار کر رکھی ہے باپ دادا کی محبت سے ان کے غلط طریق پر چلتے ہو اور برادری کی محبت سے ان کے غلط بات کو ترک نہیں کرتے قیامت میں وہ محبت بھی جاتی رہے گی وہی تم پر لعنت کریں گے اور تم جہنم میں جاؤ گے کوئی نہ بچاوے گا فآمن له لوط پس اس قوم میں سے حضرت کا بھتیجا لوط ایمان لایا اور وہ وطن چھوڑ کر پہلے حوران اطراف کوفہ میں آئے پھر وہاں سے ملک شام گئے مهاجر الی ربی یعنی رب کے حکم سے ہجرت کرتا ہوں جہاں وہ لے جاتا ہے جاتا ہوں۔ ووهبنا له اسحق و یعقوب یہاں سے حضرت ابراہیم پر جو کچھ انعام الٰہی ہوا اس کو بیان فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو ایسا بلند اقبال بیٹا اسحق اور پوتا یعقوب عطا کیا اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب قائم کی گئی توریت زبور انجیل قرآن اسی کی اولاد کو ملی اور دنیا میں بھی اس کو بدلہ دیا مال و اسباب و اولاد و عزت اور آخرت میں بھی وہ کاملین میں رہیں۔

السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ
کرتے ہو اور اپنی مجلس میں برا کام
الْمُنكَرَ ۖ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ
کرتے ہو پھر اس کی قوم کے پاس بجز اس کے
إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ
کچھ جواب نہ تھا کہ تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آ
إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٩﴾
اگر تو سچا ہے
قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ
لوط نے کہا کہ اے رب (ان) بدمعاش لوگوں پر مجھے
الْمُفْسِدِينَ ﴿٣٠﴾ وَلَمَّا جَاءَتْ
غالب کر اور جب کہ ہمارے بھیجے ہوئے
رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا
فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے تو کہنے لگے
إِنَّا مُهْلِكُو أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۖ
کہ ہم اس بستی کے لوگوں کو غارت کرنا چاہتے ہیں
إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٣١﴾
یہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں

ع ۳ ۸ ۱۵

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ
اور (یاد کرو) لوط (کا حال) جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم تو وہ
لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم
بے حیائی کرتے ہو کہ جو تم سے پہلے
بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿٢٨﴾
دنیا میں کسی نے بھی نہیں کی
أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ
کیا تم لڑکوں کے پاس جاتے ہو اور رہ زنی

قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا ۚ قَالُوا نَحْنُ
ابراہیم نے کہا اس بستی میں تو لوط بھی ہے وہ بولے ہم خوب
أَعْلَمُ بِمَن فِيهَا ۖ لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ
جانتے ہیں جو اس میں ہے ہم لوط کو اور اس کے کنبہ کو بچا لیں گے
إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٣٢﴾
مگر اس کی بیوی کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی
وَلَمَّا أَن جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا
اور جب کہ ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس آئے

سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ

تو لوطؑ کو ان کا آنا برا معلوم ہوا اور ان سے دل میں کھنچے اور

قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۖ اِنَّا مُنَجُّوْكَ

ان سے فرشتوں نے کہا آپ کچھ خوف نہ کیجیے اور نہ غم کھائیے ہم تمکو آپ کو اور

وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ

آپ کی بیوی کے سوا گھر والوں کو بچا لیں گے کیونکہ وہ تو پیچھے رہ جانے

الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ

والوں میں قرار پا چکی ہم اس بستی والوں پر آسمان سے

هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا

ایک آفت اتارنے والے ہیں اس سبب سے کہ

كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا

وہ بدکاری کرتے ہیں اور البتہ اس بستی کے کچھ

مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

کھلے ہوئے نشان تو ہم نے عقل مندوں کے لیے باقی رکھ چھوڑے ہیں۔

ترکیب

ولوطا معطوف علی نوح وابراہیم۔ المنکر مفعول تاتون۔ منجوك واهلك الکاف فی موضع جر عند سیبویہ۔ من الغبرین الباقین فی العذاب او من الماضین ذکرہم او ممن مضی زمانہ وفنی۔ سیٔ بھم حزن بسببہم وضاق بھم ذرعا صدرا، اوضاق بشانہم وتدبیر امرہم ذرعا طاقۃ ان جارت ان صلۃ للتاکید الفعلین۔

تفسیر

یہ تیسرا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے جو ان کے ساتھ بابل سے ہجرت کر کے آئے تھے شام میں پہنچ کر یہ قرار پایا کہ دونوں صاحب جدا جدا رہیں کیوں کہ دونوں کے چارپائے اور مویشی بکثرت تھے۔ ابراہیمؑ تو کنعان میں رہے اور لوطؑ نے دریائے یردن کی ساری ترائی اپنے لیے پسند کی اور شہر سدوم کے پاس آکر مقام کیا یہ شہر اس شور جھیل کے کنارے پر آباد تھا کہ جس کو بحر المیت کہتے ہیں کنعان سے پورب اور جنوب میں۔ یہاں کے لوگ بڑے بدکار اور فاسق تھے مردوں سے بدفعلی کرنے تھے اور راہ گیر کو بھی پکڑ کر اس سے ایسی بدفعلی کرتے تھے اس لیے اس طرف کا رستہ بند ہو گیا تھا اور رہ زنی بھی کرتے تھے اور مجلس میں بیٹھ کر بے حیائی کے کام کرتے تھے۔ لوطؑ نے منع کیا وہ کب مانتے تھے تمسخر کے طور پر کہنے لگے کہ اللہ کے عذاب کو لے آ اگر سچا ہے۔ لوطؑ نے دعا کی کہ مجھے ان بدمعاشوں پر فتح یاب کر یعنی ان کو سزا دے۔

حضرت ابراہیمؑ دوپہر کے وقت بلوطوں میں اپنے خیمے میں بیٹھے تھے کہ ان کو تین شخص نظر آئے ابراہیمؑ نے ان کی ضیافت کے لیے کچھ روٹیاں اور تلا ہوا بچھڑا تیار کرایا انہوں نے کھانے سے ہاتھ روکا۔ ابراہیمؑ ڈر گئے کیوں کہ اُس وقت جو کوئی کسی کے پاس بدارادہ سے جاتا تھا تو اس کے ہاں کا کھانا نہ کھاتا تھا۔ فرشتوں نے کہا خوف نہ کر ہم تجھ کو بشارت دینے آئے ہیں کہ تیری بیوی سارہ کے ہاں فرزند پیدا ہوگا اور جب چلنے لگے تو کہا ہم سدوم کو غارت کرنے جاتے ہیں۔ ابراہیمؑ نے کہا وہاں تو لوطؑ بھی ہے انہوں نے کہا ہم کو معلوم ہے اس کو اور اس کے کنبے کو بچا لیں گے مگر اس کی بیوی نہ بچے گی کیوں کہ وہ پیچھے اس بستی کو مڑ کر دیکھے گی ان کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوگی۔ شام کو وہ لوگ سدوم آئے اور لوطؑ سدوم کے دروازہ پر بیٹھے تھے ان کو مسافر سمجھ کر اپنے گھر لے گئے مگر دل میں ناخوش ہوئے اور بہت تنگ ہوئے اس لیے کہ وہ

فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۳۷﴾ وَ
پھر تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے　　اور

عَادًا وَّ ثَمُوْدَا وَقَدْ تَّبَیَّنَ لَكُمْ مِّنْ
ہم نے ہی عاد و ثمود کو (غارت کیا) اور البتہ تم کو ان کے کچھ مکانات

مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ
بھی دکھائی دیتے ہیں　　اور شیطان نے ان کے اعمال (بد) ان کو

اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ
رجھا دیا تھا　　پھر ان کو رستہ سے روک دیا تھا

كَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَارُوْنَ وَ
حالانکہ وہ سمجھ بوجھ بھی رکھتے تھے　　اور قارون اور

فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ
فرعون　　اور ہامان کو بھی (ہلاک کیا) اور البتہ ان کے پاس موسیٰ

مُّوْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی
نشانیاں بھی لے کر آئے تھے (باوجود اس کے) پھر انہوں نے زمین میں

الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِیْنَ ﴿۳۹﴾
سرکشی کی　　اور وہ بھاگ کر نہ جا سکے۔

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ
پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ پر پکڑ لیا　　پھر کسی پر تو

مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ
ان میں سے ہم نے سخت آندھی بھیجی　　اور ان میں سے

مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ
کسی کو کڑک نے آ لیا　　اور کسی کو ان میں

مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ
سے زمین میں دھنسا دیا　　اور ان میں سے

مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ
کسی کو غرق کر دیا　　اور اللہ تو ان پر کیوں ظلم

اَمرد لڑکوں کی صورت میں تھے۔ شہر کی حالت معلوم تھی مگر مہمان نوازی ضرور تھی یہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ان کو گھر میں نہ لاتے خاطر مدارات نہ کرتے۔ ابھی وہ سونے کے لیے نہ لیٹے تھے کہ شہر کے مردوں نے جوان سے لے کر بوڑھے تک نے ان کا گھر آ گھیرا اور کہنے لگے ان مہمانوں کو ہمارے حوالے کر کہ ان سے بدفعلی کریں۔ لوط کواڑ کھول کر باہر ان کے پاس گئے اور بہت سمجھایا کہ یہ میرے مہمان ہیں۔ وہ بولے پرے ہٹ، کیا تو یہاں گزر کرنے آیا ہے یا حکومت کرنے۔ تب وہ کواڑ توڑ کر اندر کو لپکے۔ فرشتوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کے لوط کو تو اندر کھینچ لیا اور دروازہ بند کر دیا اور ان کو اندھا کر دیا کہ وہ دروازہ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تھک گئے تب ان مہمانوں نے لوط سے کہا سنو جی ہم فرشتے ہیں آپ کچھ خوف و غم نہ کیجیے ہم اس شہر کو غارت کرنے آئے ہیں۔ آپ صبح ہونے سے پیشتر اپنے لوگوں کو لے کر باہر نکل جائیے۔ چنانچہ لوط باہر نکلے اور سورج کے نکلنے کے وقت خدا تعالیٰ نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ برسائی۔ بیوی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا وہ نمک کا کھنبا بن گئی اور اس شہر کے کچھ نشان عبرت کے لیے باقی رہ گئے۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ۙ فَقَالَ
اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تب اس نے کہا

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْیَوْمَ
اے قوم　　اللہ کی عبادت کرو　　اور قیامت کی توقع

الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۳۶﴾
رکھو　　اور ملک میں فساد مچاتے نہ پھرو

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
سو انہوں نے اس کو جھٹلایا تب تو ان کو زلزلہ نے آ لیا

لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

کرنے لگا تھا لیکن خود وہی اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔

ترکیب

شعیبًا مفعول لارسلنا بدل من اخاہم مفسدین حال مؤکدۃ لعاملہا من عثی بکسر المثلثۃ افسد۔ الرجفۃ الزلزلۃ الشدیدۃ۔ جثمین بارکین علی الرکب میتین وعادًا وثمودًا اے اہلکنا ثمود ابصرف ثمود وترکہ بمعنی الحی والقبیلۃ مستبصرین ذوی بصائر وقارون اے اہلکنا فلا منصوب باخذنا۔

تفسیر

والی مدین اخاہم شعیبا۔ یہ چوتھا قصہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھے۔ مدیان حضرت ابراہیم کا بیٹا قنتورہ کے شکم سے تھا۔ عرب کے شمال وغرب میں قلزم کے اس پار آرہے تھے انہیں کے نام سے اس بستی کو مدین کہنے لگے انہیں کی اولاد وہاں بستی تھی اور حضرت شعیبؑ بھی انہیں میں سے تھے جو اس گروہ کے نبی کر کے بھیجے گئے تھے۔ یہ لوگ بت پرست تھے اور قیامت کے منکر اور لوٹ ماران کا پیشہ تھا۔ حضرت شعیب نے تینوں باتوں کی نصیحت کی فقال یقوم اعبدوا اللہ کہ اے قوم اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو نہ پوجو۔ یہ توحید کی تعلیم تھی۔ وارجوا الیوم الاٰخر اور قیامت پر ایمان لاؤ۔ یہ ایمان بالبعث کی تعلیم تھی۔ ولا تعثوا فی الارض مفسدین اور ملک میں فساد مچاتے نہ پھرو۔ یہ اصلاح معاش کی بابت تعلیم تھی۔ مگر فکذبوہ وہ کب ماننے والے تھے آخر نہ مانا پھر ان پر بلاء آسمانی نازل ہوئی زلزلہ نے آلیا، سب مرکر وہیں پڑے رہ گئے۔

وعادا وثمود الا پچھلا قصہ مجملاً عاد وثمود کا ہے۔ قوم عاد عرب کے جنوبی حصہ یعنی یمن میں رہتی تھی اور قوم ثمود ان کے بعد اٹھی جو عرب کے شمالی حصہ میں آباد تھی۔ ان قوموں کی بڑی سلطنت اور حشمت ہو چکی ہے۔ ان کا حال کئی جگہ ہم مفصل بیان کر آئے ہیں۔ ان کے غارت ہونے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک ان کے مکانات کے آثار قدیمہ باقی تھے جن کو سفر میں آتے جاتے اہل مکہ دیکھا کرتے تھے۔ اس لیے فرماتا ہے وقد تبین لکم من مساکنہم ان کا حال کیا تھا وزین لہم الشیطٰن اعمالہم کہ ان کے برے کام ان کو عمدہ معلوم ہوتے تھے اس لیے راہ راست سے رک گئے باوجودیکہ کانوا مستبصرین سمجھ بوجھ رکھتے تھے۔ دنیا کے کاموں میں بڑے ہوشیار تھے۔ معاذ اللہ جب انسان اپنی برائی کو بھلائی اور برے کام کو اچھا سمجھنے لگتا ہے تو اس مرض لاد وا کا کوئی علاج ہی نہیں بجز موت روحانی کے۔

وقارون وفرعون وھامٰن چھٹا تذکرہ موسیٰؑ کے ہم زمانہ تین سرکش لوگوں کا ہے۔ فرعون مصر کا بادشاہ تھا۔ ہامان اس کا وزیر۔ قارون موسیٰؑ کی برادری میں سے تھا بڑا مال دار۔ تینوں کے رسول موسیٰؑ تھے معجزات بھی دکھائے لیکن فاستکبروا فی الارض زمین میں تکبر اور سرکشی اور غرور نے ان کو مطیع نہ ہونے دیا۔ پھر اللہ سے کہاں جا سکتے تھے؟ وما کانوا سابقین۔

بعض معترضین کہا کرتے ہیں کہ ہامان تو اخسویرس شاہ ایران کا وزیر تھا نہ کہ فرعون کا۔ یہ ان کا اعتراض بے جا ہے کس لیے کہ ایک نام کے کیا دو شخص نہیں ہوتے؟ فرعون کے وزیر کا نام بھی ہامان تھا۔

فکلا اخذنا بذنبہ عاد اور ثمود، قارون و فرعون و ہامان کا ذکر کر کے سب کی ایک جملہ میں سزا بیان فرماتا ہے

پہلے تو اجمالاً یہی کہہ دیا کہ ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے سبب پکڑ لیا پھر تفصیل کرتا ہے فمنھم من ارسلنا علیہ حاصبا کہ ان میں سے بعض پر سخت آندھی بھیجی کہ جس میں کنکریاں تھیں (حاصبا ریحا عاصفا فیھا حصبا۔ جلالین) اس سے قوم عاد مراد ہے ان پر بھی عذاب آیا تھا ومنھم من اخذتہ الصیحۃ جیسا کہ قوم ثمود ومنھم من خسفنا بہ الارض جیسا کہ قارون۔ ومنھم من اغرقنا جیسا کہ فرعون وہامان۔ زجر کے طور پر یہ آیت بلاغت و فصاحت میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔

پھر کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اللہ نے اپنی مخلوق پر ظلم کیا۔ اس لیے بعد میں فرمایا وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون کہ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا نہ یہ اس کی شان ہے۔ ہاں وہی خود اپنے اوپر ظلم کر کے برباد ہوئے بری بات کا برا نتیجہ بھگتا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ
ان لوگوں کی مثال کہ جنہوں نے اللہ کے سوا حمایتی بنا
اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ
رکھے ہیں مکڑی کی سی مثال ہے
اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ
کہ جس نے گھر بنایا اور البتہ سب
الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ
گھروں سے بودا گھر مکڑی کا ہے
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ
کاش وہ جانتے البتہ اللہ جانتا ہے
مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ
جس کو کہ وہ اس کے سوا پکارتے ہیں

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ
اور وہ زبردست حکمت والا ہے اور یہ
الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا
مثالیں ہیں کہ جنہیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور ان کو
يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ
وہی سمجھتے ہیں جو علم والے ہیں اللہ نے
اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ
آسمانوں اور زمینوں کو درستی سے بنایا
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾
البتہ اس میں ایمان داروں کے لیے بڑی نشانی ہے

ع ۴ ۱۶

ترکیب

مثل الذین صلہ وموصول مبتدا کمثل العنکبوت خبر اتخذت بیتا جملہ مستانفہ یا وصف والعنکبوت تقع علی الواحد والجمع والمذکر والمؤنث والتاء فیہ زائدۃ کتاء طاغوت ویجمع علی عناکیب وعناکب وعکاب وعکبۃ و العکیب (بیضاوی) مایدعون من دونہ من شیء ما استفہامیۃ منصوبۃ بیدعون بالتاء والیاء ویعلم معلقۃ عنہا (لان من خواص افعال القلوب التعلیق اے ابطال العمل لفظاً فقط) ومن للتبیین او نافیۃ ومن مزیدۃ وشیء مفعول یدعون او موصولۃ مفعول لیعلم ومفعول یدعون محذوف وہو العائد والخبر الامثال ونضربہا حال منہا ویجوز ان یکون خبرا والامثال نعت بالحق حال من خلق اللہ۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا ولکن کانوا انفسھم یظلمون اب یہاں ان کے اس ظلم کی جو وہ اپنی جانوں پر کرتے تھے تشریح فرماتا ہے مثل الذین اتخذوا من دون اللہ

اولیاء کہ اس سے بڑھ کر اپنی جان پر اور کیا ظلم ہوگا خدا نے تو ان کو بزرگی دی علم دہنر ہوش و ادراک عطا کیا لیکن انہوں نے اس عزتِ خداداد کو کیسا غارت کیا کہ اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بتوں کو سجدہ کرنے لگے جو نہایت مبتذل چیز ہے جس کو نہ حس و حرکت نہ عقل و شعور۔ ان کا یہ کام کمثل العنکبوت اتخذت بیتاً مکڑی کے جالے کی طرح بے بنیاد ہے۔ سب چیزوں کے گھروں کو دیکھیے ان سب میں بے بنیاد مکڑی کا گھر ہے جس سے نہ دھوپ کا آرام نہ بارش سے امن ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت ہاں وہ مکڑی اس میں مچھر مکھی کا شکار کر لیتی ہے اسی طرح جو ان بت پرستوں کو کوئی دنیوی فائدہ پہنچ جاوے تو وہ بھی ایسا ہی بے بنیاد ہے۔ اسی طرح ان کو اس مذہب سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا لو کانوا یعلمون اگر وہ جانتے تو ایسا نہ کرتے۔ یا یہ معنی کاش ان کو علم ہوتا۔ اس مثل پر شاید چالاک بت پرست یہ گفتگو کرتے ہوں گے جیسا کہ آج کل کیا کرتے ہیں کہ ہم ان بتوں کو نہیں پوجتے بلکہ ان کو کہ جن کے یہ بت ہیں اور وہ دیوتا اور تماثیل روحانیاتِ اولیاء کرام انبیاء علیہم السلام ہیں جو اس کی بارگاہ کے مختار اور داروغہ ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور نیز ان سے جو ہم مانگتے ہیں پاتے ہیں اس کا جواب دیتا ہے ان اللہ یعلم ما یدعون من دونہ من شیء کہ جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں ہم کو معلوم ہیں یہ کلام بطور تہدید کے ہے یعنی وہ بھی پرستش کے قابل نہیں ہمارے گھر کا کوئی مالک مختار نہیں سب ہمارے دستِ نگر ہیں وھو العزیز ہم سب پر غالب ہیں اور نیز ہم کو کسی داروغہ یا اہل کار کی حاجت کیا ہے کیوں کہ الحکیم ہم حکیم ہیں ہر شے کی تدبیر و تصرف آپ کیا کرتے ہیں۔ اس میں اس دوسری بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ ہم جو ان سے مانگتے ہیں پاتے ہیں یہ بھی غلط ہے کیوں کہ یہ دینا دلانا زبردست کا کام ہے سو زبردست تو ہم ہیں جو تم کو دنیاوی فوائد حاصل کرتے ہیں وہ سب اپنی حکمت سے تم کو ہم دیتے ہیں تم سمجھتے ہو کہ فلاں دیوی دیوتا نے ہم کو اولاد دی مال دیا۔ اور نیز اس طرف اشارہ ہے کہ یہ بھی اسی کی حکمت ہے کہ مانگتے غیروں سے ہو دیتے ہیں ہم۔ غصہ دنیا میں ظاہر نہیں کرتے کہ تمہارے کار بند کر دیں نظامِ عالم میں خلل آوے۔ جو ازلی جہنمی ہے اس کے گمراہ ہونے کے یہ اسباب اسی کی حکمتِ بالغہ کا اثر ہے۔ اور نیز ھو العزیز الحکیم میں یہ بھی اشارہ ہے کہ قابلِ پرستش وہ ہی جو غالب اور حکیم ہو سو یہ دونوں وصف ہم کو حاصل ہیں نہ اور کو یہ معنی اس تقدیر پر ہیں کہ جب ما یدعون کے ما کو موصولہ مانا جاوے اور اگر اس کو نافیہ یا استفہامیہ سمجھا جاوے تو یہ معنی ہوں گے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ کچھ بھی نہیں یا وہ کیا چیز ہیں؟۔

اور بعض جہال اس مثال پر یہ بھی طعن کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مکڑی کا کیوں ذکر کیا وہ تو ایک ذلیل چیز ہے کوئی اور ہی مثال دینی تھی اس کے جواب میں فرماتا ہے تلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العالمون کہ ان مثالوں کو ہم لوگوں کے سمجھانے کے لیے ذکر کرتے ہیں پر سمجھتے وہی ہیں جو ذی علم ہیں وہ جان جاتے ہیں کہ مکڑی خواہ کیسی ہی ذلیل چیز ہو مگر غرض تو مشرکوں کے مذہب کو اس ذلیل چیز کے ذلیل گھر سے تشبیہ دینا ہے سو وہ بخوبی حاصل ہے اگرچہ ھو العزیز الحکیم سے ان کے معبودوں کی قلعی کھول دی تھی مگر اس بات کو پھر ایک بڑی بھاری دلیل سے ثابت فرماتا ہے خلق اللہ السموٰت والارض بالحق کہ اللہ نے تو آسمانوں اور زمین کو نہایت درستی سے بنایا ہے کوئی ان میں بے کار نہیں نہ کوئی کارآمد بات رہ گئی ہے پھر بتلاؤ تمہارے معبودوں نے کیا بنایا ہے خواہ وہ بت ہوں یا وہ کہ جن کے بت ہیں ان فی ذلک لاٰیۃ للمؤمنین اس میں ایمان داروں کے لیے بڑی نشانی اور کامل حجت اور پوری اطمینان دینے والی سند ہے کہ وہی پرستش کے قابل ہے کہ جس نے آسمان زمین بنائے باقی کسی کا کیا حق ہے۔

ف لات منات عرب میں کوئی بانو شخص تھے جن کی مورت پوجا کرتے تھے اسی طرح حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی مورتیں خانہ کعبہ میں رکھ چھوڑی تھیں۔

تفسیر حقانی

پارہ ۲۱

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ	مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ
(اے رسول) وہ جو آپ کی طرف کتاب وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو	پورا مقابلہ کرو اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف
وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی	اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَ
اور نماز کو (سرگرمی سے) ادا کرتے رہو البتہ نماز بے حیائی	نازل کیا گیا اور (اس پر بھی) جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا خدا اور
عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ	اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾
اور بری بات سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد	تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اسی کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں
اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾	وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ
سب سے بڑھ کر ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو	اور اسی طرح کی ہم نے آپ کی طرف بھی کتاب نازل کی ہے
وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا	فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ
اور (اے مسلمانو) اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر	پھر جن کو کہ ہم نے کتاب دی تھی وہ تو اس پر ایمان
بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا	بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ
اسی طریقہ سے کہ جو عمدہ ہو مگر ان میں سے جو ظالم ہیں (ان سے	رکھتے ہیں اور ان میں سے بھی کچھ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور

مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾

ہماری آیتوں کا　کافر ہی　انکار کیا کرتے ہیں

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ

اور اس سے پہلے آپ نے نہیں　نہ تو کوئی　کتاب

كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا

پڑھتے تھے اور نہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے کہ اب

لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ

یہ بدکیش　شبہ میں پڑ گئے　بلکہ (یہ)　قرآن

اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ

کھلی ہوئی آیتیں ہیں　ان کے دلوں میں کہ　جن کو

اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ

علم دیا گیا ہے　اور　ہماری آیتوں کا (کوئی) انکار نہیں کرتے

اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

مگر　ظالم۔

ترکیب

الا بالتی　اے المجادلۃ التی ھی احسن کالدعاء الی اللہ بایاتہ التنبیہ علی حجج الا الذین ظلموا استثناء من الجنس وفی المعنی وجہان احدہما الا الذین ظلموا فلا تجادلوہم بالحسنی بل بالغلظۃ والثانی لا تجادلوہم البتۃ۔

تفسیر

ان فی ذلک لآیۃ للمؤمنین تک انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور شرک کی برائی اور مشرکین کے ساتھ مناظرہ اور ان کی بت پرستی کی تحقیر تھی اور یہ ایک خاص مقصد تبلیغ رسالت سے متعلق تھا جس میں روح پر تکان آنا اور طبیعت کا سست ہو جانا ایک جبلی بات ہے اس لیے اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت قرآن اور نماز اور ذکر الٰہی کا حکم دے کر پھر تازہ دم کیا جاتا ہے فقال اتل ما اوحی الیک من الکتٰب الخ کہ اگرچہ یہ جاہل و سرکش نہ مانیں تو آپ کتاب الٰہی کی جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے یعنی قرآن مجید تلاوت کیجیے کیوں کہ اس میں نوح و ابراہیم و لوط و موسیٰ کی امتوں کا پورا بیان ہے آپ کے دل کو تسکین ہو جائے کہ پہلے بھی کافر اور بت پرستوں نے اپنے انبیاء کے ساتھ یہ کچھ کیا تھا جس پر برباد ہوئے یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اور اسی لیے اتل فرمایا اتل علیہم نہیں فرمایا اور نیز قرآن میں دنیا کی بے ثباتی دار آخرت کی ترغیب ہے اس کے پڑھنے سے خواہ مخواہ دل کو تسلی اور روح کو روشنی حاصل ہو جاتی ہے اور دنیا کو بے ثبات سمجھنے لگتا ہے پھر کوئی رنج رنج نہیں معلوم ہوتا ہے اور اب تک قرآن مجید کی تلاوت میں یہی برکت رکھی ہوئی ہے۔ اور تلاوت کا پہلے اس لیے حکم دیا گیا کہ اس کو سننے والا بھی مستفیض ہوتا ہے اور اسی لیے اوسط درجہ کا جہر اولیٰ قرار دیا گیا پس اگر اس سے بھی ان کو فیض نصیب نہ ہو تو اقم الصلوٰۃ نماز پڑھ کیوں کہ ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر نماز برے اور بے حیائی کے کاموں سے روک دیتی ہے۔ اول تو اس میں ہر رکعت میں سورۂ الحمد پڑھی جاتی ہے جس کا ہر ہر جملہ انسان کی روحانی قوتوں کو ابھارنے والا ہے پھر اس کا کھڑا ہونا حمد و ثنا کرنا اس کے آگے سر رکھ کر اس کی حمد و ثنا کرنا روح کو تازہ کرتا ہے اور جب روح پر تازگی آتی ہے تو نفسانی قوتیں گھٹ جاتی ہیں جو بے حیائی اور برے کاموں کی محرک تھیں اور ذکر الٰہی نماز کے باہر بھی کر کیوں کہ ولذکر اللہ اکبر خواہ ذکر قلبی ہو خواہ لسانی جہری ہو خواہ سری، یہ بڑی چیز ہے، اس میں اللہ جل شانہ سے نزدیکی ہوتی ہے اور اس کی صحبت سے بڑھ کر ہے۔

یہ تین قسم کی عبادت ہے تلاوت، نماز، ذکر۔

اگرچہ نمازیں تینوں کیا پاکیزہ صرف ہیں مگر جداگانہ بھی ہر ایک جدا اثر رکھتی ہے اس لیے ہر ایک کو جداگانہ ذکر کیا اور اس ترتیب میں ایک نکتہ ہے۔

واللہ یعلم ما تصنعون میں اشارہ ہے کہ خلوص سے یہ کام کرو، وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ یہ تعلیم باطنی تھی کہ تم ایسے ہو جاؤ تمہارے نور باطن سے لوگ خود بخود ہدایت پر آویں گے۔ اس لیے اس کے بعد اہل کتاب کے مناظرے اور جھگڑے سے بھی روک دیا جو وہ بسا اوقات مسلمانوں سے الجھا کرتے تھے۔ فقال ولا تجادلوا اھل الکتٰب الا بالتی ھی احسن اہل کتاب سے مجادلہ نہ کرو مگر عمدہ طور سے ہو تو مضائقہ نہیں جس میں نرم کلامی اور اظہار حق مد نظر ہو۔

الا الذین ظلموا منھم مگر جو ان میں ہٹ دھرم ہیں۔ بعض سخن پرور ضدی متعصب زبان دراز ہو تو ان سے مناظرہ نہ کرو ان کو اس وقت کے لیے چھوڑ دو کہ آسمانی سلطنت کا بادشاہ اپنی تلوار اپنی ران پر لٹکائے اور اس کا دایاں ہاتھ مہیب کام دکھائے۔

اس کے بعد اہل کتاب کے لیے کیا ساکت کرنے والا کلام فرماتا ہے وقولوا اٰمنا الخ کہ بھائیو! الہام اور نبوت کا دروازہ بند نہیں ہو گیا ہم جو ہمارے نبی پر الہام ہوا اس کو بھی مانتے ہیں اور جو تمہاری طرف انبیاء سابقین پر الہام ہوا ہے کہ جن کو تم بھی جانتے ہو اس کو بھی ہم مانتے ہیں توریت زبور انجیل سب پر ہمارا ایمان ہے اور ہمارا تمہارا ایک ہی خدا ہے۔ پھر جس نے پہلے کتابیں اور نبی بھیجے اسی نے یہ نبی اور کتاب بھیجی۔

وکذلک انزلنا الیک الکتٰب پھر اب تم کو ہمارے اہل حق ہونے میں کیا کلام باقی ہے صاف بات ہے ہم پر نبی یا کتاب نہ ماننے کا الزام عائد نہیں ہو سکتا ہاں تم پر ہے اس لیے خدا ترس اہل کتاب جیسا کہ عبداللہ بن سلام اور عرب کے بھی با انصاف لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ فالذین اٰتینٰھم الکتٰب یؤمنون بہ الخ پھر جو اس کا منکر ہے تو وہی ہے جو ازلی کافر ہے وما یجحد بایٰتنا الا الکٰفرون۔

اس کے بعد ایک اور دلیل تسلی بخش ذکر کر کے فرماتا ہے وما کنت تتلوا من قبلہ من کتٰب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون کہ اس دن سے پہلے آپ نہ کبھی کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ لکھتے تھے یعنی ظاہری علم نہیں تھا اگر اگلی کتابیں لکھے پڑھے ہوتے تو ان کے لیے شک کرنے کی گنجائش تھی کہ ان میں سے دیکھ کر کتاب لکھ لی ہوگی۔ پھر جب یہ نہیں تو بجز الہام الٰہی کے اور کوئی وجہ نہیں پھر یہ مبطل جھوٹا کرنے والے یا تباہ کار کس لیے شک کرتے ہیں بلکہ بل ھو اٰیٰت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم یہ قرآن کھلی کھلی آیتیں ہیں جو حفاظ کے سینوں میں لکھی ہوئی ہیں نہ کہ کاغذوں پر محمدؐ نے لکھ کر دی ہیں اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات روشن ہیں یعنی ان کے مطالب صاف ہیں اہل علم کے دلوں میں پیوست ہیں وہ اہل علم دل سے تصدیق کرتے ہیں یعنی کچھ اسی معجزہ پر بس نہیں کہ ایک اُمّی سے ایسی کتاب ظاہر ہوئی بلکہ نفس مضامین قرآن اپنے لیے آفتاب کی طرح اہل علم کے نزدیک آپ دلیل ہیں۔ اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ قرآن عالم بالا کے اہل علم ملائکہ کے دلوں میں لکھا ہوا ہے وہاں سے دنیا میں آیا ہے نہ کہ محمدؐ نے فرمایا ہے پھر جو کوئی ایسی آیتوں کا انکار کرے تو بڑا بے انصاف ہے۔ وما یجحد بایٰتنا الا الظٰلمون۔ یہاں تک اہل کتاب کے ساتھ احسن طریق پر مناظرہ تھا۔

وَقَالُوا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ

اور کہتے ہیں اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ نازل

رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

کی گئیں　کہہ دو　نشانیاں　تو　اللہ　ہی کے پاس　ہیں

وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ

اور میں　جو ہوں　تو کھول کر ڈرانے والا ہوں　کیا ان کو یہ

يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

کافی　نہیں　کہ　ہم نے　آپ پر　کتاب　نازل کی

يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً

جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے　البتہ　اس میں　رحمت

وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ

اور نصیحت ہے　اس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں　کہہ دیجیے

كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ

میرے اور تمہارے درمیان　گواہی کو　اللہ　کافی　ہے

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

وہ جانتا ہے جو کچھ　کہ　آسمانوں　اور زمین کے اندر ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا

اور وہ جو　جھوٹ پر ایمان لائے　اور اللہ سے منکر

بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ

ہوئے　وہی　زیاں کار　ہیں　اور

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ

وہ آپ سے جلدی عذاب مانگ رہے ہیں　اور اگر

اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ

وقت مقرر نہ ہو چکا ہوتا　تو پھر ان پر عذاب　آچکتا

وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا

اور البتہ　وہ ان پر دفعۃً آئے گا　کہ　ان کو　خبر

يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ

بھی نہ ہوگی　آپ سے جلدی کرتے ہیں عذاب کے لیے

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾

اور البتہ　جہنم　کافروں کو　گھیرے ہوئے ہے

يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ

جس دن کہ عذاب ان پر چھا جائے گا　ان کے اوپر سے

وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ

اور ان کے پاؤں کے نیچے سے　اور　کہے گا

ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

چکھو　جو کچھ کہ تم کیا کرتے تھے

ترکیب

انا انزلنا جملہ یکفہم کا فاعل یتلی علیہم کتاب کی صفت کفی کا فاعل اللہ اور ب زائدہ ہے شہیدا مفعول لہٗ کفٰی سے یا تمیز اور ممکن ہے کہ حال بھی ہو جائے یوم یغشٰہم ظرف ہے اس کا عامل محیطۃ اسے سیحیط ہم یوم کذا۔

تفسیر

وقالوا لولا انزل علیہ اٰیٰت من ربہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت دلائل سے ثابت کی گئی اور یہ بتلایا گیا کہ جس طرح پہلے نبیوں پر کتاب نازل کی گئی تھی اسی طرح آپ پر بھی اللہ نے نازل کی ہے اس پر کفار قریش نے از خود یا بعض اہل کتاب کے سکھانے سے یہ شبہ کیا کہ اس کو یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہ معجزات کیوں نہ دیے گئے جو ان کو دیے گئے تھے نافع و ابن عامر اور ابو بکر نے اور حفص کی قرأت میں آیات جمع کا لفظ ہے اور یہی راجح ہے۔

اس کے جواب میں فرماتا ہے قل انما الاٰیٰت عند اللہ وانما انا نذیر مبین کہ معجزات تو اللہ کے اختیار میں ہیں جب چاہے منکروں کے الزام کے واسطے ظاہر کرے۔ اور

میں رسول ہوں رسول کے لیے مخالفین کی خواہش کے موافق معجزات کا دیا جانا کوئی شرطِ رسالت نہیں۔ رسول کے بھیجنے سے غرض لوگوں کا تنبیہ کر دینا ہے۔ سو میں کھلم کھلا تم کو متنبہ کرنے والا ہوں۔ حضرت عیسیٰؑ سے بھی یہودیوں نے صلیب پر چڑھاتے وقت معجزات طلب کیے۔ مگر جب دیکھا گیا کہ نہ مانیں گے نہ دکھائے گئے۔ اور آنحضرتؐ کو کوئی معجزہ تصدیق کے لیے درکار ہے تو قرآن سے زیادہ اور کون سا معجزہ ہے جو تم کو سنایا جاتا ہے کیوں کہ امی شخص سے ایسی کتاب کا ظاہر ہونا کہ جس کی دس آیتوں کے برابر بھی کسی سے نہیں بن سکتیں بڑا معجزہ ہے اور نیز قرآن صرف معجزہ ہی نہیں بلکہ نصیحت اور رحمت ہے ایمان داروں کے لیے۔ فقال اولم یکفھم الی قولہ یؤمنون۔

دوسری دلیل نبوت کی اللہ کی شہادت ہے جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں سے واقف ہے اس کی شہادت بس ہے فقال قل کفٰی باللہ الخ پس جو غلط باتوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں اور اللہ کے منکر ہیں وہ نہیں مانتے نہ مانیں وہ خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں والذین امنوا بالباطل الخ۔

اس پر بھی کفار کو بس نہ تھی کہتے تھے کہ جب عذاب کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے اگر سچا ہے تو ابھی اس کو لا۔ و یستعجلونک بالعذاب۔ فرماتا ہے اس کے لیے ایک خاص وقت مصلحت الٰہیہ کی وجہ سے مقرر نہ ہوا ہوتا تو ابھی آتا اور وہاں وہ یکایک اُن پر آ وے گا۔

بدر کا واقعہ اور ایک قحط عظیم چنانچہ آیا۔ پھر تعجب کے طور پر اسی کلمہ کا اعادہ کرتا ہے ویستعجلونک بالعذاب کہ کیا جلدی کرتے ہو؟ جہنم کے گھیرے میں تو پڑے ہوئے ہو۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ
اے میرے ایمان دار بندو! بے شک میری زمین
وَّاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾
فراخ ہے پھر میری ہی عبادت کرو (اور غیر کے آگے نہ جھکو)

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۚ
ہر شخص موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے
ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ
پھر ہمارے ہی پاس پھر کر آؤ گے اور جو
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ
ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام بھی کیے البتہ ہم انکو جنت کے
مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
بالاخانوں میں جگہ دیں گے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ
ہوں گی وہ وہاں ہمیشہ رہا کریں گے کیا خوب بدلہ ہے
الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ
عمل کرنے والوں کا ان کا کہ جنھوں نے صبر کیا اور
عَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ
اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور
كَاَيِّنْ مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۣ
بہت سے ایسے جانور ہیں کہ جو اپنی روزی نہیں اٹھاتے ہیں
اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ
اللہ ان کو بھی روزی دیتا ہے اور تم کو بھی اور وہ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ
سنتا جانتا ہے اور (اے رسول) اگر آپ ان سے پوچھیں
مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ
کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور
سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ
(کہیں گے) سورج اور چاند کو محکوم کر دیا تو کہیں گے اللہ نے
فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
پھر کہاں بہکے چلے جاتے ہو اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس

لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ
کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے
اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَ
اللہ ہر شے سے خبردار ہے اور
لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ
اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان سے کس نے پانی
مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ
اتارا کہ جس سے خشک ہو جانے کے بعد زمین کو
مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ
سرسبز کیا تو کہیں گے اللہ کو الحمد
لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع ۶ ۱۳
للہ بلکہ اکثر ان میں سے نہیں سمجھتے

تفسیر

جب کہ کفار و مشرکین مکہ اور نیز اہل کتاب کا حال اور ان کے نامعلوم طریقے کی برائی اور آخرت کا وبال صاف صاف بیان ہوا تو شدہ شدہ کفار مکہ کو نہایت جوش و تعصب ہوا کہ دین داروں کو نہایت تکلیفیں دینی شروع کر دیں جن کی مسلمان نہایت استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ برداشت کرتے رہے مگر جب ادا ارکان دینی سے بھی سخت مانع آئے تو وطن چھوڑ کر باہر جانے کی اجازت ہی نہ دی بلکہ رغبت دلائی گئی اس لیے یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں ہجرت کی ترغیب ہے جس سے مسلمان ملک حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کر کے جانے لگے فقال یعبادی الذین آمنوا کہ اے میرے ایمان دار بندو! میری زمین فراخ اور کشادہ ہے کس لیے یہاں پڑے ہو باہر جاؤ اور اطمینان سے میری عبادت کرو۔ وطن چھوڑنا یوں بھی ایک آسان بات نہیں اس پر مسلمانوں کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی اور اپنے دینی بھائیوں کا فراق شاق گزرتا تھا اور تنگ دستی اور سفر کی غربت کا بھی خیال گزرتا تھا۔ ان دونوں باتوں سے تسکین و اطمینان کامل دلاتا ہے۔

اول بات کا اطمینان اس آیت میں دلاتا ہے کل نفس ذائقة الموت ثم الینا ترجعون کہ ہر ایک شخص کو ایک روز موت کا مزہ چکھنا ہے پھر بہتر یہی ہے کہ اللہ کی راہ میں مرنے اور مر کر سب ہمارے پاس آجاویں گے پھر وہاں جدائی نہیں۔ دنیا میں چند روزہ جدائی ہوئی تو کیا اور نیز اگر ہجرت نہ کی تو بھی مرنا ہے جدائی تو پھر بھی تمہارے خیال کے مطابق ہے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ یہ تکلیف جو ہے چند روزہ ہے اور تمہارے مخالفوں کا زور شور بھی چند دن کے لیے ہے۔

دوسری بات کے اطمینان کے لیے یہ آیت ہے والذین آمنوا وعملوا الصلحت لنبوئنهم من الجنة غرفا تجری من تحتها الانهر خلدین فیها کہ ہم ایمان داروں نیک کام کرنے والوں کو جنت کی کھڑکیوں اور جھروکوں میں جگہ دیں گے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور وہ وہاں ہمیشہ رہا کریں گے یعنی تمہارے اس ایمان اور وطن چھوڑنے کے بدلے میں ہم تم کو ایسا عمدہ وطن دیں گے۔ لنبوئنهم لننزلنهم من الجنة علالی وانتصاب غرفا جمع الغرفة اما بنزع الخافض ای فی غرف فحذف فی واما بکونه مفعولا ثانیا البوئ الاقامة)۔

اور عملوا الصلحت میں کی دو عمدہ نیکیوں کو بیان فرماتا ہے الذین صبروا وعلی ربهم یتوکلون کہ وہ جو سفر کرتے ہیں اور ہجرت کی تکلیف گوارا کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ گھر پر بھی تو بغیر مدد الٰہی کے کچھ کام نہیں چلتا پھر سفر میں بھی وہی امیں ہے ان کے

رزق کا اطمینان دلاتا ہے وکاین من دابۃ الخ کہ بہت سے زمین پر جانور ہیں کہ اپنی روزی کا آپ بندوبست نہیں کر سکتے۔ ہوا کے پرندوں اور زمین کے سوراخوں میں رہنے والوں کو وہی روزی دیتا ہے پھر کیا تم کو نہ دے گا یا تم کو بھول جاویگا نہیں ہرگز نہیں ھو السمیع العلیم وہ سننے جاننے والا ہے۔ پھر اس توکل کو ان تین آیتوں میں اور بھی مستحکم کرتا ہے اور اس ضمن میں مشرکوں پر تعریض بھی کرتا ہے اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ آفتاب و ماہتاب بارش وغیرہ انقلاب دہر اسی کے ہاتھ میں ہیں وہ لے مہاجرین تم کو زبردست مخالفوں کو زیر کر دے گا۔

اول آیت ولئن سالتھم الخ کہ ان سے پوچھیے گا تو اقرار کریں گے کہ آسمان و زمین چاند اور سورج اللہ نے بنائے ہیں پھر کیا وہ تمہاری روزی کے اسباب پیدا نہ کرے گا؟ اس میں مشرکوں پر طعن بھی ہے کہ پھر غیر کو کیوں پوجتے ہو؟

دوسری آیت اللہ یبسط الرزق الخ کہ تنگ دستی فراخ دستی اسی کے ہاتھ ہے۔

تیسری آیت ولئن سالتھم من نزل الخ کہ وہی مینہ برسا کر اس سے زمین کو ہرا بھرا کرتا ہے ان آیتوں میں مہاجرین کے اطمینان اور مشرکوں پر تعریض اور اللہ تعالیٰ کے خالق و قادر ہونے کا ثبوت و حشر بالاجساد و بالارواح کا بیان ہے۔

ف اب بھی جہاں فرائض دینی ادا کرنے سے کوئی مانع ہو تو ہجرت واجب ہے اور اس جگہ کی کہ جہاں ہجرت کر کے جاوے کوئی خصوصیت نہیں مکہ معظمہ ہو یا مدینہ منورہ یا کوئی دوسری جگہ کہ جہاں آزادی سے ارکان اسلام ادا کر سکے۔ اس وقت صحابہ حبشہ بھی ہجرت کر کے گئے تھے اور مدینہ تو دار الہجرت ہی تھا۔ فتح مکہ سے پیشتر ہجرت ضروری بات تھی پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب ہجرت کرنا ضرور نہیں مگر جہاں کہیں مسلمانوں کی وہی حالت ہو جائے جو ابتدائے اسلام میں مکہ میں تھی تو پھر ہجرت کا وہی حکم ہے۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ

اور کیا ہے اس　دنیا کی　زندگی　مگر کھیل

وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ

اور　کود　اور البتہ　دار　آخرت　ہی　زندگی کی

الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

جگہ　ہے　کاش　وہ　جانتے

ترکیب

الحیوان مصدر سمی بہ ذو الحیوۃ واصلہ حییان فقلبت الیاء الثانیۃ واوا لئلا تلتبس بالتثنیۃ ثم قلبت الفا لئلا یحذف احد الساکنین والحیوۃ ایضا مصدر لکن الحیوان ابلغ لان من بناء فعلان من معنی الحرکۃ والاضطراب اللازم للحیوۃ (بیضاوی وغیرہ)

تفسیر

ان آیتوں کے بعد (کہ جن میں توکل کی ترغیب تھی اور جن میں اپنی قدرت کاملہ کے آثار ظاہر فرمائے تھے کہ ہم نے آسمان و زمین کو پیدا کیا پھر آسمان سے مینہ برسا کر روزی رزق پیدا کرتے ہیں ہم ہی بے بس جانوروں کو روزی دیتے ہیں ہم ہی تنگی و فراخ دستی دیتے ہیں تاکہ بندہ اسی پر توکل کرے اور دین کی حفاظت میں جو کچھ مصیبت آوے اس سے نہ ڈرے) ایک ایسا جملہ ارشاد فرماتا ہے کہ جس سے دنیا سے دل سرد ہو جاوے اور یہاں کا عیش و آرام اور دکھ درد سب گرد ہو جاوے۔ فقال وما ھذہ الحیوۃ الدنیا

الا لھو ولعب وان الدار الاخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون اس آیت میں تین باتیں ارشاد فرمائیں:۔

اوّل یہ کہ دنیا کی زندگی محض کھیل کود ہے یعنی اس چیز کے مانند بے حقیقت ہے کہ جس سے لڑکے تھوڑی دیر تک مل کر کھیل کود لیتے ہیں پھر تھک کر الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عالم وجود میں لوگ آتے ہیں دنیا کی چیزوں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور اپنے اصلی رستہ کو کہ جہاں جانا ہے اور اپنے اصلی کام کو کہ جو یہاں کرنا تھا بھول جاتے ہیں اتنے میں جام عمر لبریز ہوا دنیا سے بڑی تلخ کامی کے ساتھ سب کچھ چھوڑ چھاڑ لیے گئے کہ پھر کسی نے ادھر آکر بھی نہ جھانکا۔ غرض یہ کہ جس طرح کھیل کود بے بنیاد ہے اسی طرح دنیا کی زندگی ہے۔ کیا خوب کہا ہے عارف جامی نے ؎

دلا تا کے دریں کاخ مجازی
کنی مانند طفلاں خاک بازی
بیفشاں بال و پر زامیزش خاک
بپرتا کنگرۂ ایوان افلاک

مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری کے کٹے مردار بچے کے پاس سے ہو کر نکلے لوگوں سے فرمایا اس کو کوئی ایک درہم میں خریدنا چاہتا ہے، لوگوں نے عرض کیا ہم تو اس کو مفت بھی نہیں لیتے۔ فرمایا بخدا! اللہ کے نزدیک تمہارے لیے دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار دنیا ملعون ہے جو کچھ اس میں ہے سب پر لعنت ہے مگر اللہ کا ذکر اور اس کے پسندیدہ کام اور عالم اور طالب العلم، رواہ الترمذی وابن ماجہ۔

سہیل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر اللہ کے نزدیک دنیا مچھر کے برابر بھی ہوتی تو کسی منکر کو پانی بھی نہ پینے دیتا، رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں فرماتے تھے کہ شراب گناہ کا گھر ہے اور عورت شیطان کی رسی ہے (اس سے باندھ لیتا ہے) اور دنیا کی محبت سب گناہوں کی جڑ ہے۔ مشکوٰۃ۔ ؎

ایام بقا چو باد صحرا بگذشت
تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت

لہو ولعب سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ دنیا میں لہو ولعب کرنا چاہیے۔ بعض کہتے ہیں لہو اور لعب کے ایک ہی معنی ہیں دوسرا لفظ پہلے کی تاکید کے لیے آیا کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں لعب لڑکپن کے زمانے میں کھیلنے کو کہتے ہیں اور لہو جوانی میں کھیلنا۔ کھیل کود اس کا ترجمہ ہے۔

دوسری بات وان الدار الاخرۃ لھی الحیوان کہ آخرت کا گھر ہی زندگی کی جگہ ہے یعنی فنا نہیں حیات ابدی ہے۔ پھر جس جگہ ہر وقت کوچ کا نقارہ بج رہا ہو عاقل کو وہاں دل لگانے مکان بنانے قصے قضیے کرنے سے کیا کام اور اس رواروی میں اسباب عیش سے کیا آرام ؎

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم
جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

اقارب واحباب کی موت، بدن کے تغیرات، زمانے کا انقلاب اس غافل کے کوچ اور سفر کے لیے گھنٹیاں ہیں ؎

مصحفی کس زندگانی پر بھلا میں شاد ہوں
یاد ہے موت قتیل و مردن انشا مجھے
کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

تیسری بات لو کانوا یعلمون اگر لوگ جانتے تو دنیا پر نہ مرتے۔ یا یہ معنی کاش ان کو اس بات کا علم ہوتا۔ اگرچہ دنیا کی بے ثباتی اور اپنی موت کا سب کو علم ہے مگر جب کہ اس علم پر عمل نہیں تو وہ بمنزلہ جہل کے ہے۔ اس لیے یہ

کلمہ فرمایا۔ اور سچ بھی ہے کہ اس جانے پر دنیا اور اس کے اسباب تفاخر میں یہ محویت ہے کہ مرنا بھی بھول گئے۔

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ

پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۖ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ

خاص اسی کے لیے نیاز کرکے پھر جب ان کو خشکی کی

إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوا

طرف بچا کر لے جاتا ہے تو پھر شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ ہماری دی

بِمَا آتَيْنَاهُمْ وَلِيَتَمَتَّعُوا ۚ فَسَوْفَ

ہوئی (نعمتوں) کا انکار کریں اور برت لیں پھر جلد معلوم

يَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا

کر لیں گے کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو

حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ

امن کی جگہ بنا دیا اور لوگ ہیں کہ ان کے آس پاس سے

حَوْلِهِمْ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَ

اچکے جاتے ہیں پھر کیا جھوٹ پر ایمان رکھتے ہیں اور

بِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ

اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں اور اس سے کون بڑھ کر

أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا

ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے

أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ

یا حق کو جھٹلائے جب کہ اس کے پاس آوے

أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾

کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں؟

ترکیب

اذا رکبوا شرط دعوا جواب مخلصین کا الدین مفعول اور فاعل اس کا ضمیر۔ یہ جملہ حال ہے فاعل دعوا سے حرمًا موصوف آمنًا الہ من القتل او السبی صفت مجموعہ جعلنا کا مفعول ثانی اول بلدہم محذوف اور کل جملہ لم یروا کا مفعول۔ ویتخطف الخ جملہ حال مفعول جعلنا سے یا مستانفۃ الخطف رہ لوگ لے جاتا۔

تفسیر

فاذا رکبوا فی الفلک یہاں پھر اس حیاتِ دنیا کے ایک بڑے اثر کو بیان فرماتا ہے کہ جب یہ مشرکین جو حیاتِ دنیا میں محو ہو رہے ہیں کشتی پر سوار ہو کر دریا کا سفر کرتے ہیں اور وہاں پہاڑ جیسے دریا کی موجیں اٹھتی اور کشتی کو تہ و بالا کرتی ہیں تو اس حیاتِ دنیا کا نشہ اتر جاتا ہے اور موت سامنے دکھائی دیتی ہے ان کی فطری حالت عود کر آتی ہے تو پھر خاص اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں۔

مخلصین لہ الدین۔ الدین بمعنی الطاعۃ اے مخلصین الطاعۃ لہ لا لغیرہ ویمکن ان یکون بمعنی الملۃ فالمعنی کائنین فی صورۃ من اخلص دینہ من المؤمنین حیث لا یذکرون الا اللہ تعالیٰ و لا یدعون سواہ۔

فلما نجٰھم الی البر اذا ھم یشرکون پھر جب ان کو وہ خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اپنی اسی حالت پر آجاتے ہیں اپنے انہیں معبودوں کی طرف دنیاوی طمع سے جس کو وہ ان کی طرف سے سمجھتے ہیں ان کو اللہ کے ساتھ شریک کرنے لگتے ہیں۔

لیکفروا بما اٰتینٰھم تاکہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کریں و اللام لام کی اے یشرکون لیکونوا کافرین بشرکہم نعمۃ النجاۃ او لام الامر علی التہدید (بیضاوی) یعنی ان کو اس نعمت کا شکر کرنا چاہیے تھا مگر حیاتِ دنیا کے نشہ میں اس کے بدلے وہ ناشکری کرتے ہیں غیروں کی طرف

طمع میں آکر جھک جاتے ہیں ولیتمتعوا اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے ہم دنیا میں شاد بامراد رہیں گے، پھلے پھولیں گے دنیا کو برتیں گے اگر ایسا نہ کریں تو یہ معبود ہم کو برتنے نہ دیں گے۔ چنانچہ اب بھی مشرکوں کا اپنے بتوں کی بابت یہی خیال ہے کہ اگر ہم ان کو نہ پوجیں نذر نیاز نہ کریں تو بیمار ہو جاویں مفلسی آجاوے اولاد مرجاوے۔ دوسری تقدیر پر یعنی جب کہ لام الگ لیا جاوے گا تو یہ معنی ہوں گے اچھا بہت لیں فسوف یعلمون پھر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ نعمتیں کس نے دی تھیں اور اب اس کی ناشکری میں کون سزا دے رہا ہے؟ یہ بات مرنے کے بعد بخوبی معلوم ہوگی۔

او لم یروا انا جعلنا حرما امنا الخ اب یہاں سے یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ سب نعمتیں ہماری دی ہوئی ہیں اس میں ان کے معبودوں کا کچھ بھی دخل نہیں ان نعمتوں میں سے ایک ایسی نعمت کا ذکر کرتا ہے کہ جس کو وہ بھی خاص اللہ ہی کی طرف سے سمجھتے تھے۔ وہ کیا؟ حرم مکہ کا امن کی جگہ ہونا۔ عرب کے تمام قبائل حرم مکہ کی تعظیم ہمیشہ سے کیا کرتے تھے۔ حرم مکہ میں یعنی اس کے پاس ایک خاص مدت تک (جس کو ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں) نہ کسی کو مارتے تھے نہ لوٹتے تھے اس لیے مکہ کے لوگ امن و عافیت سے زندگی بسر کرتے تھے اور ان کے اردگرد حرم کی حد سے باہر لوگ اچک لیے جاتے تھے۔ یعنی جس طرح شکاری پرند چیل باز وغیرہ زمین پر سے اچک لیتے ہیں یعنی اٹھا کر لے بھاگتے ہیں اسی طرح لوگوں کا حال تھا۔

افبالباطل یؤمنون وبنعمۃ اللہ یکفرون فرماتا ہے کہ پھر کیا غلط اور جھوٹی باتوں پر ایمان لاتے ہیں کہ فلاں بت نے اولاد دی فلاں نے فلاں کام کر دیا اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں اس کو نہیں مانتے اس پر ایمان نہیں لاتے۔

کافر و مشرکین اس حیات دنیا کے نشے میں دو کام کرتے تھے۔ ایک تو یہ کہ بتوں کے لیے افسانے اور قصے گھڑ رکھے تھے کہ اس نے فلاں کو یہ نعمت دی تھی اور فلاں نے جو نذر و نیاز نہ کی تھی اس کو برباد کر دیا تھا اللہ نے ان کو اپنے گھر کا مختار کیا ہے۔

دوسرا یہ کہ یہی باتوں کو جو رسول لے کر آیا تھا جھٹلاتے تھے۔ اور درحقیقت یہ دونوں باتیں عقلاء کے نزدیک ازحد بری اور صریح ظلم ہیں اس لیے فرماتا ہے ومن اظلم الخ کہ ان لوگوں سے بھی بڑھ کر کوئی ظالم اور بے انصاف ہے کہ جو اللہ پر جھوٹی باتیں بنائیں اور سچی بات کو نہ مانیں! پھر کیا ان کافروں کا جہنم میں ٹھکانا نہ ہوگا؟ یعنی ان کا جہنم میں گھر ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ

اور جنہوں نے ہمارے معاملہ میں محنت کی البتہ ان کو ہم اپنے

سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۶۹

رستے بتا دیں گے اور البتہ اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

ترکیب

والذین موصول جاھدوا فینا جملہ صلہ مجموعہ مبتدا لنھدینھم مفعول اول نھدی کا سبلنا مفعول ثانی جملہ خبر مع مضاف المحسنین مضاف الیہ خبر ان۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا الیس فی جھنم مثوی للکفرین کہ کیا جہنم میں کافروں کا مقام نہیں؟ یعنی جس رستہ پر یہ چلے جا رہے ہیں یہی رستہ جہنم کا ہے کیونکہ جب رستہ تمام ہو جاتا ہے تو وہی مقام ملتا ہے کہ جس کا یہ رستہ ہے۔ اب اس کے مقابلہ میں ایک دوسری سیدھی سڑک کی طرف اشارہ کرتا ہے جو خاص اس کی بارگاہ کبریائی تک پہنچی ہے۔ فقال

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کہ وہ جو ہمارے لیے کوشش کرتے ہیں ہم اُن کو اپنے پاس پہنچنے کے رستے بتلا دیں گے اور جب وہ اُن رستوں پر چل پڑیں گے تو پھر کچھ غم کسی رستہ میں پیش آنے والی مصیبت کا نہیں کیوں کہ وان اللہ لمع المحسنین اللہ نیک بختوں کے ساتھ ہے پھر جب ہم ساتھ ہیں تو کیا غم ہے نعم الطریق ونعم الرفیق۔

فوائد

(۱) جاھدوا فینا لے فی جنا و من اجل رضانا خالصاً یعنی ہمارے دربار فیض آثار کا در بند نہیں جو کوئی قصد کرے اور قصد بھی جھوٹا قصد نہ ہو بلکہ جہاد یعنی پوری کوشش اور خوب جدوجہد ہو تو ہم خود ہی اس کو رستوں پر چراغ لے کر آ ملتے ہیں۔ وہ جو پہلے فرمایا تھا وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان اب اس دار خلد کا آپ ہادی بن گیا یہ مطلب یہ کہ بندہ کا کام صرف کوشش کرنا ہے پھر منزل مقصود تک تو ہم آپ پہنچا دیتے ہیں۔

(۲) یہ ایک ایسا کثیر المعنی جملہ ہے کہ جس کی تفسیر کے لیے ایک اتنی ہی بڑی اور تفسیر لکھی جاوے تو بس نہ ہو۔ اس میں ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ مقاصد کی طرف اشارہ ہے اگر کوئی نیک کام کرنا چاہے کہ ہم مدرسہ یا مسجد بنا دیں یا مسافروں یتیموں کے لیے کوئی آرام گاہ تیار کریں یا کوئی دینی تصنیف کریں یا گمراہوں کو وعظ و پند سنا کر راستی پر لاویں یا دنیا میں شریر اور سرکشوں کو زیر کر کے راست بازوں کے لیے امن قائم کریں جیسا کہ جہاد میں ہوتا ہے تو سب کاموں میں جو یہ کوشش ہوگی تو اللہ ہی کے لیے ہوگی ان سب کاموں میں اللہ اس کی مدد کر کے اس کو کامیاب کرے گا اور یہ سب نیک رستے اس کے پاس پہنچنے کی سڑکیں ہیں ان میں سے ہر ایک رستے کی وہی رہنمائی کر کے اپنے دربار تک پہنچا دے گا جو دار الخلد ہے۔ اسی لیے ان سب طریقوں کے لحاظ سے سبلنا جمع کا صیغہ آیا کیوں کہ سبیل کی جمع سُبُل ہے اور اسی لیے پھر سبل کو نا کی طرف مضاف کر کے سب کو اپنا رستہ کہہ دیا۔

اسی طرح جو کوئی معرفت و حقیقت کے لیے کوشش کرے گا ذکر و فکر و مراقبہ وغیرہ رستوں سے اللہ اس کو اپنے تک پہنچا دے گا۔ بندہ کوشش تو کرے پھر تو اس کے لیے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اس میں جہاد اصغر اور جہاد اکبر دونوں کی طرف اشارہ ہے۔ بندے کی کوشش کی دیر ہے دریفیض تو ہر وقت کھلا ہوا ہے جہاں اس نے اُدھر کے لیے کوشش کی فوراً مبدأ فیاض سے اس پر تجلی پڑی۔ ہائے رے غفلت یار خود بلا رہا ہے رستہ دکھا رہا ہے ہم ہیں کہ دنیا کے مال و اسباب جمع کرنے میں محو ہو رہے ہیں جن کو تھوڑی دیر کے بعد چھوڑ دینا پڑے گا۔ الٰہی اس کوشش کی بھی تو ہی توفیق عطا کر، آمین۔

(۳) سورت کے خاتمہ میں تین فرقوں کی طرف اشارہ فرماتا ہے فرقۂ ناقصین کی طرف ومن اظلم میں کہ یہ بدبخت اپنی استعداد کو نکمی باتوں میں صرف کر کے جہاں کہیں جانا چاہے وہاں جانا چاہتے ہیں یعنی جہنم میں۔ فرقۂ متوسطین کی طرف والذین جاھدوا فینا میں یہ لوگ سیدھے رستے کے لیے محنت کرتے ہیں ان کی جدوجہد کو توفیق الٰہی ان کی رہنما ہوتی ہے۔ اور فرقۂ کاملین کی طرف وان اللہ لمع المحسنین میں کہ یہ لوگ طبقۂ علیا کے ہیں پیدا ہوتے ہی اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اول فرقہ کے لوگ کفار و بت پرست جن کو اصحٰب الشمال کہتے ہیں اور دوسرے فرقہ کے صالحین و مؤمنین جن کو اصحٰب الیمین کہتے ہیں۔ تیسرے فرقہ کے اولیاء کرام و انبیاء علیہم السلام جن کو السابقون الاولون کہتے ہیں۔

سورۂ رُوم

مکیہ ہے اس میں ساٹھ آیات اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِيْٓ

روم والے قریب کے ملک میں

اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ

مغلوب ہوگئے اور وہ چند سال میں

سَيَغْلِبُوْنَ ③ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ؕ

مغلوب ہونے کے بعد جلد غالب ہوں گے

لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ

فتح و شکست کا اختیار اس سے پہلے بھی اللہ ہی کو تھا اور اس کے بعد بھی

وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ④

اور اُس روز (جس روز رومی غالب ہوں گے) مسلمان بھی اللہ کی فتح

بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ

سے خوش ہو جائیں گے وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور

هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑤ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ

وہ زبردست رحم کرنے والا ہے اللہ کا وعدہ ہو چکا

لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ

اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑥

اکثر آدمی جانتے ہی نہیں

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ

کچھ دنیا کی زندگی کی ظاہر باتیں جانتے ہیں

وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦

اور آخرت سے تو وہ غافل ہی ہیں

ترکیب

فی ادنی الارض، غلبت سے متعلق ھم مبتدا سیغلبون خبر من بعد غلبھم اس سے متعلق غلبھم میں اول قراءت یعنی غلبت کو مجہول مانا جاوے تو مصدر مفعول کی طرف اور دوسری تقدیر میں مصدر فاعل کی طرف مضاف ہے۔ فی بضع متعلق ہے سیغلبون سے بنصر اللہ متعلق ہے یفرح المؤمنون سے وعد اللہ مصدر مؤکد لئے وعد اللہ وعدا ودل ماتقدم علی الفعل المحذوف لانہ وعد وعدہ مفعول لا یخلف۔

تفسیر

اگلی سورت میں اہل کتاب کو مشرکین پر ترجیح دی تھی بقولہ ولا تجادلوا اھل الکتٰب الا بالتی ھی احسن الا الذین ظلموا منھم وقولوا امنا بالذی انزل الینا وانزل الیکم وجھاد کرو مگر نرمی سے اور یہ کہو کہ جو کچھ تمہارے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوا ہے ہم اس کو مانتے ہیں اور ہمارا تمہارا ایک ہی خدا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بہ نسبت مشرکوں کے اہل اسلام کو اہل کتاب سے ایک خاص برادرانہ تعلق ہے ان کی ان کی صدہا باتیں ملتی ہیں۔ اس پر مشرکوں کو اہل کتاب سے بھی نفرت ہوگئی اب ان کے پاس آنا جانا بھی چھوڑ دیا اس عرصہ میں شاہ ایران خسرو اور شاہ روم ہرکلیوس کی لڑائی ہوئی اور ہمیشہ ان دونوں سلطنتوں میں لڑائیاں ہوا کرتی تھیں خدا کی قدرت اب کے بار شاہ روم جو اہل کتاب یعنی عیسائی تھا شاہ ایران سے مغلوب ہوگیا اور شاہ ایران کے ہاں بت پرستی کے اصول کو زندہ کرنے والی آتش پرستی مروج تھی اس لیے مشرکین کو اس سے جانب داری اور شاہ

روم سے منافرت تھی اس موقع پر مشرکین نے بڑی خوشی منائی اور مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ تو تمہارے بھائی جو اہل کتاب ہیں اور ان کا اور تمہارا خدا ایک ہے مغلوب ہو گئے تمہارے خدا سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔ اس پر یہ سورت کہ میں نازل ہوئی مسلمانوں کی تسلی کے لیے جس میں شاہ روم کے پھر غالب ہونے کی اور نیز مسلمانوں کو فتح نصیب ہونے کی بشارت ہے۔

الٓمّٓ۔ ہم بارہا بیان کر آئے ہیں کہ اوائل سور میں یہ حروف مفردات آیندہ مضمون کے مہتم بالشان ہونے پر دلالت کرنے کے لیے آیا کرتے ہیں اور ان میں مخاطب کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اس کے بعد کوئی بڑی بات بیان ہوگی تاکہ متوجہ ہو کر سنے اور نیز ان میں کسی خاص امر کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ اس جگہ الف سے اسلام کی طرف اور ل سے اہل کتاب کی طرف م سے مغلوب ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ گو اہل کتاب ایرانیوں پر غالب ہوں گے مگر اخیر میں اہل اسلام سے مغلوب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس کو وہ قرارت بھی مؤید ہے کہ جس میں غلبت کو معروف اور سیغلبون کو مجہول پڑھا ہے کہ اہل کتاب یعنی رومی غالب آئے مگر اس غالب آنے کے بعد پھر مغلوب ہوں گے۔ اور اگر صرف سیغلبون کو ہی مجہول کا صیغہ لیا جاوے تو بھی یہی مقصد حاصل ہوتا ہے کہ رومی اب دب گئے مگر من بعد غلبھم اپنے غلبہ پانے کے بعد پھر مغلوب ہوں گے۔ اس میں ایک بار ان کے غالب ہونے کی بشارت ہے پھر مغلوب ہونے کی بھی پیشین گوئی ہے چنانچہ دونوں باتیں وقوع میں آئیں اور رومی ایرانیوں پر فتح بدر کے روز غالب آئے۔ پھر چند برس کے بعد خلافت ابوبکرؓ و عمرؓ میں مغلوب ہو گئے، واللہ اعلم عند اللہ تعالیٰ۔

غلبت الرّوم فی ادنی الارض کہ بالفعل رومی لوگ[1] ہرکلیوس کہ جس کو اہل اسلام ہرقل کہتے ہیں قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئے ہیں۔ ادنی الارض کے معنی ہیں قریب کی زمین۔ اس کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ عرب کے قریب کی زمین اطراف شام اذرعات[2] و بصریٰ اور یہیں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو کر روم مغلوب ہوا تھا اور یہی جگہ شام کے ملک سے باعتبار عرب کے قریب ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں اردن اور فلسطین مراد ہے۔ مجاہد کہتے ہیں ارض جزیرہ مراد ہے اور یہی ملک روم[ف] کی سرحد ہیں

---

[1] کسریٰ شاہ فارس اور ہرقل شاہ روم کی جنگ سے قریب کے ملک یعنی عراق میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں فتح مکہ سے پہلے لڑائی ہوئی تھی جس میں رومی مغلوب ہو گئے تھے، قریش کہ عناصر پرستی وغیرہ کے رشتے سے ایرانیوں سے خوش اور اہل کتاب ہونے کے سبب رومیوں سے ناخوش تھے اور ان کو مسلمانوں سے منسوب کرتے تھے اس آیت میں رومیوں کے غالب ہونے کی پیشین خبری ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے چند سال کے بعد پھر لڑائی ہوئی اور رومی غالب آئے اور اسی روز بدر کی لڑائی میں قریش مکہ پر مسلمانوں نے بھی بڑی فتح پائی اور بڑی خوشی ہوئی، حقانی۔

ف روم تو دراصل اٹالیہ کو شہر روم کے سبب سے کہتے ہیں مگر ایشیائے کوچک سے لے کر قسطنطنیہ تک اور اس کے آگے تک بہت سے ملکوں کو عرب روم ہی کہتے تھے جو ان ملکوں میں رہتا ہے اور جو وہاں کا بادشاہ سب کو روم یا رومی کہتے ہیں جس طرح کہ ایشیائے کوچک کے جنوبی ملکوں کو شام کہتے ہیں۔ ہرکلیوس عیسائی مذہب کا بادشاہ تھا ۱۲ منہ

[2] اذرعات۔ یہ صوبۂ دمشق کا شہر ہے جو عمان اور بلقاء کے مابین واقع ہے۔ اور بصریٰ ضلع حوران کا مرکزی شہر تھا شام میں۔

فارس کے قریب ہے۔

فقیر کہتا ہے ہجرت سے تخمیناً چھے برس پہلے روم کے بادشاہ ہرکلیوس اور شاہ ایران خسرو میں جنگ شروع ہوئی اور طرفین سے سخت لڑائیاں ہوئیں ایرانی لشکر بصرہ کی طرف سے بڑھا اور رومیوں کو دباتا ہوا چلا شام کے ملک میں پہنچا اور خاص بیت المقدس کو بھی فتح کر لیا۔ ایشیائے کوچک کے تمام علاقے دبا لیے آخر قسطنطنیہ کے محاصرہ تک نوبت پہنچی تھی ہزاروں رومی اس جنگ میں مارے گئے بڑی شکست فاش ہوئی (اب سب کے قول ٹھیک ہو گئے) جب یہ خبریں مکہ میں پہنچیں تو مشرکین بڑے خوش ہوئے اور مسلمانوں کو طعنہ دینے لگے۔ تب مسلمانوں کی تسلی کے لیے یہ آیتیں نازل ہوئیں، ان میں تین پیشین گوئیاں ہیں ایک باوجود ان کے مغلوب ہونے کے رومیوں کا ایرانیوں پر غالب آنا۔ دوم پھر مسلمانوں کے ہاتھ سے مغلوب ہونا۔ سوم اس پر مسلمانوں کا فتح پانا۔ بحمد اللہ یہ تینوں باتیں بہت جلد حسب مثال کے بعد واقع ہوئیں۔ فقال اللہ تعالیٰ و ھم من بعد غلبھم سیغلبون اور وہ رومی ایرانیوں کے غلبہ کے بعد ان پر غالب آویں گے فی بضع سنین چند برس میں اور ان کی شکستہ حالی پر کوئی نہ جائے کیوں کہ للہ الامر من قبل و من بعد اللہ ہی کے ہاتھ میں زمام حکومت ہے آگے بھی اور پیچھے بھی۔ دوسری قرارت پر یہ معنی ہونگے کہ وہ رومی اپنے اس غلبہ کے بعد جو چند برس میں ہونے والا ہے عن قریب مسلمانوں کے ہاتھوں سے مغلوب ہونگے چنانچہ اس شکست کے سات برس بعد ہجرت کے دوسرے سال روم نے پھر اپنا ساز و سامان تیار کر کے ایرانیوں سے جنگ شروع کی اور اب کے ان کو اس پیشین گوئی کے مطابق ایرانیوں پر وہ غلبہ ہوا کہ اپنا تمام ملک مقبوضہ ان کے ہاتھ سے چھڑا کر ان کے ملک میں بھی گھس آئے یہاں تک کہ مدائن تک پہنچ گئے اور وہاں اپنی فتح کی یادگاری میں ایک عمارت بنوائی جس کو رومیہ کہتے ہیں اور اس کے ساتھ مسلمانوں کو بھی ایک (تیسری) پیشین گوئی سناتا ہے:۔

ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ کہ اس روز مسلمان بھی اللہ کی فتح دینے سے خوش ہوں گے۔ چنانچہ ادھر رومیوں کی فتح کی خبر آئی اسی دن بدر کی لڑائی میں جو کفار قریش سے تھی مسلمانوں کو بڑی فتح نصیب ہوئی بضع کے معنی چند کے ہیں جو تین سے لے کر نو تک کے عدد کو شامل ہے۔ اس آیت پر کفار قریش نے بڑا تمسخر کیا اور ابوبکرؓ سے کہا کہ تعداد قائم کرو کہ یہ بات کے برس میں واقع ہوگی؟ کیوں کہ لفظ بضع میں ابہام تھا اس پر ابوبکر صدیق رضؓ اور ابی بن خلف کا فریق بحث ہو کر ایک شرط ٹھیری کہ ابوبکرؓ نے فرمایا نو برس کے اندر اگر روم غالب آگیا تو میں تجھ سے سو اونٹ لے لوں گا ورنہ تجھ کو سو اونٹ دوں گا۔ جب یہ پیشین گوئی پوری ہوئی ابی بن خلف مر چکا تھا، ابوبکرؓ نے ابی کے وارثوں سے سو اونٹ لیے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو لائے۔ آپ نے فرمایا ان کو صدقہ دے دو انہوں نے دیدیے (نیشاپوری) اس عہد تک شاید اس قسم کی شرط جائز ہوگی۔ پھر جب قمار کی حرمت آئی تو ایسی شرطیں بھی قمار میں شامل ہو کر ممنوع ہو گئیں۔ ہاں اگر ایک طرف سے شرط ہو تو مضائقہ نہیں

لہ اور نیز بضع کے لفظ میں مخالف کی غلط افواہ کی بھی روک ہے۔ اگر ایک معین سال کا نام لیا جاتا تو تکذیب کرنے کے لیے اس سے پہلے ہی مخالف فتح یابی کی افواہ اڑا دیتے ۱۲ منہ

حنفیہ اس واقعہ سے اس بات پر دلیل لاتے ہیں کہ دار الحرب میں اگر مسلمان کفار سے اس قسم کے معاملات[1] قائم کریں تو جائز ہے۔ (بیضاوی)

پیشین گوئیاں

یہ پیشین گوئیاں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لیے دلیل واضح ہیں۔ اب بضع کے لفظ پر شبہ کرنا عبث ہے کس لیے کہ اکثر پیشین گوئیوں کی مدتوں میں قدرے ابہام ہوا کرتا ہے۔ کتاب دانیال وغیرہ ملاحظہ کرو۔ اور دراصل ابہام بھی جاتا رہا جب کہ صدیق اکبرؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے مدت معین کر دی۔

پھر بضع کا لفظ ایک محاورہ کے لیے آیا اور یہ شبہ بھی بعید از عقل ہے کہ کچھ قرائن دیکھ کر یہ پیشین گوئی کر دی ہو گی، کس لیے کہ اس وقت ہرکلیوس کی فتح کا کوئی بھی قرینہ باقی نہ رہا تھا، نہ مسلمانوں کی فتح بدر کا قرینہ تھا، نہ اہل کتاب پر فتح یابی کا کوئی قرینہ تھا بلکہ اس وقت یہ پیشین گوئیاں ایسی خلاف قیاس معلوم ہوتی تھیں کہ جن پر کفار قریش مضحکہ کرتے تھے جن کے جواب میں خدا تعالےٰ بھی قدرت اور اسباب ظاہر پر تکیہ کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

فقال ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم کہ وہ جس کو چاہے فتح دے زبردست ہے رحمت کرنے والا ہے جس پر چاہے رحم کر کے غالب کر دے۔ وعد اللہ لا یخلف اللہ اللہ کا وعدہ ہو چکا وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا۔ ولکن اکثر الناس لا یعلمون لیکن اکثر لوگ اس بات کو جانتے نہیں۔ یعلمون ظاھرا من الحیوۃ الدنیا وہ دنیا کی زندگی کے ظاہری اسباب کو جانتے ہیں اور انہیں پر ان کو تکیہ ہے وھم عن الاٰخرۃ ھم غافلون پیچھے آنے والی بات سے کہ جس کو وہ ظاہر نہیں دیکھتے غافل ہیں۔ پیچھے آنے والی بات میں یہ پیشین گوئیاں اور دیگر امور اور قوموں کے ادبار و اقبال اور ان کی موت اور عالم آخرت حشر و نشر جنت دوزخ سب آ گئے۔ ہرقل کی فتح کے سولہویں[2] برس حضرت عمرؓ نے رومیوں کو مغلوب کیا بیت المقدس کو لیا۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۭ مَا خَلَقَ
کیا وہ اپنے دل میں (یہ بھی) خیال نہیں کرتے کہ اللہ نے
اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ
آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے
اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ
عمدگی سے اور وقت مقرر تک کے لیے بنایا ہے اور البتہ
كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗىِٕ رَبِّهِمْ
بہت سے لوگ تو اپنے رب سے ملنے کے
لَكٰفِرُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ
منکر ہی ہیں　کیا انہوں نے زمین پر پھر کر نہیں
فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ
دیکھ لیا　کہ ان سے　پہلوں کا　کیسا
مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً
انجام　ہوا　وہ ان سے بھی بڑھ کر قوت والے تھے
وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ
اور انہوں نے زمین کو جوتا تھا　اور ان سے بہت زیادہ

[1] لے عقود فاسدہ۔ [2] چڑھائی تو نویں برس میں ہوئی مگر سولہویں میں بہت کچھ روم مغلوب ہو گئے۔ منہ

وَمَا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

آباد کیا　اور ان کے پاس ان کے رسول معجزات

بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ

لے کر بھی آئے تھے　پھر اللہ تو اُن پر کاہے کو ظلم کرنے لگا تھا

وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

پر وہی اپنے اوپر آپ ظلم ڈھاتے تھے

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ

پھر بُرا کرنے والوں کا　انجام بھی　بُرا ہی　ہوا

أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا

اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو　جھٹلایا　اور ان کی

بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ ۝ ع ۱۰

ہنسی اُڑاتے　رہے۔

ترکیب

ما خلق نافیۃ وفی التقدیر وجہان احدہما ہو ستانف لا موضع لہ والکلام تام قبلہ والثانی موضعہ نصب بیتفکروا والنفی لا یمنع ذلک کما لم یمنع فی قولہ وظنوا ما لہم من محیص۔ عاقبۃ خبر رفعہ جملہ اسم کان وفی الخبر وجہان احدہما السوأی وان کذبوا فی موضع نصب مفعولا لہ لان کذبوا او بان کذبوا والثانی ان کذبوا و السوأی علی ہذا صفۃ مصدر ومن نصب جعلہا خبر کان والاسم ہو السوأی وان کذبوا والسوأی تانیث الاسوء وہو الاقبح۔

تفسیر

ان لوگوں کو کہ جو ظاہر دنیا پر فریفتہ ہیں اور آخرت سے غافل ہیں ان آیات میں اپنی قدرت اور جبروت کا مشاہدہ کراتا ہے۔ فقال اولم یتفکروا الخ کہ وہ اپنے دل میں نہیں سوچتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے اندر جو کچھ چیزیں ہیں سب کو کس عمدگی کے ساتھ بنایا ہے کوئی بات نکمی نہیں اور ہر ایک کی ایک عمر مقرر کردی ہے۔ نباتات حیوان، انسان کی جوں کہ تھوڑی عمر ہے اس لیے اس کے فانی ہونے میں تو کسی کو شبہ نہیں مگر پتھر اور عناصر اور آسمان اور کواکب کی عمریں بہت ہیں اس لیے بہت سے کم عقلوں کو گمان ہوگیا ہے کہ یہ چیزیں فنا نہیں ہوں گی ہمیشہ رہیں گی اور جب ہمیشہ کا رہنا ان کا لیا تو لاچار ہو کر یہ بھی کہنا پڑا کہ ان کی ابتدا بھی نہیں تھی ہمیشہ سے ہیں پھر جب یہ ہوا تو حشر کا خواہ مخواہ انکار کرنا پڑا جیسا کہ حکماء کے بعض فریق اور ہنود کے بعض گروہ قائل ہیں مگر یہ نہ سوچا کہ جو چیز ازلی اور ابدی ہے وہ اللہ کی ذات ہے اور کوئی نہیں مگر عرب کے مشرک اس بات کے قائل تھے کہ ان سب چیزوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے اس لیے ان پر تو حجت جلد قائم ہوگئی کہ جس کی ابتدا ہے اس کی انتہا بھی ضرور ہوگی اس لیے اللہ نے خلق اللہ السمٰوٰت والارض وما بینہما میں ان چیزوں کا حادث اور مخلوق ہونا بیان فرمادیا اور الا بالحق میں یہ کہ اس نے ان کو اضطراراً نہیں بنایا ہے جیسا کہ بعض حکماء کہتے ہیں بلکہ قصداً۔ اور ان میں سے ہر ایک میں مصلحت رکھی ہے۔ بے اختیاری بنانے میں یہ کب ہوتا ہے؟

واجل مسمّٰی میں یہ بیان کر دیا کہ ان کی انتہا بھی ہے پھر جب یہ ہے تو حشر اور قیامت اور خدا کے پاس جانے میں کیا شبہ باقی رہا؟

وان کثیرا من الناس بلقاء ربہم لکفرون

ع پر انہوں نے نہ مانا اور آخر اپنے کیے کی سزا کو پہنچے ہلاک ہوئے ۱۲ منہ

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ
اللہ ہی مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر وہ اس کو دوبارہ پیدا کرے گا پھر
اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ
اس کے پاس لوٹ کر آؤ گے　اور جس دن　قیامت
السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ
برپا ہوگی　گناہگار ناامید ہو جائیں گے　اور
لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ
ان کے معبودوں میں سے کوئی　ان کا　سفارشی
شُفَعَآءُ وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾
نہ ہوگا　اور یہ بھی اپنے معبودوں سے منکر ہو جاویں گے
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ
اور جس دن　قیامت　قائم ہوگی　اس روز لوگ جدا
يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
جدا ہو جاویں گے　پھر جو　ایمان　لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ
اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے　سو وہ بہشت　میں
يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
چین کریں گے　اور وہ　جو　منکر ہوئے
وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ
اور انہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا
فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾
سو وہ عذاب میں پکڑے ہوئے آئیں گے

ترکیب

یبلس المجرمون یسکتون متحیرین آیسین یقال ناظرته فابلس اذا سکت وآیس من ان یحتج وکانوا

بہت سے لوگ خدا کے پاس جانے کا انکار کرتے ہیں اور یہ انکار ان کا چوں کہ غفلت اور دنیا کے غرور اور محبت سے تھا اس لیے ان سے پہلوں کا حال بیان فرمایا کہ وہ سب جو تم سے زیادہ قوی اور مال دار اور زمین میں بسنے والے تھے اسی سبب سے برباد ہوئے۔ ذرا دنیا میں پھر کر دیکھو ان کے آثار قدیمہ تمہیں دکھائی دیں گے۔ فقال اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلهم کیا انہوں نے زمین میں پھر کر نہیں دیکھ لیا ہے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا؟

کانوا اشد منهم قوة واثاروا الارض وعمروها اکثر مما عمروها وجاءتهم رسلهم بالبینٰت وہ ان سے بھی زیادہ قوی تھے اور زمین کو جوتتے تھے اور آباد کرتے تھے ان سے زیادہ اور ان کے پاس ان کے رسول معجزات لے کر آئے تھے۔

فما کان اللّٰه لیظلمهم پھر ان پر اللہ کا عذاب آیا لیکن اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا وہ خود اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے جو رسولوں سے بمقابلہ پیش آئے۔

ثم کان عاقبة الذین اساؤا السوٰی پھر ان کا برا انجام ہوا اس سبب سے کہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے اور ان سے تمسخر کرتے تھے۔

ان آیات میں اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرما کر یہ بھی بتلا دیا کہ ہم نے جو نفخ کی خبر دی ہے وہ بھی سچ ہے ہماری قدرت سے بعید نہیں اور آخرت سے جو ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا تھا اس کو بھی اٹھا دیا کہ ہر چیز کی ایک مدت مقرر ہے یہ عالم فنا ہوگا تم کو اس کے پاس جانا ہے اور یہ بھی بتلا دیا کہ پہلے لوگوں نے دنیا کے غرور میں ان باتوں کو نہیں مانا وہ ہلاک ہوئے۔ دیکھو دنیا فانی ہے، وہ کہاں گئے؟

بشر کانھم کفرین لے یکفرون بالتھم حین یسوا منھم، و قیل کانوا فی الدنیا کافرین بسبب یومر کانا صب یبلس۔ شفعاء جمع شفیع اسم ولم یکن لھم خبر مقدم۔ من شرکائھم بیان لشفعاء۔ یومر یقوم کا عامل یتفرقون۔ یومئذ یومر کی تاکید ولقاء الاٰخرۃ مصدر مضاف ہے مفعول کی طرف یہ ایتنا پر معطوف تحت میں باجار کی مفعول ہے کذبوا کا۔

تفسیر

اللہ یبدؤا الخلق ثم یعیدہ ثم الیہ ترجعون یہاں سے معاد یعنی حشر شروع ہوتا ہے اور اس بات کو مدلل کرکے ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ مخلوق کو شروع سے پیدا کرتا ہے یہ بات نہیں کہ پیدا کرکے فارغ ہوگیا۔ اگرچہ بھاری بھاری چیزیں اس عالم کی تو پیدا کر دیں جیسا کہ آسمان و زمین کواکب و عناصر۔ اب ان کے علاوہ انسان نباتات حیوان ہر روز لاکھوں چیزیں پیدا کیا کرتا ہے کہ ان کا اول میں کچھ نام و نشان بھی نہیں ہوتا ہے پھر جو نئے سرے سے پیدا کرتا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے بلکہ اس کا وعدہ ہے کہ وہ اس عالم کے فنا ہونے کے بعد ہر چیز کو بار دگر پیدا کرے گا اور پھر لوگ عدالت کے دربار میں خدا تعالیٰ کے روبرو حاضر ہونگے۔

ویوم تقوم الساعۃ یبلس المجرمون یہاں سے اس روز کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ جس دن قیامت برپا ہوگی نافرمان و مجرم ناامید ہوجاویں گے۔ مجرم کون ہیں کافر و مشرک اور اہل اسلام میں سے فاسق و بدکار مگر آیت میں کافر و مشرک مراد ہیں۔ ان کے وہ دلی منصوبے سب جاتے رہیں گے۔ بعض کہا کرتے تھے کہ ہم کو گنگا مائی بچالے گی۔ بعض کہتے تھے کہ گائے کی دُم پکڑ کے بحر مذاب سے پار ہوجاویں گے اور برہمن نے اس مسئلہ کو اپنے معتقدوں کے دل میں خوب جما رکھا تھا اس لیے دھرماتما گائے دان کیا کرتے تھے۔ بعض مہاراجہ یہ سمجھتے تھے کہ بیل پر سوار ہوکر پار ہوجاویں گے۔ بعض کہتے تھے ہنومان جی بچالیں گے۔ بعض کہتے تھے حضرت عیسیٰ مسیح تو ہمارے تمام گناہ خواہ وہ کیسے ہی ہوں اپنے اوپر اٹھا کے لے گئے اب کیا ہے جس نے بپتسمہ یعنی اصطباغ[1] پایا مرتے ہی خدا تعالیٰ کے دائیں طرف تخت رب العالمین کا کنارہ دبا کر بیٹھ جاویں گے۔ اسی طرح مکہ بلکہ عرب کے بت پرست کہیں لات منات پر تکیہ کیے ہوئے تھے کہیں ملائکہ عناصر اور آفتاب کو قاضی الحاجات دافع المشکلات جانتے تھے جیسا کہ آج کل جہال مسلمان تعزیہ اور اسپ حضرت حسینؓ کے

---

[1] عیسائیوں کے ہاں جب کوئی ان کے دین میں داخل ہوتا یا نیا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو ایک حوض میں غوطہ دیتے ہیں بعض صرف پانی کے چھینٹے ہی دیتے ہیں۔ بعض رنگ کے چھینٹے دیا کرتے تھے۔ اس کو اصطباغ یا بپتسمہ کہتے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ اصطباغ لینے میں سب گناہوں سے پاک ہوگیا۔ جیسا کہ ہندو گنگا میں نہانا سب گناہوں کا معاف ہونا جانتے ہیں۔ پھر جس طرح ہندو برہما، بشن، مہیش تینوں کو خدا سمجھتے ہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک ایشر یعنی خدا۔ اسی طرح عیسائی باپ، بیٹا، روح القدس کو خدا سمجھتے ہیں پر تینوں کو کہتے ہیں ایک خدا ہے۔ یہ مذہب کا اسی عقیدہ پر مدار ہے۔ پھر اس کو روحانی تعلیم بھی کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ

فرضی تعل کر، کہیں کسی جھنڈے اور تھان کو حاجت روا سمجھتے ہیں وہاں دیکھیں گے تو کچھ بھی نہیں ولم یکن لھم من شرکائھم شفعاء کہ ان کے معبودوں میں سے کوئی بھی ان کا سفارشی کھڑا نہ ہوگا بلکہ وکانوا بشرکائھم کفرین اپنے ان معبودوں سے منکر ہو کہنے لگیں گے کہ ہم تو ان کو نہیں پوجتے تھے، کما قال اللہ تعالیٰ سیکفرون بعبادتھم۔

ہاں حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً سید المرسلین م اور ان کے پیروان کاملین ان ایمان داروں کے لیے ضرور سفارش کریں گے کہ جن سے بمقتضائے بشریت کوئی خطا دنیا میں ہوگئی ہے کیوں کہ وہ درگاہ کبریائی کے باغی نہ تھے کہ جو اس کے سوا انہوں نے کسی کو معبود بنا لیا ہو اور آیت میں صاف اشارہ ہے کہ جو کوئی ان انبیاء علیہم السلام کو معبود بنالے گا ان کی وہ سفارش نہ کریں گے پھر انجام کار وہاں کیا ہوگا؟ اس کی تفصیل فرماتا ہے ویوم تقوم الساعۃ یومئذ یتفرقون کہ اس روز قیامت برپا ہوگی خدا تعالیٰ کے مجرموں کو فرماں برداروں سے الگ کر دیا جائے گا۔

فاما الذین امنوا الخ پھر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے وہ بہشتوں میں چین کریں گے۔ مدار نجات کا ایمان اور نیک کام کرنے پر رکھا ہے خواہ اس میں کوئی غریب ہو یا امیر وضیع ہو یا شریف۔

واما الذین کفروا الخ اور جس نے کفر اختیار کیا اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور قیامت کے منکر ہوئے اس میں شرک اور ہر قسم کے گناہ اور بدکاری بھی آگئی جن کو کذبوا بایٰتنا ولقاء الاٰخرۃ میں اجمالاً بیان کر دیا کس لیے کہ کفار جو شرک کرتے ہیں وہ آیات توحید کی تکذیب کرتے ہیں اور معصیت کو حلال جان کر کرتے ہیں اس میں تکذیب آیات قیامت ہے فاولئک فی العذاب محضرون۔ پس وہ عذاب میں پکڑے

ہوئے لائے جاویں گے۔ یحبرون یسرون بانواع المسار لحظۃ فلحظۃ حبرہ اذا سرہ (نیشاپوری)۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ

پھر اللہ کی تسبیح کیا کرو جب کہ تم شام کرو اور جب کہ

تُصْبِحُوْنَ ﴿١٧﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ

تم صبح کرو اور اسی کی ستائش ہے آسمانوں میں

وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿١٨﴾

اور زمین میں اور پچھلے پہر کو اور دن ڈھلے کو

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ

زندہ کو مردہ سے پیدا کر کے نکالتا ہے اور مردہ کو

الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ

زندہ سے نکالتا ہے اور زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے

مَوْتِهَا ۚ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿١٩﴾ ع ۲ ۹ ۵

مرنے کے بعد اور اسی طرح سے تم بھی زندہ کیے جاؤ گے

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

اور اس کی قدرت کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ تم کو خاک سے پیدا کیا

ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَ

پھر تو تم انسان بن کر پھیل رہے ہو اور

مِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

اسی قدرت کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ تمہارے لیے تمہیں میں سے بیویاں

اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ

پیدا کیں کہ ان کے پاس تم کو قرار آوے اور تم میں

بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ

باہم محبت و مہربانی پیدا کی البتہ یہ

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾

بڑی نشانیاں ہیں غور کرنے والوں کے لیے

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ
اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا
الْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ
پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور
وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
رنگتوں کا مختلف ہونا بھی ہے البتہ اس میں علم والوں کے
لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ
لیے نشانیاں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات
بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ
اور دن میں سونا اور اس کے فضل (روزی) کا تلاش
فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
کرنا بھی ہے البتہ اس میں سننے والوں کے لیے بڑی
يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ
نشانیاں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تم کو
الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ
خوف اور امید دلانے کو بجلی دکھاتا ہے اور اوپر سے
السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ
پانی برساتا ہے پھر اس سے خشک ہو جانے کے بعد زمین کو
مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
تر و تازہ کرتا ہے البتہ اس میں عقل مندوں کے لیے بڑی
يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ
بڑی نشانیاں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ
تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ
آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں
ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ
پھر جب تم کو زمین میں سے ایک بار گی بلا دے گا

اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي
تو تم نکل آؤ گے اور اسی کا ہے جو کچھ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ
آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کے آگے
قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا
گردن جھکائے ہوئے ہیں اور وہی ابتدا
الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ
پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لیے بہت
عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي
آسان ہے اور اس کی شان بلند ہے
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ
آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾
(بڑا) زبردست حکمت والا ہے۔

ترکیب

فسبحٰن اللہ الخ قد مر وجہ الاعراب فی سورۃ الاسراء حین تمسون الجمہور علی الاضافۃ والعامل فیہ سبحان و قرئی منونا علی ان یجعل تمسون صفۃ لہ والعائد محذوف ای تمسون فیہ وعشیا معطوف علی حین فکلما دخل التسبیح والحمد معترض وفی السمٰوٰت حال من الحمد ویمکن ان یکون عشیا معطوفا علی فی السمٰوٰت۔

تفسیر

لہ اے الصفۃ العلیاء بحانہ لا الٰہ الا اللہ، منہ (جلالین)۔

لہ اے حین تمسون وحین تصبحون ۱۲ منہ

وعدہ وعید کے بعد یہ بتلانا مناسب تھا کہ وہ کون سی باتیں ہیں کہ جن سے وعدۂ انعام کا مستحق ٹھیرے اور کون سی باتیں ہیں کہ جن سے وعید جہنم سے بچے؟ اس لیے فرمایا فسبحٰن اللّٰہ حین تمسون الخ کہ ان اوقاتِ مذکورہ میں اس کی تسبیح وتحمید کرنا۔ گرچہ ظاہر میں جملہ خبریہ ہے پر معنا امر ہے کہ ایسا کرو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اول آیات میں قیامت اور وہاں کے وعد و وعید بیان فرمائے تھے جس سے کسی کوتاہ فہم کو خیال پیدا ہوسکتا تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی فرماں برداری کرانے کا محتاج ہے جیسا کہ دنیا میں بادشاہوں کو اطاعت وتن دہی رعیت کی حاجت پڑتی ہے پھر جب کوئی اطاعت نہیں کرتا سزا پاتا ہے اطاعت پر انعام کا مستحق ہوتا ہے۔" اس خیال کے غلط کرنے کو یہ فرمایا فسبحٰن اللّٰہ الخ کہ اس کو تمہاری بندگی وطاعت کی کچھ ضرورت نہیں وہ جو کچھ فرماتا ہے تمہارے بھلے کو، آسمانوں کے فرشتے اور ہر ممکن کا حال اوقاتِ مذکورہ میں اس کی تسبیح وتقدیس کرتا ہے۔ اس صورت میں جملہ خبریہ ہی مانا جاوے تو ہوسکتا ہے مگر جمہور اس کو بمعنی امر لیتے ہیں یعنی ان اوقاتِ مذکورہ پر اس کی تسبیح وتحمید کرنی چاہیے۔

اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ اللہ کی تسبیح بیان کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت اور ظہر وعصر کے وقت (اس صورت میں وله الحمد فی السمٰوٰت والارض ایک درمیانی جملہ مانا جاوے گا) اس بات کے بتلانے کے لیے کہ آسمانوں اور زمین میں اس کی ستائش ہو رہی ہے تم بھی اوقاتِ مذکورہ میں اس کی تسبیح بیان کرو یعنی سبحٰن اللّٰہ کہو کہ اللہ پاک اور منزہ ہے۔ اور جب اس کو جملہ معترضہ نہ مانا جاوے اور عشیا کا فی السمٰوٰت پر عطف قرار دیا جاوے تو یہ معنی ہوں گے کہ صبح اور شام تو اس کی تسبیح بیان کرو اور ظہر وعصر کے وقت اس کی حمد کرو الحمد للّٰہ کہو جس کے معنی اس کی خوبیاں بیان کرنا اور اسی کے انعام والطاف کا شکریہ ادا کرنا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی ہر صبح وشام سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہے گا اُس روز اس کے برابر کسی کی نیکیاں نہ ہوں گی مگر اُس کی جو اس قدر کہے یا اس سے زائد۔ متفق علیہ۔ علماء اسلام کی ایک جماعت یہی کہتی ہے کہ یہ آیات مکہ میں نازل ہوئیں، اُس وقت تک نماز پنج گانہ فرض نہ تھی۔ اوقاتِ مذکورہ میں اللہ کی تسبیح وتحمید کرلینا کافی تھا اور اس کی کوئی تعداد نہ تھی کہ کئے بار تسبیح وتحمید کی جاوے۔

مگر ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس سے مراد پنج گانہ نماز ہے۔ قرآن کی عادت ہے کہ وہ نماز کو اس کے اجزاء کے ساتھ تعبیر کیا کرتا ہے۔ نماز میں تسبیح بھی ہے تحمید بھی ہے رکوع بھی سجدہ بھی۔ پھر کبھی اس کو تسبیح سے کبھی رکوع سے کبھی سجدہ سے بیان کیا کرتا ہے۔ حین تمسون سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز۔ اور حین تصبحون سے صبح کی نماز اور عشیا سے عصر کی نماز اور تظہرون سے ظہر کی نماز مراد ہے۔ اور مکہ میں ہر وقت کیلئے دو دو ہی رکعت مقرر ہوئی تھیں پھر مدینہ میں آکر اور زیادہ ہوگئیں (چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی وہ حدیث کہ جس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے اس کی مؤید ہے)۔

ان اوقات کی خصوصیت چند اسرار کی وجہ سے ہے:-

(۱) یہ کہ یہ وقت غفلت اور دنیاوی کاروبار کے

ف۱ عن عائشةؓ قالت فرضت الصلوٰة رکعتین ثم ہاجر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ففرضت اربعا و ترکت صلوٰة السفر علی الفریضة الاولیٰ۔ ۱۲ منہ۔

ہیں ان میں اللہ کو یاد کرنا ضروری ہے۔

(۲) یہی اوقات تہجد و نعماء الٰہی کے ہیں۔

(۳) عالم غیب میں یہ اوقات اہل زمین کی عبادت و دعاء استغفار کے لیے اجابت کے واسطے مخصوص ہیں۔

اس کے بعد چند دلائل بیان فرماتا ہے کہ جن سے خاص اسی کا اس تسبیح و تحمید کے لیے مستحق ہونا ثابت ہوتا ہے اور بت پرستی کی قباحت ثابت ہوتی ہے خصوصاً اس لیے بھی کہ ان دلائل میں اپنے انعام و اکرام کا ذکر فرماتا ہے کہ جو اس کی طرف سے اس کے بندوں کو پہنچتے ہیں اور جن پر ان کی زندگی اور آرام کا مدار ہے پھر جس کے انعام و نعماء ہیں اسی کی ستایش و تسبیح بھی ہونی چاہیے۔

(۱) فقال یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی یہ پہلی دلیل ہے کہ وہ مردہ سے یعنی نطفہ سے زندہ آدمی پیدا کرتا ہے پھر زندہ عورت سے مردہ بچہ بھی پیدا کرتا ہے۔ اس کے معنی متعدد کئی جگہ بیان ہو چکے ہیں ویحی الارض بعد موتہا اور مری ہوئی زمین کو زندہ کرتا ہے یعنی خشک کو، جڑی بوٹیوں سے جو اگلے موسم میں مر چکی تھیں تر و تازہ کر کے زندہ کرتا ہے۔ اس میں زندگی بعد موت اور موت کے بعد زندگی عطا کرنا ثابت کیا گیا ہے اس لیے بعد میں فرمایا وکذلک تخرجون کہ اسی طرح مرنے کے بعد جڑی بوٹیوں کی طرح قیامت میں تم کو بھی زندہ کر دے گا اور زمین سے اوپر نکالے گا۔ حشر کا مسئلہ بھی ثابت کر دیا۔

(۲) ومن آیتہ ان خلقکم من تراب کہ تم کو مٹی سے بنایا۔ آدم کو اول مٹی سے بنایا پھر اس سے اس کی تمام نسل بنی۔ یا کہو نطفہ سے انسان بنتا ہے وہ خاکی غذاؤں سے جو در اصل خاک تھیں اور خاک ہو جاویں گی۔

(۳) ومن آیتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا کہ تمہیں میں سے تمہارے جوڑے پیدا کیے مرد کا جوڑا عورت، عورت کا جوڑا مرد۔ جنس کے اگر غیر جنس ہوتے تو بڑی خرابی ہوتی الفت نہ ہوتی اور پھر باہم باجفت ہونے کے میاں بیوی میں وہ محبت و الفت دی کہ ایک کو دوسرے کے بغیر چین نہیں۔

(۴) ومن آیتہ خلق السموٰت والارض کہ اس نے آسمان و زمین بنائے اور زمین کے مختلف قطعات پر تم کو بسایا جس سے تمہاری زبانیں اور رنگتیں جدا جدا ہو گئیں باوجودیکہ ایک شخص کی نسل، پر کوئی گورا کوئی کالا، کسی کی کچھ زبان کسی کی کچھ یہ اس کی کیسی قدرت ہے۔

(۵) ومن آیتہ منامکم باللیل کہ رات تمہارے سونے آرام کرنے کو بنائی دن تمہارے کاروبار روزی کے سامان مہیا کرنے کو۔ اگر سدا رات ہی رہتی یا رات ہی نہ ہوتی تو کیسی خرابی تھی۔ اس میں ہر روز مرنے اور جی اٹھنے کا بھی نمونہ ہے اس لیے اس کے بعد فرمایا لقوم یسمعون کہ اس کو سن رکھیں حشر بھی ہوگا۔ یہاں تک دلائل الانفس تھے، اس کے بعد دلائل الآفاق ذکر کرتا ہے۔

(۶) ومن آیتہ یریکم البرق کہ وہ تم کو بجلی چمکا کر دکھاتا ہے جس سے جان کا خوف اور بارش کی امید ہے پھر مینہ برساتا ہے اس سے خشک زمین کو تر و تازہ کرتا ہے۔

(۷) ومن آیتہ ان تقوم السماء والارض بامرہ کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں آسمان کا کوئی ستون نہیں، زمین کسی چیز کے اوپر دھری ہوئی نہیں۔ اس کے بعد پھر حشر کے مسئلہ کا اعادہ کرتا ہے ثم اذا دعاکم کہ وہ قادر مطلق جب تم کو زمین سے بلاوے گا سب نکل کر چلے آؤ گے وله من فی السموٰت کیوں کہ آسمان و زمین کی ہر چیز اس کے بس میں ہے وھو الذی یبدؤا الخلق اور وہی اول بار بناتا ہے بار دیگر بنانا اس کو کیا مشکل ہے بلکہ تمہارے خیال کے بموجب بار دیگر بنانا اول بار بنانے سے آسان تر ہے۔ اس کو آسمانوں اور زمین میں بلند شان ہے

اُس پر کوئی چیز مشکل نہیں وہ زبردست ہے حکم ہے ہر ایک تدبیر جانتا ہے۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

اللہ نے تمہارے لیے تمہارے حال سے ایک مثال بیان کی ہے

هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

کہ بھلا تمہارے غلاموں میں سے کہ جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں تمہارا

مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ

اس چیز میں کہ جو ہم نے تم کو دی ہے کوئی بھی حصہ دار ہے؟ کہ تم اس میں

سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ

برابر ہو جاؤ ان سے ویسا ہی خطرہ رکھو کہ جیسا اپنے برابر کے لوگوں سے رکھتے ہو

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

عقل مندوں کے لیے ہم یوں آیتیں کھول کھول کر بیان

يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا

کرتے ہیں بلکہ بے انصاف بے سمجھے بوجھے

اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَنْ يَّهْدِيْ

اپنی خواہش پر چلنے لگے ہیں پھر کون ہدایت کر سکتا ہے

مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَا لَهُمْ مِّنْ

جس کو کہ اللہ نے گمراہ کر دیا ہو اور ان کا کوئی بھی

نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ

مددگار نہیں پھر آپ تو دین پر یک طرف ہو کر

حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ

قائم ہو جاؤ فطرتِ الٰہی پر کہ جس پر لوگوں کو

النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ

پیدا کیا خدا کی بناوٹ میں ردّ و بدل

اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ

نہیں ہے یہ ہے سیدھا طریقہ

لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

لیکن اکثر آدمی جانتے نہیں

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا

(فطرتِ الٰہی پر قائم رہو) اسی کی طرف رجوع ہو کر اور اس سے ڈرا کرو اور نماز ادا

الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ

کرتے رہو اور شرک کرنے والوں میں

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِيْنَ

شامل نہ ہو جاؤ اُن میں کہ جنہوں نے

فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا

اپنے دین میں پھوٹ ڈال دی اور مختلف فرقے ہو گئے

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾

ہر فرقہ اس پر جو اُن کے پاس ہے خوش ہے۔

ترکیب

من انفسکم من للابتداء وفی قولہ من ما ملکت للتبعیض والثالثۃ مزید لتاکید الاستفہام الجاری مجری النفی ومعنی من انفسکم انہ اخذ مثلا وانتزعہ من اقرب شیٔ منکم وہی انفسکم فالمعنی ہل ترضون لانفسکم ان یکون لکم شرکاء من بعض عبیدکم یشارکونکم فیما رزقتکم فانتم ایاہا السادات والعبید فی ذلک المرزوق سواء تخافون العبید ان یستبدوا بالتصرف کخیفتکم انفسکم لے کما یخاف بعضکم بعضا من الاحرار فانتم فیہ سواء والجملۃ فی موضع نصب جواب الاستفہام لے ہل لکم فطرت اللہ الزموا او علیکم بہا منیبین الیہ راجعین الیہ من اناب اذا رجع مرۃ بعد اخری وہو حال من الضمیر فی الناصب المقدر لفطرۃ اللہ او فی اقم لان الآیۃ خطاب للرسول والامۃ لقولہ واتقوہ واقیموا الصلوٰۃ بدل من المشرکین باعادۃ الجار۔

تفسیر

اس سے پہلے چند دلائل اس کے خالق و رازق قابل ستائش ہونے پر بیان ہوئے تھے ہر چند وہ رد شرک کے لیے بھی کافی تھے کہ عالم میں اور کوئی اس کے برابر نہیں مگر زیادہ واضح کرنے کے لیے ایک مثال بیان کی جس سے شرک کی برائی اور بھی ظاہر ہو جاوے۔

فقال ضرب لکم مثلاً من انفسکم الخ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ہی حالت سے تم کو ایک مثال سناتا ہے وہ یہ کہ بھلا تم اپنے غلاموں میں سے کسی کو اپنے برابر ہونا پسند کرتے ہو کہ برابر ہو کر مال میں تصرف کرنے لگیں اور تم ان سے ایسے ڈرنے لگو کہ جیسا برابر کے شریک سے ڈرا کرتے ہو کہ ایک دوسرے کے پوچھے بغیر کوئی تصرف کرنا کبھی پسند نہ کرو گے۔ پھر غور کرو کہ جب غلام کو کہ جو تمہارا بنایا ہوا نہیں وہ بھی اللہ کا بندہ ہے تم اپنے مال میں کہ تم کو اللہ نے دیا ہے تمہارا بنایا ہوا نہیں شریک اور برابر ہونا پسند نہیں کرتے تو پھر خدا تعالیٰ کو (کہ جس نے یہ یہ کیا جس کا بیان اوپر کی آیتوں میں آیا) کب پسند ہوگا کہ تم اس کی مخلوق کو خواہ وہ اشرف ہو خواہ ارذل اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں اس کا شریک بناؤ اور عبادت کرنے اور پکارنے اور نذر و نیاز کرنے میں یا ان کی تعظیم و تکریم میں اس کے برابر کرو، ان کے بھی حصے لگاؤ؟ نہیں ہرگز نہیں کذلک نفصل الآیٰت لقوم یعقلون ہم اپنی آیتوں کو یعنی کلام کو تفصیل سے مثال دے کر عقل والوں کے لیے بیان کرتے ہیں مگر حمقا کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آتا۔ اور انہوں نے جو یہ معبود بنا رکھے ہیں ان کے پاس اس بات کی کوئی دلیل و سند نہیں بل اتبع الذین ظلموا اھواءھم بغیر علم الخ بلکہ ستمگاروں نے جہالت سے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنی اختیار کر لی ہے ان کو تقدیر ازلی نے ہدایت میں حصہ ہی نہیں دیا۔ فمن یھدی من اضل اللہ پھر ایسے ازلی گمراہ کو کون ہدایت دے سکتا ہے؟ ان کا دردمند خیر خواہ ان کو لاکھ سمجھائے وہ کب مانتے ہیں۔ وما لھم من نصرین کے یہ معنی ہیں۔

مشرکین کو الزام دے کر اور ان سے مایوسی ظاہر فرما کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کر کے دین داروں کو حکم دیتا ہے فاقم وجھک للدین حنیفا کہ تم ادھر ادھر نہ ڈگمگاؤ ایک طرفہ ہو کر دین پر قائم ہو جاؤ۔

فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا فطرت الٰہی پر قائم ہو جاؤ کہ جس پر اس نے بنی آدم کو بنایا ہے۔ یعنی فطرت انسان کی ایک اصلی حالت ہے کہ جس پر قائم رہنا انسان کا کمال ہے۔ کبھی تو ہمات باطلہ اور رسم و عادات فطرت سے باز رکھ کر اس کو ناموزوں حالت پر ڈال دیتے ہیں جو اس پر پھر قائم کرنے کے لیے دنیا میں حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے جاتے ہیں وہی آکر بتلاتے ہیں کہ فلاں فلاں باتیں فطرت کے مطابق نہیں۔

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما من مولود الا یولد علی فطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کما تنتج البھیمۃ بھیمۃ جمعاء ھل تحسون فیھا من جدعاء ثم یقول فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم۔ متفق علیہ۔ ابوہریرہ رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک بچہ فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے پھر بعد میں اس کے ماں باپ کہیں اس کو یہودی بنا لیتے ہیں کہیں نصرانی کہیں مجوسی جیسا کہ حیوانات میں بچہ جو پیدا

ہوتا ہے تو بے عیب ہوتا ہے کسی کا کان کٹا ہوا نہیں ہوتا۔ بعد میں لوگ اس کے کان کاٹ ڈالتے ہیں۔ پھر اس کی سند میں حضرتؐ نے یہ آیت پڑھی فطرت اللہ التی الخ یعنی بدء الخلقت میں جس طرح کہ حیوانات کے بچے اپنی اصلی حالت اور صورت پر پیدا ہوتے ہیں اسی طرح ہر ایک بچہ انسان کا اخلاق و عادات و خیالات میں بھی اپنی اصلی حالت پر پیدا ہوتا ہے اگر اس پر کوئی اثر بیرونی نہ پڑے تو وہ جوان ہو کر بھی اسی حالت پر رہے اللہ کو وحدہٗ لاشریک جانے اپنے خالق و محسن کی تابعداری کرے یہ اجمالی حالت ہے تفصیلی طور پر ہر ہر بات میں اس کی مرکز طبعی وہی باتیں ہوویں کہ جو انسان کے لیے ہونی چاہییں۔ راست بازی، رحم دلی، ہمدردی۔ مگر بعد میں جب اس پر اور اثر پڑتے ہیں تو یہ اُس اصلی حالت سے بدل جاتا ہے۔ چالاکی، فریب دہی، ظلم و ستم، بدکاری، بت پرستی وغیرہ اوصاف رذیلہ پیدا ہو جاتے ہیں اسی جملہ کی طرف سید الانبیاءؐ نے فابواہ یھودانہ سے ایما فرمایا کہ ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر لیتے ہیں۔ اور اُس اصلی حالت کا نام دین قیم ہے اور اسی کو اسلام بھی کہتے ہیں۔

فرماتا ہے لاتبدیل لخلق اللہ یا تو یہی ہے کہ تم خلق اللہ یعنی فطرت الٰہی کو نہ بدلو اسی پر قائم رہو۔ یا جملہ خبریہ ہے کہ فطرت الٰہی بدلتی نہیں۔ تمام انبیاء کا اس میں ایک ہی رستہ ہے اس کو ہم منسوخ نہیں کیا کرتے ولکن اکثر الناس لا یعلمون لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں وہ اپنے توہمات باطلہ اور عادات و اخلاق رذیلہ کو دین اور فطرت سمجھ بیٹھے ہیں اور پھر جب یہ باطل طریقہ پشت در پشت چلا آتا ہے تو معاذ اللہ پھر اس کو فطرت کیا فطرت کی بھی جان سمجھنے لگتے ہیں۔

اس کے بعد فطرت الٰہی کی قدرے شرح کرتا ہے کہ اس کی چند باتیں بتلا کر ان کی پابندی کا حکم دیتا ہے فقال منیبین الیہ اسی کی طرف رجوع کرتے رہو ہر امر میں۔ گو وہ رحیم و کریم ہے واتقوہ اس سے ڈرتے بھی رہا کرو نافرمانی پر سزا بھی دیا کرتا ہے۔ واقیموا الصلوٰۃ اور نماز قائم کیا کرو۔ ولا تکونوا من المشرکین۔ اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو یعنی اس جماعت میں داخل نہ ہو شرک نہ کرو۔

پھر ان کا حال بیان فرماتا ہے من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعًا وہ لوگ ہیں مشرک کہ جنہوں نے اپنے اصلی دین میں یعنی فطرت اللہ میں پھوٹ ڈالی اس سے الگ راہ نکالی اور ہر ایک جگہ کے لوگوں نے جُدے جُدے معبود بنائے اور جدی جدی رسمیں قائم کیں۔ اور ان کی حس باطنی جاتی رہی کھرے کھوٹے پرکھنے کا امتیاز باقی نہ رہا۔ ہر ایک گروہ اپنے عقائد و رسوم پر کہ جس کو انہوں نے مذہب سمجھ رکھا ہے خوش و خرم ہیں اسی کو بہتر جانتے ہیں۔

فطرت دانائی، زیرکی، ابداع، اختراع، حالت، یہاں اخیر معنی حالت والے معتبر ہیں یعنی اصلی حالت۔ ہر چیز کی ایک اصلی حالت ہوتی ہے پانی میں روانی ہوا میں خفت وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان میں کوئی آمیزش یا تغیر نہ ہو تو یہ چیزیں اپنی حالت طبعی پر رہیں۔ انسان کی اصلی حالت کو شرع میں فطرت اللہ کہتے ہیں جو ایک عمدہ اور کمالی حالت ہے اور اسی کو اسلام اور اسی کو دین قیم کہتے ہیں۔ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے نہ اور کسی کا۔ واللہ الھادی وبیدہ المقاصد والمبادی۔

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ
اور لوگوں کو جب کوئی دکھ پہنچتا ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں
مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ
اس کی طرف رجوع ہو کر پھر جب ان کو اپنی عنایت کا
مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ
مزہ چکھاتا ہے تو جب ہی کوئی ایک فرقہ ان میں سے
بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ
اپنے رب کے ساتھ شریک بھد کرنے لگتا ہے تاکہ ہماری دی ہوئی نعمتوں
اٰتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝
کی ناشکری کریں پھر (دنیا کا چند روزہ) فائدہ اٹھاؤ۔ پھر تم کو معلوم ہی ہو جائے گا
اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ
کیا ہم نے ان کے لیے کوئی سند بھیجی ہے کہ وہ
يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ۝
ان کو شرک کرنا بتا رہی ہے
وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا
اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو اس پر خوش
بِهَا وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا
ہوتے ہیں اور جو ان کو ان کی شامت اعمال سے
قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۝
کچھ دکھ پہنچتا ہے تو فوراً ناامید ہو جاتے ہیں۔

ترکیب

واذا مس الناس شرط دعوا جواب منیبین حال من الضمیر الفاعل فی دعوا اذا فریق اذا مکانیۃ للمفاجاۃ ثابت عن الفاء فی جواب الشرط فتمتعوا فیہ التفات عن الغیبۃ سلطنا یذکر لانہ بمعنی الدلیل وینث لانہ بمعنی الحجۃ وقیل جمع سلیط کرغیف ورغفان۔ و اسناد الکلام الیہ مجازا کما تقول نطقت الحال بکذا اے یتکلم تکلم دلالۃ بما کانوا اما مصدریۃ والضمیر فی بہ للشرک او موصولۃ او الضمیر لہا اے بالامر الذی بسببہ یشرکون۔

تفسیر

واذا مس الناس ضر دعوا ربہم الخ۔ یہاں سے انسانی جذبات میں فطرت الٰہیہ کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے کہ جب انسان پر کوئی سخت مصیبت آپڑتی ہے جو اس کے بیرونی آثار سے اس کو قدرے بے خبر کر ڈالتی ہے تو یہ پھر اسی فطرت اور اصلی حالت پر آکر کمال اخلاص سے اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے۔ ثم اذا اذاقہم منہ رحمۃ اذا فریق منہم بربہم یشرکون پھر وہ جب ان کی مصیبت کو ٹال دیتا ہے اور اپنی رحمت کا کچھ بھی مزہ چکھاتا ہے سب تو نہیں پر بعض لوگ کہ جن پر پھر وہی بیرونی آثار و تعلیمات باطلہ و توہمات فاسدہ کا دیو آکر سوار ہوتا ہے تو اپنے رب کے ساتھ اوروں کو بھی اس دفع مصیبت میں شریک کرنے لگتے ہیں لیکفروا بما اٰتیناھم تاکہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کریں۔ یعنی ان کا یہ کام خدا تعالیٰ کی ناشکری ہے۔ اس کے بدلے میں شکر کرنا چاہیے تھا نہ کہ ناشکری کہ اب اوروں کو بھی اس میں شریک کرنے لگے۔

فتمتعوا فسوف تعلمون اب تم اے ناقدرو! اپنے نزدیک امن و راحت کی حالت میں آگئے ہو کچھ دنوں دنیا کا مزہ اٹھالو پھر مرنے کے بعد تم کو معلوم ہو جاویگا کیوں کہ اس وقت حق واضح کامل عود کر آوے گا۔ اب یہ نشہ تم کو معلوم ہونے نہیں دیتا مرنے کے بعد یہ نشہ اتر جاوے گا۔ یا یہ کلمہ تہدید ہے جو عذاب کی خبر دیتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے محاورے میں مجرم کو کہا کرتے ہیں کہ

معلوم ہو جاوے گا یعنی سزا ملے گی۔

ام انزلنا علیھم سلطٰنا فھو یتکلم بما کانوا بہ یشرکون یہاں سے یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ وہ جو شریک بناتے ہیں انہیں تو ہیاتِ باطلہ کا اثر ہے ورنہ ان کے پاس اس بات کی ہم نے کوئی سند نہیں اتاری ہے کہ وہ ان کو شریک کرنے کا حکم دیتی ہو۔

واذا اذقنا الناس رحمۃ فرحوا بھا وان تصبھم سیئۃ بما قدمت ایدیھم اذا ھم یقنطون یہاں سے ایک اور جذبۂ انسانی بتلایا جاتا ہے جو اس میں بیرونی آثار سے پیدا ہوا کرتا ہے وہ کیا خدا تعالےٰ کی جب رحمت اور نعمت ملے تو اس پر اترانا، شکر گزاری نہ کرنا اس کو اپنی کوشش اور عقل کا ثمرہ قرار دینا اور جب اس پر کوئی مصیبت آوے اور وہ بھی اسی کے کردار سے تو اس وقت خدا تعالیٰ سے مایوس ہو جانا، روٹھ بیٹھنا یعنی نعمت کا شکر نہ کرنا، مصیبت پر صبر نہ کرنا۔ یہ لائقی اس کی اس خارجی اثر کا نتیجہ ہے جو پیدا ہونے کے بعد اس کو نادان ماں باپ کی تعلیم سے یا اور کسی کی صحبتِ بد سے حاصل ہوا ہے۔

ان آیات میں انسان کے دونوں جذبات کا حال بیان کر دیا جذبۂ فطرت اللہ کا بھی کہ اس کو خدا تعالےٰ کی طرف کھینچ لاتی ہے جو اس کی روح نورانی کا ایک کچھ ذرا سا اثر باقی تھا۔ دوسرا جذبہ اس کی کایا پلٹ کر شرافتِ انسانی سے باہر ہو جانے کا جو اس کے قوائے بہیمیہ اور توہماتِ فاسدہ اور تخیلاتِ باطلہ کا نتیجہ ہے جس پر یہ بے شعور بڑا مسرور ہے کما قال کل حزب بما لدیھم فرحون یہ وہ حالت ہے جس سے طبقۂ انسانِ کامل سے نکل کر ارذل طبقہ میں جا ملتا ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے
لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
اور جس کے لیے چاہتا ہے اپنی کمی کرتا ہے البتہ اس میں ایمان لاؤں
لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣٧﴾ فَآتِ ذَا
کے لیے نشانیاں ہیں پھر اے (مخاطب) قرابت دار
الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ
کو اس کا حق دیتا رہ اور فقیر اور مسافر
السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ
کو بھی یہ بہتر ہے ان کے لیے جو
يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ
اللہ کے طالب ہیں اور یہی
الْمُفْلِحُونَ ﴿٣٨﴾ وَمَا آتَيْتُم مِّن
فلاح پانے والے ہیں اور جو کچھ کہ تم سود دیتے
رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِي أَمْوَالِ النَّاسِ
ہو کہ لوگوں کے اموال میں افزائش ہو
فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ ۖ وَمَا آتَيْتُم
سو اللہ کے نزدیک افزائش ہوتی نہیں اور جو کچھ کہ تم
مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ
خدا کی رضاجوئی کے لیے زکوٰۃ دیتے ہو
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴿٣٩﴾
سو وہی بڑھا بھی رہے ہیں
اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ
اللہ وہ ہے کہ جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو روزی دی

لہ (۱) وما آتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس تفصیل المقام ما موصولہ آتیتم اس کا صلہ اور عائد محذوف من ربا کا بیان مفعول ما منصوب ہے آتیتم سے اور قرات وہ قرنظر ہے کہ جس میں آتیتم کو مد کے ساتھ پڑھا ہے (مکی) اور لیربوا کو صیغہ مفرد (باقی برصغیر نیز)

ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ هَلْ مِنْ	پھر تم کو مارے گا پھر تم کو زندہ کرے گا بھلا تمہارے
شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَٰلِكُمْ	معبودوں میں سے بھی کوئی ایسا ہے کہ جو ان (چار) کاموں میں سے کچھ
مِنْ شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا	بھی کر سکے وہ پاک اور بلند ہے ان کے
يُشْرِكُونَ ﴿٤٠﴾	شرک کرنے سے۔

ترکیب

وما اتیتم مافی موضع نصب باتیتم بالمد بمعنی اعطیتم و القصر بمعنی جئتم وقصدتم۔ لیربوا لام الربا۔ اس تقدیر پر لیربوا صیغہ واحد غائب کا ہے اس کا فاعل الربا فالمعنی لیزید الربا وزکوٰۃ اموال الناس فاولئک فیہ التفات حسن کانہ قال ذلک لخواصہ وللملائکۃ وہو ادرج لہم من ان یقول فانتم المضعفون (کشاف)۔ ھل من الاولی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جو لام کی وجہ سے مفتوح ہے من ربا یعنی لام کا زائدہ یزید لیربوا لام اتیتم سے متعلق ہے اور یہ بھی تسلیم کیا جاوے کہ ربا سے مراد ربا محرم نہیں بلکہ ہدیہ بان یعطی شیئا ہدیۃ او ہبۃ لیطلب اکثر منہ فسمی باسم المطلوب من الزیادۃ فی العاقبۃ (جلالین) اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ وہ جو تم ہدیہ دیتے ہو کہ وہ ہدیہ بڑھے اور دو چند سہ چند ہو جائے لوگوں کے مال میں سے۔ کیوں کہ لوگوں کی عادت تھی اور اب بھی ہے کہ ہدیہ کے طور پر کوئی چیز کسی کو اس لیے دیا کرتے تھے کہ وہ اس کے صلہ میں اس کو اس سے زیادہ دے فلا یربوا عند اللہ اس ہدیہ دینے کا عند اللہ کچھ ثواب نہیں کیوں کہ لوجہ اللہ نہ تھا۔ یعنی اللہ کے واسطے نہ دیا تھا۔ (۲) دوسری صورت میں کہ الفاظ اور ترکیب تو یہی رہو مگر ربا سے مراد ربا حرام لیا جائے جس کو سود کہتے ہیں تو یہ معنی ہوں گے وہ جو تم نے سود پر روپیہ دیا ہے (سود سے مراد سودی روپیہ مجازاً اطلاق المسبب علی السبب) یعنی دیا کرتے ہو تاکہ لوگوں کے اموال میں بڑھ کر یہ بھی بڑھتا رہے۔ مثلاً سو روپیہ کسی کو سود پر دیے، روپیہ سیکڑے پر اور لینے والے نے اس کو کسی بیوپار میں لگا دیا۔ اب جس طرح سے اس کا مال بڑھ رہا ہے اس کا سودی روپیہ بھی جوں جوں دن گزرتے جاتے ہیں بڑھتا جاتا ہے فلا یربوا پس یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا (۳) تیسری ایک اور صورت ہے کہ لیربوا کو جمع کا صیغہ مانا جاوے۔ پھر اس کی بھی دو صورت ہیں ایک یہ کہ جمع مذکر غائب جیسا کہ نیشاپوری میں ہے بضم الیاء وسکون الراء علی الجمع ابو جعفر و نافع و سہل و یعقوب یعنی ان قراء نے اس کو صیغہ جمع پڑھا ہے۔ یہ اصل میں یربوون تھا لام کی کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ جو تم نے سود کی غرض سے دیا ہے کہ لوگ اور لوگوں کے مال سے بڑھ جاویں یعنی اس سودی روپیہ سے مال میں نفع حاصل کر کے بڑھیں فی اموال الناس اے بسبب اموال الناس المعطین فلا یربوا عند اللہ پس ہرگز نفع عند اللہ نہ ہوگا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ یربوا کو تربوا جمع حاضر کا صیغہ مانا جاوے و قرء نافع و یعقوب لتربوا فی اموال لتزیدوا ولتصیروا ذوی ربوا بیضاوی۔ اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ جو تم سود پر دیتے ہو تاکہ تم لوگوں کے مال میں بڑھو یعنی اور لوگوں کے مال کو تم کو نفع حاصل ہو پس عند اللہ نفع حاصل نہ ہوگا۔ (۴) چوتھی یہ بھی ایک صورت ہے کہ اتیتم کو بالقصر پڑھا جاوے جس کے معنی ہیں کہ وہ جو تم ربا یعنی سود لے کر آئے ہو لے ما جئتم من ربا یعنی وہ جو تم نے سود حاصل کیا ہے اور سودی لینے والے نے تم کو دنیاوی غرض سے دیا ہے۔ (۵) اس پانچویں صورت میں یربوا کو مفرد مانا جاوے یا جمع غائب یا حاضر کا صیغہ لیا جاوے ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک معنی سود یا ہدیہ کو مختلف قراءتوں کے ساتھ لحاظ کیا جاوے تو متعدد معنی حاصل ہوں گے۔ اور بھی احتمالات ہیں۔ کیا ہی بلیغ کلام ہے۔ ۱۲ منہ

للتبعیض کانہ اقام فعل البعض مقام فعل الکل توسعۃ علی الخصم والثالثۃ لتاکید الاستفہام والمتوسطۃ للابتداء۔

تفسیر

انسان کی اس حالتِ قنوط یعنی ناامیدی کے جذبہ کی دوا بتلاتا ہے فقال اولم یروا ان اللہ یبسط الرزق الخ کہ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ تنگ دستی اور فراخ دستی اللہ کی طرف سے ہے۔ محقق کی نظر دونوں حالتوں میں اللہ ہی کی طرف ہونی چاہیے فراخ دستی میں شکر کرنا چاہیے نہ اترانا۔ حق داروں کی دست گیری سے ہاتھ روکنا مناسب نہیں اور تنگ دستی میں صبر کرنا چاہیے اللہ سے فضل وکرم کا امیدوار رہنا چاہیے یہ نہ خیال کرے کہ اللہ میری فراخ دستی پر قادر نہیں یا اس کی ادھر عنایت کی نظر نہیں بلکہ اپنے قصور کا تازیانہ خیال کرکے توبہ استغفار کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرے یہ حالتِ فطرت ہے اور پہلی حالتیں اس کے برخلاف تھیں اور فطرت اللہ پر قائم رہنا مومن کی شان ہے اس لیے اخیر میں فرمادیا ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یؤمنون۔

چوں کہ یہ بات (کہ ہر چیز کی تنگی فراخی اللہ ہی کی طرف سے ہے) ایک بدیہی بات تھی گو انسان اپنے جذبہ میں اس سے اندھا ہو رہا تھا اس لیے اولم یروا فرمایا۔

فات ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل

جب مومن کو یہ بتلایا گیا کہ تنگی فراخ دستی اللہ ہی کی طرف سے ہے تو اس کو یہ بھی فطری حکم سنایا گیا کہ تو قرابت دار اور مسکین اور مسافر کے حق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کر اور اسی لیے فات پر ف کا آنا مستحسن ہوا۔ (علماء احناف فرماتے ہیں آیت عام ہے اس میں زکوٰۃ اور دیگر صدقات بھی آگئے اسی طرح ذوی القربیٰ کا لفظ بھی عام ہے ذوی الفروض اور عصبات اور اولی الارحام بھی آگئے اس لیے جو ان میں سے ایسا محتاج ہو کہ خود نہ کما سکے اقارب اہل استطاعت پر اس کا خرچ واجب ہے۔ امام شافعیؒ وغیرہ فرماتے ہیں ذوی الارحام کا نفقہ واجب نہیں)۔

فرماتا ہے ذٰلک خیر للذین یریدون وجہ اللہ کہ یہ حق ادا کرنا ان کے حق میں بہتر ہے کہ جو اللہ کے طالب ہیں۔ وجہ اللہ سے مراد اس کی ذات۔ اور اس لفظ کے ساتھ تعبیر کرنے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو اس کے طالب دیدار ہیں اور اس کے عاشق صادق ہیں۔ و اولٰئک ھم المفلحون اور یہی لوگ فلاح پانے والے دنیا سے کامیاب ہو کر جانے والے ہیں۔ یعنی اس میں نقصان نہیں بلکہ فلاح ہے۔ چوں کہ اللہ کے لیے دینے کا ذکر تھا کہ جو فطرت اللہ کا ایک جذبہ ہے اس مناسبت سے اس کے برخلاف ایک دوسرے جذبۂ انسانی کا بھی ذکر کرنا مناسب ہوا:۔

فقال وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ کہ وہ جو تم سود دیتے ہو کہ اس سے لینے والا سمجھتا ہے کہ جس طرح اور اموال تجارت سے بڑھتے ہیں اس سے بھی بڑھے گا تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا یعنی اس میں خیر و برکت نہیں۔ سود خوروں کا آخر کار بہت برا دیکھا گیا ہے دیوالہ نکل جانا رقم ڈوب جانا تو معمولی بات ہے اور بے مروتی تنگ دلی اس کا بدیہی نتیجہ ہے جو شخصی اور قومی ترقی کے لیے سخت حارج ہے۔

وما اٰتیتم من زکوٰۃ الخ برخلاف زکوٰۃ یعنی صدقہ وخیرات اور مقررہ زکوٰۃ کے کہ ان کے مال میں بھی خیر و برکت ہوتی ہے آخرت میں بھی دوچند اجر ملے گا۔ مضعفون کا لفظ کہ جس کے معنی ہیں بڑھانے والے زیادہ کرنے والے کے۔ ہر قسم اضافہ کو شامل دنیاوی و اخروی سب کو۔ اس کے بعد انسانی فطرت کو توحید کے بارے میں ابھارتا ہے۔ فقال اللہ الذی الخ کہ اللہ وہ ہے کہ جس میں یہ اوصاف ہیں

پیدا کرنا روزی دینا مارنا پھر جلانا۔ پھر بتاؤ کہ تمہارے معبودوں میں سے کون ہے جو ایسا کر سکتا ہے پھر تمہارا یہ فعل محض بے سود ہے اور تمہارے یہ خیالات محض غلط ہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ عایشر کون۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا

خشکی اور تری میں انسانوں کے کرتوتوں ہی سے

كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم

خرابیاں نمودار ہو گئی ہیں تاکہ خدا

بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾

لوگوں کو ان کے عمل بد کا کچھ مزا چکھائے تاکہ وہ باز آجائیں

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا

کہہ دو ملک میں پھر کر تو دیکھو کہ

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن

تم سے پہلوں کا کیا انجام

قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُم مُّشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾

ہوا؟ ان میں سے اکثر تو مشرک ہی تھے

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِن

پھر آپ اس دن کے آنے سے پہلے کہ جو ٹالے

قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ

نہ ٹلے گا اپنا رخ سیدھے دین کی طرف قائم رکھیے

مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿٤٣﴾

اس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔

مَن كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ

جس نے کفر کیا سو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور جو

عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ﴿٤٤﴾

اچھے کام کرتے ہیں سو وہ اپنے لیے سامان کر رہے ہیں

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

تاکہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے اللہ ان کو اپنے فضل

مِن فَضْلِهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٤٥﴾

سے بدلہ عطا کرے البتہ اللہ ناشکروں (کفر کرنے والوں) کو پسند نہیں کرتا۔

ترکیب

لیذیقھم متعلق بظھر لے لیصیر عالمہم الی ذلک وقیل التقدیر عاقبہم لیذیقھم۔ کان اکثرھم استیناف من اللہ متعلق بیاق۔ وبجوز ان یتعلق بمحرج لانہ مصدر علی معنی لایرد وہ یتعلق ارادتہ القدیمۃ بجیئہ۔ یومئذ بدل من یوم والناصب یصدعون ای یتفرقون کما یقول فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر من کفر فعلیہ کفرہ اے علیہ وبال کفرہ یمھدون یسوون منزلا فی الجنۃ لیجزی علۃ لیمھدون او لیصدعون والاقتصار علی جزاء المؤمنین للاکتفاء علی فحوی قولہ انہ لایحب الکفرین۔

تفسیر

ظھر الفساد فی البر والبحر رد شرک کے قوی دلائل بیان فرما کر اب اس جگہ یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ فطرت اللہ کے ترک کرنے سے اور کفر و شرک اور ہر ایک قسم کی بدکاری سے جس کا مرتکب ہوتا ہے صرف یہی نتیجہ نہیں کہ دار آخرت کی سعادت سے محرومی نصیب ہوتی ہے بلکہ اور طرح طرح کی عقوبات میں مبتلا ہوتا ہے بلکہ دنیا میں بھی فساد و فتن اور ہر طرح کا رنج و محن دیکھنا پڑتا ہے اور خیر و برکات اٹھ جاتی ہیں۔

فی البر والبحر کے معانی میں علماء کا اختلاف ہے لفظوں کے ظاہری معنی تو یہی ہیں کہ جنگل اور دریا میں انسان کی بدکرتوت سے خرابی ظاہر ہو گئی۔ وہ کیا کہ انسان پر ان جگہوں میں

انواع واقسام کے مصائب پڑنے لگے جنگل یعنی خشکی میں عام ہے کہ شہر کی زمین ہو یا باہر کی بیابان۔ موقع پر بارش نہ ہونا قحط پڑ قحط پڑنا۔ باغ اور کھیتیوں کے پھل پھولوں پر آفت آنا۔ آندھی اولوں کا آنا سیلاب کا پھیلنا۔ یا پیداوار کم اور ناقص ہونا۔ یہاں تک کہ مزے میں بھی کم ہونا۔ شیرہ والی چیزوں میں سے کم شیرہ برآمد ہونا۔ مواشی میں کمی پڑنا۔ ان کی نسل کم پھیلنا۔ دودھ گھی کم دینا۔ تجارت اور کاروبار میں نفع کم آنا۔ مصارف کا بڑھ جانا۔ ہر چیز کا گراں ہو جانا۔ حاکم کا ظالم وطماع ہونا۔ قانون اور انصاف کے پیرایہ میں کمایا کو تباہ کر دینا۔ باہم بادشاہوں اور قوموں میں جنگ قائم ہو کر ہزاروں کا بے خانماں ہو جانا۔ صدہا کا مارا جانا۔ بیماریوں کی کثرت۔ ہیضہ کا زور۔ خار دار درختوں اور موذی جانوروں کا بہ کثرت پیدا ہو کر انسان کو تکلیف پہنچانا۔ باہمی الفت ومحبت واتفاق کی جگہ عداوت وبغض و نفاق پھیلنا۔ حیا وشرم کا اٹھ جانا۔ بے حیائی اور فحش کی ترقی ہونا۔ چھوٹوں کا بڑوں سے بے ادب وگستاخ ہو جانا۔ باہم چوری اور زناکاری اور خوں ریزی اور بدامنی پھیلنا۔ یہ ہیں وہ بلائیں کہ جو انسان کے کرتوت سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح دریا کی بلاؤں کو سمجھ لیجیے۔ بعض کہتے ہیں کہ بحر سے مراد شہر ہے۔ قال عکرمۃ العرب تسمی الامصار بحارا۔ نیشاپوری۔

فرماتا ہے لیذیقہم بعض الذی عملوا الخ یہ خرابیاں اس لیے ظاہر ہوئیں کہ انسان اپنے کیے کا کچھ دنیا میں بھی تو مزہ اٹھائے تاکہ اس فعل بد سے باز آئے تو بہ کرے مگر افسوس ہے کہ آج کل کے زمانے میں سب خرابیاں ظاہر ہو رہی ہیں مگر بجائے توبہ واستغفار کے الحاد اور بے دینی اور بدکاری کا دریا موج زن ہے۔ فلسفہ کے نزدیک مذکورہ خرابیوں کا باعث انسانی بدکاری نہیں ہو سکتی بلکہ ان کے دیگر اسباب ہوتے ہیں۔ ہم اس کو مانتے ہیں مگر وہ دیگر اسباب بھی تو علت یا علۃ العلل ہی کا فعل قرار دیں گے جو انسانی بدعملی سے ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔

قل سیروا الخ یہاں سے ان غافلوں کو یہ بتلاتا ہے کہ اگر تم اپنی صنعت اور ہر قسم کی صناعی و دست کاری وشہ زوری ودولت مندی پر گھمنڈ کر کے یہ کہتے ہو کہ ہم خود ان مصائب کو اپنی تدابیر سے دفع کر دیں گے تو ملک میں پھر کر تو دیکھو کہ تم سے پہلوں کا کیا حال ہوا وہ بھی یہی دعویٰ کیا کرتے تھے اور اکثر شرک میں مبتلا تھے۔

فاقم وجہک الخ یہاں سے بجہت تمام کر کے یہ بات فرماتا ہے اگر کوئی مانے یا نہ مانے تم اسے نبی دین قیم یعنی فطرت اللہ پر مستقیم ہو جاؤ۔ ایسے صیغوں سے مراد اور عام لوگ ہوتے ہیں مگر حسن بلاغت کے لیے خطاب پیغمبر علیہ السلام سے کیا جاتا ہے۔ خواہ اُس دن سے قیامت کا دن مراد ہو یا اور کوئی بڑا دن جو ایسی بدکاری کی سزا دینے کے لیے آیا کرتا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ

اور اسکی نشانیوں سے یہ بھی ہے کہ وہ خوشی دینے والی ہوائیں

مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ

چلایا کرتا ہے اور تاکہ تم کو اپنی رحمت کا کچھ مزہ چکھائے

وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا

اور تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کے فضل

مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾

سے روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا

اور البتہ آپ سے پہلے بھی ہم نے ان کی قوم کی طرف

اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

رسول بھیجے ہیں پھر وہ ان کے پاس نشانیاں لے کر آئے

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَ
پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لے کر چھوڑا اور

كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾
ہم پر ایمان داروں کی مدد کرنا ضرور تھا

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ
اللہ وہ ہے کہ جو ہوائیں چلاتا ہے پھر وہ اس کو

سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ
آسمان میں جس طرح چاہتا ہے پھیلاتا

يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ
ہے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے بناتا ہے پھر تو (اے مخاطب) دیکھتا ہے

يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ
کہ اس میں سے مینہ برستا ہے پھر جب اس کو اپنے بندوں

مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ
میں سے جس کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے تو جب ہی وہ

يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ
خوش ہونے لگتے ہیں اور اگرچہ ان پر

قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ
برسنے سے پیشتر وہ

لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ
ناامید تھے پھر (اے مخاطب) تو اللہ کی رحمت کی

رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ
نشانیوں کو تو دیکھ کہ خشک ہونے کے بعد کس طرح سے

بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ
زمین کو سرسبز کرتا ہے بے شک وہی مُردوں کو پھر زندہ کرنے والا ہے

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾
اور وہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا
اور اگر ہم ہوا کا کوئی ایسا جھونکا چلا دیں کہ جس سے وہ اپنی کھیتی کو زرد ہوا

لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾
دیکھیں تو اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔

ترکیب

وکان حقاً خبر کان مقدم و نصر اسمہا و یجوز ان یکون حقا مصدراً و علینا الخبر و یجوز ان یکون فی کان ضمیر الشان و حقا مصدر و علینا نصر مبتدا و خبر فی موضع خبر کان کسفاً بفتح السین علی انہ جمع کسفۃ و سکونہا علی ہذا المعنی تخفیف قطعاً متفرقۃ الودق المطر۔

تفسیر

ہر دو بحریں انسان کی بدکاری کی وجہ سے خرابی ظاہر ہونے کا بیان فرما کر یہ بات بتلاتا ہے کہ اس پر بھی ہم رحیم کریم نظام عالم کو باقی رکھتے ہیں ہوائیں چلاتے ہیں الخ۔ فقال ومن آیتہ الخ ہواؤں کے چند فوائد بیان فرماتا ہے کہ جن پر بقاء انسانی موقوف ہے۔

لہ کیف یشاء فی الاطوار المختلفۃ و المقادیر المتنوعۃ و الاشکال العجیبۃ و ذلک اشارۃ الی بطلان القول بالطبیعۃ المستقلۃ کما توہم الطبیعیون و ذلک اظہر دلیل علی وجود الصانع العلیم القدیر السمیع البصیر ۱۲ حقانی

(۱) مبشرات کہ وہ خوشی دیتی ہیں۔ انسان کے بدن پر جب ہوا لگتی ہے تو اس کو فرحت ہوتی ہے۔ اور نیز بارش سے پہلے جب سرد ہوا چلتی ہے تو گویا مینہ کا مژدہ لاتی ہے۔

(۲) ولیذیقکم من رحمتہ ہواؤں کی وجہ سے انسان زندہ رہ کر دنیا میں اس کی رحمت اور نعمت کے مزے لیتا ہے اور انہیں سے پھل پھول کھیتی باڑی تیار ہوتی ہے یہی ہیں جو تعفنات کو دور کرتی ہیں یہ دونوں باتیں بریینی خشکی کے متعلق ہیں۔

(۳) ولتجری الفلک الخ اس سے دریا میں کشتیاں چلتی ہیں۔

(۴) ولتبتغوا من فضلہ الخ کہ تم دریائی سفروں کی وجہ سے روزی تلاش کرتے ہو مچھلیوں کا شکار کرتے ہو۔ یہ دونوں باتیں بحر سے متعلق ہیں۔ ولعلکم تشکرون کہ تم شکر کرو سب سے متعلق ہے۔

اور من آیتہ کے ساتھ تعبیر کرنے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ہواؤں کا چلانا جس پر مدار زندگی ہے اسی کی قدرت کاملہ کی نشانی ہے تمہارے معبودوں میں سے کون کر سکتا ہے؟ یہ دلیل توحید وجود باری ہے۔

ولقد ارسلنا من قبلک رسلا الخ یہاں سے مسئلہ نبوت کو کس لطف کے ساتھ ثابت کرتا ہے کہ جس طرح نظام عالم جسمانی کے لیے ہوائیں چلاتے ہیں اسی طرح نظام عالم روحانی کے لیے اپنے فضل سے انبیاء بھیجتے چلے آئے ہیں (کچھ آپ ہی کو نیا نبی نہیں بنایا جس پر وہ بدکتے ہیں) جو اپنی قوموں کے پاس آیات و معجزات لے کر آئے تھے۔ پھر جس نے نہ مانا ہم نے اس سے انتقام لیا اور ایمان داروں کی مدد کی کیوں کہ یہ ہم پر لازم تھا کہ ہم ان کی مدد کرتے۔ اس پر کسی کا کوئی حق نہیں نہ کوئی بات لازم ہے مگر اپنے فضل سے وہ لازم کر لیتا ہے اس جملہ میں نہایت اختصار کے ساتھ رسولوں کا بھیجنا اور ان کی امتوں پر سرکشی سے عذاب آنا ایمان والوں کا نجات پانا بیان فرما دیا اور مخاطبین کو اسرار نبوت سمجھا کر متنبہ کر دیا۔ مسئلہ اثبات وجود باری و توحید اور مسئلہ نبوت کو کس لطف کے ساتھ ثابت کر دیا۔ اس کے بعد مسئلہ معاد کو ثابت کرتا ہے۔

اللہ الذی یرسل الریح الخ یہاں سے اور دوسری نعمت ظاہر فرماتا ہے کہ جس پر نظام عالم منحصر ہے وہ کیا؟ بارش کا بھیجنا۔ پھر اس سے زمین کا شاداب کرنا پھر اس نعمت کے بیان میں کیا کیا اشارات لطیفہ ہیں۔

(۱) اللہ الذی سے شروع کیا کہ یہ کام جس کا ہے وہ اللہ ہے نہ کہ تمہارے خیالی معبود۔

(۲) یرسل الریح کو مقدم ذکر کیا کہ مینہ سے پہلے ہم کیسی ہوائیں چلاتے ہیں پھر وہ ہوائیں بدلیاں اٹھا لاتی ہیں پھر اس کو آسمان پر ابر بنا کر کس طرح پھیلاتی ہیں کیف یشاء مگر جس طرح اللہ چاہتا ہے کہیں کم کہیں زیادہ کبھی ہر جگہ مساوی کبھی سیاہ رنگ کے بادل کبھی اور رنگ کے پھر سب کو گھنگھور گھٹا کر دیتا ہے۔ پھر اس میں سے مینہ برساتا ہے جس کو چاہتا ہے اس سے بہرہ مند کرتا ہے جس کو چاہتا ہے محروم رکھتا ہے۔ پھر اس سے بندے کیسے خوش ہو جاتے ہیں۔ حالاں کہ اس سے پہلے کہ جہاں میں گرد و غبار اور گرمی بے شمار تھی کیسے نا امید تھے۔

(۳) یرسل کو بلفظ مضارع بیان فرمایا کہ ایک بار نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہم یوں ہی کیا کرتے ہیں۔

(۴) پھر اس نعمت سے مسئلہ معاد کو کس لطف کے ساتھ ثابت کیا کہ جس طرح ہم زمین کو زندہ کر دیتے ہیں جس کا ہر سال تم معائنہ کرتے ہو اسی طرح لمحی الموتی ہم مردوں کو زندہ کر دیں گے ہم ہر بات پر قادر ہیں۔

اس کے بعد انسان کی ناشکری کرنے کی عادت بیان فرماتا ہے فقال ولئن ارسلنا الخ کہ اگر ہم ایسی ہوا چلادیں کہ جس سے کھیتی خشک ہو جاوے تو پھر کھیتے ناشکرہ ہو جاتے ہیں اور کیا کیا منہ سے بکنے لگتے ہیں۔

فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ

پھر آپ تو نہ مُردوں کو اور نہ بہروں کو

الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٥٢﴾

آواز سناتے ہیں (خصوصاً) جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں

وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ

اور نہ آپ اندھوں کو گمراہی سے ہدایت کر سکتے ہیں

إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا

آپ تو صرف انہیں کو سناتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں

فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٥٣﴾

سو وہی مان بھی لیتے ہیں۔

ترکیب

لا تسمع خبر ان۔ اذا متعلق بتسمع۔ مدبرین حال من فاعل ولوا۔ انت اسم ما بھٰدی العمی خبرہ والباء زائدۃ۔

تفسیر

یہاں تک توحید و نبوت و معاد کے مسائل کو براہین قاطعہ و حجج ساطعہ سے ایسا ثابت کیا تھا کہ جو کوئی ذرا بھی عقل سلیم رکھے تو خود سمجھ لے اور جو اس سے بھی بلید الذہن ہو تو ان کی کیفیت کسی سے سن کر مان لے مگر کفار مکہ اپنی بدقسمتی اور ازلی محرومی سے اس مرتبہ میں بھی نہ تھے اس پر بھی ان کا وہی اصرار وہی انکار چلا جاتا تھا تو اب ان کی نسبت یہی صادق آگیا تھا کہ وہ حیاتِ انسانی سے بہرہ ور نہیں گویا مُردے ہیں اور نہ ان کے حواس سلیمہ کام ہیں اندھے بہرے بھی ہیں۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ اس میں آپ کا کیا قصور ہے؟ یہ مُردے ہیں آپ مُردوں کو سنانے نہیں آئے، اور بہرے ہیں۔ ایسے بہروں کو جو پیٹھ پھیر کر بھاگ اٹھیں تو آپ انہیں بھی نہیں سنا سکتے۔ کاش بہرے ہوتے اور سامنے آتے ہاتھوں کے اشارے سے ہی سمجھ جاتے، مگر جب کہ انہوں نے یہ قصد مصمم کر لیا کہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے تو گویا پیٹھ پھیر کر بھاگ اٹھے اور یہ ازلی اندھے ہیں آپ ان کو کیوں کر رہ نمائی کر سکتے ہو۔ آپ صرف ان لوگوں کے سنانے کو آئے ہیں کہ جن میں ایمان لانے کا مادہ اور صلاحیت ہے جس کو لا من یؤمن بآیاتنا کے ساتھ اس لیے تعبیر کیا کہ ان کی قابلیت و استعداد فعلیت کے مرتبہ کے پاس آگئی ہے پس وہی مانتے ہیں، فہم مسلمون۔ فانک لا تسمع الموتیٰ سے لے کر فہم مسلمون تک یہ مطلب ہوا۔

فانک میں جو فا آئی ہے وہ اس لیے کہ وہ مُردے ہیں حیاتِ انسانی ان میں نہیں بس آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔ الموتیٰ سے مراد وہی کفار ہیں کہ جن کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی۔ اور الصم سے مراد بھی وہی لوگ ہیں کہ جن کو بہروں سے تشبیہ دی گئی۔ اور العمی سے بھی وہی مراد ہیں کہ جن کو اندھوں سے تشبیہ دی گئی۔ میت، صم، عمی کے الفاظ کا اطلاق حقیقتِ عرفی کے مطابق اسی متعارف مُردے بہرے اندھے پر ہوتا ہے جو ظاہری جان نہ رکھے، نہ ظاہری کان نہ ظاہری آنکھ۔ مگر کنایہ کے طور پر یا مجازاً بعلاقۂ تشبیہ ایسے لوگوں پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔

اذا ولوا مدبرین کی قید کا فائدہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو بھاگ اٹھے تو پھر کسی طرح بھی سمجھ نہیں سکتا سننا تو درکنار۔ اور الا من یؤمن کے معنی بھی معلوم ہو گئے کہ جن میں ایمان کی قابلیت ہے

پس اب یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ جو اللہ کی آیتوں پر خود ایمان لاتے ہیں ان کو سنانے کی کیا ضرورت؟ تحصیل حاصل ہے۔

ان آیات سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ مردہ نہیں سنتا اور اس کی سند میں کچھ احادیث و اقوال بھی پیش کرتے ہیں۔ آج کل یہ مسئلہ سماعِ موتیٰ باہمی قیل و قال کا بڑا میدان ہو رہا ہے اگرچہ اس کی پوری تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے مگر مختصراً کچھ بیان کرتا ہوں۔ ان آیات میں تو عدم سماعِ موتیٰ کا اشارہ تک بھی نہیں اس لیے ان سے استدلال کرنا بے فائدہ بات ہے۔ رہے احادیث و اقوال ان سے بھی صاف نہیں معلوم ہوتا کہ میت سن نہیں سکتی بلکہ بہت سی صحیح احادیث اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ مردے زندوں کی آواز سنتے ہیں۔

ازاں جملہ وہ احادیث جو زیارتِ قبور کی بابت وارد ہیں جن میں مُردوں سے خطاب کر کے کلام کیا جیسا کہ ترمذی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قبرستان پر سے گزرے تو یہ فرمایا السلام علیکم یا اہل القبور۔ اور اسی طرح مسلم نے عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیع میں جا کر یہ فرمایا السلام علیکم دار قوم مؤمنین الخ اور ایسا ہی تعلیم بھی فرمایا۔

ازاں جملہ احادیثِ عذابِ قبر ہیں جیسا کہ بخاری و مسلم نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھ کر اس کے لوگ واپس پھرتے ہیں تو انہ لیسمع قرع نعالھم وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے الخ۔

ازاں جملہ وہ جو بدر کے روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارِ قریش کے مقتولوں سے خطاب کر کے فرمایا تھا کہ تم نے آج دیکھ لیا اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ جس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا حضرت! یہ کیا سنتے ہیں؟ فرمایا تم سے بھی زیادہ سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دیتے۔ اس کو بھی بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ نقلی دلائل کے جواب ہو چکے۔

اب رہی بحث عقلی، سو عقلِ سلیم بھی کہتی ہے کہ مرکر جسم سے روح کا تعلق بدن سے منقطع ہو جاتا ہے وہ جو حواس کے ذریعہ سے کام لیتا تھا اب تجرد کی وجہ سے ان کے بغیر کام لیتا ہے۔ خصوصاً حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ان کے ادراک کا تو کیا ٹھکانا ہے؟ رہی یہ بات کہ ان کو قاضی الحاجات مستقل بنا کر پوجا جاوے، جیسا کہ جہلا کا دستور ہے وہ ان کی ممات پر کیا موقوف ہے حیات میں بھی منع ہے ان کے مقابرِ مقدسہ سے فیوض و برکات بے شک جاری ہیں۔

سماعِ موتیٰ کی بحث

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ

اللہ ہی ہے کہ جس نے تم کو کمزوری کی حالت سے پیدا کیا پھر

جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ

کمزوری کے بعد قوت عطا کی پھر

جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً

قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا بنایا

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی علم (اور) قدرت والا ہے

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ

اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو گنہگار قسمیں کھائیں گے کہ

مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا

ہم ایک گھڑی کو نہ رہے (دنیا میں) نہیں غیر سے ایسے ہی (دنیا میں) تھے

لہ مدینہ میں شہر کے باہر شرقی رخ ایک قبرستان ہے ۱۲

يُؤْفَكُونَ ﴿٥٥﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا

پھکے ہوئے تھے　اور علم　اور ایمان

الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي

والے　کہیں گے　کہ تحقیق　اللہ کے

كِتَابِ اللَّهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ فَهَٰذَا

دفتر میں　تم　قیامت تک ٹھیرے رہے ہو　سو یہ ہے

يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَٰكِنَّكُمْ كُنتُمْ

قیامت کا دن　لیکن تم　تو　اس کو

لَا تَعْلَمُونَ ﴿٥٦﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنفَعُ

جانتے ہی نہ تھے　پس　اس دن　ظالموں کا

الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا

عذر کرنا　کچھ بھی　فائدہ نہ دے گا　اور نہ

هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٥٧﴾

ان کا عذر قبول کیا جائے گا۔

ترکیب

الضعف بالفتح والضم لغتان۔ من ضعف من للابتداء ای ابتدأ کم ضعفاء واساس الانسان الضعف کما قال خلق الانسان من عجل ای من العجلة ویمکن ان یقال خلقکم من اصل ضعیف وھو النطفة علی ان یاول المصدر باسم الفاعل او علی تقدیر المضاف ویوم تقوم الساعة والعامل فیہ یقسمون یحلف ما لبثوا فی الدنیا او فی القبور۔ فی کتب اللہ ای فی علمہ او اللوح المحفوظ۔ فیہ مثل ای یوم کان کذا لا ینفع المعذرة۔ الذین مفعول۔ للا ینفع معذرتھم مصدر مضاف الی الفاعل والجموع فاعلہ ولا ھم یستعتبون ای لا یدعون الی ما یزیل عنھم عتبھم ای غضبھم۔

تفسیر

اللہ الذی الخ یہاں سے پھر دلائل توحید شروع ہوتے ہیں۔ پہلے دلائل آفاق تھے یہ دلائل الانفس ہیں کہ جو انسان کی ذات اور اس کے حالات سے متعلق ہیں فرماتا ہے اللہ وہ ہے کہ جس نے تم کو کمزوری کی حالت میں پیدا کیا یعنی تمہاری ابتدا نہایت کمزوری کے ساتھ تھی، تمہاری بنیاد کمزور تھی جیسا کہ فرمایا وخلق الانسان ضعیفا یا یوں کہو تم کو ایک کمزور چیز سے بنایا وہ کیا؟ منی جو ایک قطرۂ آب ہے۔ ثم جعل من بعد ضعف قوۃ پھر کمزوری کے بعد تم کو توانائی عطا کی بالغ ہونے کے بعد یا تمہارے ابدان سے روح متعین ہونے کے بعد۔ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا وشیبۃ یہ تیسری حالت ہے کہ قوت کے بعد پھر تم کو کمزور اور بوڑھا کر دیتا ہے یخلق ما یشاء وھو العلیم القدیر وہ جو چاہتا ہے بناتا ہے اپنے احوال مختلفہ ہی میں غور کرو کہ تمہاری کیسی صورتیں مختلف بنائیں پھر تم کو قوت اور ضعف کے میدان میں کیسی الٹی پلٹیاں دیں۔ پھر اس کے علیم وقدیر ہونے میں کیا شک؟ ایسے علیم وقدیر کے نزدیک قیامت قائم کر کے مُردوں کو زندہ کرنا اور ان سے حساب وکتاب لینا کیا بعید ہے؟ اس لیے فرماتا ہے ویوم تقوم الساعۃ اس جگہ قیامت کی قدرے کیفیت بیان فرماتا ہے۔ اور قرآن کی عادت ہے کہ مبدء کے بعد معاد ذکر فرمایا کرتا ہے۔

وہ کیفیت یہ ہے یقسم المجرمون ما لبثوا غیر ساعۃ گنہگار قسم کھا کر کہیں گے دنیا میں ہم ایک ساعت سے زائد نہیں رہے تھے۔ قیامت کے شدائد کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی اور سال ہا سال کی عیش وکامرانی ایک گھڑی بھر کی معلوم ہوگی۔ وہاں یہ غلط پندار جاوے گی کذلک کانوا یؤفکون دنیا میں بھی ایسے ہی خیال غلط اور اوہام

باطلہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے تھے دنیا کی چند روزہ کام رانی کو عیش جاودانی سمجھے ہوئے تھے، آخرت سے غافل ہو کر اسی کے فکر میں لگے ہوئے تھے۔ پس جس طرح دنیا میں ان کی غلط پنداری کو اہل علم انبیاء علیہم السلام یا ان کے نائب ظاہر کر کے راہ حق بتلانے کی کوشش کرتے تھے، پر یہ اس سچ کو جھوٹ جانتے تھے، اسی طرح دار آخرت میں اصلی بات بتلا دیں گے۔

وقال الذین اوتوا العلم والایمان الخ کہ تم دفتر الٰہی میں لکھے کے موافق قیامت تک ٹھیرے تھے پس یہ قیامت موجود ہے جسے تم بھولے ہوئے تھے ولکنکم کنتم لا تعلمون۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ما لبثوا غیر ساعۃ مرنے کے بعد عالم برزخ میں ٹھیرنے کی بابت کفار کہیں گے جیسا کہ آیا ہے من بعثنا من مرقدنا کہ کس نے ہم کو ہماری خواب گاہ سے بیدار کر دیا۔ اس تقدیر پر اہل علم و ایمان کا جواب بہت ٹھیک ہو جاوے گا کہ تم یوم البعث تک ٹھیرے ہو۔ اول قول یعنی قیام دنیا مراد لینے کی صورت پر بھی یہ جواب ٹھیک ہو سکتا ہے کس لیے کہ ان کا کلام جماعت کفار کے مقابلہ میں ہوگا اور گو ہر ہر شخص نہیں، جماعت کفار تو دنیا میں یوم البعث تک ٹھیری تھی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عالم برزخ کا قیام بھی دنیا کے قیام کا اثر ہے، واللہ اعلم۔

فیومئذ لا ینفع الخ فرماتا ہے اس روز ظالموں کا کوئی عذر نہ قبول ہوگا۔ ولا ھم یستعتبون لا یطلب منہم العتبیٰ لے الرجوع الی ما یرضی اللہ۔ جلالین۔ یعنی کسی نیک کام کرنے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی مہلت نہ ملے گی۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ

اور البتہ اس قرآن میں ہم نے لوگوں کے لیے ہر ایک قسم

مِن كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِن جِئْتَهُم

کی مثال بیان کر دی ہے اور اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی

بِآيَةٍ لَّيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ

نشانی لائیں تو جو منکر ہو گئے ہیں یہی کہیں گے کہ تم (اے

أَنتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿٥٨﴾ كَذَٰلِكَ

مسلمانو) محض فریبی ہو　　اللہ نادانوں کے

يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ

دلوں پر　　اسی طرح سے　　مہر کر دیا

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٩﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ

کرتا ہے ف　　پس (اے نبی) صبر کیجیے بے شک

اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ

اللہ کا وعدہ حق ہے　　اور یقین نہ کرنے والے آپ کو

لَا يُوقِنُونَ ﴿٦٠﴾ ع

خفیف نہ کرنے پائیں۔

ف آریہ عیسائی وغیرہ قرآن مجید پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ قرآن خدا تعالیٰ کی ذات میں عیب ثابت کرتا ہے جیسا کہ دلوں پر مہر کر دینا، گمراہ کر دینا وغیرہ۔ باوجود دعوائے ہدایت کے ایسا فرمانا اور بھی اس کی شان سے بعید ہے۔ اس اعتراض کا جواب ہم بارہا دے چکے ہیں کہ ہر کتاب ہر زبان میں ہر متکلم کے محاورات مخصوص ہوتے ہیں۔ جب تک ان کو نہیں معلوم کیا جاتا ایک سرسری نظر کا شخص حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ دلوں پر مہر کر دینا، آگے پیچھے گمراہی کی دیوار کھینچ دینا، ان کی ازلی کوری اور اس پر ان کے افعال ارادیہ سے اسباب گمراہی پیدا کر لینا مراد ہے۔ جس کو بطور سرزنش کے بیان فرمایا جاتا ہے۔

اور اعتراضات کا بھی ایسا ہی حال ہے ۱۲ منہ

ترکیب

من کل مثل فی محل النصب لکونہ مفعولا لضربنا اے بیناہ للناس متعلق بضربنا ای القرآن مشحون بقصص واخبار کھا کالمثل السائر فی غرابتہ وحسن مواقعہا فصار القرآن فی کل ما جاء بہ کالامثال السائرۃ حتی لایجہا الطبائع الصافیۃ کذالک ای مثل ذلک الطبع۔

تفسیر

مسئلہ معاد کے بعد مسئلہ رسالت پر کس لطف کے ساتھ کلام تمام کرتا ہے فقال ولقد ضربنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل۔ مسئلہ رسالت کی بابت دو باتیں ہیں:۔

اول سب سے بڑھ کر اس کتاب کی خوبی پر نظر کی جاتی ہے کہ جس کو رسول اللہ کا دستور العمل بتلا کر عالم کو اس پر چلنے کا حکم دیتا ہے اور جس کو اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب کہتا ہے۔ کیوں کہ اس کتاب میں اگر یہ خوبی نہ ہو تو وہ بندوں کی حاجات کو کافی نہ ہو اور انسانی جذبات یا اس کے طبعی جزر و مد میں پوری رہبر نہ ہو، پس وہ کتاب اللہ نہیں۔ ہر شخص کا کلام خود کہہ دیتا ہے کہ میں کس کا کلام ہوں۔ بادشاہوں کی بات چیت میں سے وہی شاہی رعب و داب ٹپکتا ہے۔ حکیم کا کلام حکمت سے پُر ہوتا ہے۔ شہوت پرست کے کلام میں شہوانی خیالات ہوتے ہیں اسی طرح اللہ کا کلام اس کے حوصلہ کے موافق ہوتا ہے (دیکھو آج کل جو کتابیں اہل کتاب کے ہاتھ میں ہیں یا اور لوگ جن کو کتاب الٰہی کہتے ہیں ان کے مطالب پر غور کر کے صاف معلوم ہو جائے گا یہ کلام اللہ کے لائق نہیں بلکہ کسی مورخ یا خیالات باطلہ کے پابند کا کلام معلوم ہوتا ہے) اس پہلی بات کے لیے یہ جملہ ولقد ضربنا ارشاد فرمایا کہ قرآن میں لوگوں کے لیے ہر حاجت کا پورا کرنے والا کلام ہے اور کلام بھی فلسفیانہ اینچ پیچ میں نہیں بلکہ ایسا کہ جیسے مثالیں ہوتی ہیں کہ جن کو طبائع بشریہ بہت جلد قبول کر لیتی ہیں۔

دوسری بات جو نبوت اور رسالت کے متعلق ہے معجزات ہیں جن کو آیات کہتے ہیں اس کی بابت فرماتا ہے ولئن جئتھم بایۃ الخ کہ ان کفار کہ کا انکار اور ہٹ دھرمی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اگر آپ ان کے پاس کوئی بڑے سے بڑا معجزہ بھی لائیں یا کسی قسم کی کوئی نشانی دکھاویں تو وہ ہرگز نہ مانیں گے بلکہ آپ کو جھوٹا بتلا دیں گے انسان کی جب یہ حالت ہوتی ہے کہ جس کو دلوں پر خدا کی مہر کرنے کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے تو اس کی نسبت صاف یہی کہا جاتا ہے کذلک یطبع اللہ علی قلوب الذین لا یعلمون کہ ان نادانوں سرکش جاہلوں کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی اور وہ ایسا ہی کر دیا کرتا ہے یعنی تقدیر ازلی نے ان کو اس قابل ہی نہیں رکھا کہ وہ نبی کی بات مانیں۔ ایسی حالت میں خدا تعالیٰ کا دستور یوں جاری ہے ان کے لیے گو وہ ہزار درخواست کریں معجزہ نہیں دکھایا جاتا کیوں کہ اگر معجزہ دکھایا جاوے اور نہ مانیں تو اور بھی عتاب الٰہی میں گرفتار ہوں۔

معجزات نہ دکھانے کا ثبوت انجیل سے

خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسے موقع پر معجزات دکھانے سے انکار کیا ہے دیکھو انجیل متی کے سولھویں باب کے شروع میں یہ ہے:۔

"فریسیوں اور صدوقیوں نے آ کے آزمایش کے لیے اس سے چاہا کہ ایک آسمانی نشان ہمیں دکھا، اس نے جواب میں ان سے کہا الخ اس زمانے کے برا اور حرام کار لوگ

الٓمّٓ ۝١ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ
یہ آیتیں ہیں　حکمت والی
الْحَكِيْمِ ۝٢ هُدًى وَّرَحْمَةً
کتاب کی　جو ہدایت و رحمت ہے
لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝٣ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ
نیک بختوں کے لیے　وہ جو　نماز ادا
الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ
کرتے　اور　زکوٰۃ　دیتے　اور
بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝٤ اُولٰٓئِكَ
آخرت پر بھی　یقین　رکھتے ہیں　یہی لوگ
عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ
اپنے رب کی ہدایت پر　ہیں　اور یہی لوگ
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٥ وَمِنَ النَّاسِ
فلاح بھی پانے والے ہیں　اور کچھ ایسے آدمی بھی ہیں
مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ
جو کھیل کی باتیں (قصہ کہانیاں) خریدا کرتے ہیں　تاکہ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا
بے سمجھے بوجھے لوگوں کو اللہ کے رستے سے بہکائیں　اور اللہ کی آیتوں
هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
کی ہنسی اڑائیں　یہی وہ لوگ ہیں　جن کو ذلت کی سزا
مُّهِيْنٌ ۝٦ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا
ہوتی ہے　اور جب　اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں
وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا
تو اکڑ کر منہ پھیر لیتا ہے　گویا کہ ان کو سنا ہی نہیں
كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ
گویا　اس کے کانوں میں　ٹیٹیاں ہیں　پس دے نبی!

نشان ڈھونڈتے ہیں پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان دکھایا نہ جائے گا۔"

اور اسی طرح انجیل مرقس کے آٹھویں باب کے گیارہویں درس میں یہ ہے "تب فریسی نکلے اور اس سے حجت کرکے اس کے امتحان کے لیے آسمان سے کوئی نشان چاہا اس نے اپنے دل سے آہ کھینچ کے کہا کہ اس زمانے کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا۔" اور اسی طرح قرنتیوں کے اول باب ۲۲ درس میں ہے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں معجزہ دکھانے سے انکار آیا ہے وہ اسی قسم کا ہے۔ پادری آنکھ بند کرکے اعتراض جما دیا کرتے ہیں۔

فاصبر ان وعد اللہ حق جب مخالف کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر اس سے سیکڑوں تکالیف اور بدکلامی برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان داروں کو صبر کا حکم ہوا اور تسلی دی گئی کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے ان پر ضرور عذاب آوے گا اور ایمان دار دنیا و آخرت میں کامیاب ہوں گے۔

ولا یستخفنک الخ اور اے نبی! آپ ان کے تمسخر سے دل میں خفیف نہ ہونا۔ یا یہ معنی کہ ان کے مقابلہ میں آکر آپ کوئی خفیف بات نہ کریں جو شان نبوت کے برخلاف ہو۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۞

سورۃ لقمٰن

مکیہ ہے اس میں چونتیس آیات اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝

اس کو عذاب الیم کا مژدہ سنادو۔

ترکیب

ھدی و رحمۃ حالان من الآیات والعامل فیھما معنی الاشارۃ وتکریر ضمیر ھم للتوکید ولما فصل بینہ وبین خبرہ الذین مبتدا اولئک الخ الجملۃ خبرہ ویتخذھا بالنصب عطفا علی لیضل والرفع عطف علی یشتری والضمیر یعود علی السبیل وقیل علی الحدیث لانہ یراد بہ الاحادیث وقیل علی الآیات کان لم یسمعھا موضع حال والعامل ولّی کان بدل منہا

تفسیر

چوں کہ اخیر سورۂ روم میں ولقد ضربنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل فرمایا تھا جس میں اعجاز قرآن کی طرف اشارہ تھا اور اس کے بعد قوم کی سرکشی بیان ہوئی تھی۔ ان دونوں باتوں کی تاکید اس سورت کے اوائل میں فرماتا ہے۔ اور سورت کو انہیں مفردات الم کے ساتھ شروع کیا۔ اس رمز کے لیے کہ جس کا ہم سورۂ عنکبوت کی ابتدا میں ذکر کر آئے ہیں۔ اس جگہ الف سے اشارہ اللہ کی طرف اور ل سے جبریل کی طرف اور م سے محمد کی طرف ہے۔ جس کے یہ معنی کہ یہ کتاب اللہ نے جبریل کے واسطہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔ پھر اس کی تصریح تلک آیٰت الکتٰب الحکیم میں کردی کہ یہ آیات کتاب پُرحکمت کی ہیں۔

پہلی بات کی تاکید المفلحون تک ہے۔ ان جملوں میں بظاہر کتاب یعنی قرآن مجید کی مدح ہے کہ یہ کتاب پُرحکمت ہے جو کچھ اس میں ہے وہ بندوں کے لیے عین حکمت ہے نیک بختوں کے لیے ہدایت ہے۔ ان کو مقاصد دینی و دنیاوی میں راہِ راست دکھاتی ہے اور نیز رحمت بھی ہے کہ بہ نسبت امم سابقہ کے اس امت کے لیے اس میں نہایت سہل احکام ہیں اور نیز یہ بھی ہے کہ اس کے ماننے والے تلاوت کرنے والے پر خدا کی رحمت بھی ہوتی ہے اور نیز قرآن پر عمل کرنے والے کے دل میں رحمت یعنی نرم دلی پیدا ہوتی ہے۔ یہ کتاب رحم دلی کا برتاؤ سکھاتی ہے۔ اگر میں اُن آیات اور احادیث کو اس بارے میں نمونہ کے طور پر بھی لکھوں تو ایک جداگانہ کتاب تیار ہو جاوے۔

الذین یقیمون الصلوٰۃ سے محسنین کا بیان ہوتا ہے کہ محسنین یعنی نیک بخت لوگ کون ہیں؟ وہ ہیں جو نماز ادا کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اس میں حکمتِ عملیہ کے دونوں جزو بدنی اور مالی عبادت آگئی۔

وھم بالآخرۃ ھم یوقنون اور آخرت پر یقین بھی رکھتے ہیں۔ یہ حکمت نظریہ کے جمیع اجزا کو شامل ہے کس لیے کہ جو دارِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے ضرور اللہ تعالیٰ پر بجمیع صفاتہ بھی ایمان رکھتا ہے جو دارِ آخرت میں جزا و سزا کا دینے والا ہے اور اسی طرح ملائکہ اور انبیاء اور کتب منزلہ پر بھی ایمان رکھتا ہے جو دارِ آخرت کے لیے سعادت کے ہادی اور شقاوت سے مانع ہیں۔ اب ایمان اور عملِ صالح دونوں کا ہونا نیک بختی میں ضروری ہے اور ایمان میں دارِ آخرت کا ذکر اس لیے ہوا کہ یہی مسئلہ اہم تھا۔ مخالف زیادہ تر اسی کے منکر تھے۔ اور اعمالِ صالحہ کے بعد اس کا ذکر اس لیے آیا تاکہ معلوم رہے کہ اعمالِ صالحہ نماز و خیرات آخرت کا توشہ ہے۔ سورۂ بقرہ میں ھدًی للمتقین آیا تھا اور یہاں ھدی و رحمۃ للمحسنین آیا۔ ایک تو ہدایت کے بعد رحمت کا لفظ زیادہ ہوا اس لیے محسنین کا لفظ بھی آیا کس لیے کہ احسان کا مرتبہ تقویٰ سے بالا ہے۔ کیوں کہ حدیثِ جبریل میں کہ جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اسلام و ایمان کے بعد احسان کی بابت

سوال ہوا ہے جس کے معنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائے۔

تعبد اللہ الخ کہ اللہ کی یہ سمجھ کر عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہ ہو تو یہ سمجھ لو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

پس جس طرح کتاب کے حق میں ازدیاد کیا گیا تو اسی طرح کتاب سے نفع اٹھانے والے کے حق میں اور زیادہ مع کا لفظ آیا۔ ولطف مما لا یخفی علی ارباب البصیرۃ۔ پھر ان کے لیے دو باتیں انعام میں عطا کرتا ہے۔

اوّل اولئک علی ھدی من ربھم کہ یہ لوگ خدا تعالےٰ کی ہدایت پر قائم ہیں نہ وہ کہ جو دیگر اعمال بد کر کے ان کو سعادت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ گویا ان کے ہدایت پر ہونے کی اللہ نے شہادت ادا کر دی پورا اطمینان دلا دیا۔

دوسری واولئک ھم المفلحون کہ یہی فلاح پانے والے ہیں، دنیا میں بھی آخرت میں بھی نہ ان کے برخلاف لوگ۔ نجات کا بھی پورا اطمینان کر دیا۔ اور اپنے نیک بندوں کو بھی بتلا دیا۔

اس کے بعد اس طریقۂ فلاح کے برخلاف لوگوں کا ذکر فرماتا ہے وہ لوگ کہ جن کا ذکر ولئن جئتھم بایۃ الخ میں آیا تھا کہ جو آیات الٰہی کے منکر ہیں۔ پس فرماتا ہے، ومن الناس الخ کہ ایسے بھی لوگ ہیں جو بے ہودہ باتیں لوگوں کو اللہ کے رستہ سے بہکانے کے لیے خرید کرتے ہیں۔ لھو الحدیث الاضافۃ بمعنی من لے الحدیث الذی ھو لھو ومنکر (نیشاپوری) مائلیی عما ینبغی کالاحادیث التی لا اصل لھا والاساطیر التی لا اعتبار فیھا والمضاحیک وفضول الکلام (بیضاوی) کہ لہو الحدیث لایعنی اور بے فائدہ کلام جیسا کہ وہ باتیں کہ جن کی اصل نہ ہو اور وہ قصے کہ جن میں کچھ عبرت نہ ہو اور ہنسانے والی باتیں اور فضول کلام۔

ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ قسم کھا کر کہتے تھے کہ لہو الحدیث راگ ہے (مدارک)۔ قرطبی کہتے ہیں لہو الحدیث کی تفسیر میں جو عمدہ بات کہی گئی ہے یہ ہے کہ اس سے مراد راگ ہے اور یہی صحابہ اور تابعین کا قول ہے۔ اور بخاری نے الادب المفرد میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد غنا یعنی راگ ہے اس کو وہ قسم کھا کر کہتے تھے۔ طبری کہتے ہیں کہ علماء امصار راگ کے ممنوع اور مکروہ ہونے پر متفق ہیں، مگر ابراہیم بن سعد و عبیداللہ عنبری جماعت کے مخالف ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لہو الحدیث میں بے فائدہ باتیں اور لغو قصے کہانیاں اور ہنسی مسخرے پن کی باتیں داخل ہیں جن سے محفلیں گرم کی جاتی ہیں اس میں وہ اشعار بھی داخل ہیں کہ جن میں معشوقوں کے خدوخال اور اعضاء مستورہ کی توصیف اور دیگر شہوت انگیز باتیں ہوتی ہیں۔ اور بہت سے علماء کے نزدیک راگ بھی مطلقاً اس میں داخل ہے اور ستار، سارنگی وغیرہ تو بالاتفاق حرام ہیں۔ فقہاء و محدثین کا اس پر اتفاق ہے۔ باجوں میں طبل غازی اور عیدین اور شادیوں میں دف بجانا مستثنیٰ ہے۔ مگر نفس راگ میں قدرے کلام ہے۔ وہ یہ کہ شہوت انگیز مضامین کا گانا حرام ہے۔ جیسے وہ اشعار کہ جن میں دنیا کی نفرت اور خدا تعالیٰ کی محبت ہے۔ پس جس طرح ان اشعار کا تصنیف کرنا ممنوع نہیں اسی طرح کسی خاص وقت میں ان کا سننا بھی ممنوع نہیں خواہ وہ خوش آوازی کے ساتھ ہو یا بغیر اس کے۔ ان احادیث و اقوال پر نظر کر کے جو اس کی اباحت کی طرف اشارہ کرتے ہیں عوارف المعارف اور احیاء العلوم میں اس کا بخوبی فیصلہ کر دیا ہے۔ اور اس کی بھی اباحت اہل اللہ کے لیے مخصوص کی ہے جن پر غلبۂ حال اور شوق ہے پھر اس کے لیے مکان اور زمان اور اہل مجلس کے اہل ہونے کی قید لگائی ہے

بعض صوفیہ کرام چراغ سنتے تھے انہیں احتیاطوں سے نہ اس طور سے کہ جیسا آج کل مروج ہے اس کے ممنوع ہونے میں کسی اہل علم کو کلام نہیں (تفسیر احمدی وغیرہ)۔

ابن جریر نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ایک قریشی کی بابت نازل ہوئی ہے جو ایک گانے والی چھوکری خرید کر لایا تھا۔ اور مجاہد نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی ہے جو گانے والی چھوکریاں خرید کر لایا تھا جس کو سنتا تھا کہ وہ اسلام لانا چاہتا ہے اس کے پاس بھیجتا تھا اور گانا سنواتا اور شراب پلاتا تھا اور کہتا تھا یہ بہتر ہے یا وہ باتیں کہ جن کی طرف تم کو محمدؐ بلاتا ہے کہ نماز پڑھو روزہ رکھو جہاد کرو۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ رستم و اسفندیار کے قصے بھی لایا تھا جن کو لوگوں کو سنا کر قرآن سے روکتا اور یہ کہتا تھا کہ محمدؐ عاد و ثمود کے قصے سناتا ہے میں رستم و اسفندیار کے (مدارک)۔ بہرحال وہ آیات الٰہی کے ساتھ تمسخر کرتا ہے۔ اس کج رو کے دو فعل بیان ہوئے۔ اول یہ کہ وہ لھو الحدیث اللہ کے رستہ سے روکنے کے لیے خریدتا ہے کہ لوگ اس طرف متوجہ ہوں، اس کو چھوڑ دیں۔ دوسرا یہ کہ وہ اللہ کے رستہ یا اس کی آیات سے تمسخر کرتا ہے یا ان لھو الحدیث کو مسخری کے لیے اختیار کرتا ہے۔ اس تمسخر کی سزا بیان فرماتا ہے، اولٰئک لھم عذاب مھین کہ ان کو ذلت کا عذاب ہوگا۔ عذاب بمقابلہ لھو الحدیث خرید کر گمراہ کریں گے ذلت تمسخر کے سبب۔ اور تمسخر کا نتیجہ ذلت ہے۔ تمسخر باز آدمی کا رعب نہیں رہا کرتا۔ نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے۔

واذا تتلٰی علیہ اٰیٰتنا الخ یہ اس بدکردار کی تیسری حرکت ناشائستہ ہے کہ جب اس کو آیات الٰہی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو منہ موڑ کر اس طرح سے چل دیتا ہے کہ گویا سنا ہی نہیں اور گویا اس کے کانوں میں ثقل ہے یعنی بہرا ہے اس کی سزا فبشرہ بعذاب الیم کہ اس کو دردناک یعنی بڑے دکھ دینے والے عذاب کا مژدہ سنا دو کہ تجھ کو عذاب الیم ہے۔

اگرچہ آیات مذکورہ میں ایک شخص کی طرف روئے سخن ہے مگر اس کی کچھ خصوصیت نہیں جو کوئی ایسا ہو۔ اس زمانے میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اسلام اور کار خیر سے روکنے کی سیکڑوں تدبیریں کیا کرتے ہیں۔ کہیں اسلام پر جھوٹے اعتراضات کرتے ہیں۔ کبھی اہل اسلام کے نماز روزہ پر تمسخر کیا جاتا ہے۔ کہیں ناچ رنگ کی محفلیں کر کے صدا بندگان خدا کو آلودہ کیا جاتا ہے۔ کہیں علوم اسلام اور علماء کرام کی توہین کر کے علم دین سے روکا جاتا اور کفار کے لایعنی علوم کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
بے شک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے

لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ۝٨ خَالِدِينَ فِيهَا
ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں جہاں ہمیشہ رہا کریں گے

وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝٩
اللہ کا سچا وعدہ ہو چکا اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے

خَلَقَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا
اس نے آسمانوں کو بے ستونوں کے بنایا جن کو تم دیکھتے ہو

وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ
اور زمین میں ثقل پیدا کیا (پہاڑوں کا لنگر ڈالا) تاکہ

تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ
تم کو لے کر ادھر ادھر نہ جھکے اور اس میں ہر ایک قسم کے جاندار

دَابَّةٍ ۚ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے مینہ برسایا

فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ
پھر ہم نے　زمین میں　ہر قسم کی　عمدہ　چیزیں
كَرِيْمٍ ۝١٠ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ
اُگائیں۔　یہ سب کچھ　تو اللہ کا　بنایا　ہوا ہے
فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ
پھر مجھے　دکھاؤ　کہ　اس کے　سوا　غیر نے　کیا　پیدا
دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝١١
کیا　بلکہ　ظالم　صریح گمراہی میں　پڑے ہوئے ہیں۔

تفسیر

ان الذین اٰمنوا قرآن کی عادت ہے کہ جب اہل شقاوت کا ذکر اور ان کی سزا کا بیان ہوتا ہے تو اہل سعادت اور ان کے انعام و اکرام کا بھی ذکر آتا ہے اس لیے یہاں اہل سعادت کا ذکر کرتا ہے کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے ان کے لیے جنات النعیم ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہا کریں گے مخرے پڑے تمسخر کیا کریں۔ لیکن وعد اللہ حقا اللہ کا وعدہ برحق ہے ھو العزیز وہ زبردست ہے اس کو وعدہ پورا کرنے میں کوئی عجز لاحق نہیں ہوتا۔ الحکیم حکمت والا ہے۔ ان کے تمسخر پر جو حلم ہے اور مؤمنوں کو جلدی بدلہ نہیں ملتا اس کی کوئی حکمت ہوتی ہے۔

خلق السمٰوٰت بغیر عمد یاں العزیز الحکیم

ہونے پر ایک دلیل لاتا ہے کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بنایا جن کو تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ آسمانوں کو کروی الشکل بنانا یعنی گول۔ ستونوں سے بے پروا کر دیا ہے۔ و القیٰ فی الارض رواسی اور زمین میں ثقل یعنی بوجھ ڈال دیا کہ تم کو لے کر ادھر اُدھر نہ ہلے۔ وبث فیھا من کل دابۃ آسمانوں اور زمین کو تیار کر کے زمین پر گوناگوں جانور پھیلائے۔ دو پاؤں پر چلنے والے، بغیر پاؤں کے چلنے والے، اور پاؤں سے چلنے والے۔ ہر چار پاؤں سے پھر اس سے بھی زیادہ پاؤں سے چلنے والے جن کی صدہا اقسام ہیں۔ پھر ان کی روزی کا یہ بندوبست کیا وانزلنا من السماء ماء کہ آسمان سے پانی برسایا اور اس سے ہر قسم کی جڑی بوٹیاں اناج اور گھانس اُگائیں۔ پھر ایسے شخص سے زیادہ کون عزیز ہے اور کون حکیم ہے۔

اس موقعہ پر مسئلہ توحید کے بیان کرنے کا بھی عمدہ قرینہ نکل آیا۔ اس لیے فرماتا ہے ھذا خلق اللہ یہ سب کچھ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے فارونی ماذا خلق الذین من دونہ اب تم مجھ کو دکھاؤ کہ اس کے سوا کسی اور نے کیا بنایا ہے؟ کسی نے کچھ بھی نہیں، پھر جب کچھ بھی نہیں بنایا تو ان کی خدائی کیسی اور ان کی عبادت کیا؟ بل الظلمون فی ضلل مبین۔ کم بخت بدنصیب صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں جو کسی اور کو اس کا شریک کرتے ہیں۔ رد شرک کے لیے کیا عمدہ برہان ہے جس کو ہر حکیم سے لے کر جاہل تک برابر سمجھ سکتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک پادری برسر راہ بڑے زور شور سے کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ مسیح خدا ہے اور خدا کا بیٹا ہے۔ اتفاقاً وہاں ایک دہقانی گنوار بھی موجود تھا اس نے کہا پادری صاحب اگر عیسیٰ خدا کا سپوت یعنی لائق بیٹا ہے تو کوئی آسمان و زمین

ع ۱۱ / ۱۰

لہ زوج من کل جنس جمعہ ازواج لان النبات اما یکون شجرا او غیر شجر والشجر اما مثمر او غیر مثمر والمثمر کذلک فتقسم تقسیم ای ذی کرم لا ذیانی کثیرا من غیر حساب او مکرم مثل بفیض بحفیض بن الکبیر۔ حقانی۔

اُس کا بنایا ہوا بھی دکھاؤ اور جو اس نے باپ کی طرح کوئی چیز نہیں بنائی تو کپوت یعنی نالائق بیٹے کا ذکر کیا ہے؟ پادری صاحب بغلیں جھانکنے لگے۔

فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا

تو ان کا کہنا نہ ماننا　اور (ان) دنیا میں ان کے ساتھ

مَعْرُوفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ

نیکی سے پیش آ　اور اُن لوگوں کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع

إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ

ہو گئے۔ پھر لوٹ کر تو تم کو میرے ہی پاس آنا ہے پھر ہم تم کو بتائیں گے

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ

اور ہم نے البتہ لقمان کو دانائی　عطا کی تھی　(اور حکم دیا تھا)

اشْكُرْ لِلَّهِ ۚ وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ

کہ اللہ کا شکر کیا کرو اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے بھلے کو

لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ

شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی سو اللہ بھی بے نیاز سزاوار

حَمِيدٌ ﴿١٢﴾ وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ

حمد و ثنا ہے　اور (یاد کرو) جب کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت

وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۖ

کرتے ہوئے (یہ) کہا تھا کہ　بیٹا!　اللہ کے ساتھ شریک نہ کیجیو

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿١٣﴾ وَوَصَّيْنَا

بے شک شرک کرنا بڑا ہی ظلم ہے　اور ہم نے انسان کو

الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ

اس کے ماں باپ کی بابت (نیکی کا) حکم دیا　اس کی ماں نے اس کو دکھ پر دکھ

وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ

اٹھا کے اس کو پیٹ میں رکھا　اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑایا

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ

(اسی لئے ہم نے حکم دیا) کہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر گزار رہ　میری ہی طرف

الْمَصِيرُ ﴿١٤﴾ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ

پھر کر آنا ہے　اور اگر وہ تجھ سے اس بات پر جھگڑیں کہ تو

أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۙ

میرے ساتھ اُس کو شریک بنائے کہ جس کو تو جانتا بھی نہ ہو

فَلَا تُطِعْهُمَا　وَصَاحِبْهُمَا　فِي الدُّنْيَا　مَعْرُوفًا　وَاتَّبِعْ　سَبِيلَ　مَنْ　أَنَابَ　إِلَيَّ　ثُمَّ　إِلَيَّ　مَرْجِعُكُمْ　فَأُنَبِّئُكُمْ　وَلَقَدْ　آتَيْنَا　لُقْمَانَ　الْحِكْمَةَ　أَنِ　اشْكُرْ　لِلَّهِ　وَمَنْ　يَشْكُرْ　فَإِنَّمَا　يَشْكُرُ　لِنَفْسِهِ　وَمَنْ　كَفَرَ　فَإِنَّ　اللَّهَ　غَنِيٌّ　حَمِيدٌ　وَإِذْ　قَالَ　لُقْمَانُ　لِابْنِهِ　وَهُوَ　يَعِظُهُ　يَا　بُنَيَّ　لَا　تُشْرِكْ　بِاللَّهِ　إِنَّ　الشِّرْكَ　لَظُلْمٌ　عَظِيمٌ　وَوَصَّيْنَا　الْإِنْسَانَ　بِوَالِدَيْهِ　حَمَلَتْهُ　أُمُّهُ　وَهْنًا　عَلَىٰ　وَهْنٍ　وَفِصَالُهُ　فِي　عَامَيْنِ　أَنِ　اشْكُرْ　لِي　وَلِوَالِدَيْكَ　إِلَيَّ　الْمَصِيرُ　وَإِنْ　جَاهَدَاكَ　عَلَىٰ　أَنْ　تُشْرِكَ　بِي　مَا　لَيْسَ　لَكَ　بِهِ　عِلْمٌ

وَصّٰى بِهَا　إِبْرٰهِيْمُ　بَنِيْهِ　وَيَعْقُوْبُ　يٰبَنِيَّ　إِنَّ　اللّٰهَ　اصْطَفٰى　لَكُمُ　الدِّيْنَ　فَلَا　تَمُوْتُنَّ　إِلَّا　وَأَنْتُمْ　مُسْلِمُوْنَ

الصف

لہ یقال اصعر خدہ وصعرہ وصاعرہ من الصعر بضمتین داء یصیب البعیر یلوی منہ عنقہ والمعنی لا تمل عن الناس صفحۃ وجہک کالمتکبر وان ۱۲ منہ

تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ

زمین پر اترا کر چلا نہ چل کیونکہ اللہ

لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾ وَ

کسی اترانے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا اور

اقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ

درمیانی چال چل اور دھیمی آواز رکھ

صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ

بات، کر کیونکہ آوازوں میں بری

لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴿١٩﴾

آواز گدھے کی ہے۔

ترکیب

ان اشکر للہ تفسیر للحکمۃ لان ایتاء الحکمۃ فی معنی القول یبنی بیاء التصغیر ویاء ہی لام الکلمۃ والیاء الثالثۃ یاء الکلم و لکنہا حذفت لدلالۃ الکسرۃ علیہا فرارا من توالی الیاآت ویقرء بالفتح وفیہ وجہان احدہما انہ ابدال الکسرۃ فتحۃ فانقلبت یاء الاضافۃ الفاتح حذفت الالف کما حذفت الیاء مع الکسرۃ لانہا اصلہا والثانی ان الالف حذفت من اللفظ لالتقاء الساکنین۔ وھنا المصدر حال من الام بتقدیر مضاف ای ذات وہن او ہو مفعول مطلق لفعل محذوف ای تہن وہنا۔ معروفا صفۃ لمصدر محذوف ای صحبا معروفا وقیل التقدیر بمعروف۔ انہا الضمیر للقصۃ۔

تفسیر

شروع میں فرمایا تھا کہ یہ آیات پُر حکمت کتاب کی ہیں۔ اس جگہ بعض اہل حکمت کے اقوال نقل فرماتا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ کی عبادت اور اس کی توحید کا اعتقاد ان حکیموں کا بھی قول ہے کہ جن کی حکمت کے تم بھی قائل ہو اور جن کے اقوال دلائل عقلیہ پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو جاوے گا کہ قرآن مجید کس قدر حکیم ہے۔

اس لیے یہاں لقمان حکیم کا ذکر کرتا ہے فقال ولقد اٰتینا لقمٰن الحکمۃ کہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی۔ حکمت کے معنی طبابت کے نہیں بلکہ (الحکمۃ فی عرف العلماء استکمال النفس الانسانیۃ باقتباس العلوم النظریۃ واکتساب الملکۃ التامۃ علی الافعال الفاضلۃ علی قدر طاقتہا۔ بیضاوی) حکمت حکماء کے ہاں بقدر طاقت علوم نظریہ حاصل کرنے کے بعد عمدہ افعال عمل میں لانے کا ملکہ تامہ حاصل کر کے نفس انسانیہ کے کامل کرنے کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں ہی الاصابۃ فی القول والعمل (مدارک) کہ بات اور عمل کرنے میں راہ صواب پر ہونا حکمت ہے۔

ع ۲ ۸ ۱۱

لقمان کا حال

لقمان ایک شخص بڑا حکیم اور باخدا شخص تھا۔ عرب میں بھی اس کی حکمت و دانائی نزول قرآن کے عہد تک ضرب المثل تھی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں لقمان نہ کوئی نبی تھا نہ فرشتہ تھا، ایک سیاہ رنگ کا چرواہا تھا۔ لیکن اللہ نے اس کو علم و حکمت عطا کر دیا تھا۔ اس روایت کے موافق اکثر علماء اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ لقمان نبی نہ تھا بلکہ شخص باخدا اہل علم و حکمت تھا۔ مگر عکرمہ اور شعبی کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے۔ (نیشاپوری و مدارک و بیضاوی)

اب ہم کو یہ تحقیق کرنا ہے کہ وہ کس ملک کے رہنے والے اور کس زمانے میں تھے؟ افسوس ہے کہ اس بارے میں ہم کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ ملی۔ ناچار کتب تاریخ سے پتہ لگانا پڑا۔ مؤرخوں کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ کتب تفاسیر میں یہ ہے کہ باعور کا بیٹا ہے جو حضرت ایوبؑ کا بھانجا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ

آزر کی اولاد میں سے تھا۔ ان کی عمر ہزار برس کی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے تک زندہ تھے۔ عرب میں بھی رہے ہیں اور شام میں بھی اور یونان وغیرہ دوسرے ملکوں میں بھی گئے تھے اس لیے بعض مورخوں نے کہہ دیا کہ وہ ایک یونانی حکیم تھے۔ حکیم ابیذقلس کے استاذ تھے۔ حکماء یونان کی تاریخ میں ان کا ذکر پایا جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں یہ لقمان کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے یمن کا بادشاہ تھا لقمان بن عاد شداد کے بعد تخت نشین ہوا تھا۔ برخلاف شداد کے یہ بڑا نیک اور حکیم تھا۔ اس کے بعد اس کا بھائی ذوسدد بادشاہ ہوا اس کے بعد ذوسدد کا بیٹا حارث الریش تخت نشین ہوا یہی تبع اول ہے جو لقمان کا بھتیجا ہے۔ اور تبع کے بعد اس کا بیٹا صعب تخت نشین ہوا۔ یہی وہ ذوالقرنین ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ ذوالقرنین لقمان کے بھتیجے کا بیٹا ہے۔ شداد کے بعد اس خاندان میں لقمان کی دین داری کے سبب تبع اور ذوالقرنین بھی باخدا ہوئے ہیں۔ انہی کے تذکرے عرب میں خورد و کلاں کے زبان زد تھے، واللہ اعلم۔

اس باخدا حکیم کی بہت سی دل پسند نصیحتیں ہیں من جملہ ان کے یہ ہیں کہ جن کو خدا تعالیٰ اس جگہ بیان فرماتا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اگر کتاب الٰہی میں کسی حکیم کی یوں ہی نصیحتیں نقل کر دی جاویں تو اس سے کتاب الٰہی پر دھبہ لگتا ہے کہ گویا خدا حکیموں سے نصیحتیں سیکھ کر بیان فرماتا ہے اس لیے اس جگہ یہ اسلوب بدل دیا اور کلام اللہ ہونے کی اس میں بھی شان دکھا دی۔ پس اول یہ فرما دیا ولقد آتینا لقمٰن الحکمۃ کہ ہم نے لقمان کو حکمت سکھائی تھی۔ تاکہ ناظرین کو یہ معلوم رہے کہ لقمان کی یہ نصیحتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام کی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد اس حکمت کی تفصیل کرتا ہے ان اشکر للہ کہ اللہ کی شکر گزاری کیا کر۔

دنیا میں کوئی ایسا بشر نہیں کہ جس کو خدا تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں نہ ملی ہوں۔ تندرستی، ہاتھ پاؤں، آنکھ، ناک، قویٰ ظاہریہ و باطنیہ اس کے بعد عقل و ادراک، معاش پیدا کرنے کی تدابیر کا علم، پھر دولت اولاد زن و فرزند کس کس کو کوئی بیان کرے اور نعمت کے مقابلہ میں منعم کا شکر کرنا چاہیے۔

شکر کیا ہے؟ زبان سے اس کی ثناء وصفت بیان کرنا، دل میں احسان ماننا، ہاتھ پاؤں کو یا دیگر اعضاء کو اور مال کو اس کی خوشنودی کے کاموں میں لگانا۔ پھر فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو تو کسی کے شکر کی کچھ حاجت نہیں کیوں کہ ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ کہ جو کوئی شکر کرتا ہے تو اس میں اسی کا فائدہ ہے کیوں کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو کوئی کسی نعمت پر شکر کرے گا ہم اور زیادہ دیں گے۔ شکر کرنے سے بندے کی لائق مندی اور سعادت مندی کا اظہار ہوتا ہے۔ ومن کفر فان اللہ غنی حمید اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو خود اس کی نالائقی ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تو بے پرواہ ہے اس کا کوئی اس میں حرج نہیں اور وہ اس کی ثناء وصفت کا محتاج نہیں کیوں کہ وہ حمید ہے وہ خود بخود لائق ثناء وصفت ہے۔ بے شمار قدسی آسمانوں میں شب و روز اس کی حمد و ثناء کرتے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

اس کے بعد لقمان کی وہ نصیحتیں بیان کرتا ہے جو اس نے بوقت فہمائش اپنے پیارے فرزند کو کی تھیں کما قال و اذ قال لقمٰن لابنہ وھو یعظہ اور یہ اس لیے کہا تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ نصائح مذکورہ ذیل کچھ ایسے ویسے نہیں ہیں بلکہ وہ ہیں جو اس نے اپنے فرزند دلبند سے بیان کی تھیں۔ غیر کو جو کوئی نصیحت کرتا ہے تو اس میں یہ بھی گمان ہو سکتا ہے کہ شاید ان میں نفع نہ ہو بہکا دیا ہو مگر اپنے فرزند دلبند کو جو کوئی حکیم نصیحت کرتا ہے تو وہاں یہ گمان

نہیں ہو سکتا خصوصاً جب کہ وہ بوقتِ نصیحت بیان کرے تو اس کا تو اور بھی زیادہ اعتبار کرنا چاہیے گویا یہ ایسے دُرِّ نفیس اور جواہر بے بہا ہیں جو سوائے فرزند دلبند کے کسی اور کو انسان طبعاً نہیں دیتا۔ (حکیم اور نبی میں یہ بھی فرق ہے کہ وہ تمام مخلوقِ الٰہی کو فرزند سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے کسی بات سے دریغ نہیں کرتا)۔

پھر ان نصائح کا ذکر فرماتا ہے یٰبنیّ لا تشرک باللّٰہ ان الشرک لظلم عظیم کہ اے میرے پیارے فرزند! اللہ کے ساتھ کسی اور کو شامل نہ کیجیو کہ اس کو بھی خدائی میں یا اس کے کاروبار یا دیگر اوصاف میں اس کے ساتھ ملانے لگے کس لیے کہ شرک بڑا ہی ظلم ہے۔ خدا تعالےٰ کی شکرگزاری کا ذکر تھا اور شرک کرنا بڑی ناشکری ہے۔ اس لیے اس کے بعد اس کا ذکر آیا کیوں کہ نعمت تو کوئی اور دے، منسوب کسی اور کی طرف کی جاوے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا۔

والدین کے ساتھ نیکی کرنا

حضرت لقمان کے نصائح میں ماں باپ کی شکرگزاری کا ذکر نہ آیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے لقمان کی نصیحت کو کامل بنانے کے واسطے اس کے نصائح میں بطور جملہ معترضہ ماں باپ کی شکرگزاری کا کس تاکید شدید کے ساتھ حکم دیا۔ فقال ووصینا الانسان بوالدیہ کہ ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے ماں باپ سے نیکی سے پیش آئے۔ باپ کے احسانات تو ہوش و حواس کے زمانے میں ظاہر ہوتے ہیں کھلاتا پہناتا ہے۔ ماں کے احسانات اس کے عالم بے خبری میں اس سے بھی بڑھ کر تھے اس لیے ان کو یاد دلاتا ہے فقال حملتہ امہ وھنًا علیٰ وھن اے تضعف ضعفًا فوق ضعف فانما لا تزال یتضاعف ضعفہا۔ بیضاوی۔ کہ اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا ضعف پر ضعف اٹھائے۔ کس لیے کہ جوں جوں حمل بڑھتا جاتا ہے ضعف زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اس کے بعد وفصلہ فی عامین اور دو برس تک اس کے پاس رہا جدا نہ ہوا دودھ پلاتی اور ساتھ سُلاتی رہی اس کے بعد جدا ہوا۔ اس زمانے میں بھی جو کچھ ماں بے چاری پر تکلیفیں پہنچتی ہیں ان کا بیان نہیں ہو سکتا۔ سردی کی راتوں میں ہگ دیتا ہے رات بھر میں کئی کئی بار پیشاب کرتا ہے اس کو سوکھے میں سُلاتی ہے آپ گیلے میں سونا گوارا کرتی ہے پھر اس کی ذرا سی تکلیف دیکھتی ہے تو بے چین ہو جاتی ہے۔

فصالہٗ فی عامین میں سب باتیں آگئیں۔ اس آیت سے امام شافعیؒ و ابو یوسفؒ و محمدؒ نے استدلال کر کے یہ فتویٰ دیا ہے کہ دودھ پینے کی مدت جس کو مدتِ رضاعت کہتے ہیں دو برس تک ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ یہ مدت اڑھائی برس تک ہے۔ کیوں کہ ایک آیت میں آگیا ہے حملہ و فصالہٗ ثلٰثون شہرًا اور یہاں جو دو برس بیان ہوئے ہیں تو کثیر الوقوع معاملات پر نظر کی گئی ہے۔ کس لیے کہ اکثر بچوں کا دودھ اس عرصہ میں بڑھ جاتا ہے یہ کوئی حکم نہیں ہے نہ غایتِ مدت بیان ہوئی ہے۔ اس کی پوری بحث کتبِ فقہ میں موجود ہے۔

ان کے احسانات جتلا کر فرماتا ہے ان اشکرلی و لوالدیک کہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر کیا کر۔ اپنا شکر اس لیے بیان کیا کہ ان سے بھی زیادہ محسن میں ہوں اور نیز اس میں یہ بھی رمز ہے کہ خدا تعالیٰ کے بعد دنیا میں ماں باپ کا بڑا حق ہے الی المصیر میرے پاس پھر کر آنا ہے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ نہایت سرگرمی اور تن دہی سے حقوق اللہ اور حقوق والدین ادا کیا کرے یہ نہ سمجھے کہ اب خدا سے کیا کام پڑے گا؟ نہیں پھر مجھ سے کام پڑنا ہے میرے پاس آنا ہے۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے پوچھا کہ خدمت اور سلوک کا زیادہ کون مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے عرض کیا کہ پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔ پھر عرض کیا پھر فرمایا تیرا باپ (متفق علیہ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ماں باپ کی خوشنودی میں خدا کی خوشنودی ہے اور ان کی ناراضگی میں خدا کی ناراضی ہے (رواہ الترمذی)۔

اس اطاعت کے حکم پر یہ خیال ہو سکتا تھا کہ ماں باپ خواہ بُری بات کا حکم دیں خواہ بھلی کا بہرحال ان کی اطاعت فرض ہے۔ حالاں کہ ان سے زیادہ ایک اور بھی قابلِ ادب و اطاعت موجود ہے یعنی خدا تعالیٰ، اگر ماں باپ اس کے ساتھ شریک کرنے کا حکم دیں تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ اس لیے اس کا حکم بھی بیان فرما دیا فقال وان جاھداك علی ان تشرك بی ما لیس لك به علم فلا تطعھما کہ ایسی صورت میں ان کی اطاعت نہ کرنی چاہیے وہ ہزار زور ڈالیں اور اڑ جاویں کہ تو خدا کے ساتھ اور کو بھی شریک کر کہ جس کو تو جانتا بھی نہیں۔ جہاں گمان ہو سکتا ہے کہ شاید یہ شخص اس قابل ہو کہ اس میں شریک ہونے کا وصف ہے تو اس بات کو نہ ماننا چاہ جائے کہ جس کو تو جانتا ہے کہ مخلوقِ الٰہی ہے اور کسی طرح شریک نہیں ہو سکتا۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں ماں باپ کی اطاعت فرض نہیں بلکہ اُس وقت ان کا حکم ہرگز نہ ماننا چاہیے۔ لیکن ایسی حالت میں بھی وصاحبھما فی الدنیا معروفا کہ دنیا میں ان سے سعادت مندانہ طریقے سے پیش آ۔ گو وہ مشرک کافر ہی کیوں نہ ہوں مگر تاہم ان کا ادب کر کھانے پینے کی تکلیف نہ دے۔

اسماء بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ زمانۂ معاہدۂ قریشِ مکہ میں میری ماں میرے پاس آئیں اور وہ اُس وقت مشرکہ تھیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں آئی ہے اور وہ اسلام سے نفرت رکھتی ہے پھر کیا میں اس سے کچھ سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس سے سلوک کر (متفق علیہ)۔

مفسرین نے اس مقام پر نقل کیا ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ جب مسلمان ہوئے تو ان کی ماں نے قسم کھائی کہ نہ تو میں دھوپ میں سے اٹھوں گی نہ کھانا کھاؤں گی، جب تک کہ سعد اسلام ترک نہ کرے گا۔ اور سعدؓ نے کہا میں ہرگز اسلام ترک نہ کروں گا۔ اس حالت میں اُس پر تین روز گزر گئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی گئی تب یہ آیت وان جاھداك الخ نازل ہوئی کہ اس امر میں اطاعت نہ کر۔ اور ایسی حالت میں کہ ماں باپ گمراہ ہوں تو ان کی پیروی نہ کرنا چاہیے۔

واتبع سبیل من اناب الیّ اُن کے رستہ پر چلنا چاہیے کہ جو میری طرف رجوع ہوئے ہیں یعنی باخدا لوگوں کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام و علماء عظام کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ یہ لوگ روحانی باپ دادا ہیں اور اپنے اصلی بزرگ یہی ہیں۔ پھر ان سب باتوں کی تاکید کے لیے یہ جملہ ارشاد ہوا ثم الیّ مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعملون کہ تم سب کو میرے پاس واپس آنا ہے پھر میں تم کو بتلا دوں گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے، ظاہر داری اور خلوص نیت سب کا حال معلوم ہو جاوے گا۔ وصیت نامے یہاں تک جملہ معترضہ تمام ہوا۔ اس کے بعد پھر نصائح لقمان شروع ہوئے۔

اصولِ سعادت کی تعلیم

یٰبنیّ انھا ان تك مثقال حبة من خردل الخ خدا تعالیٰ کی شکر گزاری کا اول ذکر کر کے جو اصل اصولِ

حکمت ہے اور مابعد کے احکام کے لیے ایک بڑا محرک ہے۔ اس کے اوصافِ حمیدہ ذکر فرماتا ہے خصوصاً وہ وصف کہ جس کو اگر انسان پیشِ نظر رکھے تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی پر کبھی جرأت نہ کرے اور نیکی کرنے میں بڑا سرگرم رہے وہ کیا؟ کہ اللہ تعالیٰ بڑا لطیف ہے نہایت باریک بیں ہے ہر خبیر ہے کوئی شے اس سے مخفی نہیں۔ یہاں تک کہ رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی چیز ہو۔ خردل یعنی ذرہ کے مانند ہو کسی قدر کم کیوں نہ ہو۔ رائی کے دانہ کے برابر ایک محاورہ کی بات ہے قلت بیان کرنے کے لیے اس فقرے کو استعمال کرتے ہیں) پھر وہ زمین میں خصوصاً پتھر کے پردوں میں یا زمین پر کسی جگہ ہو یا آسمانوں میں ہو اللہ سے مخفی نہیں۔ اور صرف یہی بات نہیں کہ اللہ کو اس کا علم ہے بلکہ وہ حاضر کرنے پر بھی قادر ہے وہ اس کو ہر جگہ سے نکال لاوے گا قیامت میں سامنے کر دے گا۔ پھر جب وہ ایسا ہے تو اس بھروسہ پر چھپ کر گناہ کرنے میں جرأت نہ کیجیو کہ اللہ تعالیٰ کو خبر نہ ہوگی اور اسی طرح تیری کوئی نیکی بھی رائگاں نہ جاوے گی یہ خیال نہ کیجیو کہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح شاید اس کو اس کی خبر نہ ہو۔

پس یٰبنیّ اقم الصلوٰۃ اے فرزند نماز ادا کرتا رہ۔ یہ معلوم نہیں کہ حضرت لقمان کے عہد میں نماز کا کیا دستور تھا۔ رکوع و سجود، قیام و سلام کے ساتھ تھی یا کسی اور طرح کی؟ نماز اس کے آگے عجز و نیاز کرنے کا نام ہے۔ اس کے طریقے ہر نبی اور ہر زمانے کے موافق مختلف رہے ہیں۔ کہیں صرف دعا و گریہ و زاری تھا، کہیں سجدہ کرنا، کہیں اس کی تسبیح و تقدیس و استغفار کرنا۔ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وہ طریقہ قائم ہوا کہ جس میں یہ سب باتیں آگئیں تکمیلِ نفس کے بعد تکمیلِ غیر کا بھی حکم دیتا ہے کس لیے کہ کامل حکیم کے لیے دونوں باتیں ضرور ہیں۔ آپ اچھا ہونا، اور لوگوں کو راستی کی طرف لانا، اس لیے فرمایا وامر بالمعروف وانہ عن المنکر نیک باتوں کی تعلیم کر اور بری باتوں سے روک۔ کسی کام کے نیک یا بد قرار دینے میں بھی طبائع بشر یہ یکساں نہیں۔ ایک بات ہے کہ اس کو بعض نیک کام سمجھتے ہیں اور بعض اس کو برا جانتے ہیں۔ اس لیے نیک کام کو معروف سے اور برے کو منکر سے تعبیر فرمایا۔ کیوں کہ اگر کوئی لوث شیطانی نہیں لگا ہے تو فطرتِ انسانیہ خود مفتی ہے اچھی باتیں علانیہ کرنے میں دل کو شرمندگی نہیں ہوتی ان کو سب کے سامنے کر سکتا ہے یا ظاہر کر سکتا ہے۔ بخلاف بری بات کے کہ اس کو مخفی کیا کرتا ہے اس لیے نیکی معروف اور بدی منکر اور بری بات قرار پائی۔

حُسنِ معاشرت کی تعلیم

اس کے بعد حسنِ معاشرت کا طریقہ بتلاتا ہے واصبر علیٰ ما اصابک کہ تجھ پر اگر خدا کی طرف سے یا لوگوں کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے کیوں کہ جو خلقِ خدا کی خیر خواہی کا بیڑا اٹھاتا ہے ناعاقبت اندیش اس کی ایذا کے درپے ہوا کرتے ہیں اس پر کوئی تکلیف پہنچنا بڑی بات نہیں۔ گالی، سخت کلامی تو معمولی بات ہے پس صبر کرنا چاہیے۔ اول شکر کی تعلیم تھی جو نعمتوں کی طرف اشارہ کرتی تھی۔ اور حقیقت میں انسان کو نعمتیں بے شمار دی گئی ہیں اور مصائب کم۔ اس لیے اس کے بعد صبر کی تعلیم کی۔ فرمایا کہ یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

اس کے بعد تین باتیں اور تعلیم کیں۔ اول ولا تصعر خدک کہ لوگوں سے تکبر سے پیش نہ آنا بے رحمی نہ کرنا۔ متکبر کے لوگ دشمن ہو جاتے ہیں۔ دوم ولا تمش فی الارض مرحاً نہ چلنا۔ بلکہ واقصد فی مشیک درمیانی چال چل۔ اس میں جملہ معاملاتِ دنیاوی کی طرف بھی اشارہ ہے نہ لکھ لٹ قلندر بن نہ کنجوس بن۔ سوم واغضض من صوتک کہ بات چیت دھیمی آواز

کے ساتھ کیا کر۔ یہ مہذب لوگوں کا دستور ہے۔ چیخ چلا کر بات نہ کر جو گدھے کی آواز کے مشابہ ہو جاوے۔ کیوں کہ آوازوں میں گدھے کی آواز مکروہ معلوم ہوتی ہے۔

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ

تھام لیا — اور آخر کار ہر معاملہ تو اللہ ہی کے

الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ

حضور میں پیش ہونا ہے — اور جس نے انکار کیا سو اس کے انکار سے دل نہ دکھے آپ کو

كُفْرُهٗ ۗ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا

رنج نہ کرنا چاہیے (انجام کار) ان کو ہمارے پاس آنا ہے پھر ہم ان کو بتلا دیں گے کہ انہوں

عَمِلُوْا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

نے کیا کیا ہے بے شک اللہ دلوں کے راز جانتا

الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ

ہے — دنیا میں ہم ان کو تھوڑا سا عیش دے رہے ہیں پھر تو

نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

ہم انکو سخت عذاب کی طرف گھسیٹ کر لے جاویں گے۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ کہ آسمانوں میں اور جو کچھ کہ زمین میں

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ

ہے سب کو اللہ نے تمہارے کام پر لگا رکھا ہے اور تم پر

عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۗ

اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ

اور بعض وہ بھی آدمی ہیں کہ اللہ کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ

نہ ان کو علم ہے اور نہ ہدایت ہے اور نہ روشنی بخشنے والی

مُّنِيْرٍ ﴿۲۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا

کتاب ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس پر چلو کہ

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ

جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی طریق پر چلیں گے

وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۗ اَوَلَوْ كَانَ

کہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے بھلا تو بھی چلیں گے جو

الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ

ان کو شیطان دوزخ کی طرف بلاتا

السَّعِيْرِ ﴿۲۶﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى

رہا ہو اور (اے نبی) جس نے نیک ہو کر اپنا منہ

اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

اللہ کے سامنے جھکا دیا تو اس نے مضبوط رسی کو

ترکیب

ان اللہ جملہ قائم مقام دو مفعولوں کے کہ جن کو تروا چاہتا ہے واسبغ الاسباغ الاکمال ہو معطوف علی سخر۔ نعمہ بالجمع والاضافۃ نافع و ابو عمرو و حفص و قرئ نعمۃ مفردًا ظاہرۃ و باطنۃ یمکن ان یکون حالًا من النعمۃ اے حال کونہا ظاہرۃ و باطنۃ محسوسۃ معقولۃ المعروفۃ و ما لا تعرفونہ و قدم شرح النعمۃ و تفصیلہا فی الفاتحۃ و یمکن ان یکون نعتًا من یجادل من مبتدا و من الناس خبرہ المقدم اولہ الہمزۃ للاستفہام والواو للعطف ولو شرطیۃ وجوابہا محذوف مثل لاتبعوہ والاستفہام للانکار والتعجب الجملۃ معطوف علی الکلام السابق۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ لقمان نے شرک کی ممانعت کی تھی۔

اور یہ حکمت کا بڑا خزانہ ہے۔ اب اس آیت سے السمٰ تو واان اللہ سے یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ کچھ لقمان کے کہنے ہی پر موقوف نہیں ہر شخص دلائل وشواہد آفاقیہ انفسیہ میں غور کر کے کہہ سکتا ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں وہی ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کی چیزوں کو انسان کے لیے مسخر کر دیا یعنی ان کے کام میں لگا دیا۔ اور انسان کو ظاہری اور باطنی نعمتوں سے بھرپور کر دیا۔ ہاتھ پاؤں تندرستی وغیرہ ظاہری نعمتیں ہیں جو محسوس ہیں۔ عقل سلیم، ادراک اور دیگر قویٰ باطنیہ غیر محسوس نعماء باطنیہ ہیں۔

ومن الناس سے یہاں سے یہ بتلاتا ہے کہ دنیا میں ایسے بھی گوڑھ مغز ہیں جو اللہ کے معاملہ میں یعنی اس کی ذات وصفات کی بابت یا احکام دینیہ کی بابت دلائل کو پس پشت ڈال کر انبیاء اور ان کے نائبوں سے جھگڑتے ہیں۔ کوئی اس کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کر کے امیروں وزیروں کا محتاج ثابت کرتا ہے اور پھر اس کے امیر و وزیر کہیں ملائکہ کہیں انبیاء وصلحاء قرار دیے جاتے ہیں کہیں عناصر و کواکب، اس لیے ان کی پرستش جائز بلکہ واجب بتاتے ہیں بغیر علم ولا ھدی ولا کتٰب منیر نہ ان کے پاس اس بارے میں کوئی دلیل عقلی ہے نہ کسی بزرگ باخدا کا قول ہے نہ کسی کتاب الٰہی سے ثابت ہے۔ یعنی نہ عقل سے کہتے ہیں نہ نقل سے صرف تقلید آبائی پر بھروسہ ہے کہ بڑے بزرگوں سے یوں ہی سنتے چلے آئے ہیں۔ اس پر جو اُن سے کہا جاتا ہے اتبعوا ما انزل اللہ کہ اللہ نے جو نازل کیا ہے اس پر چلو تو کہتے ہیں بل نتبع ما وجدنا علیہ اٰباءنا ہم تو اپنے باپ دادا کی لکیر کے فقیر ہیں اولو کان الشیطٰن یدعوھم الیٰ عذاب السعیر کہ کیا تب بھی ان کے رستہ پر چلیں گے جب ان کو معلوم کرا دیا گیا کہ شیطان ان کو جہنم کی طرف لیے جا رہا ہے۔ یعنی آبائی طریقے کی قباحت ظاہر ہونے کے بعد بھی کیا اس پر چلیں گے؟ اب کہاں لقمان کی نصیحت اور کہاں برہان عقلی اور کہاں ان کی یہ جہالت۔

ومن یسلم وجھہ الی اللہ یہاں سے سلامت روی کا نتیجہ ظاہر فرماتا ہے ان کج رووں کے مقابلہ میں کہ جو کوئی اللہ کے آگے اپنا منہ جھکا دے یعنی اس کا دل سے فرماں بردار ہو جاوے اور اس کے بعد اس دلی ارادت کے مطابق نیک کام بھی کرے تو اس نے مضبوط رسی کو تھام لیا یعنی نجات کا بڑا قوی ذریعہ اس کے ہاتھ آ گیا جس طرح کوئی پستی سے بلندی کی طرف چڑھنے والا محکم رسی کو تھام کر مطمئن ہو جاتا ہے یہی حال اس کا ہے۔ اور اس کا انجام اللہ اچھا کرے گا نتیجہ میں رسی کو نہ ٹوٹنے دے گا۔ ہر چیز کا انجام اُسی کے ہاتھ میں ہے یا یوں کہو ہر معاملہ اسی کے حضور میں پیش ہوتا ہے۔

ومن کفر اور جو اس کے برخلاف ہو گا کفر اختیار کرے گا اے نبی آپ اس سے کچھ غم نہ کریں انجام کار ہمارے پاس آنا ہے وہاں اس کو معلوم ہو جاوے گا اب دنیا میں چند روز کھا پی لے پھر تو جہنم ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور (اے رسول) اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے

وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ

بنایا؟ تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔ (ان سے) کہہ دو الحمد

لِلّٰهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾

للہ بلکہ ان میں سے اکثر (اتنا بھی) نہیں جانتے

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ

اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ

بے شک اللہ بے نیاز (اور) خوبیوں والا ہے اور اگر

اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ	اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا
وہ جو زمین میں درخت ہیں سب قلم ہو جاویں	معین تک چلتا ہے اور یہ کہ اللہ تمہارے
وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ	تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ
اور دریا سیاہی (اور) اس کے بعد اس دریا میں سات اور دریا	کام سے خبردار ہے یہ اس لیے کہ اللہ
اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ	هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ
سیاہی آلیں تو بھی اللہ کی باتیں تمام نہ ہوں۔ جیشک	ہی برحق ہے اور اس کے سوا جس کو وہ پکارتے
اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۸﴾ مَا خَلْقُكُمْ	دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ
اللہ زبردست حکمت والا ہے تم سب کا پیدا کرنا	ہیں بے اصل ہے اور اللہ ہی سب کے اوپر
وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ	الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۳۰﴾
اور مرکر زندہ کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا ایک شخص کا	بالادست بڑا ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ	
بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ (اے مخاطب) کیا تو نہیں دیکھتا	
اَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ	
کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور	
یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَسَخَّرَ	
دن کو رات میں اور سورج	
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْۤ	
اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے ہر ایک وقت	

ع ۱۱ ۱۳

ترکیب

اقلام جمع قلم خبر ان۔ ما موصولۃ فی الارض صلتہا والجملۃ اسم ان من شجرۃ بیان ما والبحر رفع للعطف علی محل ان ومعمولہا یمدہ۔ سبعۃ ابحر الجملۃ مع الفعل یمد و فاعلہ سبعۃ ابحر حال او یقال والبحر المبتدا یمدہ الجملۃ خبرہ۔

ف یقال مد الدواۃ واعدہا اے زاد فی مدادہا مراد سیاہی۔ لے یصیر البحر المحیط مدادا ممدودا بسبعۃ ابحر اخر حیث تصب فیہ انہار السبع مدادا ۱۲ منہ

ف سات دریا یعنی سات سمندر۔ سمندر تو تمام زمین کے ارد گرد ایک ہی ہے۔ مگر اہل جغرافیہ نے اس کے احاطہ کے اعتبار سے اس کی سات حصوں پر تقسیم کی ہے۔ بحر احمر، بحر فلاں، جیسا کہ کتب جغرافیہ میں مصرحا مذکور ہے۔ اس لیے لوگوں کی زبان پر سات سمندر کا لفظ جاری ہونے لگا۔ اور بحر عرب کی زبان میں سمندر ہی کو کہتے ہیں چلتے اور بہتے ہوئے دریاؤں کو جیسا کہ دجلہ، فرات، نیل، ان کو نہر کہتے ہیں۔ یہاں کلام بطور تمثیل کے ہے کچھ سات سمندروں سے کام نہیں کہ وہ کون سے ہیں اور کہاں سے کہاں تک۔ یعنی سمندر سیاہی ہو جائے اور اسی طرح کے اور سات سمندر اس کی مدد کریں سیاہی بن کر تب بھی کلمات اللہ نہ تمام ہوں گے۔ یہ خشک ہو جائیں گے اور کلمات باقی رہ جائیں گے ۱۲ منہ

تفسیر

ولئن سالتھم الخ یعنی گو وہ دلائل پر غور و فکر نہیں کرتے محض تقلیداً بائی میں گرفتار ہیں لیکن بایں ہمہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور خالق ہونے کا نیز قادر و مالک آسمان و زمین ہونے کا فطری طور پر ایسا علم ہے کہ اگر تو ان سے دریافت کرے گا کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ اس میں کسی کی بھی شرکت نہ بتلائیں گے قل الحمد للہ تو کہہ الحمد للہ کہ وہ ملزم تو ہوئے اور لاچار ہو کر ایسی بات کے قائل ہو گئے کہ ان کے اعتقاد فاسد کے برخلاف ہے بل اکثرھم لا یعلمون وہ نادان ہیں جانتے نہیں کہ ان کا اقرار ان کے اعتقاد کو باطل کر رہا ہے۔ یا کہو کہ اکثر تو ان میں سے اتنا بھی نہیں جانتے، جاہل محض ہیں۔

للہ ما فی السمٰوٰت والارض آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں تو ان کا حصہ ہے ہی نہیں۔ آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزیں بھی اللہ کی ہیں ان میں بھی کوئی حصہ نہیں۔ پھر اللہ کی عبادت و ستائش نہیں کرتے۔ ان اللہ ھو الغنی الحمید اللہ کو کچھ پروا نہیں اس کی تعریف خود بخود ہو رہی ہے۔

ولو ان ما فی الارض الخ یہاں سے یہ بات بتلاتا ہے کہ اس کی قدرت و کبریائی کا حال تو معلوم ہو گیا، اب اس کے علم اور دیگر صفات و شیون کا حال سنو کہ دنیا بھر کے تمام درختوں کے قلم بنائے جائیں اور سات سمندروں کی سیاہی بنا کر اس کے اوصاف و شیون اور معلومات کو لکھا جاوے تو وہ کم ہو جاویں گے مگر وہ کلمات کہ جن سے اس کی معلومات اور شیون کو تعبیر کیا جاوے ہرگز کم نہ ہوں گے۔

ان اللہ عزیز حکیم کس لیے کہ اللہ زبردست ہے۔

اس کے عجائبات قدرت اس حد تک نہیں پہنچ سکتے کہ ان کے بعد وہ کچھ اور عجائب قدرت پیدا نہ کر سکے وہ حکیم ہے۔ کوئی شے اس کے علم سے باہر نہیں نہ اس کے اسرار حکمت کا احاطہ کر سکتا ہے۔ الغرض بے انتہا علم و قدرت رکھتا ہے اور قلم اور دوات متناہی ہیں، اور متناہی غیر متناہی کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس جملہ کو غنی حمید کے بعد لایا کہ اس کے غنی اور حمید ہونے کے لیے دلیل ہو جائے۔

ابن جریر نے عکرمہ سے اور ابن اسحاق نے عطاء بن یسار سے روایت کی ہے کہ جب مکہ میں یہ نازل ہوا کہ ما اوتیتم من العلم الا قلیلا اور پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو احبار یہود نے آکر پوچھا کہ یہ کس کی بابت ہے، آپ کی قوم کی نسبت یا سب کی؟ اگر ہماری نسبت ہے تو غلط ہے کس لیے کہ ہم کو توریت ملی ہے اور اس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ پھر ہماری نسبت کیوں کر صادق آسکتا ہے کہ تم کو تھوڑا علم دیا گیا؟ حضرتؐ نے فرمایا کہ سب کی نسبت۔ کس لیے کہ علم الٰہی کی نسبت یہ بھی قلیل ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی ان کے اس اعتراض کے جواب میں آں حضرتؐ نے سورۂ لقمان کی یہ آیت پڑھی جو پہلے نازل ہو چکی تھی جس کو راوی نے نازل ہونا بیان کیا۔

ما خلقکم ولا بعثکم الخ یہاں سے اپنے بعض عجائب قدرت کا اظہار اس لیے فرماتا ہے کہ اس کے منکرین سخت منکر تھے۔ فرماتا ہے سب کا پیدا کرنا اور پھر زندہ کرنا اس کے نزدیک ایک شخص کے پیدا کرنے اور زندہ کرنے کے برابر ہے۔ کس لیے کہ جس طرح ایک سے علم و قدرت کا تعلق ہے اسی طرح سب سے۔ پھر کیوں تعجب کرتے ہو کہ تمام خلائق کی یادداشت کس طرح کر سکے گا؟ ان اللہ

سمیع وہ ہر ایک کی بات سنتا دلی ارادت سے خبر رکھتا ہے بصیر وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔

الم تر ان اللہ الخ۔ یہاں سے اپنی قدرت کاملہ اور علم پر اور دلیل قائم کرتا ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں گھسا دیتا ہے آفتاب اور ماہتاب اس کے حکم پر چلتے ہیں او تمہارے سب کاموں سے واقف ہے ذٰلک یہ کہ وہ قادر اور ایسا عالم ہے اس لیے ہے بان اللہ ھو الحق اللہ ہی برحق اور واجب الوجود ہے وان ما یدعون من دونہ الباطل اور اس کے سوا جس کو وہ پکارتے ہیں وہ غلط ہے فانی الذات ہے وان اللہ ھو العلی الکبیر اور یہ کہ اللہ ہی سب سے بالادست اور سب سے بڑا ہے۔ اس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں۔ یہ دلائل کا نتیجہ ہے جس پر مخاطبین کو متنبہ کیا جاتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ
اے مخاطب کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ ہی کی عنایت سے دریا میں کشتیاں
بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ
چلا کرتی ہیں تاکہ تم کو کچھ اپنی قدرت دکھائے
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ
البتہ اس میں ہر ایک صابر شاکر کے لیے (قدرت کی)
شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ
نشانیاں ہیں اور جب پہاڑ جیسی دریا کی موج ان کو
كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ ع
ڈھانک لیتی ہے تو اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں
لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ
اسی کے ہو کر پھر جب ان کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے
فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ
تو ان میں کچھ ہی تو راہ راست پر رہتے ہیں اور ہماری نشانیوں کا کوئی ہی انکار نہیں کرتا

اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ
مگر ہر دغاباز ناشکرا لوگو!
اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ
اپنے رب کا خوف کرو اور اس دن سے ڈرو کہ جس دن نہ
وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ
باپ اپنے بیٹے کے کام آوے گا نہ بیٹا اپنے
جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
باپ کے کچھ کام آوے گا اللہ کا وعدہ
حَقٌّ ۚ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
برحق ہے پھر دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے
وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾
اور نہ شیطان تم کو اللہ سے دھوکے میں رکھے
اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ
بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور
يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ
وہی مینہ برساتا ہے اور جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے تاہم اس کو وہی جانتا ہے
وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ
اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا
غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ
کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس
اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾
زمین پر مرے گا البتہ اللہ علیم (اور) خبیر ہے۔

ترکیب

بنعمت اللہ الباء تتعلق بہ تجری اے بسبب نعمۃ و یجوز ان یکون حالا من ضمیر فی تجری فیکون الظرف مستقرا

اے مصحوبۃ بنعمۃ اللہ۔ لیریکم علۃ لتجری من آیٰتہ اے بعض آیاتہ الدالۃ علیٰ قدرتہ کالظلل جمع الظلۃ وہی ما اظلک من جبل او سحاب ولا مولود عطف علیٰ والد ویکون مابعدہ وبجوز ان یکون مبتدءً وان کان نکرۃ لانہ فی سیاق النفی وما بعدہ الخبر وعلی الثانی فابرز والجملۃ الاسمیۃ للتوکید وقد انضم الی ذلک قولہ ھو وقولہ مولودہ دون ان یقول ولا ولد لان الولد یقع علی ولد الولد ایضا بخلاف المولود لانہ یطلق علی الابن خاصۃ ومن شانہ ان یکون جازیا عن والدہ لما علیہ من الحقوق۔ لا یجزی لا یقضی عنہ مالزمہ من الغرامۃ۔ وقرئ لا یجزئ من اجزأ اذا اغنی والراجع الی الموصوف محذوف اے لا یجزئ فیہ۔

تفسیر

الم تر ان الفلک یہ ایک دوسری دلیل ہے جو اس کے کمال قدرت اور حکمت اور شمولِ انعام پر دلالت کرتی ہے۔ کہ دریا میں کشتیوں کا اس کی رحمت سے چلنا اس کی قدرت کی نشانی ہے۔ بنعمت اللہ کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ کشتی اس کی نعمت کو لے کر دریا میں چلتی ہے اناج وغیرہ ہزاروں نعمتیں ایک ملک سے دوسرے ملک میں کشتیوں کے ذریعے سے پہنچتی ہیں فیکون الباء للتعدیۃ۔ ان فی ذلک البتہ اس کشتی کے چلنے میں ایک نشانی نہیں بلکہ لآیٰت بہت سی نشانیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ پانی پر اس قدر بھاری بوجھ چلتا ہے ڈوبتا نہیں۔ دوسری یہ کہ جدھر چاہتے ہوئے جاتے ہو۔ پانی کو تو مسخر کیا ہی تھا ہوا کو بھی کیا۔ تیسری یہ کہ تم کو کیسی نافع چیز کی تعلیم کی اور عناصر کے متعلق کیسے کیسے کارآمد علوم سکھائے یہاں تک کہ کشتی کو انجن کے زور سے بھی چلانا سکھا دیا اور اس کے ساتھ برقی چیزیں اس کی حفاظت کے لیے استعمال کرنے کا علم سکھایا۔ چوتھی باایں ہمہ جب چاہتا ہے طوفان کے گرداب میں مبتلا کر دیتا ہے سب کاری گری دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ لیکن پھر تم کو اس خوفناک رستے سے صحیح وسلامت لے آتا ہے۔

یہ نشانیاں ہر ایک شہوت پرست غافل کے لیے نہیں، وہ تو اس کو معمولی بات سمجھتا ہے بلکہ لکل صبار شکور ہر ایک صبر وشکر کرنے والے کے لیے جو گناہوں سے نفس کو روکتا اور اس کے حملوں پر صبر کرتا ہے اور پھر جو اس کو نعمتِ الٰہی ملتی ہے اس کا شکریہ ادا کرتا ہے کیوں کہ ایسی حالت میں نفس کی کدورتیں زائل ہو جاتی ہیں پھر وہ اس آئینہ میں نظر وتامل کر کے ان دلائل کو دیکھ سکتا ہے اور انسان کی حالتیں بھی دو ہیں۔ مصیبت کی یا راحت کی۔ پھر جو ان دونوں حالتوں میں ثابت قدم رہتا ہے وہ صابر بھی ہے شاکر بھی ہے۔ اور جس کو ان دونوں حالتوں میں استقامت حاصل ہو گئی وہ کامل اور حکیم ہو گیا اس پر ایسی باتوں کے اسرار منکشف ہونے لگتے ہیں۔ اسی لیے آیا ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں صبر اور شکر۔ الغرض انسان کے کمال کی یہ دو حالت ہیں انہیں میں مرتاض اور پختہ کار ہوتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں پر اسرارِ حکمت منکشف ہوتے ہیں۔ وشد درمن قال ؎

گنج صبر اختیار لقمان است
ہر کجا صبر نیست حکمت نیست

وقال قطعہ

گہ اندر نعمتے مغرور و غافل
گہ اندر تنگ دستی خستہ و ریش
چو در سرا و ضرا حالت این است
ندانم کے بحق پردازی از خویش

اس میں اور بھی لطیفہ ہے کہ دریائی سفر میں طوفان وغیرہ کی تکلیفیں اور منزلِ مقصود تک پہنچنے کی راحتیں بھی ہوتی ہیں اس کو صبر وشکر سے زیادہ کام پڑتا ہے اس لیے صبار شکور فرمایا اور بھی لطائف ہیں کہ جن کے ذکر کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔

واذا غشیھم موج کالظلل یہ بھی اس سفرِ دریائی کی ایک حالت ہے جس میں اور بھی زیادہ خدا تعالےٰ کی قدرت و رحمت کے نشان معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی کہ مصائب کے وقت خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی کس طرح سے دست گیری کرتا ہے اور کس جلدی سے انسان کی دلی حالت پر متنبہ ہوتا ہے۔ اور انسان مصیبت کے وقت اپنی اس فطری حالت پر آجاتا ہے عوارض اٹھ جاتے ہیں۔ مگر نجات پانے کے بعد بعض تو پھر بھی اسی اوراست پر رہتے ہیں بعض پھر اسی ناراستی پر آجاتے ہیں خدا کو بھول جاتے ہیں۔ اس میں صبر و شکر کی پوری آزمائش ہے۔ فرماتا ہے کہ سفرِ دریائی میں جب ان کو پہاڑ جیسی موجیں ڈھانک لیتی ہیں اور ہر طرف سے ان پر سائبان کی طرح محیط ہو جاتی ہیں تو دعوا اللہ اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں کس طرح سے مخلصین لہ الدین خاص اسی کی طرف اخلاص اور نیاز پیدا کر کے۔ فلما نجٰھم الی البر فمنھم مقتصد پھر جب ان کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو بعض ان میں سے درمیانی رستہ پر رہ جاتے ہیں اور وہ توحید اور شکر گزاری کا طریقہ ہے۔ اے مقیم علی الطریق القصد الذی ہو التوحید او متوسط فی الکفر لانزجارہ بعض الانزجار بیضاوی۔ مقتصد کے بیضاوی نے دوسرے معنی یہ بھی بیان کیے ہیں کہ درمیانی رستہ سے مراد کفر کا درمیانی رستہ ہے۔ یعنی اس جوش و خروش کفر پر نہیں۔ بنے کس لیے کہ اس کو کچھ تو نصیحت ہو گئی ہے۔

وما یجحد بایٰتنا الا کل ختار کفور۔ اس حالت میں جس نے ناشکری کی تو اللہ کی آیتوں کا انکار کر دیا۔ اور آیتوں سے انکار ختار یعنی غدار عہد شکن ہی کیا کرتے ہیں جو عہدِ فطری کو توڑ دیتے ہیں کفور۔ ناشکر۔ یہ پورا مقابلہ ہے صبار شکور کا۔ صبار کے مقابلہ میں ختار اور شکور کے مقابلہ میں کفور آیا۔

یا ایھا الناس اتقوا ربکم یہاں سے حجت تمام کر کے ایک ایسا حکم دیتا ہے جو تمام نیکیوں کا اصل الاصول ہے وہ کیا؟ اتقوا ربکم کہ اپنے رب سے ڈرا کرو۔ جو اپنے رب سے ڈرے گا کسی معصیت کے پاس نہ جائے گا اور کسی حکمِ الٰہی کے بجا لانے میں کوتاہی نہ کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اوصیکم بتقوی اللہ الحدیث رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ۔ کہ میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں یعنی بتاکید حکم دیتا ہوں چوں کہ خدا سے ڈرنا بغیر یاد دلانے کسی آنے والی بلائے عظیم کے جو اللہ کے ہاں سے آنے والی ہو مشکل ہے۔ اس لیے اس آنے والی بلا کا ذکر فرماتا ہے واخشوا یوما لا یجزی والد عن ولدہ ولا مولود ھو جازعن والدہ شیئا کہ اس روز سے ڈرو یعنی قیامت کے دن سے کہ جس دن باوجود شفقتِ پدری کے کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام نہ آوے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آوے گا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہو گی بغیر ایمان اور عملِ صالح کے کچھ چارہ نہ ہو گا جب باپ بیٹے کا یہ حال ہو گا تو اور کسی کی قرابت یا محبت کا تو کیا ذکر ہے۔

بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے قریش! اپنی خلاصی ڈھونڈو میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے بنی عبدِ مناف! میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے عباس! میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے صفیہ محمد کی پھوپی! میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے فاطمہ محمد کی بیٹی! مجھ سے جو مال چاہیے لے لے، اللہ کے معاملے میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ یعنی اعمال و ایمان چھوڑ کر یہ تکیہ نہ کر بیٹھو کہ ہم پیغمبر کے اقارب ہیں۔ جیسا کہ عیسائیوں نے مسیح کے کفارہ ہونے پر تکیہ کر کے اعمالِ صالحہ کو بے فائدہ ٹھیرا دیا اور ضمناً ہر قسم کی بدکاری کی اجازت دے دی اس سے شفاعت کا انکار نہیں نکلتا۔ کیوں کہ وہ ایمان داروں خدا کے فرماں برداروں کے لیے

ان کے رفعِ درجات یا قصوروں کی بابت ہوگی۔ سو یہ اور بات ہے۔

کفار سمجھتے تھے کہ ایسا دن کبھی نہیں آئے گا کیوں کہ وہ قیامت کے منکر تھے۔ اس لیے فرماتا ہے ان وعد اللہ حق کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے ضرور وہ دن آئے گا۔ فلا تغرنکم الحیوٰۃ الدنیا پھر تم دنیا کی زندگی پر دھوکا نہ کھاؤ سدا کوئی نہیں جیے گا۔ ولا یغرنکم باللہ الغرور اور اسی طرح اللہ کے معاملہ میں بھی دھوکے میں نہ رہو کہ ہم کو دنیا میں سرداری دی ہے وہاں بھی دے گا۔ اور جس طرح یہاں ہمارے اقارب و اعزہ حمایت کر کے چھڑا لیتے ہیں چھڑا لیں گے۔ یا ہمارے معبود جو اللہ کے گھر کے مختار ہیں ہمیں بچا لیں گے۔

الغرور فریب یا فریب دہندہ الشیطان کہ شیطان تم کو فریب نہ دے۔ اس کے بعد کفار یہ پوچھتے ہوں گے کہ وہ کب آوے گی اس کی مدت بیان کر۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

ان اللہ عندہ علم الساعۃ[1] کہ اس گھڑی کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اس کو اس مصلحت سے مخفی رکھا ہے کہ بندوں کے دل کو ہر وقت کھٹکا رہے۔ لیکن اس کے قائم ہونے پر دو دلیلیں بیان فرمائیں۔

اوّل وینزل الغیث کہ وہ مینہ برساتا ہے جس سے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے۔

دوم ویعلم ما فی الارحام اور رحم میں بچے کو پیدا کرتا ہے اور اس کی کیفیت سے وہی آگاہ ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ نر ہے یا مادہ۔ کس شکل کا ہوگا۔ پس جو ابتدا پر قادر ہے وہ اعادہ پر بھی بطریق اولیٰ قادر ہے۔ دیکھو ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے اس کا تم کو مفصل علم نہیں پھر کیا وہ ظہور میں نہیں آتا؟ اسی طرح قیامت کا معاملہ ہے۔ اور تم تو اپنی معاش اور حیات کے متعلق بھی علم نہیں رکھتے پھر اگر قیامت کا تم کو علم نہ دیا گیا تو کیا ہوا۔

فقال وما تدری نفس ماذا تکسب غدا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا کیا پیش آوے گا وما تدری نفس بای ارض تموت اور یہ بھی نہیں کہ کہاں جا کر مرے گا۔ پھر باوجود اس علم نہ ہونے کے ضرور کچھ نہ کچھ کل

---

[1] اس جگہ ان پر علم کا اختصاص ظاہر فرماتا ہے کہ تمہارے فرضی معبود اور چیزوں کو تو کیا جان سکتے ہیں یہ پانچ چیزیں جن سے ہر ایک کا تعلق ہے ان کو بھی تو کوئی یقینی طور پر نہیں جانتا۔ نجوم وغیرہ سے جاننا علم یقینی نہیں بلکہ ظنی ہے اسی لیے بارہا اس کے احکام غلط ثابت ہوتے ہیں۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں۔ (۱) قیامت کا علم کہ کب آئے گی۔ (۲) بارش کا علم، قرائن و آلات سے صرف ظن حاصل ہوتا ہے۔ (۳) ماؤں کے رحم کا حال کہ بچہ ہے یا خالی مادۂ فاسد ہے۔ پھر نر ہے یا مادہ، نیک ہے یا بد اور پیدا ہو کر کیسا ہوگا۔ اگر آلہ علمی سے کسی نے دکھا دیا تو ان باتوں میں سے کوئی بات بھی معلوم نہیں ہو سکتی۔ یہ دکھا دینا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ پیٹ چیر کر دکھا دے۔ (۴) کل کیا پیش آئے گا؟ (۵) کہاں مرے گا؟

نقل ہے کہ خلیفہ عباسی اپنی زندگی کا حال دریافت کیا کرتا تھا کہ کب تک ہے۔ ایک شب خواب میں دیکھا کہ دجلہ سے ایک سوار نے اپنا پنجہ پانی سے نکال کر دکھایا۔ کسی نے پانچ برس کسی نے پانچ مہینے کسی نے پانچ روز عمر بتلائی۔ آخر امام ابوحنیفہؒ کو بلایا گیا، آپ نے فرمایا فرشتہ نے یہ بتایا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا سوائے باری تعالیٰ کے اور کسی کو علم نہیں۔ حقانی

کرتا ہے اور کہیں نہ کہیں جا کر مرتا ہے۔

ان اللہ علیم خبیر خدا ہی کو ہر چیز کا علم اور ہر چیز کی خبر ہے۔ اس میں ان کے معبودوں کی عاجزی اور دنیا بھر کے حکما کے علم و دانش کی بھی حقیقت بیان کر دی کہ وہ یہ ضروری باتیں بھی نہیں جانتے۔

بخاری نے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غیب کے پانچ خزانے ہیں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سُورَۃُ سَجْدَۃ

مکیہ ہے اس میں تیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ (یہ) کتاب پروردگار عالم

فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ② اَمْ

کی طرف سے اتری ہے کیا

يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ

وہ (یہ) کہیں گے کہ اس کو از خود بنا لیا ہے بلکہ یہ آپ کے رب کی طرف

مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ

سے برحق ہے (یہ) اس لیے نازل کی گئی تاکہ آپ اس قوم کو ڈر سنا دیں کہ

مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ

جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تاکہ وہ

يَهْتَدُوْنَ ③ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ

راہ پر آویں اللہ وہ کہ جس نے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے سب کو

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى

چھ روز میں بنایا پھر عرش پر

الْعَرْشِ ۗ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ

قائم ہوا تمہارے لیے اس کے سوا نہ کوئی کارساز ہے

وَّلَا شَفِيْعٍ ۗ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④

نہ سفارشی پھر کیا تم نہیں سمجھتے

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ

ہر ایک کا خدا ہی انتظام کرتا ہے آسمان سے لے کر زمین تک

ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ

پھر اس دن بھی کہ جس کی مقدار تمہاری گنتی سے ہزار برس

اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤ ذٰلِكَ

کی ہوگی وہ انتظام اس کی طرف رجوع کرے گا وہی

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ

چھپی اور کھلی بات کا جاننے والا زبردست

الرَّحِيْمُ ⑥ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ

مہربان ہے جس نے عمدگی سے ہر

شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ

شئے کو بنایا اور انسان کی پیدائش کا

مِنْ طِيْنٍ ⑦ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ

سے شروع کی پھر اس کی اولاد نچوڑے ہوئے

سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ⑧ ثُمَّ سَوّٰىهُ

بے قدر پانی سے بنائی پھر انسان کو ٹھیک کیا

وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ

اور اس میں اپنے پاس سے روح پھونکی اور تمہارے لیے

السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ

کان اور آنکھیں اور دل بنایا

قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ⑨

(اس پر بھی) تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

ترکیب

السم یجوز ان یکون مبتدء و تنزیل خبرہ والتنزیل بمعنی المنزل۔ ہذا اذا جعل الم اسما للسورۃ او القرآن فعلی ہذا لا ریب فیہ حال من الکتاب والعامل تنزیل و من رب متعلق بتنزیل و لا ریب بہنا مبنی۔ وان جعل تعدید الحروف فقط کان تنزیل خبر مبتدء محذوف او مبتدء خبرہ لا ریب فیہ فیکون من رب العلمین حالا من الضمیر فی فیہ ویمکن ان یکون خبرا بعد خبر و لا ریب فیہ حال من الکتاب او اعتراض۔ ام منقطعۃ بمعنی بل ما اتٰھم ما نافیۃ والجملۃ صفۃ لقوم من السماء الی الارض الجار متعلق بیدبر علی تضمین معنی النزول ویمکن ان یکون حالا من الامر۔ مما تعدون یجوز ان یکون صفۃ الالف او لسنۃ الذی احسن خبر مبتدء محذوف

تفسیر

اس سے پہلی سورت میں توحید اور حشر کے دلائل بیان فرمائے تھے اور وہ دو طرف ہیں اس لیے اس سورت میں امر اوسط یعنی اس رسالت کا ذکر کرتا ہے کہ جس پر قرآن کی برہان قائم ہے۔

فقال تنزیل الکتٰب لا ریب فیہ من رب العٰلمین یہ کتاب یعنی قرآن (کہ جس کے برحق ہونے میں عاقل کو غور و تامل کے بعد کوئی بھی شبہ نہیں رہتا) رب العالمین کی طرف سے ہے۔ رب العالمین کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ جو تمام جہان کا پرورش کرنے والا ہے۔ روحانی پرورش بھی اسی کا خاص حصہ ہے اس لیے اس نے دنیا کی شائستگی کے لیے ایک ایسی کتاب نازل کی جو آفتاب کی طرح سے اپنی آپ گواہ ہے۔ مگر کوڑھ مغزی اور تیرہ باطنی بھی عجب بد بلا ہے ایسے لوگ یہ کہہ دیتے تھے کہ اس کو محمدؐ نے از خود بنا لیا ہے خدا نے نازل نہیں کیا ہے ام یقولون افتریٰہ اس کے جواب میں فرماتا ہے بل ھو الحق من ربک کہ یہ قرآن برحق ہے تیرے رب کے ہاں سے آیا ہے اس کی شان ربوبیت کا مقتضی ہے۔ یہ کس لیے نازل ہوا؟ لتنذر قوما ما اتٰھم من نذیر من قبلک لعلھم یھتدون تاکہ تو لے محمد خصوصاً ان لوگوں کو پُر خبر کرے اور ان کو آنے والے عذاب الٰہی سے ڈرا دے کہ جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا پیغمبر نہیں آیا ہے۔ اس قوم کی خصوصیت نہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص عرب ہی کے لیے مبعوث ہوئے تھے ان کا نام اس لیے آگیا کہ سب سے اول انہیں سے کلام تھا کس لیے کہ دوسری جگہ آگیا ہے تبٰرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ

---

[1] اے یدبر امر الدنیا باسباب سماویۃ کالملائکۃ واشعۃ الکواکب نازلۃ آثارہا الی الارض ۱۲ منہ

[2] اے ہو الذی او خبرا بعد خبر۔ والعزیز مبتدا والرحیم صفۃ الذی احسن خبرہ۔ وخلقہ بسکون اللام بدل من کل بدل الاشتمال اے احسن خلق کل شئ ویمکن ان یکون مفعولا ثانیا وکل شئ مفعولا اولا و احسن بمعنی عرف اے علم کیف خلقہ کما قال علیؓ قیمۃ المرء ما یحسنہ اے یحسن معرفتہ۔ وقرأ نافع والکوفیون بفتح اللام علی انہ فعل ماض فیکون صفۃ لکل او لشئ۔ من روحہ اضافہ الی نفسہ تشریفا و اشعارا بانہ خلق عجیب ولہ شان یناسب الربوبیۃ ۱۲ منہ

ابو محمد عبد الحق عفا اللہ عنہ۔

وسلم نے بھی فرما دیا ہے کہ میں تمام عالم کے لیے نبی کیا گیا ہوں۔ پس اس جملہ سے یہ سمجھ لینا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص عرب کی قوم کے لیے مبعوث ہوئے تھے بڑی غلطی ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ایک عرصہ دراز تک عرب میں کوئی نبی مبعوث ہو کر نہیں آیا تھا۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان کے گمراہ ہونے کے بعد بجز حضرتؐ کے ان کے پاس کوئی نبی نہیں آیا اس میں سب آگئے۔

اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض الخ یہاں سے وہ بات بیان فرماتا ہے کہ جس کا پہنچانا رسول پر فرض ہے جیسا کہ پہلے رسالت اور اس کی ضرورت بیان کی تھی۔ یعنی اللہ وہ ہے کہ جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا، نہ وہ لوگ کہ جن کو مشرکین اس کے ساتھ ملا رہے ہیں۔

مالکم من دونہ من ولی ولا شفیع اس میں اس بات کا بھی رد ہے کہ جن کو تم اس کا شریک سمجھ رہے ہو وہ خدا تو کیا اس کی اجازت بغیر کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے نہ کسی کے حامی و مددگار بن سکتے ہیں۔ جس خیال سے کہ مشرکین غیر اللہ کو اس کا شریک سمجھتے ہیں۔ اس آیت میں جس طرح اس کی اجازت بغیر اوروں کی ولایت و شفاعت کی نفی ہے اسی طرح سے اس کی طرف سے ولایت و شفاعت یعنی حمایت کا ثبوت ہے۔ اس میں بت پرستوں کی تجہیل ہے۔ وہ جو یہ اقرار کرکے کہ اس کے سوا اور کوئی خالق نہیں یہ سمجھتے تھے کہ وہ ہماری سفارش کریں گے۔

جب خلق کو بیان فرما چکا تو اس کے بعد امر کو بیان فرماتا ہے یدبر الامر من السماء الی الارض کہ وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر ایک کام کی آپ ہی تدبیر کرتا ہے۔ اس میں اس کا کوئی مشیر و زیر نہیں۔ آسمانوں یعنی علویات کی کل تدبیر و تصرف آسمانوں کی حرکت ستاروں کی حسب موقع گردش ان کے انوار کا تحفظ پھر وہاں کے رہنے والوں ملائک اور روحانیات کے متعلق سب کام وہ آپ ہی کیا کرتا ہے۔ اور اسی طرح زمین یعنی عالم سفلی کے متعلق سب کام آپ ہی کرتا ہے۔ مینہ کا بروقت برسانا ہواؤں کا چلانا نباتات کا اگانا، حیوان اور انسان کی بیماری و تندرستی، موت و حیات سب باتیں وہی کیا کرتا ہے۔ یا یوں کہو ہر ایک کام کی تدبیر اسباب سماویہ کے ساتھ جو آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوا کرتے ہیں وہی کیا کرتا ہے۔ یہ تو دنیا کی بقا تک کا معاملہ تھا۔

ثم یعرج الیہ اس کے بعد جب کہ یہ عالم فنا ہو چکے گا اور نیا عالم پیدا ہوگا جس کو عالم آخرت یا عالم حشر کہتے ہیں اس روز بھی یہ سب تدبیر و تصرف یعرج الیہ اسی کی طرف رجوع ہوگا۔

اَلْفَ سَنَةٍ کا بیان

مگر اس عالم کو فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون کے ساتھ تعبیر فرمایا ہوں دلانے کے لیے۔ اور وہ عالم لایزال ہے اس کے دنوں کا کوئی شمار نہیں۔ لیکن اس عالم کے پہلے روز کا ذکر کر دیا یعنی قیامت کو۔ یعنی اس عالم کے پہلے دن ہی سے کہ جس کی مقدار تمہارے ہزار برس کے برابر ہے۔ سب کام وہاں کے اسی کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اب یہ بات رہی کہ کہیں تو اس دن کی مقدار پچاس ہزار برس کی فرمائی ہے جیسا کہ سورۂ معارج میں ہے خمسین الف سنۃ اور کہیں ہزار برس جیسا کہ یہاں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس روز بڑی سختی ہوگی، اور نہایت دہشت و ہیبت۔ سو یہ ہر ہر شخص کی نسبت جداگانہ ہوگی کیوں کہ جیسا جرم ویسی دہشت اور مصیبت کے دن کی درازی بمقدار مصیبت ہوا کرتی ہے۔ وہ دن تو ایک معمولی دن ہوگا۔ مگر کفار کو پچاس ہزار برس کے برابر معلوم ہوگا اور گنہگاروں کو ہزار برس کے برابر اور نیکوں کو فریضۂ

نماز کے وقت کے برابر۔ پس اس لیے کبھی اس کو پچاس ہزار برس کے برابر کہدیا کبھی ہزار برس کے، کبھی صلوٰۃ مکتوبہ کے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ البتہ دراز معلوم ہوگا تکلیف کے سبب سے اور اس کی درازی کو اعداد مختلفہ کے ساتھ تعبیر کر دیا۔ جیسا کہ جب ہم کو انکار محض منظور ہوتا ہے تو کہا کرتے ہیں تو سو بار بھی کہے گا تو یہ کام نہ کروں گا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس کے جواب میں کہہ دیتے ہیں تو ہزار بار بھی کہے گا تو نہ کروں گا۔ یہ بات ایک محاورہ کے متعلق ہے یعنی محض کثرت مراد ہے۔

یدبّر الامر کا بیان

عالم خلق و عالم امر کا مالک و مختار ہونا اور وہ بھی دنیا و آخرت دونوں عالموں میں بیان فرما کر کس زور کے ساتھ فرماتا ہے ذٰلك علم الغیب والشھادۃ یہ ہے غیب اور ظاہر کا جاننے والا جو تمام کائنات کا خالق اور مدبر ہے دارین میں، نہ وہ کہ جن کو تم پوجتے ہو۔ چوں کہ دنیا اور آخرت اور خلق اور امر کا ذکر آیا تھا ان کے مناسب دو لفظ آئے۔ غیب تو آخرت کے لیے کیوں کہ وہ اور وہاں کے سب کام ہماری آنکھوں سے غائب ہیں اور اسی طرح عالم امر کے لیے بھی کیوں کہ وہ بھی محسوس نہیں اور شہادت دنیا اور خلق کے لحاظ سے اور اسی طرح العزیز الرحیم بھی دونوں کے لحاظ سے آیا بلکہ ہر لحاظ سے۔ کس لیے کہ خلق اور امر اور دنیا اور آخرت میں جس طرح عزیز یعنی غالب و قادر ہونے کی ضرورت ہے اسی طرح رحیم ہونے کی بھی ہے۔ پھر عزیز و رحیم ہونے کا ثبوت دنیا میں عالم خلق کی ایک اعلیٰ اور عمدہ قسم کے پیدا کرنے کے بیان سے کرتا ہے یعنی حضرت انسان کی پیدائش سے جس سے کلام ہو رہا ہے کہ اس کو کس طرح بنایا۔

فقال احسن کل شیٔ خلقہ کہ اس نے ہر شے کو عمدہ طور سے بنایا ہے۔ جس چیز کو بغور دیکھے گا تو وہ آپ ثابت کر دے گی کہ میرے خالق کو اس امر میں وہ کمال ہے کہ جس کو کسی کے ساتھ تشبیہ بھی نہیں دی جا سکتی۔ اونٹ کو ملاحظہ کیجیے۔ اگر آپ کی گردن دراز نہ ہوتی تو محض بے کار ہو جاتے ہاتھی کو سونڈ نہ ملتی تو بڑا اپاہج تھا۔ علیٰ ہذا القیاس ہر درند پرند چرند کے ایک ایک عضو اور اس کے بال اور کھال پر غور کرو گے تو ہر ایک منہ سے یہی بول اٹھے گا ؎

ففی کل شیٔ لہ شاہد
یدل علیٰ انہ واحد

یہ تو ایک تعمیم تھی۔ اس کے بعد ان میں سے حضرت انسان کی پیدائش کا حیرت انگیز حال بیان فرماتا ہے

وبدا خلق الانسان من طین یعنی انسان کی پیدائش گارے سے شروع کی۔ یعنی اس نوع کا جو اول فرد ہے حضرت آدم علیہ السلام اس کو کسی کے نطفہ سے نہیں بنایا بلکہ اس کو خاک سے بنایا۔ گو چہ خاک کے ساتھ پانی وغیرہ اور بھی اجزاء عنصری تھے مگر چوں کہ یہ زیادہ تھا اس لیے اسی کا لحاظ کیا گیا اور کل کو جزء غالب سے تعبیر کرنا محاورہ کی بات ہے۔ ہم اس مقام پر اس ذکر کو چھوڑ دیتے ہیں کہ خاک سے کیوں کر بنایا اور کہاں بنایا؟ لفظ بدأ نے یہ بھی بتلا دیا کہ انواع قدیم نہیں جیسا کہ حکماء یونان کا خیال تھا چنانچہ ان کا رد علم کلام کی بڑی کتابوں میں بڑے زور سے کر دیا گیا ہے۔

ثم جعل نسلہ من سلٰلۃ من ماء مھین

پھر اس کی نسل جاری کرنے کا دستور بتلاتا ہے کہ ہم نے اس کی نسل کو نچڑے ہوئے بے قدر پانی سے جاری کیا۔ یعنی منی سے جو تمام انسانی اخلاط کا نچوڑ یا عطر ہوتا ہے اور باوجود اس کے بے قدر ہوتا ہے انسان اس کو چھپاتا ہے۔ بدن یا کپڑے پر لگ جاتی ہے تو دھو ڈالتا ہے۔

نسل کو اس لیے نسل کہتے ہیں کہ وہ جس کی نسل ہوتی ہے اس سے نکلتی ہے۔ (نسل الصوف نسولا سقط۔ قاموس۔ نسلہ ذریۃ سمیت بہ لانہا تنسل منہ اے تنفصل۔ بیضاوی)

سلالۃ سل سے ہے جس کے معنی کھینچنے کے ہیں، سیف مسلول۔ سللتہ اے ما استخرج من منی آدم علیہ السلام (مجمع بحار الانوار) منی کو سلالہ اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ انسان کے جسم سے کھنچتی ہے۔ مہین المہین الضعیف والحقیر والقلیل (قاموس)۔

ثم سوٰہ ونفخ فیہ من روحہ اس کی ماں کے پیٹ میں اس کو ٹھیک کیا۔ سر کی جگہ اس گوشت کے لوتھڑے میں سے سر بنایا، کان کی جگہ کان، آنکھ کی آنکھ، ناک کی جگہ ناک۔ ہڈی پٹھے بال کھال ایک تناسب طبعی سے بنائیں اور ہر چیز کو اس اندازہ سے بنایا کہ علم تشریح سے واقف ہونے کے بعد عاقل کو اس بات کا اقرار ہی کرنا پڑتا ہے کہ یہ کسی بڑے مدبر حکیم کا فعل اور بڑے باکمال کی کاری گری ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین اور اس کو ٹھیک کر کے اس میں اپنے ہاں کی روح پھونکی زندہ کر دیا۔ من روحہ کے یہ معنی نہیں کہ اللہ نے اپنی روح یعنی اپنی جان کا کوئی ٹکڑا اس میں ڈال دیا۔ بلکہ یہ معنی وہ روح کہ جو اللہ کی عمدہ اور لطیف چیزوں میں کی ایک چیز ہے وہ اس میں ڈال دی۔ اور روح کو اپنی طرف اس کی خوبی و لطافت و شرافت کے لیے مضاف کر دیا۔ جیسا کہ بادشاہ اپنے خاص نوکر کو عزت دینے کے لیے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارا نوکر، ہمارا غلام۔

وجعل لکم السمع والابصار اس کے بعد تمہارے لیے شنوائی و بینائی یعنی حواس ظاہرہ عطا کیے والافئدۃ دل دیا یعنی قوائے باطنیہ و مدرکات باطنیہ عطا کیے۔

مگر اس پر بھی قلیلا ما تشکرون تم بہت ہی کم خدا کا شکر ادا کرتے ہو۔ ان باتوں کو اپنے گھر کی باتیں خیال کرتے ہو۔

روح پھونکنے سے پہلے تک تو غائب کے صیغوں سے تعبیر کیا ثم سوٰہ۔ فرمایا اور روح پھونکنے کے بعد جعل لکم خطاب کا صیغہ لایا کیوں کہ اب قابل خطاب کے ہو گیا۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ

اور کافر کہتے ہیں کیا جب ہم زمین میں مل جل گئے

ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ بَلْ هُمْ

تو کیا پھر نئے سرے سے پیدا ہوں گے؟ بلکہ وہ

بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ قُلْ

اپنے رب کے ملنے کے منکر ہیں

يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ

(اے محمد) تمہاری جان موت کا وہ فرشتہ قبض کرے گا جو

وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ ع

تم پر معین کیا گیا ہے پھر تم اپنے رب کے پاس لوٹائے جاؤ گے

تفسیر

مشرکین مکہ ان چند توہمات باطلہ میں مبتلا تھے۔ (۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفتری کہتے تھے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور چیزوں کو بھی شریک کرتے تھے۔ ان دونوں باتوں کا یہاں تک جواب شافی دے دیا گیا۔ (۳) حشر ممکن نہیں۔ اس کا جواب ان کے شبہ کو نقل کر کے دیتا ہے:۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ
کہ وہ کہتے ہیں کیا ہم جب مر کر زمین میں گم ہو جاویں گے یعنی بدن کے اجزاء متفرق ہو کر نیست و نابود ہو جاویں گے تو پھر زندہ ہو جاویں گے؟ جواب سے پہلے فرماتا ہے بل ھم بلقاء ربھم کفرون کہ ان کا زمین میں ملنے کے بعد زندہ ہونے ہی پر تعجب نہیں بلکہ وہ دراصل اپنے رب کے پاس جانے کے منکر ہیں۔

اب جواب دیتا ہے قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم کہ ان سے کہہ دے ایک روز وہ فرشتہ[1] جو تمہاری جان قبض کرنے پر معین کیا گیا ہے تمہاری جان قبض کرے گا، مرنے پر تو تمہارا بھی یقین ہے۔ اب رہا بار دگر زندہ ہونا سو جس نے نیست سے ہست کر دیا کیا وہ بار دگر زندہ نہیں کر سکتا؟ کر سکتا ہے اور کریگا۔ ثم الی ربکم ترجعون پھر تم اپنے رب کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔

رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ
سر جھکائے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ اے رب!

اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ
ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو دنیا میں پھر بھیج کہ اچھے

صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا
کام کریں ہم کو یقین آگیا اور اگر ہم چاہتے

لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَ
تو ہر شخص کو ہدایت پر لے آتے

لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ
لیکن ہماری بات پوری ہو کر رہی کہ ہم

جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ
جنوں اور آدمیوں سب سے جہنم بھر کر

اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ
رہیں گے پھر تم بھی مزا چکھو اس لیے کہ تم آج کے

لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَآ اِنَّا نَسِیْنٰكُمْ
دن پیشی آنے کو بھول بیٹھے تھے ہم نے بھی تم کو بھلا دیا

وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا
اور جو آپ کبھی دیکھیں جب کہ گنہ گار اپنے رب کے آگے

ف کفار کو دو غلطیوں میں مبتلا تھے۔ چونکہ خدا کو مخلوق و محسوس اشیاء پر قیاس کر کے خدا کے ساتھ اور چیزوں کو بھی شریک کرتے تھے۔ اس کا رد تو آیات بالا میں نہایت واضح طریق پر کر دیا۔ دوسری غلطی یہ تھی کہ وہ مرنے کے بعد روح کا باقی رہنا، عذاب و ثواب پانا حق نہیں جانتے تھے، قیامت کے قائل نہ تھے۔ یہ ایک ایسا خیال ہے کہ انسان کو اکتساب سعادت سے روکتا اور لذات و شہوات اور طرح طرح کی بدکاری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس کا رد ان آیات میں کیا جاتا ہے کہ تمہاری جانوں کو ملک الموت قبض کر کے خدا کے پاس لے جاتا ہے۔ مرنے سے لے کر قیامت قائم ہونے تک کے زمانے میں بھی انسان نیک و بد اعمال کا بدلہ پاتا ہے جس کو عذاب و ثواب قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر قیامت کا حال اگلی آیات میں بیان فرماتا ہے اذ المجرمون ناکسوا رؤسھم عند ربھم کہ مجرم خدا کے سامنے سر نگوں کھڑے ہوں گے اور بار دگر دنیا میں آنے کی آرزو کریں گے۔ یہ بات عالم برزخ کے عذاب پر بھی صادق آتی ہے پس یہ خیال غلط ہے کہ مر کر نیست ہو جاتا ہے یا کسی اور جسم میں جاتا ہے۔ حقانی

[1] فرشتہ اللہ کی طرف سے موکل ہے۔ اس کا قبض کرنا اللہ ہی کا قبض کرنا ہے۔ دونوں باتوں میں تعارض نہیں ۱۲ منہ

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ
(لو اب) اور عذاب دائمی چکھو اپنے کیے کے
تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ
بدلے میں ہماری آیتوں پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب
اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ
ان کو ان سے سمجھایا جاتا ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور
سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ
اپنے رب کی ستایش کرتے ہیں اس کی خوبیاں بیان کرکے اور وہ
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافٰى
تکبر نہیں کرتے۔ (شب کو) اپنے بستروں
جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ
سے اٹھ کر اپنے رب کو
رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور ہمارے دیے میں سے
يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ
کچھ دیتے بھی ہیں پھر کوئی شخص بھی نہیں جانتا کہ
اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً
ان کے لیے ان کی آنکھوں کی کیا ٹھنڈک چھپا رکھی ہے ان کے
بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾
عمل کے بدلے میں۔

السجدة

ترکیب

ولو ترٰی ہو من رؤیۃ العین والمفعول محذوف اے ولو تری المجرمین، واغنی عن ذکرہ المبتدا۔ واذ ہنا یراد بہا المستقبل والتقدیر یقولون ربنا وموضع المحذوف حال و العامل فیہا ناکسوا۔ فذوقوا عاملے فذوقوا العذاب و یجوز ان یکون مفعول فذوقوا لقاء علی مذہب الکوفیین فی اعمال الاول، ویجوز ان یکون ھذا۔ تتجافی الموضع الحال وجواب لو محذوف اے لرأیت امرا فظیعا ویمکن ان یکون لو للتمنی خوفا وطمعا مفعول لہ والعامل یدعون۔ ما بمعنی الذی ویجوز ان یکون للاستفہام۔

تفسیر

ولو تری یہاں سے وہ حال بیان کرتا ہے جو خدا کے پاس رجوع ہونے کے بعد یعنی اس کے پاس جانے کے بعد ظہور میں آئے گا کہ اے محمدؐ یا اے ہر شخص مخاطب اگر تو ان کافروں کو اس وقت دیکھے جب کہ وہ اپنے رب کے سامنے شرمندگی اور خوف سے سر جھکائے کھڑے ہونگے اور یہ کہیں گے کہ اے رب اب ہم نے آنکھ سے حشر کا معاملہ دیکھ لیا اور تجھ سے رسولوں کا برحق ہونا سن لیا۔ یا یہ معنی کہ وہ وہاں جاکر اپنے جرم کا اقرار کریں گے کہ ہم نے رسولوں اور ان کے معجزات کو دنیا میں دیکھ لیا تھا اور ان کے کلام کو سن لیا تھا جیسا کہ آیا ہے قد جاءنا نذیر۔ اب ہم کو بار دگر دنیا میں بھیج کہ وہاں جاکر اپنے کام کریں اب ہم کو یقین آگیا۔ مگر اب کیا ہوتا ہے۔ کیوں کہ ولو شئنا لآتینا[1] اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت کرتے

[1] اہل اسلام میں معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک خدا تعالیٰ کو اس بات کا کرنا لازم ہے کہ جو بندے کے حق میں اصلح ہو اس لحاظ سے وہ اس قسم کی آیات کی کہ جن میں گمراہ کرنا اور ہدایت نہ دینا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے تاویل کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ گمراہی بندے کے حق میں کسی طرح بہتر نہیں۔ ان کے رد کے لیے یہ آیت کافی ہے۔ اور اسی طرح عیسائی بھی منہ آیا کرتے ہیں اور تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے چپ کرنے کے لیے کتاب لیعیاہ کا ۴۵ باب ۹ درس کافی ہے جس میں صاف ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

ایمان دار نیک کردار کر دیتے مگر ان میں صلاحیت نہ تھی ان کو رسولوں نے بہت کچھ سمجھایا پر نہ مانا کس لیے کہ اللہ کا نوشتۂ ازلی پورا ہو گیا کہ یہ لوگ جہنم میں جاویں گے۔ مطلب یہ کہ اگر بار دگر بھی دنیا میں جاویں تو کبھی راہ پر نہ آویں۔ پس حکم ہوگا کہ آج کے دن فراموش کرنے کا مزہ چکھو۔ اب ہم نے تم کو بھلا دیا یعنی ہمارے دل میں تمہاری جگہ باقی نہیں رہی۔ یہ محاورہ کی بات ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ ان کو بھول جاوے گا کس لیے کہ وہ سہو و نسیان سے پاک ہے۔ وذوقوا اب عذاب دائمی کا مزہ چکھو اپنے اعمال بد کے سبب۔ تم دائم ان میں گرفتار تھے اس لیے اب عذاب دائمی میں گرفتار ہوئے۔

انما یؤمن الخ یہاں سے یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ بدنصیب کیا ایمان لاویں گے ایمان لانا آیات الٰہی پر تو ازلی نیک بختوں کا کام ہے پھر ان کی علامات اور عادات حمیدہ بیان فرماتا ہے۔

سجدۂ تلاوت

(۱) کہ جب ان کو آیات الٰہی سنا کر سمجھایا جاتا ہے تو خوف الٰہی کے مارے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اس کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں سبحان اللہ بحمدہ کہتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے نہ تو دنیا میں کسی سے یہ تکبر پیش آتے ہیں نہ اللہ کے رسولوں اور اس کے احکام سے تکبر کر کے سرتابی کرتے ہیں۔ یعنی ان میں کمال صلاحیت ہے۔ اس آیت کو پڑھ کر یا سن کر سجدہ کرنا لازم ہے۔

(۲) تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع اے ترتفع وتنحی عن الفرش وموضع النوم (بیضاوی) کہ وہ رات کو اپنے بستروں اور خواب گاہوں سے اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ اس میں خوف اور امید کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں دعا کرتے ہیں مناجات میں مشغول ہوتے ہیں۔

نماز تہجد

احادیث صحیحہ میں نماز تہجد کی تاکید اور فضائل بہت کچھ وارد ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور صالحین امت کا قدیم دستور ہے کہ وہ نصف شب کے بعد اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ وہ بارہ رکعت ہیں دو دو کی نیت سے۔ حضرت پر یہ نماز فرض تھی، تمام امت کے لیے مسنون ہے۔ ابی امامہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کا اٹھنا لازم کرو کیوں کہ یہ تم سے پہلے صالحین کی عادت ہے اس سے تمہارے رب کی نزدیکی پیدا ہوتی ہے یہ گناہوں کو مٹاتا ہے گناہوں سے روکتا ہے رواہ الترمذی اور فرمایا کہ یہ بڑا قبولیت کا وقت ہے۔

(۳) ومما رزقنٰھم ینفقون کہ اللہ کے دیے میں سے دیتے ہیں یعنی خیرات بھی کرتے ہیں۔ پھر ان کے اجر کی بابت فرماتا ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین الخ کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی فرحت و سرور کی چیزیں جو کچھ ہم نے چھپا رکھی ہیں ان کی پوری تعداد اور کیفیت کوئی نہیں جانتا ہے۔ یعنی وہ بے حساب چیزیں ہیں اور یہ ٹھیک ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم جنت اور اس کی کسی نعمت سے واقف نہیں خصوصاً وہ کہ جن کو قرآن اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتا دیا۔ جس نے یہ مطلب سمجھ کر نعمائے جنت اور حور و قصور کا انکار کیا بڑی غلطی کی ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ

تو کیا مومن اس کے برابر ہو جائے گا جو بدکاری

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہ کوئی خالق سے نہیں کہہ سکتا کہ تو نے میرے لیے ایسا کیوں کیا ۱۲ منہ

فَاسِقًا ۚ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ
کہ رہا ہو وہ برابر نہیں ہو سکتے لیکن وہ جو
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ
ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے تو ان کے ان کاموں
الْمَاْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾
کے سبب جو وہ کیا کرتے تھے مہمانی میں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں
وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ
اور جنہوں نے بدکاریاں کیں سو ان کا ٹھکانا آگ ہے
كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ
جب چاہیں گے کہ وہاں سے نکلیں
اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا
تو اس میں پھر داخل کر دیے جائیں گے اور ان کو کہا جاوے گا آگ کا
عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ
وہ عذاب چکھو کہ جس کو تم جھٹلایا
تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ
کرتے تھے اور البتہ (دنیا میں بھی) ہم ان کو
الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ
تھوڑا سا عذاب چکھا دیں گے بڑے عذاب سے
الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ
پہلے تاکہ وہ رجوع کریں اور
مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ
بھلا اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا کہ جس کو اس کے رب کی آیتوں سے سمجھایا جاوے
ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ
پھر وہ ان سے منہ موڑے ہم کو تو گنہگاروں سے
مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع
ضرور بدلہ لینا ہے۔

ترکیب

افمن الاستفہام للانکار اے لیس المؤمن کالکافر۔ لایستوٗن تاکید لما تضمنہ الاستفہام والجمع لرعایۃ معنی من وہو مفرد لفظا جمع معنی۔ اما الذین الخ ہذا التفصیل تقریر للایستوٗن۔ جنت الماوٰی اے التی فیہا المساکن والدور والغرف العالیۃ (ابن کثیر) الماوٰی ما یاوی الیہ وقیل الماوٰی اسم الجنۃ۔

تفسیر

مؤمنوں کے درجات آخرت سن کر ایک خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ اللہ کے مؤمن و کافر نیک و بد سب بندے برابر ہیں، اس کو نہ نیک سے فائدہ نہ بد سے نقصان۔ پھر نیکوں کے لیے یہ کچھ درجات، بدوں کے واسطے یہ مصائب! اس کے عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ اور کچھ عجب نہیں کہ کفار بھی اپنی بت پرستی اور دیگر بے کار کوششوں پر اپنے تئیں ان نعمتوں کا مستحق سمجھتے ہوں۔ اس کا جواب اس آیت میں دیتا ہے۔

افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لایستوٗن کہ بھلا مومن اور فاسق دونوں برابر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر اس کی اور بھی توضیح کرتا ہے۔

اما الذین اٰمنوا الخ کہ وہ جو ایمان لاتے ہیں اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ انہوں نے نیک کام بھی کیے ہیں۔ نیک کاموں کی شرح پہلی آیتوں میں آچکی ہے فلہم جنت الماوٰی کہ ان کا مقام جنت ہے وہی ان کا اصلی مقام ہے۔ دنیا ایک کوچ کر جانے کی منزل ہے۔ نزلا بما کانوا یعملون۔ یہ مقام مقدس ان کی مہمانی میں دیا جاوے گا ان کے ان کاموں کے بدلہ میں جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔

واما الذین فسقوا اور وہ جو فاسق ہو گئے یعنی خدا کے

حکم سے نافرمان ہو گئے۔ یہ عام ہے کفر و معصیت دونوں فسق ہیں۔ فماوٰھم النار ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ ان کا گھر ہے۔ یہ دنیا کے عمدہ محل اور نفیس باغ تو چند روز کے لیے ہیں۔ دنیا میں شہوت کی آگ میں مبتلا تھے وہی آتشِ شہوت نارِ جہنم بن جاوے گی۔ کلما ارادوا ان یخرجوا منھا اعیدوا فیھا جب وہاں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو پھر وہیں دھکے دے کر پہنچا دیے جاویں گے یعنی نکلنے نہ پاویں گے۔ کس لیے کہ وہ دنیا میں اس آگ سے نہ نکلے تھے۔

وقیل لھم الخ اور ان سے کہہ دیا جاوے گا کہ آج اس آتش کے عذاب کا مزہ چکھو کہ جس کو تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے۔ جب کوئی کہتا تھا کہ اس فعلِ بد کی سزا جہنم ہے تو کہہ دیتے تھے یہ جنت اور جہنم سب فرضی باتیں ہیں بے وقوفوں کے ڈرانے کے لیے۔ اس پر وہ اپنی دولت و حشمت کے گھمنڈ پر قہقہے لگایا کرتے تھے۔ چنانچہ کسی بدکردار شاعر نے اس پر بہت کچھ مضحکہ کیا ہے۔ اور آج کل عیاش طحد منش اپنی محفلوں میں بہت کچھ قہقہے اُڑایا کرتے ہیں وہاں ان کو کہا جاوے گا یہ وہ آگ ہے کہ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

ولنذیقنھم من العذاب الادنیٰ الخ اب یہ بات ارشاد فرماتا ہے کہ اس خیال میں نہ رہنا کہ آخرت ہی میں عذاب آوے گا دنیا میں تو مزے سے گزرتی ہے۔ بلکہ آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی ہم ان کو عذاب دیں گے گو وہ کتنا ہی بڑا ہو مگر عذابِ آخرت کے مقابلہ میں ادنیٰ ہے۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے موافق اہلِ مکہ پر عذابِ ادنیٰ آیا۔ سات برس تک وہ قحط[1] پڑا کہ مردار اور کتوں کے کھانے کی نوبت آگئی۔ گرچہ آیت میں روئے سخن اہلِ مکہ کی طرف ہے مگر سب فاسقوں کی طرف اشارہ ہے۔

کتب تواریخ شاہد ہیں کہ دنیا میں جس قوم نے بدکاری شہوت پرستی اختیار کی وہ دنیا ہی میں برباد اور تباہ کیے گئے۔ سلطنتیں چھین لی گئیں، لوگوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے۔ ان کی جورو اور بیٹیوں کو بے حرمت کیا گیا۔ یہ عذاب ان کو اس لیے دیا جاتا ہے کہ لعلھم یرجعون کہ کاش وہ خدا کی طرف رجوع کریں توبہ کر کے صلاحیت اختیار کریں۔ مگر افسوس کہ جو اس کے بعد بھی رجوع نہیں کرتے جان لو کہ وہ خدا کی بارگاہ سے راندے ہوئے ہیں۔ ان کو کبھی خوش وقتی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ اہلِ اسلام کے امراء کو عبرت کرنا چاہیے۔

ومن اظلم الخ میں یہی بات بتلاتا ہے کہ جس کو اللہ کی آیتوں سے سمجھایا جاتا ہے پھر وہ اس سے اعراض کرتا ہے پھر ہم ایسے مجرموں سے کیوں نہ انتقام لیں گے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا
اور البتہ موسیٰ کو بھی ہم نے کتاب دی تھی پھر تو
تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَ
اس کے ملنے میں شبہ نہ کریں اور
جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾
ہم نے ہی اس کو بنی اسرائیل کے لیے رہنما بنایا تھا۔
وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا
اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے

[1] نسائی نے عذاب الادنیٰ کی تفسیر میں یہی روایت کی ہے۔ اور ابن عباسؓ کہتے ہیں اس سے مصائبِ دنیا مراد ہیں، ابن کثیر۔

لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴿٢٤﴾

جب کہ انہوں نے صبر کیا تھا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین بھی رکھتے تھے

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان میں فیصلہ

الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٢٥﴾

کرے گا کہ جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں

ع ۸ ۳ ۲ أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِن

کیا ان کو اس سے بھی رہنمائی نہ ہوئی کہ ان سے پہلے ہم نے کتنے

قَبْلِهِم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي

قرن غارت کر دیے کہ لوگ جن کے گھروں

مَسَاكِنِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ ۖ

میں (چلتے) پھرتے ہیں البتہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں

أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿٢٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا

پھر کیا وہ سنتے بھی نہیں کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم

نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ

پانی کو خشک زمین کی طرف رواں کرکے

فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ

اس سے کھیتی نکالتے ہیں کہ جس کو ان کے چارپائے

الشلثة أَنْعَامُهُمْ وَأَنفُسُهُمْ ۚ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿٢٧﴾

اور وہ خود بھی کھاتے ہیں پھر کیا وہ دیکھتے بھی نہیں

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِن

اور کافر کہتے ہیں کب ہے یہ فیصلہ اگر

كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ

تم سچے ہو کہہ دو فیصلہ کے دن تو

لَا يَنفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ

کافروں کو ایمان لانا کچھ بھی نفع نہ دے گا

وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ

اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی پس ان سے کنارہ کر

وَانتَظِرْ إِنَّهُم مُّنتَظِرُونَ ﴿٣٠﴾

اور انتظار کرتے رہو وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

ترکیب

من لقائه یجوز ان یرجع الضمیر فی لقائه الی الله ای من لقاء موسی الله فالمصدر مضاف الی المفعول. وان یرجع الی موسی ای من لقاء موسی الکتاب او الشدة والانکار من قوله فیکون المصدر مضافا الی الفاعل. وقیل یرجع الی الکتاب ای فلا تکن فی شک من لقاء الکتاب من الله تعالی کما قال وانک لتلقی القرآن وقیل من لقائک موسی، کما وقع فی لیلة المعراج او فی القیامة. لما بالتشدید ظرف والعامل یهدون او جعلنا، وبالتخفیف مصدریة۔

تفسیر

ولقد آتینا موسی الکتٰب الخ یہاں سے پھر مسئلہ رسالت کا ثبوت کرتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی پھر اے محمد! آپ

ف بخاری نے کتاب الجمعہ میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۃ سجدہ اور سورۂ ہل اتی پڑھا کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں بھی یہی آیا ہے۔ احمد و دارمی و ترمذی و نسائی و حاکم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر سورۂ سجدہ اور سورۂ تبارک الذی کے پڑھنے نہ سویا کرتے تھے۔ ان کے فضائل میں اور بھی احادیث ہیں ۱۲ منہ

کتاب کے ملنے میں شبہ نہ کریں کیوں کہ جس طرح حضرت موسیٰ کے عہد میں گمراہی بڑھ گئی تھی بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے توریت نازل کی گئی اسی طرح آپ کے عہد میں تمام عالم گمراہ ہوگیا تھا ان کی ہدایت کے لیے تم کو نبی بنانا اور تم کو کتاب دینا ضرور ہوا۔ آں حضرتؐ کو اس میں کوئی شبہ نہ تھا کتاب یعنی قرآن پا چکے تھے بلکہ یہ اور لوگوں کے لیے فرمایا کہ تم اس میں شبہ نہ کرو۔

بعض مفسرین کہتے ہیں جیسا کہ مجاہد و کلبی و سدی کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اے محمدؐ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ اپنی زندگی میں موسیٰ سے ملاقات کریں گے۔ چنانچہ شب معراج میں آپؐ نے موسیٰؑ سے بیت المقدس یا آسمان میں ملاقات کی جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں نے موسیٰ سے شب معراج میں ملاقات کی ہے وہ بلند قامت گھنگریالے بالوں والے تھے۔ جیسا کہ شنوءۃ کے آدمی ہوتے ہیں۔ اسی طرح بخاری نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں موسیٰ کو سرخ ڈھیر کے پاس اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

بعض کہتے ہیں یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جس طرح موسیٰ نے قوم سے تکلیف پائی آپؐ بھی پاویں گے۔ اس میں شک نہ کرنا۔ حسنؒ۔

وجعلنا منھم ائمۃ الخ یعنی موسیٰ کے بعد بھی ہم نے یہ سلسلہ جاری رکھا کہ ان میں سے پیشوا لوگوں کی ہدایت کے لیے قائم کیے وہ برداشت کرکے ہدایت کیے جاتے تھے۔ پھر محمدؐ کا رسول بنانا اور اس پر قرآن نازل کرنا کون سی نئی بات ہوگئی جس پر کفار اس قدر تعجب و انکار کرتے ہیں؟

ان سرہٹ مگر موسیٰ کے بعد نبیوں کے آنے پر بھی لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا دین اور کتاب میں تحریف شروع ہوئی جس کا فیصلہ ہم کر دیں گے کہ کون حق پر تھا؟ کون ناحق پر؟ اس جملہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ضرورت کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰؑ اور ان کے بعد کے انبیاء کے طریقے میں اختلاف پڑ جانے کے سبب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلاح کے لیے نبی کرکے بھیجا گیا۔

اولم یھد الخ یہاں سے اپنی قدرت کاملہ اور دنیا کے بے ثبات ہونے پر دو دلیلیں پیش کرکے یوم الفتح[1] کے آنے کا وعدہ دیتا ہے اور حضرتؐ کو اس دن کے انتظار کا متوقع کرکے سورت کو تمام کرتا ہے۔

اول تو یہی دلیل ہے کہ وہ اپنے سے پہلوں کے مکانات شکستہ پر سے گزرتے ہیں جو عبرت کا نمونہ ہیں پھر کیا اس سے ان کو ہدایت نہیں ہوتی، غور نہیں کرتے کہ ان کے بنانے والے کون تھے، کہاں گئے، ان کے دل میں کیا کیا امیدیں ہوئی؟ اسی طرح ایک دن تمہارے لیے ہے۔

دوسری دلیل اولم یروا کہ خشک زمین کو نہیں دیکھتے کہ اس کو ہم پانی سے کس طرح شاداب کرتے ہیں ان کے اور ان کے چارپایوں کی روزی پیدا کرتے ہیں اناج گھاس۔ پھر کیا ہم باردگر پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ پہلی دلیل میں افناء، دوسری میں ایجاد کی طرف اشارہ ہے۔ پہلی دلیل کے بعد افلا یسمعون فرمایا تھا کس لیے کہ گزشتہ لوگوں کا حال سننے سے علاقہ رکھتا ہے۔ دوسری کے اخیر میں افلا یبصرون کس لیے کہ زمین کا خشک ہونے کے بعد شاداب دیکھنا بصارت سے متعلق ہے۔ اہل اسلام ان کے انکار پر آئندہ بلاؤں کا آنا ایک دن پر محول کرتے تھے جس پر کفار نے پوچھا متی ہذا الفتح کہ وہ فیصلہ کا دن کب ہے؟ اس سے مراد قیامت[1] کا دن ہے۔ (مجاہد) قل

[1] فراء و قتیبی کہتے ہیں فتح مکہ۔ سدی کہتے ہیں بدر کا دن ۱۲ منہ

یوم الفتح جواب دیتا ہے کہ اس کی تعیین دریافت کرنے سے تم کو کیا فائدہ؟ اگر یہ غرض ہے کہ اُس دن ایمان لے آوینگے تو اُس دن ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا، نہ ان کو مہلت ملے گی۔ پس اے نبی ان سے کنارہ کرو بحث نہ کرو اور منتظر رہو وہ بھی منتظر ہیں۔

سورۃ احزاب

مدینہ میں نازل ہوئی اس میں تہتر آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ

اے نبی　اللہ سے ڈرا کرو　اور کافروں

الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور منافقوں کا　کہنا نہ ماننا　البتہ اللہ جو ہے

كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَّاتَّبِعْ مَا

سو خبردار　حکیم ہے　اور جو کچھ تم پر

يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

تمہارے رب کی طرف سے بھیجا گیا ہے اسی پر چلا کرو　البتہ اللہ

كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ وَّ

جانتا ہے　جو کچھ کہ تم کیا کرتے ہو　اور

تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

اللہ پر بھروسہ رکھو　اور اللہ ہی کارسازی

وَكِيْلًا ۝

کے لیے بس ہے

ترکیب

من سربك متعلق بہ یوحٰی وکیلا تمیز للکفٰی باللہ فاعلہ والباء زائدۃ۔

تفسیر

احزاب جمع حزب کی جس کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں۔ اس سورت میں ان جماعتوں کا بھی تذکرہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ پر چڑھ کر آئی تھیں اور چاروں طرف سے مدینہ طیبہ کو گھیر لیا تھا جس کی مدافعت کے لیے حضرتؐ نے شہر کے ارد گرد خندق کھودنے کا حکم دیا تھا۔ اس واقعہ کو غزوۂ خندق کہتے ہیں جو شوال کے مہینے میں اُحد کی لڑائی کے ایک برس بعد ہجرت کے پانچویں سال میں واقع ہوا تھا۔ اس لیے اس سورت کا نام سورۃ احزاب ہوگیا۔

یہ سورت بقول ابن عباسؓ اور ابن الزبیرؓ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ بعض روایتوں میں یہ پایا جاتا ہے کہ اس سورت میں سے بعض آیات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں منسوخ التلاوت ہوگئی ہیں۔ گو اس سے بھی قرآن مجید پر تحریف کا الزام قائم نہیں ہوسکتا۔ کس لیے کہ تحریف جب ہوتی ہے کہ جب آپؐ کے بعد قرآن میں کمی کی جاتی یا آپؐ کے بغیر اجازت۔ اور جب کہ منزل قرآن ہی نے کسی قدر اجزاء کو کسی حکمت سے کم کر دیا تو پھر کسی کو کیا مجال گفتگو ہے۔ اس بحث کو ہم تعریف القرآن جواب تحریف القرآن میں خوب بیان کر چکے ہیں۔ مگر ابو مسلم وغیرہ محققین اس کے سرے سے قائل ہی نہیں وہ ان آیات منسوخ التلاوت کو قرآنی آیات نہیں کہتے بلکہ وہ جملے بطور تفسیر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھے تھے جس کو لوگوں نے آیت سمجھ کر اپنے مصاحف میں لکھ لیا مگر جب قرآن اصلی حالت پر لکھوایا گیا عرضہ اخیرہ کے مطابق اس میں درج نہ ہونے دیا۔

سورۂ سجدہ کے اخیر میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انتظار کا حکم دیا گیا تھا اور نصرت کا وعدہ بھی تھا ایسی حالت میں کچھ عجب نہیں کہ کفار و منافقین نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اطاعت پر آمادہ کرنا چاہا ہو کہ آپ فلاں فلاں باتیں مان لیں تو ہم آپ کے دین میں آجاتے ہیں ورنہ ہم آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو ستائیں گے۔ گو آپ سے یہ بات متوقع نہ تھی مگر ایسی خطرناک حالتوں میں طبیعتِ انسانی کا مائل ہو جانا کچھ بعید نہیں۔ اس لیے بنظر احتیاط آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اول ہی آگاہ کر دیا۔

فقال یاایھا النبی اے نبی! اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال عزت ہے کہ قرآن مجید میں کسی جگہ آپ کا اسم مبارک لے کر نہیں پکارا گیا بلکہ بہ لقب نبی یا رسول یا مزمل یا مدثر یاد فرمایا گیا۔ اتقوا اللہ اللہ سے ڈرا کر اور کسی سے نہ ڈرو۔ اگرچہ آپ اللہ ہی سے ڈرتے تھے۔ مگر یا اس پر دوام کے لیے یا ازدیاد کے لیے یہ حکم دیا، کس لیے کہ تقویٰ کا بے نہایت میدان ہے۔ ولا تطع الکٰفرین والمنٰفقین اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ ماننا۔

واحدی کہتے ہیں کہ کافروں میں سے ابوسفیان و عکرمہ و ابوالاعور اور منافقوں میں سے عبداللہ بن ابی و عبداللہ ابن ابی سرح آپ سے طرح طرح کی باتیں دھمکی سے کہا کرتے تھے کہ ایسا کر ایسا کر۔ ان کا کہنا اس لیے نہ مان کہ یہ وہ باتیں کہتے ہیں جس کو مصلحتِ الٰہی نہیں چاہتی تھی۔ ان اللہ کان علیما حکیما البتہ اللہ عالم ہے ہر بات کی ابتدا و انتہا شروع و انجام جانتا ہے۔ اس نے جو کچھ حکم دیا ہے اس میں سراسر حکمت ہے۔

پس واتبع ما یوحیٰ الیک من ربک اللہ نے جو کچھ آپ کی طرف وحی کی ہے اسی پر چلو، اور نہایت استحکام اور صدق دل سے وحی کا اتباع کرو۔ کس لیے کہ ان اللہ کان بما تعملون خبیرا جو کچھ تم کرتے ہو اس کو اللہ خوب جانتا ہے اس پر کوئی بات مخفی نہیں۔ ان سرکشوں کی دھمکیوں سے نہ ڈرو وتوکل علی اللہ اللہ پر بھروسہ رکھو۔ وکفیٰ باللہ وکیلا وہ کافی ہے سب کارروائی کر دے گا کوئی دشمن تم پر غلبہ نہ پا دے گا۔

حاصل کلام، جب قومیں ورطۂ ضلالت میں غرق ہوں، اور جہالت کی تاریک اندھیریوں میں بند ہوں اس وقت خدا کے ہادی کو جو قوانین تمدنیہ و احکام سیاسیہ کا سرچشمہ اس کا الہام ہو بڑا مستقل رہنا چاہیے۔ لوگوں کی بے ہودہ خواہشوں کی تعمیل اور خلاف آزار و تکلیف کی کچھ بھی پروا نہ کرنا چاہیے۔ قرآن نے لوگوں کو ہمیشہ کے لیے کیا عمدہ قانون بتلا دیا ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ
اور اللہ نے کسی کے سینہ میں دو دل
فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ
نہیں بنائے اور نہ اللہ نے تمہاری ان بیویوں کو
الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ
کہ جن سے تم ظہار کر بیٹھتے ہو تمہاری ماں بنایا ہے
وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۚ
اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا بنایا ہے
ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۚ
تمہارے منہ کی بات ہے
وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي
اور اللہ سچ فرماتا ہے اور وہی سیدھا رستہ

لہ یعنی کلام بھی اور خطاب بھی ہے، لوگوں کو کہا جاتا ہے ۱۲ منہ

السَّبِيلَ ﴿٤﴾ ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ

بتاتا ہے　ان کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارا کرو　یہ

أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ ۚ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا

اللہ کے نزدیک بہتر ہے　اگر تم کو ان کے باپ

آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَ

معلوم نہ ہوں　تو وہ تمہارے دینی بھائی　اور

مَوَالِيكُمْ ۚ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

رفیق ہیں　اور بھول چوک میں تم پر

فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ

کچھ گناہ　بھی نہیں　ہاں دل سے قصد کر کے کہنے میں

قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥﴾

(گناہ ہے)　اور اللہ جو ہے تو معاف کرنے والا مہربان ہے

تفسیر

کسی کے دو دل نہیں

پہلے فرمایا تھا کہ خلوص کے ساتھ وحی کا اتباع کرو۔ اب ما جعل اللہ سے یہ بات بتلاتا ہے کہ مقتضائے خلوص یہی ہے کہ ایک طرف کا ہو جائے۔ دو دلی اچھی نہیں۔ اس دو دلی کو اس جملہ میں رد کیا۔ دو دلی یا دو رنگی کے باطل کرنے کے لیے یہ جملہ ضرب المثل ہے۔ محاورۂ عرب میں اس محل پر یہی جملہ بولا کرتے ہیں کہ اللہ نے کسی کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے ہیں۔ دل ایک ہی ہوتا ہے اب اس میں محبت و اطاعت بھر لو یا بغض و نافرمانی۔ یہ نفاق کی قطع و برید کے لیے بڑا پُر اثر جملہ ہے۔ عرب کے شاطر و فہیم تفاخراً یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ ہمارے دو دل ہیں اور اسی لیے جمیل ابن معمر کا یہ لقب ہو گیا تھا۔ اسی چالاکی پر مدینہ کے منافق دو طرفہ باتیں کیا کرتے تھے۔

ظہار

اس کے بعد اسی پر متفرع کر کے دو باتیں اور ارشاد فرماتا ہے جو احکام آئندہ کے لیے تمہید ہیں اور جن سے مخالفوں کے طعن اٹھانے منظور ہیں۔

اوّل وما جعل ازواجکم الخ کہ تم جن بیویوں کو غصہ میں ماں کہہ بیٹھتے ہو وہ تمہاری مائیں نہیں بن جاتیں۔ جاہلیت میں عرب کا دستور تھا کہ وہ خفا ہو کر بیوی کو کہہ دیتے تھے انت کظھر امی۔ تو مجھ پر اس طرح حرام ہے کہ جیسے میری ماں کی ظہر یعنی پشت مجھ پر حرام ہے۔ پشت کے نام سے کنایہ ستر خاص کی طرف ہوتا تھا، مگر شرم و تہذیب کے سبب ستر خاص کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ یہ جاہلیت میں طلاق سمجھی جاتی تھی۔ اسلام میں ایسی تشبیہات کو ظہار کہتے ہیں۔ اس کا حکم مفصل سورۂ مجادلہ میں آوے گا۔

اسلام میں متبنّٰی کوئی چیز نہیں

دوسری بات وما جعل ادعیاءکم ابناءکم کہ جن کو تم خوشی میں بیٹا کہہ لیتے ہو وہ درحقیقت تمہارے بیٹے نہیں بن جاتے۔ جس طرح وہ غصہ کی بات بیوی کو ماں نہیں کر دیتی اسی طرح خوشی کی بات کہ کسی کو بیٹا کہہ لو یا بیٹا بنا لو غیر کو بیٹا نہیں بنا دیتی۔

جاہلیت میں دستور تھا کہ کوئی کسی کو بیٹا بنا لیتا تھا یعنی متبنّٰی کر لیتا تھا جس طرح کہ ہنود گود لے لیتے ہیں پھر وہ شخص اصلی بیٹا سمجھا جاتا تھا اور اسی کی میراث بھی پاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وحی سے پہلے زید بن حارثہ کلبی کو بیٹا کر لیا تھا، لوگ اس کو زید بن محمد کہا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے کہ ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہہ کر پکارا کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن میں آ گیا ادعوھم

لآبائھم انتہی تب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کہہ دیا کہ تو زید بن حارثہ بن شراحیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس الحاق اور اس نسبت جاہلیت کو بھی رد کر دیا اب اسلام میں متبنیٰ بنانا کوئی چیز نہیں رہا۔

ذٰلکم قولکم بافواھکم یہ صرف تمہاری منہ کی باتیں ہیں عند اللہ ان کی کچھ بھی اصل نہیں نہ کسی کے لیے دو دل ہیں نہ کوئی بیوی کسی کی ماں ہے نہ کوئی غیر کا بیٹا بیٹا ہے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل یہی بات اللہ کہتا ہے اور وہی سیدھا رستہ بتاتا ہے نہ وہ کہ جو تم کہتے ہو۔

تیسری بات کی بابت سیدھا رستہ بتانے کے لیے یہ حکم دیتا ہے ادعوھم لآبائھم الخ کہ ان کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارا کرو یہ اللہ کے نزدیک بہتر اور انصاف کی بات ہے۔ اگر تم کو ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو بھائی یا مولیٰ فلاں کہہ کے پکارو۔ قال الزجاج موالیکم اے اولیائکم فی الدین۔ اور بعض کہتے ہیں اگر آزاد ہے اور اس کے باپ کا نام معلوم نہیں تو بھائی کہہ کے پکارو اور اگر غلام ہے تو مولیٰ فلاں اس کے آقا کے نام سے پکارو۔ موالی مولیٰ کی جمع ہے جو ولاء سے مشتق ہے جس کے معنی قرابت اور نزدیکی کے ہیں۔ قرابت نسبی کے علاوہ اسلام میں قرابت سببی بھی معتبر ہے۔ پھر اس کی دو قسم ہیں۔

ایک موالاۃ و مواخات کہ باہم دو شخصوں کا ایسا عقد دوستی مستحکم ہو جاوے کہ ایک دوسرے کے نیک و بد میں شریک ہونا لازمی سمجھے۔ ابتداء اسلام میں اس سے وراثت بھی دلائی جاتی تھی۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں اسی طرح سے ایک کو دوسرے کا بھائی قرار دیتے تھے جو ایک دوسرے کے رنج و راحت کا شریک ہوتا تھا۔ خصوصاً پردیسیوں کے لیے اس سے بڑا فائدہ تھا۔ اب بھی گو توریث نہ ہو مگر اس قسم کی موالاۃ بڑی عمدہ بات ہے اور اسی طرح قبائل عرب میں موالاۃ ہوا کرتی تھی۔ خصوصاً پردیس اور غیر برادری کے لوگ کسی قبیلہ کے ساتھ ایسی برادری قائم کر کے بڑی عافیت سے زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ وہ شخص انہیں کی طرف منسوب ہوا کرتا تھا کہتے تھے مولیٰ فلاں۔

دوسری ولاء عتاقت کہ جو کوئی کسی کو آزاد کرتا تھا تو آزاد کردہ اسی کی طرف منسوب ہوتا تھا اس کو بھی مولیٰ فلاں کہتے تھے اسی طرح جو کوئی کسی کے ہاتھ پر اسلام لاتا تھا، وہ بھی اسی کی طرف منسوب ہوتا تھا اس کو بھی مولیٰ فلاں کہتے تھے۔ امام ابو حنیفہ وغیرہ عجمی لوگوں کے بزرگ جب اسلام لائے اپنے مرشدوں کے مولیٰ کہلائے جس کو بعض نے غلطی سے غلام ہونا سمجھ لیا۔ حاصل کلام یہ کہ جس قسم کی موالاۃ پائی جائے تو جس کے حق میں وہ موالاۃ ثابت ہو اس کی طرف منسوب کر دو یہ بات عرب میں تحقیر کا سبب نہیں سمجھی جاتی تھی بلکہ اس قسم کا انتساب باعث فخر سمجھا جاتا تھا۔ ہاں اس اخیر زمانے میں جب کہ اسلام دور دراز ملکوں میں پھیل گیا اور بزرگوں کی طرف موالات کا انتساب چلا آتا تھا وہ نسب کی طرف رجوع کر گیا۔ پچھلوں نے اپنے آپ کو انہیں کی اولاد مشہور کر دیا۔ سیکڑوں سید سیکڑوں صدیقی سیکڑوں فاروقی ہزاروں عثمانی ہندستان میں اسی قسم کے ملیں گے۔

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی غیر باپ کو باپ جان کر بنا دے تو کافر ہے اور اسی وجہ سے طعن فی الانساب کا دستور آج ہندستان میں ہو گیا اور نئی قومیں جو اسلام میں داخل ہوتی ہیں خواہ وہ جاہلیت میں شریف ہی کیوں نہ ہوں ان کو یہ نالائق طعن کرنے لگے جو اسلام کے لیے ایک دھبہ بن گیا۔ فرماتا ہے لیس علیکم جناح اگر غلطی سے تمہارے منہ سے نکل جائے

اور غیر کی طرف اس کو منسوب کر دیا جائے تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ ہاں عمداً کرو گے تو گنہ گار ہو گے وکان اللہ غفورا رحیما۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ

نبی ایمان داروں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ

اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ

اقرب ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی

اور اہل قرابت آپس میں اللہ کی کتاب

بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ

میں ایک دوسرے کے حق دار ہیں

الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ

ایمان داروں اور ہجرت کرنے والوں کو مگر یہ کہ

تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ

تم اپنے رفیقوں سے (کچھ) احسان کرو

كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶

یہ کتاب میں لکھا جا چکا۔

تفسیر

چوں کہ اخوت فی الدین اور ولایت کا ذکر تھا اور ضمناً زید بن حارثہ کا بیٹا ہونا بھی باطل کر دیا تھا جس سے وہم گزرتا تھا کہ نبی کو اب کسی امتی سے کوئی تعلق نہیں رہا اس لیے اس آیت النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم میں نبی کا رشتہ بتلا کر اس وہم کو دفع کر دیا گیا کہ نبی کا رشتۂ قرابت مسلمانوں کے لیے ان کی ذات سے بھی زیادہ ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر ایک مومن کے لیے میں سب سے زیادہ ولی ہوں دنیا اور آخرت میں اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ دیکھو النبی اولی الخ الآیۃ جو کوئی مسلمان مال چھوڑ کر مرے تو اس کو اس کے قرابت داریوں جو کوئی ہوں، اگر قرض چھوڑے یا عیال[1] چھوڑے تو میرے پاس قرض خواہ آوے کہ میں اس کا متولی اور کارکن اور متکفل ہوں۔ اور اسی طرح اس کو بخاریؒ نے باب استقراض میں روایت کیا ہے اور اسی کے معنی میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اور امام احمدؒ نے روایت کیا ہے۔ ابن مسعود کی قرارت میں اس کے بعد وھو اب لھم بھی آیا ہے کہ نبی مسلمانوں کا باپ ہے۔ اور مجاہد کہتے ہیں کہ ہر نبی امت کا باپ ہے اور اسی لیے سب اہل ایمان بھائی ہیں ایک روحانی باپ کے بیٹے۔ آگے جو آتے گا ما کان محمد ابا احد من رجالکم الآیۃ کہ محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں تو وہ اس کے مخالف نہیں ہے کس لیے کہ یہاں باپ ہونے سے اور اسی طرح حضرتؐ کی بیویوں کے ماں ہونے سے روحانی ماں باپ ہونا مراد ہے اور اس آیت میں جو باپ ہونے کا انکار ہے تو جسمانی باپ ہونے کا انکار ہے جس کو عرف میں باپ کہتے ہیں۔

اور اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ نبی روحانی باپ ہے عرفی باپ کے سبب دنیا کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور اس باپ کے طفیل کہ جس پر سیکڑوں ماں باپ کو قربان کر دیا جائے حیاتِ ابدی نصیب ہوتی ہے۔ پس عرفی باپ کا جس قدر ادب اور اس کی اطاعت فرض ہے اس سے لاکھ درجے بڑھ کر اس روحانی باپ کی اطاعت و محبت فرض ہے اور ہر طرح سے ادب واجب ہے۔ خود قرآن مجید میں ہے فلا وربک لا یؤمنون الخ کہ تیرے رب کی قسم وہ ایمان دار

[1] عیال کا ترجمہ ہے جو بفتح عین ہے ۱۲ منہ

نہ ہوں گے جب تک کہ دل سے تیرے فیصلہ کو تسلیم نہ کریں گے۔

صحیح میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بخدا تم میں سے کوئی بھی مؤمن نہیں جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان اور مال اولاد سب لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہوں اور روحانی باپ کی جب تک اس قدر محبت نہ ہوگی کبھی سعادت نصیب نہ ہوگی۔ اس محبت سے مؤمن اس کے مقابلہ میں ماں باپ امیر غریب کسی کی پروا نہیں کرتا۔ نفسی فداک یا محمد صلی اللہ علیک وسلم۔ باوجود اس نص قطعی آجانے کے آں حضرت فداہ امی وابی کو بڑے بھائی سے تشبیہ دینا گستاخی و بدنصیبی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

وازواجہ امہٰتہم اور نبی کی بیویاں مسلمانوں کی ماں ہیں۔ یعنی جس طرح ماں کا ادب اور تعظیم واجب ہے اسی طرح ان کا بھی اور جس طرح ماں سے نکاح حرام ہے ان سے بھی۔ مگر اس میں نبی کی بیویوں کی بیٹیاں شامل نہیں کس لیے کہ ان سے نکاح درست ہے۔ حیف ہے ان لوگوں پر کہ جو حضرتؐ کی بیوی عائشہ صدیقہؓ سے گستاخی کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرتؐ کی اولاد اور خاندان کی محبت و تعظیم لازم ہے۔

واولوا الارحام بعض ابن عباسؓ و سعید بن جبیرؒ وغیرہ سلف سے خلف تک یہ کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں جب کہ لوگ ہجرت کرکے مدینہ میں آتے تھے ان کے خویش و اقارب کفر کی وجہ سے چھوٹ جاتے تھے تو مہاجرین و انصار میں ایک دوسرے کا اسلام و ہجرت اور باہمی بھائی چارہ کی وجہ سے وارث قرار دیا جاتا تھا۔ پھر جب لوگوں کے اقارب بھی اسلام میں داخل ہوئے تو یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہوگیا۔ اس آیت میں صاف حکم ہوگیا کہ ایمان دار و مہاجر اقارب زیادہ تر ولی ہیں اور مہاجروں ایمان داروں سے کہ جن سے مواخاۃ قائم ہوئی تھی یہی وارث ہوں گے۔

الا ان تفعلوا الی اولیٰئکم معروفا ہاں اس کا مضائقہ نہیں کہ تم اپنے ان انصار و مہاجرین بھائیوں سے اور کوئی نیکی کرو ہمدردی محبت اور مرتے وقت وصیت کر جاؤ۔

کان ذٰلک الخ یہ حکم اس کتاب ازل میں مندرج ہو چکا جو کبھی نہ بدلے نہ متغیر ہو۔ یعنی کتاب قضا و قدر میں۔

ابحاث

اوّل۔ من قلبین مفعول بجعل ومن زائدۃ۔ فی جوفہ متعلق بجعل اوصفۃ لقلبین۔ لرجل متعلق بجعل اومفعول اول ویمکن ان یکون المعنی ما جمع قلبین فی جوف رجل۔ ازواجکم موصوف الٰئی جمع التی، و الاصل اثبات الیاء ویجوز حذفہا اجتزاءً بالکسرۃ تظہرون مضارع ظاہر وقرئ مضارع تظاہر والاصل تتظاہرون و قرئ تظہرون والاصل تتظہرون فادغمت التاء الثانیۃ فی الظاء بعد ابدالہا ظاء والجملۃ مع الموصول والصلۃ صفۃ لازواجکم وہی مفعول اول لجعل امہٰتکم مفعول ثان۔ وکذا ادعیاءکم مفعول اول وابناءکم مفعول ثان۔ ادعیاء جمع دعی فعیل بمعنی مفعول من الدعوۃ بالکسر فی القاموس الدعوۃ بالکسر الادعاء بالنسب وہذا الجمع علی خلاف القیاس لان القیاس ان یکون جمع الفعیل المعتل اللام اذا کان بمعنی فاعل افعلاء کتقی واتقیاء وغنی واغنیاء ونہنا وان کان فعیل معتل اللام لان اصلہ دعیو فادغم لکنہ لیس بمعنی فاعل بل انہ بمعنی مفعول فکان القیاس جمعہ علی فعلی کقتیل وقتلیٰ وجریح وجرحیٰ ومریض ومرضیٰ۔ فکانہ شبہ بفعیل بمعنی فاعل فجاء جمعہ شذوذا علی افعلاء کاسیر واسارٰی کذا قیل ہو

لہ ما جعل اللہ لرجل من قلبین ۱۲ منہ

اقسط الضمیر لمصدر ادعوا فاخوانکم بالرفع ای فہم اخوانکم وبالنصب ای فادعوہم اخوانکم ولکن فامانی موضع جر عطفا علی ما ویمکن ان یکون فی موضع رفع علی الابتداء والخبر محذوف بعضہم یجوز ان یکون بدلا وان یکون مبتدا فی کتب اللہ یتعلق باولی واصل مولی فی الجار والمجرور ویجوز ان یکون حالا والعامل فیہ معنی اولی من المؤمنین والمہجرین یجوز ان یکون متصلا باولوا الارحام فینتصب علی التبیین ای اعنی فیکون المعنی واولوا الارحام من المؤمنین والمہاجرین اولی بالمیراث من الاجانب ویجوز ان یکون صلۃ لاولی فیکون المعنی اولوا الارحام بحق القرابۃ اولی بالمیراث من المؤمنین والمہاجرین بحق الدین والہجرۃ۔ الا ان تفعلوا استثناء امتصل من اعم العام والتقدیر اولی بعضہم فی کل شیء من الارث وغیرہ الا فی فعل المعروف من صدقۃ او وصیۃ فان ذلک جائز للاولیاء وامامنقطع والتقدیر لکن فعل المعروف للاولیاء لاباس بہ۔

دوم۔ ان آیات میں علاوہ کمال بلاغت و فصاحت کے امور سیاسیہ واسرار حکمت کی نہایت رعایت کی گئی ہے۔

اول یہ کہ امور قدرت میں عادت اللہ کو کس محل پر بیان فرمایا کہ وہ ایک ظرف میں دو دل نہیں بناتا۔ کس لیے کہ قلب معدن ہے روح حیوانی کا جو نفس انسانی سے سب سے اول متعلق ہوتی ہے اور منبع ہے تمام قویٰ کا۔ اگر جسم میں دو دل ہوں تو تناقض پیدا ہو جاوے۔ کیوں کہ اگر ایک کو ان سب باتوں کے لیے کار آمد قرار دیں گے تو دوسرا بے کار ہو جاویگا۔ انسان قدرت الٰہیہ کا آئینہ ہے اس میں ایسی چیز کا بے کار رہنا حکیم مطلق کی حکمت کے خلاف ہے۔

دوم یہ کہ قدرتی باتوں کے علاوہ عادی اور عرفی باتوں میں بھی اس نے اپنے ہی قانون قدرت کو غالب رکھا ہے۔ انسان کے نام بدل دینے سے امور واقعیہ کی حقیقت نہیں بدل سکتی، اس کی نظیر میں دو باتیں پیش کیں۔ بیوی کو ماں کہنے سے ماں نہیں ہو جاتی۔ غیر کا بیٹا بیٹا کہنے سے اپنا بیٹا نہیں ہو جاتا۔ اس کے بعد بول چال میں ادب کی تعلیم فرمائی۔ واقعات کا لحاظ رکھ کر اور محبت کا برتاؤ بتلایا کہ یہ کہہ کر پکارو اور اس میں بنی آدم کے باہمی سچے رابطے بھی بیان کر دیے وہ کیا؟ دینی برادری، قرابت نسبی، موالاۃ، مواخاۃ۔ پھر امت سے رسول کو جو رابطہ ہے وہ بتلایا کہ وہ دینی باپ ہے تمہارے حال پر عرفی باپ سے زیادہ مہربان ہے نہ صرف وہی بلکہ اس کی بیویاں بھی تم پر تمہاری ماؤں سے زیادہ شفیق ہیں۔ یعنی اس کا پاک خاندان بھی امت کے لیے رحمت الٰہی ہے۔ ان کی ذات بابرکات سے بھی بے شمار فوائد امت کو پہنچتے ہیں۔ اور اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کو نوح کی کشتی سے تشبیہ دی ہے امت کو ان سے محبت وادب ہی کرنا واجب نہیں بلکہ ان کے طریقے کی بھی پیروی بھی، واللہ اعلم۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ

اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے نبیوں سے عہد لیا

وَمِنْكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَ

اور آپ سے اور نوح اور ابراہیم اور

مُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَ

موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے بھی اور

أَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٧﴾

ان سے ہم نے پکا عہد لیا تھا

لِّيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَن صِدْقِهِمْ ۚ

تاکہ (قیامت کے دن) اللہ سچوں سے ان کے سچ کی بابت پوچھے

وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۸

اور کافروں کے لیے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے۔

ترکیب

واذ مقدر باذکر میثاقھم مفعول لاخذنا و من النبیین متعلق بہ و منک معطوف علی النبیین عطف الخاص علی العام ومن نوح وکذا ما بعدہ عطف علی منک باعادۃ الجار لیصح العطف علی الضمیر المتصل و اخذنا منھم الخ الجملۃ معطوف علی الجملۃ السابقۃ لبیان ھذا الوصف و اعد عطف علی اخذنا او علی ماول علیہ لیسئل کانہ قال فاثاب المؤمنین و اعد للکفرین (بیضاوی)

تفسیر

اتباع وحی کے حکم کو اول ما جعل اللہ لرجل من قلبین سے مؤکد کیا تھا کہ دل ایک ہے دو نہیں جو دو طرف لگاؤ۔ پس خاص اللہ ہی کی طرف لگانا چاہیے۔ اب اسی حکم کو واذ اخذنا من النبیین میثاقھم سے مؤکد کرتا ہے کہ تم کو وحی کا اتباع کرنا پر ضرور ہے کس لیے کہ تم اے محمد اس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے سب نبیوں سے عہد لیا خصوصاً آپ سے اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰ بن مریم سے، اور عہد بھی کیسا بڑا مستحکم عہد لیا۔

اب گفتگو اس میں ہے کہ وہ کیا عہد تھا اور کب لیا تھا۔ دوسری بات کی بابت ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس سے اور انہوں نے ابو العالیہ سے اور انہوں نے اُبی بن کعب سے یوں نقل کیا ہے کہ یہ عہد اس وقت لیا تھا کہ جب روزِ میثاق میں لوگوں کو آدمؑ کی پشت سے باہر نکالا تھا اور تمام بنی آدم سے عہد لیا تھا جیسا کہ فرماتا ہے واذ اخذ ربک من بنی آدم الآیۃ۔ اور وہاں انبیاء سے بالخصوص عہد موثق لیا تھا۔ اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ چنانچہ اور جگہ بھی اس عہد کا ذکر آیا ہے کما قال اللہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتٰب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علیٰ ذٰلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشٰھدین۔ مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ عہد انبیاء سے دنیا میں رسول بنا کر بھیجے جانے کے بعد لیا تھا۔

اول بات کی بابت مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ انبیاء سے جو عہد لیا گیا تھا وہ اس بات کا تھا کہ دینِ الٰہی کو قائم رکھیں احکامِ الٰہی لوگوں کو سنا دیں، خدا تعالےٰ کی رضامندی ہر بات میں مقدم رکھیں اور باہم اتفاق رکھیں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔

واخذنا منھم میثاقا غلیظا یہ دوسرا جملہ کوئی جدا جملہ نہیں کہ جس سے دوسرا عہد سمجھا جاوے بلکہ یہ پہلے جملہ کی تاکید اور اس کا بیان ہے کہ وہ عہد ایسا ویسا نہیں بلکہ بڑا سخت عہد لیا تھا۔ نبی کو جب اسرارِ غیب کا رازدار بنایا جاتا ہے تو اس سے اس قسم کا سخت عہد بھی لیا جاتا ہے۔

ف اول تو جمیع انبیاء کا ذکر عام طور سے کیا کہ ہم نے ان سے عہد لیا تھا۔ پھر ان میں سے پانچ نبیوں کا نام لیا جو بڑے اولوا العزم اور صاحبِ شریعت تھے اگرچہ دنیا میں حضرتؐ کا ظہور سب نبیوں کے بعد ہو کر آپ ہی پر سلسلۂ نبوت تمام کر دیا گیا مگر آپ عالمِ ازلی میں سب سے پہلے نبی ہیں۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی شرح میں فرمایا ہے کہ میں سب نبیوں سے پیدا ہونے میں اول ہوں اور بھیجے

جانے میں سب سے اخیر ہوں اس لیے سب سے اول اللہ نے میرا ذکر کیا۔ اس روایت کے سلسلے میں سعید بن بشیر راوی ضعیف ہے مگر اس کی مؤید اور بہت سی صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

لیسئل الصّٰدقین عن صدقھم اس عہد لینے کا نتیجہ بیان فرماتا ہے کہ یہ اس لیے لیا گیا کہ قیامت کے دن انبیاء سے سوال کرے جو اپنے عہد کے پورا کرنے میں صادق تھے کہ تم نے اپنے کام کو پورا اور عہد کو سچا کر دیا لوگوں کو احکام پہنچائے؟ وہ کہیں گے ہاں۔ اس سے منکرین کو الزام دینا مقصود ہوگا۔ اور ممکن ہے صادقین سے انبیاء کی تصدیق کرنے والے لوگ مراد ہوں کیوں کہ صادق کا مصدق بھی صادق ہے اور مؤمنین بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ جنہوں نے دنیا میں اپنا عہد سچا کر دیا۔ اور منکروں کو دردناک عذاب ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ

ایمان والو! اللہ کے احسان کو یاد کرو

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ

جو تم پر ہوا جب کہ تم پر لشکر چڑھ آیا

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا

پھر ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور ایسا لشکر بھیجا کہ

لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

جس کو تم نہیں دیکھ سکتے تھے اور جو کچھ تم کرتے تھے اللہ

بَصِيْرًا ۝ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ

دیکھ رہا تھا جب کہ وہ لوگ تم پر تمہارے اوپر کی جانب

وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ

اور نیچے کی جانب سے چڑھ آئے اور جب کہ آنکھیں

الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ

پتھرا گئی تھیں اور دل گلوں تک پہنچ

الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝

گئے تھے اور اللہ سے تم طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا

اس موقع میں ایمان دار آزمائے گئے اور سخت

زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ وَاِذْ يَقُوْلُ

ہلا دیے گئے اور جب کہ

الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

منافق اور جن کے دلوں میں شک تھا

مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ

کہنے لگے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو ہم سے وعدہ

اِلَّا غُرُوْرًا ۝

کیا تھا صرف دھوکا ہی تھا

ترکیب

علیکم صفت لنعمۃ اللہ۔ اذ جاءتکم ہو مثل اذ کنتم اعداء وقد ذکر فی آل عمران اذ جاءوکم بدل من اذ الاولیٰ وجنود معطوف علی ریحا لو تروھا صفۃ الجنود الظنونا بالالف فی المصاحف ووجہہ انہ راس آیۃ فشبہ باواخر الآیات ویقرء بغیر الالف علی الاصل۔

تفسیر

یاایھا الذین آمنوا یہاں سے اپنی اطاعت کی ترغیب دیتا ہے اپنا احسان اور فضل یاد دلا کر کہ اے ایمان دارو! اس وقت کو یاد کرو جب کہ تمہارے اوپر لشکر چڑھ آئے اور تمہاری سخت حالت ہو گئی تھی ہم نے ان کو ہزیمت دے کر

تم سے ٹال دیا۔

غزوۂ خندق کا واقعہ

یہ غزوۂ خندق کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو موافق قول[1] صحیح کے شوال کے مہینے میں ہجرت کے پانچویں سال واقع ہوا تھا۔ اور اس کا باعث یہ ہوا تھا کہ مدینہ کے پاس یہود کا ایک قبیلہ بنی النضیر رہتا تھا۔ ان کی بدعہدی اور شرارت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہاں سے نکال دیا تھا۔ ان میں سے بہت لوگ خیبر[2] جا رہے تھے ان لوگوں میں سے سلام بن ابی الحقیق و سلام بن مشکم و کنانہ ابن الربیع مکہ میں آئے اور قریش کو حضرتؐ کے اوپر چڑھائی کے لیے آمادہ کیا اور ان کی مدد کا وعدہ کیا پھر وہاں سے نکل کر غطفان[3] کے قبیلہ کو بہکایا۔ یہ لوگ اول اسی سے حضرتؐ سے بھرے بیٹھے تھے۔ لڑائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ قریش کے سپہ سالار ابوسفیان صخر بن حرب اور غطفان کا عیینہ بن حصن تھا۔ سب کا مجمع قریب دس ہزار کے تھا۔ جب حضرتؐ کو خبر ہوئی کہ یہ لوگ آتے ہیں تو سلمان فارسی کے مشورہ سے مدینہ کے شرقی جانب میں خندق کھودنے کا حکم دیا۔ خندق کھودنے میں لوگوں نے بہت سے معجزات اور آیات بینات کا مشاہدہ کیا۔ پس مخالفین میں سے کچھ تو مدینہ سے شرقی جانب میں احد پہاڑ کے قریب آ اترے اور کچھ مدینہ سے بلندی کے رخ اتر پڑے۔ کما قال اللہ تعالیٰ اذ جاءوکم من فوقکم۔ مدینہ کے ایک رخ بلند سطح ہے ایک رخ نشیب ہے۔ بلند سطح پر اترنے سے مراد اوپر سے آنا ہے ومن اسفل منکم سے مراد نشیب کی سطح میں اترنا ہے۔ مدینہ کے لوگ چاروں طرف سے محاصرہ میں آ گئے ہر طرح کی تکلیف اور ہر وقت کے خوف سے لوگوں کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ جس کو اللہ تعالیٰ ان آیات میں بیان فرماتا ہے۔

واذ زاغت الابصار کہ آنکھیں پتھرا گئی تھیں جیسا کہ ڈر کے وقت ہوا کرتا ہے۔ وبلغت[4] القلوب الحناجر اور دل گلوں تک پہنچ گئے تھے۔ یہ ایک محاورۂ عرب کی بات ہے۔ شدت خوف کے وقت یہ کہا کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے محاورہ میں کہتے ہیں ناک میں دم آ گیا تھا۔ یا کہا کرتے ہیں دل باہر نکل پڑے تھے۔ کلیجہ پانی ہو گیا تھا۔ اس پر اعتراض کرنا سخت حماقت ہے۔

وتظنون باللہ الظنونا اور تم اللہ سے طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے پس سچے ایمان دار تو یہی کہتے تھے ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایمانا وتسلیما کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے ضرور اسلام فتح یاب ہو گا اور منافق کہتے ہیں کہ ہم مصیبت میں پڑ گئے اور برے گمان دل میں پیدا کرتے تھے۔

الغرض ایسا سخت وقت تھا کہ ھنالک ابتلی المؤمنون وزلزلوا زلزالا شدیدا کہ ایمان دار آزمائے گئے اور سخت زلزلہ میں پڑے پرکھے اور مخلص نکلے۔ اور منافق لوگ کہ جن کے دلوں میں نفاق کا مرض تھا یہ

---

[1] لیکن موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کہتے ہیں چوتھے سال ہوا تھا ۱۲ ابن کثیر　[2] یہ ایک پہاڑی سلسلہ میں مدینہ سے کئی منزل جنوب و شمال کے رخ ایک گڑھی ہے اور چھوٹا سا قصبہ ہے جہاں باغات اور چشمے بھی ہیں ۱۲ منہ　[3] عرب میں بڑا قبیلہ تھا ۱۲ منہ　[4] فان الرئۃ تنتفخ من شدۃ الروع فترتفع بارتفاعہا الی راس الحنجرۃ وہی مدخل الطعام والشراب۔ بیضاوی۔ اس تقدیر پر بھی کچھ اعتراض نہیں پڑتا۔ کیونکہ سخت خوف میں پھیپھڑا پھول کر گلے تک آ جاتا ہے ۱۲ منہ

کہنے لگے ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا۔ کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو کچھ ہم سے وعدہ کیا تھا سب جھوٹ تھا۔

القصہ یہ کفار قریب ایک مہینے کے محاصرہ کیے ہوئے پڑے رہے۔ باہم کوئی صف بستہ ہو کر لڑائی نہیں ہوئی۔ البتہ تیر باری اور سنگ باری ہوتی رہی۔ البتہ ایک بار عمرو بن عبدود عامری چند سواروں کو لے کر خندق سے نکل کر مسلمانوں کے قریب آگیا تھا اس کے مقابلہ کو علی مرتضیٰ نکلے اور اس کو قتل کر ڈالا۔ آخر کار اللہ نے فضل کیا اور آسمانی لشکر بھیجا ایک سخت آندھی چلائی۔ اور سردی کے ایام تھے اس میں سردی بھی نہایت تھی۔ کما قال فارسلنا علیھم ریحا اس سے وہ نہایت پریشان ہو گئے۔ وجنودا لم تروھا اور ملائکہ کا لشکر بھی بھیجا جو مسلمانوں کو دکھائی نہیں دیتا تھا۔ آخر سب ہراساں ہو کر بھاگے یہاں تک کہ طلیحہ بن خویلد اسدی نے کہا محمد نے تم کو سحر میں گرفتار کر لیا۔ ہوا کے سوا گھوڑوں اور سواروں کی آہٹ ہر طرف سے معلوم ہوتی ہے بھاگو، بھاگو۔ پس سب بھاگ گئے۔

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ
اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت کہنے لگی کہ مدینہ
يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ
والو! تم (مقابلہ میں) ٹھیر نہ سکو گے سو ہٹ چلو
وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ
اور ان میں سے کچھ لوگ نبی سے رخصت مانگنے لگے
يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا
کہنے لگے کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں اور حالانکہ

هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا
وہ اکیلے نہ تھے وہ صرف بھاگنا چاہتے
فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ
تھے اور اگر کسی طرف سے کوئی ان پر
مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ
گھس آتا پھر ان سے فساد کی درخواست کی جاتی
لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا
تو فساد پر آمادہ ہو جاتے اور دیر نہ کرتے مگر
يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا
بہت ہی کم حالانکہ اس سے پہلے اللہ سے
اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ
عہد بھی کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے
وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ
اور اللہ سے عہد کرنے کی پرسش ہوتی رہے گی کہہ دو
لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ
اگر تم موت یا قتل (کے خوف) سے بھاگو گے تو
مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا
یہ تم کو کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور (اگر بھاگ کر بچ گئے
تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ
بھی) تو چند روز اور دنیا میں (بس بس لوگے)۔ (اے نبی ان سے کہو کہ
ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ
وہ کون ہے جو تم کو اللہ سے بچا سکے
اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ
اگر وہ تمہارے ساتھ بدی کرنا چاہے یا تم پر

لہ یہ شخص عرب میں بڑا شہ سوار بہادر مشہور تھا ۱۲ منہ

بِكُمْ رَحْمَةً وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ
مہربانی کرنا چاہے (تو کوئی مانع نہ ہو سکے) اور ان کو اللہ کے سوا
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾
اپنے لیے کوئی نہ حمایتی ملے گا اور نہ مددگار۔
قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ
البتہ اللہ جانتا ہے تم میں سے روکنے والوں کو
وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ
اور اپنے بھائی بندوں سے (یہ) کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ
وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾
اور وہ خود جنگ میں حاضر نہیں ہوتے مگر بہت ہی کم
اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ
تمہاری بخیلی سے پھر جب خوف کا وقت آجائے
رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ
تو آپ ان کو دیکھیں گے کہ آپ ہی کی طرف تکنے لگتے ہیں ان کی آنکھیں اس
اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ
شخص کی طرح پھرتی ہیں کہ جس پر سکرات موت
مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ
طاری ہوں پھر جب خوف دور ہو جائے
سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً
تو تم سے زبان تیز کر کے ملیں گے مال
عَلَى الْخَيْرِ ۚ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا
کے لالچ میں یہ لوگ ایمان بھی نہیں لائے
فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ
سو اللہ نے ان کے اعمال حبط کر ڈالے اور یہ
ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾
اللہ کے نزدیک آسان بات ہے۔

ترکیب

یثرب غیر منصرف للتعریف ووزن الفعل وفیہ التانیث یقولون حال او تفسیر لیستاذن۔ عورۃ لے ذات عورۃ ویقرء بکسر الواو والفعل منہ عور فہو اسم فاعل لا قوۃ ہا بالقصر جاؤہا وبالمد اعطوہا ماعندہم من القوۃ لا یسیرا لبثا یسیرا او زمانا یسیرا اے قلیلا لا یلبثون الا دہارہ جواب القسم لان عاھدوا بمعنی اقسموا۔ ھلم وذکر فی الانعام الا انہ ہنا متعد وہذا لازم اشحۃ جمع شحیح بمعنی بخیل ونصبہا علی الحال من فاعل یاتون او المعوقین او علی الذم واشحۃ الثانی حال من الضمیر فی سلقوکم ینظرون حال لان رایتہم بمعنی ابصرتہم تدور حال من فاعل ینظرون۔

تفسیر

ان آیات میں خدا تعالیٰ منافقوں کے ظنونِ فاسدہ اور اقوالِ کاذبہ کو نقل کرتا ہے جو اس حادثہ میں بجائے صبر واستقلال کے ان سے ظہور میں آئے اور اس واقعہ میں ان کی لاف زنی کا امتحان ہو گیا۔ تاکہ وقتِ مصائب اہلِ اسلام ایسے خیالاتِ فاسدہ دل میں نہ لائیں۔ آیات میں کوئی بات چنداں تفسیر کرنے کے لائق نہیں صاف ہیں۔

واذ قالت طائفۃ منہم یعنی منافقوں کی ایک جماعت نے یہ کہا۔ مقاتل کہتے ہیں وہ بنی سالم کے منافق تھے۔ سدی کہتے ہیں عبداللہ بن ابی اور اس کے یاروں نے کہا تھا۔ بعض کہتے ہیں ابن قیظی اور اس کے دوستوں نے کہا تھا کہ یا اہل یثرب لا مقام لکم کہ لئے مدینہ والو تمہارے لیے یہاں ٹھیرنے کی جگہ نہیں یا تم دشمن کے مقابلہ میں ٹھیر نہیں سکتے، میدانِ جنگ چھوڑ کر اپنے اپنے گھر چلو۔ یا تم دینِ اسلام پر قائم نہیں رہ سکتے، دین چھوڑ کر کفر کی

طرف رجوع کرو کہ دشمنوں سے پناہ پاؤ۔

یثرب۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں یثرب زمین کے ایک قطعہ کا نام ہے، اور مدینہ اس کے ایک گوشہ میں آباد ہے بعض کہتے ہیں خاص مدینہ کا پہلا نام یثرب ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا مجھے ایسے شہر میں رہنے کا حکم ہوا جو اور شہروں کو کھا جاوے اس کو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے، الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ یثرب مدینہ ہے۔ اور آپؐ نے پھر یثرب نام لینے سے منع کیا جیسا کہ امام احمد نے روایت کیا ہے تو اس لیے کہ یثرب کے نام میں سرزنش کے معنی پائے جاتے ہیں اس لیے مدینہ نام بہتر ٹھیرایا۔

ویستاذن فریق اور ایک جماعت منافقوں کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگتی تھی کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں اجازت دیجیے کہ میدان چھوڑ کر گھر جاویں۔ یہ لوگ بنو حارثہ و بنو سلمہ کے تھے۔ خدا تعالیٰ ان کے عذر کو باطل کرتا ہے کہ یہ صرف انہوں نے بھاگنے کے لیے بہانہ بنایا ہے۔

ولو دخلت علیھم یعنی ان کے گھروں میں یا مدینہ میں مخالف داخل کیے جاتے من اقطارھا اے جوانبہا یعنی ہر طرف سے آجاویں۔

ثم سئلوا الفتنۃ پھر ایسی حالت میں ان سے دین سے پھر جانے کی یا مسلمانوں سے لڑنے کی درخواست کی جاوے تو آمادہ ہو جاویں گے پھر گھروں کے اکیلے ہونے کا کچھ بھی عذر نہ کریں۔

ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل حالاں کہ اس سے پہلے یعنی غزوۂ خندق سے پیشتر بدر کی لڑائی کے بعد جب کہ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہوئے اور مسلمانوں کو اللہ نے کامیاب کیا تو اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ اب کبھی پیٹھ نہ دیں گے دل سے لڑیں گے۔ اس کے بعد قضا و قدر کے مسئلہ سے متنبہ کرتا ہے۔

قل لن ینفعکم کہ اگر تقدیر میں مرنا اور قتل ہونا لکھا ہے تو اس بھاگنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اور بالفرض اگر بھاگ کر بچے بھی تو کب تک؟ اور اللہ کے سوا دنیا میں کوئی مددگار کارساز نہیں اگر وہ بھلائی یا برائی دینا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔

قد یعلم اللہ المعوقین تعویق۔ ٹالنا، دیر کرنا۔ کچھ منافق ایسے بھی تھے جو جنگ میں شریک ہونے سے حیلے بہانے کرتے تھے اور اس پر طرہ یہ کہ اپنے بھائیوں سے بھی کہتے تھے کہ ہماری طرف آؤ جنگ میں نہ جاؤ۔ یہ ان کا شریک نہ ہونا اور تم کو روکنا ان کی بخالت کی وجہ سے ہے جو اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں اور خوف کی حالت میں ان پر غشی سی طاری ہو جاتی ہے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اے محمدؐ تمہاری طرف دیکھتے ہیں یعنی آپ ہی کو ماوی ملجا جانتے ہیں۔ اور جب خوف کا وقت جاتا رہتا ہے تو بھلائی میں شریک ہونے کے لیے بڑی چرب زبانی کرتے ہیں اللہ نے ان کے عمل برباد کر دیے وہ بے ایمان ہیں۔

يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۖ
سمجھتے ہیں کہ فوجیں نہیں گئیں

وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ
اور اگر (پھر) فوجیں آجائیں تو آرزو کریں کہ کاش

أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ
ہم باہر گاؤں میں جا رہیں (دور سے) تمہاری

عَنْ أَنْبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ
خبریں پوچھا کریں اور اگر (کسی مجبوری سے) تم میں ہی

مَا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢٠﴾ لَقَدْ كَانَ
رہنا پڑے تو بہت ہی کم لڑیں البتہ تمہارے لیے

ع ۲ ۱۳ ۱۸

لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ
رسول اللہ کی ہے روی

حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ
بہتر تھی اس کے لیے جو اللہ اور قیامت کی

الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾
امید رکھتا اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ
اور جب (اے نبی) ایمان داروں نے فوجوں کو دیکھا تو

قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
کہا یہ وہ ہے کہ جس کا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ
اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کا

اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
ایمان اور فرمانبرداری اور زیادہ ہوگئی ایمان والوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ
کہ جنہوں نے جس کا اللہ سے عہد کیا تھا اس کو سچ

عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ
کر دکھایا پھر ان میں سے کچھ تو اپنا کام پورا کر چکے اور

مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا
کچھ منتظر ہیں اور انہوں نے عہد میں کچھ

تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ
بھی خلاف نہیں کیا تاکہ اللہ سچوں کو ان کے

بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ
سچ کا بدلہ دے اور اگر چاہے تو منافقوں کو

اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
عذاب دے یا ان کو توبہ نصیب کرے بے شک اللہ ہے

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
توبہ کرنے والا بڑا مہربان ہے اور اللہ نے کافروں کو ان کے

كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ
غصہ میں بھرا ہوا لوٹا دیا ان کے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ
اور اللہ مسلمانوں کی طرف سے جنگ کے لیے آپ کافی ہوگیا

وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ وَاَنْزَلَ
اور اللہ قوی زبردست ہے اور جن

الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ
اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کی

الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ
گڑھیوں سے اتار لایا اور ان کے

فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا
دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ ان کے ایک فریق

تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَ
کو تم قتل کرنے لگے اور ایک فریق کو قید اور

اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ
تم کو ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے

وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۭ وَ
مالوں اور اس زمین کا وارث کر دیا کہ جس پر تمہارے قدم بھی نہ پہنچے تھے اور

كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ ع ۳ ۱۹
اللہ ہر بات پر قادر ہے۔

ترکیب

يحسبون حال من احد الضمائر السابقة بادون
جمع باد۔ اسوۃ بالکسر والضم مصدر بمعنی التاسی ہو اسم

کان ولکم خبرہ وفی رسول اللہ حال او ظرف ویتعلق بالاستقرار لا باسوۃ لمن کان بدل من ضمیر المخاطب باعادۃ الجار ومنہ الاکثر فعلی ہذا یجوز ان یتعلق بحسنۃ او یکون نعتا لہا بغیظھم یجوز ان یکون مفعولا او حالا لم یبتلوا حال من اھل الکتب حال من ضمیر الفاعل فی ظاھروھم ومن صیاصیھم متعلق بانزل۔ فریقا منصوب بتقتلون۔

تفسیر

یحسبون الاحزاب یہاں سے ان کی اور بزدلی بیان کرتا ہے کہ لشکروں کے چلے جانے پر بھی ان بزدلوں کو یقین نہیں ہوتا کہ کفار کے لشکر بھاگ گئے، یہی جانتے ہیں کہ ابھی گھیرے ہوئے پڑے ہیں اور اگر بار دگر کفار کے لشکر چڑھ آئیں تو یہ نامردے یہ آرزو کریں کہ اس وقت ہم مدینہ سے نکل کر باہر جنگلوں میں چلے جاویں اور وہاں سے تمہارا حال دریافت کیا کریں۔ اور اگر وہ تمہارے پاس بھی رہیں تو بہت کم مخالف سے لڑیں۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ یہاں سے منافقوں پر تعریض کر کے ان کے مقابلہ میں مخلصین کا حال بیان فرماتا ہے کہ وہ اس واقعہ میں ایسے ثابت قدم رہے۔ اسوۃ خصلۃ حسنۃ۔ بیضاوی۔ بکسر الھمزۃ و ضمھا اقتداء بہ فی القتال والثبات فی مواطنہ۔ جلالین۔ یعنی تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی کرنی عمدہ بات تھی دیکھو وہ ان مواقع میں کیسے ثابت قدم رہے۔

ولما رأی المؤمنون الاحزاب الآیہ۔ یہاں سے لے کر غفورا رحیما تک انہیں کا حال ہے فمنھم من قضی نحبہ نذرہ۔ کہ بعض تو ان سچے دین داروں میں سے وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے ہیں شہید ہو چکے ہیں اور بعض منتظر ہیں اور عہد جو انہوں نے کیا تھا پورا کر دیا اس میں کچھ تغیر نہیں کیا۔

ورد اللہ الذین کفروا یہاں سے اپنی عنایت اور فضل کا ذکر فرماتا ہے کہ اس نے ان کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا واپس کر دیا، ہزیمت دے کر ان کو فائدہ نہ پہنچا سب نوک دم بھاگے اور اللہ آپ اس جنگ کا کارساز ہو گیا۔

وانزل الذین ظاھروھم ان کفار کے جو مددگار اہل کتاب تھے یعنی بنی قریظہ جو مدینہ کے پاس رہتے تھے اور حضرتؐ سے عہد تھا پھر عہد توڑ کر اس واقعہ میں کفار کے شریک ہو گئے تھے ان کو ان کی گڑھیوں میں بند کر دیا۔ صیاصی جمع صیصۃ وہی الحصون۔ جب ابوسفیان وغیرہ بھاگ گئے تو یہ یہود مسلمانوں کے ڈر سے اپنی گڑھیوں میں جا بیٹھے۔ پندرہ دن تک ان کا محاصرہ مسلمانوں نے کیا۔ ان کے دل میں خدا نے رعب ڈال دیا۔ آخر کار گڑھیوں سے باہر نکلے جوان مرد قتل کیے گئے اور عورتیں اور بچے غلام بنائے گئے اور ان کی جائداد و املاک بے تکلف مسلمانوں کے ہاتھ آئیں یہ اس کی قدرت کاملہ کا ایک کرشمہ تھا کما قال وقذف فی قلوبھم الرعب فریقا تقتلون وتاسرون فریقا واورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وارضا لم تطئوھا اور اس کے سوا تم کو اے مسلمانو اور زمین کا بھی وارث کیا جو تمہارے پاؤں تلے ابھی تک نہیں آئی۔ اس زمین کا وارث ہونا بطور پیشین گوئی کے فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو بہت سے ملکوں کا مالک کیا جیسا کہ فارس اور روم اور خیبر اور مکہ بلکہ کل عرب کا وکان اللہ علی کل شیء قدیرا اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ

اے　نبی　اپنی بیویوں سے　کہہ دو کہ

إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ

اگر تم کو　دنیا کی　زندگی اور اس کی آرائش

زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَ

منظور ہے　تو آؤ　تو میں تم کو کچھ

أُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَ

دے دلاؤں اچھی طرح سے رخصت کر دوں　اور

إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اگر تم　اللہ　اور اس کے رسول اور

وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ

آخرت کو چاہتی ہو　تو اللہ نے تم میں سے

لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

نیک بختوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ

اے نبی کی بیبیو! تم میں سے　جو کوئی

بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا

صریح بے حیائی کا کام کرے گی　تو اس کو

الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ

دوگنا　عذاب دیا جائے گا　اور　یہ

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

اللہ پر　آسان ہے۔

ترکیب

ان شرطیہ وجوابہا فتعالین و امتعکن واسرحکن بالجزم علی انہ جواب للامر فتعالین وبالرفع علی الاستیناف للمحسنٰت متعلق باعد منکن حال من المحسنٰت اوبیان لاتبعیض اجرا عظیما مفعول لاعد. یضعف جواب من یات۔

تفسیر

اس سورت میں بیشتر اخلاقِ انسانی کی اصلاح کی اور اس مسئلہ کو نہایت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ معاشرت کے متعلق سب سے اول بات احکام الٰہیہ کا اتباع ہے۔ کس لیے کہ عقولِ عالیہ جو مؤید بالالہام ہیں معاشرت و تمدن میں رسم و رواج سے جو تغیرات واقع ہوئے ہیں ان کا فیصلہ انہیں کے ہاتھ ہے۔ اس لیے سب سے اول خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباعِ وحی کا حکم بڑی تاکید سے دیا۔ اس کے بعد ان لوگوں کی سرزنش کی جو سخت حوادث میں احکامِ الٰہیہ کی مخالفت کر بیٹھتے ہیں۔ جیسا کہ غزوۂ احزاب میں منافقوں سے ظہور میں آیا، جن کی مذمت پچھلی آیتوں میں کی گئی۔ کس لیے کہ رسولِ الٰہی کی مخالفت سخت محرومی کا باعث ہے۔ اب ایک بات اور اخلاق کے متعلق رہ گئی تھی جن کو ان آیات یٰایھا النبی قل لازواجک میں ارشاد فرماتا ہے۔ وہ مسئلہ معاشرتِ ازواج کا ہے۔

منافقوں کی تکلیف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی عداوت اور پوشیدہ کفر کی وجہ سے تھی۔ مگر حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی طرف سے دنیاوی تجمل اور مرفہ الحالی کے سامان طلب کرنے سے بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف پہنچتی تھی، گو دل سے محبت اور ایمان رکھتی تھیں اور آپ کو اللہ کا رسول برحق جانتی تھیں۔ لیکن باایں ہمہ اپنا شوہر بھی سمجھتی تھیں۔ اور جیسا کہ عورتوں کی جبلت اور طینت ہے آپ سے دنیاوی معاملات میں وہی برتاؤ برتتی تھیں کہ جو معمولی عورتیں اپنے خاوندوں سے برتا کرتی ہیں، یہ لاؤ وہ لاؤ، ہمارے پاس فلاں چیز نہیں، فلاں کے پاس یہ کچھ ہے۔

اس پر متعدد بیویوں کی باہمی رقابت اور رشک اور بھی برافروختگی کا باعث ہوتا تھا۔

آں حضرتؐ کا ایلاء

اس لیے ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے خفا ہو کر ایک مہینے تک الگ مکان میں بیٹھ گئے اور صحابہ کے پاس بھی تشریف نہ لائے۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں جن میں ازواج مطہرات کو تعلیم و تہدید و ترغیب دی گئی۔ اس آیت میں ازواج مطہرات کو دو باتوں میں اختیار دیا گیا اور اس لیے اس آیت کو آیت تخییر کہتے ہیں، کہ اگر تم کو حیات دنیا اور اس کی آرائش منظور ہے تو آؤ میں تم کو کچھ دے کر بالکل چھوڑ دوں، طریق سنت پر طلاق دے دوں پھر تم جہاں چاہو جا کر دنیا حاصل کرو۔ اور اگر تم کو اللہ اور اس کا رسول اور دار آخرت منظور ہے تو اللہ نے تم نیک بخت بیویوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کے بعد ازواج مطہرات نے طلاق لینا منظور نہ کیا اور دار آخرت اور اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا اور عہد کیا کہ آیندہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کے سوال نہ کریں گی۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سب سے اوّل حضرتؐ نے مجھ سے فرمایا اور یہ بھی کہہ دیا کہ جلدی نہ کرنا، اپنے ماں باپ سے صلاح لے کر کہنا۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا تو مجھے اختیار کرتی ہے اور دار آخرت کو یا دنیا کو؟ میں نے کہا اس بارے میں ان سے کیا پوچھوں گی۔ میں نے اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کیا۔ اسی طرح سب بیویوں نے کہا۔

اسی مضمون کو مسلم نے اور ابن جریر اور احمد اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے +

اس آیت کے متعلق یہ بات باقی رہ گئی وہ یہ کہ علماء کی اس بارے میں بحث ہے کہ یہ اختیار کیا تفویض طلاق تھی کہ نفس اختیار سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

حسن اور قتادہ اور اکثر اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ یہ بات نہ تھی بلکہ اس بات میں اختیار دیا تھا کہ دنیا کو اختیار کرتی ہو تو آؤ طلاق لے لو۔ یا آخرت کو منظور کرتی ہو۔ خود طلاق لے لینے میں بھی اختیار نہ دیا تھا۔ بدلیل قولہ تعالیٰ فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا اور عائشہ اور مجاہد و عکرمہ و شعبی و زہری و ربیعہ وغیرہم علماء کہتے ہیں کہ ان کو از خود طلاق لے لینے میں بھی اختیار دے دیا تھا۔ یہاں تک کہ جو بیوی یہ کہہ دیتی کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو بغیر آپ کے طلاق دینے کے اس پر طلاق پڑ جاتی۔ پہلا قول بہت ٹھیک ہے۔

مسئلہ جو کوئی اپنی بیوی کو اختیار دیدے کہ خواہ تو مجھے اختیار کر لے خواہ طلاق لے لے۔ پس اگر وہ اپنے نفس کو اختیار کر لے تو جمہور کے نزدیک طلاق نہیں پڑتی مگر زید بن ثابتؓ اور علیؓ کا قول ہے کہ زوج کے اختیار کر لینے پر بھی ایک طلاق بائن پڑ جاوے گی۔ اور یہی قول حسن اور لیث اور خطابی اور نقاش کا ہے جو اس نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے۔ قوی اوّل بات ہے۔ کیوں کہ صحیحین

لہ متعۂ طلاق جو مہر کی جگہ دیا جاتا ہے، کپڑوں کا جوڑا ۱۲ منہ

میں عائشہؓ کا قول مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اختیار دیا لیکن ہم نے حضرتؐ کو اختیار کر لیا۔ پھر اس سے ہم پر کوئی طلاق نہ واقع ہوئی۔ اور قیاس بھی اسی کو چاہتا ہے کہ محض اختیار دینے سے طلاق واقع ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ البتہ اگر عورت نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو جمہور کے نزدیک طلاق پڑ جاوے گی۔ مگر عمرؓ و ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ و ابن ابی لیلیٰؒ اور ثوریؒ اور شافعیؒ یہ کہتے ہیں کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اور حضرت علیؓ اور امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں ایک طلاق بائن پڑے گی اور امام مالکؒ کا بھی اسی طرف میلان ہے۔

اس کے بعد ازواج مطہرات کے لیے اور حکم سناتا ہے یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ کہ اے نبی کی بیویو! جو کوئی تم میں سے صریح گناہ کرے گی تو دو چند عذاب دی جاوے گی۔ اور یہ بات اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔

فاحشۃ مبینۃ زنا۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی بیویوں کو اس سے محفوظ و معصوم رکھا ہے اور ان کو پاک اور طاہر کیا تھا۔ پس یہ صرف تہدید ہے جیسا کہ لئن اشرکت لیحبطن عملک ہے۔ یہ شرط ہے اور شرط وقوع کی مقتضی نہیں۔ بعض کہتے ہیں فاحشہ کا لفظ جب معرفہ ہو کر مستعمل ہوگا تو اس سے مراد زنا ہوگی یا لواطت اور جب نکرہ ہو کر مستعمل ہوگا تو اس سے مراد ہر ایک قسم کا گناہ اور جو اس کی نعمت بھی آوے گی جیسا کہ اس جگہ تو اس سے مراد خاوند کی نافرمانی اور سرکشی۔

یُضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ گناہ کوئی کرے گناہ ہے۔ مگر پھر بھی فرق ہے۔ ایک عالم اس کی برائی سے واقف ہو کر کرے ایک جاہل کرے دونوں میں فرق ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بڑے رتبہ کی تھیں اور جو کوئی بلند مرتبہ ایسا کام کرے اس کو دو چند سزا ہے۔ اس سزا دو چند سے مراد عذاب آخرت ہے کہ وہاں دو چند عذاب ہوگا۔ (مقاتل)۔

ابن جریر کہتے ہیں معاذ اللہ اگر ان سے یہ خطا سرزد ہوتی تو دو بار حد ماری جاتی جیسا کہ لونڈی کی بہ نسبت آزاد عورت کو زیادہ حد ماری جاتی ہے اور عذاب سے مراد حد ہے کما قال ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین۔

الحمد للہ اکیسویں پارے کی تفسیر تمام ہوئی

قرآنی علوم و معارف کا بے بہا خزینہ

الاتقان

فی علوم القرآن

(اردو)

دو جلدوں میں مکمل

۱۴۰/-

قرآن فہمی کیلئے بنیادی کتاب

جس کو علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے صدہا کتب کے علمی جواہرات اور مفید نادر معلومات سے مزین کیا ہے اس میں قرآن مجید کے اسی انواع علوم کا تذکرہ ہے، یہ کتاب اپنی افادیت اور جامعیت کی وجہ سے ہر دور میں مقبول رہی ہے۔

ترجمہ مولانا عبدالعلیم انصاری، مولانا محمد عبدالحلیم چشتی

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

بارھویں صدی ہجری کی لاجواب و نادر روزگار تالیف

مجید ہدیہ

ترجمہ

تحفۂ اثنا عشریہ

مؤلفہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ابن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

ترجمہ۔ مولانا محمد عبدالمجید خاں

پیدائش و تاریخ مذہب شیعہ۔ ان کی مختلف شاخیں۔ ان کے اسلاف علماء اور کتب کا بیان۔ الوہیت، نبوت، امامت اور معاد کے بارے میں ان کے عقائد۔ ان کے فقہی مسائل فقہیہ۔ صحابہ کرام، ازواج مطہرات اور اہل بیت کے حق میں ان کے اقوال و افعال اور مطاعن۔ عقائد شیعہ کی تفصیل۔ ان کے اوہام، تعصبات اور مہفوات کا بیان۔ تولا اور تبرا کی حقیقت۔ یہ باتیں مذہب شیعہ کی معتبر کتب سے نقل کی گئی ہیں۔

نیز ان تمام امور کا احاطہ، کمال تہذیب کے ساتھ ان پر سیر حاصل بحث مشتبہ غلط فہمیوں کا ازالہ مدلل جوابات اس عجیب و غریب پیرایہ میں قلمزد کیے گئے ہیں جو فی الحقیقت شاہ صاحب ہی کا حق تھا۔

اس تالیف سے ہزارہا بندگان خدا کے شکوک مٹ گئے اور عقائد درست ہو گئے۔

یہ کتاب متلاشیان حق کے لیے مشعل راہ ہے۔ قیمت مجلد ۹۴/-

میر محمد، کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

احادیث نبوی کا سب سے قدیم و بیش بہا مجموعہ

موطأ امام مالک

مترجم علیہ الرحمۃ

جس کو امام مالک رح (متوفی ۱۷۹ھ) نے سالہا سال ہر کسوٹی پر پرکھ کر اپنی جمع کردہ دس ہزار احادیث سے منتخب کیا تھا

اصل عربی مع مقابل اردو ترجمہ و ضروری فوائد... از حضرت علامہ وحید الزماں رح جو صحت و طباعت میں بے نظیر ہے

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب

آرام باغ، کراچی